ظریف ہفتہ وار
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
M B KHAN ARTIST LUCKNOW

اگر شراب حرام تھی تو پہلے ہی تھی۔ آج تک آپ کس نشے میں تھے۔ گریپ گورنمنٹ کو نفع سے غرض ہے لیکن اگر گورنمنٹ اس تجارت سے دست کش ہو جائے تو پھر گلی کوچہ خرابات نظر آئے اور بقول اعوذ باللہ کہیں دکھائی نہ دے۔ اسی طرح چاہے کی کاشت زیادہ تر صاحب لوگوں کے ہاتھ میں ہے سب ہی حلال ہے پاک ہے کچھ اور ذرا بل چڑھا تو یہ بات بھی کہ ترکیبوں سے اسٹرائک کرادی۔ ہمدردہ مشترک بیر مرحوم نے اس مسئلہ پر بہت عمدہ احتجاج کیا ہے۔ اس احتجاج سے یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ شراب خواری کے خلاف جس قدر ایجیٹیشن ہے اس کے صلے میں رحیق جنت کی امیدواری فضول ہے ؎

بخیر جب نہیں نیت تو پھر ثواب کجا
میں خراب کجا تو یہ شراب کجا

ان دو شغلوں میں خلل اندازی رنگ لائی ہے ایک طرف رند منہ پھلائے ہیں دوسری طرف ملا تو تمن لٹکائے ہیں ادھر کا جام اوندھا ادھر کا فنجان خالی۔ تعجب ہے کہ ادنیٰ و اعلیٰ دونوں بیزار ہیں۔ پھر بھی یہ لوگ کامیابی ترک موالات کا دعوے کیے جاتے ہیں۔

(۱۲) سیاست

مثل مشہور ہے کہ بے سیاست کسی کام کا نہیں اگر امرتا بازار پتریکا کا یہ بیان صحیح ہے کہ چاندپور کے اسٹیشن پر اسٹرائک کر کے سو رہنے والے تین چار ہزار قلیوں کی کوئی تک کاری کے سی ڈپٹی کمشنر اور آنریبل ایس کے سنہا سب ڈویژنل افیسر کے سامنے رات کے وقت گورکھا پلٹن کے ہاتھوں عمل میں آئی تو سمجھ لینا چاہیے کہ ملک کے دن پھرے بد رعبی و بدنظمی کا خاتمہ ہوا۔ سر مائیکل او ڈائر کی شکایت دفع ہو گئی کہ ہم نے تو خدا معلوم کن کن ترکیبوں سے رعب حکومت قائم کیا تھا۔ جس کی بنیاد ڈالی تھی۔ یہ لوگوں نے ہمارے پیچھے آنے یہ ساری محنت خاک میں ملادی قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ ہندوستان کے لیے ایسے ہی قوی دل مردان دو گا کی ضرورت ہے جو آہ پیرزال کی دھمکیوں میں نہ آئیں بکریوں کے بسورنے پر چھوں کے چلانے۔ مجموں کے ہاتھ جوڑنے

مزدوروں کے پاس سے وہاں کرنے سے دوڑ ہیں۔ پنجر جانکول کی بیداعتزازی کی روشن دلیل ہے۔ ہر شخص انگریز کا نکا کا عزو اٹھایا جائے تو دنیا اور وزارت عظمیٰ محروم ہو جائے۔ بعض لوگ معترض ہیں کہ بجائے ٹھکے ہاتھ سے دیا گیا کہ بے پناہ مزدوروں کو جو اسٹیشن پر سو رہے تھے بندوقوں کے کندوں سے کچلوانا بے رحمی میں اصل ہے۔ یہ اعتراض ناسمجھی پر دلالت کرتا ہے۔ گورکھا فوج نے سوتے لڑکے کا منہ اس لیے چوما کہ لڑکا ضدی ہے۔ ہماری رائے ہے کہ انگلینڈ کے بیس بائیس لاکھ مزدوروں کا منہ چومنے کے لیے یہی فوج بنگرانی ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف بھیجی جائے۔

(۱۳) پر از انصاف قید

الہ آباد کے سشن جج نے مولوی حمید احمد صاحب کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی۔ آپ نے صرف زبان سے اظہار جہاد کیا تھا کہ اگر آٹھ ماہ کے اندر سوراج نہ حاصل ہو تو بیک دست قرآن و بدست دیگر شمشیر لے کے نکلو۔ اور وہی کرد جو ڈپٹی کمشنر کچہری کے ساتھ کیا تھا۔ لوگ معترض ہیں کہ یہ سزا اعتدال سے متجاوز ہے خصوصاً جبکہ مولوی صاحب کے بیان سے کوئی نیا فتنہ نہیں اٹھا مگر ہماری رائے میں زبان سے کہنا اور کرنا برابر ہے "قول مرداں جاں دارد" ایک مشہور مثل ہے۔ البتہ ایک تعجب کی بات ہے کہ ایک دفعہ کی رو سے تو حبس دوام کی سزا دی گئی اور دوسری دفعہ کی رو سے تین سال قید سخت اور ضبطی جائداد کی عمر بھر قید رہنے کے بعد مزید تین سال کس کی عمر سے قرض لیے جائیں گے۔ اگر ہو سکے تو گاندھی جی یا ماسٹر محمد علی کی عمر سے یہ تین سال وضع کر کے مجرم صاحب کے حوالے کیے جائیں۔ یا جملہ مشتاقان شہادت پر مجموعاً تقسیم کر دیے جائیں ورنہ یہ قید فرضی رہے گی اور قانون کی بات ضائع ہوگی۔

(۱۴) نان کوآپریشن کی عبرت آموز شکست

سرکار کا مقابلہ کرنا دل لگی نہیں ہے۔ گاندھی جی باوجود مہاتما ہونے کے ملک سے اس قدر روپیہ نہ جمع کر سکے جتنا انجمہائے امن و امان یعنی مجالس استمداد نان کوآپریشن نے دو ہفتہ کے اندر جمع کر لیا۔ گاندھی صاحب کو ایک کروڑ روپے کی ضرورت ہے بھلا یہ ایک کروڑ روپیہ ہماری سرکار کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی ہوگا؟

ہمیں عقل و دانش بباید گریست

اگر خالی افیم کی آمدنی ہماری سرکار والا اقتدار تجاویز بغاوت کے دبانے کے لیے وقف کر دے یا شراب کی آمدنی تو میاں گاندھی جی کی آنکھیں کھل جائیں۔ یا ملازموں سے ایک ایک ماہ کی تنخواہ اس ضروری فرض کے لیے حاصل کر لے تو تارکان تعلق کی بدھیا بیٹھ جائے۔ خدا خزانہ ہند کو سلامت رکھے ملک کے امن و امان پر تن من دھن سب نثار کر دینا ہم غلاموں کا فرض ہے ؎

ہر کہ با فولاد باز و پنجہ کرد
ساعد سیمیں خود را رنجہ کرد

دیکھا یوں واقعات سے نتیجہ نکالتے ہیں۔ اب بھی آپ اینجانب کی لیاقت پر صاد نہ کریں تو تعجب۔ ایسی اخبار نویسی بالکل بے ضرر ہے بلکہ خیال فرمائیے تو سراسر نفع کی چیز ہے سرکار خوش امیر امرا خوش اپنا پرایا خوش آیا گیا خوش۔ اگر کوئی اتفاقاً ناراض بھی ہو گیا تو جھٹ معافی مانگ لی۔

"صاحب یہ تو سب ٹھیک ہے۔ مگر ان ترکیبوں سے پبلک میں وقار کی صورت نہیں پیدا ہو سکتی نہ اشاعت کی تعداد بڑھ سکتی ہے"

بندہ نواز یہی تو کہتے ہیں "سیسی علم در یافتہ ہے" اشاعت بڑھنے کا فائدہ تو یہی ہے نہ؟ کہ کارخانہ مالدار ہو جائے یا اور کچھ؟ آپ دیکھیے گا کہ اینجانب کے چاہے سو خریدار ہوں مگر ایسے مضبوط ہوں گے کہ ہلائے نہ ہلیں گے۔ تو وجہ کیا؟ ہندوستان بھر کے رئیسوں امیروں سے اینجانب قیمت کے نام سے جھنجی کوڑی بھی نہ لیں گے جو سب سے زیادہ مالدار ہوگا اس کا نام مع لقب و خطاب خانہ ساز سرنامہ پر مربیوں کے ذیل میں لکھا ہوگا۔ سال ختم ہونے سے دو مہینے پہلے اینجانب بوریا بستہ دبائے ہوئے اس رئیس کے در دولت پر مقیم تمکو ہو کے بیٹھیں گے ؎

جو کام کے لیے توڑے نہ تھے۔ ہندوستانی بچے چیختے تھک گئے۔ اور [illegible] سیاست بھی چھپانے سے۔ البتہ موسن صاحب نے بات بتی کہی یا ہی تبدیلی کا عقدہ میں کہی ہے۔ پولیس کے سلسلے میں تحفظات کچھ اور زیادہ مضبوط ہوجاتے تو پھر کیا کہنا تھا۔ میں اسے چھپانے سے تعبیر نہیں کر سکتی۔ حالانکہ خود میں جو کچھ کہا وہ چھپانے کی حد میں داخل ہے۔ یعنی انھیں بیکار کا افسوس ہے کہ اسلامی تجاویز کی کھچڑیاں پک رہی ہیں اور گاندھی اینڈ کمپنی کی چٹنی ابھی تک سل بٹے سے وا حد شاہ نہیں۔ جو آج سول نافرمانی کا بھونا گجار نا چھوڑ دیں جو کل ہی کھلے بندوں پھرنے لگیں۔

کہو اس پر افسوس کیسا؟ گاندھی اور دوسرے قیدی اپنی خوشی سے جیل خانے گئے ہیں۔ تم پرائے بردے آزاد کرانے والے کون؟ تم پر کیوں ان ہندوستانیوں کا پرچھاواں پڑ گیا جو قانونی عقلوں میں خواہ مخواہ اٹکے چھوڑ دیے جانے پر بجھائے رہتے ہیں۔

مسٹر الفرڈ ناکس صاحب کو قارورے میں بجائے نظر آہی گئے انھوں نے بات کہی ذری تہ کی یعنی یہ قانون وائسرائے اور گورنر کو رائے ہنس کر دیتا کے رکھ لیا ہے

اسی خاطر تو قتل عاشقاں سے منع کرتے تھے
اکیلے پھر رہے ہو یوسف بے کارواں ہو کر

ایک میاں جمعدار فرانڈ سے ہی ضرورت ہے جو زمین کو سو کا تنہائی میں ظلم غلط کرے۔ اگر چہ ہم اس کے جواب میں آتش کا شعر پڑھتے ہیں سے

طفلی میں بھی شادی تو خوش ہی ہم سے
چھٹی نہ دلی جمعہ کو بھی بچے کے غم سے

دوسری بات انھوں نے جدید انتخابات سے فریج ہو جانے کے بارے میں کہی اور سچی کہی لیکن شاید انھیں مہذب تمدن کے معنی نہیں معلوم۔ مہذب تمدن۔ ذکر شاہ کا مہر لے ہی کا نام ہے جب ہندوستان خود ایسی فضول خرچیوں پر راضی ہے تو آپ کا دل کیوں کڑھتا ہے تیسری بات بالکل بے وقوفی کی کہی کہ یقیناً یہ تجویزیں کامیاب نہ ہوں گی۔ حالانکہ دوسرے عقلمند مسٹر رچرڈ ولا تور م ی قرطاس کی تعریف

کا قصیدہ پڑھا۔ عجب معلوم دونوں میں کون صاحب زیادہ بے وقوت یا زیادہ عقلمند ہیں۔

مسٹر [illegible] پوچھا گئے رت سائیمن کمیشن کی گت [illegible] ہوا کہ جو گت سائیمن کمیشن اور اس کی رپورٹ کی ہوئی تھی وہی ان تجاویز کی ہونی ہے۔ اس لیے ہندوستانیوں سے ان تجاویز پر کوئی رائے نہ لیا جانا چاہیے۔ ہندوستانی شرمیلی دلہنوں کی طرح نکاح پر "ہوں" (اجازت) کا کلمہ تنہا رہ جانے۔ جہیز میں دلہن کی اماں بہو نے ہنکارا بھر دیا ہو اور قبول نکاح کی اسے دلیل قرار دینا صحیح نہیں۔ بظاہر تو انھوں نے عقل کی بات کہی۔ خاموشی کے معنی ہمیشہ رضامندی کے نہیں لیے جا سکتے خصوصاً ایسی حالت میں کہ دلہن کے منھ میں آرڈیننس کی لگام اور بیڑیاں ہتکڑیاں جھڑیاں بھی ہوں۔ صاحب ہندوستان میں ایسے نکاح برابر ہوتے رہتے ہیں اور مرنے بھرنے والی ماں باپ کی بیٹیاں اماں کی مہروں پر کو مرتے دم تک نباہتی رہتی ہیں۔

رہی یہ بات کہ تحفظات کے نباہنے کے لیے چرچل کی سی طبیعت درکار ہوگی۔ دل میں کھٹکتی ضرور ہے۔ اچھا پھر چرچل میں کیا برائی ہے؟ جب تک انگلستان میں پارٹی بازی کا زور ہے اس وقت تک ہندوستان کا وزنٹ ایک کل نہیں بیٹھ سکتا۔ نہ کوئی اس کی تمنا کر سکتا ہے کہ لارڈ ارون کی سی طبیعت کے آدمی آئیں گے نہ اس کی کہ چرچل کے مزاج کے۔ نہ کوئی معتدل قانون بن سکتا ہے جس کو بعد میں بھی سب قبول کر لیں۔ اس کے علاوہ مزاج اور انداز بدل بھی تو جاتا ہے۔ بھیا رینزے ہی کو دیکھو تو پہلے مزدوروں کے ہوا خواہ جفاکشوں کے ہمدرد مصیبت زدوں کے حامی تھے پھر کیسی پلٹی پھیری۔ لیبر سے نکال ہوئے اور ٹیاں ت نہ لے آئی جی بھیجو۔ تو کیا عجب ہے کہ ہندوستان میں آکے چرچل بھی دقیانوسی چرچل نہ رہیں۔

اور اگر بلی والے بصری کی سی بات بھی ہو گئی تو کیا ہے ایک بلی محلے کے گھروں کے جائزے خوب لیتی تھی۔ آج طوطا تو شجاع کیا کل کبوتر لے گئی پرسوں مرغی پر

جھٹ کی۔ لوگوں کا ناک میں دم ہو گیا۔ انھوں نے پھندا لگا کے خالہ کو پکڑا۔ ایک تختے میں جکڑا اور دریا میں سرا دیا۔ اتفاقاً حاکم بصرہ کشتی پر دریا کی سیر میں مشغول تھا میاؤں میاؤں کی صدا جو سنی تو غوطے خوروں کو حکم دیا۔ بلی پکڑ لائی۔ مسکین بے حال پیاسا۔ تانبے کے قرطاس ابیض پہ یہ تختی حکم کندہ کر کے بلی کو آزاد کر دیا کہ خبردار اس بیچاری پر کوئی تشدد نہ ہونے پائے۔ گر یہ جان پھر ڈنڈا پیلتی محلے میں آ بسیں۔ بعض اہل محلہ نے پھر گرفتار کیا گر گلے میں حاکم کا دستخطی پروانہ دیکھا تو روح نکل گئی آخر میر محلہ نے سب گھروں کی کنجیاں گدھے پر لادیں حاکم صاحب کے دربار میں حاضر ہوا۔ السلام علیکم۔ وعلیکم السلام۔ کدھر چلے؟ میر محلہ نے کنجیوں کا ڈھیر دربار میں لگا دیا۔ حاکم نے پوچھا یہ کیا ہے۔ عرض کی کہ خداوند یہ کنجیاں ہیں اور یہ بلی ہے۔ پہلے تو بلی کے پاس کوئی سند نہ تھی اب یہ صاحب سند کی طرف سے مستند ہے۔ لہٰذا کنجیاں بلی کے حوالے کیجیے ہم لوگ ہجرت کرتے ہیں۔ بصرے والوں کی طرح اگر خفش چرچل کی فرماد اہل محلہ ہند کی زبان سے نکل کے انگلستان تک پہونچی کوئی دشوار نہیں۔ چپا ہٹ چلپلاہٹ سے بدل سکتی ہے۔

اس پارلیمنٹری چپا ہٹ میں یہ نئی بات دیکھی کہ بہتوں نے بوڑھے قیدی گاندھی کو چھوڑ دینے کی سفارش ضرور کی چنانچہ ملز صاحب نے ایک طرف تو مہورنامہ یعنی سفید کاغذ لینے وہائٹ پیپر کی لہوا فرمائی دوسری طرف لے بیٹھے گاندھی کا قصہ کہ ان سے تعاون اچھا ہے۔ کیا کہنا۔ ہم تو کبھی مشورہ نہ دیں گے کہ گاندھی اینڈ کمپنی کی بندی آزاد کی جائے۔ نہ اس آزادی سے کوئی فائدہ ہے۔ یہ طے ہے کہ گاندھی قرطاس ابیض سے موافقت نہ کریں گے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ مخالفت ضرور کریں گے۔ تحفظات کے نفوذ کے لیے ضروری ہے کہ انھیں جیل خانے میں جی بھر کے چرخا کاتنے کی مہلت دی جائے ورنہ چراغ اور پانی کا سا مناظرہ شروع ہو جائے گا۔ اگلے زمانے میں روشنی کی ٹٹیوں پر گلاس جلتے تھے۔ گلاس میں پہلے پانی ڈالا پھر تیل ڈالا پھر کپڑے کی کرلی ہی

شیخ مہدی حسین احمد حسین ایڈیٹر و مالک جدا منزل وکٹوریہ گنج لکھنؤ کا نذر و ندی ستم مقیم سب سے مناسب قیمت لینے والا اور مشہور ہے جس کو حکومت وقت نے سرٹیفکیٹ اور تمغے عنایت کیے ہیں ایمپرا ڈرس بوس چوراہہ قیصر باغ لکھنؤ

بٹ کے کچھ نہ ہو ... سر اٹھا کے روشن کر دیا۔ پانی نے کہا تم احسان فراموش ہو میں نے تمہارے درخت کی جڑیں پھیلائیں مدتوں سینچا اور تم یہ بے ادبی کرتے ہو کہ میرے اوپر چڑھتے ہو۔" تیل نے جواب دیا "تم تو فراموشی کے ساتھ نہروں میں بہتے ہو میرا یہ حال ہے کہ کسان مجھے بوتا ہے کوٹتا ہے پیستا ہے کولھو میں ڈال کے پیلتا ہے۔ صبر کا نتیجہ ہے سربلندی" پانی کہنے لگا "میری بھی میں اصل ہوں" تیل بولا "اس عیب کو نہ بھولو کہ تم سے چراغ نہیں جل سکتا۔ تم بجھا دوگے میں روشن کردوں گا"

علیٰ ہذا القیاس ویدر صاحب "مجلس وفامی ہند" کے رکن۔ قرطاس ابیض کے نجاویز کو "جوا" کہتے ہیں اس چھپانے میں انھوں نے سفید کاغذ کی اچھی لیدے کی ہے۔ مگر پھر بعد سے گر پڑے اور فرمایا کہ سائمن کمیٹی کے مشورے پر عمل کرکے چند صوبوں کو خود مختار بناؤ اور تجربہ کرو۔

دُنیا کا ہر کام "جوا" ہے جس میں ہار جیت برابر ہوتی رہتی ہے۔ اور انگریزی قوم تو اس قسم کے صدہا جوے کھیل کے بازی جیت چکی ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حیثیت ایک شاطر کھلاڑی ہی کی سی تھی۔ وہ کبھی تو خود چالیں چلتی اور پانسا پھینکتی۔ کبھی اپنے ہاتھ پیچھے باندھ کے دو ہندوستانی کھلاڑیوں کی قسمت آزمائی کا تماشا دیکھتی اور جس کے موافق پانسا پڑتا اُسی سے "دا لے ترے چھکے کے قرباں۔ ترے پنجے کے قربان" کہہ کے دل بڑھاتی بغیر بازی لگائے۔ شکرانہ مل رہتا۔ [illegible] جوے کا ذکر ہی کیا جس میں پانسا پھینک [illegible] بھتورے۔

ان کے بعد [illegible] صاحب [illegible] آپ کی رائے ہے کہ طرفین کو ناکامی ہو [illegible] آپ کی نگاہوں میں وہ سماں پھر گیا جب کہ حکومت کو وائسرائے کی حمایت میں دانتوں پسینہ آئے گا۔ اس کے ساتھ ہی آپ فرماتے ہیں کہ پولیس کے سوال ہی پر حکومت ہند کا دارو مدار ہے۔ اگر چھ صوبوں میں پولیس کے نظم و نسق پر اختیار دے دیا جائے تو پھر موجودہ قوانین اساسی کو تہ دل سے تسلیم کر لوں گا۔

میں کہتی ہوں کہ آپ وائسرائے بن جایئے میں دعویٰ کرتی ہوں کہ آپ کو پولیس کے نظم و نسق پر کامل اختیار میں دلوا دوں گی۔ بعد ازاں اپنے جدید صوبوں کے الاتو زیادہ مصارف کا ہوّا پیش کیا۔ یہ تو بالکل عجیب بات ہے لیکن بعض ہندوستانیوں کی بیہودگی اسے تسلیم نہیں کر سکتی بایں معنی کہ اگر میسوپوٹیمیا کی تجویز کے انفاذ سے پہلے مصارف کم تھے تو انھیں بڑھانے کی سعی ہندوستانیوں ہی نے کی۔ اب جو اور بڑھ جائیں گے تو اور غضب ہو گا۔ اس خیال کے ہندوستانی غالباً موجود نہیں کہ گھر پھونک تماشا دیکھنا سماعت سے سنتے ہیں کہ ایک عورت کا بچہ مر گیا۔ جب لوگ جنازہ گورستان کی طرف لے کے جانے لگے تو وہ بَین کرنے لگی:۔

"اے میرے لال تجھے لوگ ایسی جگہ لیے جاتے ہیں جہاں نہ اوڑھنا ہے نہ بچھونا نہ کھانا ہے نہ پینا۔ نہ روشنی ہے نہ چارپائی"

ایک فقیر بھی اپنے بچے کے ہمراہ بھیک مانگتا اِدھر آنکلا بچے نے بَین کرنے والی کے یہ الفاظ سنتے ہی ایک چیخ ماری:۔

"ابا اے ابا ارے دیکھو یہ مردہ ہمارے گھر میں جا کے سڑے گا" یہ جو اوصاف قبر کے تھے وہ سب ویسٹ منسٹر کے گھر میں موجود تھے اس لیے بیچارہ شرکت سے ڈر گیا) اب وہ زمانہ لد گیا "کہاں کا مردہ اور ناتا سو کا کھاتا" بھی گوارا ہے۔ (باقی آیندہ)

مراسلات

منطق آرا بیگم

سولانا پنچ کا پوسٹ بیگ

کرم بندہ۔ تسلیم۔ دہلی میں جو اس سال میٹرنس کا امتحان ہوا ہے اُس میں اُردو کا پرچہ بہت خوب تھا مگر افسوس یہ معلوم ہوتا ہے کہ لکھنؤ کے قریب جوار کے طلبا جو اس امتحان میں شریک ہوئے ہیں بے خطا نقصان اُٹھائیں گے۔ اس لیے کہ یہاں اور وہاں کے محاورات میں آجکل بڑا فرق ہے بہت ممکن ہے کہ ہمارے یہاں کے طلبا جواب صحیح لکھیں اور ممتحن غلط سمجھ کر نمبر دینے یا بالکل کاٹ دیں۔ اس وقت میرے نزدیک اخباری دنیا میں آپ سے بہتر زباں دانی کا دعوے کرنے کا حق کسی کو نہیں۔ میں اُردو پرچے سے دو سوالات نقل کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں جن میں سے احتمال ہے کہ غلط فہمی کی وجہ سے نقصان پہنچ جائے براہ مہربانی آپ قریب تر اشاعت میں اُن کا حل پبلک کے سامنے پیش کر دیں تاکہ ممتحن کو انصاف کا موقع ملے۔

۱۹۳۳ء

پرچہ اردو

سوال نمبر ۳۔ ذیل کی عبارت میں زیر نشان الفاظ کے مذکر کی جگہ مؤنث اور مؤنث کی جگہ مذکر بدل کر لکھو۔

ہاتھی میں چھلا آئے کر ساس سے کہا کہ تو تیلی ڈولی منگا دیں۔ آٹھ کہار لال سبز کرتے پہنے ڈولی لے کر حاضر ہوئے۔ سانڈنی پہلے سے تیار تھی۔ دادا اور عروس دونوں سوار ہوئے۔ مرغی نے دعا کا راگ گایا۔

سوال نمبر ۴۔ ذیل کی عبارت میں زیر نشان الفاظ کی تصغیر یا تکبیر لکھ کر عبارت کو دوبارہ لکھو۔

زیور کا ڈبہ۔ کپڑوں کا صندوق۔ لوٹا۔ تھال۔ کونڈا تانبے۔ دیگ۔ پتیلی۔ کھاٹ۔ پیڑھا۔ ڈھول۔ دف مشک کٹورہ۔ جو بن پڑا جہیز میں دیا۔

سوال نمبر ۵۔ ذیل کی عبارت میں زیر نشان الفاظ کی جمع لکھ کر عبارت کو دوبارہ لکھو۔

ضعیفی دور کرنے کی تدابیر

بساط بے مہرہ

ششدر انڈیا جان :۔ نئی چال چلوں کیا خاک؟ اس پر تو کوئی گوٹ نہیں ۔

حکومت ہند :۔ تو کیا مات قبول کرنے کا ارادہ ہے؟ چال سوچو۔

وزارت انگلستان :۔ قانون ہے کہ بغیر مہرے کے بھی بازی کھیلی جاسکتی ہے ۔

PERFUMERS
Lucknow
ٹیلیفون ۱۳۹ لکھنؤ
شاخیں :- قنوج حیدرآباد دکن دہلی
شمیم - منورما نے ہمارا ملک کیسے مرفع حال ہوگا ؟
سوشیلا - پیاری بہن ! جب اس دیس والے دیسی مصنوعات ہی استعمال کا تہیہ کریں -
شمیم - بہن میں تمام دیسی چیزیں استعمال کرتی ہوں حتی کہ اپنے سنگار کیلئے خوشبودار تیل و عطر اس ملک کے مایۂ ناز کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے منگایا کرتی ہوں -
سوشیلا - اچھا کرتی ہو ، بہت اچھا کرتی ہو - لیکن جب سب بہنیں اسی پرکار بند ہو جائیں - یہ ملکی فلاح کا آسان راستہ ہے -

اودھ پنچ لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر اے ۳۲۸

REGISTERED No A. 78
ظریف ہفتہ وار
مشہور باتصویر
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ
अवध पंच
लखनऊ

قواعد وضوابط ادارۂ ہذا

(۱) بفضل تعالےٰ عزوجل ہر مہینہ کی ۵۔۱۲۔۱۹۔۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں مرحوم مذہبی بحث و مباحثہ اور بے تہذیبی مضامین نہیں چھپتے۔ یہ رسالہ اپنی بضاعت یعنی قابل اور حقوقات سے لینا ہے۔

(۳) قیمت کی زیادتی پر نظر نہ فرمائیے۔ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلئے کہ گوہر و خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدّت اور اصابت ہے۔ ورعایت کہ صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اور سیاسی اہلی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے پرچوں میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ پیشگی لی جاتی ہے۔

(۵) طلبائے شاگردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائے گی۔

(۶) پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جاسکے۔

(۷) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور ان کی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

احمد حسین بابروی منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱)۔ روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲)۔ رقم جمع شدہ کے ادا ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کردی جائیگی

(۳)۔ پانچ پرچے فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴)۔ یہ بابت واسطے فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

نوکر کو حکم ہوا کہ بہانے سے نمبر ان کو پیخانہ لگا ہے۔ پیخانہ پھرالاؤ۔ ابکی نوکر صاحب نے کھڈی کے پاس لے جاکے دھکا دیا سنا ہے بہکا تھیکا ہوتا تو مار ہی ڈالا بچہ سہم گیا مارے ڈر کے روح کے ساتھ ریح بھی قبض ہوئی۔ نوکر صاحب گود میں اٹھا کے پھر قاضی کے پاس پہونچا دیا مگر ضرورت او رشوخی کب مانتی ہے آخر کہنا پڑا ابا پائخانہ جائیں گے چند مرتبہ کے ایسے پھیرے میں قاضی صاحب کو غصہ آگیا۔ نوکر سے کہا اگر ابکی یہ پائخانہ نہ پھرے تو ٹانگ پھرا کے دے مارنا۔ قاضی کو اصل واقعہ کی اطلاع نہ تھی۔ بندہ چونکہ عالم خواب میں اروح محض تھا لہٰذا یہ حرکات میرے پیش نظر تھے۔ نوکر نے ابکی بار بھی دھکا دیا لڑکا اٹھ کھڑا ہوا۔ بس اُٹھنا تھا کہ نوکر نے ٹانگ پھرا کے جو پٹخا تو نقش زمین بنا دیا اور خود دست بستہ قاضی کی خدمت میں حاضر۔ جب زیادہ دیر ہوئی تو قاضی نے پوچھا کہ بیٹا کہاں ہے؟۔

نوکر: "خدا کے گنج سدھارے"

قاضی: "ابے مردک کیا بکتا ہے"

نوکر: "ابے بوبک کیا بکتا ہے"

قاضی: "کچھ شامت تو نہیں آئی ہے؟"

نوکر: "کچھ قضا تو نہیں بھڑبھڑائی ہے؟"

قاضی: "آخر میاں کہاں ہیں؟"

نوکر: "ہونہہ خود ہی کہا تھا کہ ابکی پائخانہ نہ پھرے تو اٹھا کے دے مارنا میں تو حکم کا بندہ ہوں۔ نوکری کیونکر کرتا میں نے اٹھا کے دے مارا میری جانے بلا بیٹا کیا ہوئے"

قاضی "دکبخت نا شدنی۔ دور ہو میرے گھر سے"

نوکر نے جیب سے کاغذ نکالا۔ بس کاغذ دیکھتے ہی قاضی صاحب دم بخود۔ اتنے بڑے جرم پر قاضی نے کہا تو صرف اس قدر "جا اندر سے پان بنوا لا" نوکر تو ادھر چلا اور بندہ بانجھ جھاڑ قاضی کے سر ہو رہا۔

"کیوں حضرت! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک معصوم کی جان مفت جائے اور آپ بیٹھے دیکھا کیجیے"

قاضی "حضرت اس نوکر اور اس عاجز میں عہد و پیمان ہوگیا ہے کہ نہ میں چھڑاؤں نہ یہ نوکری چھوڑے۔ اور دونوں میں سے جو علیحدہ ہونے کی خواہش کرے وہ ناک کٹوا لے کیا کہوں اس ملعون نے کیا کیا نتھنوں میں تیر چلائے ہیں۔ میں ہر مرتبہ دھوکا کھاتا ہوں۔ یہ ہر مرتبہ بازی لے جاتا ہے۔ کل کا ذکر ہے کہ اہلیہ مقدسہ نے خراب کھانا پکایا مجھے پسند نہ آیا غصے میں کہہ بیٹھا کہ جاکے بی بی کے منھ پر یہ کھانا کھینچ مار۔ میں نے تو روزمرہ کے محاورے کی ایک بات کہی تھی مگر اس ملعون نے کھانے کی تھری سینی اس ضعیفہ مسکینہ عاجزہ کے منھ پر اس زور سے دے ماری کہ منھ پر اٹھا ہو گیا۔ میں نے جو باز پرس کی تو کہتا ہے کہ تمھیں نے تو کہا تھا۔ پرسوں میں نے دسترخوان پر شوربا کم تھا شوربا مانگا تو آلو کا پٹھا چلمچی میں شوربا لیے کے آیا۔ کمبخت کو سمجھایا کہ اب جو کوئی چیز مانگوں تو پلیٹ میں لگا کے لانا۔ اتفاق سے جوتی پہننے کی حاجت ہوئی اس مردود سے کہا کفش اٹھا لا دیکھتا کیا ہوں کہ خوان پر کستا کسا سر پر لادے لیے آتا ہے "ارے یہ کیا؟" منھ سے کچھ نہ بولا تو رسے پوش اٹھا قاب نکال میرے منھ سے لگا دی "ہا نامعقول یہ کیا حرکت ناشائستہ ہے۔ اسے جوتی خورسے کفش پلیٹ میں لگا کے لایا ہے؟۔ تو کہتا کیا ہے۔ تمھیں نے تو کہا تھا میں غصے میں تھا کہ اٹھا کر میرے منھ میں گھسیڑ دے۔ اس ناہنجار نے کفش اٹھا کے منھ میں گھسیڑ دی۔ برب کعبہ ہم حشموں میں سخت ندامت اٹھانی پڑی۔ ایک دفعہ کا ذکر سنیے کہ پڑوس میں ناچ تھا میں نے اس سے کہا کہ کوئی تدبیر بتاؤ تو مجھ بھی ناچ دیکھیں۔ اس نے محفل میں باورچیخانے کے پاس شب کے وقت ناچ شروع ہونے سے قبل ایک گھڑا اوندھا کے مجھے بٹھا دیا۔ میں نے تاکید کی کہ خبردار کسی پر یہ حال کھلنے نہ پائے تو اس نے چیخ کے کہا کہ حضور قاضی صاحب میری کیا مجال جو کسی سے کہوں کہ قاضی صاحب یہاں بیٹھے ہیں" آواز اہل محفل نے سنی سب دوڑے واللہ میں کٹ کٹ گیا۔ ایک دفعہ محلے میں ایک پسنہاری رہتی ہے اس نے رات کو چکی پیسنی شروع کی۔ میں نے دو تین بار منع کیا اس نے سماعت نہ کی اس سے کہا کہ اگر ابکی یہ سماعت نہ کرے تو چکی کا پاٹ سر پر دے مارنا۔ اس نے پوری پوری تعمیل کی۔ وہ تو کہیے میں قاضی شہر ہوں۔ اگر کہیں اور یہ واقعہ ہوتا تو قصاص لیا جاتا۔ عجب مشکل میں جان ہے۔ چھوڑتا ہوں تو ناک جاتی ہے صورت دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ نہیں چھوڑتا ہوں تو ذلت بہ ذلت سہنی پڑتی ہے۔ اسی اثنا میں ناہنجار ملازم بھی سامنے آگیا۔ میں نے پوچھا کہ بھئی تم قاضی صاحب کو ستاتے کیوں ہو۔ اس نے مجھے گھورا۔ میں سمجھا کہ شامت آئی۔ بارے اس نے جواب دیا "حضرت یہ میں اپنے بھائی کے انتقام میں سب کچھ کر رہا ہوں۔ قصہ یوں ہے کہ اس شخص کا ایک نوجوان بھائی نہایت کم سخن بالکل نمونہ اللہ میاں کی گائے ان کے یہاں نوکری کرنے آیا انھوں نے جو شرطیں اس کاغذ میں لکھی ہیں پیش کیں اور اس سے اقرار نامہ لکھوا لیا۔ پہلی شرط یہ کہ ایک پتے پر جس قدر چاول آسکیں گے کھانے کو دیے جائیں گے اور ایک پتے پر دال۔ وہ بیچارہ زیادہ سے زیادہ ڈھاک کا پتہ لے کے آیا۔ انھوں نے خشکے کی ایک ڈلی حوالے کی۔ پتے کے دونے میں دال انڈیل دی۔ کمبخت فاقہ کرتے کرتے قریب بہ ہلاکت پہونچا۔ جب استعداد اخل کیا تو یہ استرا لیے کہ "نسبیل اللہ" ناک کاٹنے کو تیار ہوئے آخر روز کی بھوک نہ گئی ناک کٹوا کے گھر آیا۔ مجھے بدلہ لینے کی سوجھی فاقہ کرتی میری بلا پہلے ہی دن کیلے کے دو بڑے بڑے پتے توڑ کے چولھے کے پاس بچھا دیے۔ "میرا چنگل بھر دے" دونوں پتیلیاں خالی ہوگئیں اور پتے کا ایک کونہ بھی پورا نہ ہوا۔ قاضی کے

گھوسے جانے کا میں نے نام نہیں لیا البتہ قاضی جی بوکھلا گئے ہیں۔ ایک دن ان کی تاک ہوگی اور میرا استرا۔ تو بات کیا ہے قاضی صاحب جو کچھ فرماتے ہیں اس کی تعمیل بغیر کسی تاویل کے فوراً کر دیتا ہوں۔

اس خادم آقا تاکی باتوں سے دل میں ایسی کھلبلی پڑی کہ آنکھ کھل گئی۔ عقل نے کہا کہ از روئے ضابطہ خادم کی جد و جہد آئینی ہے بالکل تعزیرات ہند کے مطابق۔ خدا نخواستہ اگر لندنی گورنر اور ہندوستانی معزز ماتحتوں میں یا ہندوستانی گورنر اور لندنی اصحاب سول سروس میں اسی قسم کی آئینی پابندی کر بیچ دیئے بیچ چلی تو بڑی ہوگی انگریز افسر اعلیٰ اور ہندوستانی ماتحت۔ ہندوستانی افسر اعلیٰ اور انگریز ماتحت اگر لائڈ جارج کی بات پر اعتماد کر لیں گے تو قاضی اور نوکر کی طرح ہرائی جاتی لکھ رکھیے کہ ہوگی اور ضرور ہوگی سارا ٹھاٹھ بگڑ کے رہے گا۔ آئی گئی ہندوستانی ناقابلیت کے ماتھے۔ سنا جناب آپ امتحان میں ناکام ہوئے لہذا نام نہاد اصلاحات کا وعدہ سوخت! پھر اس وقت یقیناً زم گرم پارٹیاں ایک ذات ہو جائیں گی اور وہ گھمسان کی بغاوت ہوگی کہ توبہ بھلی۔ اس ہربونگ میں کون دیکھے گا کہ اصلاحات کی بیل منڈھے چڑھنے کے قابل ہے یا نہیں۔ یا شر کس طرف سے شروع ہوا اس سٹھیائے ہوئے معزز آدمی کو خدا جانے اپنی قومی گورنمنٹ کی نکتہ چینیوں سے کس درجہ عداوت ہے کہ جب کوئی بات اس کی زبان سے نکلتی ہے تو اچھے بھلے دلوں میں زہر آلود چھریاں پیوست کر دیتی ہے۔ انتظامی ٹھلہ مرپٹ کے قائم کیا جاتا ہے "ہاں ہوں نہیں نہیں" کے بعد جوش ٹھنڈا ابال تہ نشین نہیں ہونے پاتا کہ یہ آنچ تیز کر دیتا ہے۔ واہ بڑے میاں بس دم غنیمت ہے۔ کیا کہوں تمہاری حرکتوں نے خیالات برجا نہ رہنے دیئے ورنہ اس موضوع پر وہ گھمسان کا مضمون لکھتا کہ تم بھی یاد کرتے۔ — لاحول ولاقوۃ نہار منہ طبیعت بد مزہ ہو گئی اشتعال نے ظرافت میں تلخی کی ٹپٹ ملا دی دیکھیے برطانوی گورنمنٹ کب ان بڑے میاں سے پیچھا چھڑاتی ہے۔

عذر تمہیر سرا۔ آج ارادہ مضبوط ہے کہ مضمون نگاری ضرور ہو کے رہے گی چاہے آندھی آئے چاہے پانی برسے۔ لا تا بھئی کوئی کاغذ اخبار اٹھانا۔ دیکھوں تو کوئی گرما گرم تو پہ توڑ پر تو نہ زرد ابھرتی نرالی خبر ہو تو اسی پر کچھ لکھ ڈالوں۔

بھئی یہ خبر ذری چٹپٹی ہے "میاں فضل حسین وزیر تعلیم پنجاب نے تحریک کی کہ حفظان صحت پر پندرہ ہزار کی رقم اور بڑھا دی جائے ایک ممبر صاحب جن کا مزاج غالباً غیر حاضر تھا سمجھے کہ فرض تائید ادا کرنا چاہیے اور شاید اس سے بھی بے خبر تھے کہ میاں فضل حسین کس لیے روپیہ مانگتے ہیں۔ میاں صاحب وزیر تعلیم ہیں تعلیم ایک ضروری شے ہے انھوں نے جو کچھ مانگا ہوگا تعلیم ہی کے لیے مانگا ہوگا۔ لہذا اٹھ کھڑے ہوئے کہ محاسن تعلیم پر مضامین کے دریا بہانے لگے کسی نے ٹوک دیا کہ حضرت تعلیم نہیں حفظان صحت کے بجٹ پر بحث ہو رہی ہے۔ تو گھبرا کے فرمایا ہاں؟ اچھا تو صحت تعلیم پر بھی مقدم ہے۔" اگر یہ سچ ہے تو واقعی تائید پیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں اور تائید پیشگی اسی کا نام ہے۔ اتنی سی خبر پر مضمون وضمون کیا لکھوں ایک آدھ حکایت یاد آ گئی وہ سن لیجیے۔

ایک برات کسی شہر سے دوسرے شہر کو چلی۔ منزل کے قریب جب پہونچی تو اس نے حوائج ضروری اور آراستگی کے خیال سے ایک قبرستان میں نیم کے سایہ تلے دم لیا۔ براتیوں میں خدا رکھے ایک افیمی بھائی بھی تھے آپ گھوڑیا سے نیچے اترے زین پوش بچھایا لوٹیا میں پانی بھرا افیم گھولنے کی ٹھہرائی۔ کچھ تکان راہ کچھ قبرستان کی خواب آور ہوا کچھ چینی بیگم کا حکم۔ غرض اونگھے اور ایسا اونگھے کہ رات کے گیارہ بج گئے۔ برات چل دی۔ کسی معزز آدمی کی لاش دھوم سے دفن ہونے آئی ہڑبڑ نے چونکایا۔ عالم خیال میں سمجھے کہ دلھن کا گھر ہے ہم افیم گھول رہے ہیں۔ مہر پر تکرار ہو رہی ہے۔ بزرگ خاندان تھے کفن پھاڑ کے بول گئے یہ کیا واہیات ہے تم کوئی لینے کی پیر ہو نہیں دکھی دلہن کسی سالے دماد کسی سالے پا پا تو انگوا لو لڑکے ہو بھائی ہنسی خوشی میں رنج نہ بڑھاؤ۔ لاش لانے والے جھلائے کہ "یہ کیا بکتا ہے۔ کیسا مہر کیسی خوشی! کچھ ہواس میں ہے یا نہیں" یہ آنکھیں پھاڑ کے دیکھا تو سچ مچ نیم کا سایہ ہے قبرستان کا بھیانک صحن ہے لاش رکھی ہے۔ سگر قربان جائیے "ہپو" کے جیتے ہوں گے کوئی اور ہوتا شرمندہ ہوتا۔ آپ نے خندہ پیشانی فرمائش کر دی کہ بھئی ہماری طرف سے بھی ایک سورہ فاتحہ کا ثواب میت کو بخشندینا۔ واللہ مرنا برحق ہے۔ زندگی کا کیا اعتبار اصل ہستی تو یہی ہے ؎

شادی و غم جہاں میں توام ہے

اچھا آگے بڑھو۔ اور کوئی خبر ہے؟ ہاں یہ تو سہی۔ پنجاب کونسل میں کسی جورو باز نے سوال کیا کہ حضرت مسلمانوں میں چار نکاحیاں (اور مسلمانوں کے ایک فرقہ میں سیکڑوں متاعیاں) جائز ہیں۔ پس جن مسلمان افسروں نے جورؤں کا اصطبل باندھ رکھا ہے ان کا سفر خرچ بیبیوں کی بڑھتی کے موافق بڑھانا چاہیے۔ سرکاری ممبر نے جواب دیا کہ معقول! ایک تک مضائقہ نہیں کہ عام دستور کے موافق ہے اگر کسی کے مذہب میں کئی جوروئیں جائز ہیں تو حکومت پر کیا احسان بھئی سرجان مینارڈ نے بات معقول کہی۔ کیا معنی کہ یغنیھم اللہ (خدا انھیں غنی کر دے گا) کا وعدہ اللہ میاں نے کیا ہے کچھ گورنمنٹ نے تو کیا نہیں یہ تو وہی مثل ہوئی قاضی جی اپنی جورو کا منہ چومتے تھے اور محلہ والوں پر احسان کرتے تھے۔ واللہ جورو کا خیال ہی ایسا ہے خواہ کسی طور سے پیدا ہو عقل ربائی کی صفت اس میں ضرور ہوتی ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ خزانۂ حکومت کا مصرف جورو بازی سے بڑھ کے اور کسی مد میں پر لطف نہیں ہے۔ مکرر جنگ سے جورو بازی ہزار درجہ قابل ترجیح ہے۔ بایں معنی کہ جنگ سے نسلیں قطع ہوتی ہیں اور اس سے نسل بڑھتی ہے خدا جانے کئی جورو والوں سے ہمارے ممبر صاحب کو کیوں ہمدردی پیدا ہوئی۔

جلد ۱۸ نمبر ۴۴

مضامین

(مورخہ ۱۲-دسمبر ۱۹۳۲ء)

جامع اللغات و نور اللغات

(نمبر ۱۴)

ہمارے حاجی زمزم اللغات صاحب ہم سے پوچھ سکتے ہیں کہ مصحفی نے "آنکھوں کے ناخن لو" نظم کیا ہے۔ کیا مصحفی شریف نہ تھے؟ ہاں صاحب شریف تھے۔ مگر ہم تو اپنے زمانے کی بات کہتے ہیں۔ درحقیقت یہ محاورہ نہیں بلکہ مصحفی مرحوم کا ایجاد کیا ہوا ایک فقرہ ہے جسے ناواقف حضرات عام محاورہ سمجھ سکتے ہیں۔ اجتہاد کسی شاعر کا جب تک مقبول و مروّج نہ ہو محاورے کی حد میں داخل نہیں ہوتا۔ تنزلاً اگر ہم مان بھی لیں کہ محاورہ کبھی مروج تھا تو اس ناخن کو ناخنے سے کوئی تعلق نہیں۔ اور زمرمی ناخنہ" کی جو تفصیل کی گئی ہے وہ گمراہ کرنے والی ہے۔ (یہ ہے خلاصہ اعتراض) یوں لکھنا چاہیے۔

"آنکھوں کے ناخن لو"۔ اندھے نہ بنو۔ مصحفی نے اسے نظم کیا ہے۔ عام محاورہ نہیں" اس قسم کے ایجادات اودھ پنچ میں ہزاروں ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً اسی مضمون میں کسی مقام پر ہے۔

"ہوٹل کے خانساماں نے بہ نگاہ تعمق یہ جملے ملاحظہ کیے" معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ نگاہ تعمق سے کہیں جملے بھی ملاحظہ کیے جاتے ہیں؟ اور یہ کہاں کا محاورہ ہے؟۔ مگر اُس کا اعتراض اس محل پر درست نہ ہوگا۔ کیوں؟ اس وجہ سے کہ خانساماں ہمارے سوز خوان صاحب کی زبان سے ناواقف تھا وہ صرف زبان اور دیگر اعضا کے حرکات دیکھ رہا تھا۔ جملے میں ظرافت پیدا کرنے کی غرض سے عمداً سننے کی چیز کو دیکھنے کی چیز بنایا ہے" تاکہ حس سمع کے مفید ہونے کی نفی ہو جائے۔ (یجوز للظریف ملا یجوز لغیرہ" ظریف کے لیے جو امر جائز ہے وہ غیر ظریف کے لیے جائز نہیں)۔

حاجی صاحب تحریر فرماتے ہیں "آواز کرنا.......؟ کسی برتن کا توڑنا۔ (فقرہ) صاحبزادے روز ایک آدھ گلاس کی آواز کیا کرتے ہیں"۔

حقیقت میں اُردو پر خدا کا غضب ہی نازل ہو گیا ورنہ ایسے مہربان پیدا نہ ہوتے۔ کون یوں بولتا ہے۔ کس مقام کی یہ بولی ہے؟۔

آواز کرنا۔ آواز ہونا۔ آواز نکالنا۔ آواز کردن و شدن مصدر کا ترجمہ ہے۔ اور مورد و محل استعمال اس کا ٹھیک وہی ہے جو فارسی میں ہے۔ برتن توڑنے کے معنی نہ ہندیوں نے کہیں لیے ہیں نہ فارسیوں نے۔ خود جناب حاجی صاحب

اس محاورے میں شاہد بھی ہیں اور مدعی بھی۔ اپنی استعداد کے موافق حضرت نے ایک فقرہ گڑھا اور سند میں پیش کر دیا۔ بات گڑھی بھی تو بے تکی۔ اگر یوں فرماتے کہ "آواز کرنا۔ تیزی سر کردن۔ یعنی جاڑوں میں ماش کی دال۔ حلوہ مغزی۔ باجرے کی ٹکیاں۔ رکھ بچے۔ دہی بڑے کھا کے لحاف میں لیٹنا اور (خوشبودار) آواز کرنا" تو کسی قدر حقیقت سے قریب ہو جاتا اور لوگ سمجھتے کہ ہوگا بھی۔ ممکن ہے کہ "ایسی آواز کی ہو"۔

نہایت مشکل سے الف ممدودہ کی بحث ہم ختم کر چکے ہیں۔ صدہا اعتراض تھے جن سے چشم پوشی کی گئی اگر کوئی شامت زدہ دوبارہ بحث چھیڑے گا تو دیکھا جائیگا الف مقصورہ کی جانب توجہ فرمایئے۔ ہمارے حاجی زمزم اللغات صاحب عام قاعدہ بیان فرماتے ہیں "اب کے اس لفظ کا استعمال لفظ مذکر کے ساتھ یائے مجہول سے اور لفظ مؤنث کے ساتھ یائے معروف سے اور تنہا یائے مجہول کے ساتھ ہے" قاعدہ کسی قدر درست ہے لیکن جو مثال دی ہے وہ قاعدے سے مطابقت نہیں رکھتی۔ (امیر)

دیوانو پری بن کے بہار آئی ہے اب کے غمزے ہیں قیامت کے تو شوخی ہے غضب کے

اس شعر میں بہار مؤنث ہے اور "اب کے" بہار سے متعلق ہے۔ اگر قاعدہ صحیح ہے تو شعر غلط ہوا جاتا ہے (حالانکہ ایسا نہیں) اور شعر صحیح ہے تو قاعدہ غلط ہوا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ "اب کے" اگلے زمانے میں عموماً بولتے تھے خواہ ذکر مؤنث کا ہو یا مذکر کا۔ لکھنؤ میں "اب کے" اور "ابکی" دونوں کا رواج ہو گیا۔

"ابھی" کے ذیل میں ایک محاورہ تحریر فرمایا "ابھی چھٹی کا دودھ نہیں سوکھا" کسی کے لڑکپن نادانی ناتجربہ کاری ظاہر کرنے کو طنزاً کہتے ہیں۔ یہ مثال کبھی نہیں کہتے۔ چھٹی کے دودھ کا سوکھا یا گیلا ہونا خود ہی ایک بے ڈھنگی بات ہے "ابھی منہ سے دودھ کی بو آتی ہے" البتہ زبان زد ہے۔ یا شاید کاکوری میں چھٹی کا دودھ سوکھا پایا جاتا ہو۔

پھر فرماتے ہیں "ابھی دلی دور ہے" مثل۔ ابھی مقصد پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔ اس مقام پر بولتے ہیں جہاں کسی بات کا بہت زمانہ باقی ہو۔ الخ"

حالانکہ یہ ترجمہ ہے ایک فارسی مقولے کا (ہنوز دلی دور است) اور عورتیں بھی یہی فارسی جملہ بولتی ہیں۔ حکایت اس کی مشہور ہے کہ ایک ولی اللہ کو شاہ دہلی نے جو دہلی سے باہر کوئی دھمکی دی اور یہ کہا کہ دہلی پہونچ لوں تو سمجھوں گا۔ بادشاہ دہلی سے زیادہ دور نہ تھا وہ اپنی دھمکی پر عمل کرنے کے لیے دہلی کی جانب پلٹا۔ ان مرد خدا رسیدہ کے مریدنے اطلاع دی کہ بادشاہ دلی سے کوس دو کوس فاصلے تک پہونچ چکا ہے تو انھوں نے ہنس کے فرمایا "ہنوز دلی دور است" مطلب ان بزرگ کا یہ تھا کہ اس مسافت کو زیادہ خیال کرنا چاہیے۔ چنانچہ بادشاہ دہلی کی شہر پناہ میں داخل نہ ہونے پایا تھا کہ اُس کا دم نکل گیا۔

یقین کے ساتھ ہم نہیں کہہ سکتے مگر جہاں تک ہمارا خیال ہے یہ قصہ غالباً حضرت جہانگیر قطبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ممکن ہے کہ دوسرے کلمات کی طرح اس کا ترجمہ بھی کسی

مؤلفین لغات نے اُن کی طرف توجہ نہ کی تھی ورنہ نقل میں دشواری کیوں ہوتی - اُردو کی درسی کتب کو چھوڑیے اگر طلسم ہوشربا یا ترجمہ بوستان خیال یا فسانۂ عجائب کی عبارات کا مطلب نور اللغات سے کوئی شخص حل کرنا چاہے تو اُس غریب کو ناکامی ہوگی۔ غلطاً ابدال (بکسر الف) ابرش - ابرام - ابرازہ - ابراد وغیرہ فہرست بعد تبصرہ شائع ہوگی۔ بدل گئی یہ ہے کہ ابدال بالفتح لکھنے پر ابدال اور ابصار جمع بصر لکھنے پر ابصار بالکسر یاد نہ آیا - علی ہذا القیاس ابرا لکھا مگر ابرار جو دستاویز میں برابر مستعمل ہے چھوڑ دیا -

(باقی آئندہ)

مرا فــــــــــــــــــــــــــــتــــــــــــــــــــــــــــو

ادبار اللغات

سرکاری کام

سوال - سرکاری کام کون زاید کرتا ہے -
جواب - آنریری کام کرنے والے -
سوال - کیونکر -
جواب - یوپی کی سیول لسٹ میں آنریری کام کرنے والوں کی تعداد ۱۵۰۰۰ ہے جس میں آنریری مجسٹریٹ - اسپیشل مجسٹریٹ - آنریری اسسٹنٹ کلکٹر و منصفان ہیں اور سرکاری ملازمان کی تعداد ۵۷۶ ہے جن میں کلکٹر صاحبان و ڈپٹی کلکٹر صاحبان و تحصیلدار صاحبان و منصف صاحبان شامل ہیں -
سوال - سرکاری ملازمان کی بابت گورنمنٹ کو کیا ماہواری صرف کرنا ہوتا ہے -
جواب - علاوہ دیگر اخراجات کے صرف تنخواہ کا خرچ تین لاکھ بارہ ہزار ماہواری دینا پڑتے ہیں -
سوال - آنریری کام کرنے والوں کو کیا دیا ہوتا ہے -
جواب - (۰) صفر -
سوال - کیا وہ کام کم کرتے ہیں -
جواب - نہیں بلکہ زائد -
سوال - کیا اُن کا معاوضہ کسی اعزاز سے تبدیل کر دیا جاتا ہے -
جواب - پیشتر تو ایسا ہی ہوا کرتا تھا مگر اب اس سے بھی محروم ہیں -
سوال - کیوں اور کیا وجہ -
جواب - اب سرکاری ملازم ہی اپنی جانب اس کو منسوب کر لیتے ہیں - تنخواہ کی تنخواہ لیتے ہیں اور اپنے فرائض منصبی کے انجام دہی میں اُن سے تو امداد لیتے ہیں اور خود اعزاز کے مستحق بن جاتے ہیں کیونکہ گورنمنٹ کی خط و کتابت اُن کے ہی ہاتھ میں ہے -
سوال - آخر کچھ بھی رعایت ہے آنریری کام کرنے والوں کے ساتھ -
جواب - کچھ بھی نہیں یہاں تک کہ فیس لیسنس بندوق سے بھی وہ مستثنیٰ مثل سرکاری ملازمان کے نہیں ہیں -
سوال - کیا یہ لوگ ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں -
جواب - ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ کی تعداد ایسی ہو - لیکن پھر بھی نسبتاً سرکاری ملازمان و ڈسٹرکٹ بورڈ کے نمائشی کارکنان سے کہیں پیچھے ہیں -
سوال - آخر یہ لوگ بلا وجہ کیوں کام کر کے تکلیف اٹھاتے ہیں -
جواب - [illegible] (خوشامد پرستی کا ڈنڈا)
سوال - کیا ان میں قابل لوگ نہیں ہیں -
جواب - ملازمان سے بدرجہا زائد -
سوال - کیا ان میں معمولی لوگ بھی شامل ہیں -
جواب - معمولی لوگ تو ہر جگہ ہیں لیکن ان میں نہایت معزز و مالدار لوگ شامل ہیں - دوسرے بذیر اثر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و سب ڈویژنل مجسٹریٹ ہر وقت رہتے ہیں - تیسرے ان کا کوئی اثر رعایا پر نہیں ہوتا ہے - اگر کوئی ناجائز فعل کریں تو فوراً بدنام کر دیے جائیں - اور اگر کوئی ایسا ہو بھی تو وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے غلط فہمی سے وہ اس قابل نہ تھا لیکن خوشامد کر کے کامیاب ہو گیا -
سوال - آخر یہ کامیاب کس طرح سے ہوں -
جواب - اگر گورنمنٹ اس طرف توجہ کرے -
سوال - اگر یہ ممکن نہ ہو سکے -
جواب - کل کو استعفا دے دینا چاہیے -
سوال - اگر استعفا دینا مناسب نہ سمجھا جاوے -
جواب - تو ایسی صورت میں کل آنریری کام کرنے والوں کو اپنی ایک کانفرنس مقرر کرنا چاہیے اور ہر سال اُس کا جلسہ کرنا چاہیے اور ایک اپنا راہنما کونسل میں مقرر کرنا چاہیے اور جو سالانہ جلسہ میں رزولیوشن پاس ہو راہنما کے ذریعہ سے گورنمنٹ میں پیش کرنا چاہیے - کانفرنس کا دفتر بمقام لکھنؤ مقرر کرنا چاہیے -
سوال - اس میں تو صرفہ زاید ہوگا -
جواب - جس قدر آنریری کام کرنے والے ہیں ان کو دس روپیہ سالانہ چندہ دینا چاہیے جس کی تعداد قریب ۱۵۰۰۰ کے ہوگی - اخراجات کے لیے یہ رقم کافی ہوگی - ان میں جو صاحبان معزز ہیں وہ زائد بھی دے سکیں گے -

(ایک اسسٹنٹ کلکٹر و اسپیشل مجسٹریٹ)

پنچ - کچھ ایسے ہی سوال و جواب ایک کتاب میں دیکھے تھے نام یاد نہیں - خلیفہ ہارون رشید کے محل کا واقعہ ہے - خلیفہ نے ایک تجربہ کار عورت سے پوچھا -
"عورتیں کس قسم کا مرد پسند کرتی ہیں"
جواب "جوان ہو حسین ہو - قوی ہو - تاکہ عورت کو دوسری خواہشوں کی طرف رجوع کرنے کی مہلت نہ ملے -
سوال "اگر یہ اوصاف نہ ہوں تو؟ -
جواب "تو سخی اور مالدار ہو - کہ ناچ رنگ - ہجولیوں کی دعوت اور مہمانداری میں عورت اُلجھی رہے"
سوال "جو یہ بھی نہ ہو تو؟"
جواب "تو پھر غیرت بالائے طاق رکھے بی بی کو ہمسایوں سے جی بہلانے دے - نبھ جائے گی"
سوال "جو یہ بھی نہ ہو تو؟"
جواب "تو پھر امید رکھے کہ ایک دن رقیبوں کا ڈنڈا ہوگا اور اُس کا سر"

ہماری سرکار بدولت مدار اید قرار اس وجہ سے کہ سرکار ہے اپنی رعایا کے قابل افراد سے ہر قسم کی خدمت لینے کی مستحق ہے - جو ان بھی اُس کے مصرف کے

قومی و توانا بھی۔ رشوت خوار بھی۔ اگر وہ خدمات خلق کا اجر و معین کرتی تو پھر یہ خدمت نا معاوضہ اگزیکٹ نہ رہتی اسی لحاظ سے اُجرت اُڑا دی۔ اب رہی معمولی شان و شوکت جو سرکاری خادم ہونے کی حیثیت سے خود بخود دھپٹ پڑتی ہے تو اس سے مستفید ہونے کو اس نے روکا نہیں۔ یہ شکایت کرے

سب پھول چُن کے لائے ہم دل جلے کے آئے
ہم سے تو کوئی پوچھے ہم کیوں گئے چمن میں

یا اپنا اور تنخواہ یاب حکّام کا مقابلہ یعنی ؎

گل پھینکے ہیں غیروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
او خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی

بالکل بعد از وقت ہے۔ آنریری کے معنی اگر ملاحظہ کرنا ہوں تو منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف کی نظم ملاحظہ فرمائیے۔

اب رہا یہ کہ آنریری عہدہ دار تنخواہ یاب ملازمین سرکار کی نگرانی اور ماتحتی میں رہتے ہیں اور مذکور حکّام ان خادمان منت کے خدمات کی تمام نیکنامی اپنے بارے نام کر لیتے ہیں تو حضرت یہ بھی پُرانی بات ہے۔ مثل مشہور رہے (۱) کٹے کا ہوگا سیکھے ناؤ کا ملا۔ مارے سپاہی نام سردار کا۔

یہ سوال تو بالکل بیکار ہے کہ آنریری خادمان سرکاری ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں یا نہیں۔ لے حضرت بقول آپ کے کیا تنخواہ لے کے "اوپر کی آمدنی" بڑھانے والوں کی ان تنخواہ پانے والوں میں کمی ہے؟۔

اگر آنریری خادمان ملک انعام یا اجرے کے مستحق ہوتے تو واللہ ہر اخباری کاغذ کا اڈیٹر آج وثیقہ دار ہوتا۔

بہرحال ہمیں امید ہے کہ آپ کی آخری تجویز پر آنریری حکّام عمل فرما کے بنا و ایک معزز کانفرنس کی ڈالیں گے۔ اگرچہ یہ کانفرنس بھی صرف اس قسم کے رزولیوشن پاس کیا کرے گی۔

"(۱) یہ کانفرنس تجویز کرتی ہے کہ آئندہ حاکم ضلع یا ڈسٹرکٹ بورڈ کی خدمت میں دو سو روپیہ سے کم کی ڈالی نہ بھیجی جائے اس لیے کہ صاحب کسی حقیر تحفے کا قبول کرنا اپنے واسطے ہتک خیال کرتے ہیں۔

(۲)۔ ڈالی دینے والوں کو صاحب کے "آیا لوگ" اور "کھانساماں لوگ" "بابا لوگ" اور "میم لوگ" کا بھی لحاظ کرنا چاہیے۔

آنریری عہدہ داروں کو شکایت پیدا نہیں ہوتی یہ امر دقتوں سے مسلم ہے۔ کوشش فرمائیے واللہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا نے چاہا تو عمر بھر ساتھ دیں گے۔ اور لکھنؤ اگر اس کا مستقر ٹھہرا تو انشاء اللہ ایسی مزے دار تحریکوں کے مسودے تیار کریں گے کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

متن اور حاشیہ

(از منلق آرا بیگم)

بالفعل جو خط مسز فورڈ نے مس نیلا ناگنی کی حمایت میں گاندھی کو بھیجا ہے اس کا بہت چرچا ہے یہ خط بظاہر نہایت دردناک اور دل ہلا دینے والا ہے مگر جن لوگوں کی نگاہ حقیقت شناس ہے وہ شاعرانہ خیالات کے حقیقی اور غیر حقیقی جدا کر سکتے ہیں۔ منلق آرا بیگم صاحب فرماتی ہیں کہ ۱۹۳۳ء کا یہ واقعہ تاریخ میں درج ہونے کے قابل ہے۔ کہاں ہندوستان اور کہاں امریکہ بیچاری نیلا ناگنی خدا جانے کیا سمجھ کے اتنی دور سے (غالباً روحانی فیض کی چاٹ میں) ہندوستان آئیں اور انھوں نے ایک ایسے مزاج شناس کا دامن پکڑا جو نہ تو زنانی افتاد مزاج سے آگاہ تھا نہ دلبری اور دلداری کی گھاتوں سے واقف۔ یہ توقع یہ امید یہ جوش یہی بیچاری نیلا ناگنی کے چیتا اُٹھ جانے کی دلیل ہے۔ یعنی یہ لڑکی پاگل دیوانی سڑن نہ ہوتی تو ہرگز اس پھیر میں نہ پھنستی۔ گاندھی کے پاس رکھا ہی کیا ہے جو کسی کو دے دیں گے۔ بڑھیا چھنال یہ کہہ چکا تو۔ گھانس پھونس کھاؤ۔ اپنا کام بیٹھے افسوں کرو منڈیا بادشاہ در کے زینہ میں ہو سکا اور اس دستور کے اختیار کرنے میں بھلائی کی صورت دکھائی دی تو بیشک مریم وہ کبھی وہ سب کر سکتی تھی۔ مسز فورڈ ایک بیاہی تھا ہی آزمودہ کار عورت ہیں شاید اولاد والی بھی ہوں۔ نیلا ناگنی کی مصیبت پر ان کا دل ضرور کڑھا ہوگا مگر گاندھی جی سے جس برتاؤ کی امید ان کے دل کو پیدا ہوئی وہ بیجا ہے۔ وہ بیچارے ان باتوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔" (پنچ)

متن (مسز فورڈ فرماتی ہیں) میں سمجھتی ہوں کہ آپ ایک شریف طبیعت والے دیانتدار (تجربہ کار) پُر دل انسان ہیں۔"

حاشیہ "بوا مسز فورڈ! عورتوں کے بارے میں گاندھی جی بالکل اینلے گھامڑ بیوہ بیٹڑ اور نادان ہیں۔ ہاں شریف الطبع ہیں اور ضرور ہیں مگر طبیعت کی شرافت کو اس معاملے میں دخل ہی کیا ہے۔ اس محل پر نوجوان عورتوں کی مزاج شناسی درکار تھی۔ —

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۲۸ ۸ سنہ ۱۹۳۳ء

بعدالت خفیفہ سب جج بدایوں ضلع بدایوں
باجلاس جناب محمد ظہیر الاسلام صاحب بہادر سب جج ضلع بدایوں
دیوانی خفیفہ

ذو ندسے خاں ولد چنوں خاں قوم پٹھان ساکن اوجھانی پور پرگنہ بدایوں
بنام
ظہور احمد وغیرہ مدعا علیہم

مسماۃ ناصری بیگم دختر وزیر حسین زوجہ قدیر الدین قوم شیخ ساکن حال بہ مکان قدیر الدین شوہر مقام ... ضلع سیتاپور مکرر سرسار ... مدعا علیہم

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت ... کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۴ ماہ جنوری ۱۹۳۴ء بوقت ... ایجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دعوے کی کریں۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کی تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کریں۔
آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔ ...
آج بتاریخ ... ماہ دسمبر ۱۹۳۳ء ...

مہر عدالت

دستخط حاکم ...

جاری شدہ ۱۸۳۹ء
دو ہنسنے والوں کا مقابلہ
مس حسینہ
مسٹر کھسّو
استعمال کرو
مس حسینہ کی ہنسی ہر آئینہ دلفریب و دل آویز ہے۔
مسٹر کھسّو نے تو اپنی صورت ہی بگاڑ لی ہے پھر اُنکی ہنسی میں پسندیدگی
کے آثار کہاں! یہی حال ہمارے کارخانے کے مال کا ہے جب آپ اسکا کسی
دوسرے سے مقابلہ کرینگے تو اسے ہر نوع بہتر پائینگے۔ فہرست مفت طلب فرمائیے
تاجروں کے ساتھ خاص رعایت کیجاتی ہے
اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
قنوج
دہلی
حیدرآباد دکن
منصوری

جیسے گاندھی جی سے دور کا لگاؤ بھی نہیں ؟

متن :- آپ مشہور ہے ہزاروں ہندوستانیوں کے رہنما پیر گیارا انھیں آپ کی رہنمائی نے اس جوانی کے عالم میں جیلخانے بھجوا دیا۔ جن کی ماؤں بہنوں نے ان کے فراق کی گھڑیاں یہ بین کر کے گذاری ہیں کہ "ہائے میرا لال ہائے میرا بیرن۔ ہم نے تو کبھی تجھے تنکا توڑنے کی تکلیف بھی نہیں دی تھی۔ آج تو دور کا کھیرے میں رام بانس کوٹ رہا ہے"

میں ان مردوں عورتوں کی طرف آپ کی توجہ پھیرنا نہیں چاہتی ہوں۔ ہاں مجھے اُن سے کیا مطلب ؟ میں تو اس دکھیا غریب الوطن جوان جہان لڑکی کی قسمت پر غور کرنے کی آپ سے طلبگار ہوں جو شامت زدہ سمندر پھاند کے آپ کی روحانی شست میں مچھلی کی طرح پھنسی اور سمندر رکھنگالتی آپ کے دامن میں چھپی۔ وطن چھوڑا۔ دوست یگانے سے منھ موڑا۔ راحت و آرام سے کنارہ کیا۔ جو شاید اب پُرانی دُنیا سے پھوٹا ہیں ہوا کے نئی دُنیا بسانے والی ہے سا لے وہی نیلا ناگنی جو آپ کی عنایت اور مہربانی کی بدولت آہ سے

حاشیہ :- بی بی فورڈ ! بس یہی نادانی نیلا ناگنی سے ہوئی وہ ہندوستان میں ایسے وقت وارد ہوئیں جبکہ یہاں لاڈ دیپڑے علیمی کا دور دورہ نہ تھا۔ ہندوستان وہ مقام ہے جہاں لوگ بغیر مذہب یا بالفاظ و اصطلاح حال "روحانیت" کے نوالا نہیں توڑتے۔ جب کوئی کام کسی لیڈر کو لینا ہوتا ہے تو وہ پہلے مذہبی بانگی دکھا کے لوگوں کی نگاہوں میں وقار پیدا کرتا ہے پھر اسی وقار کی آڑ میں دنیا بھر کے منصوبے جو اس نے اپنے دل میں گانٹھ رکھے ہیں پورے کرتا ہے۔

"بی بی فورڈ۔ مجھے تو پنڈت جواہر لال نہرو کے منصوبوں میں کامیابی دشوار نظر آتی ہے تو اسی وجہ سے کہ یہ نہ تو پیر بنے نہ خلیفہ نہ گرو بنے نہ مہاتما اور لگے سوشلزم نیشنلزم کمیونزم کا سبق پڑھانے بھلا ایسی حالت میں کہ اُن پر وحی نازل ہوئی نہ گیان کے زور سے خود ہی پرماتما بنے ان کی سننے گا کون اور جو یہ کہیں گے اُس میں جان کیونکر پیدا ہوگی۔ خیر یہ تو دوسرا تذکرہ چھڑ گیا۔ میں تمہارے متن کی شرح کر رہی تھی اور یہ کہنا چاہتی تھی کہ جو روحانی سیاہا گاندھی جی کی مرضی مبارک سے امتزاج کیے بغیر اُن کے مریدوں نے دکھایا انگریزی اُردو ہندی مرہٹی اخباری کاغذوں نے ان کی روحانی طاقت کے افسانے سنائے اُن میں حقیقت صرف اتنی تھی کہ مذہب کے بھوکے ہندوستانیوں کی زبان کو مزہ لگے اور وہ سیاسی مقصد میں مہاتما جی کی مدد پر آمادہ ہو جائیں۔ حالانکہ مہاتما بیچارہ انھیں دبی زبان سے روکتا رہا مگر یہ کب رک سکتے ہیں۔ اب بھی وہ بحیثیت ایک تبرک کے سمجھے جاتے ہیں۔ اُن کے چرن دھونے کی تمنا میں دور دور سے لوگ آتے ہیں۔ اسی طرح کے قصے نیلا ناگنی نے پڑھے جوانی دِوانی مشہور ہے آگم اندیشہ کیونکر سوچتیں چل کھڑی ہوئیں اور اپنے ہی ہاتھوں ان دہاڑوں کو پہونچیں"

متن :- اخباری کاغذوں میں مس نیلا ناگنی کا چرچا بہت زوروں پر ہوا میں یقین رکھتی ہوں کہ وہ ایک نازک خیال شاعرانہ طبیعت رکھنے والی ذکی الحس۔ راحت پسند خاتون تھی۔ ایسے لوگ اپنے خیالات کے بس میں بہت آسانی سے آجاتے ہیں اور اُن کے دل کا قلعہ ہمدردی اور شفقت کے زور سے بآسانی فتح کیا جا سکتا ہے"

حاشیہ :- یہ سچ ہے مگر بیگم فورڈ ! ہمدردی اور شفقت کی بھی قسمیں ہیں۔ جس قسم کی ہمدردی کے مالک ہمارے گاندھی جی ہیں اُس سے خوش ہونے والوں کی ہندوستان میں کمی ہے۔ یورپین نسلیں تو رہیں درکنار۔ اُن کی ہمدردی سے تربیت پائی ہوئی فوج ہے تو موجود مگر ذری جاسوسی کی نگاہ سے کوئی دیکھے تو معلوم ہو جائیگا کہ صرف ہمدردی اور شفقت ہی کا اثر نہیں بلکہ اسمیں زرنقد کو اچھا خاصا دخل رہے۔ گاندھی کی پہلی کوشش یہی تھی کہ سیاسی سنیاسی بنائیں جو خالی خولی دونوں وقت رسوئیں میں بیٹھ کے شفقت کی چٹنی سے ہمدردی خلائق کی روٹی کھائیں۔ جوان ہوں مگر جوانی کے افعال سے محروم۔

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۵۰۲۶۳ سنہ ۱۹۳۳ء

بعدالت جناب مسٹر احمد کریم صاحب بہادر ڈسٹرکٹ اڈیشنل جج خفیفہ لکھنؤ

رامیشر ولد جبر قوم کوری ساکن موضع میناپور پرگنہ نگرام تحصیل موہن لال گنج ضلع لکھنؤ مدعی

بنام

دولارے مدعاعلیہ

بنام دولارے ولد دیوان قوم اہیر ساکن موضع میناپور پرگنہ نگرام تحصیل موہن لال گنج ضلع لکھنؤ مدعاعلیہ

ہرگاہ رامیشر مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت دلاپانے مبلغ ۵۰ کے ڈگری ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم تاریخ ۱۹ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۳ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعویٰ مدعی کا دو اور چونکہ وہی تاریخ جو تمہارے حاضر ہونے کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعویٰ کی تائید میں جن گواہوں کی شہادات پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۰ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۳ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۱۲۱۳ سنہ ۱۹۳۳ء

بعدالت جناب مسٹر احمد کریم صاحب بہادر ڈسٹرکٹ اڈیشنل جج خفیفہ لکھنؤ

۱- دیویندر ناتھ ولد جوگل کشور
۲- پرسوتم داس ولد ہرنرائن
۳- امرد پرشاد ولد پرسوتم داس

اقوام رستوگی ساکنان محلہ اشرف آباد شہر لکھنؤ مدعیان

بنام

متو وغیرہ مدعاعلیہم

بنام- ۱- متو ولد نسکت اقوام گوڑیہ کہار ساکنان موضع بیلوا پرگنہ سری نگر ضلع کھیری
۲- لگوور ولد ببکس مدعاعلیہم

ہرگاہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت دلاپانے مبلغ ۵ کے ڈگری ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم تاریخ ۲۱ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۳ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوے مدعی کا دو اور چونکہ یہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوی کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۳ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

تن ڈھکتے ہوں مگر لنگوٹی بھر سے زیادہ کپڑے کی خواہش نہ کریں۔ فرض کی ادائی میں خون کو پسینا بنائیں۔ جوان جوان چھوکریوں کے ساتھ رہیں اور اپنی آنکھیں بچھائیں اُدھر نگاہ اُٹھا کے بھی نہ دیکھیں۔ ایسے تپا مارنے والے دنیا میں کتنے ہیں۔ نیلا ناگنی تو ہمدردی اور مربیانہ شفقت کی نچلی ہوا سے معتقد ہو کے گھر سے یہاں آئی تھیں۔ انکے دل کا قلعہ تو بغیر کسی حملے کے خود ہی تسخیر ہو چکا تھا۔

متن: اچھوت ادھار کے فرض میں نیلا ناگنی نے آپ کا ساتھ دیا۔ اُس نے اُنھیں لوگوں کی خدمت میں وقت گنوایا جن کے بارے میں آپ کا خیال ہے کہ نیلا ناگنی نے اُن سے رشتۂ محبت جوڑا۔

افواہ ہے کہ نیلا ناگنی کی کج روی کی داستان آپ کے کانوں تک پہونچائی گئی آپ جھلائے اور اُس کے نگلے افعال اُگلنے لگے۔

حالانکہ آپ کا فرض نہ تھا۔ آپکے لیے زیبا تو یہ تھا کہ صبر سے کام لیتے عالی ظرفی کا ثبوت دیتے۔ رازداری عمل میں لاتے۔ اقبال جرم کی داستان کو ایک مقدس فعل خیال کرتے۔

حاشیہ: بی بی نورڈ تمھارا مقصد اس جملے کے ابتدائی الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آگ اور پھونس کے یکجا کرنے کا گناہ خود گاندھی نے کیا۔ اور میں اسے مانے لیتی ہوں۔ ہاں واقعی میں پہلے ہی کہہ چکی کہ ان بڈھے کو جوان جہان مردوں، اور عورتوں کے خیالات کی اٹکل سرے سے نہیں۔ گاندھی مردوا تھے انھیں پہلے اپنی جنس کو اتنا ہموار بنانا تھا کہ اُن میں رہ کے ایک جوان جہان عورت کا شیشۂ عصمت سنگسار نہ ہونے پائے یہ ظاہر ہے کہ جو طبقہ لاکھوں برس سے پستی اور پست خیالی بے تعلیمی اور عالی حوصلگی سے محروم ہے وہ بڑھاپے میں بھی گناہوں سے بچنے کا خیال نہیں کر سکتا جوانی کی تو بات ہی دوسری ہے۔ اُنھیں کوئی سیاسی مرتبہ دینے سے پہلے سیاسی مرتبہ کی نعمت سے فائدہ اُٹھانے کا سلیقہ زیادہ ضروری ہے۔ دنیا کی ہمدردی کی باگ ان کی جانب پھیرنے کے لیے آج تمام اہل قلم نے جھوٹے سچے افسانے گڑھنے شروع کر دیے ہیں جن سے ان پست درجہ کے افراد کا معصوم ثابت کرنا مقصود ہے اور انکے مقابلے میں سرمایہ دار اشخاص کو ظالم۔ بے رحم۔ گنہگار۔ خدا ناترس۔ زانی۔ مکار۔ مغرور۔ گرگے ہیچ عیب شرمی نہیں جتا عیب ذمی اگر یہ خاصیتیں امرا میں دولت اور سرمایہ سے پیدا کی ہیں تو یقین رکھو کہ پست قومیں دولت سے ہم قرین ہونے پر انھیں برائیوں کی مالک بن جائیں گی۔ اور اس طرح صرف جگہ دونوں کی بدل جائے گی دنیا کی اصلاح نہ ہوگی۔ پر نہ ہوگی۔

اے لو بات میں بات پھر پیدا ہو گئی۔ نیلا ناگنی کا پاؤں اعتدال کی راہ سے پھسلا گاندھی جی جھلائے اور اُنھوں نے بجائے باپو بننے کے ایک جج کی حیثیت اختیار کر لی تو برا کیا۔ لیکن رازداری نہ کرنے کا الزام اُن پر وارد نہیں ہوتا وہ تو اپنی بی بی کا راز بھی چھپانے کی قابلیت نہیں رکھتے ازل سے پیٹ کے ہلکے ہیں۔ پانی نہیں پچتا۔

اقبال جرم عیسائیوں میں کوئی مقدس فعل ہو تو ہو۔ ایشیا میں اس کا تقدس غیر مسلم ہے۔ انسان کو جس قدر گناہ سے بچنا لازم ہے اتنا ہی گناہ کا چھپانا بھی۔ سچی توبہ و انابت اور خلوص کے ساتھ اُس گناہ کے دوبارہ ارتکاب نہ کرنے کا عہد افشائے راز سے بہ رجہا افضل ہے۔

نیلا ناگنی سے فی الحقیقت کوئی اخلاقی غلطی ہوئی تھی تو اُنھیں توبہ کے دروازے کی زنجیر کھٹکھٹانی چاہیے تھی۔ یہ کوئی ہماتما جی کا گناہ نہ تھا جو عفو و درگزر کا حق انھیں ہوتا۔

متن: آپ نے کیا کیا؟ آپنے بالاعلان حکم دیا کہ اس چڑیل کے پاس کوئی ہندوستانی نہ پھٹکے۔ آپنے ڈھنڈھورا پیٹا۔ آپ تو باپو تھے باپو کو سپر بننا چاہیے تھا۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ دنیا میں ایسے آدمیوں کی کمی نہیں جو عورتوں کے گزرے ہوئے واقعات نکھار کے جانچتے رہتے ہیں۔

حاشیہ: سنو بی بی نورڈ۔ یہی ایک بی نا جو سیں مس نیلا ناگنی کی حماقت ہے۔ اُنھیں اپنا رازدار کسی عورت کو بنانا اور اُس سے مشورہ لینا چاہیے تھا مرد کے کہیں کے بھی اس قابل نہیں ہوتے۔ اس مقام پر کوئی عورت ہوتی تو وہ توبہ کرنے کی ہدایت کرتی۔ آیندہ کے واسطے کسی بھلے مانس کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا مشورہ دیتی۔ یوں ہونگ۔ سو رانصم خدا پچھڑنے۔ اچھوت ادھار میں تا۔ لہٰذا اسے خدا کی دی ہوئی جوانی برباد کرنے۔ مردوں کے ساتھ ادھر اُدھر اچھلنے کودنے کا حق ہرگز خدا کی طرف سے عورتوں کو نہیں دیا گیا۔

متن: آپ مسیح تو نہیں۔ مگر مسیح کے مانند ہیں۔ اس مقام پر مسیح ہوتے تو کبھی ایسا نہ کرتے۔ آپ نے انجیل میں دیکھا ہوگا کہ جب ایک زناکار عورت سنگسار کرنے کے لیے لائی گئی تو بھیڑ یا گھس کے مسیح نے کہا یہ اس عورت پر وہ پتھر پھینکے جس نے یہ گناہ نہ کیا ہو۔ آناً فاناً سارا مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا۔ مسیح نے عورت کے سر پر ہاتھ پھیرا وہ پتھراؤ سے بچ گئی اس لیے کہ ہجوم کرنے والوں میں سے کوئی عورت یا مرد اس گناہ سے پاک نہ تھا۔ ذری آپ نے اُن لوگوں سے بھی پوچھا ہوتا جو نیلا ناگنی کو ملزم قرار دینے آئے تھے کہ اُن میں سے کون ستیا متی اور معصوم ہے؟

متن: سنو بی بی نورڈ یہی تمھاری غلطی ہے۔ مسیح کے اس فعل سے یہ سمجھ لینا کہ وہ گناہ سے نفرت نہ کرتے تھے بے ایمانی ہے۔ مسیح اپنی روحانی طاقت سے گناہ کرنے کی خواہش ہی فنا کر دینے پر قادر تھے یہاں یہ بات نہیں۔ گنہگار کے ساتھ ہمدردی کرنے کی خواہش ہر ایک رحم دل رکھتا ہے لیکن گنہگاری کا دروازہ بند کرنے پر کوئی مصلح قادر نہیں۔ تو کامیابی کیا خاک ہوگی۔ یہ ہمدردی گناہ کو عام طور پر ولج دے دے گی اور بس!۔ یہ گر یاد رکھنے کے قابل ہے۔ توبہ کر دینا تو یہ مسیح سے تو مہاتما کو رتی بھر لگاؤ نہیں۔

میں ابھی اور بہت سے نکتے بیان کروں گی جنکا ظاہر کر دینا اس وقت بہت ضروری ہے۔ زبردستی کے مصلح پیدا ہو گئے ہیں۔ انھوں نے انسانی طبیعت کا اندازہ نہیں کیا۔ نہ انھیں قدرت نے اتنا مادہ بخشا ہے۔ لہٰذا آیندہ نمبر کا انتظار کرو جس میں تاریخی حکایتیں بھی ہوں گی۔

LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ
M.B. Khan Artist
Lucknow.

چلتے ہوئے تین فقرے

حمایتِ ضعفا۔ مہذب سازی۔ احترامِ خاتون

حمایتِ ضعفا۔ چاہے کوئی لٹی کا وارث بھی کہیں نہ کہے مگر و اللہ یہ اصول بہت بہت سے سرے سے گنفید۔ جب کوئی بھلا مانس آفت میں گرفتار ہوتا ہو سے یار و مددگار شامت زدہ۔ آفت رسیدہ ہو فوراً اُس کی پشت گرمی اور پر چک پر آمادہ ہو جاؤ۔ دستِ شفقت پھیلایا۔ اور رگ کے سہلانے بیچا کھاتے۔ گر واضح رہے کہ یہ جائداد زر پیر نان شبینہ کو محتاج نہ ہو۔ اگر وہ کسی جائداد کا حقدار نہ ہوا تو میاں خالی ہڈیاں کتا بھی نہیں پوچھتا وہ تو بس ایک ہی مصرف کی ہیں یعنی نہلا دھلا کے چارپائی یا کھٹکی پر لٹا یا لا الٰہ الا اللہ سدا رام رام ست ہیں بولو رام ست ہیں کہتے سیدھے قبرستان یا مسان میں پہونچا دیا۔ دنیا کی تاریخ اُلٹ پلٹ کے دیکھو خصوصاً ہندوستان کی تاریخ تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جن لوگوں نے اس زریں پیشہ (حمایت ضعفا) کو اختیار کیا نہال نہال ہو گئے۔ پرائے معاملات میں دخل در معقولات کا اس سے بہتر حیلہ نہیں مل سکتا۔ اس حیلہ اور پیشہ کے لیے چند اسباب ضروری ہیں (۱) آنسو پوچھنے والا رومال جس کا طول مشرق سے مغرب تک عرض جنوب سے شمال تک ہو۔ سمندر کا پاٹ اس کے کونے میں سما جائے۔ اس اشک گیر کو ہر ایک چشم گریاں تک پہونچنا اور پہونچانا آجکل جب کہ وسائل ریل و رسائل آسان ہیں۔ چنداں دشوار نہیں۔

(۲) درد رسیدہ دل یعنی جھوٹے آنسوؤں اور سچے آنسوؤں پر یکساں پگھل کے موم ہو جانے والا دل۔ اگر کیتھیا میں کوئی عورت عیل لائے پٹک پیا مچائے اپنے متمول خاوند پر روئی کپڑے کی نالش کرے چاہے صدر جرح کی تھکا را انعام پا را شوہر خبیہ گیسو بریدہ غارت کن ناموس و ننگ خانگ میں چھپولی بھارنگا مارد و پانچ کھیلی کھائی۔ نافرمان خانہ بہا نماز پہ بیٹھ۔ زبان دراز ہو گر جب وہ اپنے شوہر کو کوسنے گالیاں دے اور ٹانگیں زمین پر پٹکا کرے [illegible] الٰہی اس [illegible] کا جنازہ نکلے۔ اس کے تن بدن میں کوڑھ ٹپکے۔ اس کی کھٹیا بچھائی جائے اس کو بھوانی کھائے" تو ممبر انجمن حامی الضعفا کا فرض ہوگا کہ وہ بھی دو ہتڑوں سے سینہ پیٹے اُسکی آواز میں آواز ملائے اُس کے گلے میں باہیں ڈال کے ہو بہو ہو بہو ہائے ہائے ہائے اے مار ڈالا اس ستیا ناس گئے نے کہیں کا نہ رکھا۔ کی صدا لگائے چاہے کبھی کی جان پہچان ہمسائگی۔ ملاقات راہ و رسم۔ میل ملت۔ رشتہ داری دوستی ہو یا نہ ہو۔ پھر اُس کے ساتھ ہی غصے کو مشتعل کرنے کی گھاتیں۔ دل میں گھر کرنے کے چلتر بھی یاد ہونے چاہییں۔

(۳) کمر مضبوط ہو یعنی زر بل بھی ہو یا نہ بل بھی ہو تاکہ کرنگے مد مقابل سے دھینگا دھینگی پشت مشت لپا ڈگی۔ سر پھٹول۔ میدان داری۔ رزم آرائی مقدمہ بازی میں ہیٹے اور شکست نہ ثابت ہوں اور رشوت رسانی۔ گواہوں کے نذرانہ۔ تشخیص جائداد کے مصارف دل کھول کے پورے ہو سکیں۔

(۴) استقلال۔ کچھ پروا نہیں کہ حق پر ہو یا ناحق پر گر اڑ گئے تو اڑ گئے اب ہلائے نہیں ہلتے۔ جورو خاوند میں میل ہو جائے تب بھی۔ لڑائی ہو جائے تب بھی۔ ہاں اگر راس المال مع المضاعف رقم منافع کے ڈوبتا نظر آئے اور پیٹ کے دھندے میں کھنڈت پڑے تو بھاگ گئے اور پشت دکھلانے میں بھی وہی استقلال وہی دم خم وہی چتون وہی ٹھاٹھ وہی تیور رہے جو فتح یابی کی حالت میں ہونا چاہیے" میں صحیح سلامت آئی........ کشائی۔

(۵) ایثار۔ معمولی ایثار نہیں بلکہ یہ ایک اصطلاح خاص ہے۔ اپنے انڈے بچوں کا خیال کیا ایثار کے تحت میں داخل نہیں ہے خود پاپڑ بیلنا اور اپنے ہم قوموں کے لیے چکو تیوں کی فکر کرنا تجارت کی بدا میں کر لینا جامعی کی سبکلو قائم کرنا۔ بڑی بڑی جائدادیں کوڑیوں کے مول حاصل کرنا۔ کمزوروں کی خاطر سے ایسے کارندے بہم پہونچانا جو ایک بولی میں تین کام انجام دیں۔ مال ٹال کی نگرانی کریں اور بعد کو کام چور تو اپنے حاضر ہو جائیں یہ سب ایثار کی قسمیں ہیں۔ چنے کی دال کے عوض کلہ کا لوٹا مانگنے کا موقع مل جائے تو سمجھ لو کہ ایثار کی تاثیر ہر جہت سے کامل ہو گئی۔ تھوڑے سے کام کی کراری اُجرت لینا بہت بڑا ایثار ہے۔

مہذب سازی ۔ یہ ایک ٹھیکا یا اجارہ ہے بہت نفع کی چیز۔ اس اجارے کی بدولت جس کا قیام کسی دستاویز یا زبانی اقرار کا محتاج نہیں۔ آزاد کو مقید۔ سرکش کو سرنگوں۔ دلیر کو نامرد۔ گرم کو سرد۔ زبان دراز۔ صاف گو کو بابا بنا سکتے ہیں۔ اور اجرہ بھی معقول لے سکتے ہیں اس پیشہ کے مبادی۔ وضع آبائی سے نفرت دلانا۔ مثلاً توبہ توبہ چھی چھی۔ لاحول ولا قوۃ کیا طرز معاشرت ہے چھوٹا سا مکان اُس میں تین درجن عزیز رشتہ دار بھرے ہوئے ہیں۔ نہ غسل خانہ ہے نہ کتاب خانہ ہے نہ ملاقات کا کمرہ ہے نہ کھانے کا کمرہ ہے۔ نہ خوابگاہ علٰحدہ ہے نہ منہ دھونے کی میز ہے۔ سب ایک ہی جگہ اسپتال کی طرح چارپائیاں بچھا کے رہتے ہیں۔ کمرے میں سانس کی زہریلی ہوا گھٹتی ہے بیماریاں پھیلتی ہیں۔ ایک بیمار ہے تو گھر بھر بیمار ہے۔ لباس کو دیکھو کیسا واہیات ہے۔ بالکل ان سائنٹفک بھلا مردوں کو ایسی پوشاک پہننے سے کیا علاقہ جو کام کاج میں حارج ہو۔ کل کا واقعہ سنیے:۔

ایک لالہ دھوتی پرشاد یعنی دھوتی باندھ کے تتلی گھر کی سیر کرنے گئے بیلن میں دھوتی جا پھنسی تو بیچارے پراٹھا ہو کے رہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پوشاک ایسی پہننی چاہیے جس سے بدن میں چستی پیدا ہو۔ درزی اس شکل کو دیکھیے گا جب بڑے میاں اس کی مہنال منہ میں لگا کے بیٹھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ لنگور دم چوس رہا ہے۔

یہ لو سگریٹ دیکھو کیسا نفیس بنا ہوا ہے۔ اس پر انگریزی حرف کیسے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ بس دیاسلائی جلائی اور منھ کو لوکا لگا یا۔ جہاں چاہیے بے دغدغہ سُٹ سُٹ پیتے پھریے نہ خادم کی ضرورت نہ کوئلوں کے تھیلے کا بوجھ نہ کوڑا کرکٹ۔ نہ اپنی حقہ نال کا تھوک دوسرے کے ہونٹوں میں۔ کیا گھن معلوم ہوتی ہے جب کوئی شخص دوسرے کا پیا ہوا حقہ پیتا ہے۔ اماں یہ تمہارا زین پوش شاید پردادا کی یادگار ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔ تعجب ہوتا ہے کہ اس زین پر بیٹھ کے میدان جنگ میں کیونکر کوئی سنبھلتا ہوگا۔ اس کے علاوہ زردوزی کام جو ترنا نگاری کے لیے کیا کم ہے۔ بھئی تمھارے باپ دادا کے جوتڑ بھی غضب کے تھے جو سواری میں اس خار دار زین کے رگڑے برداشت کرتے تھے میں اگر چند منٹ اس زین پر بیٹھوں تو دوسرے دن ڈاکٹر بلانا پڑے۔ اماں یہ مٹی کے برتن۔ کیوں استعمال کرتے ہو سفال میں شیشہ اور کانچ کا روغن سراسر مضر صحت ہے اس کے ریزے کھانے میں مخلوط ہو کے آنتوں میں زخم ڈال دیتے ہیں اور بسا اوقات گردے کے ذریعے سے مثانہ میں پہونچتے اور پتھری بناتے ہیں۔ ان میں جراثیم کے جذب کی استعداد موجود ہے۔ تم بھی عجب لکیر کے فقیر ہو کانسٹن کمپنی کے یہاں سے عمدہ سٹ برتنوں کا منگواؤ نہایت عمدہ چینی کا کام اس کارخانہ میں ہوتا ہے بھوک ان کو دیکھتے ہی بڑھتی ہے۔ اچھا کل میں اپنے بنگلہ پر سے ایک سٹ برتنوں کا تحفۃً تم کو بھیجوں گا۔ دیکھنا کیسا نازک بنا ہوا ہے تم کو سواری کا شوق ہے تو بائیسکل کیوں نہیں مول لیتے جو گھوڑا پالتے اور دانہ چارے کی جتنی بھرتے سائیس کی تنخواہ کا بار اٹھاتے اور لید کی بدبو سونگھتے ہو اتنا روپیہ بچتے تو بچوں کے کام آتے۔ ایک ڈاکٹر کی رائے ہے کہ بائیسکل کی سواری افزائش نسل کا مجرب نسخہ ہے۔ فسق کے مرض کی گارنٹی ہے۔ ابھی تم نے

یہ داڑھی مونچھیں جو رکھ چھوڑی ہیں یہ کس مرض کی دوا ہیں۔ بندۂ خدا گرمیوں میں یہ پشمینہ تو گلے گھٹتا ہوگا معاذاللہ پھر اس میں بسیرا لیتے ہیں کھٹمل اسمیں جھونجھ لگاتے ہیں گرد و غبار اور پسینہ کی آمیزش

— یہ خوب ہے کہ آپ کی خاصی ڈاڑھی ہے جسمیں

سے کیچ بہتی ہے۔ ولایت سے عمدہ استرے منگا کر اپنے نائی کو جواب دو روزانہ پانچ منٹ میں پرم ہنس بن جایا کرو۔ آپ بھی پورے دقیانوسی خیال کے آدمی ہیں یہ بھی کوئی ضروری بات ہے کہ باپ دادا اگھوری تھے تو ہم بھی اگھوری بن جائیں۔ وہ وقت ہی اور تھا جس میں ڈاڑھی مونچھ کی قدر کی جاتی تھی یہ سمجھ لو کہ جہاں ہزاروں وحشت آمیز حماقتیں تھیں وہاں ایک یہ بھی تھی بھلا میں پوچھتا ہوں۔ قدر و منزلت اچھے چال چلن سے ہوتی ہے یا داڑھی مونچھ سے۔ اور ہاں سنو ہالو گراؤنڈ استرا تو تم نے منگایا مگر بے جوڑ بات نہ کرو — لگے ہاتھوں ستر روپیہ کا آئینہ بھی منگا لو جسمیں کھونٹیاں خوب دکھائی دیتی ہیں۔ آدمی کا چہرہ اتنا بڑا دکھائی دیتا ہے جیسے ہاتھی کا چوتڑ یہ بھی بیسویں صدی کی اعلیٰ ایجاد ہے۔ کل تمھارا پنکھا قلی بڑی بڑی دنگیں مار رہا تھا کہ میں نہ ہوں تو میاں کو سارا اینڈ ایڈ کے سونا معلوم ہو جائے بھئی کمینوں کی گستاخی ہم سے نہیں دیکھی جاتی اگر بغیر پنکھے کے زندگی دشوار ہے تو ولایت سے آپ ہی آپ چلنے والا پنکھا منگا لو ایک بوتل تیل کا صرف ہے رات بھر دن بھر بے کھٹکے آرام کرو۔ سنو تو سہی کیا تم نے ڈاکٹر آدل کا وہ آرٹیکل نہیں دیکھا جس میں انھوں نے ثابت کیا ہے کہ انگلیوں میں ایک قسم کا ہلاک زہر پیدا ہوتا ہے روزانہ اس کی ایک مقدار ناخنوں میں جمع ہو جاتی ہے لہذا کھانا ہاتھ سے نہ کھانا چاہیے۔ چھری کانٹے خرید لو فی الواقع اگلے لوگ کتنے وحشی جاہل تھے کہ ایسی معمولی باتیں انھیں معلوم نہ تھیں۔ میں کہتا چلوں ہزار ہا بندگان خدا

محض اپنی جہالت کے باعث عدم کے مسافر بنے۔ الغرض جب وضع آبائی سے انتہائی تنفر ہو جائے یعنے جو اعلیٰ صفات کفایت شعاری۔ دیانت صفائی طینت کنبہ پروری۔ قناعت۔ صبر۔ دید وار نقا۔ مروت۔ صدق شجاعت۔ حب وطن تعظیم بزرگاں۔ عبادت۔ بزرگوں میں پائے جاتے تھے وہ سب برے نظر آنے لگیں تو سمجھ کہ جادو چل گیا اب یہ ہماری صنعت و حرفت ہماری طرز معاشرت ہماری خدمت ہماری مدد کا ہر وقت محتاج رہے گا۔ کوڑ یا غلام اور اس میں کوئی فرق نہیں۔ اپنوں کو بنظر حقارت دیکھنے سے غیروں کا منظور نظر ہونا اگرچہ کسی منطق سے ثابت نہیں ہوتا لیکن حال یہی ہے۔ کیوں بھائیو یہ سچ ہے کہ جھوٹ؟۔

احترام قانون ۔ بعد از حمایت ضعفا و مذہب سیاسی یہی ایک کارگر حیلہ ہے بارہا کا مجرب و آزمودہ۔ جب کروڑ ورنستوں کو مہذب بنا چکو یعنے اپنے قابو میں کر لو تو بغیر ان کی مرضی کے قانون بنانا شروع کر دو۔ دے قانون۔ دے قانون۔ ناک میں دم کر دو اور کے بھرکس نکال ڈالو۔ مطیعین نکل جانے سا گر چیخیں چلائیں روئیں پیٹیں تو سماعت نہ کرو۔ عرضیاں گزاریں میموریل آئیں۔ ڈیپوٹیشن نازل ہوں۔ اخباری کاغذ میں غل غپاڑا مچے اس کان سنو اس کان اڑا دو۔ کتے بھونکتے ہیں بھونکنے دو۔ اور اگر خدانخواستہ ہنگامہ آرائی تک نوبت پہونچ جائے تو ریبید ایل پڑو مشین گن میسر ہو تو ایک دم سلفا کر دو یہ مہیا ہو جائے تو داغ دو۔ پولیس سے ساز باز ممکن ہو تو اس پر بھی انحصار نہ رہے کبھی قانون حفاظت تجارت کبھی آئین حفاظت حقوق۔ غرض جتنی گھاتیں بن پڑیں چلو۔ نہ دیوانی سے دبو نہ فوجداری سے جھینپو۔ لوگ کہیں کہ شراب بری چیز ہے تم کہو بے شک بری چیز ہے مگر دنیا کے بڑے بڑے نامور آدمیوں میں سے فی صدی نوے اسی دیبی کے پجاری تھے۔ اسکے علاوہ یہ تو ایک تجارت ہے اور تجارت بہمہ حال آزاد ہے

طبع موزوں ایسی ہی شہرت سے کوسوں دور ہو
شاعری جزویست از پیغمبری مشہور ہے

تو بڑا شاعر سہی تیری کوئی عظمت نہیں   ہند کی منڈی میں تیری جنس کی قیمت نہیں
سب کو ہو آرام قسمت میں ترے راحت نہیں   پھر تری عزت کریگا کون جب دولت نہیں

تو برائش خوک باش و یا سگ دار باش
ہرچہ باشی باش ور آنا مسکندر دار باش

پیشہ ور جتنے ہیں اُن کی ملک میں عزت تو ہے   گو سہی لیکن ہر اک صنعت کی کچھ قیمت تو ہے
ہر فن درست پر کسی صناع کی حاجت تو ہے   جز ترے ہر اہل فن کی کچھ نہ کچھ عزت تو ہے

قسمت ہما تیری بنکے اُڑجاتی ہے عقاب
ہم صلا تیرا یہی کیا خوب فرماتے ہیں آپ"

سب کو ہو فکر معیشت پر تجھے کیا احتیاج   بس کہے جا شعر باقی چھوڑ دے سب کام کاج
کہتے کہتے شعر گر ناساز ہو جائے مزاج   یا دماغ فکر سخن بالکل ہو اس کا علاج

یہ غذائے روح ایسی تقویت پہونچائے گی
شعر سننے کو ہر طبقے میں جولانی آئے گی

عالم اسباب میں تو اس قدر بیکار ہے   تیری ہستی ملک و ملت کیلئے اک بار ہے
حیف حالت ہو کہ جس سے زندگی دشوار ہو   موت سے بہتر شاعری یا کم سے کم آزار ہے

ملک کی ناقدردانی جب ترا دل توڑ دے
ہوش میں آ ہوش میں یہ فکر باطل چھوڑ دے

آجکل ہوتی ہے یوں نام و نمود شاعری   جتنے پہلے کچھ شاگرد جاہل جمع کی
دھن سکھا دے شعر لکھنے کی انھیں اچھی بری   طرح میں کہہ اک غزل دو تین سو اشعار کی

لکھ دے کچھ اشعار چیدہ آپ ہی چھانٹ دے
جسقدر کترن ہو شاگردوں کو اپنے بانٹ دے

ایسے چیلے مل گئے تجھکو اگر کچھ اے گرو   یہ پسینہ پر ترے اپنا بہادیں گے لہو
کوئی منہ انکے لگے گا کیوں بخوف آبرو   پھر تو دنیائے ادب میں ہر طرف ہے تو ہی تو

سب ہی تلمیذ سحبان زمن بنجائیں گے
جانشیں کچھ ہونگے کچھ اُستاد فن بنجائینگے

ہر مہینہ میں بھیجتا ہو شاعری کا گر پیام   جسقدر نکلیں رسالے سب میں بھیج اپنا کلام
رفتہ رفتہ ملک میں مشہور ہو جائے گا نام   شہرت بیجا کا لٹکا ہی یہی اک السلام

محنت برباد کا بھی کچھ صلہ پا جائے گا
نام ہوگا اک رسالہ مفت ہاتھ آجائے گا

ہر اڈیٹر اپنے اپنے طرز پر دے گا خطاب   مظہر الاوصاف مفتاح الجنون رقص الشباب
مرکز العشاق ببقیاس النظر بکیف الشراب   ابتہاج العہد علامہ مرز میر الرباب

نسبت الاشعار زین العصر یا فوق الخیال
مبدع الجذبات خیام الزمن جد الکمال

اب تو پیدا ہو رہے ہیں رشک غالب و میر   آتش و ناسخ کو نوسکھیے سمجھتے ہیں حقیر

کہہ گیا ہے ملک کا اک شاعر روشن ضمیر   شاعران حال کیا مضمون تو پائیں اخیر
ڈھونڈھتے ہیں پر کہیں چھلکا بھی بنیا ملتا نہیں
ٹلپتے پھرتے ہیں سیدھا راستا ملتا نہیں

ہم نے مانا گو ہے تیری مادری اردو زباں   پھر بھی بے سیکھے نہیں آتی کسی کو مہرباں
بچپنے سے ہو گیا انگریزی کا درس خواں   تو نے اردو سیکھنے کا وقت پایا ہی کہاں

تجھ سے خود تیری زباں کو شکوہ بیداد ہے
سن بگوش دل کہ اردو مائل فریاد ہے

یہ کہا لکھ کر رہی ہے ضامن رنگیں بیاں   اب تو مجھ سے سنیں فریاد اردو قدرداں
اب یہ فریاد کرنے آئی ہے اردو زباں   گر مناسب ہو تو حضرت سن لیں اسکی داستاں
کہہ رہی ہے ماجرا درد دل سنانے آئی ہوں   مجھ پہ جو گذرے ہیں ظلم وہ سنانے آئی ہوں
یاد ہیں وہ دن بھی جب عاشق زمانہ تھا مرا   بچے بچے کی زبانوں پر فسانہ تھا مرا
اس سرے سے اُس سرے تک ملک میں چرچا ہی تھا   جبکہ کل ہندوستاں مجنوں تھا و لیلیٰ تھی میں
مجھ پہ مرتے تھے مسلماں اور ہندو تھے نثار   فارسی بیچ میں تھی دیکھ کر میرا سنگار
میں ہوئی صحبت میں شاہان سخن کے باریاب   روز بڑھتا ہی گیا پھر رنگ میں حسن شباب
ایک الاپی تھا نہ مجھ سے ہند میں برخاستہ   ہر طرح کے خوشنما زیور سے تھی آراستہ
یا تو یہ عزت تھی میری یا یہ حالت ہو گئی   ذکر غیروں کا ہے کیا اپنوں کو نفرت ہو گئی
میرے سر پر ایسا بدبختی کا بادل چھا گیا   عاشقوں کا نام بیگانوں میں جیسے آگیا
جب سے انگریزی کا لفظی ترجمہ ہونے لگا   مجھ پہ قبضہ ہو گیا الفاظ نامانوس کا
جو نہیں جانتا اہل عرب کا ایک حرف   وہ بھی ہر تحریر میں قاموس کر دیتا ہے صرف
غیر اگر اس پر گھٹتے ہیں تو کچھ بیجا نہیں   میری دلچسپی میں فرق آجائے یہ اچھا نہیں
آپ کیوں ترکیب نامانوس لائیں مہرباں   اور کیوں اپنی زباں کا چھوڑ دیں طرز بیاں
آپ انگریزی کا آخر کیوں تتبع کیجیے   اور الزام جہالت اپنے سر کیوں لیجیے
زیب دے سکتا نہیں ہے مجھ پہ انگریزی لباس   کیجیے بہر خدا اپنی زباں کا کچھ تو پاس
میری دلچسپی کو غائب کرتے ہیں جو خود پسند   زعم باطل میں مجھے کرتے ہیں گویا بلند
جاں بلب ہوں ہمنشیں سنتی نہیں نالے مرے   دشمنی کرتے ہیں مجھ سے چاہنے والے مرے
بے محل الفاظ لا کر کیوں ستاتے ہیں مجھے   جو نہ ہو موزوں وہی زیور پنہاتے ہیں مجھے
مجھکو اک بیجا بنائیں لوگ ہیں اس تاک میں   کان میں پازیب لٹکا دی ہے چھاگل ناک میں
لفظ عریاں ہو گیا ہے اتنا لوگوں کو پسند   میری عریانی پہ اب ہنسنے لگے ہیں دردمند
عقل عریاں ہو گئی جذبات عریاں ہو گئے   انتہا یہ ہے کہ احساسات عریاں ہو گئے
کیجیے الفاظ معنی دار سے زینت مری   لفظ بے معنی سے بڑھ سکتی نہیں شوکت مری
ناز رقصاں از رقصاں شعر میں سب لکھ دیا   مختصر یہ ہے کہ ہر ساکن کو رقصاں کر دیا
گاہ چشم سرمگیں کو آہوئے لرزاں کہا   اور اس کے قافیہ میں گریۂ خنداں کہا
ایک ساکت و کہا برق جہندہ کو کبھی   عصمت خالق کہا تقصیر بندہ کو کبھی
لفظ مہمل کو نکات شاعرانہ کہہ دیا   سرسری کی جا کہیں پر طائرانہ کہہ دیا
رات دن ہے لفظ بے معنی فقط گڑھنے سے کام   رکھ لیا ہے نغمۂ خاموش سناٹے کا نام

پروفیسر سید ضامن علی صاحب ضامن الہ آباد یونیورسٹی

جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ
دو ہنسنے والوں کا مقابلہ
مس حسینہ
مسٹر کھسو
استعمال کرو
مس حسینہ کی ہنسی ہر آئینہ دلفریب و دل آویز ہے۔
مسٹر کھسو نے تو اپنی صورت ہی بگاڑ لی ہے پھر اُنکی ہنسی میں پسندیدگی کے آثار کہاں!۔ یہی حال ہمارے کارخانے کے مال کا ہے جب آپ اسکا کسی دوسرے سے مقابلہ کرینگے تو اسے ہر نوع بہتر پائینگے۔ فہرست مفت طلب فرمائیے
تاجروں کے ساتھ خاص رعایت کیجاتی ہے
قنوج
دہلی
حیدرآباد دکن
منصوری

مختصر مرکز کا استعمال ہے ملک کی جگہ
لفظ نقطے کا لکھا جاتا ہے منزل کی جگہ

لاسکے جو ترکیب نامانوس و الفاظ غریب
بس وہی ان کی نگاہوں میں ہے ٹھہرتا ادیب

پھر مگر ترکیب جملے کی تو کہتا ہے غضب
کہتے ہیں ہرگز نہیں یہ داخل علم ادب

جو قواعد جانے ہو سکتا نہیں ہو وہ ادیب
شعر وہ کیا جس کے معنی فہم سے کچھ ہوں قریب

شعر میں شاعر عمیق ہونے کا ذمہ دار ہے
فاعلاتن فاعلاتن بحث یہ بیکار ہے

شعر تو جذبات تخلیقی میں موزوں ہو گیا
دونوں مصرعے بہک گئے وہ بحر میں تو عیب کیا

ہے وہ سطحی چیز جس کے گر کوئی شستہ زباں
کیونکہ بے سوچے سمجھ لیتے ہیں سب [illegible]

صاف یا سلیس عبارت گر کسی نے کچھ لکھی
تو یہ کہتے ہیں کہ اردو کی ترقی کیا ہوئی

گر کسی کے شعر میں رنگ تغزل آگیا
وہ بڑا مجرم ادب سوزی کا ٹھہرایا گیا

طعن یہ ہے آپ میں تخلیق کی قوت نہیں
صاف ہے ایسے شعر تو شاعری کی ذہنیت نہیں

اس میں موسیقی نہیں ہے اور کوئی لے نہیں
جس سے کیفیت ہو پیدا ایسی کوئی شی نہیں

شعر میں عریاں نہیں ہے جلوۂ لرزاں نہیں
نیز مطلب ہے نہ کہ آسکتی ہے شعریت کہیں

شان تخلیقی نہیں تعظیم نہیں معنی تراش
صاف اردو ہے کوئی مصرع نہیں سمجھے کیف پاش

نالہ پُرغم کی ہیں کیفیت سم آمیزیاں
پھر تبسم ریزیاں ہوں کچھ ہوں خندہ ریزیاں

سمجھ شاید ہوں اس کی یہ فقرہ غلط ہے یا صحیح
ہو جو انگریزی کا لفظی ترجمہ وہ ہے فصیح

الغرض ہر شخص رستہ بے معنی بتاتے ہیں مجھے
دیدہ و دانستہ یہ نادان مٹاتے ہیں مجھے

اے بنا ہند کی تو میری جس کا اب جاتا ہے سہاگ
حشر تک پرماتما قائم رکھے اس کا سہاگ

کیوں مخالف بنیے اس کی بحث کو کیوں دیجئے طول
لفظ جو مانوس ہو اس کا ابھی کیجئے قبول

غیر ملکی لفظ جو جاری ہیں زبانوں پر نہیں
اس سے تو ہندی کے آسان لفظ بہتر ہیں کہیں

تم سے ہی اہل سخن فریاد کرنے آئی ہوں
زخم دل میں جو پڑے ہیں ان کو سینے آئی ہوں

قلب زخمی ہو گیا ہے آنکھ سے بہتا ہے خوں
آپ کے آگے نہ رو دوں میں تو پھر کس سے کہوں

چھوڑیے للہ انگریزی کا اب طرز بیاں
بولیے شاعر خدا کے واسطے اپنی زباں

مولانا پنچ کی تازہ نوٹ بک

"شعر آشوب"

سال تازہ کے اس عمدہ تحفہ نے نور اللغات وغیرہ کے تبصرے کی گنجائش نہ رکھی۔ اگر اس نظم کی دو تسلیں کی جاتیں تو لطف جاتا رہتا۔ امید ہے کہ زمین شعر کے وہ حشرات و ہوام جن کے وجود کا باعث ملکی ادباری کثافت ہوئی ہے اپنی قدر و قیمت پر مطلع ہو کے ظریف ناصح کی پند پر عمل فرمائیں گے اور غریب اردو کی ننھی سی جان پر ترس کھائیں گے۔ یہ مسدس پنجاب یونیورسٹی لاہور کے جلسے میں بھی پڑھا گیا اور الہ آباد میں بھی۔ دونوں مقاموں پر حضرت ظریف لکھنوی باصرار طلب کیے گئے تھے مگر تعجب ہے کہ پنجابی جرائد میں اس کا تذکرہ نظر نہیں آتا۔ کہیں پنجاب کے شعرا نے اس مسدس کے توشہ خانے میں سے لباسوں کے دستے بقچے نکال کے اپنے اپنے قامت مبارک پر ایک ایک پوشاک سج تو نہیں لی؟ اور قیاس جسم پر لباس تمام ٹھیک اترنے کے باعث روٹھ تو نہیں گئے؟ حالانکہ اس منظوم میں اسی صوبے کے شعرا سے خطاب ہے یہیں کی دہقانی زبان کی نقل ہے یہیں کے قصباتی "شعراؤں" کے افادات ہیں۔ دوسروں سے تعرض نہیں کیا گیا۔

دعا

اب کے سال ہمارے محترم دوستوں میں سے کئی محترم افراد کو خطاب ملا ہے مثلاً عالی جناب سر تیج بہادر سپرو، یو پی کونسلروں سے مسٹر سید عین الدین، مسٹر عبد الحسن، مسٹر رام بابو سکسینہ، مسٹر سید رضا حسین اور حکیم فقیر محمد صاحب چشتی کو سرکاری خطاب ملے۔ نام کے ساتھ چند حروف کی زیادت یا الحاق کا فائدہ ہمیں تو محسوس نہیں ہوتا۔ (یہ ہمارے ذہن کی بلادت ہے) لیکن ہوگا ضرور کوئی نہ کوئی مخفی فائدہ۔ لہٰذا دعا ہے کہ خدایا! اگر ان جدید لفظی القاب سے کوئی معنوی نفع حاصل ہو سکتا ہو تو ان ہمارے دوستوں کو اس سے محروم نہ رکھ۔ آمین!

دُمہائے سوراج

ڈاکٹر ڈارون سے پوچھ لیجیے وہ آپ کو بتا دیں گے کہ انسان بھی کبھی دُم والا تھا۔ آج نہیں ہے تو نہ سہی۔ عربی کا حرف علت جب گرتا ہے تو زبر زیر پیش میں سے کسی حرکت کو اپنا نائب کر کے گرتا ہے۔ انسان کی دُم گری (علت ہی تو تھی) مگر خدا جانے کہاں گری جس کی تلاش آج تک سرگرمی کے ساتھ ہو رہی ہے۔ ہندوستان کے انسانوں میں ہمارے مہاتما گاندھی بڑے کھوجی پہلے سرے کے جاسوس اعلیٰ درجے کے سُراغی نکلے جنھیں یہ گری ہوئی دُم کئی دفعہ نظر آئی (اگر ہاتھ نہ چڑھی تو مجبوری ہے) اس دُم کا نام انھوں نے سوراج رکھا۔ اس دُم کو فانوس خیال کی طرح چکر گھنّی کا مرض ہے علم الحرکت کے ماہر خوب جانتے ہیں کہ تیزی سے گھومتی ہوئی چیز کی اصلی شکل کا تعین مشکل ہے اس وجہ سے طول و قصر و وزن و رنگ وغیرہ میں اشتباہ ناگزیر ہے۔ بیچارے کی عمر سوراج کی دُم ہتھیانے کی سعی میں بسر ہوئی۔ حکومت سے ترک تعاون سوراج کی دُم ہے پکڑو یار چھوڑ دو نوکری۔ ترک تعلیم دُم ہے۔ پڑھو گے گر تا مر۔ خاموش مدافعت دُم ہے۔ لینا۔ جانے نہ دینا۔ لنگوٹی دُم ہے۔ سنبھالو بھائیو۔ کھسنے نہ پائے۔ فاقہ کشی دُم ہے۔ باندھو پیٹ پر پتھر۔ چرخا دُم ہے۔ یہ ٹکڑ ٹکڑ روئی لیے تاگ ڈالنی "گھوں گھوں گھوں گھوں"۔ نمک سازی دُم ہے کرو شور۔ دکھاؤ بے نمکی۔ جیل خانے کی آبادی دُم ہے۔ پیسو چکی۔ غرض فانوس خیال کے ہر پھیرے میں ایک نئی دُم کا جلوہ دیکھا۔ ہری جنوں کی تنظیم کے ساتھ اب جو نئی دُم ملی ہے وہ "ہندی کے رواج عام" سے متعلق ہے۔ آپ کے نزدیک ہندی ہی ایک ایسی زبان (یا طرز تحریر) ہے جو عام ملکی زبان ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو

آٹھواں حصہ شائع ہو کے جلد اوّل کامل ہو گئی
اب بارھواں اور تیرھواں حصہ اکٹھا شائع ہو رہا ہے!!!
قیمت فی حصہ ۔
قیمت فی جلد ۔ علاوہ محصول ڈاک
جامع اللغات اُردو
و السنۂ متعلقہ
مرتبہ:- خواجہ عبدالمجید بی اے
جلد اول میں تقریباً ۸۰ ہزار الفاظ بیس ہزار محاورات چار ہزار ضرب الامثال و اقوال ۴ ہزار سوانح حیات ۱ ہزار جغرافیائی حالات ہیں
واحد لغت جس میں اُردو کے علاوہ فارسی عربی سنسکرت اور ہندی الفاظ کے معانی بھی مل سکتے ہیں
المشتہر:- خواجہ محمد محمود اختر بی۔ اے مینیجر جامع اللغات کمپنی۔ مل روڈ۔ لاہور

یادگار لاہور

REGISTERD No A 783
LUCKNOW
OUDH PUNCH
1934
N.B. KHAN ARTIST

قواعد و ضوابط ادارہ ہذا

(۱) بفضل خدا سے عرصہ ڈیڑھ ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں صرف ملکی خبریں نہیں چھپتیں اور نہ تیجہ مضامین شائع ہوتے - بلکہ اپنی بضاعت پر قائع نو خیالات سے بے نیاز ہے -

(۳) قیمت کی پابندی پر ضرور لیجیے - حجم کی کمی پر تیور یار چڑھانے سے پہلے کہ گوہر نمونہ میں ذوق بہ نظر افادات کی جدت رائے کی صلابت ہے - اور رعایت نکتہ چینی صحیح حقائق واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا -

(۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لی جاتی ہے -

(۵) مدرسہ شاگردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی -

(۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جاسکے -

(۷) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں -

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں - مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو -

نوٹ: - جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے -

احمد حسین بارودی منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) - صرف روپیہ نقد بھیجنا ہوگا

(۲) - رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر روپیہ جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی -

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی -

(۴) بحساب ۳ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چار رم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا -

کسی حالت میں بھی بچے ہوئے پرچے واپس نہ لیے جائینگے -

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

خواہ تمام ہندوستان کو غلامی کی زحمت اٹھانی پڑے مگر یہ آزاد رہنی چاہیے۔ لوگ کہیں پنچایت کا طریقہ تقسیم میراث یا دیگر معاملات میں سہل و کم خرچ ہے۔ تم بھی ان میں ہاں ملا دو اگر کسی خود ساختہ پنچایت کا فیصلہ بحال نہ رہے تو خدا کے کرم سے تمہارے پاس قوانین کی کمی نہیں جو قانون اٹھاؤ گے دنیا کے تمام افعال پر اسی کو حاوی پاؤ گے صرف دفعات کا انتخاب کرنا پڑے گا۔ اٹھایا اور مقدمہ ٹھوک دیا اس کے علاوہ تمہارے کارندوں سے جو فعل سرزد ہو وہ عین قانون ہے۔ لہٰذا اب کیا ڈر ہے کسی کو بے وارنٹ گرفتار کر دو اور وہ احترام القانون۔ کسی کو سر پھوڑ کر قائم مار بیٹھو احترام القانون۔ لوگوں کی جیبوں سے نقدی چھین لو احترام القانون۔ کسی کے منہ میں ہو تو احترام القانون۔ غرض جو کچھ کرنا چاہو احترام القانون جائز و مباح و مستحسن و ممدوح ہے۔ یہ تمین اصول ہیں ہوشیار قوموں کے اصول ہیں۔ مغلیہ اور صاحب اقبال قوموں کے اصول ہیں۔ فرانس بھی اس کا مؤید ہے روس بھی اس کا مقلد۔ ساری دنیا ان کی مداح اور اپنے جانب تو ہزار جان سے ان کے عاشق صادق ہیں جب کسی سے ان کی تعمیل ممکن ہو فہو المراد۔

را—

فلاسفر

منطق آرا بیگم کاتبہ

لیڈی لائڈ جارج مکتوب الیہا

سنو بیگم! تم تو کہتی پھرتی ہو کہ اب تمہارے میاں کا مزاج کسی قدر درست ہو گیا ہے۔ بیماری سے اٹھنے کے بعد بہت اہل ہو گئے ہیں۔ لڑائی بھڑائی سے نفرت ہو گئی ہے۔ امن چین سے رہنا چاہتے ہیں۔ دھیرو دھا کے سبق پڑھتے ہیں۔ آخر وقت خدا یاد آیا ہے مگر دنیا تمہاری بات کا یقین کیونکر کرے جبکہ تمہارے بڑے میاں تو اسے لڑتے ہیں پانی سے جھگڑتے ہیں ہوا سے الجھتے ہیں بنی نوع انسان کے انجموں پر دانت پیستے ہیں۔ انسانیت کو چرخ پیسنے کی ابھی ٹھک نہیں گئی۔ سوتوں کی جمل آن کی دھک جو بھی سے شرابی ہے۔ جو بات بنے ہے زہر کی بجھی ہوئی۔ کلیوں میں چھالے ڈالنے والی پائجاموں میں بچھو نذر چھوڑنے والی۔ اللہ جانتا ہے مگر تم اس بڈھے کو تھوڑے دنوں اور دڑبے میں بند رکھتیں تو بڑا احسان کرتیں۔ بہن برا نہ ماننا وہی مثل ہے "آنکھوں کی بدی بھوں کے آگے" تمہیں اپنے بڈھے کی برائیاں سن کے رنج ضرور ہوگا مگر تم نے دنیا سے ان کی سفارش کی تھی کہ اب ان کا کھٹ کھناپن جاتا رہا ہے اس وجہ سے میں نے قلم اٹھایا اور تمہارے بڈھے کے فعلوں کو کھوٹے کھرے سونے کی کسوٹی پر پرکھنے کی دل میں ٹھانی۔ میں تمہاری پیٹھ پیچھے تمہاری تعریف کرتی رہتی ہوں کہ مینی ایسے نٹ کھٹ مرد سے تم نے خوب نباہی۔ واللہ میرا تو دم بھر نباہ نہ ہوتا۔ جہاں یہ ہوتا میں گھر لٹے پانی نہ پیتی۔ مگر شاباش! شاباش ماں باپ کی بیٹیاں یونہیں نباہ کرتی ہیں۔ بہن سچ کہتی ہوں جب تم نے یہ خوشخبری سنائی کہ بڈھے کی عقل ٹھکانے ہو گئی ہوش حواس درست ہو گئے ہیں تو میں بہت خوش ہوئی تھی اور سمجھی تھی کہ میاں کا مزاج بیوی خوب پہچانتی ہے۔ اللہ تیرا لاکھ شکر ہے تو نے اس نیک بی بی پر بھی رحم کیا اور دنیا پر بھی ترس کھایا مگر اب جو دیکھتی ہوں تو "پھر بھی گھوڑے ہیں سے" بارہ برس گزرنے کے بعد بھی دم شیر ہی کی ٹیڑھی۔

ایسے بگڑے کہیں سنورتے ہیں

بڑے میاں نے جس طرح لیڈی برطانیہ کی بات کو بگاڑا تھا اسی طرح اپنے کرتوت سے تمہاری پھبک کو بھی خاک میں ملا دیا وہ کون کا دل ہے جس میں تمہارے بڈھے کی طعن ترونے برچھیاں نہیں ماریں۔ لے بھلا خدا لگتی کہنا۔ مسلمانوں کے پیغمبر کو دنیا سے سدھارے سیکڑوں برس ہو گئے انہوں نے تمہارے بڈھے کی ذات کو کیا نقصان پہنچایا تھا جو جرمن کے بلا کر ولیم سے ان کی مثال دی بھلا دہ ہو گیا جو اپنا اگم اندیشہ نہ دیکھے۔ یہ جب کا ذکر ہے جب ساری دنیا سے لڑائی چھڑی تھی۔ جرمنی ڈاکوؤں نے چھاپا مارا تھا اور ہندوستان کے مسلمانوں سے انگریزوں کی غرض اٹکی ہوئی تھی۔ بہن! میں مانتی ہوں کہ اب غرض نکل چکی۔ مرد سب اپنی غرض ہی کے میت ہوتے ہیں۔ مگر دریا میں رہنا مگر مچھ سے بیر جس کی گودی میں بیٹھنا اسی کی داڑھی کھسوٹنا عقل کی بات نہیں ہے۔ خیر وہ بات بگڑتی ہے تو پھر بنتی نہیں۔ بڈھے نے اپنی چرب زبانی دکھائی تھے پر چھینک ہوئی لوگ سمجھ گئے کہ تمہارے بڑے میاں کے ہتھکنڈے اچھے نہیں ہیں مگر پہلے پہل کی بات تھی گئی گزری ہوئی۔ ہاں اتنا ہوا کہ لوگ چوکنے ہو گئے اور ان کی باتوں کو ذرا غور سے سننے لگے۔ اور انھیں ہر رنگ میں مذہبی دشمنی کی جھلک دکھائی دینے لگی اسی وقت سے لے کے آج تک اس پھوہڑ زنیا کے کارن اچھے دل برے ہوتے رہے اور ہندوستان کے نیل کا ماٹھ بگڑتا ہی رہا۔ سنو میری بنو غرور اللہ کو پسند نہیں بڑے بول کا سر نیچا۔ تمہارے بڈھے کی طرح سارا یورپ اس بھلاوے میں تھا کہ ترک ایسے تھے ہیں کہ اب پنپ نہیں سکتے جب جرمن ایسے قہار گروہ کو ہم نے نیچا دکھایا تو ترک کیا مال ہیں۔ یہی بھلاوا ترکوں کے حق میں مفید ہوا۔ سچ ہے

بگڑی بن جاتی ہے جب فضل خدا ہوتا ہے

ضحاک کی دھاک بندھی ہوئی تھی فریدوں بچہ نادان تھا۔ کاوہ لوہار اپنے دھونکنی (دم کلا) کا چمڑا لاٹھی میں لٹکا کے اٹھ کھڑا ہوا اور اسی کھال (درفش کاویانی) کے جھنڈے کے نیچے تمام خلقت جمع ہو گئی بھلا خیال تو کرو کہاں کاوا لوہار اور کہاں ملک گیری۔ تمہارے بڑے میاں ضحاک سے کچھ کم نہیں ہیں بلکہ بڑھے چڑھے ہیں۔ ضحاک کی زبان بارہ ہاتھ کی نہ تھی۔ ہو بھی تو تاریخ میں ڑتے پن کا ذکر نہیں ہے۔ ضحاک کو ایرانی آغا "دہ آک" کہا کرتے تھے یعنی دس عیبوں والا تمہارے شوہر بہ خوردار میں خود بڑے بڑے انگریزوں سے

ہزاروں عیب نکالے ہیں۔ اس کو شیر صاحب سے یوچھو وہ پیا زکے سے چھلکے اُدھیڑ کے رکھ دیں گے ضمنا اُس اور ایرانی ہم قوم نہ تھے مگر ہمارا شوہر اور برطانیہ ہم قوم ہیں۔
بہا ممکن ہے کہ ہمارے گھر والے کی طبیعت کا انداز ہی ایسا ہو اور نیت بُری نہ ہو مگر اُن کی طبیعت کا بُرا اثر برطانیہ بیگم کو بھی برداشت کرنا پڑا ہندوستانیوں مصریوں اور آئرلینڈ والوں کو بھی۔
ہندوستان کے رئیسوں کا مزاج اُن کے خوشامد خورے مصاحب بگاڑ دیتے ہیں۔ یہاں ایک اسّی برس کے رئیس تھے مصاحبوں نے آپس میں صلاح کی کہ ان سے کچھ اینٹھنا چاہیے مگر اسّی برس کا رئیس وہ ہے رنڈی منڈی کا شوق نہیں کنکوے بازی مرغ بازی بٹیر بازی جوئے کی عادت نہیں اور جو تھی تو کس بوتے پر۔
ان میں ایک تھا کانا۔ کانا بھی بڑا عیبی ہوتا ہے اُس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ میاں تم سب اُلّو بنانا نہیں جانتے تم سب بے وقوف ہو۔ یارو خوشامد کرکے مزاج خراب کردینا کتنی بڑی بات ہے بڑھاپے کا سن ہی تو بے وقوف بننے کا ہوتا ہے۔ چار دن میں دیکھ لینا یاروں کے پو بارہ نہ ہوں جب کی ست۔ بس میری ہاں میں ہاں ملائے جاؤ۔ صلاح مشورہ ہونے کے بعد پندرہ پارے کے حافظ جی (کانا) رئیس کی صحبت میں پہونچے۔
"آداب بجالاتا ہوں حضور" کہا اور مسند کے حاشیہ پر جا بیٹھے اب بار بار رئیس کی صورت دیکھتے ہیں اور مسکراتے ہیں آخر نواب صاحب کی نگاہ پڑ گئی۔ فرمایا کیا ہے حافظ جی آج تو آپ بہت خوش دکھائی دیتے ہیں۔ کہنے لگے خداوند کیا عرض کروں گستاخی معاف ہو تو یہ نمک خوار کچھ عرض کرے۔
فرمائیے حافظ جی!۔
"خداوند شرم اور حضور کا رعب مانع ہے" نہیں کہیے۔
خداوند کیا عرض کروں حضور کے دوسرے مصاحب جو یہاں تشریف رکھتے ہیں میری بے وقوفی پر ہنسیں گے کسی وقت تخلیہ میں عرض کروں گا"
حالی موالی جمع تھے انھوں نے کہا۔ اجی حافظ جی کہتے کیوں نہیں ہو کیا ہم کوئی غیر ہیں۔ بے وقوفی کا ظاہر ہو جانا ہی اچھا تاکہ دوست ہنسیں اور دشمنوں تک بات نہ پہونچنے دیں"
حافظ جی:" اچھا آپ لوگ اصرار کرتے ہیں تو سُنیے۔ آج میں ہنڈولے کے ناکے کی طرف گیا تھا اُدھر سے ایک دوست آرہے تھے اُن سے صاحب سلامت ہوئی وہ مجھے ایک کونے میں لے گئے......"
مرزا:" کیا کہا کونے میں لے گئے لاحول ولاقوۃ اور آپ جانے پر راضی ہو گئے؟"
خانصاحب:" ہاں صاحب کیوں نہ ہو۔ خدا نے شکل و صورت ہی ایسی دی ہے"
حافظ:" دیکھا حضور اسی وجہ سے ان لوگوں کے سامنے بات نہیں کہتا تھا۔ اب دیکھیے ہر جملہ پر طبیعت داریاں زور باندھنے لگیں۔ ان حضرات کو بات کا سلیقہ ہے نہ تہذیب سے واسطہ۔ یہ لوگ ہمیشہ سے میرے دشمن ہیں۔ وہ تو کہیے خدا حضور کو سلامت رکھے غلام نوازی فرماتے ہیں ورنہ یہ ایسے بغلی گھونسے ہیں کہ دم بھر یہاں ٹکنے نہ دیتے۔ بات منہ سے توڑ لیتے ہیں پورا جملہ نہیں سُنتے۔
خداوند نعمت:" آپ کہیے میں سُنتا ہوں"
حافظ:" خیر تو انھوں نے چپکے سے میرے کان میں ایک ناکتخدا لڑکی کا حال بیان کیا۔ حضور میرے تو ہوش اُڑ گئے"کیا حضور کل ہنڈولے کے ناکے کی طرف ہو کر خود ہی کو تشریف لے گئے تھے؟"
ایک:" ہاں"
دوسرا:" پھر آپ کو کیا ضحی ہیں؟"
تیسرا:" کیا آپ کو خبر نہ تھی؟"
حافظ: کس مردود کو اپنے صاحب حضور کے اُدھر سدھارنے کا حال معلوم ہو۔ واللہ جو وہ دوست بیان نہ کرتے تو مجھے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوتی"
خداوند نعمت۔ اچھا پھر کیا ہوا"
غرض حافظ نے لمبی چوڑی کہانی اُس لڑکی کے عشق کی بیان کی کہ یوں وہ حضور کو دیکھ کے گرویدہ ہوئی اور اب یہ حال ہے کہ سودائی ہو گئی ہے بال نوچ ڈالے ہیں۔ گریباں چاک ہے دامن چاک ہے۔ کیسا کھانا کیسا پینا۔ تن بدن کا ہوش نہیں۔ تو حضور دل ہی دل میں یہ غلام خوش ہو رہا تھا کہ اللہ نے کیا حسن ہمارے سرکار کو دیا ہے جس پر بتوں کی جوانی تصدق ہے"
ایک:" پھر آپ کو اس میں شک بھی ہے؟"
ارے بھئی خاں صاحب ذرا حافظ جی کے پاؤں کے نیچے سے مٹی تو اٹھانا۔ واللہ حافظ کی نظر بُری ہے خدا نے ایک ہی آنکھ دی ہے مگر وہ زہریلی نظر ہے کہ خدا کی پناہ"
دوسرا:" ہاں بھئی چاہے کوئی کچھ کہے مگر اس میں تو شک نہیں کہ سرکار کی صورت بڑھاپے میں جب یہ قہر ڈھاتی ہے تو جوانی میں کیا قیامت ہو گی"
تیسرا:" اجی کیسا بڑھاپا۔ کہاں کی جوانی۔ ہمارے حضور خدا رکھے رشکِ دنیا تک اس وقت بھی ہزاروں میں ایک ہیں۔ واللہ سو جوانوں سے اچھے ہیں۔ کل بی مہری کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا تھا کیا کہوں اُس کا کیا حال ہوا تھا۔ بس معلوم ہوتا تھا کہ بوجھ کے مارے مر جائے گی۔ اور گھوڑے پر تو جب کبھی سواری لیتے ہیں اُس کی پیٹھ دوہری ہو جاتی ہے۔ بھئی میں تو جب حاضر ہوتا ہوں دعائے ردِّ بلا اور دعائے رفعِ چشمِ زخم حضور پر دم کرتا ہوں"
بیچارے بڑے میاں بالکل ریشہ خطمی ہو گئے۔ حافظ نے اپنی بات کا اثر ہوتے دیکھ کے کہہ سنایا کہ حضور وہ کمبخت کسی بات کی طلبگار نہیں ہے بس خالی ایک نظر سے خوش گزرنے کی طالب ہے۔ خداوند اپنے مریض کو شفا دیجیے۔

جلد ۱۹ نمبر ۲

مضامین پنچ

(مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۳۴ء)

رباعیات

خالق کی حمد اور ثنا کرتا ہوں طوفان عبودیت بپا کرتا ہوں
دنیا سے موڑتا ہوں منھ اُس کی طرف کہیے بے جا ہے یا بجا کرتا ہوں

سدھتا نہیں مجھ سے اب تو دنیا کا کام از سرتا پا بھرے ہیں جس میں تمام
ہر فرد بشر اُلٹی مجھیرا ہے بنا شبدیز قلم کے منھ میں دوں گا میں لگام

پیری نے ہر اک طرف سے آگھیرا ہے اور جوش جوانی نے بھی منھ پھیرا ہے
بحر الکاہل میں ہے پڑی کشتی عمر بس ایک خدا ہی ناخدا میرا ہے

خالق مرے کر مجھ پہ عنایت کی نظر عصیاں سے گھرا ہوا ہے یہ خاک بسر
مقصود حقیقی ہے یہی بس اپنا رحمت تری رکھے نہ کوئی کور کسر

تو ہژدہ ہزار عالموں کا ہے خدا جو کچھ نظر آتا ہے نہیں تجھ سے جدا
تجھ میں ہیں یہ سب ان میں سمایا ہے تو جو یہ سمجھا وہ پاگیا راہ ہدیٰ

اندر باہر ہر اک میں ہے تیرا نور ظاہر ہے کبھی اور کبھی ہے مستور
تو کھیلتا ہے کبھی چھپول ہر وقت مل جاتا ہے علم سے جہالت سے ہے دور

دنیا میں ہوں۔ رہتا ہوں مگر اس سے دور دوری سے بڑھ رہا ہے سینے میں سرور
دل میں ہونے لگا ہے اُس کا جلوہ مجھ ہی میں شعلہ اور مجھ ہی میں ہے طور

ہر گز نہیں یار وہ۔ یار جانی دنیا آلام و مصائب کی ہے بانی دنیا
شیطان کی خالہ ہے بچے اس سے ہر ایک میری ہے دیکھی بھالی جانی دنیا

دنیا نے نصیب ذلت ہے قہبا ہے یہ ہر ایک ہی کی زباں پہ چرچا ہے یہ
لعنت میں ندیم پھنس نہ جانا اس کی جو سنیے اُچھال چھکا ہے یہ

اس کی باتوں میں جو پھنسا خانہ خراب سمجھا نیے زندگی ہوئی اُس کو عذاب
ایسی آنکھوں پہ باندھتی ہے پٹی دکھلائی نہیں دیتا اسے عیب و صواب

جتنا دور اس سے رہیے اتنا اچھا اہل حکمت کا قول ہے یہ سچا
میں نے بھی ندیم اس پہ بنایا ہے صاد کیا بات ہے کیوں ہوے ہو بھگا بگا

راقم:- ہندی ندیم

غزل

(از حضرت فرزانہ شاعر بے مثل و یگانہ احمق پھپھوندوی)

چاہیے دل اور نہ جگر چاہیے اُن کو فقط کیسۂ زر چاہیے
شیخ ہوا پی کے بہت ہی خفیف عیب چھپانے کو ہنر چاہیے
حال مرا پوچھتے ہیں کیا حضور لطف و عنایت کی نظر چاہیے
دیکھیے جاتے ہیں وہ دشمن کے گھر آہ میں اتنا تو اثر چاہیے
"بوٹ" مجھے چاہیے سرکار کا طالب اعزاز کو "سر" چاہیے
چارہ گرا اتنا بھی تغافل ہے کیا کچھ تو مریضوں کی خبر چاہیے
رند بُرے ہیں مگر انساں کو شیخ اپنے بھی عیبوں پہ نظر چاہیے
آپ کو ہے دل کی ضرورت حضور! لیجیے حاضر ہے اگر چاہیے
فاقہ کش اقوام کا لیڈر ہوں میں مجھ کو فقط توس۔ بٹر چاہیے
پستی اخلاق کی حد ہو گئی کچھ تو غلامی کا اثر چاہیے

تجھ سے ہی دو چار ہوں احمق جہاں
تجھ کو وہاں عرض ہنر چاہیے

غزل

(از ولۃ الشعرا مسٹر ہچل بہادر بدایونی)

ان کے چھوٹے بھائی سے ملنے کا ساماں کیجیے لیڈری سے ہچل اب تبدیل ٹیاں کیجیے
آئیے تشریف رکھیے مجھ پر احساں کیجیے ٹوٹی کھٹیا کو میری تخت سلیماں کیجیے
مجھ کو سرکاری شفا خانے میں کیوں لائے ہیں آپ اپنے گھر رکھ کر علاج درد ہجراں کیجیے
خوف آتا ہے مجھے چاہ زنخداں دیکھ کر پاٹ کر بیٹھ اس کو چھوٹی کوئیاں کیجیے
پی کے فالودہ گھر ابرار مجھے یہ حکم ہے جائیے تیار کونڈا بھر سوئیاں کیجیے
ہے یہ اک باضابطہ سالانہ جلسہ عید کا حضرت واعظ کو صدر بزم رنداں کیجیے
روز دل اس کے لیے ابرو کماں سے کھینچے پیس کر ہرتال نذر زلف پیچاں کیجیے

. . . .

باربر صاحب سے مجھ کو آج یہ کہنا پڑا استرے سے صاف اسکی زلف پیچاں کیجیے

دیکھ وہ بت جا بیٹھا ہے اپنی حرم میں — اب اسے جا کر دیکھا کر سنگ لرزاں کیجیے
یہ کر عرض حال کرتے دو بیٹھے ہو گئے — اب اپنے پسینے منھ سے کچھ تو ہو نالاں کیجیے
ہو گئی قید ان کو جیل ان سے ملنے کے لیے
آپ بھی اب جیل میں چلنے کا ساماں کیجیے

غزل

(از سید ضمیر حسن صاحب افگار)

کلب میں جا کے ناچے یا کہ گھر کو سینما کر دے — مہذب ہے وہ بی بی جو میاں کو بیچا کر دے
نہ جانے صنف نازک کو کیس نے بڑھاوی تھی — خدا نظروں کو نیچے پائچوں کو جانگیا کر دے
شب فرقت مرا گریہ جو سن لیتا ہے ہنستا ہے — وہ نالہ بھی ہو نالہ جو طبیعت بدمزا کر دے
ہوا کرتی ہے اب اعجاب ہی کے واسطے شادی — بڑھیا ہے خدا ہر دوست کو بی بی عطا کر دے
ذرا اُس وقت اے حسن الوجیب تمہارا حسن — بڑھا کر شوقِ خود بینی کو مالیخولیا کر دے
نہیں باپ کا دشوار ہے هندو کے بچوں میں — مگر ہاں رسم دُنیا جس کو جس کے نام کا کر دے
دکھا دیجیے تماشا بیدھڑک نالہ تو کنگ گھٹنے کا — ہماری آہ اس دل میں ذرا سا راستا کر دے
بروز عید قرباں کہتے تھے اکثر میاں مجنوں — مری لیلیٰ تو اپنے اونٹ پر مجھ کو فدا کر دے
وہ نبھے میں آ جاؤں کربلا رہا عشق میں کتا ہے
اشاروں ہی میں لے افگار عرض مدعا کر دے

دلچسپ مناظرے کی آخری قسط

آج کے اینگلو اورینٹل مناظرے میں بھی مسٹر جلال عجیب شان سے تشریف لائے ہیں یعنی تہذیب جدید کے ساختہ و پرداختہ بی۔ اے کلاس کے چشم و چراغ ان کے واجب التعظیم فرزند پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے دس قدم آگے۔ اور خود ایک ہاتھ میں گبری دوسرے میں کاغذات کا فائل لیے اپنے خرام وحشت نظام سے یک شدہ و شدہ کی گردان کرتے ہوئے دس قدم پیچھے۔

سب سے پہلے جلسے میں آتے ہی تاڑ سے یہ مصرع رسید کیا ع
اب جگر تھام کے بیٹھو مرا لڑکا آیا

اس کے بعد ادھر اُدھر دیکھ کے فرمایا "السلام علیکم حضرات اہل جلسہ ہذا"
مولانا جمال نے بیڈ رنگ دیکھ کر سلسلۂ کلام یوں شروع کیا "مسٹر جلال! واللہ کہ میں تو آپ کی تشریف آوری سے مایوس ہو کر مناظرے کی طرف سے کلیتاً خالی الذہن ہو چکا تھا بحمد اللہ کہ آپ تشریف لے آئے" (صاحبزادے برخاستہ ہو کر آگے میرے قریب آ کر تشریف و علیکم السلام (صاحبزادے سے مخاطب ہو کر) صاحبزادے صاحب اپنی طرف سے اور نیز اہل جلسہ کی طرف سے آپ کی خدمت میں بھی آداب بجا لاتا ہوں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف
صاحبزادے: گڈ مارننگ۔ بہتر ہے قبل کر دس کر شن یا ڈسکشن شروع ہو کوئی ورڈس

ذیل ہے۔ میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اب تک تو آپ نے میرے فادر کی سیدھی سے فائدہ اٹھایا۔ ناؤ ہی ویر آپ ہوشیار ہو جائیے۔ وہ بے وقوف تھے جو کلام سناتے رہے اور آپ کو موقع دیتے رہے کہ آپ اعتراض کریں۔ اب آپ کلام سنائیے میں اعتراض کروں گا۔ یس ہی۔
جمال: بہت بہتر سنیے میر انیس فرماتے ہیں ؎

اے خالق ذوالفضل و کرم رحمت کر — اے واقف ہر رنج و الم رحمت کر
سبقت ہے سدا غضب پہ رحمت کو تری — اپنی تجھے رحمت کی قسم رحمت کر

صاحبزادے: (گردن نیچی کرکے فائل پلیز والد سے مخاطب ہو کر) یہ فائل لگانے والے
والد: (بہت ہی بدحواس ہو کر) کیا بات۔ کیا بات۔ اچھا اچھا فائل پیش کر سکتے ہم نے سنا نہیں تھا میر انیس کی رباعی پر غور کرو۔ بابا۔
صاحبزادے: ڈونٹ ڈسٹرب می۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میرے مناظرے میں دخل نہ دیا جائے (فائل میں سے کاغذ نکال کر) میں نے اس کو تھری کالمس پر ڈوائڈ کر دیا ہے۔ پہلے کالم میں کلام لکھا جائے۔ دوسرے میں آبجیکشن اور تھرڈ کالم میں ہر جوابات اور دلائل ایٹ سیٹرا، ایٹ سیٹرا یا وغیرہ وغیرہ۔ یہ کاغذ موجود ہے اس پر کوئی صاحب لکھتے جائیں۔
جمال: آپ خود ہی کیوں نہ لکھیے۔
صاحبزادے: مجھے اردو لکھنے کی عادت نہیں ہے۔ آئی ول رائٹ ان رومن۔ بشرطیکہ ٹائپ رائٹر موجود ہو۔
اینجانب: ماشاء اللہ۔ خیر یہ کاغذات مجھے دیجیے۔ میں اس خدمت کو انجام دوں گا۔
صاحبزادے: تھینک یو (کاغذ دے کر) پہلے کلام لکھیے۔
اینجانب: (رباعی لکھ کر) کلام لکھ لیا۔
صاحبزادے: دوسرے کالم میں لکھ دیجیے متروک۔
جمال: یعنی کل رباعی متروک ہے؟
صاحبزادے: جی ہاں۔ آئی ول پروو اٹ۔ میں بعد کو ثابت کر دوں گا۔
اینجانب: لکھ دیا متروک۔ اب اس کی وجہ بتائیے۔
صاحبزادے: وجہ اور سند آخر میں لکھیے۔ تیسرا کالم اسی لیے ہے۔ پلیز۔
جمال: مرزا دبیر فرماتے ہیں ؎

جب رن میں سربلند علی کا علم ہوا

صاحبزادے: آل ایزی۔ لکھ دیجیے بالکل متروک ہے۔
جمال: اچھا صاحب مرزا غالب فرماتے ہیں ؎

محسن پری اک جلوۂ مستانہ ہے اس کا — ہشیار وہی ہے کہ جو دیوانہ ہے اس کا

صاحبزادے: یہ شعر بھی آل متروک ہے۔
جمال: جناب ذوق فرماتے ہیں ؎

[illegible]

صاحبزادے: ہول ہی متروک ہے۔

جمال - مولانا حالی فرماتے ہیں ؂

لے علم کیا ہے تو نے ملکوں کو نہال
غائب ہوا تو جہاں سے واں آیا زوال
اُن پر ہوئے غیب کے خزانے مفتوح
جن قوموں نے ٹھہرایا تجھے راس المال

صاحبزادے - کہہ دیجیے کہ ایک مصرعہ کی وجہ سے کل متروک۔

جمال - اکبر صاحب الہ آبادی فرماتے ہیں ؂

بارہا جوش جنوں میں مجھے آیا ہے خیال
کہ تماشا ہے یہ ہنگامۂ نیکی و بدی
نظر عشق میں ہے زندگی و موت اکبر
اضطراب نفس چند و سکون ابدی

صاحبزادے - ڈٹو

جمال - ڈٹو؟

صاحبزادے - بس۔ اٹ از دی سیم تھنگ۔ ایک مصرعہ کی وجہ سے یہ بھی کل متروک

جمال - ڈاکٹر سر اقبال فرماتے ہیں ؂

وہ چیز نام ہے جس کا جہاں میں آزادی
سُنی ضرور ہے دیکھی نہیں کہیں میں نے

صاحبزادے - متروک (تائے ہندی کے ساتھ)

جمال - فانی صاحب فرماتے ہیں ؂

وائے نادانی یہ حسرت تھی کہ ہوتا در کھلا
ہم قفس ہانسا اسیری کیا کہوں کیونکر کھلا

صاحبزادے - قطعی متروک۔

جمال - جگر صاحب فرماتے ہیں ؂

ایک ذرے کا اگر حسن نمایاں ہو جائے
آدمی شدت انوار سے حیراں ہو جائے

صاحبزادے - یقیناً متروک۔

جمال - جوش صاحب فرماتے ہیں ؂

گو صدا ہیں دینے والی سامنے آتی نہیں
پھر بھی میرے پاس سے ہٹ کر کہیں جاتی نہیں

صاحبزادے - لکھ دیجیے متروک۔

جمال - اصغر صاحب گونڈوی فرماتے ہیں ؂

فروغ حسن سے تیرے چمک گئی ہر شے
اجاڑ رسم ملالی و طرز بولہبی

صاحبزادے - یہ بھی متروک۔

جمال - مولانا حسرت فرماتے ہیں ؂

شکوۂ عشق جو ہم سے کسی عنواں نہ ہوا
حشر میں بھی وہ جفاکار پشیماں نہ ہوا

صاحبزادے - متروک۔ سرٹینلی متروک۔

جمال حفیظ صاحب جالندھری جنگ بدر کے حالات میں فرماتے ہیں ۔۔۔۔۔

صاحبزادے - ابسُلیوٹلی متروک۔

جمال - یعنی کلام سننے سے پہلے ہی متروک۔

صاحبزادے - یس۔ اٹ از سو۔ لکھ لیجیے کہ جنگ بدر کے متعلق جو کچھ بھی لکھا گیا ہے سب متروک۔

جمال - اچھا صاحب! میر تقی فرماتے ہیں۔

صاحبزادے - میر۔ سودا۔ آتش۔ ناسخ۔ ذوق غالب۔ امیر۔ داغ۔ راسخ۔ جلال۔ تسلیم وغیرہ پرانے شاعر اور ان کی شاعری سب متروک۔

جمال - بہت مناسب۔ براہ کرم اب وجہ بتائیے کہ یہ سب کلام متروک کیوں ہے؟

صاحبزادے - ہیئر یو آر۔ یہ بات آپ نے ٹھیک کہی۔ وجوہات سنیے۔ میر انیس کا کلام اس لیے متروک ہے کہ وہ خالق کا ذکر کرتے ہیں جسکو انھوں نے دیکھا نہیں ہے۔ مرزا دبیر کا کلام جو آپ نے سُنا یا وہ اسلیے متروک ہے کہ جب رن میں سر بلند علیؑ کا علم ہوا۔ تو اسوقت مرزا دبیر موجود نہیں تھے اور انھوں نے اپنی آنکھوں سے نہ رن دیکھا نہ علم کو دیکھا۔ از اٹ کلیر؟ مرزا غالب کا شعر اسلیے متروک ہے کہ انھوں نے پری کو یا اس کے حُسن کو نہیں دیکھا۔ ذوق صاحب کا کلام اس بنا پر متروک ہے کہ نہ انھوں نے لامکاں دیکھا نہ عرش دیکھا۔ سب باتیں بغیر دیکھے لکھی ہیں۔ حالی صاحب نے غیب کے خزانے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھے لہذا ان کا کلام بھی متروک۔ اکبر صاحب نے عشق کا ذکر کرکے عاشقانہ جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ اسلیے متروک۔ سر اقبال خود کہتے ہیں کہ آزادی کو دیکھا نہیں۔ سو ہی کین ناٹ رائٹ ان فیور آف اٹ۔ فانی صاحب نے اسیری نہیں دیکھی اور وہ کبھی برڈس آف کیج کے ساتھ قفس میں نہیں رہے لہذا ان کا شعر بھی متروک۔ جگر صاحب نے اس حسن کا ذکر کیا ہے جو ذرے سے نمایاں نہیں ہوا۔ سو ہی ہیز نو رائٹ۔ انھیں کوئی حق نہیں ہے کہ اس کو نظم کریں۔ جوش صاحب اس صدا دینے والی کا ذکر کرتے ہیں جو ان کے سامنے نہیں ہے اور جس کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ اینڈ اٹ از ناٹ الاوڈ۔ ایٹ آل۔ اصغر صاحب نے بلال صاحب اور ابولہب کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اسلیے یہ بھی متروک۔ مولانا حسرت نے جب حشر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تو وہ اس کا حال نہیں لکھ سکتے۔ حفیظ صاحب نے بھی جنگ بدر کے حالات اور سارا شاہنامہ جو لکھا گیا یا لکھا جائے گا اس کے واقعات وِد ہز اون آئز نہیں دیکھے لہذا ان کا شاہنامہ فرام بگننگ ٹو اینڈ سب متروک۔ میر۔ سودا۔ وغیرہ پُرانے شاعر ہیں اور انکی شاعری پُرانی ہے لہذا سب متروک۔ فار اٹ از ناٹ الاوڈ ناؤ اے ڈیز۔ سمجھ گئے آپ لوگ؟

جمال - یعنی نہ دلیل نہ ثبوت۔ لوگ سمجھ ویسے ہی گئے۔

صاحبزادے - پلیز بی پیشنٹ۔ آئی ول ڈو دس۔ (اپنے فائل میں سے چند اخبار نکال کر) یہ اخبار ملاحظہ فرمائیے (باقی آئندہ)

راقم
کُھلے رستم از بدایوں

میاں فریدوں

(نمبر ۲)

میاں فریدوں کو خالی فریدوں کہنا کمال بے ادبی ہے۔ بارگاہِ شیطانی کا تقرب کوئی سی بات ہے ان کو جناب ابلیس نے لیسر خواندہ بنایا ہے۔ آپ جانیے کچھ تو وصف

---

(1) Certainly (2) Absolutely
(3) Never you mind (4) Get clear
(5) [illegible]

(1) Birds of cage (2) So he has no right
(3) And it is not allowed (4) with his own eyes (5) From beginning to end
(6) For it is not allowed now a days
(7) Please be patient.

ان میں ایسا ہوگا کہ صلبی اولاد نگاہوں سے گر گئی اور افزائش نسل المبیت نے گنجفے کی بوجھ کی طرح آخری ندق کی بوجھ نکالی۔ بس یا ائمہ قدرت طاقت کس کی مجال ہے کہ ان کی شان میں گستاخی کرسکے۔ بڑی بات یہ ہے کہ شیطان (از قبیل بنی جان ہو تو) لاحول سے بھاگے۔ انسانوں کی نوع وہ ہے کہ جب شیطنت پر آمادہ ہو جاتی ہے تو پھر لاحول ہی نہیں جس زبان پر پورا قرآن ہوتا ہے اُسی کی جرأت شیطانی کلمات نکلتے لگتے ہیں جس دل میں قرآن کے احکام کی فہرست ہوتی ہے اُسی کی تہ سے گناہوں کا اکھوا پھوٹتا اور دیکھتے ہی دیکھتے باردار شجر ہو جاتا ہے میاں فریدوں ایسے ہی افراد کے سپہ سالار ہیں۔ تین چیزیں فساد کی جڑ مشہور ہیں زر۔ زمین۔ زن۔ خیاص فسادی انھیں تین کی نبض ٹٹولتے اور بازار گرم کرتے ہیں۔ لہذا ہمارے میاں فریدوں نے ایک بارہ دری کا نام صنم خانہ رکھا اور اکیلے پجاری دھونڈنے لگے۔ اِن صاحب کیوں نو سو آواز؟ نفرت نہ تو ان کے صنم رام قوم میاں فریدوں نہ بدتے تو لا امارت روتے گا سنئے

چلتے پھرتے مانگتے کھاتے بتوں کی وارثی کون کرتا؟ حضرت ابراہیم نے جب اپنے چچا آزر کے بت خانے کے چپے چپے تراشے اُس وقت سے یہ جتھا مارا مارا پھرتا تھا۔ خدا رکھے میاں فریدوں کو اُنھوں نے اپنی سعادت سمجھ کے پناہ دی۔ گویا ان بتوں نے اتنے زمانے جوگ کمایا جو فریدوں سا جیالا پایا۔ الحاصل صنم خانہ آباد ہو گیا اور اسکے گرد ناظرین کو سبز باغ دکھانے کے لیے ایک چمن بھی لگا دیا۔ اب تو یہ لطیفہ زمیں سراپا ہزارت نگار خانہ چین کا بازار آدم بن گیا بقول بھانڈوں کے ادھر رکھیو فرش رفتن اُدھر رکھیو خورش رفتی۔ جوبن بھی لوٹیے اور بہار بھی۔ گلگدار بھی اور سنگدار بھی رند ہیں تو دونوں کی لطف اُٹھائیے پارسا ہیں تو زمین دیکھیے (اپنے بہار کی شیر کی بولی) اور چلتے پھرتے نظر آئیے۔

اللہ اللہ ہولے زمانہ سازگار رہے جدھر دیکھیے عشرت کا سامان مُہیّا ہے۔ نہ کُتے کا کھٹکا نہ بلی کا غم۔ شرط یہ ہے کہ ہمیانی بھاری اور مضبوط ہو۔ وہی حال ہوگا جو بروایت الف لیلہ طاہر بن العلا کے مکانوں کا ہوتا تھا۔ مشہور ہے کہ عہد خلافت میں حضرت خلیفہ ہارون الرشید میں ایک بزنگ بارنشین سلسلہ قرن اصلاد و قریب پل نہاد مسکن گزیدہ تھے ان کا دربار شاہوں کے دربار سے لگا کھاتا تھا۔ زر نقد مال و دولت ہر وقت انھیں گھیرے رہتے تھے تو وجہ کیا تھی حضرت دس اشرفی روزانہ سے لے کے پانسو اشرفی روزانہ اجرت کی لونڈیاں انھوں نے ایک "صنم خانے" یا خوشنما ڈربے میں تہ کر رکھی تھیں۔ اُسید عالم ان کے گرد طواف کرتی تھی کعبۂ مقصود بنے ہوئے تھے۔ جو جال میں پھنسا پھر نہ چھوٹا۔ ہزاروں کروڑ پتی آئے اور باپ دادا کی کمائی طاہری مجاستوں کے نالے میں بہا کے چلے گئے۔ آئے تھے تو لکھ لُٹ گئے تو آگے ہاتھ پیچھے گھات۔ طلسم دولت ختم ہونے کے بعد صاحبزادے کو چھوٹے پیسے ایک ٹوٹا ناسڑا ہوا کپڑوں کا جوڑا اور تین وقت کی خوراک خزانے سے مل جاتی تھی مگر ہمارے یہاں فریدوں کو طاہر بن العلا سے کس قسم کی نسبت ہے؟ یہ ہمیں نہیں معلوم۔ اتنا جانتے ہیں کہ ایک سے زور دولتے رئیس۔ نام کون ہے؟ یہی سمجھ لیجیے کہ جس کے پاس دولت ہے وہی رئیس ہے لہذا دولت دریست سے ملا کے ایک نام بنا لیجیے۔ کیا؟ رئیس الدولہ۔

۔ ست عوام فروخت کے لیے

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۳۴ بقایا لگان موضع ۲ پرگنہ گروان

بعدالت جناب مولوی عبدالحکیم صاحب اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم تحصیل نرپی ضلع باندا

سیٹھ رام کشن نمبردار موضع ۲ پرگنہ گروان مدعی

عبدالصمد و حفاظ حسین مدعا علیہم

بنام حفاظ حسین ولد حبیب المصیو مسلمان ساکن موضع ۲ پرگنہ گروان حال مقیم ملازم ریلوے کانپور

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابتہ بقایا لگان کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۲ ماہ جنوری ۱۹۳۴ء بوقت ۱۱ بجے دن بمقام تحصیل نرپی اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے کماحقہ واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اُسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جنکی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بنائے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۰ جنوری ۱۹۳۴ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت دستخط حاکم بخط انگریزی

سمن بغرض قرار داد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۸ ۱۹۳۳ء سیتاپور

بعدالت دیوانی جناب سب جج صاحب بہادر سیتاپور بمقام

بابو بھیمی نرائن ولد گلشن رام قوم کھتری ساکن خیرآباد محلہ کمانگر پرگنہ خیرآباد ضلع سیتاپور مدعی

بنام

ترجھوں سنگھ وغیرہ مدعا علیہ

بنام ترجھوں سنگھ ولد ٹھاکر مدھو سنگھ قوم ٹھاکر ساکن کچلانی پرگنہ گوندلامؤ ضلع سیتاپور مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت خیابانی کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ انیس ۱۹ ماہ جنوری ۱۹۳۴ء بوقت دس بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ مدعی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم بنائے اپنی جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا

آج تاریخ ۱۲ ماہ جنوری ۱۹۳۴ء زیر دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری بتاریخ ۱۹ ماہ جنوری ۱۹۳۴ء تک گزرانو۔

وقت حاضری بدفتر جناب سب جج صاحب بہادر سیتاپور ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

دستخط حاکم بخط انگریزی مہر عدالت

اہتمام سرسری اطلاعنامہ بنام دائنان

بعدالت جناب مرزا صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ

(دفعہ ۷۴ ایکٹ نمبر ۵ ۱۹۲۰ء)

درخواست دیوالیہ نمبر ۱۳۵ ۱۹۳۳ء

مقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی بجے کرشنا بنیرجی ولد بابو تارا پدو بنیرجی قوم برہمن ساکن مقبول گنج لکھنؤ

بنام آغا حبیب خاں جملہ قرضخواہان

اطلاع دی جاتی ہے کہ بتاریخ ۱۳ ماہ اکتوبر ۱۹۳۳ء مدیون مذکور الصدر نے ایک قطعہ درخواست اس عدالت میں بدیں غرض پیش کی ہے کہ وہ دیوالیہ قرار دیا جائے اور یہ کہ بتاریخ تیرہ ماہ نومبر ۱۹۳۳ء عدالت ہذا نے اس امر کا اطمینان کرکے کہ مدیون کی جائداد غالباً مبلغ پانچ سو روپیہ سے زائد نہ ہوگی ہدایت کی ہے کہ مدیون کی جائداد کا اہتمام سرسری طریقہ پر کیا جائے اور تاریخ ۹ ماہ فروری ۱۹۳۴ء واسطے سماعت دیوالیہ درخواست و اظہار مدیون مذکور مقرر کی ہے۔ اس امر کی بھی اطلاع دی جاتی ہے کہ عدالت تاریخ مذکور الصدر پر تصفیہ و تقسیم جائداد مدیون مذکور کی فوراً کارروائی شروع کر سکتی ہے۔ تم کو ہدایت ہے کہ تم حاضر ہو کر اس تاریخ پر ثبوت دو۔ ثبوت کسی قرضے کا جو تم کرنا چاہو تاریخ مذکور پر یا اُس کے قبل داخل عدالت کرنا لازمی ہوگا۔

میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۲ ماہ دسمبر ۱۹۳۳ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت دستخط حاکم بخط انگریزی

وقت حاضری بدفتر ۱۰ بجے سے چار بجے تک
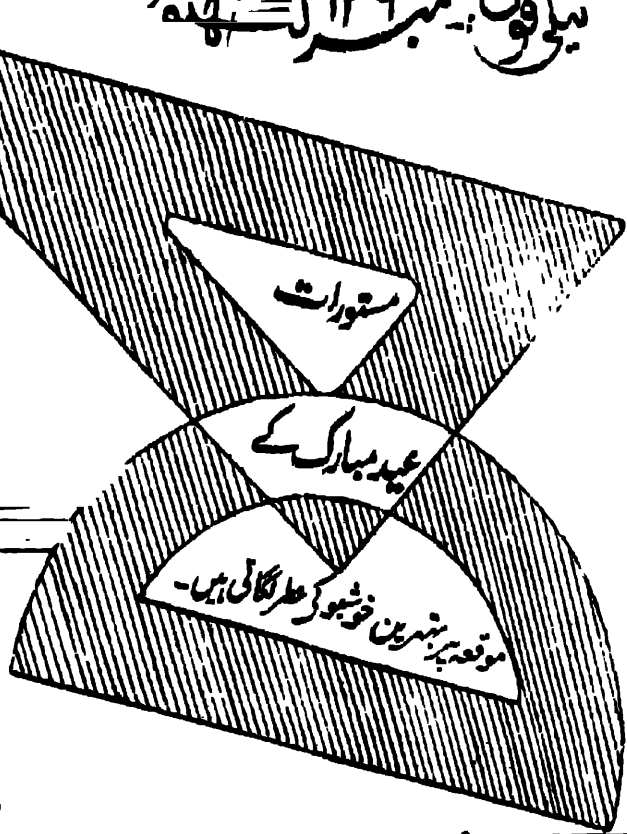
جاری شدہ ۱۸۳۹ء
شاخیں - قنوج دھلی حیدرآباد دکن
منصوری
تار کا پتہ: "حنا" لکھنؤ
ٹیلیفون: نمبر ۱۳۹ لکھنؤ
مستورات
عید مبارک کے
موقعہ پر بہترین خوشبو کی عطر لگاتی ہیں۔
آپ تحفہ میں پیش کر کے باہمی روابط دو بالا کر سکتے ہیں
آپ کی فرمائش پر کارخانہ جلد تعمیل کریگا۔ بس فہرست
منگا کر انتخاب کرنے کی دیر ہے۔
مال عمدہ اور داموں میں کفایت
آپ کو ہر آئینہ اس کارخانہ سے مال
منگانا ہوگا۔
منجانب کارخانہ ہذا ناظرین کو عید مبارک و مسعود باد !!!

تحائف سال نو

نخل آرزو کی قسم و برید

ہے تو یہ سال گزشتہ کا تحفہ مگر ہندوستان میں یہ خبر دیر کے بعد پہونچی اس لیے نیا ہے۔ سُنتے ہیں کہ جرمنی میں رطیں یا جدھ کاؤنسل کے حکم سے نزدیے جائیں گے طوعاً بھی کُرہاً بھی یعنی آلہ زنا آتشک و سوزاک از روے قانون مستحق ضبط قرار پاچکے۔ ان کی برقی پھانسی بھی ایجاد ہو چکی۔ خیال تھا کہ اس مہذب زمانے میں ہیجڑوں کی برادری کو وسعت ہونا دشوار ہے لہذا جلدی ان کے حالات کتابوں میں لکھ لینے چاہئیں کہ آنے والے گروہ کو جہاں دیگر منقطع الاثر چیزوں کی فہرست کتابوں میں نظر آئے وہاں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ایک زمانہ تھا جب بعض مرد اپنی خوشی سے خلعت تانیث پہن کے اتراتے تھے۔ مگر اب اسکی ضرورت نہیں کیوں؟ ارے صاحب اب تو یہ سلسلہ نئے سرے سے قائم ہو گیا۔ ہندوستان کے تجربہ کار اور تعلیم یافتہ مخنثین اگر اپنا مرکز جرمنی کو تسلیم کر کے ارگنائزیشن اور تنظیم کی بنیاد استوار کریں تو "بل ہیجڑی" کے مریدیوں بے وال وارث نہ رہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ہماری حکومت کو اس تنظیم پر اعتراض نہ ہوگا کیا معنی کہ جرمنی نے اگر تخفیف اسلحہ کی کمیٹی میں ساتھ نہیں دیا تو نہ سہی اصلی اسلحہ یعنی اسباب مردانگی سے استعفا دینا شروع کر دیا یہی کافی ہے۔

آجکل عورتیں زبردستی مرد بن جاتی ہیں۔ مرد بمجبوری عورت بنے جاتے ہیں۔ کوئی ہفتہ ایسی خبروں سے خالی نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ فطری انتظام کا کوئی پُرزہ بگڑ گیا ہے پس جو لوگ بدنظمی کے خوگر نہیں وہ تو اپنے لیے کرتے نہ کوئی انتظام ضرور کریں گے۔ چنانچہ ہوا اور خوب ہوا۔ شکر ہے کہ ہری کی رگ قطع کرنے میں طبقہ رجال نے توسبقت کی۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا عورتیں بیکار ہوتی ہی نہیں؟ پھر ان بیکاروں کی بیکاری کا استیصال کیونکر ہوگا؟

قطع رگ حرام کاری کا رواج بہت بڑھا ہے۔ عرب کے شاہ دہظہریار "قزاشی" (خواجہ سرا) کی بہت قدر کرتے تھے۔ لڑائی بھڑائی میں یہ مرد رہتے اور عورتوں کے جھنڈ میں مرد نما زن۔ لہذا مردوں میں بھی ان کا دخل عورتوں میں بھی۔ دونوں کے امین شہیاں کا فیک نہ بی بی کو کھٹکا بنسل بڑھنے کا مرض نہیں لہذا اطول اول سے نجات بکس کے لیے یہ دھرتی؟ کون کھانے والا بیٹھا ہے۔

الف لیلہ میں طوا شوں کے قصے اور کارنامے دیکھنے کے قابل ہیں۔

ایک اموی خلیفہ نے ملک بھر کے گویّوں (مغنی) کو خواجہ بنوادیا تاکہ ان کی خوش آوازی کا عمل تسخیر محلات کے لیے بے فائدہ و بے نتیجہ ہو جائے۔ مگر یہ باتیں کبھی کبھی ہوتی تھیں۔ جرمن میں ایک باقاعدہ کارخانہ کھل گیا ہے۔ تو یہ جنس بازار میں نہایت ارزاں دستیاب ہو سکے گی۔ بر تخفیف اسلحہ کی جے۔

راقم

التجات

التماس

نہایت عاجزی کے ساتھ

متمول تصویر کا انتظام نہ ہو سکا۔ مگر انشاءاللہ آئندہ ہو جائے گا اور جبر نقصان کی بھی سعی ہو گی گھبرائیے نہیں۔ خلاف معمول اب کی اودھ پنچ کے پہلے نمبر کا سرورق زرّیں ہو گیا۔ حالانکہ سادگی عام شیوہ تھا۔ منیجر صاحب نے محمد ظہیر حسبہ رسلہ اللہ کی فرمائش پوری کر دی۔

"آخر سب رنگین ٹائیٹل لگاتے ہیں تو ہم کیوں نہ لگائیں" اگر زندگی ہے تو آئندہ یہ دورنگی نہ ہو گی۔ توسیع اشاعت میں سعی کی درخواست حسب معمول حاضر خدمت ہے۔ ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں آپ اپنی وضع کا اختیار ہے۔

"ایڈیٹر"

پوچھے۔ اُلٹی تسکین دینے لگے کہ بھائی صاحب صبر کیجیے دل پر جبر کیجیے۔ یہ راہ سب ہی کو درپیش ہے۔ کون رہا ہے کون رہ جائے گا۔ اسے میاں فریدوں کے آنکھوں کا سیلاب تھا۔ اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں کوئی کہتا ہے کہ رومال میں پیپرمنٹ کا سفوف چھڑک لیا تھا جس نے آنکھیں لال انگارا بنا دیں کوئی کہتا ہے کہ عطر کی روئی کان میں رکھ لی تھی بار بار کان کے کھونگھے میں اُنگلی داخل فرما کے آہو ے چشم کو خنجر انگشت سے ذبح فرماتے اور آنسوؤں کے عوض خون بہاتے تھے۔ خیر جو کچھ ہو مگر یہ واقعہ ہے کہ صاحب عزا نے تعزیت ادا کرنے والے کو تسکین دی۔ اب میاں فریدوں نے زبان تعزیت عنوان کھولی۔

"بیٹا (سسکی) تم مجھے نہیں جانتے (ہچکی) تمہارے والد مرحوم (سسکی) کو مجھ سے ایک خاص اُنسیت (انس) تھی مجھے بہت چاہتے تھے اور تھوڑی بہت رشتہ داری بھی تھی یہ سمجھ لو کہ والد کے حقیقی خالو کی ماموں زاد بہن کے نندوئی کی بھاوج کی خالہ زاد بہن کے بہنوئی کے سگے خالہ زاد بھائی کے ساڑھو اور تمہارے والد یہ ایک ہی جگہ رہتے تھے سے بھلا ایسی قرابت قریبہ ہو اور خون میں اُبال نہ آئے؟ (نعرہ آہ) رہے نام اللہ کا۔ واللہ ہم بدقسمت ہیں جو ایسے شفیق کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ جی چاہتا ہے ٹپ پہ سر دے ملکے اور بیٹا تم سے اُمید نہ تھی کہ یوں بھول جاؤ گے۔ خیر یہ بھی اپنا مقدر۔"

غریب رئیس الدولہ اس فکر میں کہ یہ آفت کہاں سے ٹپک پڑی۔ جان نہ پہچان بڑی خالہ سلام۔ مگر جب ایک شخص یوں اظہار غم کرے تو کون ایسا بے دید ہے جو ٹکڑا توڑ کے ہاتھ دھرے۔ بیچارے نے گردن جھکا کے غوں غاں کی۔ ادھر ہمارے میاں فریدوں نے گھر میں بھی "تسلیم" کہلا بھیجی اور وہاں سے جواب میں نقدالنقد دعا ملی۔

(باقی آئندہ)

راقم — م۔ ر۔ ح۔ جھنجھانوی

عید مبارک

سمن بغرض [illegible]
مقدمہ نمبر [illegible]
عدالت جناب [illegible]
[illegible]
دستخط حاکم

سمن بغرض [illegible]
مقدمہ نمبر [illegible] ۱۸۳۴
بعدالت جناب [illegible]
[illegible]

سمن بغرض [illegible]
(آئندہ [illegible])
نمبر مقدمہ [illegible]
بعدالت جناب [illegible]
[illegible]

[illegible] نام [illegible] ساکن [illegible]
[illegible]
۱۲ر جنوری ۱۹۳۴ء کو جاری کیا گیا۔

دستخط

یادگار

REGISTERD No. 783
LUCKNOW,
DHPUNCH
قیمت فی پرچہ
دو آنے
(۲/)
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
دس روپیہ
1934
سالانہ صہ
ششماہی سے
سہ ماہی عہ
M.B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW.

قواعد و ضوابط ادارہ ہذا

(۱) بفضل خدا یہ عزوجل ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں ہر ملک کی خبریں نہیں چھپتیں گزشتہ سے پیوستہ مضامین نہیں ہوتے۔ بلکہ صرف اپنی بضاعت پر ناظرین کی [illegible] خیالات سے بے نیاز ہے۔

(۳) قیمت کی ادائی پیشگی ہے۔ جو کچھ ہر تیور یہاں چھاپے لیے کر گو ہر نو خوت میں فرق ہے بلکہ افادات کی حقیقت سلسلے کی علامت بے حد و رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی سیاسی دینی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لی جاتی ہے۔

(۵) ہم پیشہ اگر دوسرے مدارس سے بعض و تصدیق ہیڈ ماسٹر پرنسپل سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع صادر کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جاسکے۔

(۷) جو مضامین اودھ پنچ کی اصلی کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔

نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

احمد حسین باروی منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) سے روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر روپیہ جمع کردینا چاہیے ورنہ پرچوں کی روانگی موقوف کردی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچوں سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۲ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی بچے ہوئے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

انشاء اللہ آپ کی آنکھوں میں روشنی بازووں میں قوت رکھے تو آپ کا کام ہے۔ حکم ہوا کہ تیسرے آدمیوں میں تو آب ہرات سے کنارہ کش ہو چکا ہوں۔

اشارے کی دیر تھی عاشق حاضر دربار۔ کچھ کھلانے پلانے کا اثر کچھ خلقی جودت۔ تھوڑے ہی دنوں میں یہ حال ہوا کہ بڑھا اس لڑکی کے ہاتھ میں گڈا ہو گیا۔ داڑھی استرے کی نذر۔ سارے لپٹے کا گھونگھٹا جس میں شالباف کا تبنہ۔ مسالے دار رنگین ٹوپی آب رواں کا گلابی رنگا ہوا کرتا۔ مین کر توتی کا انگرکھا۔ کافوری بالوں میں تیل۔ بے نوری آنکھوں میں گہرا گہرا کاجل بچا رہے کیا کرتے۔ عاشق کی خوشی یہی تھی وہ اسی وضع پر جان دیتی تھی وہ اپنا گڈا ہر وقت سنوارتی رہتی تھی غرض بگڑے اور بے طرح بگڑے۔

میں کہتی ہوں کہ بہن تمہارا بڑھا تعلیم یافتہ ملک کا رہنے والا ہے ایسے مصاحبوں سے اس کو پالا کاہے کو پڑا ہوگا مگر سلامتی سے ابھی تک ہرا ہی ہرا سوجھتا ہے۔ اتنی سی بات پر پھولوں نہیں سماتا کہ میں مانچسٹر کے سفر میں جہاں کہیں گیا لوگوں کے ٹھٹھ لگ گئے۔ تھالی پھینکو تو سر ہی سر جائے۔ جس کمرے میں پانچ آدمی بمشکل سما سکتے ہوں اس میں پانچ سو تلے اوپر پل پڑے۔ یہ میری کامیابی کی دلیل اور برطانیہ سے رضامندی کا ثبوت ہے۔ بھلا یہ بھی کچھ خوش ہونے کی بات ہے میلے ٹھیلوں میں لوگ سوانگ دیکھنے جاتے ہیں۔ کوئی مجرم پھانسی پاتا ہے تو اس کا تماشا دیکھنے لاکھوں آدمی پہنچتے ہیں۔ ٹیسو بھی کوئی دیکھنے کی چیز ہے؟ گنگا جی تو بھیڑیا دھسان ہے ایک کا منہ جدھر اٹھا سب اسی طرف مڑ لیں۔ مسٹر لائڈ جارج نے بھی بہتوں کو پٹی پڑھائی بہتوں کو دم جھانسا دیا ملک پر خواہ مخواہ کا بوجھ ڈالا۔ ٹیکسوں کی مار کی۔ جانیں گنوائیں۔ لڑوایا۔ ایسا نامی تماشے کا بڑھا جہاں کہیں جائے لوگ اسے دیکھنے دوڑ جائیں گے؟ یہ گمان کرنا کہ خلقت اس کے حسن پر مرتی ہے۔ جوق جوق چلی آتی خالی اپنا دل خوش کرنے کی بات ہے۔ ایک شاعر نے

شب کو سیاروں کی آواز سنی صاحب سے پوچھا کیا ہے؟ عرض کی "قداوندیہ جانور جاڑے کی تکلیف سے چلا رہے ہیں" حکم ہوا سات سو دو شالے دے جاؤ۔ دوسری رات پھر وہی شور وہی ہنگامہ۔ پوچھا اب کیا ہے؟ کہا "اب حضور کو دعا دیتے ہیں" کانوں کے کچے رئیس نے دونوں نہ ماننے والی باتیں قبول کر لیں۔ کیا تمہارے بڑھے پر بھی اسی رئیس کا پرچھاواں پڑ گیا۔ جو لوگوں کے چیخنے چلانے اور بنانے کو اپنی اصلی تعریف سمجھ لیا۔ ہاں سچ ہے بوڑھے منہ مہاسے لوگ چلے تماشے۔ بہن تمہارے بڑے میاں فرماتے ہیں کہ "ہم نے امن و امان کی گٹھری پر مہر لگا دی۔ ہر لڑائی بھڑائی کے پاس نہیں پھٹکتے۔ ہم ہمیشہ کے موسنا چمنا رزم چارہ ہیں۔ ہم نے وہ راستہ ڈھونڈھ نکالا جو صلح کی طرف جاتا تھا۔ اور ہم اس منزل پر پہونچ گئے یہ شاباش ہے بڑے میاں کسی سے بیر باندھنا دو میں سر پھٹول کروانا ترک دیوانات اصلح کار است بہی۔ وہ ترک جو آج جمہوری انتظام پر مرتے ہیں ایسے بے وقوف نہیں ہیں کہ اپنی غیر مذہب رعایا پر ظلم جوت کے (ہندوستانیوں کی طرح) اس کو ناراض کر دیں اور ہمیشہ خانہ جنگی لڑائی جھگڑے میں عمر کاٹیں۔ وہ سو ہوشیاروں کے ایک ہوشیار ہیں تم غلطی سے یہ سمجھے تھے کہ جس طرح سے اس ہڑبونگ میں چھین جھپٹ کے تم بھی کچھ لے جاؤ گے زبردستی جہاں سکھوں کے داغے جاتے تھے وہاں اپنا پاؤں بھی درمیں کر دیا۔ کمزوروں کی حمایت ہی منظور تھی تو جلیانوالے باغ کے نہتوں کی خبر لی ہوتی۔ اے آج کل کالی سکھوں پر آفت توڑی جاتی ہے کچھ انھیں کے آنسو پونچھے ہوتے۔ اپنے یہاں جو غل غپاڑا مچتا ہے تو "جھوٹ ہے جھوٹ ہے" کہہ کے جندرا لیتے ہو اور دوسرے نے اگر گھور کے بھی کسی کو دیکھ لیا تو لگے آسمان سر پر اٹھانے یہ فیلیاپن نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم کیا دنیا بھی کہتی ہے کہ برطانیہ بیگم کے سر پر ساری آفت بڑے میاں

کی لائی ہوئی ہے۔ اپنے منہ سے اختیار ہے جتنا چاہیں نیک پاک بنیں مگر ہندی کو ہرگز یقین نہیں چاہے انجیل کا جامہ بھی پہن کے آئیں۔ اور ہماری طرح سب بڑھا سمجھ کے ان کے ساتھ مذاق کرتے اور تالیاں بجا کے مسخرا بناتے ہیں۔ بہن پرائی ماں اپنے پیٹ میں نہیں سما سکتی مثل مشہور ہے "ماں سے بڑھ کے جو چاہے وہی پھاپا کٹنی" یہ نگوڑے یونانیوں کا یہ حال ہے کہ لڑائی سے بھاگتے اور دم چراتے ہیں مگر بڑے میاں نے ہمیشہ ان کو چمکارا بہلا پچکیا یار بنایا۔ چھچھوڑے کھلائے بچارا بھیرا "لینا ترکوں ہاں جانے نہ دینا۔ دے جکت" کہتے رہے یونانیوں کو اپنے ملک کے بڑھانے کا لالچ جتنا ہے اس سے دس حصے سوا تمہارے بڑھے کو ہے۔ تمہارے بڑے میاں کہتے ہیں کہ ہم نے دل کے دل فوجوں کے بھیجے ترکوں کو دھمکایا۔ چارلس ہیرنگٹن کی ہوشیاری۔ سر ہوریس۔ مولٹ کی معاملہ فہمی اور بڑے تیس مار خاں لارڈ کرزن کی چالوں نے آخر ترکوں کو مات دی ان کا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا اگر ہم اتنے جوڑے نہ پڑتے تو اس تنگنائے یورپ میں آبنائے باسفورس کے ذریعہ گھس کے ترک دھول اڑا اڑا دیتے۔ اب بتا دیجیے کہ ہم عقلمند ہیں یا نہیں۔ ہندی کہتی ہے کہ یہ تو وہی مثل ہوئی "میں نہیں مرد ہوں میرا بھائی تو مرد ہے" سچ پوچھو تو ہیرنگٹن بیچارے نے ترکوں کے غصے کی آگ کو بڑھنے نہ دیا ورنہ بڑے میاں نے تو اپنے سٹھیاپے پن سے بات بڑھانے میں کمی نہیں کی تھی جو پیام ان کی طرف سے ترکوں کو دیا گیا تھا اگر وہ روک نہ لیا جاتا تو اب تک خون کی ندیاں بہہ گئی ہوتیں۔ ریڈنگ صاحب کو میں نہیں جانتی ہاں لاٹ کرزن کو جانتی ہوں کیوں بہن یہ وہی لاٹ صاحب ہیں نا؟ جنھوں نے ہندوستان کے بنگالیوں کو "لڑو نہ مرو لڑو مرو" کا سبق دیا تھا اور پھر یہاں سے استعفا دے کے لوک دم بھاگے تھے۔ یہ وہی لاٹ صاحب ہیں نا بلکہ جب

لڑائی کے زمانے میں جبری بھرتی کا قانون جاری ہوا اور بن بیاہے یا رنڈوروں پر فوجی خدمت فرض کی گئی تو اسی زمانے میں انھوں نے اپنے دل سے کہا کہ کیا کرنا چاہیے .... دل نے کہا کہ "کرزن" اور جھٹ سے شادی رچائی لوگ کہتے ہیں کہ ان کو اپنی پہلی بی بی سے بڑی محبت تھی۔ یہ اُن کی ہوشیاری کی قائل بندی نہیں ہے جب ان کو اپنی مری ہوئی بی بی کا اتنا خیال نہ ہوا کہ دس پانچ برس صبر کرتے تو پھر ان پر ہم عورتوں کو اعتبار کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ بعضے اخبار والوں نے تو دبی زبان سے یہ بھی کہا تھا کہ "بمبئی جان بچی لاکھوں پائے" رن میں مُلک کی مدد کرنے سے "زن" کرنا ہزار درجہ بہتر ہے۔ ایسے ہاں "بزن" کا سامنا نہ ہوگا۔ بڑے میاں فرماتے ہیں کہ ہماری کارروائیوں پر چاروں طرف سے حملے ہوئے مگر اُس وقت ہم ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کے مرض میں گرفتار تھے اب خم ٹھونک کے کہتے ہیں کہ آؤ لے سنو اپنے اعتراضوں کا جواب۔ مجھے گونگا بے زبان نہ سمجھنا۔ میرے منھ میں بھی زبان ہے۔ ایسی ہا ہی کا جواب نعمت خان عالی نے تو یہ دیا تھا مُشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلّہ خود باید زد بندی عربی فارسی تو جانتی نہیں مگر بڑوں سے ایک پہلوان کی حکایت سنائے دیتی ہے۔ ایک..... پہلوان صاحب تھے۔ دیکھنے کے موٹے تازے خنگے ڈنڈ بیل مگر صورت حرام۔ بد چلن دوستوں کی دیکھا دیکھی رنڈی بازی کا شوق ہوا۔ بدچلنی کے اکھاڑے میں کودنے کا پہلا ہی اتفاق تھا اور سب باتیں تو خیر مگر صبح کو اُس نیکبخت سے کہنے لگے ارے بی سنتی ہو تم کو اپنی طاقت کا کچھ گھمنڈ ہو تو آؤ پنجہ لڑالو۔ تمھارے بڑھے پہلوان صاحب کو بھی اُس وقت کچھ نہ سوجھی جب اعتراض کرنے والوں نے ناک میں دم کر دیا تھا۔ اب وزارت کی ناؤ بُری نیت کی طرح ڈانواڈول ہونے لگی عہدے سے چل چلاؤ کی گھڑی قریب آئی تو ہر شخص سے کہتے ہیں کہ آؤ بڑے مرد ہو تو پنجہ لڑالو۔ اخبار نویسوں کو بدلگامی کا الزام دیتے ہیں اور خود اپنی خبر نہیں کہ اس زبان کے کارن حکومت کی ساری ساکھ خاک میں ملادی۔ اس ایک تقریر میں بڑے میاں نے وہ بس بوے کہ سارا زمانہ تریاق کی تلاش میں گھومتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ہی ایسا شہزور تھا جس نے ترکوں کے بڑھتے ہوئے جوش امنڈتے ہوئے بادل چڑھتے ہوئے دریا کو روکا غضب خدا کا اگر یہ خونخوار یاسفورس تا گم جہاز کے تھرس سے [illegible] پا مارتے تو کیسے بچی رہتی۔ ان کو سالونیکا تک [illegible] سے کون روکتا۔ اب ان سے کون کہے کہ سارے زمانے کا درد تمھارے دل میں کیوں گھس گیا وہ سب کچھ کرتے اور کچھ نہ کرتے تم کو پرائے فعلوں سے کیا مطلب تم کون؟ پٹے میں پاؤں دفتر میں نام۔ اخبار نویسوں کا اعتراض تو یہ ہے کہ خواہ مخواہ حکومت کا روپیہ تم نے برباد کیا۔ پہلے یہ کہہ کہہ کے کہ ترکوں میں جان نہیں بیمار ہیں لٹھیا ٹیک کے بھی کھڑے نہیں ہو سکتے اُن کو غیرت دلائی کبھا یا فریاد دشمنوں کو اُن کا مال چھیننے پر آمادہ کیا جب وہ جھلائے گرمائے شرمائے تو غلغلہ بلند کیا کہ ہائے ہائے مارتے ہیں ہائے ہائے کاٹتے ہیں ہائے ہائے ذبح کیے ڈالتے ہیں کمیشن لے جاؤ لوگوں کو بھیجو او کمیشن بیٹھے تحقیقات ہوئی رپٹ لکھی گئی مگر رپٹ چھپٹ کے رہ لی گئے دنیا میں پیش نہیں کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو دنیا اُلٹا یونانیوں و رمنیوں کو اُلہنا دے اور ترکوں کی ہمدرد ہو جائے۔ بات یوں ٹالی کہ بھئی اس رپورٹ کا شائع کرنا مصلحت کے خلاف ہے اگر ترک ظالم تھے تو ان کے ساتھ تمھیں کیوں ہمدردی پیدا ہوئی اُن کی برائیاں کے عیب کو اپنے دامن سے چھپانے والے تم کون؟ اور چھپانا ہی منظور تھا تو تحقیقات کیوں کروائی۔ اب یہ کہتے ہو کہ ۱۹۱۴ء سے ترکوں نے پندرہ لاکھ ارمنی مرد عورت بچے اور پانچ لاکھ یونانی دبے زبان میڈپی، صلح اندیش مصلحت کیش نوے کی ناک موم کا جرمنا حلیم بردبار پاک۔

مقدس بادوجہ قتل کر ڈالے اپنی قتل و غارت کے دھڑکے سے ہم نے ترکوں کو تھمی ہی پر ٹوکا۔ ان کو فاتحانہ حیثیت سے یورپ کے اندر قدم نہ رکھنے دیا تو گویا میرے ڈنڈ ملو ورنہ "مرد یمار ترک" کی لٹھیا ہوتی اور یورپ کی چندیا۔ ہوا! ذری بیچ کہنا یہ پاگل کی بڑ ہے کہ ایک پڑھے لکھے منطقی کی گفتگو۔ ترکوں کے ظلم کا ثبوت گاؤگھپ ہوا یہ ساری عمارت قائم۔ کشتوکوں سنو سامنے پر بڑے میاں آمادہ ہیں۔ یہ گھاتیں چلنے والی نہیں ہیں۔ جنرل ٹاؤنشنڈ سے پوچھو وہ تو سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں۔ اُن کی آنکھوں کے دیکھے واقعات پر تمھارے بڑھے کا علم غیب اثر نہیں کرسکتا۔ وہی مثل ہے آنکھوں دیکھا جھٹ بڑا مجھے کانوں سنے دے "طرفہ ماجرا یہ ہے کہ بڑے میاں اپنے گناہوں میں بچا سے سرچارلس ہیرنگٹن کو بھی گھسیٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر عین موقع پر ترکوں کو ہم نہ روکتے تو ستم ہو جاتا مگر یہ نہیں قبولتے کہ ہیرنگٹن صاحب نے انھیں کس حال سے آگاہ کیا تھا کیا حال لکھا تھا کس کے متعلق لکھا بڑے میاں کو چاہیے تھا کہ یہاں سب کا بھانڈا پھوڑا تھا وہاں یہ بھی راز کھول دیا ہوتا۔ ارے ہاں جب وار لگا یا تھا تو تسمہ کیوں لگا چھوڑا اناڑی سپاہی کی اوچھی تلوار کا زخم دشمن پر ہنستا ہے۔ خلاخولی زبانی جمع خرچ اور انگلیوں کے گنے ہوئے حساب پر کوئی مقدمہ چل نہیں سکتا۔ پچیس تیس لاکھ عیسائیوں کا خون ۱۹۱۴ء سے لے کے اب تک ترکوں نے بہایا یہ بہت بڑا دعوے ہے اگر تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ میں یہی لکھا تھا تو کیوں بہادروں کی طرح دنیا میں پیش نہ کر دیا۔ بھلا انصاف کرو کہ جنگ کا بازار گرم کرنے کے سامان ہا کے اتنا کہہ دینا کافی ہے یا نہیں کہ سر تلے خون میں ڈوبی ہوئی انگلیاں پاس قابل نہیں کہ یورپ میں نچائی جائیں۔ یہاں میں نے بھی نہ پڑھی ہے۔ وجہ سے عین دلیل نہیں ہوتا تمھاری خاطر سے کہہ دول

جلد ۱۹ — نمبر ۳

مضامین سچ

(مورخہ ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۳۴ء)

غزل

(از حضرت فرزانۂ شاعر بے مثل یگانہ احقر بہاری)

ہر طرف پیرس و لندن ہی کے نقل ہیں بہت — خنداں ایمان کے فرشی بزم میں شاں ہیں بہت

رکھتا آپ بھی حضرت شیطاں ہیں بہت — گرامی شکل اسی وضع کے انساں ہیں بہت

درد دل سوز جگر آہ سحر نالۂ شام — تو نہیں ہے تو شریک غم ہجراں ہیں بہت

ہے نہیں پرزنہ چشمی بتاں سے کچھ امید — سادہ نوجوان محبت ہیں وہ ناداں ہیں بہت

آسماں کی تو زمانے میں شکایت کم ہے — ہاں تجھ سے بھی تیرے جور سے نالاں ہیں بہت

میری تخریب کے خواہاں تو نہ ہوں وہ اک کاش — جو بظاہر مری اصلاح میں کوشاں ہیں بہت

ورنہ قسمت کہ جگر میں متعدد نہیں زخم — ورنہ اب شورش مرہم کے نمکداں ہیں بہت

عاشقوں کو ترا کوچہ جو نہیں ہے نہ سہی — الفتوں کے سیئے دنیا میں بیاباں ہیں بہت

رنج مٹنے کا تو ہے فکر ابھرنے کی نہیں — دست اصلاح ہیں کم زیادہ گریباں ہیں بہت

کچھ اسی عہد پہ موقوف نہیں لے تثلیث — تیرے ہر دور میں توحید پہ احساں ہیں بہت

تاب نظارۂ جاناں ہی کسے ہے احقر

اور ہو بھی تو وہاں اسکے نگہباں ہیں بہت

دلچسپ مناظرے کی آخری قسط

(۲)

جمال:- زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آپ اہانت کیسے ہم کہنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ہم تسلیم ہی کرلیں۔

صاحبزادے:- ان اخبارات میں آل انڈیا شاعر کانفرنس کے صدر کا خطبہ صدارت اور پریسیڈنٹ آف ریسیونگ کمیٹی کا ایڈریس چھپا ہے۔ ان دونوں خطبوں میں بالاختلاف اور بالاتفاق یہ طے کر دیا گیا ہے کہ اب کس قسم کی شاعری ہونی چاہیے اور کس قسم کی نہ ہونی چاہیے۔ آنریبل دی پریسیڈنٹ آف آل انڈیا شاعر کانفرنس ان ہز ایڈریس سے صدر کانفرنس اپنے خطبے میں فرماتے ہیں "نثر کی نسبت میرا خیال یہ ہے کہ حتی الامکان آسان، سادہ، عام فہم الفاظ استعمال کیے جائیں تاکہ ہماری زبان کی قوت بڑھے اور یہ فائدہ حاصل ہو جانے

ان کو سب سمجھیں۔ اس کے علاوہ نثر سے بھی اس خرابی کو دور کرنا چاہیے جو ہماری شاعری میں پائی جاتی ہے۔ یعنی بیجا مبالغہ اور (ذرا غور سے سنیے) ایسی چیزوں کا بیان جن کو لکھنے والے کی آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا۔"

اس قطعی فیصلے کے بعد کسی شاعر کو یہ حق نہیں رہتا کہ وہ کسی ایسی چیز کو بیان کرے جس کو اس نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ اسی طرح پریسیڈنٹ آف ریسیونگ کمیٹی اپنے ایڈریس میں فرماتے ہیں "میں تو کچھ یہ محسوس کر رہا ہوں کہ غزل گوئی کو صرف نجی صحبتوں تک محدود کر دینا چاہیے یا غزلیں متفرق رسالوں میں کبھی کبھی شائع ہو جایا کریں۔ جلسوں اور مشاعروں میں نظمیں پڑھنا چاہیے۔" آگے چل کر فرماتے ہیں۔ "اب صرف عاشقانہ جذبات کی ترجمانی تک شاعری کو محدود رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کے علاوہ جس وقت دی پریسیڈنٹ آف آل انڈیا شاعر کانفرنس آخری مختصر تقریر کرکے رخصت ہو رہے تھے صدر مجلس استقبالیہ نے اپنی مختصر تقریر میں یہ بھی کہا تھا کہ اب پرانی شاعری کو چھوڑ دینا چاہیے۔ لہٰذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ اب عاشقانہ مضامین نظم کیے جائیں یا پرانی شاعری کو قائم رکھا جائے۔ یہ ہے وہ زبردست اور قطعی فیصلہ جس کی بنا پر میں نے اس کلام کو متروک کہا جو آپ نے مجھے سنایا۔ اینڈ ہیٹ از دی فائنل کیٹ۔

جمال:- آپ اس کو فیصلہ ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ اول تو جو مسئلہ رزولیوشن کی حیثیت سے پیش نہ کیا جائے اور اس پر باضابطہ تائید کے بعد بحث اور تردید نہ کی جائے اس پر بلا اختلاف یا بالاتفاق منظور ہونے کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ آپ ان الفاظ کو یا ان عبارتوں کو صدر صاحبان کے خیالات یا مشوروں سے موسوم کر سکتے ہیں نہ کہ قطعی فیصلوں سے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ ہر دو صدر صاحبان اپنی اپنی جگہ پر بلاشک و شبہ ممتاز اور مخصوص شخصیتوں کے مالک ہیں خصوصاً کانفرنس کے محترم صدر جن کا شمار "انتخاب زرین" اور "نصاب اردو" کے مؤلف ہونے کی حیثیت سے اہل قلم میں بھی ہو سکتا ہے۔ ایک سربرآوردہ ہستی ہیں۔ لیکن میں ان دونوں مقتدر اور محترم ہستیوں کا احترام کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور رہوں گا کہ چونکہ یہ دونوں معزز حضرات شاعر نہیں ہیں اس لیے شاعری کے متعلق ان کا کوئی مشورہ یا فیصلہ شاعروں کے لیے قابل پابندی نہیں ہو سکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ یا آپ کے دوسرے بھائی جو انگریزی درسگاہوں کے تعلیمیافتہ ہیں صرف اس بنا پر ان خیالات کو ناقابل تردید سمجھ لیں کہ انگریزی تعلیم کا یہ فیض یا سلوک مخصوص دماغوں کے لیے عام ہے کہ وہ دنیا بھر کے علوم و فنون کو بغیر حاصل کیے ہوئے اپنی سندوں کا تابع سمجھ لیتے ہیں اور ان کو یقین ہوتا ہے کہ بی۔ اے یا ایم۔ اے کی سند ملتے ہی انھیں یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ شاعری اور نثر نگاری تو در کنار۔ حدیث۔ قرآن۔ فقہ تفسیر کوئی علم بھی ہو بغیر پڑھے ہوئے وہ اس پر عبور حاصل کر لیتے ہیں۔ چنانچہ وہ کسی معمر اور مستند عالم کی رائے کو بھی نہایت آزادی سے غلط کہہ سکتے ہیں اور یہاں تک دعوے کر سکتے ہیں کہ صحابۂ کرام اور ائمہ عظام

جاتا ہے۔ نہ باورچی رکھ سکتا ہے روٹی کھانے والوں سے یہ کہے کہ آپ لوگ بھی روٹی کھانا چھوڑ دیجیے اور میری طرح چاول کھایا کیجیے کیونکہ یہ آسان ہے اور اس کے لیے صرف ایک چولھا اور ایک ہانڈی کافی ہے۔ روٹی کے لیے اول گیہوں پسے جائیں پھر آٹا گوندھا جائے پھر توا ہو تو اس پر روٹی پکے۔ پھر اس کے لیے سالن اور سالن کے لوازمات ہوں اس پر آب و نمک ٹھیک ہونے کی شرط ایک مسلسل مصیبت ہے۔ لہٰذا اس وبال کو چھوڑ دیجیے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ روٹی سالن کھانے والے ان دلائل کی حجت پر اس شخص نے صرف اپنی مجبوری اور نااہلیت کی وجہ سے زور دیا ہے کیا وقعت کر سکتے ہیں۔ وہ تو اس کے معنی کیا ہیں کہ شاعری کے جو طریقے اور اصول تقریباً دو صدی کی مدت میں ماہرینِ فن اور اساتذہ کی لگاتار تلاش و محنت سے منضبط ہوئے ہیں ان کو اس بنا پر چھوڑ کر بے تکی شاعری کی جائے کہ شاعری سے نابلد اور اصولِ شاعری سے ناواقف حضرات کے لیے بھی شاعری آسان ہو جائے۔ جس کے صدقے میں سننے والوں کے سر سے بھی اچھے بُرے اور صحیح غلط میں تمیز کرنے کی ذمہ داری اٹھ جائے۔

اینجانب۔ واللہ کیا کہی ہے۔ ان لوگوں کے استدلال کی بعینہٖ یہی حالت ہے۔ چنانچہ صدر صاحب مجلس استقبالیہ اپنے خطبے میں لکھتے ہیں "آئیے ہم آپ مل کر یہ طے کریں کہ ہماری آیندہ شاعری میں الفاظ اور فقروں کے بجائے واقعات اور حالات مدِ نظر رہیں گے اور ردیف و قافیہ سے زیادہ خیالات اور جذبات کی پابندی ملحوظ رکھی جائے گی یعنی واقعات اور حالات نظم کرنے میں الفاظ کی درستی اور فقروں کی چستی کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت نہیں تا صرف مفہوم ادا ہو جائے۔ اب آپ ہی سوچیے کہ جو مفہوم اچھے اور برمحل لفظوں یا پُراثر اور دل کش فقروں میں ادا نہ کیا جائے گا اس کا سننے والوں پر اثر کیا پڑے گا۔ کیا آپ کے نزدیک جو چیز ستار سے میں بجائی جائے گی اس کا وہی اثر ہوگا جو ہارمونیم پر بجانے سے ہو سکتا ہے

کمال۔ مذکورۂ بالا آزادیوں سے فائدہ اٹھا کر جو شعر لکھا جائے گا اس کی صورت اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے ؎

چھوڑ دو اے شاعراں اب تذکرہ بلبل و گل
تاجرانہ اقتصادانہ لکھو محض اب نظوم

اس شعر کو دیکھ کر یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ اس کا مفہوم بہت اچھا ہے لیکن آپ اس کو شعر کہیں گے یا لولی لنگڑی نثر مزید برکے غلط سلط دو فقرے؟

اینجانب۔ اور یہ کیا معلوم کہ آسان پسندی یہیں ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد جو لوگ قدرتاً ناموزوں طبع واقع ہیں وہ کہیں گے کہ موزونیت کا جھگڑا بھی کیوں باقی رہے مطلب کی بات کہی جائے۔ موزوں ناموزوں سے کیا واسطہ۔ اظہارِ خیال کی آزادی کے راستے میں سے یہ روڑا بھی ہٹائیے اور ایک کانفرنس کر کے اس کا بھی فیصلہ کر دیجیے۔

(باقی آیندہ)

راقم

کھلے رستم از بدایون

تحائفِ سالِ نو

(۱) **حیات**۔ ایک ماہانہ ادبی رسالہ امروہے سے جناب سید محمد جعفر صاحب نے سید سجاد حسین جوہر کے مرحوم صاحبزادے "نوشاہ" کی یادگار میں نکالا ہے۔ ۴۴ صفحات کا حجم ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی تو آجکل عموماً اچھی ہوتی ہے یعنی بقول بوانصیبن کے "پنی گوبا سنوارنی سب کو آتی ہے" مضامین کے اعتبار سے بھی دلچسپ اور غنیمت ہے۔

رسالے کے نام کا املا صحیح نہیں۔ لفظ عربی ہے عربی میں اسے "حیوٰۃ" لکھنے کا دستور تھا اب مصریوں نے "حیاۃ" کر دیا کشیدہ "ت" بہرحال نہ قدیم زمانے میں لکھی گئی نہ فی الحال لکھی جاتی ہے۔

خیر یہ بھی کہیں یہی تو بلا ہی سہی۔ بڑے بڑے "حیاۃ" کو کالی نون" (حیۃ) کی جمع کے طور پر تحریر کرتے ہیں۔ سالِ تازہ کا یہ تحفہ بھی اچھا ہے۔

(۲) **خشافت نامہ**۔ (۱۳۔ دسمبر ۱۹۳۳ء) علی گڈھ کا یہ تحفہ پرانا ہو چکا ہے گزشتہ سال میں "خشافیت" کا تاج اس پرچے نے صوبے کی حکومت کے نامور وزیر مسٹر نواب محمد یوسف کے سر پر رکھا ہے بایں اعتبار یہ تحفہ ضرور جدید ہے اور کیا عجب ہے کہ ہمارے دوست اعزازی صاحب مؤلف خشافت نامہ کو اس مضمون کی بدولت "ڈائمنڈ جوبلی" پہننا پڑے۔ لیکن اگر یہ ہو یعنی وزیر صاحب نے لوکل سیلف گورنمنٹ نے اپنی ذات کے دامن عفاف پر روسیاہی کا داغ نہ چھوڑا۔ جو خشافت نامہ کے قلم کی سیاہی نے پیدا کیے ہیں تو پبلک کی طرف سے ہمارے نواب صاحب کو دلکش تحفوں کی ڈالی بہ تہنیت سالِ تازہ قبول فرمانی پڑے گی۔ دامن کی سیاہی دور کرنے کے لیے دو ہی صابون ہیں۔ (۱) یہ کہ نواب صاحب دفاعی مضمون اپنے قلم سے لکھیں اور الزام کا معقول و مسکت جواب عنایت فرمائیں۔ (۲) یہ کہ سیدھے کچہری چلے جائیں اور دفعہ ۵۰۰ کی سونڈن میں رخصت چرک آلود کو ڈال دیں۔ سونڈن کے بعد سفیدی پر جو دھبے کے جا بجا مناسبت قیاس ضرور صاف ہو جائے گا۔

اعتراض نہایت گندے اور بدبودار ہیں۔ ہمارے نازک دماغ ناظرین کو زبردستی ناک پر بینی پال رکھنا پڑے گا اس لیے ہم ان کی نوعیت پرچہ مذکور سے نقل نہیں کر سکتے۔ تحفہ کی اہمیت سمجھنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ نواب صاحب کے اسفل جسم پر اس مضمون میں ہر وہ اعتراض عائد کیا گیا ہے جو شرع و قانون و اخلاق میں معیوب ہے۔ یہ تو ہوا اسفل۔ رہا اعلیٰ حصۂ جسم جس میں دماغ اور دل کے سے آئینہ داخل ہیں تو وہ بھی نہایت مکدر ظاہر کیا گیا ہے مثلاً غصب حقوقِ مستحقین۔ اسراف و تبذیر۔ حکام کی خوشامد کا شکر از ذوی الحقوق کے تلکات کی بوٹی پر پالنا۔ علاقے کے اسامیوں پر جبر۔ حکومت کی حمایت میں جائز مطالبات رعیت کی پائمالی۔ بی بی سے ساتھ سوء معاشرت۔ قرضے کی ریل پیل۔

غرض کہ ظاہر و باطن تیرہ و تار دکھایا گیا ہے۔
ہم ایسے تحفے سے باز آئے۔

آخری اعتراض یہ ہے کہ جب کوئی مشکل در پیش ہوتی یا کوئی امر ناگہانی اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو وزیر صاحب بزرگوں کے مزاروں اور ولیوں کے در باروں میں اپنی نذر و نیاز حاضری دیتے ہیں تاکہ یہ روحانی برکات اس کو ٹال دیں اور اس پر دگینڈے کا اثر انشاءاللہ پیدا ہو جائے۔ مگر یہ بھی کوئی اعتراض میں اعتراض ہے؟ بھائی نذیر ہاشمی صاحب (کاتب مضمون خشتان نامہ) برائی ہو یا بھلائی مبارک ہے وہ جو ہر ایک حال میں خدا کو یاد کرتا رہے ؎

ظفر آدمی اسکو نہ جانیئے گا وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا

جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

وزیر صاحب موصوف کی برائی بھلائی ہمیں معلوم نہیں آپ جانیئے مگر آپ ہی کے بیان سے اس قدر پتا چل گیا کہ خدا و خاصان خدا کی جانب اُن کا دل راغب ہے دعا مانگنے کے وقت دنیا اللہ کی عادل ذات کو ایک بھولا بالا رئیس خیال کرنے لگتی ہے یہ ایک مستمر دستور ہے۔ اسے حُسن ظن کہتے ہیں اور یہ رہتی دنیا تک برقرار و قائم رہے گا۔ کیا آپ نے ناٹک جی کو اپنی لوجی کے حق میں یہ دعا مانگتے نہیں سنا؟ "الٰہی بھاری بھاری تماشبین آئیں" (یعنی جتنے رئیس ہیں سب بدکاری اختیار کریں) "فلاں نواب صاحب اپنی بی بی کو چھوڑ کے ہمارے چلیں پھر یہاں (یعنی حقوق ناس کی طرف سے غافل ہو کے جہنم خریدیں)۔

پانسا گرتا ہے جواری کے داؤں کا اور تعریف ہوتی ہے خدا کی" "ابے واہ بسم اللہ یہ شہدا (شہدا) تیرے گربان (قربان) جائے کیا تین کانے گرائے ہیں کہ باہ (واہ)" یہ عقیدہ عام ہے کہ خدا نے ہر جزوی امر اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا ہے چاہے وہ حسن ہو یا قبیح۔ الحاصل خدا کرے کہ ان فواحش میں جو آنریبل نواب صاحب کی "ادب نواز" مبارک ذات پر عائد کیے جاتے ہیں اصلیت اور حقیقت کا شائبہ نہ ہو۔

(۳۷) **تحفہ سخت و متحرک** - کسی اندھے نے پوچھا کھیر کیسی ہوتی ہے - جواب ملا کہ سفید - پھر پوچھا "سفیدی کیسی ہوتی ہے" تو سنا کہ جیسے بگلے کا پر! -- بات میں بات نکلی کہ بگلا کیسا ہوتا ہے - معلوم ہوا کہ یوں یعنی مجیب نے اپنی کہنی بلند کر کے پنجہ چونچ کی طرح ٹیڑھا کیا - اندھے نے ہاتھ سے ٹٹول کے بگلے کا تصور باندھا اور بولا "ہائے یہ تو ٹیڑھی کھیر ہے -"

سال تازہ کا آسمانی تحفہ زلزلے کی صورت میں نمایاں ہوا - کائنات کے رموز سے ناواقف اندھوں نے عقل کے گھوڑے لگائے عقل خود ہی کمبخت خدائی امور میں اندھی ہے اس ٹٹولنے میں اٹکل پچو ہی کہ "ٹیڑھی کھیر ہے"

یہ اندھے مذہب کی زبان سے بھی جاہل ہیں - مثلاً کسی سائل نے کسی ولی اللہ سے پوچھا ہو گا کہ اس وقت سیارۂ زمین کہاں ہے اس نے جواب دیا ہو گا کہ قرن الثور پر (یعنی فلکی برج ثور کے سینگ پر) یا راس الحوت پر (یعنی برج حوت کے سر پر) سوال و جواب دونوں کا مطلب اندھوں کے سمجھنے کا نہیں حالانکہ بات سچی ہے۔ اندھوں کے تخیل نے گھڑنتے گھڑیوں لگائے کہ زمین کے نیچے ایک گائے ہے اور گائے کے سینگ پر یہ گول گول گیند جسے دنیا کہتے ہیں ٹکا ہوا ہے۔ ادھر اس نے مچھر اڑانے کے لیے کان پھٹپھٹائے سینگ ہلایا ادھر زلزلہ آیا۔ پھر یہ زمین کو گیند دھرکا بنانے والی گائے بھی ایک مچھلی پر جس کا نام "بہموت" ہے چاروں ہاتھ پاؤں جمائے جگالی کر رہی ہے (یاروں نے نام بھی گڑھ لیا) یا کسی ولی اللہ نے کبھی پیشگوئی کے طور پر کہہ دیا ہو گا کہ جب زمین قرن الثور یا راس الحوت پر پہونچے گی تو زلزلہ آئے گا - ٹیڑھی کھیر کھانے والے نہ لسان حکمت سے واقف نہ لسان شرع سے اُن کی شاعری کے لیے اس پلاٹ پر افسانہ بنا لینا دشوار ہی کیا ہے - وہ کائنات پر معشوق کی جنبش ابرو کو متصرف کامل سمجھتے ہیں سمجھ کا یہ حال ہے - حالانکہ اگر غور سے دیکھیں تو جو کچھ باطن و ظاہر ارض پر ہوتا رہتا ہے وہ ایسا معمولی حال ہے جس سے انسانی جسم کو اکثر سابقہ پڑتا ہے - کرۂ ارض بھی انسانی معدہ ... کبھی احتراقی ہوتا ہے

کبھی ڈکاریں آتی ہیں کبھی ہچکی آتی ہے کبھی اُبکائی کبھی خفقان کبھی ایسے ماقدے بگ ٹٹ گھوڑے کی طرح بیرون رو یہ و قصد سرپٹ دوڑتے ہیں جن سے ریشہ اور لرزے کا حدوث ہوتا ہے - اگر ہیجان شتعل ہو اتو لے میر الہائی -

"ظلم زد بفلک شعلۂ آتش پُ"

اور غیر مشتعل ہوا تو کھٹی ڈکار یا نفخ سمجھیے۔ اے خداوند یہ بھی کوئی چھوٹی سی مصیبت نہیں۔ اب دیکھیے نو دس سات منٹ کے شور مزاج معدی نے کیا حال کر دیا۔ مظفر پور شکست پور شد۔ دربھنگا بھاگا۔ نیپال پائمال و بنگال شکستہ حال۔ صوبہ اودھ نے بھی معتوب کی ہمسائگی کا خمیازہ خوب بھگتا - حالانکہ یہ میاں زلزلے خاں کے راگ کی ادنی سی مُرکی تھی مگر اللہ ری مُرکی جو کہیں پوری تان لیتے تو چھتیں رہتیں نہ چھتوں کے نیچے رہنے والے۔ مُرکی کی کمک زیر زمین سنی گئی۔ اس طبقۂ زمین کے واسطے یہ نئی بات تھی۔ یہاں بارہا زلزلے خاں آئے مگر کبھی ایسا راگ ساتھ نہیں لائے تھے۔ ایک تو بڑی دھوم گجر سے آیا ری بنا۔ ہزاروں مکان

فارم نمبر ۶

مدعا علیہ یا ملزم کے نام سمن

مثل کا نمبر سلسلہ وار ۵

بلاس سرپنچ پنچایت سب سکھ پور چوپر پاپرگنہ مانند تحصیل کادی پور ضلع سلطان پور ڈاک خانہ دیرہ

بورام لکھن سنگھ ولد بھپال سنگھ ساکن وارد حال ڈیرہ مدعی

بنام

ننگو اہیر ولد رام دت اہیر ساکن وارد حال شہر نانڈلرپوسٹ لیمکی مقام و حال گوہرام مدعا علیہ

دعویٰ بابت دلاپانے مبلغ ... روپیہ اصل مع سود بابت پرونوٹ دائر ہونے کی تاریخ ۹ جون ۱۹۳۳ء

چونکہ یہ نالش سب سکھ پور کی پنچایت کے سامنے دتاریخ ۴- فروری ۱۹۳۴ء بوقت ۹ بجے دن بروز اتوار کو مقام چوپر پا میں پیش کیا جائے گا اس لیے تم ننگو اہیر ولد رام دت اہیر ساکن وارد حال شہر نانڈلر پوسٹ لیمکی مقام و حال گوہرام کو اس تحریر کی رو سے حکم دیا جاتا ہے کہ مع اپنے گواہوں کے نالش کی جوابدہی کے لیے حاضر ہو۔

تاریخ ۲۰- دسمبر ۱۹۳۳ء

صدر نشین پنچ کے دستخط انگوٹھے

پنڈت رام ہرکھ مصر۔ سرپنچ پنچایت سب سکھ پور چوپر پا ڈاک خانہ ڈیرہ تحصیل کادی پور ضلع سلطان پور

بعدالت صاحب ...
ضلع ...
بمقدمہ اجرائی ڈگری ...
جائی کلو لد ...
اطلاع ...
نیام یعقوب ...
و مساة صابرہ ...
مساة صاحب ...
موضع ...
چونکہ منصفی ...
تم یعقوب ...
پیش کر کے ...
تاریخ ...
اُن عدالت ...
کہ منظور ...
کو حاضر ...
لیے ...
آج تاریخ ۱۲ ...
اور مہر عدالت ...
دستخط

محمد علی تاجر عطر
۱۸۳۹ء
جاری شدہ
قنوج - دہلی حیدرآباد دکن
منصوری
تار کا پتہ "حنا" لکھنؤ
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ
مستورات
ہمیشہ عمدہ عطر
پسند کرتی ہیں
آپ تحفہ میں پیش کرکے باہمی روابط دو بالا کر سکتے ہیں
آپ کی فرمائش ہمارا کارخانہ جلد تعمیل کریگا۔ بس فہرست
منگا کر انتخاب کرنے کی دیر ہے۔
مال عمدہ اور دام مین کفایت
آپ کو ہر آئیٹم اس کارخانہ سے مال
منگانا ہوگی۔
ایجنسی کے قواعد و ضوابط تین آنہ کے ٹکٹ وصول ہونے پر
بھیجدئے جائینگے۔ بہ منفعت روزگار کے متلاشی
حضرات توجہ فرمائیں۔ اور اس کارخانہ کی ایجنسی لیکر فوائد حاصل کریں

گوشمالی

جدید ہنگامی قانون :- میاؤں - میاؤں :-

پولیس :- کیوں بے - اس بلی سے نہیں ڈرتا ! پیر

طفل انقلاب :- ہم ڈریں یا نہ ڈریں مگر بلی کی دُم سے بے گناہوں کو بھی خطرہ ہے

کچے انار کی طرح کُس کے رہ گئے میاں اچی رکوع اب کیا ہے سجدہ برسات میں کریں گے۔

اور تو سب خیریت ہے لیکن غضب یہ ہوا کہ ہمارے منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی جاڑے تیار کر رہے تھے کمبخت زلزلے نے ۱ بال بھی گنگنا دیا ساری کیتلی زمین کو پلادی۔

اودھ پنچ کا مطبع جس مکان میں ہے وہ شاہی وقت کا تجربہ کار زلزلہ آزما پہلوان ہے مگر اب کی اس کے بھی جوارح ذری ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔ ہاں صاحب تحفہ تو یہی۔ بالفعل یہی غنیمت ہے کہ گھٹو اکھل گیا پھیپھڑا نہیں۔ مگر بوڑھے دانت کا اعتبار کیا۔

(۴) خاص بنگال کے لیے تحفہ جانگزا۔

زلزلہ تو گیا ایسی تیسی میں مگر ایک اچھا نائب اس کی طرف سے قانون کے بھیس میں آنے والا ہے یعنی انارکزم کی تپ لرزہ کے دفع کرنے کی غرض سے یہ قانون پیش ہوگا کہ جس کے قبضے سے اسلحہ یا اسلحہ تیار کرنے کا سامان برآمد ہوگا اور یہ بھی ثابت ہوجائے گا کہ اس یکجائی سامان میں نیت بخیر نہ تھی تو پھر ایسے شخص سے حرکت قلبی کی قدرت پھانسی کے ذریعے سلب کرلی جائے گی۔ جو اخباری کاغذ نظر بندوں کی حمایت میں قلم کے دو پونٹ لکھ لیں گے اُن کے منھ پر ضمانت در ضمانت کی ضبلی کا چھپر یا لگایا جائے گا۔

زلزلے کی ہوتی ہیں دو قسمیں ایک جس میں مادہ مشتعل برآمد ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو کبھی زمین ہلانے پر قناعت کرتا ہے کبھی جنبش کے ساتھ ہی شگاف پیدا کرتا اور غیر مشتعل مواد خارج کرتا ہے۔ معلوم نہیں یہ قانون زلزلے کی کس قسم میں داخل ہے یعنے والکینک ہے یا گھٹونکا۔ بالفاظ دیگر طبیعت انسانی میں اس قانون سے کس قسم کا زلزلہ پیدا ہوگا؟

ہمارے نزدیک حکومت وقت کے لیے ہر بند کرنے میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ آگہی کی راہ سے کہتے ہیں۔

(۵) جامع اللغات جلد اول نمبر ۱۵

مطلا مذہب مجلد خوبصورت ہمارے دفتر میں موصول ہوئی ہے۔ فی الحقیقت عالی ہمت مؤلف نے زبان اُردو کے ساتھ انتہائی ہمدردی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ جس کی داد ملک کو دینا چاہیے۔ قیمت عـ۵ـہ فی جلد۔ جامع اللغات کمپنی لاہور سے طلب کیجیے۔

(باقی آئندہ)

مراد ــــــــــــــــ ت ــــــــــــــــ ـو

التحریرات

جامع اللغات و نور اللغات

(نمبر ۳)

جناب حاجی زمزم صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"اجلاف (ع۔ بالفتح) مذکر۔ اشراف کی ضد۔ رذیل۔ کمینے۔ اس کا واحد جلف اُردو میں مستعمل نہیں ہے۔"

حالانکہ عربی خلف کے معنے جھلے مزاج اور احمق ہونے کے ہیں۔ غرابت (جو معنی ہیں اہل ہند بولتے ہیں) اُس کی ضد اجلاف اُردو ہے۔ عربی نہیں۔ اگر یہ کہیے کہ "جلف" مذموم ہے کمینگی بھی مذموم ہے لہذا دونوں لفظوں میں علاقہ ہے تو اسے لغت سے کوئی سروکار نہیں۔ ہمارا فرض تو یہ ہے کہ پہلے اصلی معنی لکھیں بعد ازاں دوسری زبان میں جو معنے اس کے مقرر کرلیے گئے ہیں وہ لکھیں۔

حاجی صاحب فرماتے ہیں "اجناس (ع۔ جنس کی جمع) چیزیں۔ اشیاء۔ قسمیں۔ انواع۔"

انھیں چند الفاظ پر معاملہ ختم ہوگیا۔ حالانکہ یہ لفظ زیادہ تفصیل کا محتاج ہے۔ جب جنس مقابلے میں نقد کے ہو تو اُس کے معنے کچھ اور ہوں گے یعنے غلہ اور اناج وغیرہ اور اس کی جمع بھی اُردو میں برابر مروج ہے۔ جنس عام ہے نوع سے لکھنا یہ چاہیے تھا کہ اجناس جمع جنس۔ ہر چیز کی قسموں کو جنس کہہ سکتے ہیں۔ انسان ہو یا حیوان ذی روح ہو یا غیر ذی روح۔ جنس ایک اسم ہے جو مختلف انواع کے مجموعے پر دلالت کرتا ہے۔ منطق میں اس کی تعریف یہ ہے یعنی جو محمول ہو بہت سی مختلف بالحقیقۃ اشیاء پر "جواب ماہو" میں الخ۔ مگر ہمارے دوست حاجی صاحب کو اس سے کیا مطلب کہ طالب علم کی تشفی ہوئی یا نہیں۔ اور یہ منطقی اصطلاح اُردو میں مروج ہے یا نہیں۔ گویا اہل علم کی صحبت میں ہمارے حاجی صاحب کبھی شریک نہیں ہوئے۔

(بوجہ عدم گنجایش و رفع ناغہ باقی آئندہ)

مراد ــــــــــــــــ ت ــــــــــــــــ ـم

ادبار اللغات

میاں فریدوں

(نمبر ۳)

آن کا ناٹک حسرت بردشتی کے نقارت پر ختم ہوگیا۔ میاں فریدوں گووان گا مشتمنی کی فکر میں کرتے دوسرے دن ملنے کا وعدہ کرکے رخصت ہوئے۔ رئیس الدولہ کے قدیم نوکر اس تردد میں کہ آخر یہ کون ہیں۔ رئیس الدولہ نے داروغہ شیخ براتی سے پوچھا "کیوں داروغہ جی ان کو تم نے کبھی اور بھی دیکھا تھا؟"۔

داروغہ جی ایک دیہاتی اکل کھرے جگ سے پُرے کھرل آدمی۔ کہنے لگے "سیارے میاں حضور ہے۔ کھوب للو تپو کرت ہے۔ اس پہیل (دفیل) لا و اکہ سارا گھر موڑ پر اٹھائے لیس۔ سرکار کی جندگی (زندگی) ماں ہم کبھوں ایکا ناہیں دیکھا"۔

مگر دنیا بظاہر پرست ہمارے میاں فریدوں کا امیرانہ ٹھاٹھ ایسا نہ تھا کہ بے دھڑک اُن کے منھ پر کوئی کچھ کہہ بیٹھے۔ اے حضرت ایک خوش باش خوش پوشاک بظاہر بے فکرا ہمدردی کی ماماتا کا مارا از خود ملنے آیا ہے۔ نیت کا حال خدا ہی جانے۔ مگر اُسے لالچ ہی کیا ہے؟ کچھ نہیں۔ اسی خیال سے کسی نے کھوج نہیں لگایا۔

دوسرے روز مقامی روزنامہ "افترا" کا ایک پرچہ اور ایک عدد تار آدمی نے رئیس الدولہ بہادر کی خدمت میں

پیش کیا۔ روزنامے کی لوکل خبروں میں ایک خبر کے گرد سرخ پنسل سے کسی نے گھیرا بنا دیا تھا جس کا مضمون یہ تھا ـــ "جلسہ تعزیت۔ ہمارے شہر کی نامی و نامور انجمن فریدونی کا ایک جلسہ بتاریخ ...... بمقام صنم خانہ بتقریب تعزیت نواب بیکار الدولہ بہادر مرحوم آٹھ بجے شب کو زیر صدارت عالی جناب گردوں رکاب ہلال رکاب مسٹر فریدوں جاہ بہادر بصد اہتمام منعقد ہوا حاضرین کی تعداد پچیس ہزار سے کچھ کم تھی صدارت کی تحریک و تجویز شہر کے مشہور وکیل مسٹر فرہی لال اور تائید عالی جناب حکیم قارورۃ الملک اور تائید مزید جناب علامۂ پیاز اڈیٹر رسالۂ بگاڑ و ظہیر ہیم نے فرمائی۔ اور حسب ذیل رزولیوشن جناب صدر کی طرف سے پیش ہوا جسے حاضرین جلسہ نے کھڑے ہوکر باتفاق آرا پاس کیا۔

"انجمن فریدونی کا یہ مقدس جلسہ عالی جناب بیکار الدولہ بہادر کی فضول و قبل از وقت موت پر اظہار غم و الم کرتا اور اُن کے محترم و زندہ دل جوان صالح فرزند نواب رئیس الدولہ بہادر سے اس جانگزا سانحے میں دلی ہمدردی رکھتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ نواب بیکار الدولہ بہادر کی ہڈیاں بہشت میں ہیں اور اس کے خلف صالح کو خدا صبر جمیل عنایت فرمائے۔ اور تجویز ہوا کہ اس رزولیوشن کی نقل بذریعہ تار جناب رئیس الدولہ بہادر کی خدمت میں روانہ کی جائے۔"

بعد ازاں شہر کے مشہور جادو بیان شاعر جناب فضیحت نے ایک بیش بہا تعزیتی نظم حاضرین جلسہ کو سنائی جس میں مرحوم کے اوصاف حمیدہ ایسے نفیس انداز سے بیان کیے گئے کہ تمام حضار کی آنکھ ملاح کی لنگوٹی اور رومال خانے کا فلٹر ہوگئی خصوصاً جناب صدر جلسہ نے تو بو فور غم کئی مرتبہ گریبان کی سرحد دامن کی آخری سنجاف سے ملادی۔ جامۂ صبر و شکیب کی دھجیاں اڑ گئیں۔ صدر ممدوح بار بار سینۂ غم گنجینہ طبل پر ہاتھ مارکے یہ نغمۂ ملال انگیز گاتے تھے۔

"ہائے عزیز رئیس الدولہ یہ تم یتیم نہیں ہوئے۔ فریدوں کمبخت یتیم ہوگیا۔" اگر جناب صدر کے پرائیوٹ سکریٹری عالی جناب کشیخ بد بو سنبھال نہ لیتے تو سر اقدس کسی گیند کی طرح میز کے کنارے سے ٹکرا کے فرش کو فرزند بنا دیتا۔ شکر ہے کہ اب عملی ساحی رو بہ اصلاح ہے۔ بعد اختتام نظم تمام حاضرین کی جانب سے ضیافت کی گئی اور تقریباً دس ہزار فقرا کو بتقریب ایصال ثواب طعام و لباس تقسیم کیا گیا ـــ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ صدر محترم کو نواب مرحوم نہایت عزیز رکھتے تھے۔ یہاں تک سنا گیا ہے کہ مرحوم کے جد اعلیٰ نواب مجیز الدولہ نے جو وقت عام بنظر رفاہ خلق کیا تھا اس کی تولیت صدر محترم جلسہ کے نام منتقل کرنے والے تھے۔ خط و کتابت ہو رہی تھی کہ یہ سانحۂ عظمیٰ و داہیۂ کبریٰ رونما ہوا۔ انا للہ۔

ہمیں امید ہے کہ نواب رئیس الدولہ بہادر جو کہ بوجہ حداثت عمر ناتجربہ کار ہیں ہمارے محترم کرم فرما نواب فریدوں جاہ کے قیمتی اور مجرب مشوروں سے وقتاً فوقتاً فائدہ اٹھانے کی سعی کریں گے۔

آخر میں روزنامۂ افتراہی نواب رئیس الدولہ بہادر کی خدمت میں بصمیم قلب اظہار تعزیت کرتا ہے۔ الٰہی خانہ آباد ـــ دولت زیادہ۔ (باقی آئندہ) راقم م۔ ح سیتاپوری

سمن بغرض قرار داد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۳۰ ۔ ۱۹۳۳ء

عدالت جناب سید اختر حسن صاحب بہادر مقام لکھنؤ منصف صاحب بہادر جنوبی لکھنؤ

پنڈت جمنا پرشاد ولد شنکر پرشاد ساکن موضع کسورہ ڈاکخانہ سہرابل پور تحصیل بلگرام ضلع ہردوئی مدعی

بنام

لالتا پرشاد وغیرہ مدعا علیہم

لالتا پرشاد عرف للو ولد کشور اقوام برہمن ساکنان موضع جنداس پور تحصیل حسن گنج ضلع [illegible] مدعا علیہم

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت دو سو روپیہ کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ انیس ماہ فروری سنہ ۱۹۳۴ء وقت ۱۰ بجے بر اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کرایا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعویٰ مدعی مذکور کا کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ کل دستاویزات کو جن پر تم بتائید جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔ آج بتاریخ ۱۰ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

حکم دیا جاتا ہے کہ بیانات تحریری بتاریخ دس ماہ فروری سنہ ۱۹۳۴ء تک گزرانو۔

دستخط حاکم بحروف انگریزی

مہر عدالت

المختصرات

زلزلہ اور عید کی آمیزش سے نظر فاکویہ کہنے کا موقع دیا کہ ابکی زمین نے بھی سویاں بٹ کے عید منائی۔ زلزلہ تھا ڈھیلی چلی تھی۔

تصویر کا سامان ہو تو گیا ہے جب تک بہتر انتظام نہ ہو اسی پر قناعت کرنی ہوگی۔

تبصرہ نور اللغات وغیرہ آئندہ بعد بمقدار میں شائع ہوگا کیا عجب ہے کہ ہفتہ آئندہ سے الف لیلہ کے دلچسپ فسانے کا ترجمہ بھی جو ابھی تک اردو میں موجود نہیں سلسلہ وار شروع کردیا جائے بشرطیکہ تحائف سال نو جگہ خالی چھوڑیں۔

سنتے ہیں کہ ہماری پڑوسی خود مختار ریاست نیپال کا دار السلطنت زلزلے کی بدولت "کھٹمانڈو" سے "کھلنڈل" ہوگیا یعنی ایک جنس کی کئی عمارتیں مقام واحد میں جمع ہوئیں تو ایسا شدید ادغام ہوا کہ حرف مشدد کا ایک دوسرے سے جدا ہونا محال ہے۔

۱۹ جنوری کا پرچہ بوجہ تعطیل عید شائع نہیں ہوا۔

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (عام طور پر)

بعدالت منصفی دوم بلند شہر مقام بلند شہر ضلع بلند شہر

مقدمہ متفرقہ نمبر ۱ بی ۳ بابت سنہ ۱۹۲۹ء

متفرقہ نمبر ۱۹۷ متعلقہ بابت سنہ ۱۹۳۳ء

لالہ منشی لال ولد بابو رام پسران لالہ شنبھو ناتھ قوم ویش اگروال ساکنان قصبہ سکندر آباد ڈگری داران

بنام

ہمراہ لال مہتی بھگوان داس قوم برہمن ہیرہ اسوال ساکن سکندر آباد حال ہمراہ جین بورڈنگ ہاؤس ریاست اودے پور معرفت پولیٹکل ایجنٹ

چونکہ ڈگری داران نے درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے کہ ڈگری ایک رڈ بموجب قاعدہ بمقابلہ ذات و دیگر جائداد مرتب کیا دے لہٰذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ اصالتاً معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بتاریخ ۱۰ فروری ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے قبل دوپہر عدالت میں حاضر ہوکر درخواست کے خلاف وجہ دیں۔ اگر ایسا نہ کریں گے تو درخواست مذکور آپ کی غیر حاضری میں یک طرفہ سماعت ہوگی۔

آج بتاریخ ۱۳ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بحروف انگریزی

مہر

اشتہار سرسری

(دفعہ ۴ ایکٹ نمبر ۵)

[illegible]

دستخط | مہر

سمن بغرض [illegible]

[illegible]

دستخط | مہر

آٹھواں حصہ شائع ہو کر جلد اول مکمل ہے
اب بارھواں اور تیرھواں حصہ اکٹھا شائع ہو رہا ہے!!!
قیمت فی حصہ ۸؎
قیمت فی جلد عہ علاوہ محصول ڈاک
جامع اللغات اردو
و السنہ متعلقہ
مرتبہ:- خواجہ عبدالمجید بی اے
جلد اول میں تقریباً ۸ ہزار الفاظ بیس ہزار محاورات چار ہزار ضرب الامثال و اقوال ۴ ہزار سوانح حیات ۲ ہزار جغرافیائی حالات ہیں
واحد لغت جسمیں اردو کے علاوہ فارسی عربی سنسکرت اور ہندی الفاظ کے معانی بھی مل سکتے ہیں
المشتہر:- خواجہ محمد محمود اختر بی۔ اے مینیجر جامع اللغات کمپنی۔ ہل روڈ۔ لاہور

یادگار

اودھ پنچ

رجسٹر نمبر اے ۸۳

قواعد و ضوابط ادارہ ہذا

(۱) بفضل خدا رسالہ ہذا ہر مہینے کی ۴۔۱۰۔۱۹ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں ملکی خبریں نہیں ہوتیں بلکہ سیاسی، ادبی، تنقیدی مضامین ہوتے۔ یہ صرف اپنی بضاعت پر توقع الذ ... سے بے نیاز ہے۔

(۳) قیمت کی پائی پائی منضبط ہے۔ جس کی پر تیوریاں چڑھانے کیلئے کہ گوہر و خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی حیثیت سے اس کی صحابت بے عدد رعایت کیجئے یعنی صحیح تاریخی واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی، سیاسی، ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) ہم پایہ شاگردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر ... سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائےگی۔

(۶) پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جاسکے۔

(۷) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ لازمی ہے۔

احمد حسین بارودی منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) ۔ صہ روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲) ۔ رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید صہ جمع کردینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کردی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچوں سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۔ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی بچے ہوئے پرچے واپس نہ لیے جائینگے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

کہ مزاج گرامی بھی بہت اعلیٰ ہے کوئی قسم ہے سمجھ میں آیا
یہ چاہتے تھے کہ دواؤں کی ابجت کو اچھا اس بیان سے
ذری گرما دیں مگر لوگ فقرے پر نہیں چڑے مزاج گرامی
سے ایشیا کے رئیس اعظم کے طوق زادے
خوش ہوتے ہیں۔ ایک تعلیم یافتہ ملک پر اس کا اثر
نہیں ہو سکتا تھا رہے بڑے میاں کو لارڈ گلیڈسٹون
سے امید تھی کہ وہ بھڑک اٹھیں گے مگر وہ بھی سیلے
پٹاخے کی طرح پھنک کے رہ گئے سمجھ میں نہیں آتا
یہ سچ ہے کہ ان کے والد ترکوں کے جانی دشمن تھے
اور ایک سپوت ہونے کی حیثیت سے انھیں اپنے باپ
کے چال چلن پر قائم رہنا چاہیے تھا مگر وقت ہے اور نہ
موقع ہے انھیں غصہ نہیں آیا تو بڑے میاں نے
ان پر بھی کڑے تیور ڈال دیے۔ اُن کی نسبت آپ
فرماتے ہیں کہ بڑے افسوس کا مقام ہے گلیڈسٹون
کے خاندان کا ایک شخص ہیں اس لیے بُرا بھلا کہے
کہ ہم قلیل آبادی کو ترکوں کے پنجہ سے بچانے کی
کوشش کر رہے تھے۔ ہاں صاحب سچ ہے
گلیڈسٹون کو بیشک ترکوں کے ستم سے آنکھ چرانی
نہیں چاہیے تھی۔ بیٹے کو باپ کی چال چلنی لازم
تھی۔ آپ کے خیال سے وہ ناخلف ہی سہی۔ جانے
دیجیے معاف کیجیے قصور ہوا۔ آپ سلامت رہیے
گلیڈسٹون کی سنت پر چلنے والے اگر لارڈ گلیڈسٹون سے
ان کا نام نہیں چلا تو خیر آپ تو موجود ہیں۔
لو اتم نے دیکھا؟ میں مانتی ہوں کہ ترک دشمن ہیں اور
دشمن کی تعریفیں کرنا بڑے عالی ظرفوں کا کام ہے
انھیں بُرا بھلا کہہ کے بڑے میاں نے اپنے دل کی
بھڑاس نکال لی تو زمانے کی رسم ادا کی مگر غضب
دیکھو کہ گلیڈسٹون کی لپیٹ میں پوری لبرل پارٹی
بڑے میاں کی بدزبانی کا شکار ہوئی۔ بڑے میاں
کہتے ہیں کہ پرانی لبرل انا کے دودھ کی یہ تاثیر تھی
کہ بندۂ درگاہ ترکوں کو یورپ میں داخل ہو کر عیسائیوں
پر مظالم توڑنے سے باز رکھ سکے اور مجھے فخر ہے
کہ یہ پالیسی کامیاب ہوئی ہر اتنا تو یہ سودائیوں کی
سی باتیں ہیں یا نہیں۔ ترکوں نے سمرنا تک فتح
کر لیا مگر بڑے میاں یہی کہے جاتے ہیں کہ ہماری کامیابی
ہماری کامیابی ایسی ہی ہوتی ہے تو اسٹریا کو بھی
کامیابی ہوئی جرمنی کو بھی کامیابی ہوئی اور کسی کو ناکامی
نہیں ہوئی۔ بڑے میاں کے دماغ میں "میں" سمائی
ہے وہ یہ ابھری ہے کہ خواہ مخواہ تنے جاتے ہیں
ترکوں سے صلح کی گفتگو چھڑی ہوئی ہے اور آپ
فرماتے ہیں کہ ایسے بہتیرے ہیں جو عیسائیت کی شان
اسی میں سمجھتے ہیں کہ ترکوں کے ہاتھوں سے اپنے تئیں
قتل کراویں اور انگلی نہ اٹھائیں۔ میں اس طرح کا
عیسائی نہیں ہوں جب تک میرے قبضہ میں ایک
تلوار ہے اور خدا نے مجھے اس کے استعمال کی طاقت
دی ہے اس وقت تک میں اسے استعمال کروں گا۔
بُوا معلوم ہوتا ہے کہ تم کو بڑے میاں کے اسٹیج پر
تشریف لے جانے کی اطلاع نہیں تھی ورنہ تم
بلا سے ایک لکڑی ہی کی تلوار ان کے ہاتھ میں
دیدیتیں اسے ہاں بغیر بھاؤ کے ناچ کا کیا لطف
کون ان سے پوچھ سکتا ہے کہ تم میدان جنگ میں
ہو یا مانچسٹر کی چھوٹی سی عمارت میں کبھی تلوار چلائی
بھی ہے یا سارا فیصلہ زبانی ہے۔
بڑے میاں سے

رہا لوہا سب نہیں اور رہا برچھی بلا سے
تیغ آگو پت رہے اور تیغ چھوٹ جائے

تلوار کا نام لینے سے فائدہ نہیں۔ بندوق مشین گن
بہتر میل مار والی توپ زہریلی گیس کے گولے بم
تیزاب کا نام لیتے تو جانے تھا۔ زبان کے آگے
خندق تو ہی ہم نے جب سے ہوش سنبھالا عیسائیت
کی یہی تعریف سنتے رہے کہ ایک گال پر دشمن طمانچہ
مارے تو دوسرا گال بھی پیش کر دو۔ بڑے میاں
کو انجیل کی یہ آیت بھی یاد نہیں اور تم کہتی ہو کہ وہ
بڑے مومن بڑے پکے نمازی ہو گئے ہیں۔ اسکے
علاوہ جب کسی مذہب کا نام لیا جاتا ہے تو مذہب
کے مقابلے میں لیا جاتا ہے۔ بڑے میاں اپنے
مذہب کا نام لیتے ہیں اور ترک کی قوم کا لیتے عیسائیت
ترکوں سے لڑ رہی ہے مسلمانوں سے نہیں لڑتی۔
شاید عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام کا نام اس وجہ
سے نہیں لیتے کہ یہ روک ٹوک مذہبی نہ سمجھ لی جائے
اور پہلے سے پکار پکار کے کہہ رہے ہیں کہ یہ جنگ (جو لڑی
گئی ہے) ہرگز مذہبی نہیں ہے بلکہ نری ٹھری ملکی لڑائی
ہے کہیں لوگ اس دعوے کو غلط نہ سمجھنے لگیں۔ اب
تم کہو کہ یہ بات چیت کا انداز چیتے کے ٹھکانے ہونے
کی دلیل ہے۔ بڑے میاں کہتے ہیں کہ ترک یلغار کرتے
چلے آتے تھے جیسے ہی جنرل ہیرنگٹن نے دھمکی دی کہ
ذرا سنبھلے ہوئے۔ بس فوراً ترکوں نے کھیسے نکال
دیے اور اس کارروائی کا اثر بہت اچھا ہوا۔ ہاں
صاحب! کیا اچھا ہوا؟ ذری ہم بھی تو سنیں۔ تھریس
کا تخلیہ رُک گیا؟ یا ترکوں کا منشا پورا نہ ہوا؟۔ اب یورپ
کا کوئی جزو ترکوں کے قبضہ میں نہیں ہے؟ ظاہر اور
صاف بات تو یہ ہے کہ ترکوں کو بے لڑے بھڑے
وہی چیز حاصل ہو گئی جو ان کے دل میں تھی رہا آئندہ
کا معاملہ تو آگے کی ہامی کون بھر سکتا ہے ؎

بیک لحظہ بیک ساعت بیک دم
دگرگوں می شود احوال عالم

میں نے سنا ہے کہ جب جنرل ہیرنگٹن صلح کانفرنس
سے باہر نکلے تو انھوں نے کہا تھا اگر ترکوں کو اشتعال
نہ دلایا گیا تو صلح ہو جائے گی"۔ ان کے اس کلمہ سے
لوگ یہی مطلب نکالتے ہیں کہ بھڑکانے اور تپھا
دلانے سے لڑائی بھڑائی ہوئی اب اس بُری عادت
کو چھوڑ دو تو صلح میں کچھ کلام نہیں۔ خود بڑے میاں
کہتے ہیں کہ ترک بہادر قوم ہے دبنے والی اسامی نہیں۔
یہ سچ ہے ترک بہادر ہیں سر ہتھیلی پر لیے پھرتے ہیں
آج تک کوئی جنگ ترکوں کا سر نیچا نہیں کر سکی یورپ کے
حکیم ان کی طبیعت کو خوب پہچانتے ہیں۔ بوا۔ تم
کہو گی کہ پھر شکست کیونکر ہوئی۔ ہائے ہائے کس
زبان سے کہوں۔ یورپ کے ڈاکٹر طبا کے طبیعت دار
ہیں انھوں نے ترکوں کے لیے ایک زہر ایجاد کیا۔
وہ کیا؟۔ بوا۔ کانفرنس بازی! کانفرنس بازی! کانفرنس
بازی!!! یہ نگوڑی ایسی زہریلی دوا ہے کہ جب کبھی
اس کی شیشی کھولی گئی بس میاں ترک ترک لیے لیٹ
گئے۔ ترکوں کے زوال کی تاریخ اٹھا کے دیکھو تو تمہیں
معلوم ہو جائے کہ ہمیشہ یورپ کے مقابلے میں اسی
کانفرنس مردار کے طفیل ترکوں کا بنا بنایا کھیل بگڑا ہے

بڑے میاں بھی آخر بارانِ دیدہ ہیں مگر اس کو کیا کریں کہ ہم مزاور بد سلیقہ ہیں اُنھوں نے بھی کانفرنس بازی کی لیکن عقل کو غصّہ کے گھر بھیج دیا اور خود کانفرنس کا اہتمام کرنے لگے۔ ایک تھے حکیم ان کے پاس ایک اونٹ والا آیا حکیم صاحب نے دیکھا کہ اونٹ کی بھلی سی گردن حلقوم کے پاس سوج گئی ہے شتربان سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ تربوز کی فالیز میں حضرت چرتے تھے اسی وقت سے گردن کی لنبان چوڑی ہو گئی ہے حکیم صاحب سمجھ گئے کہ حضرت نے چوکے کے مارے سوچا تربوز نگل لیا ہے گردن ٹٹولی اور اپنی تشخیص پر مطمئن ہو کے فرمایا ذرا اس کی گردن کو مضبوط تھامے رہنا میں علاج کرتا ہوں اور اٹھا کے موگری دو ضربیں لگا دیں۔ تربوز ٹوٹا حضرت نے گردن جنبش کی تربوز سٹ سے پیٹ میں چلا گیا۔ قضا نے کار شاگرد صاحب دور سے یہ کارروائی دیکھ رہے تھے موگری اٹھائی اور سیدھے گھر پہنچے ان کی کھلائی کی گردن میں گھینگا تھا ان سے فرمائش کی کہ لیٹ جاؤ کھلائی بیچاری اگلے زمانے کی سیدھی سادھی بڑھیا لیٹ ہی تو گئی شاگرد صاحب نے پینترے بدل کے جو موگری ماری تو ہائے کر کے بڑھیا جنت سدھاری۔ وہی ہائی بڑے میاں کی بھی ہے۔ آنجہانی سر گلیڈ اسٹون سے ترکوں کی دشمنی کا سبق سیکھا۔ ہوس کے اونٹ کی گردن میں گھینگا تھا یہ سمجھے تربوز ہے۔ اُستاد گلیڈ اسٹون آنجہانی کی موگری د کانفرنس بازی) لے کے چوٹ کر ہی تو بیٹھے جنیوا کانفرنس پیرس کانفرنس یہ کانفرنس وہ کانفرنس ان سب موگریوں کی ضرب نے ہوس کے اونٹ کی گردن صحیح وسالم نہ رہنے دی پھر بھی میں شاباشی دیتی ہوں کہ واہ بڑے میاں ہر ضرب پر اپنی تعریف ہی کرتے رہے۔ ترک بہت دور ہیں میاں کی سرکاری تحقیقاتی کمیٹیوں کا حال تو ہم نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ سلامتی سے بڑے میاں کے عہد میں جتنی کمیٹیاں یا کانفرنسیں ہوئیں ناکام ہی رہیں۔ افغانستان کا حال بھی دیکھا آئرلینڈ کی چال بھی دیکھ رہے ہیں مصر کے نیل کی موج بھی سامنے ہے۔ عراق کا دھارا بھی ہے۔ بڑے میاں کے پھوہڑ پنے نے ہر جگہ برطانیہ بیگم کی آبرو ریزی کا سامان جمع کر دیا۔ گلیڈ اسٹون آنجہانی کے وقت میں حکومت کی تنگی نہیں ہوتی تھی۔ حکومت کی عزت میں بٹہ نہیں لگا تھا حکومت کی شخصیت میں بنا نہیں آیا تھا۔ ایمان گورنمنٹ۔ بیجا گورنمنٹ۔ مکار گورنمنٹ شیطان گورنمنٹ یہ سب خطاب بڑے میاں کے زمانے میں حکومت کو ملے۔ کون سی گت اٹھا رہی ہے۔ مزدور ناراض۔ تاجر عاجز۔ پیشہ ور تنگ۔ دعا یا درد مند۔ غرض وہ کون سا دل ہے جس سے آہ کا دھواں نہیں اُٹھتا۔ بُوا میں سچ کہتی ہوں کہ اگر میرا مردوا ایسا ڈسپیٹ ہوتا تو کھنا ایتھر ڈالتی اور زبردستی گردن پر سوار ہو کے استیفا (استعفا) دلواتی۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ بڑے میاں کی یہ تقریر اپنے وزارت کے زمانے کی آخری تقریر ہے اس تقریر میں جلے پھپھولے یوں ڈسے گئے ہیں جیسے کوئی جان سے جا رہا ہو اور یہ خیال کرے کہ اب تو جاتے ہی ہو پھر جو کچھ دل میں ہے کہہ ڈالو اگلا نہ سکو جس نے تمھاری برائیاں کیں ہیں تم بھی اُس کے سر ہو رہو۔ میرا ارادہ تھا کہ ساری گفتگو کی دھجیاں اڑاتی مگر جتنا لکھا ہے غیرت دار کے لیے یہی کافی ہے۔ بہرحال وہ حکومت بھی کیا بدنصیب ہو گی جس کا وزیر تمھارے بڑے میاں کا سا کوئی شخص ہو۔ اس پھوکھلی بے مغز تقریر کو میں ہمیشہ یادگار کے طور پر سامنے رکھوں گی۔ اس لیے میرے نزدیک اب کوئی وقت ایسا نہیں آئے گا کہ بڑے میاں کا سا مزاج رکھنے والا کوئی عہدہ پھر مقرر ہو۔

بُوا میں نے جو نقش اپنے اس خط میں وہ لوگوں کے خیالات کی دھندلی سی تصویر ہے۔ میں بیچاری پردے میں بیٹھنے والی جو کچھ سنتی ہوں اُسی سے نتیجہ نکال سکتی ہوں اگر تمھاری طرح پردے کی قید سے آزاد ہوتی تو شاید زیادہ وضاحت سے اپنا مطلب ادا کرتی۔ امید ہے کہ تم میری طبیعت کی صفائی پر بُرا گمان نہ کرو گی اچھا بُوا اسلام۔ لے کہا سنا معاف کرنا

مرا۔

تمھاری ہی خواہ منشی کرتا

خنثیٰ مشکل کی میراث

اور

اینگلو انڈین ایسوسی ایشن

جس کسی میں مرد اور عورت دونوں کی مخصوص علامت ہوتی ہے اُسے زبانِ شرع اسلام میں خنثیٰ مشکل کہتے ہیں۔ خنثیٰ کی نسبت نہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ مرد ہے نہ عورت ہونے کا حکم لگا سکتے ہیں۔ بعض عالم اُسے مرد فرض کر کے دوہرا حصہ میراث میں مقرر کرتے ہیں بعض عورت سمجھتے ہیں اور اکہرا حصہ دلاتے ہیں اور بعض نے حصے کو بھی خنثیٰ کر دیا ہے یعنی آدھا حصہ مرد کا اور آدھا عورت کا۔ اگر کسی کی اولاد میں ایک خنثیٰ اور دوسرا لڑکا ہو تو ترکے کے بارہ حصے مساوی کریں گے اور بارہ میں سے پانچ خنثیٰ کو دیں گے اور سات حصے لڑکے کو۔ خنثیٰ کی ایک قسم وہ بھی ہے جس میں فرزہ و خزانہ دونوں غائب ہوتے ہیں یعنے نہ تذکیر کی علامت ہوتی ہے نہ تانیث کی۔ اس مخمصہ سے نجات پانے کا بہترین ذریعہ قرعہ ہے۔ تو بارہ کیا ہے یہاں قدرت نے دل لگی بازی کی ہے بات گول مول ذومعنیین مُبہم گُمم کی سی ہے اور سُننے والا حیران ہے جب اس مخلوق نے کسی گھر میں جنم لیا ہے تو بیچارہ اپنا حصہ پانے کا مستحق ضرور ہے قرعہ اور فال کے بغیر اور کوئی تدبیر اس حق کے تقرر کی ہو ہی نہیں سکتی۔

مدار کھے "مادرِ ہند" کو اُنھوں نے ابھی کو بچ نہیں کیا ہے مگر ان کی اولاد ابھی سے اپنے اپنے حق کی طلبگار ہے۔ مگر ان کی اولاد کی طولانی فہرست میں جہاں لڑکوں اور لڑکیوں کے نام ہیں وہاں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو کبھی بہو بیاہ لانے والا لڑکا بن جاتا ہے اور کبھی بیاہا گھر آباد کرنے والی لڑکی۔ تذکیر اور تانیث دونوں معنوی ہیں لفظی نہیں بھونچ اور عمل کی بات ہے۔ جیسا دیس ویسا بھیس چت بھی اُن کی پٹ بھی اُن کی۔ کوئی نیٹو کالا آدمی سامنے آجاتا ہے تو رنگ ولایتی میں قیاس کی جھنک پیدا ہو جاتی ہے

جلد ۱۹ نمبر ۳۲

مضامین

(مورخہ ۵- فروری ۱۹۳۴ء)

رباعیات

پہلی خواہش

خواہش ہے کہ میں میرا بھی محبوب ہو جائے — گرگٹ بھاگا جو کوئی مجھ سے کہہ جائے
ہر رحمت میں اس کے آجائے جوش — غیر اس سے کہ جو کچھ کہ ہو سراسر بہہ جائے

سال نو

ہم ہندیوں کے لیے مبارک ہو یہ سال — اور دشمن ہند پر چڑھے ہو کے وبال
دشمن کے کلیجے میں چبھے اس کی سنان — اور دوستوں کے لیے ہو گینڈے کی ڈھال

سال نو ہم سبھوں کو فرحت بخشے — کچھ کرنے کی عاقلانہ جرأت بخشے
اک دھوم مچے ہمارے کرداروں کی — اعضائے ضعیف کو وہ ہمت بخشے

ہم سب میں اٹھے قوم کی ہمدردی کی لہر — سیلاب وہ آئے دوڑ کے پہونچے تا شہر
ہم بھی دنیا میں فارغ البال رہیں — پھر بہنے لگے دودھ کی اور شہد کی نہر

نور ایمان ہر اک میں پیدا ہو جائے — نیکی پہ ہر ایک شخص شیدا ہو جائے
ہم راست روی میں سد اسکندر ہوں — ہر فرد بشر پہ یہ ہویدا ہو جائے

ہم پیش رو جہاں لگیں کہلانے — سب ہی اہل زباں لگیں کہلانے
ہاون توڑے کی یاوری کی آسیں — اس خاک پہ آسماں لگیں کہلانے

ہم کو گھورے نہ کوئی دکھلا کے آنکھ — ہم پہ ہرگز نہ کوئی بل کھائے آنکھ
ہم سے ہر اک نگاہ نیچی رکھے — گر کوئی جو دکھائے پھوٹ وہ جائے آنکھ

اس سال اگر ہو تو ہو ایسی تعلیم — ہر ایک ہو ہر ایک کا ہر وقت سہیم
بنٹے ادنے نہ ملک میں کہلائیں — اب قوم ہند کی ہو ایسی تقسیم

ہندو سب ایک خدا کے کہلانے لگیں — مندر مسجد میں مل کے سب جانے لگیں
ہو ہند میں ایک قوم ہندی ایسی — سب امن فساد خوف ہی کھانے لگیں

ہندی ہونے پہ فخر ہم سب کو ہو — مذہب میں اختلاف رکھتے ہوں گو
شک و ریب اعتماد ہم میں آجائے — جو ایک کہے پسند آئے سب کو

راقم

ہندی ندیم

غزل

(از حضرت فرزانہ شاعر بے بدل یگانہ احمق پھپھوندوی)

انساں کو خوب ہی صلۂ ارتقا ملا — بس ایک ہی چھلانگ میں بندر سے جا ملا
وہ مجھ سے آملا کبھی غیر ہی سے جا ملا — کیا پالیسی ہے یہ نہ کسی کو پتا ملا
کابل سے تا بکہ پھرے ہم خدا گواہ — تجھ سا مگر نہ اے خر عیسیٰ گدھا ملا
میرے خیال کو ترے دل میں جگہ ملی — الو کو دیکھیے تو کہاں گھونسلا ملا
دشمن تھے اہل زر انہیں مسند عطا ہوئی — مفلس بتا ہیں تو مجھ کو وہاں بوریا ملا
میں اس طرف چلا کہ جوش کو کھا کر بچا کے ناز — ان کو ادھر خوشی کہ یہ اچھا گدھا ملا
ہم نے وہاں خطاب تو پائے بڑے بڑے — نقدی کے نام سے نہ مگر اک ٹکا ملا
اللہ رے صنم کدۂ ارتقائے مغرب — جو بت ملا وہ زعم خودی میں خدا ملا
اک سبزہ خط کے عشق میں ہے تلخ زندگی — بس چارہ گر دوا میں مری سنکھیا ملا

اہل خرد ہیں جز رسی محض ان کو کیا خبر
احمق سے پوچھیے کہ حماقت میں کیا ملا

غزل

(از جناب ٹسن)

شرک پیدا ہمارے میں کہیں جاتا تو کیا ہوتا — تری آنکھوں کا پیچھا ہم پہ چل جاتا تو کیا ہوتا
شب فرقت تمہاری یاد نے وہ میٹھا ادا پایا — اگر گھٹ کر ہمارا دم نکل جاتا تو کیا ہوتا
خدا نے نخیر کی جو دیکھ کر تم کو رہا سیدھا — دل پر شوق گر میرا مچل جاتا تو کیا ہوتا
نوا نظم کا ہر حالت میں اپنا کام ہی کرتا — اگل دیتا تو کیا ہوتا نگل جاتا تو کیا ہوتا
مکان دل ہر اک پولیس کا چھپر چھپر نا تھا — تری برق تبسم سے جو جل جاتا تو کیا ہوتا
زمیں کوئے جاناں میں بڑی اسرار کی پھسلن تھی — ذرا بھی پاؤں گر میرا پھسل جاتا تو کیا ہوتا
مریض عشق کا جینا نہ جینا ایک ہی سمجھو — لڑھک جاتا تو کیا ہوتا سنبھل جاتا تو کیا ہوتا
تعلق بعد بربادی بھی رہتا ہے پرستی سے — مری مٹی کا اک پیمانہ ڈھل جاتا تو کیا ہوتا
حفاظت سے رکھا تم نے طفل اشک کو میرے — یتیم ماں باپ کا تھا پل جاتا تو کیا ہوتا

زبردستی نہ لانا تھا حسن اس کو جھیلنگے پر
شہرید شہوۂ و شہرت تھا چل جاتا تو کیا ہوتا

دلچسپ مناظرے کی آخری قسط

(۳)

جمال - یہی آپ سچ کہتے ہیں - مگر ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور بات قابل غور ہے۔ معزز و محترم صدر کانفرنس اپنے خطبہ صدارت میں فرماتے ہیں "اُردو کے ساتھ مجھے جو محبت ہے اس کی ایک اور وجہ بھی ہے۔ مجھے ہر اُس چیز کے ساتھ محبت ہوتی ہے جو کہ فی الواقع ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی متحدہ اور مشترکہ کوشش کا نتیجہ ہوتی ہے" آگے چل کر فرماتے ہیں "یہ دیکھ کر مجھے نہایت خوشی ہوتی ہے کہ آپ کی انجمن کے اراکین ان دونوں قوموں کے افراد ہیں" علی ہذا مجلس استقبالیہ کے معزز و مقتدر صدر اپنے خطبے میں فرماتے ہیں "مسلمانوں کے ہندوستان اور ہندوستانیوں سے ہم آہنگ ہونے کا بہترین اور پائندہ ترین مظہر یا منظا ہرہ اُردو ہے"

ان ارشادات کے علاوہ اردو شاعری کی اس رواداری اور یگانگت کو بھی ملحوظ رکھیے کہ ایک مسلمان شاعر زنار۔ برہمن - بت - بتکدہ - مندر - شوالہ - قشقہ وغیرہ الفاظ کو اپنے اشعار میں اس طرح استعمال کرتا ہے کہ گویا ان میں سے کوئی چیز بھی اس کے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح ایک ہندو شاعر قبر - لحد - تربت - مزار شہید گنج شہیداں - گور غریباں - کعبہ - اذان - مؤذن وغیرہ الفاظ جن کا اُس کے مذہب یا معاشرت سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا بے روک ٹوک اپنی شاعری میں استعمال کر کے جس رواداری کا ثبوت دیتا ہے اُس کی مثال شاعری کے سوا کسی دوسری چیز میں نہیں مل سکتی - آپ نے دیکھا ہوگا کہ مسلمان شعرا نے رام چندر جی - کرشن جی وغیرہ ہندو پیشواؤں کے حالات پر تعظیم کو ملحوظ رکھ کر نظمیں لکھی ہیں - ڈاکٹر اُس پارسی متخلص بہ شعلہ نے ایک چو بولے میں واقعات کربلا کو اس طرح نظم کیا ہے کہ اس پر مسلمان کی شاعری کا گمان ہوتا ہے - پہلا مصرع اُس چو بولے کا یہ ہے -

شباش علی جب ان کو گئے پانی کا قصہ بہانہ تھا

علی محسن کاکوروی مرحوم نے پہلے نعتیہ قصیدے میں متھرا - کاشی - گنگا جل وغیرہ الفاظ کو کس آزادی سے استعمال کیا ہے - نانک صاحب لکھنوی مسلمانوں کی مجلس عزا میں مرثیے اور سلام کس آزادی سے پڑھتے ہیں اور نعت و منقبت کی محفلوں میں قصائد سناتے ہیں۔

ان حالات کا مقابلہ اب اس صورت سے کیجیے کہ جب آپ کی کانفرنس کے مشورے کے مطابق ایک مسلمان اورنگ زیب کے حالات نظم کرے گا اور ایک ہندو سیواجی کے کارنامے لکھے گا - ایک مسلمان فتوحات اسلام - محمود غزنوی کے حملے اور دیگر مسلمان بادشاہوں کی

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۵ سن ۲

بعدالت جناب مولوی عبد الحمید خان صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر درجہ اول مقام اناؤ ضلع اناؤ۔

چودھری جگراج سنگھ ٹھاکر ساکن موضع سوسو پرگنہ بھگونت نگر [illegible] تحصیل صفی پور ضلع اناؤ مدعی

بنام

رگھوناتھ سنگھ ولد سیوسنگھ ٹھاکر ساکن شاہ پور خورد پرگنہ [illegible] تحصیل صفی پور ضلع اناؤ مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا مالگذاری کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۵ ماہ فروری ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے بمقام اناؤ بالاصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور ہر گاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم تائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو - اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔ بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۰ ماہ جنوری ۱۹۳۴ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم محکمہ انگریزی

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

بعدالت جناب سید حسن ارشاد صاحب بہادر منصف مقام اکبر پور ضلع فیض آباد

مقدمہ نمبر ۲۰ سنہ ۱۹۳۳ء

ٹھکرائن ہراج کنور بیوہ بابو ابدھیس سنگھ تعلقدار دہورو پرگنہ اکبر پور مدعیہ

بنام

مساۃ رام کنور وغیرہ

بنام مساۃ رام کنور بیوہ بھگوت سنگھ و جگت نرائن سنگھ ولد رگھو سنگھ و مہیشر سنگھ ولد رگھبیر سنگھ ساکنان موضع [illegible] پرگنہ اکبر پور ضلع فیض آباد

ہرگاہ مسمی مدعیہ نے درخواست اس عدالت میں گذرانی ہے کہ ڈگری قطعی کر دی جاوے لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت ۱۰ بجے بتاریخ ۱۰ ماہ فروری ۱۹۳۴ء اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ - اگر ایسا نہ کرو گے تو درخواست مذکور تمہاری غیر حاضری میں سماعت کی جاوے گی -

بتاریخ ۱۲ ماہ جنوری ۱۹۳۴ء میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا -

وقت حاضری بدفتر منصفی اکبر پور ضلع فیض آباد - ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک -

دستخط حاکم محکمہ انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۶۵ سنہ ۱۹۳۳ء

بعدالت جناب مولوی نصیر الدین احمد صاحب کرمانی منصف شمالی مقام لکھنؤ

فضل حسین خان عمر تخمیناً ۵۵ سال ولد وزیر خان ساکن محلہ [illegible] گنج تھانہ سعادت گنج شہر لکھنؤ مدعی

بنام

احمد حسین عرف منو ولد [illegible] عرف [illegible] ساکن پل غلام حسین لکھنؤ وارد حال کلکتہ محلہ [illegible] بمکان عبد الحکیم نمبر ۲ مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی مستغاث نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] رکھ دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۲ ماہ فروری ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے مدعی کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جوابدہی کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔ مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲ ماہ جنوری ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

اطلاع

۱ - اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تمہارے گواہ اپنی مرضی سے حاضر نہ ہونگے تو تم عدالت ہذا سے سمن بایں مراد جاری کرا سکتے ہو کہ جو گواہ حاضر ہو وہ جبراً حاضر کرایا جائے اور جس دستاویز کو کسی گواہ سے پیش کرانے کا تم استحقاق رکھتے ہو وہ اس سے پیش کرائی جائے بشرطیکہ تم اس کے واسطے زر خوراک جو ضروری ہو عدالت میں داخل کر کے اس امر کی درخواست گذرانو۔

۲ - اگر تم مطالبہ مدعی کو تسلیم کرتے ہو تو تم کو لازم ہے کہ [illegible] عدالت میں داخل کر دو تاکہ ڈگری کا اجرا [illegible] یا بطلان [illegible] ہو کہ تا دعوے [illegible] ۱۵ فروری [illegible] وقت حاضری [illegible]

دستخط حاکم محکمہ انگریزی

مہر عدالت

لڑائیوں کے حالات نظم کرکے سنائے گا۔ ہندو ان کی آبادیاں گرائی گئیں
کو ظلم اور زیادتی۔ مندروں کی تباہی وغیرہ پر محمول کرکے
اظہار خیالات کرے گا۔ مسلمان اپنے اسلاف کی تعریف لکھے گا
ہندو اپنے اسلاف کو ترجیح دے گا تو اس تصادم کا نتیجہ
کیا ہوگا اور یہ مشاعرے اس وقت شعر و سخن کے دل خوش کن
جلسے اور باہمی خلوص و اتحاد کے منظر نظر آئیں گے یا جنگ
و جدال کے میدان؟ اس کا انجام ہم آہنگی و ہم خیالی ہوگا
یا اختلاف و منافرت؟ کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ ہندو مسلم
اتحاد کی یہ قابل قدر اور قابل فخر صورت جو باوجود صدہا
اختلافات اور آئے دن کے جھگڑوں کے اس شورش
کے منحوس زمانے میں بھی اپنی اصلی قوت کے ساتھ شاعری
کی بدولت قائم اور برقرار ہے خود شاعروں کے ہاتھوں
سے مٹا دی جائے۔ خدا رحم کیجیے اور شاعری کے ساتھ
ہندو مسلم اتحاد کی اس مبارک و مضبوط عمارت کی بنیادیں
ہلا کر اس کو منہدم نہ کیجیے۔ ورنہ ایسا زبردست ذریعۂ
خلوص و یگانگت کھو دینے کے بعد پھر ہاتھ نہ آئے گا۔
آپ کہیں گے کہ ایسی متنازعہ نظمیں کیوں لکھی جائیں تو
میں عرض کروں گا کہ ایسی کوئی بھی نظم جس سے بزرگان
سلف اور ہندو مسلم سلاطین کے واقعات کا تعلق ہو یا
جس سے قوموں کے عروج و زوال کو نسبت ہو نہ کیوں
لکھی جائے گی۔ ضرور لکھی جائے گی۔

اینجانب اس خطرۂ عظیم کو ظاہر کر دینے کے بعد اب
صرف ایک بات رہ جاتی ہے جس کو عرض کرنے سے
قبل میں آپ کی توجہ مجلس استقبالیہ کے واجب الاحترام
صدر کے ان فقروں کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں۔
"یہ کوئی ضروری نہیں کہ ایک زبان کو کچل کر دوسری کو
بڑھایا جائے اور اس عظمت کو اس طرح مسلم بنانا
کہ دوسروں کی عظمت کو رسوا اور پامال کر دیا جائے
عظمت اور تفوق کی دلیل نہیں۔ اس کا نام ظلم ہے"
فقرات مندرجۂ بالا کو اپنا وکیل بنا کر میں یہ عرض
کرتا ہوں کہ برائے خدا جدید شاعری اور دور جدید
کے شعرا کی عظمت بڑھانے کے لیے پرانی شاعری
اور پرانے شاعروں کی عظمت کو رسوا اور پامال نہ
کیجیے کیونکہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ آپ جس سیڑھی
سے کوٹھے پر جائیں اس کو کھود کر نیست و نابود کرتے
جائیں۔ علاوہ اپنی جدید نظموں کو آباد کرنے کے لیے
غزلوں کی خانہ ویرانی کو جائز رکھ کر ان کو ہندوستان
سے جلاوطن نہ کیجیے۔ کیونکہ اگر آپ ایسا کریں گے
تو یقیناً ظلم کریں گے۔ غزلوں کو عشقیہ شاعری کے
لیے چھوڑ کر جن میں تغزل کی پابندی خصوصیت کے
ساتھ لازمی ہے اور غزل کے معنی ہی سخن با معشوق
گفتن کے ہیں۔ اپنے اظہار مقاصد کے لیے نظموں
کی موجودہ صورت کو قائم رکھیے یا رباعی۔ قطعہ
مثنوی۔ مسدس وغیرہ میں سے جو صنف پسند ہو
اختیار کر لیجیے۔ اور اس کے بجائے کہ مشاعروں
میں نظمیں بھی پڑھی جائیں یہ کوشش نہ کیجیے کہ
مشاعروں سے غزلوں کو بے دخل کر کے ان کو خالص
مناظمہ بنا دیا جائے۔ اگر آپ بلا شرکت غیرے مزاحمت
دیگرے نظموں کے جلسے کرنا چاہتے ہیں تو یہ انتظام علحدہ
بھی ہو سکتا ہے۔ مشاعرے والے مشاعرے کریں
آپ مناظمے منعقد فرمائیں اور ان میں صرف انھیں لوگوں
کو دعوت دیجیے جو آپ کی نظر میں آپ کے تبلیغی لشکر کی
سپہ سالاری یا علمبرداری کے اہل ہوں ورنہ آپ کی
یہ کوشش کہ آئین جنگ سے واقف اور جنگی اصول
کے ماہر فوجی ترقی یافتہ آلات حرب کی جگہ بانس کے
لٹھ اور پہاڑی کٹریاں استعمال کرنے لگیں بار آور
نہیں ہو سکتی۔ آپ خود ہی غور فرمائیے کسی ایسے
شخص سے جو ہکلا نہ ہو یہ کہنا کہ اپنے ہکلے بھائیوں
کا بھرم رکھنے کے لیے وہ بھی ہکلا کر بولا کرے یا
ایک آنکھوں والے کو اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ اندھوں
کی خاطر سے اپنی اچھی خاصی آنکھیں بند کر کے ٹھوکریں
کھاتا پھرے کہاں تک قابل قبول ہو سکتا ہے۔

جمال۔ معاف کیجیے میں اس مسئلے کو زیادہ صاف
کرنے کے لیے اور اس غرض سے کہ آپ اس کا بالکل
صحیح اندازہ کر سکیں مثال میں آپ ہی کو پیش کرتا ہوں۔
آپ نے اسی بحث کے دوران میں یہ فرمایا تھا کہ آپ
کو اُردو لکھنے کی عادت نہیں ہے کیونکہ آپ اُردو کو
رومن میں لکھتے ہیں اور اس کے لیے بھی ٹائپ رائٹر
کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ صحیح
املا بھی نہیں لکھ سکتے اور آپ کا خط بھی اچھا نہیں ہے۔
اب ایسی حالت میں اگر اُردو کی ترقی یا اس کی خدمت
کا شوق آپ کے دل میں پیدا ہو جائے تو آپ یہ کوشش
کریں گے کہ اپنا خط سنبھالیں اور املا درست کریں یا جو
لوگ خوشخط اُردو اور صحیح املا لکھنا جانتے ہیں ان کو
اس بات پر مجبور کریں گے کہ وہ بھی آپ کی طرح اُردو
کو رومن میں لکھیں اور ٹائپ رائٹر استعمال کریں۔
فرمائیے؟۔

صاحبزادے۔ آئی سکینڈلایز ان دس میٹر۔ آئندہ
سے اس مسئلے میں آپ مجھے اپنا ہم خیال سمجھیے۔ اچھا
اب میں اجازت چاہتا ہوں۔ گڈ مارننگ۔ فقط

راقم

کھلے رستم از بدایوں

گزارش یا پرارتھنا

جملہ حکمائے مجربین و اطبائے حاذقین و ویدان کاملین و
ڈاکٹران محققین و فقرائے گوشہ نشین و جملہ عطائیے اطبا
بین الماء والطین کی خدمات حذاقت درجات میں بہ ہزار
تضرع و زاری و بعد عجز و انکسار ہماری عرض ہے کہ ہمارے
ہندوستان جنت نشان کے اودھ دیش کا مایۂ ناز
زندہ عجائب خانہ کی قسمت کا ستارہ آج کل بلائے ایام
کے کاوے کی بدولت گردش میں ہے۔ جس کا باعث
ہمارے عجائب خانے کے مشہور و معروف جانور بچے کی
علالت پر دلالت ہے جس نے دلوں کے اس حرام خور
جانور کو گربہ مسکین بنا دیا ہے۔

کچھ زمانے سے اس جانور کے جسم کے عناصر اربعہ جو
پیشتر بڑے شد و مد سے سنگٹھن کے حامی تھے آپس میں
دست درازیاں اور جنگل بازیاں کر رہے ہیں۔ ہر عنصر
کی یہ کوشش ہے کہ وہ دوسرے عناصر پر غلبہ حاصل
کر کے ان کو اپنے طریق پر شدھ کر لے۔ چنانچہ اس
لپاڈگی و دھینگا مشتی اور لتاڑ میں غریب بچے کی جان
پر بن آئی ہے اور اس نے مجبور ہو کر ہاتھ پیر ڈال
دیے ہیں۔ اب اس بیمار اور کمزور جانور کی ناتوانی
ممبران کمیٹی عجائب خانہ کے لیے باعث فکر و پریشانی ہو کر
بیچارے میں نہ اٹھنے کا دم نہ چلنے کا یارا فقط

عجائب خانے کے راتب پر اس کی زیست کا سہارا ہے لیکن شدت ضعف سے بجائے بیٹھا رہنے کے شکم بر زمین ہو گیا۔ بایں معنی کہ بن ٹوٹی کے بھنسے کی طرح ہو کر گھٹا اور ٹیڑھا ہو جاتا ہو۔ اس جانور کے رشتۂ حیات سے دیگر عجائب زمانہ جانور مثلاً بزکوہی۔ بے سونڈ کا ہاتھی۔ سفید چھچھوندر۔ ریائی گھوڑا۔ ایکونسٹ وغیرہ وغیرہ کا تار نفس وابستہ ہے۔ ازیں سبب عجائب خانہ کمیٹی کے ممبران کی یہ دلی تمنا ہے کہ اس کا بچہ صحت یاب ہو جائے۔ اگر خدانخواستہ ممبران کمیٹی کا ناخن تدبیر اس کے پیچیدہ مرض کی گتھی سلجھانے سے قاصر رہا اور اس بچہ کو گرگ اجل نے آ دبوچا تو اس کھینچا تانی میں دوسرے جانوروں کا رشتۂ زندگانی ٹوٹ جائے گا اور وہ جانور بھی پنجۂ موت کا شکار ہو جائیں گے۔ لہٰذا گزارش ہے کہ بنظر ترحم کوئی نسخہ مجرب ایسا عنایت ہو جو پٹ نہ پڑے اور جس کے استعمال سے یہ بچہ صحت پا کے موت کے چنگل سے بچ جائے یعنی بموجب مثل مشہور رسی دراز ہو جائے۔ اجرکم علی الحیوانات۔

ہمارے صوبہ کے جناب قضاء الملک۔ فناء الدولہ حکیم شیخ ابوالقابوس صاحب کی تشخیص ہے کہ اس جانور کو خلاف وضع فطری رہنے کے باعث مرض الاختناق نے دھر دبایا ہے۔ چنانچہ جناب شیخ نے دو نسخے (ایک برائے امالہ اور دوسرا برائے استعمال اندرونی) مرحمت فرمائے ہیں۔ لیکن چونکہ ان نسخہ جات کی تیاری میں دیگر دلچسپ جانوران عجائب خانہ اس بچہ پر صدقے ہو کے بھینٹ چڑھ جائیں گے لہٰذا کمیٹی نے ان نسخوں کا استعمال سردست ملتوی رکھا ہے۔ ہر دو نسخے حسب ذیل ہیں۔

نسخہ برائے استعمال اندرونی:۔

مدہ اسپ ابلق دریائی۔ گردہ خر سپید۔ جگر بزکوہی۔ مغز ساق خوک۔ قلب جغد۔ زردی بیضۂ سنگ پشت بری۔

ترکیب استعمال:۔ ادویہ گرفتہ بطریق معروف بادام کشیدہ دوران بول خر سپید ۲ تولہ اضافہ نمودہ بعد لعاب تا استعمال نمایند۔

نسخہ برائے امالہ:۔

بول بزکوہی ۲ تولہ۔ خون جغد ۲ تولہ۔ خون خر سپید ۲ تولہ۔ عرق الفیل کہ نزد مردم نخاشتہ باشد ۲ تولہ۔ سپیدی بیضۂ سنگ پشت بری ۲ تولہ۔

ترکیب:۔ بول و خون و عرق الفیل را باہم آمیختہ وزن برابر بزکوہی کہ ذبح کردہ باشد ساختہ و استخوان پائے خر سپید مع دنبال بدھن آں بستہ و بر آں سپیدی بیضہ لت کردہ امالہ سازند۔ اگر وقت اختناق چشمہائے مریض وا باشند علامت صحت کلی است۔

نسخوں کے تحفہ پیش کرنے کے بعد یہ استدعا کی جاتی ہے کہ اگر کوئی ذات شریف دوسرا نسخہ تجویز کریں تو بتوسط اخبار ظرافت نگار ”اودھ پنچ“ بہادر تحفاکسار نیچر کو ارسال فرمائیں۔

نیچر جانسی سائکس بہٹ بیدرہ۔ دفتر عجائب خانہ بمقام مانکپورہ

تحائف سال نو

(نمبر ۳)

(۱)۔ آزاد برہما

یہ وہی پرچہ ہے جس کی اشاعت کی خبر مولانا اودھ پنچ پہلے ہی دے چکے ہیں۔ شکر ہے کہ حضرت ڈمدار شاہ (اڈیٹر) نے آخر دم جنبانی قلم کے دلچسپ کرشمے شروع کر دیے اور رسویوں کے ساتھ ہی یکم شوال کو آزاد برہما بھی نکل پڑا۔

بالفعل یہ پرچہ ہفتے میں دو مرتبہ شائع ہو گا لیکن نیت کرتے ہیں حضرت ڈمدار شاہ کہ جیب میں وسعت ہوئی اور قانون وقت کی دُم سے دم نہ الجھی تو روز مرہ برآمد ہوں گے۔ اللہ اکبر۔

اس پرچے میں مضحکات کی اتنی افراط ہے کہ مضامین سے اُن کی دُم تجاوز کر کے معمولی اشتہارات اور اعلانات سے لپٹ گئی ہے۔

مسٹر شاہد احمد زماں خاں جو قبل ازیں ”شیر رنگون“ کے مؤلف اور کسی قدر آزاد قلم ہونے کے باعث مہمان سرکاری ہونے کا شرف حاصل کر چکے ہیں اس کے بانی ہیں۔ اُن کی شگفتہ تحریر سے لوگ واقف ہیں لہٰذا مزید تعارف کی ضرورت نہیں۔ نمونہ منگا کے دیکھیے۔ امید ہے کہ آپ اس رنگوئی معاصر کو اکثر ان مضحک جرائد سے بہتر پائیں گے جو بے نتیجہ گپ کی بدولت عوام میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ڈمدار شاہ کا لقب تو کسی قدر کھٹکتا ہے یہاں بھی کہ انسان اب دُم سے محروم اور پورا اشرف ہے لیکن ڈمدار شاہ کی تحریر کا انداز بہتی اور مفید امور سے اکثر متعلق رہتی ہے۔

(۲)۔ ناخواندہ مہمان

بعض مفت خور نکتہ پرے باز (طفیلی بفتح ع) مہمان وارد ہندوستان ہوئے ہیں۔ یہی طرفہ معجون اور تحفۂ لذیذ ہیں۔ ان میں سے بعض پدرم سلطان بود کی بدولت دھوتیں اڑاتے اور عظمت رفتہ کی دکان کا گم شدہ اور غیر موجود مال فروخت کر رہے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ ان کے باپ کا دادا کا نام لے کے یہاں کے اخباری کا غذوں اور لیڈروں نے ہندوستانیوں کی چند یا خوب کو رے استرے سے مونڈی تھی۔ ہمیں افسوس ہے کہ ان غریبوں کو اتنا بھی نہ ملا جتنا کہ ان کا نام لے کے لوگوں نے کما لیا تھا۔

یہ تو خیر پہلے ہی سے ہوتی آئی ہے۔ جب صوبۂ سلطنت تھی تو دلی اور اودھ کی سرکار نے ایسے مہمانوں کی خوب آؤ بھگت کی تھی اور دلی اور اودھ کی تباہی کے بعد یہاں کے اکثر شہزادوں نے ایران اور روم کی فیاضی سے پیٹ پالا۔ اب تو مہمان و میزبان دونوں ایک ہی حالت میں ہیں۔ کاش ہمارے خلیفہ شوکت علی مجوزہ پائی سال کی قیمت ادا کر کے ان سے کل رقم کی جو خلافت کے نام سے وصول کی گئی بھر پائی لکھوا لیں تاکہ آئندہ اب خدا کوئی دعوے ہم کو موصوف سے کسی رقم کا نہ ہوگا۔ اور جو رقم کہ خلیفہ شوکت کی مبارک تو ند میں چلی گئی وہ سب ہم نے عنداً صدر موصوف کو بحل و مباح کی ہے۔

انھیں مہمانوں میں سے بعض ”اتری کمان کے ٹوٹے چلّے“ ہینڈ بل قصہ گو بھی ہیں جو ”میاں مرد نہیں میر البحائی مرد“ کی کہانی سناتے اور شکم شریف میں لقمہ ہائے لذیذ بھرتے جاتے ہیں۔ خیر اس ہم برسر خوش باوران ہند۔ اور کچھ نہیں تو بے سر و پا افسانے اخبار نویسوں کے ہاتھ لگ جائیں گے اور ان کے ”نمایندگان خصوصی“ کسی فلم اسٹار کی تصویر شائع کرنے کی جگہ ان کے مقالات ہی سے دامن جریدہ نگار پر کر لیں گے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ مردوں کی دیکھا دیکھی اب بیرونی چنڈال چڑیاں بھی یہاں بسیرا لینے آنے لگی ہیں خدا ان کے شر سے بچائے۔ بہر حال یہ تحفے اس لائق

ملک پر خدا جانے گراں ہیں یا سبک گر میں تھے۔

(باقی آیندہ)

راقم

انتقیات

جامع اللغات فی نور اللغات

(نمبر ۳۱)

حاجی زمرم صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

اختہ بیگی۔ (پاے اول مجہول) وہ شخص جس سے جانوروں کے اختہ کرنے کی خدمت متعلق ہو۔

جہاں تک ہم نے سنا ہے "اختہ بیگی" اصطبل کے داروغہ کو کہتے ہیں۔ یہ عہدہ اب تک ایران و روم میں تھا۔ (دربار دہلی میں بھی چنانچہ بعض کتب تواریخ ہند میں اس کا نام آیا ہے) خدا جانے اب ہے یا نہیں۔ اختہ خانہ اصطبل اسپاں کا نام تھا۔ یہ بات ذری تحقیق طلب ہے کہ "اختہ بیگی" اختہ کرنے والے پیشہ ور کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ہمارے حاجی صاحب کو کسی اختہ بیگی سے سابقہ پڑا ہو بہرحال اگر ہمارے حاجی صاحب کی تحقیق صحیح ٹھہرے تو ہمیں بھی اس کی صحت میں کلام نہ ہوگا۔ لہذا اس لفظ کو زیر تحقیق سمجھنا چاہیے۔

حاجی زمزم اللغات صاحب رقمطراز ہیں:۔

اُدھَر دُھَر (فعل) کا۔ دھر مشتق ہے دھرنا سے۔ بے سہارے بے لاگ۔ ادھر نہ اُدھر معلق بین بین۔ ادھر میں پڑے ہیں کسی طرف کے نہیں ہیں یکسوئی نہیں ہے۔ (فقرہ) نہ ادھر آسکتے ہیں نہ اُدھر جاسکتے ہیں ادھر میں پڑے ہیں الخ "

خدا جانے یہ کس دیس کی بولی ہے۔ گنوار اللغات کی لغت ہو تو ہو۔ یہاں تو ایسے موقع پر "بیچ ادھر" بولتے ہیں (یہ رہے ہندی) حاجی صاحب نے مثالیں اردو کی لکھی ہیں نہ کہ گنواری اس لیے شبہ ہو سکتا ہے کہ خدا نخواستہ یہ خالص اردو زبان کا لفظ ہے۔ لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ ہرگز یہ لفظ فصحا سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا۔ جو کوئی "ادھر" کہے اُسے جناب حاجی صاحب کا ہم زبان سمجھیے۔

حاجی صاحب ایک کہاوت لکھتے ہیں " اُدھر قبلہ اُدھر قبر بی خجیجہ موتیں کدھر " اور محل استعمال یہ بیان کرتے ہیں:۔

" عو۔ عقل کوئی بات کرتے نہیں بنتی یوں بھی مشکل وہاں بھی مشکل "

یہ غلط ہے۔ بلکہ یہ طعن ہے جو عذر ہائے بے اصل کرنے والے کے حق میں وارد کی جاتی ہے جس سے کسی کی نادانی اور بے وقوفی کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ اگر صاحب جہل کے بارے میں کوئی عورت یہ مثل کہے جیسا کہ عبارت نور اللغات کی عمومیت سے واضح ہوتا ہے تو یقین جانیے سر محفل اچھی خاصی لپاڈگی ہو نہ لگے۔

جناب حاجی صاحب کی بلند پروازی کا نتیجہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لکھنے بیٹھے ہیں اردو کی ڈکشنری مگر اردو لفظ بھول جاتے ہیں اور اسی صورت کا سنسکرت لفظ یاد رہتا ہے مثلاً "ادھراج" جس کی تفصیل آپ نے یوں کی ہے (س۔ ادھ۔ اوپر راج) بڑا راجہ۔ مہاراجہ۔ راجاؤں کا راجہ "

اگر الف کو مضموم پڑھیے تو انھیں حروف سے ایک مشہور لفظ اُدھو کا بنتا ہے (اُدھراج) جو کان میں پہننے کا ایک مشہور زیور ہے۔ اسے "بلٹی" بھی کہتے ہیں۔ یہ سچ ہے بلند خیال ایسے ہی ہوتے ہیں چنانچہ ایک تھے شہزادے مگر تھے کسی قدر بے وقوف۔ بادشاہی مشیروں نے کہا کہ اگر صاحب عالم کو ریاضی پڑھائی جائے تو خیالات بلند ہو جائیں۔ بڑے بڑے ریاضی داں بلائے گئے اور تعلیم شروع ہو گئی۔ ریاضی کا کوئی شعبہ نہ چھوٹا یہاں تک کہ ہیأت اور احکام نجوم بھی۔ ایک روز بادشاہ نے امتحاناً انگوٹھی اپنی مٹھی میں لی۔ اور پوچھا کہ بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے۔ شاہزادے نے فکر کے گھوڑے پر چابک لگایا وہ سیدھا آسمان پر طرارے بھرنے لگا۔ وقت ساعت دیکھ کے جواب دیا۔ حضور کے ہاتھ میں کوئی گول مجوف (پیٹ خالی) چیز ہے۔ وہ چاندی کی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی پتھر بھی ہے " بادشاہ نے معلموں کی جانب بنظر تحسین دیکھا پھر شاہزادے سے کہا کہ تم نے جواب صحیح دیا۔ اب یہ بھی بتاؤ کہ کیا شے ہے کیا چیز؟ صاحب عالم اپنی سمجھ کے چلتوں مصیبت میں پھنس گئے۔ بہت سوچ بچار کے بعد گویا ہوئے " خداوند آپ کے دست مبارک میں ہو نہ ہو چکی کا پاٹ ہے۔ یعنی انہیں بلند پروازی کی وجہ سے سامنے کی چیز "انگوٹھی" نہ سوجھائی دی۔

(باقی آیندہ)

راقم

ادبار اللغات

میاں فریدوں

(نمبر ۴)

اے حضرت، اس نا راور کا غذ اخبار نے رئیس الدولہ کے دل میں ہمارے میاں فریدوں کی عزت کا ایسا گہرا نقش بٹھا دیا کہ رہے عبدا رپرچک کے داغ بھی ایسے گہرے نہ ہوں گے بس یہ سمجھیے کہ رئیس الدولہ کا دل نہ تھا ہمارے میاں فریدوں کے نام کی مُہر تھی۔

سنئے اُنھوں۔ ۵ ہزار آدمی کا مجمع۔ بڑی شخصیت کا آدمی ہے۔ اخبار والا کیوں جھوٹ لکھے گا۔ بھائی جھوٹی خبریں لکھے تو لوگ اس کا پرچہ مول ہی کیوں لیں۔ بھئی اس بھلے آدمی سے میل جول بڑھانا چاہیے۔ خوب کام نکلے گا۔ ابا جان کی وفات نے کئی مقدمے کھڑے کر دیے ہیں۔ ان میں فریدوں صاحب کی مدد سے کامیابی ہوگی۔ کیوں داروغہ براتی تمہاری کیا رائے ہے اخبار کا مضمون تم نے سنا؟ "

داروغہ صاحب اُن پرانے وقتوں کے لوگوں میں سے تھے جو اس قسم کے حیرت انگیز اتفاقات سے بڑا ہی نتیجہ نکالا کرتے ہیں۔ انھوں نے توند کھجا داڑھی پر ہاتھ پھیر کے فرمایا " بیٹا ہم کا جانیں (ہم کیا جانیں، ہمری اتنی اُو پر دھمر) آئی ہم سارے بھریدں کا آج تک ناہیں جانا کون ہے۔ اور میل جول کا جو پوچھو تو بڑے سرکار ہر ایک سے ملت جلت راہیں (ملتے جلتے تھے) تم ہوں پھر یہ دل کی دعوت کر دیو۔ احسان کا ہے کا لیو "

خواہ مخواہ بات کو طول کون دے۔ یہاں سے محبت آمیز اشتیاقی دعوت نامہ گیا وہاں سے شکریہ اور لبیک کی صدا آئی۔ دعوت سے انکار خلاف سنت بھی ہے خارج مروت بھی۔ اور ہمارے

میاں فریدوں کے واسطے شانی مصلحت بھی وقت موجود معہود پر میاں فریدوں بڑے ٹھاٹھ سے تشریف لائے کھانے پینے کے تکلفات بیکار رہے۔ طعام کے بعد جو کلام ہوا وہ سنیے۔

میاں فریدوں: بھائی صاحب اب جو آپ نے پرلوسٹ التفات فرمایا ہے تو پھر اس کا سلسلہ موقوف کیجیے واللہ باللہ جی چاہتا ہے کہ آپ کے پاس سے کسی وقت جدا نہ ہوں۔ مگر کیا کروں خلق خدا کا خادم حقیقی ہوں اہل اغراض کی خدمتیں مجھ سے متعلق ہیں۔ صاحب حاجت کی خدمت سے انکار میرا شیوہ نہیں میں نے تو اپنی انگوٹھی پر یہ کندہ کرا لیا ہے "خیر الناس من ینفع الناس"۔ آدمی وہی ہے جو آدمی کے کام آئے۔

اب دیکھیے یہ نواب ٹلّن صاحب جو میرے ہمراہ ہیں تو کیوں محض اس وجہ سے کہ ان کے طائر دل عشق منزل نے بڑی اونچی شاخ پر جھونجھ لگانے کا قصد کیا ہے مگر بانہ سے ارادہ ہی شکستہ اس وجہ سے رسائی ممکن نہیں۔ آپ تو میرے بھائی ہیں۔ جیسے میں ویسے آپ۔ بھلا آپ سے پردہ ہی کیا ہے میرے قبضے میں ایک عمل تسخیر ہے شب کو بارہ بجے چالیس روز تک کمر کر پانی میں کھڑے ہو کے پڑھا جاتا ہے۔ کل ختالیس روز ختم ہوئے۔ آج شب کو بارہ بجے چلہ پورا ہو جائے گا۔ کیوں نواب ٹلّن صاحب کچھ اثر بھی ہوا؟۔

ٹلّن: اے حضور کیا آج کا واقعہ میں نے آپ سے عرض نہیں کیا؟"

فریدوں: مجھ سے اپ سے گفتگو کی نوبت ہی کب آئی"

ٹلّن: تو سنیے۔ آج صبح کو میں اپنے کمرے میں بیٹھا اسی خیال میں محو تھا کہ اُس غیرت حسن دجمال کو بھلا میری پروا کیا ہوگی۔ اتنے میں دیکھتا کیا ہوں ایک مہری سر سے پاؤں تک سونے چاندی کے زیور میں گوندنی کی طرح لدی ہوئی ہاتھ میں کٹا بھی خاصدان لئے ہی مجرے کو جھکی اور کہنے لگی "بیگم صاحب کی بنیس گلی میں ہے۔ یہ گلوریاں آپ کو بھیجی ہیں۔ اور فرمایا ہے ذری کھڑے کھڑے تڑاتے چلے آئیے"

فریدوں: تو پھر کام آپ کا ہو گیا۔ مٹھائی کھلوائیے"

نواب ٹلّن: بھلا میرا منہ اس قابل کہاں"

فریدوں: میرا منہ تو اس قابل ہے؟"

ٹلّن: آپ کا منہ بہت سے لال رات (جواہرات) کے قابل ہے مٹھائی کیا چیز ہے"

فریدوں: تو بھائی صاحب جواہرات کون کھاتا ہے۔ اور جواہرات کی پروا اپنے حساب کس مردود کو ہے۔ میں نے تو جب سے یہ حکایت سنی ہے اس وقت سے جواہرات کے نام سے نفرت ہو گئی کہ خلیفہ مستعصم باللہ عباسی کو نزدہ جواہر جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ بس جتنی آمدنی ملک کی تھی سب داخل خزانہ ہو جاتی تھی۔ یہاں تک کہ فوج کی تنخواہیں چڑھ جاتی تھیں۔ آخر جب ہلاکو نے انھیں قید کیا تو کچھ کھانے کو نہ دیا۔ بھوک کی شکایت سن کے خوانوں میں ہیرے جواہرات بھر کے بھیجے۔

"بسم اللہ نوش کیجیے" خلیفہ نے فرمایا کہ یہ کھانے کی چیز نہیں۔ تو ہلاکو کمبخت نے جواب دیا۔ جو آپ نے جمع کیا تھا وہی آپ کو مل سکتا ہے۔ جو آج کو آپ فوج کی تنخواہ وقت پر دیتے تو یہ بُرا وقت نہ آنے پاتا۔ علیٰ ہذا القیاس ملکی فلاح و فلاح میں روپیہ صرف کرنا تھا۔ شیخ بدلو: حضور میں یہ کہنا بھول گیا تھا کہ آج صبح سے تین پھیرے رانی صاحب کے دنگا پور کر چکی ہیں اور کل پھر آئیں گی"

فریدوں: بھائی رئیس الدولہ بہادر واللہ میں نے اپنی عمر میں ایسی خوبصورت خوش قطع عورت نہیں دیکھی۔ دیکھے سے بھوک پیاس جاتی ہے۔ اس کی بھی ایک فرمائش ہے۔ کہا کیوں کل تکلیف کیجیے تو آپ کو بھی دکھا دوں۔ ہائے دیکھنے کی چیز ہے"

(باقی آیندہ)

م ح سمتا پوری

مختصرات

جلسۂ اخبار نویسان لکھنؤ۔ ایک اطلاع اڈیٹر صاحب حق اور اڈیٹر صاحب سرپنچ کی جانب سے پہنچی ہے کہ ۱۲ فروری کو ایک جلسہ ہوگا آئیے اور جلسے کو کامیاب بنائیے۔ ان حضرات کا احسان ہے جو ہمیں بھی اخبار نویسوں کے گروہ میں شامل خیال فرماتے ہیں مگر چونکہ ہم سرپنچ بننا بھی تحریک مشکل ہے۔ دعا کر سکتے ہیں کہ جلسہ کامیاب ہو۔ بعلاوہ تجربہ کار کامیاب اخبار نویسوں کو ہم ناکام کیا مشورہ دیں۔ ہاں ان معززین کی ذات سے امید ہے کہ ان کی انجمن اخبار نویسی کی اصلاح کو ہی کامیابی پر مقدم سمجھے گی۔ جس کا حال یہ ہے کہ محض حیرت و ہیجان پیدا کرنے والے جھوٹے سچے واقعات کے تعریف میں باقی ہے خواہ یہ مبنی بر کذب ہی کیوں نہ ہوں۔ اور بلحاظ فن ادب و انشا ان میں سے اکثر کی تحریر کا دلی مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ چپراسیوں اور خانساماؤں کی بول چال صرف اہل علم ہی میں نہیں ملک بھر میں رواج پا جائے۔ ادبی محاسن اور علمی مباحث کو اس زبان سے کوئی علاقہ باقی نہ رہے۔

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(دیکھو دفعہ قاعدہ ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۱۲۲ بعدالت جناب سید جعفر صاحب آنریری اسسٹنٹ کلکٹر بہادر درجہ اول مقام لکھیم پور ضلع کھیری

اکنور رسومی پرتاب بہادر سنگھ ۲۔ کنور راج اندر بہادر سنگھ پسران کنور مینی مادہو قوم کُرمی ساکنان سکیتھو پرگنہ سرینگر ضلع کھیری مدعیان

بنام

برد یو سنگھ ولد بلبیر سنگھ قوم ٹھاکر ساکن مدکا شتکار موضع رتسیا پرگنہ سرینگر تحصیل لکھیم پور ضلع کھیری مدعا علیہم بنام برد یو سنگھ ولد بلبیر سنگھ قوم ٹھاکر ساکن و کاشتکار موضع رتسیا پرگنہ تحصیل لکھیم پور ضلع کھیری

ہرگاہ کہ مدعیان نے تمھارے نام ایک نالش بابت بیدخلی دفعہ ۲۱ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۶ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے بمقام لکھیم پور اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمھاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات پر جن پر تم تائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۔ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بخط انگریزی

"بھلا بے میں آیا۔ ٹھہر تو سہی"

جاری شدہ ۱۸۳۱ء
شاخ - قنوج دہلی حیدرآباد دکن
منصوری
تار کا پتہ: "حنا" لکھنؤ
ٹیلی فون: نمبر ۱۳۹ لکھنؤ
مستورات
ہمیشہ عمدہ عطر
پسند کرتی ہیں
آپ تحفہ میں پیش کرکے باہمی روابط دوبالا کر سکتے ہیں
آپ کی فرمائش ہر کارخانہ جلد تعمیل کریگا۔ بس فہرست منگا کر انتخاب کرنے کی دیر ہے
مال عمدہ اور داموں میں کفایت
آپ کو ہر آئینہ اس کارخانہ سے مال منگانا ہی ہوگی۔
ایجنسی
کے قواعد وضوابط تین آنہ کی ٹکٹ وصول ہونے پر
بھیجے جاتے ہیں۔ پر منفعت روزگار کے متلاشی
حضرات توجہ فرمائیں۔ اور اس کارخانہ کی ایجنسی لیکر بفراغت کمائیں

جلد [illegible]

اودھ پنچ

رجسٹرڈ نمبر اے ۸۳

سفید بال جڑ سے کالا

ایک آزمایا ہوا نسخہ تیل جس سے زیادہ ملنے کے تیل ہی کی ضرورت ہے ہر بال کالا سیاہ ہوسا [illegible] نو دہ تا واہ [illegible] بال کالا [illegible] ستی سیری [illegible]

سلطانان ہند کے شباب کا بہترین ترجمان

جریدہ اسٹار الہ آباد

مالک متحدہ کا واحد انگریزی ہفتہ وار مسلم آرگن حالات حاضرہ پر تبصرہ اور ہفتہ بھر کی اہم خبریں دلچسپ علاوہ سلطانان ہند کے [illegible] کیلئے اسٹار [illegible] اپنی تجارت [illegible] کیلئے اسٹار میں اشتہار دیجیے

چندہ سالانہ ہے، ششماہی ہے

جنرل منیجر اخبار اسٹار الہ آباد یو پی۔

مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۲ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کلب خانے میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ہے مع محصول۔ سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۳ء کی قیمت

فی جلد ہے محصول ڈاک عہ بذمۂ خریدار۔ جلد ۳۱ سنہ کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد ۳۲ سنہ کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

معجزۂ موسیقی

یعنی

معدن النغمات

میاں تان سین اور دوسرے قدیم استادوں کی بہت ذخیرہ سینہ بسینہ محفوظ تھے۔ ملک کے مشہور رئیس اور فاضل راجہ [illegible] نواب [illegible] خان [illegible] اکبر پور نے لاکھوں روپے خرچ کرکے اس خوش اسلوبی سے جمع کر دیئے کہ ہر شخص ایک معمولی ہارمونیم پر آسانی کے ساتھ تان پلٹے سمیت انہیں ادا کر سکتا ہے اور ہر ایک ماہر شخص اصطلاحات سمجھنے کے بعد جو کہ آغاز کتاب میں اچھی طرح سمجھائے گئے ہیں ٹھیک اسی طرح ادا کر سکتا ہے جس طرح کہ وہ استادوں کے گلے سے ادا ہوئے۔ اُستاد [illegible] رام پوری نبیرۂ میاں تان سین کی تصویر بھی کتاب میں موجود ہے بہت کم جلدیں باقی ہیں جلد طلب کیجیے۔ قیمت مع محصول ڈاک [illegible] منی آرڈر بھیجیے وی پی روانہ ہوگا۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۳۰ء اور اُسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد مع محصول بذمۂ خریدار۔

منتخبات اودھ پنچ حصہ اول

دور ثانی کی قدیم جلدوں کے منتخب شدہ علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز خزینہ ۲۶-۲۰/۱۴-۱ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت فی جلد عہ علاوہ محصول۔

نیز حصہ دوم مشتمل بر ۹۰ صفحات مجلد عہ۔ محصول ڈاک علاوہ۔

حصہ سوم۔ ضخامت بشرح صدر مجلد عہ۔ علاوہ محصول۔

احمد حسین باروی منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

قواعد و ضوابط ادارۂ ہٰذا

(۱) بفضل خدائے عزوجل ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوگا۔

(۲) اودھ پنچ میں ملکی خبریں نہیں چھپتی ہیں اور نہ بے تہذیب مضامین ہوتے ہیں۔ بلکہ اپنی ظرافت و شائستگی الفاظ سے بہترین ہوتا ہے۔

(۳) قیمت کی ادائی پیشگی لی جاتی ہے۔ اگر آپ پرچہ کے خریدار بن جائیے کر کے ہر ہفتہ ... افادات کی ... بے حد رعایت ... تاریخی واقعات و بنیادی اصلاحات اخلاقی سیاسی ادبی پہلو لیے ... سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر ملیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) ہم اپنے شاگردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائے گی۔

(۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۰ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جاسکے۔

(۷) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ لازمی ہے۔

احمد حسین بارہوی منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) عہ روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر روپیہ مزید جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

تو بلیک بین زمین پر گھسنے والا آدم کس ملک پر اشارۂ کسی تازہ ولایت جنٹلمین سے زلیجٹ ہوتی ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی ہوا بھی انھیں کیسی نہیں لگی ۔

جب اہل ہند کسی قدر اصرار و انہماک کے ساتھ حقوق کے طالب ہوتے ہیں تو صاحب پتلون سے باہر بالکل بدمزاج بی گھر بسی کی طرح ناک چوٹی گرفتار گھر بسی بھی خارج از برادری ضمیر خانمان کی جسکو شوہر کے خاندان سے کسی طرح کا لگاؤ نہ ہو ۔ آبرو اتارنے میں باک نہیں ۔ پہلے والوں کی طرف سے ہر وقت تم تڑاک کے لڑنے کو موجود ۔ پھر تو بصتراؤ کو سم کا ناک میں چڑھی ہوئی ۔ جھنڈے پر چڑھی ہوئی ۔ اور اگر خدانخواستہ شیطان کے کان بہرے ہندوستانیوں کو کسی قسم کی مراعات حاصل ہو گئی تو اُس وقت دوہرا حصہ ملنے کو موجود ۔ سنتے ہیں کہ اس جماعت کے صدر نے گورنمنٹ سے درخواست کی ہے کہ "ہمیں سرکاری ملازمتوں کے معاملہ میں ہندوستانی سمجھا جائے" ولایتی نسل ہونے کے اعتبار سے اکہرا حصہ پہلے ہی قبضہ میں تھا اب جو ریفارم نے ہندوستانیوں کے واسطے "للذکر مثل حظ الانثیین" کا اوپری دل سے اعلان کیا تو اُنھوں نے جھٹ قرعہ پھینکا ایک طرف سے طاق دوسری جانب سے جفت ۔ ایک اور دو تین ۔ کن بلا سے یہ تین ۔ آپ ہی آئے یہ تین ۔

ایک نیچری مسلمان نے خدا کی قدرت کو فلسفۂ عقل و معلومات کے شکنجے میں کسا اور خیال ظاہر کیا تھا کہ نعوذ باللہ حضرت مریم خنثیٰ مشکل تھیں تذکیر و تانیث کے عمال میل نے فعل و انفعال کسر و انکسار کا جسم واحد میں باتن واحد بروز کیا جو حضرت عیسیٰ کے وجود کا باعث ہوا ۔ ان نیچری صاحب کے قول کو نہ عیسائیوں نے مانا نہ مسلمانوں نے قبول کیا ۔ البتہ گمان ہوتا ہے کہ صاحب درخواست نے جب یہ درخواست مرتب کیا ہے تو یہ نظریہ دثیوری ضرور اس کے پیش نظر تھا ۔ ممکن ہے کہ اہل ہند اس درخواست کا جواب دینے میں اسی طرح متحیر ہوں جس طرح کہ ایک بنیا متحیر ہوا تھا ۔

نقل ہے کہ ایک بنیے کی دوکان پر ایک خنثیٰ بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا ایک ٹوکرے میں چنے رکھے ہوئے تھے خنثیٰ صاحب نے باتوں ہی باتوں میں چنے چبانے شروع کر دیے ۔ ہوا جو چلی تو لنگی اپنے مقام سے سرک گئی ۔ بنیا متعجب ہوا کہ اس مخلوق سے تخاطب مذکر الفاظ سے کرے یا مؤنث سے وہ حیرت و استعجاب میں مبتلا تھا اور خنثیٰ صاحب چنوں کے چھلکے لگا رہے تھے آخر صبر نہ ہو سکا اور کہنے لگا "اُٹھو کھڑی ہوا اُٹھو کھڑا ہو ۔ سارے چنے چاب گئی چاب گیا"

ہمارے دوست ادھ انگی کا سوانگ بنے پھرتے ہیں جب کبھی تفوق اور بڑائی جتانے کا محل آتا ہے تو فوراً آدھا پلا نقاب کا اُلٹ کے ٹکڑا دکھا دیتے ہیں "ارے جی سنا ہم خاص الخاص یورپین ہیں ۔ قید خانوں میں ہم سے محنت نہ لو ۔ یورپین وارڈ کے آراستہ ہوٹل میں رکھو ۔ مٹن چاپ کھلاؤ ۔ تھوڑا ۔ تلے کا دودھ پلاؤ ۔ کیک بھی ہوں ۔ بسکٹ بھی ہوں ۔ پنکھا قلی بھی ہو ۔ اگر زیادہ مچلیں تو شاید شیشے کی لال پری یعنی شراب بھی حاضر کی جائے ، نرم نرم گدگدے گچھے تو شکیں ہوں ۔ بیرا ہو ۔ خانساماں ہو اگر اس سے کسی قدر اور آگے بڑھیں تو کہہ سکتے ہیں کہ" زندان مزد بھی دلواؤ یعنے گورنمنٹ آف انڈیا نے اپنے قانون کے بموجب ہم کو گرفتار کیا ہے ہماری آزادی کی قیمت اُسے ادا کرنی چاہیے اور بال بچوں کا آذوقہ بھی نقداً نقد میز پر بسانا چاہیے ۔ گرفتار ہو کے کچہری جائیں تو ہتھکڑی بیڑی کا زیور گوری گوری کلائیوں کے لیے نہیں بنا ہے ۔ کانسٹبل ادب سے سلام کرے اجلاس پر کرسی ملے ۔ کالا آدمی انصاف نہیں کر سکتا گورا حاکم بلایا جائے ۔ ریل کی گاڑی میں کالے آدمی کا پرچھاواں پڑے تو دور بھاگیں نہیں بلکہ اُسی وقت غسل کھانے میں جا کے کالک چھڑائیں ۔ جو امتیازات خاص الخاص تازہ ولایت اہل یورپ کو بھی حاصل نہیں ہیں باوجود ہندوستان میں توطن رکھنے کے آپ ان کا مطالبہ کرتے ہیں اور خزانۂ ہند کے سر سے تنکا بھر بوجھ کم نہیں ہونے دیتے پھر اس پر طرہ یہ کہ خالص ہندوستانی جب تخفیف مصارف حکومت پر زور دیتے ہیں تو آپ اُن کو خوب دل کھول کے صلواتیں سناتے ہیں ۔

اہل ہند پر جب کوئی آفت قحط یا وبا کی نازل ہوتی ہے تو دور سے کھڑے تماشا دیکھتے ہیں زبانی جمع خرچ کا بہی کھاتا بھی تہہ کر رکھتے ہیں ۔ گویا نہ آپ کو ہندوستان سے کوئی واسطہ ہے نہ ہندوستانیوں سے ۔ ہندوستانی اپنی بھلائی کے لیے اگر کوئی جد و جہد شروع کرتے ہیں تو چاہے ولایت والے اُس کو جائز و مباح سمجھیں مگر آپ کی زبان سے زہر کے بجھے خنجر نکلتے اور بیچارے ہندوستانیوں کے کلیجے میں پیوست ہوتے ہیں ۔ ہندوستانیوں کے قاتل ڈائر اور اوڈائر کی حمایت آپ کا فرض منصبی ہے ۔ بلکہ روپیہ چندے کے جمع کرنا اور اُن کی خدمت میں بایں درخواست پیش کرنا کہ "مرحبا کارے کردید" تو اس کی مٹھائی کھاؤ آپ کا بائیں ہاتھ کا کرتب ہے ۔ اہل ہند کے مذہب پر حملہ کرنا اُن کو باغی کہنا آپ کا روزمرہ ہے مگر ادھر ہندوستان کو کچھ رعایتیں حاصل ہو گئیں اُدھر آپ نے نقاب کا دوسرا پہلو الٹا "میں عورت نہیں ہوں مرد ہوں" مونچھیں دیکھ لو اور لاؤ دوہرا حصہ دلواؤ ۔ معقول ہے میٹھا میٹھا ہپ کڑوا کڑوا تھو ۔ ڈکھ بھریں بی فاختہ کوے انڈے کھائیں

ایں اشتر لکد زن با باز ان من
واں گربہ مصاحب با باز ان من

واللہ یہ حضرات تو ہندوستانی ماڈریٹ پارٹی سے بھی دو جوتے سوا نکلے ۔ یار ، واگر ہندوستانی بنتے ہو تو صرف "ملازمت سرکاری" کے معاملے میں ہندوستانی بننے سے کچھ نہ ہوگا ۔ میدان میں آؤ گا ڈھا پسینہ بھر پڑوں میں رہو ۔ کوٹ پتلون اتار دو جیلخانوں میں جاؤ ۔ چکی گھمر گھمر کرو ۔ ہندوستان کی قسمت میں شریک بننا ہنسی ٹھٹھا نہیں ہے

عشق وہ کھیل نہیں ہے جسے بچہ کھیلے
ہم نے اس راہ میں ہیں سیکڑوں پاپڑ بیلے

ہندوستان اب "ہری جھنگ" دستوں کے ہتھکنڈوں سے خوب واقف ہو گیا ہے ۔ ذو دھڑا کی پالیسی اور دوہری بادبان کی طرار اب اس میدان میں کارآمد نہ ہوگی "بھینسا بھینسوں میں بانقصائی کے کھونٹے میں" ۔

نہ حکومت ایسی نادان ہے کہ تمہاری اس درخواست کو
منظوری کا شرف بخشے اور ایک نیا جھگڑا مول لے۔

کونسل دان

کیوں حضرت! یہ کوئی نیا دان ہے۔ اگالدان ۔
گل دان۔ پانذان جو ہے دان میں "دان" بمعنے ظرف
ہے۔ رازدان۔ نجوم دان۔ ریاضی دان۔ میں "دان"
علامت فاعل ہے اور دانستن سے مشتق ہے۔ یہ
دونوں دان آپ کے کونسل پر چسپاں نہیں ہوتے
لہذا اس دان کی از راہ دانائی شرح کیجیے تو معلوم ہو کہ
یہ کس کھیت کی مولی اور کس کیاری کی گھاس ہے!۔
حضرت! آپ بھی مجھ کو کچھ و بعلوم ہوتے ہیں۔ سنئے
جناب یہ دان ہے تو نیا دان مگر اس کا آخری جزو
یعنی "دان" اپنے معنوں میں کوئی جدت نہیں رکھتا۔
یہ لفظ فارسی نہیں سنسکرت ہے۔ کیا آپ نے کبھی
"کنیادان" "گئو دان" مانگتے عورتوں کو نہیں دیکھا۔
یا تو عروس لڑکیوں کو "دان دہیز" (جہاز۔ بطریق امالہ
جہیز) ماں باپ کے گھر سے لے جاتے ملاحظہ نہیں فرمایا۔
پس جس طرح ایک عورت موئی بچھیا کی دُم ہاتھ میں
لے کے صدا لگاتی ہے "گئو مری ہتیا لاگی۔ دے جاؤ۔
بھگوان گئو دان" یا کنواری لڑکی کا ہاتھ تھام کے
گلی گلی کہتی پھرتی ہے "مالک بنائے رکھے جو لا سکھی
رہیں۔ بالی کنیا بنا بر (شوہر) کے بڑی ہے دان پُن
کرو۔ تمہاری بڑھتی رہے" ٹھیک اسی طرح اب کے
گنگا مائی کے اشنان میں بعض بلا کشان ممبری کونسل
نے بھی جائے میلے کو دیکھ کے کونسل دان مانگا۔ آپ
جانیے آپ کے نامہ نگار تو کہیں چوکتے نہیں۔
جھٹ پنسل کاغذ لے کے ان بھکھاریوں (بھیک منگوں)
کی دُم کے ساتھ چلے اور جن الفاظ میں یہ "دان"
مانگا گیا وہ نقل کر لیے۔ وجوہ استحقاق ممبری ملاحظہ
ہوں:۔

تقریر نمبر (۱)
مکے از تعلقداران
بھیا لوگو۔ بھائی صاحبو۔ راجہ بہادرو۔ مجور لوگو ۔
تمہاری باور بھگوان کی کرپا سے ہمرے پاس سبئی کچھ
ہے۔ ہاتھی دوار پر جھومت ہیں۔ ہاتھی کیر جھول ماں
زرک برک کی اسوں بنوا لیہے کہ لاٹ صاحب کیں
تہا سنگیا تند ... کے الٹے پنجڑی کیر زانہ دن
بڑا پیرا ہیرا جڑی دن مہا بھیے پہاں ہی دیا الگ نکات ہے
دکھلاتی ہے) بیل ہیں گائی ہیں بھینسی ہیں۔ دودھ
اور مٹھا مانو بہا بہا بھرت ہے۔ جھوٹن گوبر ہورت ہیں۔
کنڈا پاتے جات ہیں۔ نوکر راکھے چھوڑن ہیں۔ بارن
ہے۔ مہری ہے۔ رسوئیا ہے۔ پاسی پہرا دیت ہیں۔
اور تم جانو پاک پنجڑی راکھے چھوڑن ہیں جی مال (تاکہ)
کو نوستسر ہو سکے کہ ہم مرد نا ہیں ہیں۔ پنجڑیا سسری
اس جھلا جھل چکی کیر تہا پہنے اُلری اُلری (اُچکی
اچکی) پھرت ہے مانو دگویان۔ راجہ اندر کے اکھاڑے کی
پری۔ جی دائیں (جسونت) تنبورا (طنبورہ) ہاتھ ماں
لے کے گائے دگاسے) ہیجیت ہے سسری کوئل ایسی
کوکت ہے۔ سود بیاج پر روپیا کرت ہے۔ بہرے پتر
(پاس) روپیا پیسا کا انبار لاگ ہے۔ اب ہم کا کونسلیا
کی ممبری کی کھاہس (خواہش) ہے۔ تَن یو کام آپئے
لوگن کے ہاتھ ماں ہے۔ سب جنے مل کے جور (زور)
لگائے دیو تو بیڑا پار ہو جائے۔ پار وسال ہم ٹھار
بھئے تھے۔ مدا دگر) ہمکا لمبر (ووٹ) کم ملے رہیں۔
آسوں پرمیشر کی کرپا سے جیکا مکالبہ (مقابلہ) رہا او
تو دیو کے گھر گئے۔ تو اب تو ہمکا ممبر ہو جائے کا چاہی۔
ہم بڑے صاحبو سے کہا ہے۔ کپتان صاحبو سے
کہا ہے سدو سو روپیا کھرچ کے پاک ڈبلو دبیرسٹر)
سے لاٹ صاحب تیر موریل لکھائے کے بھیجے دین ہیں۔
ہمار دشمن کہت پھرت ہیں کہ ہمکا تمیج (تمیز) نا ہیں۔ ہمار
مُہارے (منہ پر) آئے کہیں تو ہم بتلائی اس ڈنڈا ماری
کہ کھوپڑی گر کھات پھرے۔ مُداپٹھ پچھا تو دئیو (خدا)
کا لوگ کہت ہیں۔ انگریجی ماں دسکھت (دستخط) ہم کر لیت
ہیں۔ مُدا انگریجی کیر اکھر ہم لکھ تا ہیں سکت ہیں ہم کا صاحب
لوگ مجسٹر بنائے دین اب ہم آنرری مجسٹر ہو گئیں۔ ہمار
مہری سے پاک پولیس والے کی مہار دکھت رہے
کہ ٹھاکر نیاؤ (انصاف) خوب کرت ہیں۔ ہمار سرشتہ دار
بھری کچہری ماں کہہ دہیس کہ آج ٹھاکر صاحب کیسے
جس جس نیاؤ کرت ہیں بھلا بڑے صاحب کا کر ہیں۔
ہمار روپیا کالین دین کرت ہے۔ سود بیاج ماں
پھوٹی کوڑی کا کبھوں پھرک (فرق) ناہیں پڑت۔
البت یو ہے کہ ہم کا کھانی کھولی (خالی خولی) کہے
دکہواس) ناہیں آوت۔ تَون تکریر سکریڈ (تقریر) لکھ
کے لے جاب اور پڑھ دیاب۔ تم جن کا اگلے سال
کونسل کا ممبر بنائے رہیو اُن کا بھلا سا نام پنڈت
رام سیوک تو ذہو (وہ بھی) دوئی سال تا ہیں لوک (
ممبری کہین اور بھکے (ذرا سا) نا ہیں بولے۔ اور تم
بھائی لوگ پنچ لوگ جان لیو یو ممبری کا سسری ہے
مہا کٹھن۔ مدا ہم جی ماں (دل میں) سوچ لین ہے کہ
کہ جدھر لاٹ صاحب کا مونڈ (سر) ہل جائی۔ اُدھر
ہموں کان پھٹہائے دیب مونڈ یا ہلائے دیب ۔
جون بڑے صاحب کہیں تر نے ٹھکر دیب۔ لاٹ صاحب
بھل منئی ہیں۔ تمہار بیدکھلی لاٹ صاحب چھڑائے دین۔
اور سنیو بھائی۔ تم لوگن کے بھرکائے ماں نہ آؤ۔ پھسادی
(فسادی) لوگ پھساد کرت ہیں ان کا دن رات یہی کام
ہے۔ جو نٹ کا سانچا بنا دیں۔ تمہار ٹینٹ نہاریں
(جیب ٹٹولیں) ساری کمائی اینٹھ لیں۔ اور جون دائیں
بیس (بیس) نہ پائیں تو کہہ دیت ہیں جاؤ ہم بھیجی
(بھیجی) پر نا جاب۔ ان کا تنکو مروت ہے نہ لاج ہے۔
ہمار وکیل صاحب کہن ہیں کہ ٹھاکر صاحب تم اب کی
ٹھاڑ ہو جتنے بوٹ (ووٹ) ہمرے ہو ئیں ہم سب تم کا
دے دیب۔ لے گنگا کر یا ہم کا توا کین (یقین) ناہیں
آوت ہے۔ یہ کو لوکانونی (قانونی) چال ہوئی۔ اُنکا
منسا ہے (منشا) کہ سرکار سے اول درجے کا کراوا
(کرایہ) اینٹھیں۔ اور تم پنچ سے دو بہری دو بہری ہیں
لیں۔ گریب (غریب) منئی (آدمی) سے کہیں اب ہم کونسل
کیر ممبر ہیں ہمار پھیس بڑھاؤ۔ اور سنیو بھائی لوگو۔
پھسادی لوگ تم کا یہ کہہ کے بھڑکاوت ہیں کہ ٹھاکر میاں
جمیندار۔ کسان لوگن کا نکسان کریہیں۔ آپن پیٹ
بھریں تو ہم تم سے کہے دیت ہیں کہ یہ کو نو ہنسا کی
بات ناہیں۔ اب تم کا ہے ڈرت ہو۔ بھگا سکی نہیں
جات۔ بیدکھلی ہوئے نہیں پاوت۔ گلی (غلطی) لوگ
ٹپائی موکوف بھی۔ اب جمی کھیت بوؤ گے ۔

جلد ۱۹ نمبر ۵

مضامین غیر

(مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۳۶ء)

بسنت کی شان نزول

کیا جو بسنت بھر رہا ہے دم سرد ... ہائے ڈوبے اسنے دل میں پیدا کیا درد
ہے جسم پہ کنپ کپی زباں پہ آہیں ... جاری ہیں اشک اور چہرہ ہے زرد

آنے دو بہار پہنے دار گل زرد ... چیٹی جائیں گی ساری گوٹیں جو ہیں زرد
کچھ دن تو کھیلنے دو اسکو بھی ذرا ... رخصت ہونے کو ہم سے ہے موسم برد

شکایت چرخ

گلزار جہاں میں خار نکلے کتنے ... ہر سمت خزاں کے اٹھ رہے ہیں فتنے
گل کی نہ مہک ہے اور نہ بلبل کی چہک ... زاغ اور زغن بھرے ہوئے ہیں کتنے

بلبل کی جگہ نظر میں آتے ہیں بوم ... اور باد صبا کی جا چلی باد سموم ہے
اے چرخ ستم شعار تجھ پر افسوس ... معلوم نہیں کہ ہے ترا کیا مفہوم

چلتی گاڑی میں روڑے اٹکے آخر ... گاندھی جی اس سے دور چھٹکے آخر
کچھ کہیے نہ خاصہ ہے یہ انسانی ... بابا آدم تھے بھٹکے آخر

قومی جلسہ کیا جوانوں کے سپرد ... بڈھوں کے کردیے گئے آگے خرد
فرزیں سے بنے ہیں جنوں کے پیادے ... شطرنج تمدنی میں مانی ہے برد

کچھ چھوٹے کچھ پھنسے ابھی قید میں کچھ ... موجود ہیں کچھ اگر تو ناپید ہیں کچھ
اپنی اپنی ہے ڈفلی اور اپنا راگ ... عمرو اور بکر کچھ بنے زید ہیں کچھ

مدراس کی کنفرنس کا ہے یہ نچوڑ ... لایا ہوں بمشکل اس کو میں توڑ مروڑ
لبرل حضرات نے بصد عجز و ادب ... اظہار دل کیا ہے یوں ہاتھ کو جوڑ

خواہش کے مطابق نہیں سادہ کاغذ ... امید نہیں کہ دے الساده کاغذ
سرکار کے آگے تو مفہوم کہیں ... کرسکتی ہے وہ اچھا زیادہ کاغذ

چاہے کوشش ہماری پروان چڑھے ... یا ہم کو نصیب ہوں ندامت کے ٹڑے
ہم کھول کے رکھدیں اسکے آگے اسوقت ... سرکار رہا سے دل کے حالات بڑے

ہم گو کہ مطالبات پر خوب لڑے ... وہ بھی تو ہیں لین دین کے سخت کڑے
جو کچھ کہ وزیر ہند نے ہم سے کہا ... معلوم ہوا کہ ہیں وہ کنجوس بڑے

ہوائٹ پیپر

سادہ کاغذ ہمارے کیا آئے گا کام ... کیا ہوں گے شلنگ ویے کے اب دام
باہم جب بان اور لنکا شائر ... کب تک کرتے رہیں گے کار حجام

تنبیہ

کمزور کے واسطے ہے ہر وقت کھکھیڑ ... مونڈی جائے گی جس طرف جائے گی بھیڑ
پہلے منتر کو سانپ کے حاصل کر ... پھر جا کر اسکو اس کی بانبی میں چھیڑ

حالات زمانہ

مسلم لیگ اور مہا سبھا کے افراد ... خالی نہیں ہند ہی میں اجڑے فساد
نازی سوشلسٹ مفلس و صاحب زر ... ان سب کو نہ ملنے کی سمجھیے افتاد

جرمن تو خیز بنا رہے ہیں نازی ... ڈائیٹ میں دوسروں سے جیتی بازی
ہٹلر نے بڑھ کے باگ ملکی تمامی ... سب کہنے لگے ہیں اس نے نیا سازی

ڈی ویلرا خود سری و نخوت میں بھرا ... طوفان بے تمیزی کرتا ہے بپا
کہتا ہے کہ آزاد ہیں آئرلینڈی ... رکھتا ہوں یا دلیل اپنا دعوے

برباد کی سیکڑوں برس کی الفت ... دیکھو تو بے وفا کی یار وہمت
انگریزوں سے مطلق نہیں کھاتا ہے لگاؤ ... بد امنی کی دیتا ہے ہر اک کو دعوت

چین و جاپان اگرچہ خاموش رہے ... لیکن سرحد پہ دوش بادوش رہے
جاپان قدم ترقی کے مار گیا ... چینی لیکن بہ خواب خرگوش رہے

ہر ایک بگاڑ گیا ڈس آرمامنٹ ... دیکھا نہ مگر کسی کو اس جانب بنیٹ
لیگ آف نیشن بھی اک کھلونا ہی رہی ... دیکھیں کب تک رہے یوں ہی گرمی نیٹ

حکومتہائے یورپ کی حالت

گفتار کچھ اور تھی تو کردار کچھ اور ... جام سے تزویر کا چلتا رہا دور
اک دوسرے کی آنکھ میں جھونکے خاک ... یورپ کا دیکھنے میں آیا یہ طور

سال ماضی نے

ہر ملک میں کچھ نہ کچھ اٹھائے جھگڑے ... دیتا رہا سب کو پہلوانی رگڑے
دنیا میں دھما چوکڑی اک ہی تھی مچا ... ہر جانب ہو رہے ہیں ملکی جگڑے

معلم صاحب زنان خانے میں تشریف لے گئے اور مہمان بھی دن بھر بحث مباحثے کے بعد سو رہا۔ دفعۃً ہائے وائے کی صدا زنان خانے سے بلند ہوئی مہمان گھبرا کے اندر چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ معلم صاحب جو علمی افادات کے دریا بہایا کرتے تھے بورے خون میں بھیگے اور پھڑک رہے ہیں۔ نندہ مقدسہ سرہانے ایستادہ ہیں اور چپکو چپکو رو رہی ہیں۔ ایک سوتا ظرف کا بہایا کے حصۂ زیریں سے جاری ہے اور دوسرا بی بی کی آنکھ سے۔ ہائیں یہ کیا ہوا۔ شام کو تو ہوا کی تحت اچھے بھلے تھے؟ بی بی نے جواب دیا کیا بتاؤں میں پاس لیٹی ہوئی تھی اتنے میں انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ ستو تو بی بی یہ بیکار کے دو عضو جو کشتی صفا کے لنگر بنے ہوئے ہیں کس مرض کی دوا ہیں۔ بھلا میں اس الو کے سوال کا جواب کیا دیتی۔ انھوں نے کئی کتابیں اُٹھائیں اور ان کے ورق اُلٹے پلٹے جب یہ گول گول رمز کچھ سمجھ میں نہ آیا تو استرا لے کے ان کے پیچھے پڑ گئے۔ آخر وہ حال ہوا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔"

مہمان "لاحول" پڑھتا باہر آیا اور بوریا بدھنا سنبھال کے بھاگ گیا (زہر الربیع علامہ شوستری) مطلب یہ کہ دنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں جو ان اعضا کو بیکار سمجھتے ہیں۔

درون افرازیات ترجمہ ہے "انڈو۔کرائنولوجی" کا یہ چیز اصلاً قدیم ہے۔ لیکن اسے ایک علم کا درجہ حال کے ماہرین فن نے عنایت کیا ہے۔ اور جس طرح تمام جدید شعبہ ہائے طبیہ غیر مکمل دستور کے منکشف ہوتے ہی اسی کو راس الاصول صحت یا مرض کا مان لیتے ہیں اسی طرح ان درون اعضا کے ماہرین بھی آج کل انھیں پر دھونی رما کے بیٹھ گئے ہیں۔

"جو کچھ کرتے ہیں یہی غدد کرتے ہیں"

یہ پانچ ورق کا ایک رسالہ ہے مگر جدید اصطلاحوں کی وجہ سے ناظر کے واسطے ایک چیستان ہے۔

"چاند سا چکلا پان سا پتلا جو میری پہیلی نہ بوجھے اُس کی آنکھوں میں بھلا۔"

ہم ذیل میں دو فقرے اس رسالے سے جو ڈاکٹر صاحب نے نقل کیے ہیں درج کرتے ہیں۔ جو ساس بہو کی لڑائی سے علاقہ رکھتے ہیں:-

"لیونارڈ ولیم نے ایام بند ہونے کے زمانے یعنی سن یاس کی طبیعی تغیرات کے متعلق رائے زنی کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب میں کتاب بند کرتے وقت ایک گہرا سانس لیتا اور سوچتا (سوچتا) ہوں کہ ایک فرانسیسی طبیب کا یہ صحیح مقولہ ہے کہ سن یاس کے عوارض کا علاج معلوم نہ ہونے کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم ساس بہو کے تعلقات پر ساس کو بدنام کرتے ہیں۔"

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:-

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سر ولیم آسلر نے ڈاکٹر ہاربورڈ کو کہا تھا کہ زمانۂ ماضیہ میں کرکٹ کے کھیل کی فتح انگلش سرجنوں کے ہاتھ میں تھی اور اب ہماری باری آگئی ہے۔ میرے الفاظ یاد رکھو کہ اب درون افرازیات (افراز باطنیہ) کے بلے سے ہی (یا گیند؟) سب سے زیادہ دوڑ (رن) بنائے جائیں گے۔"

بہر نہج چاہے ہماری سمجھ میں کچھ آئے یا نہ آئے ہم ڈاکٹر محمد اشرف الحق صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے غیر معلوم العلۃ امور کی علت صحیحہ کا ... ان کردی الشکل جوڑو وال (ڈبہریا) ستارہ ہائے تاریک کے طالع سے کر لیا۔ رسالہ دیکھنے کی چیز ہے۔ — قیمت ۲ر

دوسرا رسالہ اعادہ شباب و درازی عمر ہے۔

دراصل اس رسالے کا نام سنی اعادۂ شباب ہونا چاہیے کیونکہ مصنف علام نے اس موضوع میں جتنے ملکوں کی سیر کی یا جن قابل ڈاکٹروں سے سنے اُنکے حالات اس کتاب میں درج ہیں۔

اذان دی کعبے میں ناقوس دیر میں پھونکا
کہاں کہاں ترا عاشق تجھے پکار آیا

بہت ہی پُر لطف داستان ہے۔ قیمت ۴ر

تیسرا رسالہ عمر گھٹنے کے اسباب۔ رہنے سہنے کے طریقوں اور کھانے پینے کی بے احتیاطیوں کے علاوہ فاضل مصنف نے اخلاقی خرابیوں اور بُری عادتوں کو بھی قلت عمر کا سبب قرار دیا ہے۔

عادات کیفیات وجدانیہ کا جو اثر روح پر ہوتا ہے اُسے ہماری شریعت نے اچھی طرح واضح کر دیا ہے۔ مثلاً بعض حدیثوں میں ہے کہ کنبہ پروری عمر بڑھاتی ہے۔ شریعت کی بیان کی ہوئی علت ابھی تک مخفی تھی بہت اچھا ہوا کہ وہ مخصوص طریقے سے دریافت ہو گئی۔

اس قابل ہے کہ خصوصاً ہمارے ملک کے نوجوان اسے غور سے پڑھیں۔ اور اس پر عمل کریں تاکہ ان کے والدین کو ہر سٹے یہ دعا نہ مانگنی پڑے "جیتے رہو عمر دراز ہو" اپنی عمر اپنے ہی قبضے میں رہے بڑھاپے میں اس رسالے کے بتائے ہوئے گُر بالکل بیکار ہوں گے

دیکھا دم نزع دل آرام کو
عید ہوئی ذوق دمِ شام کو

اس لیے ہم نے ملکی نوجوانوں کو اس کے مطالعے کی رائے دی۔ یہ رسالہ کوئی پانچ جزو کا ہوگا۔ خوب چیز ہے۔ قیمت ۸ر

چوتھا رسالہ تجدید شباب کے چند مغربی طریقے۔ یہ رسالہ گویا "عمر گھٹنے کے اسباب" کا "شبوب" ہے۔ شبوب عربی لغت میں ہے یعنے ترقی در مضبوط کرنے والا۔ یہ نہ سمجھیے کہ اس کتاب میں کوئی ایسا نسخہ درج ہے جو کسی عطار کی دوکان سے دستیاب ہو جائیگا چند دوائیں بتائی گئی ہیں مثلاً سنکھیا۔ آیوڈائڈ ریڈیم یا جوہر غدد درقیہ (ٹرسیہ) وغیرہ مگر ان کا طریق استعمال یا وقت استعمال یا انتخاب فاضل مصنف کے مشورے پر موقوف ہے۔ اگر اعادہ شباب کی ہوس ہے (کیوں نہ ہوگی) تو اس بارے میں ڈاکٹر صاحب کے آستان عالی کی زنجیر کھڑکھڑائیے۔ امید ہے کہ چند روز میں "ہائے بڑھاپا" کہنے کی عادت بالکل جاتی رہے گی۔ حیوانات کے غدد منویہ نفیس مزاج پابند شریعت اشخاص ملا کے کتب کی طرح (جس کا ذکر اوپر گزرا) جزو متروک سمجھتے اور کاٹ کے پھینک دیتے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ یہ گناہ عظیم بلکہ اسراف بیجا بلکہ عین جہل ہے یہ عضو شریف آنکھوں پر رکھنے چومنے کے قابل نہ سہی تو پیٹ میں رکھنے کے قابل ضرور ہے۔ ھنیئاً مریئاً (گوارا باد) رسالہ ساڑھے تین جزو کا ہے قیمت ۸ر۔

پانچواں رسالہ اعادۂ شباب کا ایک سہل طریقہ۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی مستقل تصنیف نہیں بلکہ

ڈاکٹر ایکی جاودرسکی (پیرس) کے نسخے سے مضمون کا چھوٹا سا ترجمہ ہے۔ یہ فرانسیسی ڈاکٹر صاحب خون بدلوں کے طریقے سے بڈھوں کو جوان بناتے ہیں۔ جوان تندرست توی الجثہ بری از امراض ساریہ و متعدیہ کے ڈیل سے چند لوٹے قطرے پچکاری میں لیتے اور وقتاً فوقتاً بڈھوں کے بدن میں اس کی دھار مار دیتے ہیں۔ بس بڑے میاں سینگ تڑوا کے بچھڑوں کے ساتھ کلول کرنے لگتے ہیں۔ ہے تو نہایت آسان اور بے لاگ طریقہ مگر ہندوستان میں صحیح البنیہ جوان گوگر واحمر کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ گھس لگانے کو نہیں ملتے جو انھیں کوئی اپنے خون کا شریک بنا لے۔ ایکی جاودرسکی نے تو پیرس میں خون فروش جوان فراہم کر لیے ہیں مگر یہاں کہاں۔ اگر ڈاکٹر محمد اشرف الحق صاحب نے خون کی سر بند شیشیاں منگائی ہوں تو ہمارے نزدیک اس نہایت آسان "اعادۂ شباب کی دوا" کو جلد حاصل کرنا چاہیے۔

ان رسالوں کے علاوہ ایک چھوٹا سا رسالہ "معجزہ" اور دوسرا "قوائے جسمانی پر غذا کا اثر" ہے۔ یہ رسالے انتخاب و اختیار غذا میں اچھے مشیر ہیں۔ ان کی قیمت مجموعاً ۲ روپے ہے۔ خدا کرے ڈاکٹر صاحب ہمیشہ جوان رہیں جنھوں نے بڈھوں کے کمزور اعضا پر ایسا رحم کیا۔ (باقی آیندہ)

ــــــــــ

التجارت

جامع اللغات و نور اللغات

(نمبر ۲۴)

ایک ہمارے ظریف دوست ہیں انھوں نے زمانۂ قیام عرب میں کسی تماشبین بن بیاہے عرب زادے کے ساتھ دل لگی کی تھی۔ کمبخت کی شامت جو آئی تو ہمارے دوست سے اس نے امساک کی دوا پوچھی۔ انھوں نے استفسار کیا۔ "آخر کیا ضرورت ہے؟" وہ بولا کہ فلاں محلے میں ایک اندھا رہتا ہے اس کی لڑکی سے اور اس شخص سے تعلق ہے۔ ہمارے دوست والے ہیں مسخرے "نمک چھکنی" پیسی ہوئی صندوقچے میں رکھی تھی پڑیا بنا کے جو اسے گردی اور ترکیب استعمال یہ بتائی کہ بائیں نتھنے میں سڑک لینا بس مطلب حاصل ہو جائے گا۔

آپ جانیے اندھیری رات چوروں اور رندوں کے لیے تو بڑی نعمت ہے۔ غریب عرب زادہ رات کو اپنے اندھے سسرے کے گھر میں گھسا۔ اندھے کا قاعدہ تھا کہ دروازہ بند کرنے سے قبل لکڑی لے کے ہر گوشے کا جائزہ لیتا تھا۔ ذھشیارے داماد کا یہ دستور تھا کہ اس کرنے میں بڑے میاں پہونچے تو چپکے سے اس کونے میں ہو رہا۔ الغرض اس عمل کے بعد عرب زادے نے ناس کی چٹکی اطمینان سے ناک میں سڑکی۔ اب تو دماغ میں خناس گھسا۔ آچھیں!۔

بڈھا پکارا "مینو" (مَن ھو۔ کون ہے) جواب ملا "آچھیں" بڈھے نے دُہائی دی "ہزاحرامی" یہ چوٹی اور لٹھیا لے کے لگا آواز پر نشانہ بازی کرنے۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ ایک مشاعرہ ہونے لگا جس میں "چھینک" بمنزلۂ شعر تھی اور داد کا جملہ "ہزاحرامی" آچھیں اور ہزاحرامی کا غل جو ہوا تو محلے والے دوڑے۔ عاشق سارق نما ڈر کر بُرے پھنسے جلدی سے احاطے کی دیوار پر چڑھ چھینکتا پیٹتا بھوا اڑنے پھاند گیا مگر دماغی خناس کی نقابت یا رقابت نے جو بندہ کی راہ نمائی کی۔ بیرون شہر تک تعاقب ہوتا رہا آخر محلے والے پلٹ آئے۔

یہ نہ پوچھیے کہ عرب زادہ پھر ہمارے ظریف دوست کی تاک میں بغرض انتقام کب تک خنجر باندھے پھرا وہ تو کہیے خیریت گزری کہ اس کمبخت نے بھولے سے داہنے نتھنے میں ناس لی تھی اور اس طرح الزام اسی کی بھول چوک پر عائد ہوا ورنہ خدا جانے کیا ہوتا۔

نور اللغات کو اس اندھے بڈھے کا گھر فرض کیجیے اور الفاظ لغات کو عرب زادہ جس نے نمک چھکنی کی ناس لی تھی۔ لفظ تلاش کرتے وقت آپ بھی الفاظ کے متعلق "ہزاحرامی" کہنے پر مجبور ہوں گے۔ کوئی کہاں تک دیکھ بھال کرے۔ ہم "اُدھراج" کی لفظ پر مضمون لکھ کے فارغ ہوئے تھے کہ ایک عنایت فرما نے جلد اول اٹھائی اور نگاہ لفظ "اثم" پر جا پڑی۔ دیکھتے ہی کہنے لگے "ہزاحرامی" کیوں کیوں خیر باشد۔

کیا فرمایا ہے۔ ایکی مرحبا اندھے کی لکڑی کی طرح لفظ اثم کے معنی جو اشم پر ٹوٹے انگلی ہم کو یہیں بھی عجیب ہوا کہ اشم اور اثم ایک ذات کب سے ہو گئے؟ کیا معنی کر جڑا لکھے ہیں "پا داش گناہ" اور "اثم" کے معنی ہیں جرم یا گناہ کے۔ اگر گناہ پادال ہے اور پاداش گناہ تو مجرم سے اچھا گناہ ہی جزا بن گیا۔ اب ہمیں جستجو ہوئی کہ جامع اللغات میں بھی یہ لفظ دیکھیں۔ مگر شکر ہے کہ ایسے معنی نہ تھے یہ تو مشکل ہے کہ ہم ہر ایسے چور الفاظ کے بارے میں زحمت جستجو اٹھائیں لہٰذا صفحہ ۲۶۱ جلد اول تک جو غلطیاں اصلاح کی لاٹھی سے بچ رہیں انھیں خوش قسمت سمجھنا چاہیے۔ اور "ز" اور "ا" کے سلسلے کو پھر دیکھنا چاہیے۔

مؤلف نور اللغات اکثر الفاظ کی اصل بھی دیتا ہے وہ بے اصل ہی کیوں نہ ہو بیان کرنے کے مشتاق رہتے ہیں مگر وہی "پرائے برتے پر" یعنے کسی نے پہلے محنت اور تلاش کے بعد کچھ لکھا ہو تو یہ "اجازت فوائی" سے فائدہ اٹھائیں اور رسے بھاگیں۔ اسی بنا پر ہم سمجھتے ہیں کہ شاید انھیں "اَدْا" کی اصل معلوم نہ تھی۔ اسی وجہ سے انھوں نے اسے "ہو" (ہندی) لکھ دیا۔ حالانکہ ہے یہ فارسی۔ اصل میں لفظ "آدہ" بالف ممدودہ تھا کثرت استعمال سے گھس پس کے نراسو دیشی بن گیا۔

یہ فارسی میں بروزن "سادہ" بھی آیا ہے اور بروزن "مزہ" بھی۔ اور اس کے ٹھیک وہی معنی ہیں جو "اڈے" کے ہیں ایک لکڑی پر دوسری لکڑی بصورت صلیب باندھتے ہیں کہ چڑیاں اس پر بیٹھیں۔ دوسرے معنے اس کے "تیز پرہ" ہیں مگر یہ اردو زبان میں مروج نہیں۔ (باقی آیندہ)

خاکسار ادبار اللغات

ضروری گزارش۔ جن حضرات کے نام وی پی روانہ کیے جا چکے ہیں وہ مہربانی فرما کے وصول فرمالیں اور باقی دار حضرات قیمت کا منی آرڈر بھیج دیں۔

نیازمند منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

"بس مونڈی کاٹے سارے کس بل نکال دونگی۔ بہت شورے پشتی پر کربا ندھی ہے"

میاں فریدوں

(نمبر ۵)

ایک نوجوان - ماشی کوپل - ہری ٹہنی - امنگوں والا - حسین عورت کا نام سنے اور متوجہ نہ ہو خلاف آئین فطرت ہے - رئیس الدولہ نے جو میاں فریدوں کی زبان سے رانی ہٹر ونگاپور کی صورت کی تعریف سنی فوریشہ خطمی ہوگئے اور فوراً دعوت منظور کر لی۔

رئیس الدولہ - ضرور حاضر ہوں گا - میں یوں بھی حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا تھا - وہ تین مرتبہ آپ نے جلسے ہو کے سرفراز کیا - باز دید مجھ پر فرض ہے - مگر ان رانی صاحب کی شان نزول ذری تفصیل وار سننا چاہتا ہوں - یہ کون ہیں - کس غرض سے آپ کو گھیرا ہے - بیوہ ہیں کہ شوہردار یا بن بیاہی ؟

فریدوں - ہیں تو بیوہ مگر آدمی شوقین ہیں - میرے پاس اس غرض سے تشریف لاتی ہیں کہ اپنے کارندے پر کسی قدر متوجہ تھیں اس کمبخت نے اس مالکانہ عنایت سے ناجائز فائدہ اٹھایا سوا لاکھ کے نوٹ اور چند ضروری کاغذ دبا بیٹھا ہے - یہ زر امانت مخفی طور پر اسے دیا گیا تھا جس کا عینی گواہ کوئی نہیں اور نہ کاغذی ثبوت موجود ہے - جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو کمبخت فریدوں یاد آیا - خیر اب میرے غریب خانے کو مراد گاہ قرار دیا ہے تو انشاء اللہ کامیاب ہوں گی -

مگر واللہ پھر بھی کہوں گا کہ کیا خوش قطع عورت ہے - بوٹا سا قد - چاند سا مکھڑا - کٹیلی نشیلی آنکھ - ستواں ناک گلاب کی پتی سے ہونٹ - سیب کے سے گال - رنگ ہے جیسے میدا اور شہاب - دانتوں کی بتیسی ایسی خوبصورت کہ موتیوں کی لڑی جس پر ہیرا کھائے - مسی پر مستی جلنی نے رنگ روپ میں وہ نمک پیدا کر دی ہے کہ سبحان اللہ بھائی رئیس الدولہ بس یوں سمجھو کہ تمہاری شکل ہے - اُسے چھپاؤ تمہیں نکالو تمہیں چھپاؤ اُسے نکالو -

بھائی میں ڈرتا ہوں - کہیں قبول نہ ہار بیٹھو یہ

حضرات ناظرین آپ نے دیکھا ! اب اس وقت میاں فریدوں میں اور چوک کے مرحوم بلبل ہند میں کیا فرق ہے؟

اس گفتگو کے بعد میاں فریدوں رخصت ہوئے - قبل اس کے کہ رئیس الدولہ مہمان خانے کے بچاری اندر یاتری نہیں رانی ہٹر ونگاپور کی سرگزشت سن لیجیے کہ یہ کون ہیں - اور میاں فریدوں سے اُن کی جان پہچان کیونکر ہوئی - راوی بیان کرتا ہے - رانی صاحب ہندو ہیں مگر مذہب کی پابند نہیں - پیروں فقیروں پر ان کے خاوند بھی لٹو تھے اور یہ بھی خاص اعتقاد رکھتی ہیں - چھ سات سال اس طرف یہ سہاگن تھیں - راجہ صاحب کو مرے کوئی زیادہ زمانہ منقضی نہیں ہوا - یہی کوئی دو برس ہوئے ہوں گے -

ان کے خاوند کی حیوٰۃ میں ایک مرتبہ ہمارے میاں فریدوں کو روپیہ کی احتیاج ہوئی - یہ معلوم ہی تھا کہ راجہ صاحب آنجہانی کامل درویش کی تلاش میں ہیں لہذا یہ فوراً اسلی شلنگے سے لیس ہو کے ہٹر ونگاپور پہونچے ایک ٹوٹی مسجد کے صحن میں بسیرا لیا اور اب جو چپ سادھی تو گویا ازل کے گونگے تھے - ایک ہفتہ تک کچھ نہ کھایا نہ پیا نہ سوئے نہ بولے - اگر کسی نے اٹھتے دیکھا بھی تو حوائج ضروری کے ادا کرنے کو جس سے لشمجبور رہے - یہ راز کوئی بہت عمیق نہیں کہ اتنے دنوں بے کھائے پیے حضرت کیونکر جیے - بات بہت ہی موٹی ہے آپ نے اپنے ایک مرید خاص کو ایک نسخہ عجیب و غریب تعلیم کر دیا تھا یعنے وہ گڑ کے گاڑھے گاڑھے شیرے میں گیہوں کے ستو گوندھ کے ایک بڑی سی پاک اینٹ پر گلاب جامن کی صورت میں دونوں وقت رکھ دیتا تھا - نزدیک سے بھی کوئی اُسے دیکھے تو فضلہ سمجھے - میاں فریدوں جب رفع حاجت کے لیے وہاں جاتے تو پیٹ بھر لیتے - یہ مرید کبھی قدمبوسی کے لیے حاضر نہ ہوتا تھا اس وجہ سے کسی کو بھی ہر وقت ان کے سیر رہنے کی علت معلوم نہ ہوئی - قصبے کے اکثر اہل دل شاہ صاحب کے واسطے پرتکلف غذا لائے مگر شاہ صاحب نے اس طرح ناک بھوں چڑھائی گویا کوئی بری چیز سامنے آئی - ہفتہ گزرا مہینہ گزرا آخر ان کی کرامات کی شہرت اطراف و جوانب میں خوب ہوگئی - راجہ ہٹر ونگاپور نے مخبر اس کام پر معین کر رکھے تھے کہ شاہ صاحب کی نقل و حرکت کی رپورٹ برابر کرتے رہیں - یہاں کوئی وسیع پروگرام نہ تھا - شبانہ روز تعبیر و فقہ تسبیح و تہلیل اور سکوت - صبح و شام خلوت گاہ عبادت سے چند منٹ کے لیے بغرض تجدید وضو اٹھنا بیت الخلا جانا اور پھر چلے آنا - اللہ اللہ خیر صلاح جادو خوب چلا -

---

نوٹس تاریخ مقررہ نسبت تصفیہ شرائط اشتہار نیلام

(آرڈر ۲۱ - قاعدہ ۶۶)

بعدالت منصفی قنوج مقام سرائے میران ضلع فرخ آباد

مقدمہ نمبر اجراء ۱۲۰/۳۰ بابت ۱۹۳۳ء

جگناتھ پرشاد ولد گنگا پرشاد قوم برہمن ساکن کٹھ ہرا پرگنہ تردا مئی ڈگریدار

بنام

سیتارام ولد پچھی قوم برہمن جیجا ساکن سجان سرائے پرگنہ قنوج مدعاعلیہ مدیون

بنام سیتارام مدیون ڈگری

چونکہ بمقدمہ مندرجہ عنوان جگناتھ پرشاد ڈگریدار نے واسطے نیلام جائداد مقروقہ کے درخواست گزرانی ہے لہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ ۲۷ ماہ فروری ۱۹۳۴ء واسطے کرنے شرائط اشتہار نیلام کے مقرر ہوئی ہے -

آج بتاریخ ۵ ماہ فروری ۱۹۳۴ء بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا -

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

اشتہار کی رجالیکہ جائداد غیر منقولہ قابل قرقی ہو

(آرڈر ۲۱ قاعدہ ۵۴)

بعدالت جناب لالہ رشنکر سہائے صاحب آنریری اسسٹنٹ کلکٹر قنوج مقام قنوج ضلع فرخ آباد

نمبر مقدمہ ۱۰۸ بابت ۱۹۳۳ء

لالہ درگا نرائن سنگھ ڈگریدار موضع ششیا پرگنہ تردہ مئی

بنام

گھسیٹے ولد سما قوم لودھی ساکن پورہ ہو سے پور مزرعہ موضع ششیا پرگنہ تردہ مدعاعلیہ

بنام گھسیٹے مدعاعلیہ

ہرگاہ تم نے ایفاء اس ڈگری کا نہیں کیا جو تم پر بتاریخ ۲۱ - ۱۰ - ۱۹۳۳ء نومبر بمقدمہ دیوانی نمبر ۱۹۱ سنہ ۱۹۳۳ء بحق ڈگریدار بابت مبلغ ... صادر ہوئی تھی لہذا حکم دیا جاتا ہے کہ تم جائداد مذکورہ تاوقتیکہ حکم ثانی صادر نہ ہو جائے بصورت فرد ملحقہ مسلک کو بذریعہ بیع یا ہبہ کے یا اور طور پر منتقل کرنے سے ممنوع اور باز رکھے گئے ہو اور تمام اشخاص جائداد مذکور کو بذریعہ خرید یا ہبہ کے یا اور طور پر لینے سے ممنوع اور باز رکھے گئے ہیں -

آج بتاریخ ۶ ماہ فروری ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا -

فرد تقاضا

مکان ازاں مدیون محدودہ تحت

پورب	پچھم	اُتر	دکھن
اراضی افتادہ	مسجد	سڑک	کھیت الہ دین

واقع موضع پورہ ہو سے پور مزرعہ ششیا موسومہ گھسیٹے مدیون -

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

آٹھواں حصہ شائع ہو کر جلد اوّل مکمل ہو گئی
اب بارھواں اور تیرھواں حصہ اکٹھا شائع ہو رہا ہے!!!
جامع اللغات اردو
و
السنۂ متعلقہ
مرتبہ:- خواجہ عبدالمجید بی اے
جلد اول میں تقریباً ۱۸ ہزار الفاظ بیس ہزار محاورات چار ہزار ضرب الامثال و اقوال ۲ ہزار سوانح حیات ۱ ہزار جغرافیائی حالات میں
واحد لغت جسمیں اردو کے علاوہ فارسی عربی سنسکرت اور ہندی الفاظ کے معانی بھی مل سکتے ہیں
المشتہر:- خواجہ محمد محمود اختر بی۔ اے مینیجر جامع اللغات کمپنی۔ مل روڈ۔ لاہور

قواعد و ضوابط ادارہ ہٰذا

(۱) بفضل خدائے عزوجل ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں معمولی کی خبریں نہیں چھپتیں صرف ادبی تبصرے مضامین ہوتے۔ یہ صرف اپنی بضاعت پر اپنے معتقدات سے بے نیاز ہے۔

(۳) قیمت کی پائی پائی پر یہ منسلک ہے۔ جو کم کی پر قیمت یہاں چھاپے لیے گر ہر نمبر میں فرق ہے بلکہ افادات کی حیثیت سے کی صاحب بے درو رعایت نکتہ چینی صحیح تاریخی واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی سیاسی ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) صرف شاگردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائے گی۔

(۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جا سکے۔

(۷) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط او منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے ہو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

احمد حسین باروی منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) ۔صہ روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید رقم جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچوں سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۲ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بچے ہوئے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اور تم یوجانو کہ ہم ہوں ترکا سنسار ہے۔ سیکڑوں [illegible] سیرکرت ہے۔ ہم کا ہو تم بہوٹ دوٹ) دیو تو بڑے لاٹ صاحب بہت کھوس ہوئیں۔ ہم کا لاٹ صاحب نہوت چہت ہیں۔ ہم جب جات ہیں تو میم صاحب کے کھاطر (خاطر) ڈالی لے جات ہیں تو لاٹ صاحب کرسی پر بٹھاوت ہیں۔ لوکا بالا کا ہجاج (مزلی) پوچھت ہیں۔ تو ہو بھائی لوگو۔ ہمری بات سنو۔ اب کی دائیں ہم کا کونسل دالت دے دیو۔ تو بڑی دیا ہوئی جائے۔ رام جانے نہ کا نسلماں بیٹھے کی بڑی لکھا ہس ہے تمار گن مانب اور یہو جان لیو کہ جو ہم کا بوٹ نا ملا تو گھوڑے پر بیٹھ واچلاے دیب۔ پھر یو نہ کہیو کہ سے

"نیاؤ نہ کین۔ کین ٹھکرائی"

رام جانے۔ بہت بڑی ہوئی جائی۔ پھر ہم پاکے (ایک) نہ شنب (نشین گے) پھر سکایت نہ ہوئے کہ ٹھاکر صاحب جگی (ظلمی) ہوئیں۔ ہمار سحاج (لحاظ) نہ کین۔

بکواس نمبر (۲)

یکے از وکلا

کسان بھائیو۔ ووٹر صاحبان۔ میں قوم کا برہمن پیشہ کا وکیل ہوں۔ آپ حضرات خوب جانتے ہیں کہ برہمن کا دھرم ہے سیوا کرنا۔ شادی بیاہ کی لگن مہورت بنانا پوجا پاٹ کرانا۔ جنم پترا لکھنا۔ تقدیر کا حال ظاہر کرنا۔ شگون ساعت بچارنا اور دان پن سے اوقات بسر کرنا۔ میں نے جو وکالت کا پیشہ اختیار کیا ہے یہ بظاہر آبائی پیشے کے خلاف معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت وکالت کا پیشہ اور پوتھی پترا بغل میں دبا کے سورج گہن چاند گہن کے وقت "جان مال کی خیر" کہتے پھرنا دو جداگانہ فعل نہیں ہیں۔ فرض کرو کہ اگر میں اپنی پرانی چال ڈھال پر رہتا تو کیا تم۔ مرنے جینے شادی بیاہ کرنے کے وقت مجھکو بھول جاتے۔ یہ ہرگز ممکن نہیں۔ باہمن ایسی چیز نہیں جسے کوئی ہندو دھرم بھول جائے۔ وہ تمہارا سیوک ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ اسے روپیہ دو اشرفی دو اور لڈو کھلاؤ۔ آج بھی جب تمہارے بچھن مجھ سے آتے ہیں اور کچہری دربار کا سارا دھستی سنیچر تم پر چڑھی کا شتا ہے تو تم میرے پاس آتے ہو اور میں قانونی پوجا پاٹ کر کے برہمن [illegible] سے کام آتا ہوں بلا اگر کبھی باہمن کی غلطی سے لگن دھرنے میں کوئی بل پڑ گیا اور دھانڈ میں ناچاقی ہو گئی تو میری جنتری سے دفع ہوتا ہے جھٹ دعوے بابت دلاپانے ایک عدد زوجۂ نافرمان کے" دائر کر دیتا ہوں کیسی ہی بڑی لگن ہو سب ہو جاتی ہے اور بزور قانون شبہ ہو جاتی ہے غرض انسان کی تقدیر میں جس قدر عدالتی چکر لکھا ہے وہ سب وکیل کی کوشش سے سدھرتا ہے۔ یارو میں برہمن ہو کے تم سے ووٹ مانگتا ہوں۔ اس "دان" میں دھن دولت کا خرچ نہیں اگر ایک پرچی کا تحفہ سے کسی برہمن کا پیٹ بھرتا ہو تو دریغ نہ کرنا چاہیے۔ مجھ میں ایک صفت اور بھی ہے کہ خالی برہمن نہیں ہوں کاشتکار بھی ہوں۔ کونسل میں کاشتکاروں کے حقوق کی اپنے حقوق سمجھ کے حفاظت کروں گا۔ علاوہ بریں میں جیسا کہ تم دیکھتے ہو بڑے ڈیل ڈول بھاری توندوالا آدمی ہوں۔ میری توند دیکھ کے بڑے بڑوں کا دم نکل جائے گا وہ ہرگز مجھے دبا بچھا نہ سکیں گے۔ لوگ مجھے الزام دیتے ہیں کہ امان سبھا کا ممبر ہوں۔ پھر یارو اس میں کیا خرابی ہے۔ برہمن ہر ایک کا سیوک ہوتا ہے۔ اگر بڑے صاحب کی سیوا کی تو کیا برائی کی تم کو میرے جنیو کی قسم میری توند کی قسم ایک ووٹ مجھی کو "دان" دینا نہیں تو تعزیرات ہند اٹھا کے ایسی "سراپ" دونگا کہ بھسم ہو جاؤ گے۔

بکواس نمبر (۳)

یکے از فدویان سرکار

مشفق مہربان کرم فرمائے نیازمنداں یعنی صاحبان ووٹران عالیشان۔

آپ کا دیری فیضوفلی (بہت بہت خیرخواہ) آپ کی خدمت فیض درجت میں بایں قدر عرض کرنے کی لیجی کا خواستگار ہے کہ خاکسار بندۂ ناچیز کے آباد اجداد فادرانیڈ گرینڈ فادر از زمانہ سلف تا ایں دم صاحب القلم ہوتے چلے آئے ہیں۔ سلطنت مغلیہ کے عہد میں فدوی کے گرینڈ فادران لا ایک لٹریری مین تھے جن کی انشا پردازی چار دانگ عالم میں شہرۂ آفاق ہے اور فدوی بھی از بدو طفلی تاکنوں کہ تھاٹی ایٹ (۳۸) ایرس منقضی ہوت ہیں ہمہ اپنی لاف اسے ڈزن اخوان باصفا کے مشغول فکرانی رہا۔ یاد رہے کہ کوئی ڈیوڑھی کسی رئیس عالیشان کی خالی از یک راس لالہ صاحب نہ تھی۔ والان بڑے بڑے عہدہ دار اور وکیل نیز اسی قوم کے ہو گزرے ہیں جن کا ایک ادنیٰ سرونٹ یہ ذرۂ بمقدار ہے۔ آپ لوگ باذرک فکر معلوم کر سکتے ہیں کہ الحال اس ڈسٹرکٹ کے حاکم پرگنہ بھی اسی قوم کے نام لیوا ہیں جن کو اربک دعربی اشعار (دیرپشین پوئم) اس کثرت سے نوک زبان ہیں کہ چچا سعدی ہوتے تو مارے خندہ کے غلطیدن کبوتر دلوٹن کبوتر ہوئے جاتے۔ فدوی کے فادر (پدر) عالیقدر مرحوم مغفور کہ خدا جلد ان کا نعم البدل حوالۂ خاکسار فرمائے تمام عمر کاشتکاری فرمایا کیے۔ کچھ قسم کاشتکاری کہ جس کا دیدہ نہ شنیدہ ہے۔ زمینداران سے بابت لگان آں مرحوم مغفور سے ہمیشہ مناقشہ رہا۔ مدام تنگ آمد وابرمان عمر بسر فرمائے رہی۔ باوجودیکہ ڈراٹی ایر (زمانہ خشک سالی) ہے مگر زمینداران کے خرمن اموال پہ پورین رینشیاب (ڈیمانڈ) نہیں فرمائیں پس ہم خاکساران کا اور کاشتکاران کا ہمیشہ چولی دامن گریبان و پیراہن کا ساتھ ہے کبھی ہمارا دست کوتاہ بحیثیت پچوار گری ان کے گریبان میں آویزاں اور کبھی ان کا دست تطاول ہمارے موئی سر میں آویختہ۔ اب باقی رہا یہ عذر کہ فدوی پر شرکت امن سبھا کا الزام ہے تو قدرے امعان نظر درکار ہے بایں معنی کہ سے

اگر شہ روز را گوید شب ست ایں

بباید گفت اینک ماہ و پروین

خاکسار نے جس جانب حکام والا مقام کی نظر کیمیا اثر ملاحظہ فرمائی اسی وقت فرزند سعید کی طرح قدم دراز فرمائے دیا مگر جب فہمید میں آگیا کہ آپ صاحبان ہمارے اس فعل سے ناراض ہیں تو نہ

آزردن دل دوستان جہل است کفارہ یمین سہل

فی الفور امن سبھا سے استعفا داخل کے دیا۔ فی الحال

بمشورہ مشفقہ صاحبہ مسنیت ہیلو سے دوستاں دمراز وہماستاں ایں ہمچوں یعنی لائن صاحبہ موصوفہ کہ ندوی کالبڑیافت ہیں آرزو مند ممبری کونسل ہو گیا اور ہم رشتہ اس الیکشن کے سیوا مستی اور کسان سبھا کی ممبری کے لیے بھی درخواست گزران دی۔ تاناشد کہ کسے نو مفسدان اس اودیڈ نیٹ سرونٹ کے روپیہ پر حرف گیری کر سکے۔ خارجاً مسموع ہوا ہے کہ کوئی برہمن صاحب بھی کانسل کی ممبری کے خواستگار رہے ہیں لہٰذا عدالت واضح باد کہ قوم برہمناں باوجود گداگری اقوام زیرین کا اپنی خاک پائے تصور فرماوت ہیں اُن سے امید دستیمی کی کسی قوم زیرین کو نہ رکھنا چاہیے۔ پس فدوی مدعا نگار ہے کہ:۔

قدیمان خود را بیفزا ے ورطے

کہ ہرگز نہ دیدم زپہ درراہ چو سطے

پنڈت جی نے فلاکت میں مفت خشت اندازی فرمائی ہے دراصل ممبری کا مستحق یہ خاکسار ہے۔ یہ مغیر بار ہے تو بیڑا پار ہے۔ اللہ بس باقی ہوس ۔

آلہ کی فارسی عربی انگریزی اردو آمیز گفتگو سے دماغ پراگندہ ہوا۔ بندہ مضمون نگار یہ سمجھ کر کہ ہر شخص اپنی اپنی بولی میں "دان" مانگ رہا ہے۔ وہاں سے کھسکا راہ میں کسان بیچارے چہ میگوئیاں کرتے چلے جاتے تھے ۔

ایک۔ ہم ٹھاکر کا ووٹ دیب۔ کون دریاؤ ماں رہ کے گرمچھ سے بیر باندھے بکیل (وکیل) سار اپنے گوں کے یار ہوت ہیں روپیا لیت ہیں، دربڑات ہیں۔ دوئی بکھائی ماہیں (معافی) مل جائی۔ جاکرب (مزاکریں گے)۔

دوسرا۔ "ناہیں توئی کا کا۔ بکیل لوگ نیک (اچھے) ہوت ہیں۔ کال کہ حال دروگاجی (داروغہ پولیس) چلان کرہیں تو بکیل لوگن سے بگاڑے کا نہ چہی"۔

ان دونوں کے اختلاف کو تیسرے صاحب نے جو کوئی بھلے مانس بابو جی تھے یوں طے کر دیا کہ بھئی یہ کوئی خیرات کا کام نہیں ہے۔ ووٹ اُس کو دو جس کو اپنے نزدیک بھروسے کے قابل سمجھو۔ جو دباؤ نہ کھائے جو میل نہ کھائے جو لالچ میں نہ آئے۔ جو بے وقوف نہ ہو جو بے ایمان نہ ہو۔ جو دنیا کا خیرخواہ ہو۔ جو غریبوں کا پشت پناہ ہو۔ جو دنیا کے حال سے آگاہ ہو۔

دونوں نے بابو جی کی تائید کی۔ ہم اپنے دل میں ہنسے کہ ایسا شخص کونسلوں میں گھسنے نہ پائے گا۔ اور جائے گا تو نکو بنایا جائے گا۔ خون جگر پئے گا۔ انگاروں پر لوٹے گا بدنام ہو گا۔ ناکام رہے گا۔ دکھ اٹھائے گا۔ ایذا سہے گا۔ تعلیم عام نہیں ہے۔ عوام واقف نہیں ہیں۔ تعلیم کے نام سے ڈسٹرکٹ بورڈ نے زمینداروں کی خاصی جماعت بنا لی ہے مگر تاتریاق از عراق آوردہ شود کا مضمون ہے مگر تھوڑی بھر میں گھر چلے الٹھائی گھڑی کا عجز رہا۔ ان دونوں کسانوں نے اس وقت جو کچھ طے کیا ہے اس پر استقلال کے ساتھ کاربند رہنا مشکل ہے۔ جس کی رتی زور پر ہو گی وہی ممبر منتخب ہو گا۔ مختصر رپورٹ "کونسل دان" تمام والسلام۔

الواقم

اس قدر کھینچا لنگوٹی کر دیا پتلون کو

فلاسفری نامہ و پیام

نمبر (۱)

المختصر بنام سر گنگا رام

ڈیئر سر! امزاج شریف ایک اکالی سکھ دوست کی فرمائش سے چند سطریں لکھتا ہوں ورنہ مجھ سے اور آپ سے کبھی کی صاحب سلامت نہیں ہے۔ صاحب سلامت کیوں ہوتی۔ میں کہیں آپ کہیں۔ مگر اخباری دنیا کا عالم ہی نرالا ہے ادھر کسی کاغذ میں کسی سیٹھ کے نام سے کوئی خبر چھپی بس زبردستی واقفیت ہو جاتی ہے پھر لاکھ کوئی کانوں پر ہاتھ رکھے کہ حاشا وکلا ہم تم سے واقف نہیں ارے بھئی تم کون ہو ہم سے تم سے کب کی جان پہچان ہے تم نے ہمیں کہاں دیکھا تھا تم کو ہمارے معاملوں سے کیا واسطہ تم کو ہماری باتوں میں دخل دینے کا کیا حق ہے مگر پوچھنے والا کچھ سنتا نہیں اور بسا اوقات جواب لے ہی کے ٹلتا ہے۔ دیکھیے۔ دیکھیے ابھی چند روز کا ذکر ہے کہ اخبار والوں نے مسٹر مرچل کی نسبت خبر مشہور کر دی کہ جب جناب موصوف کو اپنے انتخاب ممبری میں ناکامی ہوئی تو سہ

عرق زیر دست ہر جا جمع میگردد حرارتہا

بیچارے ناقدرشناسی اہل وطن کے مارے گھگھیا کے رونے اور آنسو بہانے ایک آنکھ دباتے اور آٹھ آٹھ آنسو گراتے تھے اس بے وقوف اخبار نویس نے آنکھوں کی نمی صرف دیکھی اور اُس کا سبب اپنے دل سے گڑھ لیا یعنے یہ کہ خدانخواستہ خدانخواستہ اُن کے دشمن کھسیانے ہو کے منھ بسورنے اور آنسو بہانے لگے۔ یہ اخبار نویسی نہیں شاعری ہے۔ ایک شاعر نے اپنے معشوق کو پسینہ میں تربتر دیکھ کے رائے قائم کر لی کہ ہو نہ ہو حضرت رقیب روسیاہ کا پہلو گرمائے ہوئے آتے ہیں اور پھر منھ کہہ بیٹھا سہ

نہ ہم سمجھے نہ آپ آئے کہیں سے

پسینہ پوچھیے اپنی جبیں سے

اس اخبار نویس میں اور انجناب کی بی گھر بسی یعنے بچوں کی والدہ میں کچھ یوں ہی سا فرق ہے چنانچہ پرسوں کا ذکر ہے کہ راہ میں ایک نہایت گستاخ نامہذب ناتعلیم یافتہ چیل نے اُڑتے اُڑتے انجناب کے ساتھ دل لگی کی واسطر جو بل جاتی تو حرامزادی کو پکڑ کے سرجان مینارڈ کے حوالے کر دیتا اور کہتا کہ براہ عنایت اس پر بھی پولیس کا ڈنڈا چلوائیے اس نامعقول نے چینہ یا پرنچال گرا دی بھلے مانس کو نہیں پہچانتی۔ ظاہر ہے کہ ازالہ نجاست بعد رفع حاجت ایک امر لازمی ہے۔ ایک دوست کے گھر پر سر دھو لیا۔ بھیگے بالوں سے اپنے گھر میں آیا مسماۃ گھر بسی جان پنجے جھاڑ کے پیچھے پڑ گئیں۔ ہو نہ ہو تم کسی بیسوا کے گھر گئے تھے۔ حمام سے آئے ہو۔ واہ تم لاکھ قسمیں کھاؤ۔ کھایا منھ اور نہائے بال چھپ نہیں سکتے۔ لاکھ لاکھ سمجھایا کہ بی بی غسل جنابت اور غسل اجابت (زعفن) میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ غسل اجابت صاحب لوگ کرتے ہیں ہم ہندوستانی بیچارے بھلا اس کی قدر کیا جانیں۔ تم ناحق بدگمان ہوتی ہو پنڈا دیکھ لو اس میں کہیں نہانے کی علامت نہیں ہے مگر بدگمانی کا بُرا ہو ایک نہیں ہزار نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ایک سلام طلب امیر کی عادت ہے کہ ہر شخص سے ابتداءً سلام کے متمنی رہتے ہیں بندہ السانڈ گھٹ کہ ساری دنیا کو جھک جھک کے تسلیم کرتا ہے مگر جب اُن سے مڈبھیڑ ہوتی ہے

جلد ۱۹ نمبر ۶

مضامین پنچ

(مورخہ ۱۹- فروری ۱۹۳۴ء)

غزل

(از حضرت فرزانہ شاعر عدیل یگانہ احمق پھپھوندوی)

کفر و دیں کی گمات تانا کس ہی سے پوچھیے
پوچھیے اس کو تو اپنی پالیسی سے پوچھیے

میری بابت آپ سے سوء ظنی پیدا نہ ہو
حال دل میرا نہ اتنی سادگی سے پوچھیے

تجربہ خلافت سے ہم پہلو نہ ہو سکنے کی وجہ
حضرت گاندھی کی پیاری شانتی سے پوچھیے

مدعی کو کیا خبر کھاتے ہیں کیونکر دل پہ تیر
یہ کرشمے یہ ادائیں بیوی جی سے پوچھیے

مار ڈالا آپ نے تو چھیڑ کر دشمن کا ذکر
کیا ضروری تھا کہ یہ قصہ کسی سے پوچھیے

کس طرح چھینا ہے خنجر کس طرح ہے قتل
بندہ پرور اپنے ابرو کی کجی سے پوچھیے

کچھ بتایا سا ہے راز ہی مدعی کے واقعات
مجھ سے ہی سنیے یہ احوال اس مجھی سے پوچھیے

وہ بھی کیا دولت نہ ہو مخلوق جس سے مستفیض
بھوکے کیوں رکھے ہیں کمبختاں زر یہ پوچھیے

آپ میرے قتل سے انکار فرمائیں ہزار
آپ ہی کو کہہ رہے ہیں کسی سے پوچھیے

کھا گئیں پیسہ دنیا کو نقل بطن بھی مطلق نہ ہو
یہ تو حکمت ہے اپنے زور ہضم ہی سے پوچھیے

کس خطا پر ضبط فرمائی ہے احمق کی بیاض
یہ جناب احسن مارہروی سے پوچھیے

غزل

(زلزلۃ الشعراء استر ہچل بہادر بدایونی)

ہم پوچھیں اب کھاؤ گے وہ آج قتو کریں
ہم سے نہ ہو سکے گی یہ خاطر عدو کریں

فرزند ارجمند کی کیا پیش جائے گی
پکے گا وہ پسند جو ان کی بہو کریں

ہم ان کو ڈائرکٹ سنائیں گے حال دل
یہ کیا کہ عرض حال عدو کے تھرو کریں

ہنٹر سے کرنے آئے ہیں وہ میرا فیصلہ
میری طرف سے آج وکالت عدو کریں

انعام ہم کو دیجیے کام ان سے لیجیے
یہ ہم کریں گے اور وہ خدمت عـہ و کریں

یہ سوچ کر وہ غیر سے ملتے ہیں مستقل
ہر روز کیوں تلاش نیا بانگو کریں

دنیا کا یہ عجیب نشیب و فراز ہے
صدمے بڑے اٹھائیں محبت چھوٹو کریں

اپنی غزل کا رنگ جمانے کے واسطے
ہم بھی تلاش آج کوئی خوش گلو کریں

ہچل سنا ہے آج انھیں قید ہو گئی
اب چل جائیں ان کی اگر آرزو کریں

عـہ نصرت شاعرانہ بصنعت ایجاد قافیہ ۱۲

کلام حضرت ٹسن

مدتوں سے محو غفلت وہ بت خود کام ہے
اب خدا جانے اُسے سکتہ ہے یا سرسام ہے

آرزوئیں حسرتیں ارمان گھسے پٹے ہیں سب
یا الٰہی یہ مراد دل ہے کہ وقت عام ہے

شیخ صاحب کیا ہیں اک مجموعۂ دنیا و دیں
ہاتھ میں تسبیح ہے لب پر حدیث جام ہے

بچپنا دیکھو کہ بابا کا جانکرسی۔ آئی۔ ڈی
میں نے جب اس شوخ سے پوچھا کہ کیا نام ہے

ہم وہ میں جس کو مریض چاں طلب کہتے ہیں لوگ
جس کو کہتے ہیں ہاں کرنا وہ تمہارا نام ہے

سامنے آئینہ رکھ کے کاٹتا ہے سر کے بال
وہ بت خود کام اپنا آپ ہی حجام ہے

کون ایسا ہے جو دل پہلو سے دے جائے مگر
یہ تو ظالم تیری دزدیدہ نظر کا کام ہے

ہم کہتے ہیں جسے وہ ہے کثافت عشق کی
وصل کہتے ہیں جسے ننگوں کا وہ حمام ہے

ہڈی

خدا ہم ہندوستانیوں کو بہشت نصیب کرے۔ مرتا برحق ہے جب تک سانس تب تک بہشت کی آس اور حوض کوثر کی پیاس محض دو چیزوں کی امید پہ آدمی جیتا ہے ایک "ہڈی" دوسرے "گورنمنٹ کی ملازمت"۔

ہڈی۔ اس کی تعریف یا وضاحت یوں کی جا سکتی ہے کہ "ہڈی وہ چیز ہے جو الٰہ دین مالک چراغ کو فغفور چین کی لڑکی سے شادی کرکے حاصل ہوئی۔ اگر شاہزادی بدر البدور صبیہ فغفور چین سے میاں الٰہ دین کی شادی نہ ہوتی تو چاہے ان کو

حکم امتناعی بحالیکہ جائداد غیر منقولہ بعلت اجرائے ڈگری قابل قرقی ہو

(آرڈر ۲۱ - قاعدہ ۵۴)

بعدالت منصفی دوم مقام بلند شہر ضلع بلند شہر

مقدمہ نمبر ۱۰ بابت ۱۹۳۳ء

گپت لال ولد نند کشور قوم پوہرہ برہمن ساکن الٰہ آباد پرگنہ و گور مدعی

بنام

بھگوان سہائے ولد روشن لال قوم کھتری ساکن بہاجھر پرگنہ ڈنکور مدعا علیہ

بنام بھگوان سہائے مدعا علیہ

ہرگاہ آپ نے ایفائے اس ڈگری کا نہیں کیا جو آپ پر بتاریخ ۲۲ ماہ نومبر ۱۹۱۲ء بمقدمہ نمبر ۲۵ ۱۹۱۳ء بحق ڈگر یدار بابت مبلغ ما بعلیقہ صادر ہوئی تھی۔ لہٰذا حکم دیا جاتا ہے کہ آپ بیعنہٗ مدیون مذکور تا وقتیکہ حکم ثانی اس عدالت سے صادر نہ ہو جائداد ملصقہ فرد تعلیقہ منسلکہ کو بذریعہ بیع یا ہبہ کے یا اور طور پر منتقل کرنے سے ممنوع اور باز رکھے گئے ہیں اور تمام اشخاص جائداد مذکور بذریعہ خرید یا ہبہ کے یا اور طور پر لینے سے ممنوع اور باز رکھے گئے ہیں۔ تاریخ پیشی ۷- مارچ ۱۹۳۴ء مقرر ہے۔

آج بتاریخ ۱۲- ماہ فروری ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

فرد تعلیقہ

سالم ایک منزل مکان تعمیر خام شمال رویہ و شرق رویہ و ایک منزل دو دکان دوکمنی شمال رویہ باہم پیوستہ محدودہ ذیل واقع قصبہ جہاجھر پرگنہ ڈنکور۔ شرقی دروازہ مکان و سرائے خیراتی بھٹیاری غربی دوکان موتی لال زرگر۔ جنوبی سرائے غفور دکالی۔ شمالی راستہ سڑک۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

مکلین پہلے گتنا ہی دولت دے ڈالتے سب ہیچ تھی وہ نرے درزی بچے ہی رہ جاتے۔ جی حضرت! ہڈی کوئی معمولی شئے نہیں۔ میاں الہ دین تھے بڑے قسمت کے دھنی اُن کو یہ اہم چیز بہت آسانی سے ملی ورنہ بہتیرے غلام بادشاہ گزرے ہیں مثلاً بیچارے التمش ہی کو لیجیے اُن کی شادی اُن کے آقا اور بادشاہ کی لڑکی سے ہوئی۔ سلطنت اور وہ بھی ہندکی سی سلطنت پر حکمرانی بھی کیا۔ مگر "دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی" ہو کے رہا۔ تمام مورخین اُن کا اسی طور سے تذکرہ غلام بادشاہ کے نام سے کرتے ہیں۔

ہڈی کی جستجو محض ایک ہندی تمنا نہیں جس کو آپ یہ کہہ کر ٹال دیں کہ "بلی کے خواب میں چھیچھڑے ہی چھیچھڑے" بھی نہیں۔ اس وقت مغرب کی متمدن ترین قومیں یا شائستہ امریکا بھی "ہڈی پرست" ہو رہی ہیں

انگریز تو پہلے درجے کے ہڈی کے پجاری ہیں۔ اس خاصیت میں اُن کا کوئی ہمسر نہیں۔ انگریز (جب تک لندن یا انگلستان میں رہتے ہیں) کسی طبقے کے ہوں بلگریو سکوائر[1] کے محلات میں مزے اُڑاتے ہوں یا ایسٹ اینڈ[2] میں بھر کے مرتے ہوں ضرور اٹلی والوں کو بنظر حقارت "ڈیگو" ہی کے نام سے یاد کریں گے۔ امریکنوں کو "یانکی" جرمنوں کو "ہن" یا "جری" فرانسیسیوں کو اسی طرح "موٹے کھی چوس" "داڑھی والے" "پارسے کدو" یا غیر ملکی اور تمام ایشیائیوں کو "نگر" یعنے حبشی کہہ کہہ کر اپنی نظروں میں آپ اپنی ہڈی کی مضبوطی اور وقعت بڑھاتے ہیں مگر انگریز ہی محض اپنے منہ میاں مٹھو نہیں

یعنے بلکہ جرمنوں کا بھی یہی حال ہے جرمن قوم پرست

اس وقت تو دے سکے بیچارے یہودیوں ہی پر پل پڑے ہیں یہودیوں کو مخرب اخلاق اور اپنے ملک کے لیے ننگ سمجھتے ہیں۔ اُن سے شادی بیاہ تو کوئی پرلے درجے بھی علی العموم نہیں کرتا۔ کیا انگریز کیا جرمن!۔ اور وجہ وہی ہے یعنے ہڈی میں فرق آجائے گا۔ انگریز اپنی جگہ پر اس بات کے علٰحدہ علٰحدہ دعویدار ہیں کہ ہم ہی اصلی "نورڈک[3]" ہیں۔ دوسرے کے گوشت پوست اور ہڈی میں فی ہے۔

طرہ یہ کہ نئی دنیا کے سے مساوات پسند ملک نے بھی اس ہڈی والی بات کو قابل غور ہی قرار دیدیا۔

امریکا میں آباد ہونے کے قیود اور قوانین بھی نورڈک ہڈی کو درجۂ امتیاز دیئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ جہاں اور ملکوں کے دس باشندوں کو امریکا کی بہشت میں آباد ہونے کی اجازت دی جائے گی وہاں "نورڈک" خون اور ہڈی والے جرمن انگریز وغیرہ کی دوگنی تعداد کو موقع دیا جائے گا۔ اور ہندوستانیوں کی تو کچھ نہ پوچھیے۔ وہ اس فردوس میں قدم رکھیں تو رکھ لیں مگر جا نہیں سکتے۔ یہ کالے لوگ "امریکن سیٹیزن شپ" یعنے امریکن قومیت حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ان کے لیے سارا جہان حد ہے۔ آسٹریلیا، کینیڈا، افریقہ، امریکن۔ انگریزی اور فرانسیسی نوآبادیاں یا کولونیل انڈین کے نام سے ناک بھوں سکوڑتی ہیں۔۔ ہندستانی بیچارہ کرے کیا۔ گورنمنٹ میں ملازمت حاصل کرنا ہی اس کے واسطے ایک ذریعۂ افتخار نظر آتا ہے۔ اسی اُدھیڑبُن میں ہر ہندی نوجوان اپنی آدھی عمر تباہ کرتا ہے۔ ۲۴-۲۵ سال کی عمر تک تقریباً کالج کا ہر گریجویٹ سول سروس سے لے کر ہیڈ کانسٹبل و پوسٹ مین بلکہ خانسامانی پر ملازمت کے لیے درخواست کرتا پھرتا ہے۔

نمبر ۳

بارش بعد زلزلہ

"بہر حال نہایت تجربیت" یعنے افسانہ جاری ہے۔ نمبر ۲

بحالت سکون

نمبر ۱

بحالت زلزلہ

نوٹ:- [1] بلگریو اسکوائر لندن کا وہ محلہ ہے جس میں رؤسا اور امرا رہتے ہیں۔ [2] شہر لندن کے مشرق میں حاجتمند و افلاس زدہ غریب لوگوں کا محلہ۔ زبان زد خلائق انگلستان پر [3] جرمن لفظ ہے لیکے معنی شمالی کے ہیں۔ [3] نورڈک وہی نوع انسان ہیں جو قطب شمالی کے قریب کے ملک ناروے، شمالی جرمنی، ڈنمارک وغیرہ میں رہتے تھے جنکی خصوصیت یہ سمجھی جاتی ہے کہ وہ بہت گورے بلند بالا اور خوبرو ہوتے ہیں انکے بال بالکل سنہرے ہوتے ہیں اور آنکھیں نیلگوں ہوتی ہیں۔ انگریز اور نوروے۔ سویڈن اور شمالی جرمنی کے باشندے اپنے کو نورڈک نژاد کہتے ہیں۔ گرچہ انگریز قوم کیلٹ اور دوسرے لیٹین قوموں سے جن کے بال سیاہ اور آنکھیں سیاہ ہوتی ہیں مخلوط ہوگئے ہیں۔

راہ

البت کھجوری تھیم لندن

ضروری گزارش جن حضرات کے نام وی۔ پی روانہ کیے جاچکے ہیں وہ براہ مہربانی وصول فرمالیں۔ باقی دار اصحاب قیمت بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادیں۔ نیازمند منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سوراج کی پہلی قسط کا نمونہ

[illegible] سکنہ شہر [illegible] پہونچ ہوا ہے۔ گزشتہ زمانے کے
سلطان [illegible] ہی [illegible] سال گزشتہ [illegible] ہوا ہوگا
ہمارے سلطانپور میں [illegible] فروری کا [illegible] کے
سول سرجن [illegible] چند [illegible] گو وہاں
سول سرجن [illegible] گھوڑوں کے [illegible]
کی لگامیں [illegible] تو یہاں بھی اسکول کے [illegible]
میدان [illegible] قسم کی چالیں دکھا کے تماش بینوں کے
دل اور نظریں پامال کر رہے تھے۔ اگر وہاں دریائے
گومتی کے کنارے [illegible] منزل میں مسٹر اور مسز [illegible]
ہر کرتب [illegible] کا تماشا دکھا رہے تھے۔ تو یہاں بھی [illegible]
میں [illegible] بنی ہوئی کشتیوں پر نہاری پریوں کی [illegible]
عاشق مزاجوں کے بحر ارمان میں تموج پیدا کر رہی تھی۔
اگر وہاں وہسکی۔ جن اور رم کی کثرت سے صاحب
لوگ مدہوش تھے تو یہاں بھی دخت رز سے بہت سے
منتظمین ہم آغوش تھے۔ اگر وہاں چھوٹے لاٹ صاحب
کا جام صحت گردش میں تھا تو یہاں بھی سلطانپور
کے مصیبت زدوں کی عمر کی گھڑیاں شمار کرنے کے
لیے ایک گھنٹہ گھر کا سنگ بنیاد نصب ہو رہا تھا۔
یہ سب چند روزہ چہل پہل ہمارے صوبے کے
منسٹر صاحبان کی سرزمین سلطانپور پر قدم رنجہ
فرمانے کی بدولت تھی۔

یوں تو شروع فروری سے یہاں کا ہر دن روز عید
اور ہر رات شب برات تھی مگر ۲ فروری کا دن [illegible]
کی بہار کے لیے مخصوص تھا۔ انتظام کی خوبی سوراج
کا خاکہ پیش کر رہی تھی۔ انجانب بھی مدعو تھے چنانچہ
ہندوستانی گھس گھس کا تماشا دیکھنے اپنے عصائے
پیری کے سہارے افتاں وخیزاں پہونچ ہی تو گئے۔
پولیس کا بھی انتظام اپنی بد انتظامی کی کھلی سند رہا
تھا۔ خدا خدا کرکے دو دو کا عمل ہوا اور انجانب زری
تماشے کا انتظار کرنے اسکول بلڈنگ میں فروکش ہونے
وارد ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ منسٹر صاحبان کی تشریف آوری
کا یہی وقت ہے۔ دل باغ باغ ہو گیا کہ اچھے
وقت پر آئے۔ جس پنڈال کو دیکھا وہ اپنے معزز
مہمانوں کے لیے چشم براہ تھا۔ [illegible] کے واسطے خوبصورت
[illegible] بچھے جا رہے تھے۔ [illegible] کی بیل زلف معشوق کی طرح
آراستہ۔ شگفتہ پھول کے دانے ہنستے ہوئے معشوق کے
دانتوں کو شرما رہے تھے۔ سبز ترکاری اپنے مہمانوں کے
[illegible] سیب [illegible] کے دیکھنے کے شوق میں اپنی [illegible]
تھی۔ گلدستے پہرہ داروں کی طرح قطار در قطار استقبال
کے لیے کھڑے تھے یا یوں کہیے کہ رہ گئے تھے بلکہ
[illegible] لڑکے اپنے ڈنڈے لیے صف بستہ
ایستادہ تھے۔

ابھی چہل قدمی کر رہے تھے کہ یکایک بھونچال کی
طرح منتظمین نمائش میں گڑبڑی اور غل ہوا کہ "آگئے
آگئے"۔ ہم سمجھے ملک الموت آگئے۔ یا سب کو باہر
نکالنے کے لیے پولیس والے۔ ڈر کے مارے نمائش گاہ
سے ہم بھی بھاگے اور دور جا کے دم لیا۔ اور پھر
آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھا مگر وہاں نہ کوئی منسٹر تھا نہ
منسٹرانی۔ جب ذرا حواس درست ہوئے تو خیال آیا
کہ ہم تو بلائے ہوئے ہیں ہم کیوں بھاگے لہذا پھر پلٹے
اور راہ تکنے لگے۔ یہاں تک کہ اسی انتظار میں چار
بج گئے اور چار کے گجر نے چاروں ایڈریسوں کی
یاد تازہ کر دی۔ اتنے میں خبر آئی کہ منسٹر صاحبان
اب اس وقت نہ آئیں گے بلکہ ایڈریس لینے کے
بعد تشریف لائیں گے۔

ڈسٹرکٹ بورڈ۔ میونسپل بورڈ۔ تعلیمی بورڈ اور
ریڈ کراس ایسوسی ایشن کی طرف سے سپاسنامے
(ایڈریس) پیش کیے جانے کی بھی یہی تاریخ تھی۔
مگر طرفہ تماشا دیکھیے کہ چاروں سپاسناموں کے پیش
کرنے کا وقت ایک ہی تھا یعنی تین بجے۔ [illegible]
بار بار پڑھے۔ تاریخ اور وقت کو غور سے دیکھا مگر سب
میں تاریخ اور وقت ایک ہی تھا۔ سمجھ گئے کہ غالباً
پنڈتوں کے زائچہ میں ایک ہی تاریخ نکلی ہے۔ اور یہ
تھا بھی حکم ٹھیک۔ ذرا سوچیے تو کہ دن بارہ گھنٹوں کا
شمار کیا جاتا ہے۔ چار تھے ایڈریس۔ بارہ کو چار سے
تقسیم کیا تو ملتے گئے تین لہذا معلوم ہوا کہ ہر ایڈریس
کے لیے تین بجے کا وقت فطرتی عمل تھا۔ پہلے خیال
آیا کہ شاید چاروں طرف سے ایک ہی سپاسنامہ
اتحاد بین الفریقین ثابت کرنے کے لیے پیش کر دیا
جائے گا مگر دل نے کہا کہ اگر یہ خیال صحیح ہے تو الگ
الگ دعوت نامے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ سوچ کر
کہ شاید چاروں انجمنوں کے منتظمین باہم مل کر [illegible]
ساعت بھی نہ ٹلے گی رسم بھی ادا ہو جائے گی بہرحال
یہ خیال کر کے کہ چار بج چکے ہیں اور بقول [illegible]
جلسہ برخواست [illegible] چلو کم سے کم سوراجی
انتظام کا تماشا ہی دیکھ لیں جلسہ گاہ میں پہونچ گئے۔
سب سے پہلے [illegible] کا بے سرا بینڈ نظر پڑا تو
منتظمین کے حسن انتظام پر بیساختہ منھ سے آہ نکل گئی۔
سچ ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔

باہر کا رنگ دیکھ کر با دل ناخواستہ جلسے کے اندر
پہونچے۔ منسٹر صاحبان کی کرسیاں خالی نظر پڑیں۔
دریافت سے معلوم ہوا کہ ابھی تشریف ہی نہیں لائے
ہیں۔ اے سبحان اللہ مرہٹی گھس گھس ہے بھی اسی کا
نام۔ آخر کیوں نہ ہو اگر وقت کی پابندی کریں تو
ہم میں اور یورپ والوں میں فرق ہی کیا رہے۔
ہم منھ سے تو [illegible]۔ وقت ہے ہمارا لونڈی بچہ
ہم وقت کے غلام نہیں ہیں۔
[illegible] دوسرے کو جگہ نہ تھی۔
بعض صاحبان [illegible] بندریا کی طرح
اپنے بچوں کو چپٹائے تشریف لائے تھے۔ جن کی
چل پوں کے آگے بینڈ کا بے سرا راگ مدھم پڑ جاتا
تھا۔ بیچ ہال میں ہم سر راہ کچھ دیر تک اسٹیج [illegible]
کھڑے رہے۔ اتنے میں ایک سیاہ فام کشادہ [illegible]
یا پیشانی [illegible] صاحب نظر پڑے۔ ان کو جھک کے
سلام کیا اور مؤدبانہ عرض کی کہ حضرت ہم بھی بلائے
ہوئے ہیں۔ ذرا یہ کارڈ دیکھیے۔ آخر کہاں بیٹھیں!
جواب ملا "آئیں جہاں چاہو بیٹھ جاؤ"۔ جی میں آیا کہ
منسٹر صاحبان کی کرسیاں خالی ہیں چلو ایک کرسی پر
قبضہ کر لیں۔ مگر مجمع کا رعب غالب تھا۔ جرأت نہ ہوئی
یہ بھی خیال آیا کہ اگر منتظمین جلسہ نے کہیں انجانب
کے سیاہ رنگ اور عینک خوردہ فربہ رخساروں پر
دھوکا کھا کے منسٹر سمجھ لیا اور ایڈریس پیش کر دیا تو پھر
جواب کیا دیں گے۔ لہذا یہ ارادہ ترک کیا۔

پھر دل نے کہا کہ ابھی آؤ نہیں سرِ راہ نیچی مار کے بیٹھا ہیں مگر فوراً خیال آیا کہ منسٹر صاحبان کی آمد پر سارا مزہ غارت بلل کو سا ہو جائے گا۔ اب مجبوری فکر کے ٹٹو کو چاروں طرف کاوہ دیا ایک کرسی خالی پا کے اس پر چست کی اور سوچ کر دراز ہو گئے۔ آپ جانتے مثل مشہور ہے "الانتظار اشد من الموت" اور پھر اپنے پیٹ چکے تھے چائے پارٹی میں دعوت کھانا تھی جس کے لیے دو دن پہلے سے آنتوں کو صاف کر رکھا تھا۔ اس سوکھی ساکھی محفل پر طبیعت بیٹھے بیٹھے اکتا گئی۔ دل بیٹھنے لگا۔ سوچنے لگے کہ یا اللہ تین بجے کا وقت دیا تھا اور اب ساڑھے چار بج چکے ہیں مگر نہ منسٹر صاحبان تشریف لائے نہ اُن کے انجام بخیر ہونے کی اطلاع آئی۔ اس اُدھیڑ بن میں تھے کہ سرخ تول کی پٹی جس نے راستہ کو سہاگن کی سیندور بھری مانگ کی طرح سنوار رکھا تھا ہارے ارمانوں کے ساتھ لپیٹ دی گئی۔ یہ دیکھنا تھا کہ چشمِ انتظار سے خون ٹپک پڑا اور سمجھ گئے کہ یہاں بھی اب تک نہیں کل آنے کا حکم سنایا جائے گا۔ اتنے میں شور ہوا کہ آ گئے آ گئے۔ اب جو نظر موڑ کے دیکھا تو ایک کالے سے صاحب کوٹ پتلون پہنے چلے آ رہے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ۔ واللہ یہ ہندوستانی بھائی بھی عجیب چیز ہیں۔ جس کالی صورت والے کو کوٹ پتلون میں دیکھا اور سمجھ لیا کہ یہی منسٹر ہیں۔ آج کل کالا ہونا بھی بڑی چیز ہے۔ القصہ ہم کو تاب ضبط نہ رہی اور اٹھ کر بھاگنے کی فکر میں کتورے تول رہے تھے کہ لیلائے محفل کی مانگ پھر سیندور سے بھری جانے لگی بہ ایں معنی کہ وہ سرخ تول کی بیر بہوٹی ناپٹی جو کچھ دیر پہلے ہاتھ پاؤں سمیٹ کے بیٹھ گئی تھی اب پھر اپنے معزز مہمانوں کے استقبال کے لیے پھیلنے لگی۔ جان میں جان آئی اور افقِ آرزو پر شفقِ امید کی سرخی چھائی۔ پھر آمد آمد کا غلغلہ ہوا اور اب کی واقعی آ بھی گئے۔ ہم نے بھی زلیخا وار منسٹر صاحبان کے اشتیاق دید میں نظر پر دوڑائیں اور وہ جمال جہاں آرا دیکھا کہ اپنی آنکھ کی پتلی کی سیاہی نے شرما کے پلکوں کے گھونگھٹ میں منہ چھپا لیا۔ ہائے تیری پتلی کی دم پیٹ ہا۔ ہر دو منسٹر صاحبان اپنی اپنی کرسی زرنگار پر جلوہ افروز ہوئے۔ اُدھر سلامی کے گولے سر ہو کر دل ہلانے لگے۔

مگر آپ جانیے ہر شخص کو اپنی جان پیاری ہے۔ پہلے گولے کی آواز نے بڑے بڑے جنٹلمینوں کو بم کے گولے کے شبہ میں اپنی اپنی کرسی سے ایک ایک فٹ بلند کر دیا۔ ہم بھی باوجود ادعائے بہادری اس دہشت سے محفوظ نہ رہ سکے اور اچھل ہی تو پڑے۔

جلسے کی کارروائی شروع۔ پہلے گاندھی جی کے چیلے نادو لڑکوں نے خدا جانے کیا اگڑم بگڑم گایا جو انسان کی سمجھ میں خاک بھی نہ آیا۔ ان لڑکوں کے بعد ایک خورد و شاعر صاحب نے اپنی سریلی آواز سے مبارکباد گا گا کے تان سین کی روح کو شرمانا اور مولانا حافظ کی روح کو تڑپانا شروع کر دیا۔ اس بے وقت کی راگنی نے اینجانب کی تقریبِ شادی کی یاد تازہ کر دی۔ اور بھانڈوں کی مبارکباد کی تانیں کانوں میں گونجنے لگیں۔ نظم پوری کی پوری پھلجڑی تھی۔ بہ ایں معنی کہ قیودِ شاعری اور وزن کے جھول جھال سے جرمنی کے برہنہ سوسائٹی کے ممبروں کی طرح بالکل آزاد تھی۔ اشعار کے مصرعے نہ تھے بلکہ اکثریت و اقلیت کا گٹھ بندھن یا دریائے گھاگرہ اور سرجو کا سنگم یا جگور اور لہور کے اسٹیشنوں کے بیچ میں چھوٹی لائن بڑی لائن کا میل تھا۔ اگر ایک مصرع بحرِ قلزم کا پاٹ تھا تو دوسرا کا ندھو کے نالے کا گھاٹ۔ خدا خدا کر کے یہ بے سُرا راگ بند ہوا اور ایک کالے صاحب سپاسنامہ پیش کرنے کے لیے اُٹھے مگر ان غریب کو یہ علم نہ تھا کہ کاغذ پر چھپے ہوئے سپاسنامہ کے پڑھنے ہی پر اکتفا کی جاتی ہے اور کپڑے کا سپاسنامہ صرف رسماً پیش کر دیا جاتا ہے۔ غالباً ہمارے کالے صاحب کو یہ پہلا موقع ایڈریس میں شرکت کرنے کا ملا تھا لہٰذا یہ ناتجربہ کاری قابلِ عفو ہے۔ ایک گنوار سے اور کیا توقع کی جا سکتی تھی بہرحال یہ بھی اچھا ہوا کہ اس بہانے رسمی سپاسنامے کے درشن کا موقع مل گیا۔ غالباً یہ سپاسنامہ کسی بی ڈیلن صاحبہ کی اس ریشمی ساری کے پارچہ پر طبع کرایا گیا تھا جو امسال بسنت کے موقع پر رنگی گئی تھی۔ خیر یہ جدت بھی روح افزا تھی۔

المختصر سپاسنامے کے بعد دیگرے پیش ہو کر جوابا

حاصل کرنے لگے۔ اُدھر دریائے فصاحت اپنی طغیانی میں خس و خاشاک کو ڈالنے کے بعد سب کچھ بہائے لیے جا رہا تھا اور اِدھر بادۂ ولسعہ اقبال کے بحرِ میں جوار بھاٹا آ رہا تھا۔ اُدھر ہندو مسلم کی تعریف میں زبان پوسفی رطب اللسان تھی اور اِدھر بھوک کے مارے اینجانب کی بڑی آنتیں اپنا حق اکثریت جتا کے چھوٹی آنتوں کو ہضم کر جانے کی کوشش میں مصروف تھیں۔ تقریروں کو یہاں تک طول ہوا کہ مہر جہانتاب نے خستہ ہو کر لیلائے شب کی چادرِ جان کے آرام کیا اور یہاں بقول مسٹر خورد و شاعر صاحب ان ہونہار مہتابوں نے آنکھوں کو خیرہ کر کے بال کو ہماری نظروں میں تیرہ و تار کر دیا۔ اللہ رے پرتوِ حسن۔ خدا خدا کر کے ساڑھے چھ بجے۔ خشک سرد تقریریں ختم ہوئیں اور گرماگرم سیال چائے پارٹی کا اعلان ہوا۔ اینجانب کی جان میں جان آئی۔ اور جلوس کے ساتھ ریل پیل کرتے پارٹی والے شامیانے میں پہنچ ہی تو گئے۔ مگر یہاں بیٹھنے کے لیے نہ کوئی کرسی تھی نہ کھاٹ فقط کسی جگہ دری بچھی تھی اور کہیں پرانا ٹاٹ تھا۔ بہرحال کرسیاں آنا شروع ہو گئیں اور اُن کا استقبال منسٹر صاحبان کے استقبال سے کہیں بڑھ چڑھ کے ہوا۔ کیا معنی کہ کرسیوں کو سب نے بڑھ کر ہاتھوں ہاتھ لیا اور جس کو جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا۔ مٹھائیوں کا تار بندھا اور ناخواندہ مہمان ٹڈی دل کھیوں کی طرح اُن پر ٹوٹ پڑے۔ ہم اپنی عزت بغل میں دبائے اس طوفانِ بدتمیزی سے جان بچا کے گھر کو بھاگے۔ والسّلام۔

راف

ان ٹینن کے بی ایسکو ؟ وہ دیکھا یہ بھی دیکھ ؟ ؟ ؟

پنچ: حضرت! دمڑی کے دودھ میں کتنی بڑی بڑے گی تو کیا پانی پڑے گا۔

مولانا پنچ سے چند ضروری سوال

(از م ۔ ح سیتاپوری)

اگرچہ مستطیع پر سوال حرام ہے اور بندہ بفضلِ خدائے رزاق بقدرِ کفاف چو بندروزی کی بہا سے بالفعل غنی۔

دلیل قوی

تو اسقدر بڑ بڑانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں نے تمہاری موافقت کی ہے۔ "پہلے بھی موافق تھا"

لیکن اسے کیا کیجیے گا کہ ماں سوال نہ سہی تو جواب سوال کی ضرورت پڑ ہی جاتی ہے۔ مدرسوں میں استاد بچوں سے سوال کرتے ہیں۔ کچہریوں میں وکیل گواہوں سے سوال کرتے ہیں۔ فرشتے قبر میں مردوں سے سوال کرتے ہیں۔ اور اللہ میاں بروز حشر اپنے بندوں سے سوال کریں گے۔ تو کیا معاذ اللہ یہ بھی حرام ہے۔ اجی توبہ کیجیے۔ حالی سوال سے نہ دنیا میں چھٹکارا ہے نہ آخرت میں پس اگر بندۂ سائل آپ کی بارگاہ میں بھی چند ضروری سوال پیش کیے تو برا مناہیے نا مجرم (محروم) نہ پھیریے گا ورنہ اللہ بڑی شکایت ہوگی۔ اور جو کہیں آپ نے کہہ دیا بھر پا گو سائیں تو دل سائل ہومن میں جو تھیا ہیں وہ اپنے حال پر قائم رہیں گی مگر گناہ اس کا آپ کے سر اقدس پر رہے گا۔

سوال نمبروں کی ترتیب سے ملاحظہ ہوں۔ ہر سوال کے بعد انکل سے خالی جگہ جواب کے لیے چھوڑ دی ہے۔ جواب طول کا محتاج ہو تو وہیں پر ایک سادہ کاغذ چپکا دیجیے۔ اور مضمون کو شاہی زمانے کا انگرکھا بنا دیجیے جس میں کلنے پر جیبیں تن کی طرح علحدہ لٹکتی نظر آتی تھیں اور ہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ اینجانب یعنے سائل کا روئے سخن کسی فرد خاص کی طرف نہیں لہذا کوئی صاحب اپنی ذات کو مشار الیہ نہ خیال فرمائیں۔ آپ ہی مخاطب ہیں آپ ہی جواب دیجیے۔

سوال نمبر ا — لندن شریوری یعنی لندن پنچ سالانہ تقویم شائع کرتا رہتا ہے پرانا اودھ پنچ بھی کئی مرتبہ اُس کی تقلید کر چکا۔ اُنیس برس ہوئے کہ آپ وڈیڑھ برس تک جبری آرام کی نیند سوئے پھر جاگے تو خواب کی طرح اس سنت کو بھول گئے۔ اس کی وجہ؟۔

جواب — لندن پنچ کی المانک میں محض ہنسنے ہنسانے والے مضمون ہی نہیں ہوتے بلکہ وہاں کی پولیٹکل حالت پر نکتہ چینی ہوتی ہے۔ ہر ایک گروہ کے مرجع سے متعلق پیش گوئی کی جاتی ہے۔ عمدہ نمونے مصوری کے دکھائے جاتے ہیں۔

رقص و سرود وہاں اخلاقاً عیب نہیں یہاں اتنا بڑا عیب سمجھا جاتا ہے کہ واجد علی شاہ بیچارے سند حکومت سے بے دخل کر دیے گئے) رئیس امیر غریب فقیر سب ہی مناسب اوقات پر ناک دھنا دھن کرتے ہیں اس وجہ سے ناچ رنگ کی تصویر بڑی دلچسپی سے دیکھی جاتی ہیں۔ ہندوستان کی پولیٹکل حالت رونے کے قابل ہے۔ آبادی سے زیادہ لیڈر ہیں۔ کام کی بات ان لیڈروں سے خدانخواستہ کبھی سرزد نہیں ہوتی۔ مصوری نہ آتی ہے نہ مروج ہے نہ لوگ اس کے رموز سمجھتے ہیں نہ قدر کرتے ہیں۔ لہذا صرف بیکار اور بے نتیجہ افسانے یا غیر معقول چٹکلوں پر مسخرہ پن کا ہنر ہر سال دکھانا ایک معقول ظریف کے واسطے پسندیدہ نہ تھا منشی سجاد حسین مرحوم نے بھی آخر یہ وضع اسی وجہ سے چھوڑ دی۔ رہا یہ زمانہ تو اُس کے تنزل کا حال زیادہ ہنسنے کے لائق ہے کہ ان بے نتیجہ گھریلو کہانیوں اور غیر معقول چٹکلوں سے لطیفہ سنجی اور انشا پردازی کی روح بھی سلب ہو گئی ہے۔ عجیب و غریب غیر مسلط زبان علم النفس سے بالکل مخالف اقعات۔ ناقص التالیف خیالات۔ کی اشاعت کا جرم ہمیں پسند نہیں۔ پہلے سال (۱۹۱۶ء) کے اختتام پر بطور خود ہم نے اپنے دوستوں کے نام خط لکھے اُنھوں نے مضامین بھیجے۔ شمار میں تو اُن کی تعداد تین درجن سے زیادہ تھی مگر باعتبار افادت بقول جعفر زٹلی "بالکل پوچ" چند مضمون انتخاب کرنے کے بعد باقی ذخیرہ طلوہ کو پھینک دیا ہم چاہتے تو ابلہ فریبی پر اُدھار کھاتے اسی بے نتیجہ مجموعے کو اینڈی بینڈی غیر معنوی تصویروں کے ساتھ چھپواتے اچھا بھلا کاغذ ستیاناس کرتے اور ان بے وقوفوں سے جو اسے خرید فرماتے زر نقد کے علاوہ نقد افتخار تحسین حاصل کرکے اپنی جگہ پر مینڈک کے ساتھ غرور بھی کرتے۔ غرور یہی کہ "معنویت گئی اپنی ایسی تیسی میں ذری اس کو وزن کرکے دیکھیے"۔

وہ دست نازنیں میں لیں گے کیونکر؟
بہت بھاری ہے حسرت اپنا ہول

اس کا فروخت ہونا بھی مشکل نہ ہوتا۔ ردی کے متفرق و پریشان اوراق تو رہنے نہیں پاتے یہ تو مستقل کتابی صورت کاغذی اور مسخری (بے معنی) تصاویر کا مجموعہ دکھائی دیتا ہے پھر کیوں نہ بکتا۔

خلاصہ یہ کہ ہمیں اس سوال کا جواب نہ سوجھا یہ حقیر پوچھتا ہے کہ اس تفریح میں علمی استعداد یا اخلاقی اصلاح یا لفظی و معنوی صنعت کو کتنا دخل ہے اور آپ نے ناظرین کو کیا فائدہ پہونچایا؟۔

حکیمانہ غیرت کی وجہ سے چپ ہو رہے۔ غیرت نہ ہوتی تو نہ مضمون نگاروں کی کمی تھی نہ مضامین کی قلت۔

عامیانہ اور بازاری طرز کے علاوہ عالمانہ انداز تحریر کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان چند اوراق میں موجود نہ ہو۔ بقول بلاتی گاڈ کے ہر ایک ٹرین اس لائن پر چل چکی ہے۔ طرز کا موجد اپنے مقلدین کو راہ بتا کے بیٹھ رہتا ہے۔ کہی ہوئی بات بکھانتے ہیں مفلس الدماغ۔ خودستائی کرکے اپنی محنت کو عرض بازار کرتے ہیں "بیوپاری" نہ کہ اہل علم۔ کالائے ہنر کا گراں قیمت پر فروخت ہو جانا باسلیقہ پیشہ وری ہے مگر ہمارے واسطے یہ بھی باعث افتخار نہیں۔ "زر قلب" جب تک "ناقد صحیح" کی نظر سے محفوظ رہتا ہے خوب چلتا ہے۔ بعد از ان ٹکسال باہر اور کٹرنی کے حوالے۔

ہمیں عذ اسلے مقلد نہیں بنایا جو "یہ بھی یاروں کی ترچھ" کی مثل اپنے اوپر چسپاں کریں۔

حکایت۔ ایک تھیں بی ہمسائی خالی گھر میں بیٹھے بیٹھے جو اکتائیں تو پڑوسی میر صاحب کے مکان میں کھڑکی سے جھانکنے لگیں۔ میر صاحب لنگنائی میں جھاڑو دے رہے تھے قابو میں نہ آتے اس لیے پچھلا دامن گردان کے سر پر رکھ لیا تھا۔ یہ وضع نرالی تھی۔ بی ہمسائی نے پوچھا اے میر صاحب یہ کیا؟ میر صاحب نے فرمایا "یہ بھی یاروں کی ایک ترچھ ہے"۔ بی ہمسائی نے خیال کیا شاید یہ ترچھ اچھی ہے۔ دوسرے دن انھوں نے لہنگے کا پچھلا حصہ اُلٹ کے اوڑھنی بنایا اور رنگیں میاں کے سامنے جھاڑو دینے۔ میاں نے متحیر ہو کے پوچھا بی یہ کیا؟ مقلد بی ہمسائی جواب سیکھ چکی تھیں فرمانے لگیں "میاں یہ بھی یاروں کی ایک ترچھ ہے"۔

اسما مشہور و فضلائے مجہول زادگان شہرت مصنوعی نا قدیدا کرکے اُن کی توصیف و مدح خود کرنا اور جواباً اپنی مدح لکھوا کے شائع کرنا ہمارے امکان میں بھی ہے مگر ہمیں یہ دین بھی گوارا نہیں۔

دوسرا سوال۔ اے حضرت آپ تو مندی سے

آٹھواں حصہ شائع ہو کر بازار میں گرم ہو گئی
اب بارھواں اور تیرھواں حصہ اکٹھا شائع ہو رہا ہے!!!
جامع اللغات اردو
و السنہ متعلقہ
مرتبہ:- خواجہ عبدالمجید بی اے
جلد اول میں تقریباً ۸۰ ہزار الفاظ بیس ہزار محاورات چار ہزار ضرب الامثال و اقوال ۴ ہزار سوانح حیات ۲ ہزار جغرافیائی حالات ہیں
واحد لغت جس میں اردو کے علاوہ فارسی عربی سنسکرت اور ہندی الفاظ کے معانی بھی مل سکتے ہیں
المشتہر:- خواجہ محمد محمود اختر بی۔ اے منیجر جامع اللغات کمپنی۔ مل روڈ۔ لاہور

تو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے گھورتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے آج وہ سامنے سے آرہے تھے میں بھی ادھر سے جارہا تھا اتفاقاً ایک مکھی میرے ماتھے پر آبیٹھی میں نے ہاتھ سے اُڑا یا امیر صاحب دل میں سمجھ گئے کہ آج کفر ٹوٹا فرمانے لگے "کورنش عرض ہے۔ مزاج شریف" ہونہ۔ گویا ہم نے انھیں سلام کیا تھا۔ مکھی اڑانا بھی گناہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس آنکھوں میں نمی کے اسباب بھی بکثرت ہو سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی بھنگا پڑ گیا ہو۔ یا دوا دوش میں غبار راہ سرمۂ چشم بنا ہو۔ یا کہیں چوٹ لگی ہو۔ یا مرچیں زیادہ کھائی ہوں۔ یا نزلہ کی شکایت ہو۔ یا ماتھے کا پسینہ آنکھوں پر بہہ نکلا ہو۔ یار وتے نہ ہوں شکل ہی ایسی ہو۔ بہر نوع اخبار نویس نے اٹکل کی فاتحہ دی اور بدیل تعاقب سمجھ گیا کہ شکست کی خبر کے تعاقب میں آنسوؤں کی فوج رواں دواں ہوئی ہے۔ یہ خیال نہ کیا کہ شکست کی خشک خبر کو رطوبت چشم سے کیا علاقہ۔ مدت سے آنکھوں میں سیل نہیں۔ قومی دیدہ دلیر ہیں۔ لیکن اس بازار کی گالی کا اثر مسٹر چرچل پر ایسا ہوا کہ بیچارے کو چل چلاکے تردید شائع کرنا پڑی۔ یار دیں ہرگز رو یا نہیں کون کہتا ہے کہ میں رو یا جو کہتا ہے اُس سے کہو اپنی آنکھیں نہوائے"۔ دیکھا آپ نے یوں جواب دیتے ہیں! پس اسی عرفی منطق کی رو سے بندہ بھی طالب جواب ہے اگر آپ جواب نہ دیں تو آپ پر کچھ الزام نہیں۔ اور اگر دیں تو ارے منطقیت مسٹر چرچل بہت مناسب۔ بندہ بہر حال راضی وخوشنود۔ راہ شکوہ مفقود۔ باب شکایت مسدود۔ ایسے ہاں ؎

ذرا سی بات قیامت پہ کیوں اٹھا رکھو
یہیں جواب نہ دے دو کے سوالوں کا

شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے چند اعلان ہم نے دیکھے اور آپ کی ؎

ہم لعل بدست آید وہم یار نہ رنجد

والی ترکیب بھی سنی کہ آپ نے اپنی مہربانی سے گورنمنٹ اور سکھوں کے مابین رنگیلے میدان پر صلح پر دو لڑ بیل ڈالی عزت دار سکھوں کی ڈاڑھیاں پولیس کے ہاتھ سے بچائیں اور مونچھوں پر تاؤ دینے والی حکومت کی مونچھیں بھی نیچی نہ ہونے دیں (بخیال خود) پنجابی گورنمنٹ کا فرمانے کلام یہ ہے کہ یہ محض منطقی صورت جناب کے دماغ کی پیدا کی ہوئی ہے اور اعلان یہ بندھک کمیٹی شعر ہے کہ آپ نے سردار مہتاب سنگھ سے کہا کہ موٹر تیار ہے ذری گورنر کے بنگلے تک چل کے بات چیت کر لیجیے اس میں نقصان ہی کیا ہے مسٹر ڈونٹ بھی اپنی گریہ گونی پر پچھتاتے ہیں اور صلح کی ماتا میں پھر پھڑ اسے جاتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا ٹھیکے پر گورو کے باغ کی زمین سال بھر کے لیے لینا اور پھر از راہ سخاوت سکھوں کے دست ظلم کے حوالے کر دینا۔ حکومت کے استصواب سے ہے۔ ان دونوں باتوں پر دفعۃً واحدۃً نگاہ کرنے سے اور کچھ نہیں تو تذبذب کے ساتھ تعجب ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اس تعجب مع التذبذب میں یکسوئی اور سکون پیدا کرنا آپ کا کام ہے اس بے جانے بوجھے نیاز مند کا کام نہیں۔ خیر ہوگا اب براہ نوازش ان چند امور کا جواب عنایت کیجیے۔ اُمید ہے کہ آپ کے جوابوں سے حکومت اور سکھ دونوں مطمئن ہو جائیں گے۔

(۱) ٹھیکے کی لفظ کا عام مفہوم یہ ہے کہ قابض و مالک جائز سے کسی شے کے محاصل عوض دے کے لے لیے جائیں۔ سکھ کہتے ہیں کہ یہ ایک مذہبی وقف ہے اُس کی ہول گرو کے لنگر میں کام آتی ہے۔ مہنت صرف متولی تھا جاب بے دخل کر دیا گیا۔ اور پربندھک کمیٹی بلکہ تمام سکھوں کی مرضی کے مطابق بے دخل کر دیا گیا۔ جس شخص سے آپ نے ٹھیکہ لیا اس کے اختیارات خود ہی مفقود ہو چکے تھے۔ وقف اور ملکیت میں زمین آسمان کا فرق بلکہ باپ مارے کا بیر ہے یعنی "الوقف لا یملک" پس یہ دو ہزار روپیہ جو آپ نے ایسی تلخ خیرات میں صرف کر دیے۔ آپ کو کیا فائدہ پہونچا سکتے ہیں۔ "سوتے لڑکے کا مُنہ چوما نہ ماں خوش نہ باپ خوش" جاڑوں کی فصل ہے اس روپیہ سے حلوا مغزی حلوا سوہن گاجر کا حلوا کثیر مقدار میں فراہم ہو سکتا تھا مول لیتے کھاتے مزے اُڑاتے۔ اور یاروں کی دعوت کرتے۔

(۲) ممکن ہے کہ ٹھیکے نامہ میں آپ نے مہنت سے بول کٹوانے کے اختیارات حاصل کر لیے ہوں اور اپنی جانب سے سکھوں کو اجازت دے دی ہو کہ لاؤ گنڈا اکاٹو بول لیکن پانچ ہزار سے زائد سکھ اگر چاہتے تو دو ہزار روپیہ دے کے ٹھیکا لے سکتے تھے۔ جب اُنھوں نے ٹھوکریں ڈنڈے ڈگ داڑھی نچیل۔ فاقہ تذلیل رسوائی اور اسی قبیل کی دیگر باعزت و مہذب سزائیں گوارا کر لیں اور مہنت کے تصرف مالکانہ کے حق کو تسلیم نہیں کیا تو اس کنجنہ میں رونے چار جاکے آپ کی جو بوجھ نکلی ہے بھلا ان کے بھا دیں کیوں ہونے لگی ؟

(۳) سال بھر کا ٹھیکہ ہے سال بھر کے بعد کیا ہوگا! یعنے وہی جواب ہورہا ہے۔ بلکہ اور ہو جو کچھ آج ہو رہا ہے اگر وہی پھر ہوگا تو حضرت "پیچ پی اور سر ہزار نعمت کھائی" انتظار مرگ سے بہتر ہے۔ یہ ہم جانتے ہیں کہ ایسے ٹھیکہ دار حکومت کی جیب میں ہزاروں پڑے ہوئے ہیں۔

تم نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی

مگر فقرہ باسی ہو جائے گا پھندا زیر خاک پنہاں نہ رہے گا۔ ایک بار پھڑک کھا جانے پر چڑیا سیانی ہو جاتی ہے۔ مار گزیدہ از رسیاں می ترسد "دودھ کا جلا مٹھا پھونک پھونک کے پیتا ہے" بہت آسان ہے کہ دو بارا یہ پڑا قہ پھنک کے رہ جائے آوازے اور حکومت کو اپنے غلامان خاص سے کہنا پڑے ؎

وضع کے پابند ہم دیوانگی جدت پسند
پھر گلا یا جائے لوہا قیس کی زنجیر کا

اور اگر کوئی نیا چلتا ہوا فقرہ اس تدبیر پر عمل کرنے کے بعد ذہن کی کوٹھری میں ڈنڑ پیل رہا ہے یعنی یہ کہ ہوگا "آگ جانے لوہار جانے دھونکنے والے کی بلا جانے" مہنت اپنے فعل کا ذمہ دار سکھ اپنے ارادے کے مختار۔ ہماری بلا سے جو آگ کھائے گا انگارے ہگے گا۔ اور بھئی بات بھی معقول ہے کہ مذہبی امور میں ہم دخل نہیں دینا چاہتے۔ یہ شاہی اعلانات اور مواعید کے سراسر خلاف ہے۔ ارے بھئی مہنت صاحب سنتے ہو

تم نے ٹرکی میں یہ نہ بتایا کہ زمین متنازعہ کے مالک ہرگز
کم نہیں ہو تم نے ہمیں دھوکا دیا ہم کسی دھوکے باز کی مدد
نہیں کر سکتے بس خیریت اسی میں ہے کہ چلے رہو ورنہ کہیں
ہمیں غصہ نہ آجائے کہ اصول و اخوۃ تمہاری دوستی میں ہم
بہت بدنام ہوئے۔ تو سر صاحب! آپ حکومت کو مشورہ
دیجیے کہ اس اعلان کا یہی وقت ہے۔ سال بھر انتظار
کی ضرورت نہیں۔ بیچارے لارڈ چیمسفورڈ نے بھی
(ڈیوک آف کناٹ کی زبانی) معاف کرو اور بھول جاؤ
کے تحت میں بحیثیت نسل آدم ہونے کے قتل سرکاری کا
جائز الخطا ہونا تسلیم کر لیا تھا۔ عذر گناہ سے اقرار گناہ
بدرجہا فائق ہے۔ شیخ اور پٹھان میں مونچھوں کے تاؤ
دینے پر تکرار ہوئی خان نے کہا پٹھان کی مونچھ کھڑی۔
شیخ نے کہا واہ شیخ کی مونچھ کھڑی آخر تلواریں سونتی گئیں۔
شیخ صاحب آدمی ذی فہم تھے کہنے لگے کہ بھئی پٹھان سنو
یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ہم مر جائیں اور ہماری ماں
بہنیں بھیک مانگیں۔ پہلے ان کا صفایا ہولے دو پھر
ہمارے تمہارے تلوار کے ذریعہ سے صفائی ہو جائیگی۔
پٹھان نے کہا بیشک یہی ہونا چاہیے چلکر سب گھر کے
سارے کنبے کو شہادت کا پاسپورٹ دلوا دیا۔ اور
پھر تھے جانتے شیخ صاحب سے مبارزت طلب کرے
شیخ وہی تھے جنھوں نے کنبے کو دغا دی معاملہ اس حد
تک پہونچا کے فرمانے لگے "بھئی خان ہماری مونچھ پڑی
سہی۔ اب تو راضی ہو" آپ حکومت سے کہہ سکتے ہیں
کہ مونچھیں نیچی کرلے۔ جان باختہ سکھوں کے مقابلے
میں مونچھیں نیچی کرنا عیب نہیں ہے۔

(۴) مناسب ہے کہ آپ ٹھیکے نامے کے دفعات
شائع کر دیں تاکہ ان دفعات کا تطابق اس ٹھیکہ نامہ
کے شرائط سے کیا جا سکے جو سلطنت مغلیہ مرحومہ نے یہ
سے آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی نے لکھوایا تھا کہا جاتا ہے
کہ کمپنی مذکور کو بھی ٹھیکا لیتے ہی ہر قسم کے تصرف کا حق
سرزمین ہند پر حاصل ہو گیا تھا اور آپ کو بھی برعایت
حکومت بالطفیل کیسہ رزق پر اسے بدلے آزاد کرنے کا
خوشگوار حق مل گیا ہے ؎

جادادے چند ادم جان خریدم
بحمد اللہ کہ خوش ارزاں خریدم

(۵) بحوالہ ہم دیرینہ "ایک تازہ شگوفہ یاروں
کے ہاتھ آیا ہے وہ ناقل ہے کہ اداسین مہانتڈل
نے گورو کے باغ کی اراضی کے متعلق مہنت سندر داس
سے دریافت کیا کہ جب تم اپنی زمین مہانتڈل کے
حوالے کر چکے ہو تو تمہارا کیا حق ہے کہ وہ زمین اب
سر گنگا رام کو ٹھیکے پر دو۔ مہانتڈل نے مہنت پر
نالش کرنے کی دھمکی بھی دی ہے۔ اس کے جواب میں
مہنت سندر داس نے تسلیم کیا ہے کہ میں وہ اپنی زیر بحث
زمین اسی مہانتڈلی کے حوالے کر چکا ہوں اور جو
ٹھیکہ چند دن ہوئے دیا گیا ہے اس کا مجھے کوئی علم
نہیں مہنت کا یہ بھی بیان ہے کہ تحصیلدار اجنالہ نے
چند کاغذات پر بغیر مجھے بتلائے کہ ان میں کیا مرقوم
ہے دستخط کروا لیے تھے۔ اور بغیر میرے علم کے
کہ ان کے رو سے میں نے زمین ٹھیکے پر دیدی ہے
ہیڈ کوارٹر کو روانہ کر دیے" اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو
سر آپ کا ٹھیکہ نامہ عجب معجون مرکب ہے۔ اداسین
مہانتڈل نالش کرے گا آپ بھی ترتیبی مدعا علیہ
قرار پائیں گے۔ صلاح نہ شد بلا شد۔ اگر آپ اصرار
کریں تو ہم آپ کے اس بیان کو بسر و چشم تسلیم
کر لیں گے کہ سردار مہتاب سنگھ اور آپ کے عملہ
کی کارروائی یا اس کی تفصیل میں غلطی ہے اور
یہ بھی منظور کیے لیتے ہیں کہ ٹھیکے کی اپج آپ ہی کے
دماغ سے نکلی ہے گورنمنٹ کا مشورہ اس میں شامل
نہیں لیکن ٹھیکہ لینے کا واقعہ مہنت کے مذکورہ بالا
شائع شدہ بیان سے وہی شکل اختیار کیے لیتا ہے
یہ کیا قیامت ہے۔ ہمارا مشورہ ہے (اس مشورے
کی فیس آپ سے نہیں مانگتے) کہ لگے ہاتھوں تحقیق و
تفتیش کے بعد آپ اپنے ٹھیکے کی نسبت مہنت پر
(بشرطیکہ مہنت کا بیان صحیح ہو) نالش ٹھوک دیجیے۔
جس وقت ٹھیکہ مضبوط ہو جائے گا اس وقت تمام
غلطیوں کا انکشاف ہو جائے گا۔ "نہ آپ کا لیس گا یو
کا دین" اکالیوں کی جانب سے ہم وعدہ کرتے ہیں
کہ اگر اداسین مہانتڈل نے آپ پر دعوے کیا تو
وہ آپ کے احسان کا عوض کر دیں گے۔

تمبسم (۲)

بنام وحید الدین خاں معزول

جناب برطانیہ آپ چار معزز ناسپاسوں کی قدر افزائی ہمارے
پیش نظر ہے۔

(۱) موجودہ شاہ کجکلاہ ایران کے والد ماجد (۲)
قیصر ولیم شہنشاہ جرمنی (۳) قسطنطین عرف کنگ شاہ یونان
(۴) اور جناب والا۔ یہ سب زندہ ہیں الا صاحب
میں برطانیہ کے ٹکڑوں پر پیٹ پالنے کا شرف صرف
آپ ہی کو حاصل ہوا قوم کی توہین اور قرار دشخصیت
میں سب کا درجہ مساوی ہے گر حماقت میں کوئی کم
ہے کوئی زیادہ۔ محمد علی شاہ معزول۔ ایران اعلیٰ
درجہ کا بیوقوف تھا جس نے روسیوں کے ہاتھ سے
اپنی قوم کو جوتیاں کھلوائیں سفاکی اور بے رحمی میں
یزید کو اپنا چیلا ثابت کیا۔ دنیا میں جتنی قسمیں عقوبت
و عذاب کی ہیں وہ سب اس نے اپنی قوم پر نازل کرنا
چاہیں محض اس الزام پر کہ قوم طالب حقوق تھی اور اپنی
محنت کے نتائج کا مصرف اچھا دیکھنا چاہتی تھی۔
حقیقۃً یہ گناہ کوئی اخلاقی شرعی عرفی گناہ نہیں ہے۔
اہل ایمان کی جان اور ان کا مال دونوں چیزیں خدا
کے ہاتھ بکی ہوئی ہیں خدا نے خریداری کے بعد مال
کے متعلق بھی قوانین نافذ کر دیے اور جان کے لیے
بھی۔ اس نے کسی جابرانہ قانون کے ذریعہ سے
ایک کو دوسرے کا مطیع نہیں کیا بلکہ حقوق باہمی کی
تقسیم کر دی اور عدل و احسان کے سلسلہ میں ہر ایک
کو جکڑ دیا تاکہ افتراق و اختلاف سرکشی و تمرد سے
محفوظ رہیں اور ایک دوسرے کے معین و مددگار رہیں
معصیت خدا میں کسی کی اطاعت کوئی شے نہیں اس
اگر با اسباب دنیا ایک شخص حاکم بن جائے تو اس کی حکومت
اسی وقت تک اٹھائی جائے گی جب تک کہ خدا کے
قوانین میں اور اس کے حکم میں منافات نہ ہو۔ بیوقوف
شاہ معزول ایران کو اس کا حس نہ ہوا اور اس نے
خمیازہ بھگت لیا۔

قیصر ولیم اپنی قوم کے لیے کوئی بڑا بادشاہ نہ تھا
وہ سمجھتا تھا کہ تمام اہل جرمنی میری عالمگیریوں میں میرا
ساتھ دیں گے اور مہمان وطن کے قدم کو خصوصاً اس
محل پر کوئی لغزش نہ ہوگی" (ورنہ ظلم عقل کی کوتاہی

جلد ۱۹ نمبر ۷

مضامین مدینہ

(مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۳۲ء)

غزل

(از حضرت سید مولانا شاعر بے بدل جناب احمق پھپھوندوی)

اک بُت کی یاد سینے کے اندر لیے ہوئے — پھرتا ہوں اپنی گود میں بندر لیے ہوئے
یوں پھر رہا ہوں دل میں لیے داغہائے عشق — سبزی فروش جیسے چقندر لیے ہوئے
مسجد میں سر بسجدہ ہے زاہد ریا فروش — دل میں بتوں کے رعب کا اندر لیے ہوئے
دل اور اک زمانہ کا طوفان اضطراب — ہے قطرہ حقیر سمندر لیے ہوئے
یوں پھر رہا ہے اُن کو لیے غیر کا خیال — بندر کو جس طرح سے قلندر لیے ہوئے
بے فیض تھے جو اہل ہنر سب چلے گئے — سارے کمال قبر کے اندر لیے ہوئے
کیا گھر میں بیٹھیے کہ شب غم کا اضطراب — پھرتا ہے باہر اور کبھی اندر لیے ہوئے
ہم جستجوئے آب خضر میں تمام عمر — بھٹکے پھرے نصیب سکندر لیے ہوئے

ہے جستجوئے دل مجھے احمق عبث کردہ
ہیں میرے دوست "رام سرن" نذر لیے ہوئے

غزل

(از جناب سید ... بہادر بدایونی۔)

کاش اس صورت سے میرے بستر پہ بیڈ ہم رہے — عمر بھر کے واسطے میرے پلنگ پر ہم رہے
اشک کے قطرے میرے بستر پہ پھیلے ہیں جلوہ گر — جس طرح پھولوں سے گاؤ تکیہ پر شبنم رہے
حسب منشا میں نچاؤں بھی اُسے دگی بھی دوں — ڈگڈگی اک ہاتھ میں ایک ہاتھ میں بلم رہے
کہ سے کم ازدواج میری اک کم بارہ رہیں — ازدواجی ٹیم میں پورا مرا کورم رہے
کس قدر اچھا حساب آتا ہے میرے یار کو — کہہ رہا ہے ڈیڑھ سو میں پونے دو سو کم رہے
پاؤں میں دلی کا جوتا نیچی اچکن اور ہیٹ — یعنی پڑھ لکھ کر بھی یہ لڑکے نمبر ٹو رہے
شہر میں اس طرح نکلے میری شادی کا جلوس — پیچھے موٹر کار ہوں آگے میری ٹم ٹم رہے
دس ڈبل دس کر کہا میں نے کہ سیلی اور رکھو — ہنس کے بولے ایک درجن میں اکیلا دم رہے

ایک درجن لڑکیاں ہوں ساس سسرے ہوں بسر
کیوں نہ میرے گھر میں ... اشٹاف کم رہے

حضرات توسیع اشاعت میں سعی بلیغ فرما کے ہمت افزائی کیجیے

مولانا پنچ سے چند ضروری سوال

(تابعہ ما قبل)

عام خیال یہ ہے کہ ایک ظریف پرچے کو نہ ایمان سے واسطہ ہونا چاہیے نہ مکارم اخلاق سے کوئی سروکار۔ دوسرے اپنے فعل کے مختار ہیں وہ اس عامیانہ عقیدے کی پرورش کریں اور اپنا پیٹ بھریں۔

ہم نے اس خیال کو مٹانے کی فکر ہمیشہ کی ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام اسکی قدر نہ کر سکے لیکن خدا رکھے اہل علم کو جن کی حمایت و لپٹ گرمی نے آٹھ برس عزت و حرمت سے بسر کیا اس لیے ... اہل علم و عقل نیشنہ کو پیدا کیے گئے ہیں لہذا اہا سے مرقع بنا بازاروں میں نہ ملیں گے۔ بُری باتوں کو انسان کی نگاہ میں زینت دے کے محبوب و دل پسند بنا تا ہی سب فرمان قرآنی اغوائے شیطانی کا زبردست پھندا ہے۔

اس ظرافت سے خدا بچائے جو شیطانی اصول سے ماخوذ ہو۔ جو لوگ قلم و کاغذ سے یہی کام لیتے ہیں ہمارے نزدیک اُن میں اور بازار میں سپردائیوں کو سبا تیرے کنہ

کیا کہا سیا پھول تھا کملا گیا کمپیوں گئی — سیاہی او کھٹا کی گئی دل کی آرچو نہ گئی

گانے والی نٹنیوں میں کوئی فرق نہیں۔ جن کے ساتھ تماشائی بازاری اطفال کا غول ہوتا ہے۔ انھیں ہم اونچی بازار والیوں سے بھی تشبیہ نہیں دے سکتے کیوں؟ اس وجہ سے کہ وہ کم از کم "زینت شہوات" میں تو سلیقہ کمال رکھتی ہیں۔ موسیقی کی ماہر ہیں۔ باجے کا انداز درست ہے۔ تعظیم و تکریم ادب قاعدے سے واقف ہیں۔ اب شاید آپ پوچھ بیٹھیں کہ اگر یہ تقابل صحیح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ نٹنیاں اپنی عوام فریبی کے سبب سے بہ نسبت اونچے درجے کی بازارنوں کے زیادہ متمول ہوں حالانکہ ایسا نہیں۔ ان بیچاریوں کو تو ہر دُکان سے چار پیسے ملتے ہیں دن بھر میں دو چار روپے سے زیادہ کی آمدنی نہیں اور وہاں جیتے جیو نتے ہیں۔ لوگ آستانے پہ ناک گھسانے لمبی لمبی نذرانے پوری کرتے ہیں۔ رہنے کو آراستہ کمرہ ہے۔ کام خدمت بلکہ چلمیں بھرنے کے لیے درجنوں رئیس زادے حاضر۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معاملہ مایہ داری کا ہے بے مائگی یا کم مائگی سے نٹنی کے جب اسی گروہ کے افراد کسی قدر مایہ دار ہو جاتے ہیں تو اُن کا دربار بھی ویسا ہی آراستہ ہو جاتا ہے جیسے چوک میں اکثر گنواریاں تمول کی وجہ سے وہی شان رکھتی ہیں جو مہذب اور با سلیقہ بازاریوں کو حاصل ہے۔ فرش تو ہے زر بفت کا اور نوکر صاحب لنگوٹی باندھے کیچڑ میں لتھڑے ہوئے پاؤں اُس پر رکھتے ہوئے تشریف لاتے اور بنگلہ پان کی گلوری پتے کی صافی میں لپٹی ہوئی تماشبین کی ہتھیلی پر بھیک کی طرح رکھ دیتے ہیں۔ بس ملی ترقی اس وقت معرض بحث میں نہیں۔ بحث تو "زینت شہوات" سے اغوائے شیطانی کی خدمت سر انجام دینے کی ہے۔ مکارم اخلاق کے شیشے کے حق میں دونوں بجائے خود پتھر ہیں۔ بقول عوام "ترکی و کرد ولعنت بہ ہر دو" اپنے فعل پر نازاں ہیں دونوں۔ بھیک کا ٹھیکرا دونوں کے پاس یکساں ہے۔

اب یہ قسمت یا اتفاق کا کھیل ہے کہ ایک چوڑی والی تر تو کر اگر ... کے گھر گھر

جاگتی پھرے اور دوسری واجد علی شاہ کا محل بن بیٹھے سیکڑوں چوڑی والیاں امیروں کی دست نگر ہوں۔

الحاصل سینما آج کل بداخلاقیوں کی جڑ ہے۔ بڈھے بہت کم اس تماشے میں شریک ہوتے ہیں۔ نوجوان مرد و عورت زیادہ۔ تمثیل کے موجدوں نے دنیا کے دکھانے کے لیے عفت و شجاعت سخاوت و ہمت زہد و ریاضت یا دیگر اوصاف حسنہ کی پٹ بھی ان کھیلوں میں شامل کر دی ہے لیکن نوجوانوں پر خواہ وہ مرد ہوں یا عورت ان محاسن کا اثر کچھ بھی نہیں ہوتا البتہ وہ چھنالے کی گھاتیں۔ چوری کے گر۔ قزاقی کا ہنر۔ مکاری اور قماربازی کے اصول خوب سیکھتے ہیں۔ اخباری کاغذوں کی روایات کے بموجب ہم بیسیوں واقعے ایسے دکھا سکتے ہیں جن میں سینما کے ترغیبی قصوں نے اچھے بھلے لوگوں کو بدماش کر دیا۔ اور کوئی سینما کو بہتر سمجھنے والا اخبار نویس ہرگز ایسی مثال پیش نہیں کر سکتا کہ ان تماشوں کے دیکھنے سے بدکار نیکوکار ہو گیا ہو۔

اب آپ ہی غور کیجیے کہ ہم ..... کیونکر اختیار کر سکتے ہیں۔ جن کو اخلاق کے نوامیس کا علم نہ ہو یا انھیں قابل عمل نہ خیال کرتے ہوں وہ آزاد ہیں — یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہاں کی سینما زادیاں سو میں ننانوے عفت بیچ کے روٹی کھانے والی ہیں۔ مہذب اور تعلیم یافتہ ملکوں کی طرح یہاں فلم گری کا پیشہ شریف لوگوں نے اختیار نہیں کیا۔ جن کی تصویریں چھاپنے میں اگر دل لعنت ملامت کرے تو اُسے یوں سمجھا دیں کہ بھائی یہ تو دھکڑ پکڑ کرتا ہے۔ وہ کوئی بُرائیں (بزبان پوتھیین) تو کرتی نہیں۔ آج پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے ناچتی گاتی ہے کل کسی پادری یا مولانا کے گھر بیٹھ کے بچے پالے گی تہجد کی نماز پڑھے گی۔ لہٰذا ان عفت فروشوں کے مخفی وسیلے سے روٹی کمانا براہ راست نہیں تو بیچ در بیچ راہ سے "کشنیز نقیض" پکھری ضرور ہے۔ خدا محفوظ رکھے۔

" قینہ ایک عرب کا نام ہے۔ سلمیٰ (مغنیہ) گانے والی اس کی مزدور تھی۔ یقظان بن عبدالاعلی ناقل ہیں کہ میں جو قینہ کے دروازے سے ہو کے گزرا تو۔

دھڑ دھڑ۔ دھول دھال۔ سارنگی کی پٹ پٹ کی آوازیں کان میں آئیں گھبرا کے گھر میں گھس گیا اور حال پوچھا قینہ نے کہا کہ دیکھیے یہ ایک ایسی بیچاری عورت ہے گانے بجانے کا پیشہ کرتی ہے شوقین امیر امرا کی خدمت میں جاتی ہے۔ نہ اسے خلعت ملتا ہے نہ انعام ملا ہے اور کچھ نہیں تو بلا سے پیٹ ہی رکھو لے جو ایک آدھ لڑکا ہی مل جائے۔ لہٰذا تو میں نے وہی چار گھرنسوں پر قناعت کی ہے جو چار سال تک یہ گود میں بچہ کھلاتی نہ دکھائی دی تو خدا جانتا ہے ہزار کوسے اس کی پشت پر .... راوی کہتا ہے کہ تین چار برس کے بعد جو اُدھر میرا گزر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں سلمیٰ ایک گلگوتھنا سا گورا چٹا پیارا پیارا بچہ کندھے پر ڈالے اللہ اللہ بھائی (لوری) کر رہی ہے۔ میں نے استفسار کیا "وعدہ پورا ہوا؟" "جی ہاں۔ مگر ہزاروں کی منت خوشامد سے۔"

ماننا "کشنیز" علیط ہے۔ علیط ایک دھاڑی تھا جو اس بات پر اپنی جوروؤں کو مارتا تھا کہ "آخر تم چڑیلوں کا نان نفقہ کہاں سے لاؤں۔ کمبختوں آخر کیوں اپنے عاشق پیدا نہیں کرتیں۔ اس میں حرج ہی کیا ہے۔ خدا نے صورت دی ہے شکل دی ہے جوانی دی ہے۔ ہنر دیا ہے۔ یہ کس کام آئے گا؟"

راوی (ہارون بن المنذر) کہتا ہے کہ میں نے اس کی لونڈیوں سے کہا "کیوں جی سنتی ہو۔ میاں تمھارے کیا فرماتے ہیں؟" یہ بولیں "جی ہاں۔ سال پلٹنے دیجیے۔ دکھا دیں گے میاں کو" اس قول پر علیط میاں نے آہ سرد بھری کہنے لگے "ہائے چڑیلیں زبان ہی سے کہتی ہیں۔ کرتی کچھ نہیں۔"

ہمیں معلوم نہیں کہ تماشا خانے ان تصویر چھاپنے والوں سے کوئی مالی معاملت رکھتے ہیں یا نہیں۔ ہمعصر بیبے کرانیکل سے تو ہم نے ایک مرتبہ پوچھا تھا۔ وہ منہ میں گھنگھنیاں بھر کے بیٹھ رہا۔ دوسروں سے پوچھنے کی جرات نہیں۔ نہ اُن کی خدمت میں ہم اتنے بے تکلف ہیں۔ بہرحال "این فقیر را معذور دارید"۔

سوال چوتھا۔ آپ کے مضامین حکیمانہ ظرافت پر نیز اخلاقی نکات پر مشتمل ... سے ملوسی مگر ہمارے نزدیک آپ اپنے مضمون نگار بھی فراہم کیجیے ... کے روزانہ اقتباسات مختلف طرز میں کہیں کہ کل دنیا میں ایسے مضامین بغور و شوق سے پڑھے جاتے ہیں یہ مسئلہ بالکل آسان ہے۔ محنت کی ضرورت ہے نہ فنی گری کی۔ زبان کی صحت شرط ہے نہ واقعہ کا سچا ہونا۔ سب کے اعتبار سے ضبط تھا۔ پیاری پیاری سادہ مگر بے مزہ اور ڈھول چال۔ جورو صلواۃ اللہ علیہا کے چٹکلے۔ کمترین شوہران عفی عنہ کی ضرب نازن مریدی اور اطاعت۔ ناقص العقل دیوانے، بزرگوں کی دقیانوسی شکل اور ... کی تضحیک یا ان کے جسمانی مرتعش اعضا کا خاکہ سالاؤں اور نوکروں کی حرکتیں نابالغ یا دودھ پیتے بچوں کے دلچسپ افعال۔ یہ ایسی باتیں نہیں جس پر کوئی تھوڑا سا پڑھا لکھا قادر نہ ہو۔ اس طرح مضمون نگاروں کی فہرست بھی شاہی مقدموں کی مسل ہو جائے گی۔ کم از کم وہ حضرات جن کے مضامین آپ نے چھاپے اور جنھیں آپ نے دنیا سے روشناس کیا وہ تو شہروں شہروں آپ کے گن گاتے پھریں گے۔ یہ تو کہ نہیں سکتے کہ وہ پرچہ جس میں ہمارے قلم کے بے ڈھنگے اضافیات ناچ کا خاکہ درج ہے بُرا اور بدمزہ ہے۔ جہاں کہیں تذکرہ ہوگا۔ یہی کہیں گے۔ "اللہ اکبر" "اودھ پنچ" وہ پرچہ ہے جس کا نظیر ہندوستان میں نہیں۔ یہ سمجھ لیجیے کہ جس خوش قسمت کا مضمون اُس نے قبول کر لیا وہ گھر اور پر چڑھ گیا۔ اس خاکسار کی عادت ہے کہ ایسے ویسے پرچوں میں اپنے مضمون نہیں بھیجتا۔ مگر صاحب وہ رجحہ شناس اہل قلم ہے۔ دیکھیے مجھ گمنام کو بھی ناحق لکھنے پر مجبور کر دیا۔ مجھے کہاں فرصت لیکن ایسے عمدہ پرچے کی مدد نہ کرنا بھی تو اخلاقی گناہ ہے۔ آپ ضرور دکھا کے دیکھیے کیا؟ روپیہ! اجی جناب روپیہ اول تو پانچ روپیہ وہ بھی سال بھر میں دے ڈالنا کوئی دشوار نہیں دوسرے اگر یہی افلاس کا زور ہے تو میں ایک سال کی قیمت اپنی جیب سے ادا کر دوں گا۔ بس اب تو کوئی عذر نہیں؟ میرا مطلب تو یہ ہے کہ آپ ایسے دیکھیے ضرور پھر آپ خود ہی انھیں کی طرح اس کے عادی ہو جائیں گے۔

ذکر ہی چھڑا ہوگا تو اس شاعر کی طرح جس نے تازہ شعر کہا ہو اور جسے داد دینے والا کوئی نہ ملا ہو خود ہی تذکرہ چھیڑے گا۔ یوں سمجھ لیجیے کہ گھر سے کپڑے پہن کے نکلے جیب میں تازہ پرچہ ڈالا کمی کی طرح "داد" کے "گڑ" کا ریزہ ڈھونڈھتے آلائش کرتے کسی بے فکرے دوست کی انجمن میں پہونچ گئے۔ ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ پھر تھوڑی دیر سکوت فرمانے کے بعد دفعۃً کھِل کھِلا کے ہنس دیے تو ظاہر ہے کہ اگر یہ بلا تعب اور خندہ بغیر عجب۔ لوگوں کو حیرت میں ڈالنے کے واسطے کافی ہے۔ اب انھوں نے پوچھا "ہائیں۔ خیر باشد! کیا زعفران کا کھیت دیکھا ہے جو پانے افراز دہن کے ٹانکے آپ سے آپ ٹوٹ گئے۔ ابھی کوئی خوشی کی بات ہو تو ہمیں بھی سناؤ"

چلیے مطلب حاصل۔ جواب دیا "کچھ نہیں آج اودھ پنچ میں "بھینہٗ وفات" کے عنوان سے ایک مضمون دیکھا ہے۔ واللہ رہ رہ کے اس کے فقرے دل میں گدگدی پیدا کرتے ہیں۔ بے اختیار ہنسنے لگتا ہوں۔ اس مضمون میں ثابت کیا گیا ہے کہ مسٹر ٹکرائی کی بی بی نے کیونکر بغل میں انڈا چھپایا۔ اور میاں سے کہا میں انڈوں پر ہوں۔ بعد ازاں مرغی کی طرح کڑکڑائیں اور ٹاپے میں گھس گئیں۔ میاں نے جامہ تلاشی لی ٹاپے کو بھی طرح دیکھا بھالا چالاک بی بی نے مداری کی طرح خدا جانے کہاں انڈا چھپایا تھا کہ نکالا۔ تھوڑی دیر میں بی بی چلائیں یہ کڑکڑ دوں کوں۔ دیتی ہوں میں انڈا۔ تو کیا شک بھی ہے اس میں آپ کو۔ آج کل بول چال میں مقدم الفاظ کو مؤخر مؤخر کو مقدم لکھنے کی بھی ہوا چلی ہے شاید یہی فصاحت کے [illegible] ہے۔ غرض حضرت اپنا مضمون بے بیٹھے سنایا۔ اور مضحک ادا سے سنایا۔ فرمائش کر دی "بھئی خدا کے لیے تم بھی کوئی مضمون لکھو۔ چھپوا دینے کا میں ذمہ دار ہوں۔ صرف سال بھر کے لیے خریداری شرط ہے۔ تو وہ کون سی بڑی بات ہے۔ اور ہاں بھابی تو خدا کے فضل سے رسالوں میں اپنی مضامین لکھتی رہتی ہیں۔ ابھی کل رسالہ "تاجیب" میں ان کا ایک "شاہکار" میں نے دیکھا جس کا عنوان تھا "الو کا پٹھا شوہر" اور شاید انھوں نے آپ بیتی لکھی تھی میں تو اسے دیکھ کے پھڑک گیا۔ بھئی ان سے بھی کہو اس پرچے میں مضمون دیا کریں۔ پانچ روپیہ سالانہ میں پورے جوڑے کے فضولیات چھپتے رہیں گے۔ خدا نے تم کو بی اے کیا ہے اور بھابی بھی خاصی تعلیم یافتہ ہیں اس گمنامی میں زندگی بسر کرنا عقل کے خلاف ہے۔"

کیوں جناب مولانا۔ کیا اس تدبیر سے زنانے اور مردانے خریدار مع مضمون نگار بڑھ نہیں سکتے؟

جواب۔ تجربہ کہتا ہے بڑھ سکتے ہیں۔ نظیریں بھی سامنے موجود ہیں۔ چنانچہ اس وقت اتفاقاً ہمارے سامنے جولائی سنہ ۳۳ء کا "ماہی ہندوستانی" ہے جس میں ہمارے کرم دوست جناب رشید احمد صاحب صدیقی نے "طنزیات" کے عنوان سے ایک مضمون تحریر فرمایا ہے۔ مضمون بظاہر کئی ماہ دل میں پہلے شائع ہو چکا ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ آخری ماہی ہے یا [illegible] کے بعد پھر کوئی ماہی آنے والی ہے اور اس جودت سے بھی تعرض نہیں کرتے جو اودھ پنچ کے [illegible] اڈیٹر سے علاقہ رکھتا ہے۔ البتہ انھوں نے اپنے ایک مضمون پر تبصرہ فرما کے اپنے حسن ذوق کا جو ثبوت دیا ہے وہ یقیناً جناب سیتاپوری صاحب آپ کا مؤید ہے۔ یہ مضمون ضرور لفظاً مضحک ہے کسی انسان سے متعلق نہیں کسی صاحب نے "کتے" پر لکھا ہے۔ تحسین و آفرین الفاظ وانتخاب خود ہی اس کی دلیل ہے کہ چوٹی کا مضمون ہے اور ناقد اس طرز و مذاق کا مؤید ہے۔ ہم نے استفادے کی نظر سے اسے دیکھا۔ انداز دلچسپ ہے۔ لیکن آخری حصہ لاجواب ہے۔ دنیا قطعاً اس کی داد عنایت کرے گی۔ فرماتے ہیں۔

"اگر خدا مجھے کچھ عرصے کے لیے اعلیٰ قسم کے بھونکنے اور کاٹنے کی طاقت عطا فرمائے تو حزین انتقام میرے پاس کافی مقدار میں ہے رفتہ رفتہ سب کتے علاج کے لیے کسولی پہونچ جائیں۔"

بھلا جو لوگ آدمیت سے منحرف ہو کے بلڈاگ ہو جانے کی دعا کریں۔ اور غرض یہ ہو کہ ناظر مضمون تجویز کے ہنسے ان کے مقابلے میں کون ظریف ٹک سکتا ہے؟ بے شک ہنسانا ان کا حق ہے نہ ہمارا۔ انھیں ضرور مقبول عام ہونا چاہیے۔

ظاہر ہے کہ رشید احمد صاحب خود ایک مشہور "طنز نگار" (باصطلاح خود) ہیں کسی عبارت پر ان کا صاد کر دینا بہت بڑی سند ہے۔

افسوس ہے کہ ہم ایسے مضامین نہ لکھتے ہیں نہ شائع کرتے ہیں تو بات کیا ہے؟ رشید صاحب بڑے آدمی ٹھہرے ان کا لوگ ادب کرتے ہیں۔ ہم لکھیں تو لوگ کہیں "دوت۔ دوت۔ جیسی روح ویسے فرشتے۔ بتاؤ اس اعمال نامے کی اشاعت سے دنیا کو کیا سبق ملا؟" خدایئے ہمارے پاس اس مشکل سوال کا جواب کیا ہوگا؟ (باقی آئندہ)

لسان

م۔ ح۔ سیتاپوری
الجیب۔ اودھ پنچ لکھنؤ

جامع اللغات و نور اللغات

(نمبر ۳۳)

دونوں کتابوں میں ایک غیر مانوس محاورہ "اودھوڑی ماننا" خوب ٹھکم ٹھکا کرنے کے معنی میں مندرج ہے۔ خدا جانے یہ محاورہ چماروں کا ہے یا موچیوں کا۔ شریف مرد و زن تو ہرگز نہیں بولتے۔ "اودھوڑی" چمڑے کی ایک قسم ہے یہ اگر کسی دیہاتی بازار کا محاورہ ہے تو اس کے معنے

اطلاعنامہ بنام دائنان دربارۂ دخل درخواست بریت

(دفعہ ۱۴ (۱) ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب مولوی احمد کریم صاحب جج خفیفہ بحیثیت دیوالیہ لکھنؤ
درخواست دیوالہ نمبر ۱۰ سنہ ۱۹۳۳ء
بمقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ [illegible] نرائن قوم [illegible] ساکن محلہ [illegible] سعادت گنج شہر لکھنؤ
بنام [illegible] دیگر قرضخواہان
مطلع ہو کہ دیوالیہ مذکور الصدر نے اپنی بریت کی درخواست [illegible] گذرانی ہے اور عدالت ہذا نے سماعت درخواست کے واسطے تاریخ ۱۳۔ ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۳۴ء بوقت دس بجے مقرر کی ہے
تاریخ ۲۱۔ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۴ء

مہر عدالت — دستخط حاکم بخط انگریزی

خوب تن کے کھاتا مگر زدنہ ہوں گے۔ قیاس کہتا ہے کہ "مار پیٹ زدوکوب" ہونے کی جگہ بولا جاتا ہوگا یعنی "جوتا تانا"۔

جناب حاجی زمزم اللغات صاحب فرماتے ہیں "ادھیانا۔ دو حصے مساوی کرنا۔ آدھوں آدھ بانٹنا۔ (منتظر) سہ

بحر میں لیلیٰ ادھر کو بھی اب جاتا پڑا
دشت وحشت حضرت مجنوں سے ادھیانا پڑا

خدا جانے جناب منتظر کہاں کے مستند شاعر ہیں۔ "ادھیانا" بازاری زبان کا لفظ ہے۔ یہاں کے فصحا "آدھم سادھا کرنا" اس محل پر بولتے ہیں۔ اُردو لغت لکھنے والے کا فرض ہے کہ اس قسم کے امتیازی اشارے کرتا جائے۔

وہم در زمزم اللغات است: "**اڑارا** (مع) مذکر۔ کسی عمارت کے گرنے کی آواز۔ دیوار گرنے کی آواز" کیوں جناب حاجی صاحب کنکیا بھی اڑاتی ہے۔ بھینس بھی اُس وقت اڑاتی ہے جب اُس کی مستی کا زمانہ آتا ہے تو کیا یہ دونوں چیزیں بھی عمارت یا دیوار ہیں؟ — علیٰ ہٰذا القیاس "اربعین" کے بارے میں لکھتے ہیں: "(ع) مذکر۔ چالیس دن۔ چلّہ" اس میں "دن" کی قید بھی بہت خوب ہے۔ وہی مثل ہے کسی نے ہو کے سے پوچھا دو اور دو کتے ہوتے ہیں؟ کہنے لگا چار روٹیاں۔ گویا کوئی چیز جس کی گنتی چالیس تک پہونچتی ہے وہ کسی دوسرے لفظ سے گنائی جائیگی مثلاً "اربعین لیلۃً" نہیں کہہ سکتے۔ "اربعین بقرۃً" کہنا حرام ہے۔ ہائے کیا اندھیر ہے۔ کیسے کیسے قابل لوگ خدا نے ہمیں دیے ہیں کہ بس .... خدا ہی سمجھے۔

حاجی صاحب لفظ "ارجمند" کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ اصل میں "ارزمند" تھا۔ دیکھیے کتنی بڑی جراٗت ہے غیر زبان کے لفظ کے متعلق قطعی رائے قائم کر لینا۔ حالانکہ "ارز" اور "ارج" دونوں بعض مقامات پر مرادف ہو جاتے ہیں۔ یہ کہنا عبث ہے کہ "ارز" اصل میں "ارج" تھا یا "ارج" اصل میں "ارز"۔ !

فرماتے ہیں "ارزق غلط ہے اَزرق صحیح ہے" دیکھیے ارزق یہ کوئی پوچھے کہ ارزق کون بولتا ہے؟ جو لوگ "ازرق" (نیلگوں) بولنے کی استعداد رکھتے ہیں وہ ازرق ہی کہتے ہیں۔ بے پڑھے لکھوں میں یہ لفظ بولا ہی نہیں جاتا۔ جو وہ "ز" کو "ر" سے بدلیں۔ یہ تو خود ہی خواب دیکھنا اور خود ہی تعبیر دینا ہوا۔

کہتے ہیں "**اُڑا اُڑ جانا** (مص) ناپید ہو جانا۔ (فقرہ) ایسا کیا بازار میں اڑا اُڑ گیا ہے کہ کوئی چیز نہیں ملتی" مہربان حاجی زمزم صاحب یہ لفظ "اُڑا" نہیں "اوڑا" (بہ واو معروف) زیادہ تر "اوڑا باڑی ہے" یا "اوڑا باڑی پڑ گئی ہے" عورتیں بولتی ہیں مگر کبھی "باڑی" حذف ہو جاتی ہے "اوڑا" پر قناعت کی جاتی ہے۔

اجتہاد ہے حاجی صاحب کا: "**ازار بند کی ڈھیلی**۔ بدکار فاحشہ" اور بالکل غلط ہے ازار بند کی ڈھیلی کنایہ ہے جس سے مراد ہے "خواہش نہ ضبط کرنے والی" چاہے فاحشہ ہو یا نہ ہو۔ جس عورت میں ضبط خواہش کا یارا نہ ہوگا وہ ازار بند کی ڈھیلی کہلائے گی۔

(باقی آئندہ)

راف ـــــــــــــ

اوبار اللغات عفی عنہ

تحائف سال نو

(نمبر ۵)

بڑھاپے سے مقابلہ۔ یہ بھی لفٹنٹ کرنل ڈاکٹر محمد اشرف الحق صاحب گلعہ گول کنڈا حیدر آباد دکن کے افادات میں سے ایک مختصر رسالہ ہے جو ترجمہ ہے پروفیسر اشتائناخ (ویانہ جرمنی) کی کتاب کا۔ بحث وہی ہے یعنی "اعادہ شباب"۔ ڈاکٹر اشرف الحق صاحب نے اس مضمون کے دیباچے میں اہل ملک کی ناقدری کے باعث فن کی ترقی میں ناامیدی ظاہر کی ہے۔ یہ سچ ہے فرماتے ہیں کہ "اس رسالے کو جو شائع کر رہا ہوں تو فعل عبث ہی سمجھ کر"۔

دوسری نہایت اہم بات یہ فرماتے ہیں کہ "ڈاکٹر اشتائناخ نے اپنے ایجاد کردہ آپریشن ...... کی جو تشریح کی ہے اس کو پڑھ کر کوئی صاحب آپریشن کی جراٗت نہ کر بیٹھیں۔ یہ کام نظری نہیں بلکہ عملی ہے پڑھنے سے نہیں کرنے سے حاصل ہوتا ہے"۔ یہ بھی نہایت صائب مشورہ ہے۔ کیا معنے کہ اُس ملائے مکتبی نے جس کا تذکرہ ہم گزشتہ نمبر میں کر چکے ہیں ان دو بیچاری لنگروں کا آپریشن اپنے ہاتھ سے کیا اور پچھتایا۔ لیکن اگر کوئی اس کار نہ خوب ان احمقانہ تجربہ خود ہی کر ڈالے تو کیا مضائقہ ہے؟۔

یہی نہ کہ پھر اُمید اصلاح نہ رہے گی۔ تو صاحب امید منقطع ہو چکی تھی جب ایسا ارادہ کیا اور نہ کیوں جوکھم اٹھاتا۔ ایسی حالت میں ہمارے نزدیک فریقین صرف سعی تحصیل حاصل کا مجرم ہوگا۔ اور یہ کوئی بڑا گناہ نہیں۔

بہر حال یہ رسالہ بھی شہر اُردو میں ایک نیا دروازہ کھولتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی سعی مشکور رہے۔ خدا کرے اہل ملک توجہ کرنے لگیں تاکہ حوصلہ بڑھتا جائے۔ قیمت چار آنے (۴؍)۔

نیسان۔ الہ آباد یونیورسٹی کے اُردو ڈپارٹمنٹ کا سہ ماہی رسالہ مرتبہ پروفیسر سید محمد ضامن علی صاحب ضامن۔ قیمت سالانہ عہ۔

یہ رسالہ اپنے نامور مؤلف کی نگرانی میں ایک مبارک مقصد سے شائع ہوا ہے۔ یعنی اُردو زبان کو حالی کی ہوائے بد سے محفوظ رکھنا۔ اس کا مقصد اور اودھ پنچ کے دیرینہ مساعی کا مدعا ایک ہے اس لیے ہم اس کی آؤ بھگت کرتے ہیں۔ اہلاً وسہلاً و مرحبا۔ پہلی سہ ماہی قسط کے مضامین صاف ستھری بول چال۔ دلچسپ اور لطیف خیالات پر مشتمل ہے۔ نظم بھی ہے۔ نثر بھی ہے۔ حکایات بھی ہیں۔ شعرائے ماضی کے کلام پر تبصرہ بھی ہے۔ بھاشا کے لطیف شیریں اور رسیلے پھل بھی ہیں۔ بہر کیف اچھا اور خاصا رسالہ ہے۔ ایسے ہی دو چار اور ہو جائیں تو اُردو بے بس بے کس بے یار و مددگار نہ رہے۔ مہنگا کہ دیکھیے حجم کافی ہے قیمت کچھ بہت نہیں۔

(باقی آئندہ)

راف ـــــــــــــ

التحیات

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"زلزلے کا مذہب"

میاں حقیقت کی رپورٹ ہے کہ بہار کی تمام مسجدیں سجدہ ہو گئیں۔ مگر مندر سالم ہیں۔ نیپال کے جنرل شمشیر جنگ رانا بہادر جو دلی میں کسی ضرورت سے آئے تھے ناقل ہیں کہ مکان تو ڈھے گئے مگر مندروں کا ایک کلس بھی ٹیڑھا نہیں ہوا۔

ان گواہیوں سے معلوم ہوا کہ شاید زلزلے کی بھی شدھی

یک بام و دو ہوا۔ تقسیم نفس واحد

"ہاں۔۔۔۔۔نہیں"

نمبر ۱۔(سابق) "بالڈون اے بالڈون۔ قرطاس ابیض کے مندرجات پر عمل کئے بغیر کھانا ہضم نہیں ہو سکتا"

نمبر ۲۔(حال) "خبردار۔ خبردار بالڈون۔ کیا کرتے ہو۔ پچھتاؤ گے۔ ٹوریوں کا دل رکھو"

PRESENTATION
OUR agency is a
Gift
for OUR
customers.
تار کا پتہ
"حینا" لکھنؤ
ٹیلیفون
نمبر ۱۳۹
ہر قسم کے عمدہ اور دیرپا
خوشبو کے عطر اور تیل
ذیل کے پتے سے طلب فرمائیے
قنوج
حیدرآباد دکن
دہلی
منصوری

ہو گئی ہے اب اسکے ہندو زلزلہ کہنا چاہیے۔ اور مسلمان بھائیوں کو ایک لیگ بنانی چاہیے جو زلزلہ کو بدعت سے بچانے کی تدابیر پر غور کرے۔ یا کم از کم ایک امراد پارٹی فراہم ہو جائے کہ ادھر زلزلہ ام مسلمانی حدود میں پہنچا نہیں اُدھر تائی انھیں پکڑ کے بجبر ان کی مسلمانی کر دے۔ ورنہ غضب ہو جائے گا۔ اتنا تو بفضل خدا اثر ہوا ہے کہ زلزلے کے نام کے خوف سے مسلمانوں کے شوق عبادت دزد و فاتحہ میں ترقی ہو گئی ہے۔ دعائیں ہیں نمازیں ہیں مجلسیں ہیں ماتم ہیں۔ ان سب کا فائدہ تو اسی وقت دل میں امید پیدا کرے گا جب اس افواہ کی نفی ہو جائے کہ زلزلے صاحب کی شدھی نہیں ہوئی۔ یعنی پتا لگاؤ آخر یہ معاملہ کیا ہے۔

دوائے آشوب چشم

ایک صاحب کی آنکھیں دکھنے آئیں تو دوسرے دوست نے پوچھا "کیوں دوست آنکھوں میں کیا دوا لگاتے ہو؟" وہ بولے "کچھ نہیں قرآن کی آیتیں دم کرتا ہوں اور ماں جان دعائیں پڑھ پڑھ کے پھونکتی ہیں" دوست نے مشورہ دیا "ان دونوں کے ساتھ تھوڑی سی رسوت پھٹکری بھی شامل کر لو" ہندوستانی مسلمانوں کی پولیٹیکل آنکھیں دکھ رہی ہیں سر آغا خاں "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا (خدا کی رسی مضبوط پکڑو اور تتر بتر نہ ہو) پڑھتے اور دعائے والدہ (حکومت) یعنی سفید کاغذ کے مندرجات دم کرتے وارد ہوئے ہیں لیکن ہندوستان کے مسلمان اب جھاڑ پھونک پر اعتماد نہیں رکھتے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ان دونوں میں خلوص کی پھٹکری اور حسن نیت کی رسوت بھی شامل کیجیے یہ دونوں دوائیں ہیں عزیز الوجود لہٰذا قرینہ دلالت کرتا ہے کہ فائدہ نہ ہوگا اور عجب نہیں کہ آنکھیں دکھتے دکھتے بینائی خالص ہو کے رہ جائیں۔

لیڈر اور رنڈی

سب سے بڑے لیڈروں کی تعظیم و تکریم و استقبال کا ایک ہی طریقہ اب تک دیکھا گیا۔ ان کے آنے سے دو چار دن پہلے چھپے

ایکٹ "انجانب آ گئے۔ اب بتاؤ"
رعایائے ریاست "تو ہم جاتے ہیں"
ایکٹ "کہاں"
رعایا "انارکزم سیکھنے"

موٹے قلم سے چھپے ہوئے اشتہار دیواروں پر لگا دیے معززین شہر وقت معہود سے کچھ قبل اشٹیشن پر جمع ہو گئے جب لیڈر صاحب نے گاڑی سے قدم اُتارا تالیاں بجیں ہار پھول کی بارش ہوئی "جے" کے نعرے لگائے گئے اور برات کا سا جلوس ترتیب دے کے مہمان کو مہمان خانے میں پہنچا دیا۔ اب پولیٹکل میدان خالی نظر آتا ہے۔

لیڈر کوئی نہیں اور جلوس بازی کی رگ ہے پھڑک رہی ہے لہٰذا لوگوں نے ظلم کی ناچنے والیوں پر جلوس بازی کا خمار اُتارنا شروع کر دیا۔ سننے میں آیا کہ امرتسر سے ایک ناچنے والی چلی اور لاہور آئی تو اس کا استقبال بھی ایسا ہی دھوم دھام سے ہوا جیسے مہاتما گاندھی یا حاجی محمد علی مرحوم کا کبھی ہوتا تھا۔ بیس پچیس برس اُس طرف پنجاب میں بیگموں کا اتنا توڑا تھا کہ بیگم گھس لگانے کو نہیں ملتی تھی مگر اب بیگموں کی یہ افراط ہے کہ ہر تصویر خانے میں ایک نہ ایک بیگم ضرور ہے۔ یہ رقاصہ بھی جس کا دھوم دھامی استقبال ہوا سنتے ہیں کہ بیگم ہے۔ ہو گی بیگم ہمیں کیا۔ ہم تو اپنے لیڈروں کو مشورہ دیتے ہیں کہ یا تو وہ اپنے استقبال کو (؟) روک دیں یا فلم ایکٹر ہو جائیں۔

ایک ہی صورت سے دلی اور شیدایان کی تعظیم نہیں کی جا سکتی۔ لکھنؤ میں ایک اعلیٰ خاندان بیگم تھیں اُنھوں نے ایک معمولی عورت سے نام پوچھا۔ یہ عورت کبڑن تھی کسی رئیس نے عروج دے دیا تھا اس نے "یا پوش آرا الملیحۃ الزمانی چڑیل النساء بیگم" نام بتایا۔ بیگم صاحب چپ ہو رہیں تھوڑی دیر کے بعد بی پاپوش آرا الکفش الزمانی نے بیگم صاحب سے نام پوچھا اُنھوں نے گردن جھکا کے جواب دیا "مجھ خاکسار کو گھسیٹن کہتے ہیں"۔ (کبڑن کا اصلی نام گھسیٹن تھا)۔ بیگم نے واقعی مصلحت کی یعنی جگہ بدل لی۔

مژدہ بہ متولیان اوقاف اودھ اور صوبے مقلے

جب سے حکومت نے بغرض اصلاح اوقاف قانون سازی کا احرام باندھا ہے اس وقت سے متولیان اوقاف کے پائجاموں میں سراسیمگی کی بھڑ پر جا گھسی ہے۔ خصوصاً یوپی کے صوبے کا عجب عالم ہے۔ وہاں

اکثر اوقات کے متوالی اجتماعی حیثیت سے قانون کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ پس ہم اپنے صوبے کے وقف خوار دُلدُلوں اور گدھوں کو مژدۂ فرحت افزا سناتے ہیں کہ یارو وقت کو غنیمت سمجھو تم بھی بمبئی کی طرح ایک کانسٹی ٹیوشن قف خواری کی بنا ڈالو۔ ورنہ شاید "صوت مطلے" پھر کبھی کانوں میں نہ آئے۔

کہتے ہیں کہ عرب کے مشہور مغنی کے یہاں اس کا بھائی مہمان ہوا صبح سے تیسرے پہر تک باتیں ہوا کیں میزبان صاحب باتوں میں بھول گئے کہ مہمان بھوکا ہوگا۔ عصر کے وقت مغنی صاحب نے طنبورہ اُٹھایا اور پوچھا "ای صوت تشتھی ان اسمعک" کونسی آواز (یعنی راگ سننا پسند کرتے ہو!) مہمان جھلا کے بول اُٹھا "صوت المقلے" (تیلی کی جھنکار جس میں قلیہ بھونا جاتا ہے)

آپ کی ہجو نہیں چڑیا کی تعریف ہے

پہلے تو سنا گیا تھا کہ ہمارے بزرگ اسکے دوست مسٹر بالڈون اس بات پر جمے ہوئے تھے کہ قرطاس ابیض کے ذریعہ سے جو عجیب و غریب اختیار ہندوستانیوں کو دیئے جاتے ہیں وہ نہایت ضروری ہیں۔ ابھی چاہے ہم مرجائیں مگر جو منھ سے نکل گیا وہ ضرور کریں گے"

اب ٹوریوں نے واویلا مچائی تو آپ کو نظر آنے لگا کہ ان میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ لہذا لہجہ بدل بیٹھے اور ایسی عمدہ تاویل فرمائی کہ واہ جی واہ اس قسم کی تاویل کوئی نئی بات نہیں ایک امیرزادے نے غلیل سے چڑیا پر غلہ مارا اُفوہ خطا کر گیا چڑیا اُڑ گئی۔ مصاحب پاس بیٹھا ہوا تھا اُس کے منھ سے نکلا "کیا خوب" امیرزادے صاحب نے تیوری پر بل چڑھا کے خنجر غضب کے جوہر دکھائے "کیوں بے یہ اینجانب کی ہجو؟" مصاحب کا مارے ڈر کے بُرا حال ہوا۔ ہاتھ جوڑ کے عرض کرنے لگا معاذاللہ میں نے تو چڑیا کی تعریف کی تھی۔ غضب کی چھلاوہ ہے کہ حضور کے نشانے کو خالی دے گئی"

دیکھیے اس کاغذ سادہ کے انقلابی نمک استدون کے اہل فوج جواب کب تک کٹ کیسرون کی ہوجو بلیک جانے اور چڑیا کی آفرینش انہیوں کی قادر اندازی کے پیرائے میں کرتے ہیں۔

ہندوستان کی سیاسی حالت روز بروز اندیشناک ہوتی جاتی ہے حکومت کے ذمہ دار اقرار کر رہے ہیں کہ بزور باز ہندوستان میں انقلاب پیدا کرنے والی جماعتیں بن رہی ہیں۔ لندن میں بکثرت مخالف ان ابہی دفیر یعنی اختیارات کے پیدا ہو گئے ہیں۔

حکایت ہے کہ ایک کی سپاہی نہایت عمدہ کپڑا سلوانے کی غرض سے درزی کے پاس لایا کپڑا بہت تھا سپاہی کی آنکھ تری ہونی تھی نہ ہوشیار درزی نے ہونٹ دبا کے منہ سے ہوا کی آواز نکالی لیکن سپاہی ہنسے ہنسے لوٹ گیا ہنسی ہنسی میں کپڑا غائب سپاہی نے فرمائش کی کہ استاد ایک مرتبہ پھر! استاد نے دبی زبان سے کہا اب نہیں قبا بہت تنگ ہو جائے گی۔

قرطاس ابیض کی قبا ایسی ہی ترکیبوں سے تنگ ہو چکی خیر وہ تنگ ہی سہی اگر سی گئی ہے تو اُسے دن تاریخ دیکھ کے جلدی انڈیا کے قامت پر کھینچ دینا چاہیے انشاء اللہ تنگی کی شکایت نہ ہوگی...

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ

بعدالت جناب تحصیلدار صاحب مقام مسافر خانہ ضلع سلطانپور

بابو ہرکرن بہادر سنگھ ساکن دکھنوارہ مدعی

بنام

رام روپ سنگھ بجرنگ سنگھ و رام رتن و دیبی دین مدعا علیہم بنام رام رتن ولد رضا حیدر برہمن دیبی ساکن موضع جامون پرگنہ گڑارہ جامون

واضح ہو کہ مدعی۔ نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۷۔ ماہ مارچ ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے بمقام مسافر خانہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمے کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمے کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۰۔ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۴ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

اہتمام سرسری اطلاعنامہ بنام مدیونان

(دفعہ ۵ ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۳ء)

بعدالت جناب مولوی احمد کریم صاحب جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۲ سنہ ۱۹۳۴ء

مقدمہ قرار دیئے جانے دیوالیہ مسمی محسن ولد حسو قوم کنجڑہ ساکن گنج والی گلی شہر لکھنؤ

بنام

مرزا علی اکبر عرف سرفراز حسین وغیرہ محلہ فرنگی محل

اطلاع دی جاتی ہے کہ بتاریخ ۲۲۔ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۳ء مدیون مذکور الصدر نے ایک قطعہ درخواست اس عدالت میں بدیں غرض پیش کی ہے کہ وہ دیوالیہ قرار دیا جاوے اور یہ کہ بتاریخ ۳۰۔ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۴ء عدالت ہذا نے اس امر کا اطمینان کر کے کہ مدیون کی جائداد غالباً مبلغ پانچسو روپیہ سے زائد نہ ہوگی ہدایت کی ہے کہ مدیون کی جائداد کا اہتمام سرسری طریقے پر کیا جاوے اور تاریخ ۱۲۔ اپریل سنہ ۱۹۳۴ء بنا بر مزید سماعت درخواست و اظہار مدیون مذکور مقرر کی ہے۔ اس امر کی بھی اطلاع دی جاتی ہے کہ عدالت تاریخ مذکور الصدر پر تصفیہ و تقسیم جائداد مدیون مذکور کی فوراً کاروائی شروع کر سکتی ہے علم کو اعتبار رہے کہ تم حاضر ہو کر اس تاریخ پر ثبوت دو۔ ثبوت کسی دعوے کا جو تم کرنا چاہو تاریخ مذکور پر یا اس سے قبل داخل عدالت کرنا لازمی ہوگا۔

میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۵۔ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۴ء کو جاری کیا گیا۔

وقت حاضری عدالت دس بجے سے چار بجے تک۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۲۲ ۰ ۴ سنہ ۱۹۳۴ء

بعدالت آنریری منصفان ستی پنچ ضلع الہ آباد بمقام کلکٹری الہ آباد

باجلاس مولوی سید محبوب علی صاحب و بابو کالی پرشاد صاحب آنریری منصفان پنچ الہ آباد

بدھو لال وغیرہ ساکن محلہ کٹرہ اترام کلوار شہر الہ آباد مدعی

بنام

رمضان ولد لنگھن میاں قوم مسلمان ساکن محلہ کٹرہ شہر الہ آباد مدعا علیہ

ہرگاہ مدعیان نے آپ کے نام ایک نالش بابت پہلے روپیہ کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۲ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۴ء بوقت دس بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمے کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دعوے کی کریں اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمے کے تجویز ہوئی ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۰۔ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۴ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

قواعد و ضوابط ادارہ ہٰذا

(۱) بفضل خدا بالالتزام ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں مہمل کی خبریں، بیہودہ گپ شپ اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ بلکہ اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔ دوسری سیاست کی یا ادبی بحث نہیں ہے۔ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھانے والے لیکن گوہر گوہر میں فرق ہے بلکہ افادات کی حقیقت، اس کی صلاحیت ہے، وہ رعایت نکتہ چینی، پنچ مقالے، واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی، سیاسی، ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۳) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) ہر ایک شاگردان مدارس سے بتصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جاسکے۔

(۷) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شائع ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف و خوشخط کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی و ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

احمد حسین یاروی منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) ۔ صرر روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید صرر جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچے فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۳ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

انتخر تو دیکھیا اور اب شادی ڈھونڈھ رہے ہیں حالانکہ شادی کر لینے کا اختیار بھی سلب ہو چکا ہے۔

ٹیپو غریب کچھ نہ۔ برطرف ہو کے بحال ہو اور بحال ہو کے برطرف۔ ہاں سچ ہے "لدوء اعتبار اللہ" لیکن جو اشخاص اس وقت اپنے اپنے معزول بادشاہوں کو پھر سر پر اراے سلطنت دیکھنا چاہتے ہیں یونانیوں کے تجربہ پر انھیں نظر کرنی چاہیے کہ از دست شکستہ جو خیزد سے

من جرب المجرب حلت بہ الندامۃ

اور اگر آپ کو دوبارہ تخت خلافت پر جلوہ گر ہونے کی ہوس ہو تو ٹیپو کا حال دیکھ لیجیے۔ سنا ہے کہ مقدمہ بھی چلے گا۔ ولیعہد پر چل چکا اور رجلا وطنی کی سزا بھی سنتے ہیں کہ پا چکا۔

لیکن آپ کا حال ان تینوں سے بالکل مختلف ہے آپ پر کوئی صریحی الزام اگر قوم کی جانب سے عاید بھی کیا جاتا تو آپ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان کی استثنا میں داخل تھے۔ فوراً عذر کر سکتے تھے کہ "المجبور معذور" آپ کا فرض تھا کہ تاج کو بوسہ دیتے اور قوم کے حوالے کر دیتے۔ خود مسجد میں بیٹھ کے توبہ واستغفار میں بسر کرتے مگر اپنی قوم کو نہ چھوڑتے۔ آپ نے یہ نہیں کیا بلکہ شیطان کے اغوا اور رشیخی کے ابھارنے سے چلتے چلاتے برطانوی عمائد کے سامنے آپ نے مونچھوں پر تاؤ دیا اور فرمایا کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں خلیفہ نہیں ہوں یا میں نے اپنے حق خلافت سے دستبرداری نامہ لکھ دیا ہے ابھی میں ازل کا خلیفہ خدا ساز خلیفہ خود ساختہ خلیفہ ہوں کسی کی مجال ہے جو مجھے خلیفہ نہ سمجھے۔ آپ کے کلمات دشمنوں نے بھی سنے کوئی ہنسا کوئی رویا۔ اے حضرت جس طرح کے خلیفہ آپ ہیں ایک گدا بیو بھی اسی طرح خلیفہ بن سکتا ہے۔ پاگل خانے میں ایسے صدہا شہنشاہ زمانہ موجود ہیں جن کی رعیت کا وجود نہیں۔ کاغذی ٹوپی سر پر ہے مرشے کی دم اس ٹوپی میں کھسی ہوئی ہے مٹی کا چبوترہ ہے لکڑی کی تلوار ہے ٹھیکنیوں کا مالا ہے مروارید گلے میں پڑے ہیں۔ خود ہی کہتے ہیں "کوئی حاضر ہے" اور خود ہی ہاتھ باندھ کے کھڑے

ہوتے ہیں کہ "جو حکم ہو فرمایئے" غیر محسوس اجسام پر حکمرانی کرتے ہیں کسی کو پھانسی کا حکم دیا کسی کو انعام دیا کسی کو قید کی سزا دی مگر نہ انعام کسی کو ملا نہ سزا کی ایذا کسی نے اٹھائی۔ بھلا جب بستر بغل میں دبا ہوگا اور آپ اغیار کی پناہ ڈھونڈھ رہے ہوں گے جگر ٹکڑوں کی قطع ہوگی عظیم الشان ملک کی آمدنی میں سے صرف چند لاکھ پونڈ کی مالیت آپ کے تحت اقتدار ہوگی اس وقت آپ کا یہ ڈینگ ہانکنا کس دل کو بھلا معلوم ہوا ہوگا بجز ایسے دل کے جو آپ کو مسخرا بنا کے تماشا دیکھتے اور قہقہے اڑاتے ہیں۔ والسلام۔

راقـــــــــــــــــــم

مان نہ مان میں تیرا مہمان

بعـــــــــــــــــــلم

فلاسفر

گریۂ حلاج بنام مسٹر لائڈ جارج

"کھلا خط اور سربستہ حال"

پیارے مسٹر۔ سلام کی جگہ میاؤں میاؤں مزاج پرسی کی جگہ بھی میاؤں میاؤں میری بولی یہی ہے۔ خدا نے جن کو عقل دی ہے وہ اس چھوٹی سی کا لفظ کا مطلب اس کے محل استعمال سے نکال لیتے ہیں۔ میں کہتی ہوں میاؤں۔ مالک کہتا ہے "اسے ہے بلی بھوکی ہے" میں کہتی ہوں میاؤں جواب ملتا ہے "گھبرا نہیں چھیچھڑے آتے ہوں گے۔" میں دیکھتی ہوں کہ میری بولی جنیوا کانفرنس کے بعد تم نے بھی سیکھ لی۔ ہاں ہاں تمہاری میاؤں میاؤں کے بھی کچھ معنے ہوں گے۔ میرے بارے میں ایک مشہور ضرب المثل تمہارے کانوں تک ضرور پہونچی ہوگی یعنے "ستر چوہے کھا کے بلی حج کو چلی۔" حج نماز روزہ۔ یہ سب چیزیں انسانوں کے لیے ہیں۔ اس قسم کی تکلیفیں مجھ پر خدا کی طرف سے عاید نہیں کی گئیں۔ خانہ کعبہ ہو یا کلیسا ہو یا بیت المقدس ہو یا کسی دیوی کا مندر ہو میرے نزدیک سب برابر ہیں۔ جہاں کہیں چوہے سرنگ لگا کے پہونچتے ہیں میں بھی وہیں پہونچتی ہوں۔ ان

مقدس مقامات پر بھی میرا جانا اکثر تلاش میں ہوا ہے پس یہ میری شکارگاہیں ہیں نبی آدم کو اختیار ہے۔ مجھے حاجی سمجھیں یا رقی، پادری، اینڈرت کا لقب دیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم نے جو میری بولی شہرے بہترے ہونے کے بعد اختیار کی ہے کسی نہ کسی طبعی مناسبت اور لگاؤ سے اختیار کی ہوگی مناسبت کھلی کھلی ہے پوشیدہ نہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ میری پیدائش نوح کی کشتی پر طوفان کے وقت شیر کے دماغ سے ہوئی شیر کے دماغ کو بجائے ورد ترہ کے چھینک عارض ہوئی اور میں نتھنوں کی راہ سے ہو پڑی۔ یعنی اس نے کہا آچھیں اور میں فوری میاؤں میاؤں کرتی دم ہلاتی صحیح سلامت نکل آئی۔ تمہارا پولیٹکل وجود بھی عین طوفانی خونریزی وجنگ کے وقت شیر برطانیہ کے دماغ سے نوح برطانیہ یعنی لارڈ کچنر کی کشتی غرق ہونے کے بعد نمودار ہوا۔ شیر برطانیہ نے کہا آچھیں اور تم نے کہا میاؤں۔ ورنہ قبل ازیں تمہاری شہرت کچھ معمول سے زیادہ نہ تھی۔ تم شیر برطانیہ کے دماغی گوشے میں منہ چھپائے پڑے تھے۔ اگر میرے خواب میں چھیچھڑے نظر آتے ہیں تو تمہارے خواب میں عالمگیری اور جہانگیری کے ترنوالے۔ میری عادت ہے کہ مالک کی آنکھ بند ہو تو نوالہ ہاتھ سے اُچک لوں تمہاری خصلت ہے کہ سب کو دوں ڈھکیل آپ ہی رہو اکیل" مجھے دیر وحرم میں خوراک کی تلاش ہے۔ تمہیں آج کل خدا پرستی اور پادری بازی کی بیماری پیٹ کے کارن ہوئی ہے۔ ورنہ خدا تمہارے وجود سے پیشتر بھی تھا۔ پادریوں کی وعظ اور عیسائی مذہب کے برکات قبل ازیں بھی فیض حاصل کرنے کے قابل تھے۔ آج تمہارے اس مصلے پر پڑھنے سے لوگ طعنہ زن ہیں سے

بشتاب اے پسر کہ بطاعت کنی قیام
زاں پیش کافتاب جوانی کند غروب

پیرانہ سر مزن در طاعت کہ اسپ پیر
در عرصۂ دغا نہ بود لائق رکوب

مگر آخری وقت میں خدا ہی یاد آتا ہے مجھ پر بھی وقت پڑا تھا۔ یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب مورخ فاضل مصنف "چوہے نامہ" مسجد میں توبہ نمازی کرنے

اور چوہوں کی داستان ترتیب دے چکا۔ اور چوہوں
میں بغاوت انگیز پروپگنڈا سے میری ساکھ کو نقصان پہنچا
دیا مجھ سے انھیں کوئی حسن ظن نہ رہا۔ تو میں نے آبادی
سے کنارہ کیا۔ گنگا کے کنارے گرد کوٹ نامے
پہاڑ کی طرف کچھ دن تنہائی میں بسر کرنے کے لیے
چلی گئی۔ یہاں ایک کھنڈر اجڑا اجاڑ تاکہ پایا اور درخت
تھا اس میں ایک سوراخ تھا سوراخ میں ایک پرانا
اور بڈھا گدھ عمر کی منزلیں طے کرتے کرتے تھک کے
گوشہ گیر تھا۔ پروں میں طاقت پرواز نہ تھی۔ اس درخت
پر دوسرے جانوروں کے گھونسلے بھی تھے گدھ ان کے
بچوں کی رکھوالی کرتا تھا اور وہ گدھ کے لیے اپنی
چونچ میں کچھ نہ کچھ خوراک دبا کے لاتے تھے۔ میں
ٹہلتے ٹہلتے اس درخت کے قریب گئی مجھے دیکھ کے
چڑیوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں نے چلانا شروع
کیا بیچارے گدھ کو اب عینک کی ضرورت تھی۔
اس نے مجھے نہیں دیکھا تھا سوراخ سے گردن نکال
کے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا میاؤں۔ مگر اس کا
بڑا سا قد خونخوار چونچ تیز پنجے اور ناخن دیکھ کے
میری جان نکل گئی۔ گدھ نے کہا میاؤں میاؤں سے
معلوم ہوتا ہے تم بلی ہو خبردار یہاں قدم نہ رکھنا
ورنہ میں مدت سے شکار کا بھوکا ہوں کچا ہی چبا
جاؤں گا۔ میں نے نہایت عاجزی سے کہا کہ حضور
خفا کیوں ہوتے ہیں میں جاتی ہوں مگر ناگوار نہ ہو
تو کچھ عرض کروں۔

گدھ بکنا سننا میں نہیں جانتا بچے تمہیں دیکھ کے
ڈرے جاتے ہیں۔ خیریت چاہتی ہو تو اپنا راستہ لو۔
میں نے ٹھنڈی سانس بھری۔ ہائے بد اچھا بدنام برا۔
بعض بلیوں نے اپنے کرتوت سے ساری قوم کو بدنام
کر دیا۔ حضور کو اختیار ہے چاہے یقین کریں یا نہ کریں
مگر میں سچ کہتی ہوں کہ میری ذات سے آج تک کسی
جانور کو نقصان نہیں پہنچا۔ جس مالک نے مجھے پالا
تھا اس کے گھر میں کبوتر پلے ہوئے تھے۔ مرغیوں
کے چینگنے مارے مارے پھرتے تھے قسم لے لیجیے کبھی
غرا کے بھی ادھر نظر ڈالی ہو۔ تو جو چوہے کا حال وہ
میرا حال۔ جیسے اپنی جان ویسے پرائی جان۔ آخر ایک دن

خدا کو منہ دکھانا ہے ان ننھے ننھے معصوموں کا ستانا
کون لے گا۔ دن بھر روزہ رکھتی ہوں شام کو گنگا
کے پانی سے افطار کرتی ہوں۔ اگر کسی بھلے
مسافر نے ایک آدھ ٹکڑا روٹی کا آگے ڈال دیا
تو میاؤں کر کے لے لیا ورنہ روزے پر روزہ رکھتی
ہوں۔ آج ہی غسل اور وضو کرنے گنگا کنارے گئی
تھی کچھ روز ادھر کے رہنے والے بھی وہاں مل گئے
ان سے حضور کی بزرگی اور خدا پرستی پارسائی
اور خدا رسی کا حال سن کے دل باغ باغ ہو گیا۔
افسوس عمر مفت ضائع ہوئی اگر پہلے ہی سے حضور
کی قدم بوسی میسر ہوتی تو اللہ جانتا ہے کہ تر جاتی
میں کیا میری ساری قوم جانور آزاری سے توبہ کر لیتی
یہ بدقسمتی ہے کہ حضور بھی ویسا ہی سمجھتے ہیں جیسی کہ
میری قوم کی دوسری بلیاں ہیں۔ خیر میں یہ عرض نہیں
کر سکتی کہ بغیر آزمائش میرے قول پر بھروسا کر لیجیے
گا لیکن اللہ کو مان کے اتنی اجازت دے دیجیے کہ گھنٹہ
دو گھنٹہ کے لیے حضور کے دربار میں حاضر ہوا کروں
اور حضور کی نصیحتوں سے دین و دنیا میں فائدہ اٹھاؤں
مثل مشہور ہے کہ گھر آئے کتے کو بھی نہ دھتکارنا چاہیے۔
اچھا یوں ہی سہی میں موذی میری قوم موذی لیکن
جو لوگ نیک ہیں وہ موذی سے بھی اچھا برتاؤ
کرتے ہیں۔ بڑھئی کلہاڑی لے کے درخت کاٹنے
جاتا ہے اور وہی درخت اسے اپنے سایہ میں
بٹھاتا ہے۔ حضور کی خدا رسی سے مجھے ہرگز ایسی
امید نہ تھی کہ یوں جھڑک دیں گے۔ سائل کو دینا
مقصود نہیں تو جھڑکیے بھی نہیں۔ ایمان دار کا دل
اللہ کا عرش ہے اسے نہ ہلائیے۔ غرض روغن قاز
مل کے بندی نے میاں گدھ کو نرم کیا۔ اس روز
چلی آئی دوسرے دن پھر گئی۔ کچھ فقرے وقرے
سنائے کچھ جملے بائبل کے دہرائے چند آیتیں قرآن
کی پڑھیں۔ جانوروں کے بچے چیخنے چلانے لگیں
سے چار بچوں کو اٹھا لائی ان سے کھیلنے لگی۔ کبھی
ہلکن ملکن کھیلتی کبھی آنکھ مچولا۔ میاں گدھ نے کہا
خالا جان، تم کیا کرتی ہو کہیں ان بچوں کے تمہارا
پنجہ لگ گیا تو میری سفید داڑھی پر لوگ تھوکیں گے۔

میں نے انھیں یہ کہہ کے ٹال دیا کہ بھلا یہ آپ کے
فرمانے کی بات ہے۔ میں بھی بچوں والی ہوں۔
اسے بے ممتا کے مارے کھیلن پھر چلی آتی ہے۔
الحمد اللہ ان بچوں کو دیکھ کے ان کے ماں باپ کا کلیجہ ٹھنڈا
ہے ان کو دیکھ کے تسکین ہو جاتی ہے۔ ماں سے
بچے جگر جگر ہے دگر دگر ہے آج میرے بچے یہاں
ہوتے تو کیوں تیرے میرے بچوں پر جان فدا کرتی۔
بچوں بھی جاؤ اپنے اپنے گھونسلوں میں کہیں ایسا
نہ ہو کہ میں تمہیں غڑپ کر لوں۔ بڑے میاں خفا
ہوتے ہیں کیا ضرور ہے۔ جو آج اللہ نے مجھے بھی
اس قابل بنایا ہوتا تو کوئی کیوں ایسی باتیں کہتا۔
آپ جانیے بچے جاہل نادان ناتجربہ کار اتنے میں میری
خوش خلقیوں کے عادی ہو گئے تھے۔ یکایک جو میں
نے آنکھوں میں آنسو بھر کے انھیں اپنی گود سے ہٹایا
تو چیں چیں کر کے پھر میری گود میں آ بیٹھے میں نے
بڑے میاں سے کہہ دیا کہ دیکھیے میں ان بچوں کے
پاس نہیں جاتی ہوں تو یہ خود میرے پاس چلے آتے
ہیں۔ نگوڑے دل کے کارن مجبور ہوں اس میں تو
سارے زمانے کا درد گھس گیا ہے نہیں تو اٹھا
کے پھینک دیتی مگر جیسے اپنی اولاد ویسے پرائی اولاد۔
میں نے آپ کی پہلے دن کی بات گرہ میں باندھ رکھی
ہے۔ میرے سبب سے آپ کی بدنامی نہ ہونے
پائے۔ حافظ کرگس صاحب مطمئن ہو گئے۔ بیچارے
لائبر جارج تم اس حیوانی دل کی حالت سے کچھ بھی
واقف ہو اس لیے تم سے پوچھتی ہوں کہ گھر خالی ہو
نعمت کے خوان سجے ہوں محافظ (حافظ) اندھا ہو۔
داخلہ کی راہ کھلی ہو۔ بھوک لگی ہو۔ جبلی خاصیت
خواہش کو ابھارتی ہو۔ بھلا یہ سب دلیلیں ایسی کمزور
ہیں کہ فوراً اس کا دعوے مسترد کر دیا جائے۔ میاؤں
میاؤں۔ یہ تو زاہد صد سالہ عابد شب زندہ دار سے
بھی ممکن نہیں شیطان ایک عابد کو دیکھ دیکھ کے جلتا تھا
بارہا راہ راست سے بہکانے کی کوشش کی مگر بیکار گئی
آخر ایک دوست نے کہا کہ جب کبھی جال بچھانا مقصود ہو
تو مجھے ذمہ کے ہر رنگ بتا دو۔ اس نے دل میں کہا کہ کیسے
ہے چھوٹا سا بچہ بھیس بدل اُسی دہلانے میں آ بیٹھا۔

جلد ۱۹ نمبر ۸

مضامین پنچ

مورخہ ۵- مارچ ۱۹۳۳ء

غزل

(از حضرت عفر زمانہ شاعر بے مثل و یگانہ احمق پھپھوندوی)

الٰہی کشتی اسلام کا تو ہی نگہباں ہے | کہ بیڑا ہے اور گرداب شور شہائے طوفاں ہے
ہوسے ناعزہ جس وقت سے صاحب کے دفتر میں | جناب شیخ کا سینہ تجلی زار عرفاں ہے
مجھے یہ کہہ کے دو رچرخ نے پامال کر ڈالا | ترا سب سے زیادہ جرم یہ ہے تو مسلماں ہے
نہ سر نذر جفا تیرا، نہ دل پامال ناکامی | تجھے جینا نہیں آتا تو کیوں جینے کا ارماں ہے
قیامت کو اٹھیں گے سونے والے بستر غم کے | طلوع صبح محشر منتہائے شام ہجراں ہے
یہ خوشنودی کا پروانہ ہی ہر خدمت گزاری پر | کہ اس کے ساتھ کچھ بہر خورش بھی او مری جاں ہے
جسے کہتے ہیں عشق اک بادشہ ہر کشور دل کا | جسے کہتے ہیں دل نکلے یا مئے درد و حرماں ہے
حیات جاوداں پاتا ہے الفت میں فنا ہونا | مرے مٹنے میں میری زندگی کا راز پنہاں ہے
کوئی عاشق ہے گیسو کا کوئی خط کا کوئی رخ کا | کوئی ہندو ہے کوئی گبر ہے کوئی مسلماں ہے
بالآخر ہاتھ پر شکل سے پائیگا جگہ غافل | تجھے بے فائدہ فکر عراق و شام و ایراں ہے

تلاش احمق مخبوط کیوں ہے اس قدر تم کو
وہی تو ہے کہ جس کا نام شاہد مصطفےٰ خاں ہے

مولانا پنچ سے چند ضروری سوال

(تابع ماقبل)

ہمارا ارادہ تو یہ تھا کہ فضول بکواس کی جڑ کٹ جائے اور حسن مذاق کا شجر پھولے پھلے لوگ اُس سے متمتع ہوں اگر ہنسی دل لگی کی باتیں بھی ہوں تو علمی فوائد سے خالی نہ ہوں۔ ہم اس ضابطہ کے پابند ہیں دوسروں پر کوئی زور نہیں جن کی خوشی اسی میں ہے کہ زر نقد وصول ہو جائے۔ مذاق بگڑتا ہے تو بگڑے سا پوش کے صدقے سے۔ لیکن نہیں تو کل سہی۔ وقت آئے گا کہ ادبی اور علمی محاسن سے جو صفحات خالی ہیں وہ نظروں سے گرا دیے جائیں۔ آپ کہتے ہیں کہ "ایسے مضمون نگار فراہم کیجیے" اے حضرت اکثر "ایسے مضمون نگار" ہم پر مہربان ہوئے۔ جب ہم نے مجبوراً اُن کے خیالات سے چشم پوشی کی تو وہ بگڑ گئے بعض تو ایسے برہم ہوئے کہ طرف (مقابل) ہو کے لگے خم ٹھوکنے اور بھونکنے سانجناب نے دل کو سمجھا کے جوش دبا یا اور یہ شعر پڑھ کے خاموش ہو رہے

من کجا و اختلاط آں سگے کز شرف؟ ناسگیں پی رساند ہفت پشت خویش را

کر اُن کا جواب دیا بھی تو اسی قدر جس قدر کہ وہ علم سے علاقہ رکھتا تھا۔ خدا کا فضل ہے کہ آج تک علمی بحث میں ہم کو شکست نہیں ہوئی۔ یہ خود ستائی نہیں خدا کی نعمت کا تذکرہ ہے (اما بنعمت ربک فحدث) آپ ہیں کہ ابھی انھیں کانٹوں میں الجھنا پسند کرتے ہیں جن میں دنیا کا دامن پھنسا ہوا ہے۔ تو حضرت ہم ہار آئے۔

یہ نہ سمجھیے کہ اس بہانے سے "ہماری تبصرہ ہم کے" چھوڑ دیا گیا بھی نہیں۔ پرانی جلدیں اُٹھا کے دیکھیے اس انداز تحریر کا موجد بھی اور حریف ہے مگر نہ اس سب ڈھکوسلے پن سے جو قابل اعتراض ہو۔ کوئی شخص عبارت پیش کرنے کے بعد نظیر طلب کرے تو ہم آسانی کے ساتھ اُس کی تسکین کر دیں گے۔ اس جواب کو ناقص ہی رہنے دیجیے اس لیے کہ دل آزاری اور ناگوارائی پر سخن کا اتمام اچھا نہیں۔

گو ہم پر نقد و نظر کرنے والے بزرگوں نے ہماری دل آزاری کی پروا نہیں کی۔ گویا ہم دل ہی نہیں رکھتے۔

مکرمی سیتاپوری صاحب۔ جس طرز انشا کی سفارش آپ فرماتے ہیں اُس میں ظرافت کے علاوہ مضمون نگار کو ایک اور رکیک کردار اختیار کرنا پڑتا ہے وہ کیا:۔ یہی کہ

"یارو میں نے ہنسی کی بات کہی ہے۔ خدا کے لیے ہنسو۔ ہاتھ جوڑتا ہوں ہنسو۔ پاؤں پر گرتا ہوں ہنسو۔ تمھیں ننھے کی والدہ کی حماقت کی قسم ہنسو۔ جو نہ ہنسوگے تو اپنی جان دے دوں گا۔"

تاریخ عالم آرائے عباسی میں ایک اصفہانی فرقے کا نام لیا گیا ہے جسے "مال مزیہ" یا "معرفیہ" کہتے تھے۔ خدا جانے یہ فرقہ اب موجود ہے یا نہیں لیکن اس کا پیشہ ضرور اب تک باقی ہے۔ حکیم شفائی نے ایک شعر میں بھی اس کا ذکر کیا ہے ؎

مال میزیہ و معرفیہ | ہر دو در کود کی مہم سازند

(شاعر نے معرفیہ کو بتصرف معرفیۃ نظم کر دیا ہے) اس فرقے کا دستور یہ تھا کہ اُدھر کوئی مرا اُدھر جھٹ سے نظماً یا نثراً مرنے والے کی مدح و ثنا کا ادہم میدان اشہب قلم کے تُم سے گوڑ ڈالا اور بہزار حیلہ و فریب اُس کے رشتہ داروں سے مزد مدح خوانی حاصل کر لی۔ نقد یا بصورت خلعت۔

حال کے اکثر صاحبان قلم بھی باین معنی "مال میزیہ" ہیں کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کی غیر واقعی مدح کا عہد کر لیتے ہیں۔

ایک ہی پرچے میں خلاً دو صاحبوں نے مضمون لکھے ہیں۔ یہ اُن کے ثنا خواں ہیں وہ انکے مداح۔ بازار میں ایک دوسرے کی دلالی کا حق ادا کرنے کے بعد عام ناظرین سے خلعت "آفرین باد" یا نقد قیمت مل رہتی ہے۔ نادانسبب ستائش اگر ایک ظریف کرے تو ہمارے نزدیک اُسے انسانیت کے دائرے سے بھی خارج سمجھنا چاہیے چہ جائیکہ "ظریف" کے معزز لقب سے یاد کرنا۔ "ظرافت" کے متعلق ہمارا "کلیہ" سننے کے بعد یا تو آپ عارفانہ تجاہل کرتے اور مزید تفصیل دوسروں کو سنوانا چاہتے ہیں یا پھر خود ہم کو اس منصب کا اہل نہیں سمجھتے۔ یہ بدگمانی ہے۔ پہلا احتمال صحیح ہوگا۔ اس طرح کی تجارتی تدبیریں ہمیں معلوم ہیں۔ پھر جو ہم اُنھیں اختیار کرتے جھجکتے ہیں تو کیا وجہ؟۔

تو نسبت چھوٹ جائے گی۔ میرا لال کہیں دوپہر کو کہیں کرو بھنگڑ میں۔ اگر بھولا پانی پیے دل ہل جاتا ہے تو یار دوستوں کو گھر ہی میں بلا کے پیو پلاؤ۔ دالان لگا ہو ہو بلاؤ۔ بازار میں لوگ دیکھیں گے تو چرچا کریں گے۔ سیدھا سادا لڑکے کی خیریت لے چھوڑ دیا تو ماں کے گلے پر تڑا تڑ سے طمانچہ جڑ دیا۔ پانچوں انگلیاں چھپ گئیں۔ اے ہے خیریت دار بچہ کہیں ماں باپ کے دشمن ہوتے ہیں؟" مولانا۔ اس قسم کی مفسدانہ شاعری یقیناً آپ کی سنگینی چھڑائے گی۔ اس کا سد باب کیجیے؟"

جواب۔ عبارت مذکورہ کا مطلب ہمارے ادراک سے باہر ہے۔ اڈیٹر کے بارے میں جو غلط فہمی مضمون نگار صاحب کو ہوئی اس پر بھی تعجب ہے۔ اڈیٹر کی نالائقی کو خوب پر ایسی دخل نہیں۔ نہ وہ ہمہ داں ہے نہ عقل کل۔ زصنم خانۂ بتاں وضع قدیم ہندوستانی جدید عہد طالب العلمی میں ہم دوستوں کی بے اعتنائی پر یہ شعر پڑھ کے خاموش ہو جاتا تھا ؎

زلطفت شاد شد ہر جا دلے بود
مرا تنہا دل نا قابلے بود

رہا یہ اعتراض کہ کسی مسلک و مشرب کے خلاف مسلسل مضامین شائع ہوئے تو اس کا اقرار ہے مگر یہ مخالفت کسی کے مذہبی عقیدے کی ہرگز نہ ہوگی۔ بلکہ اخلاقی بُرائی سے متعلق ہوگی۔ ممکن ہے کہ اس قسم کی قابل اعتراض اخلاقی برائی کسی کی نگاہ میں "بھلائی" ہو اور وہ اسی بھلائی کا معتقد ہو تو ایسی حالت میں اسکی شکایت صحیح ہے۔ آپ کیوں اس کی رائے میں دخل دیتے ہیں؟ رائے آزاد ہے۔

لندن پنچ ایک کسوٹی ہے۔ اسی نوعیت کے مضامین اُس میں نکلتے رہتے ہیں۔ چاہے کوئی خوش ہو چاہے خفا۔ "پنچ" کا فریضہ بعنوان ظریف و لطیف اصلاح خیالات ہے (اصلاح مذہب نہیں) ہم نے بھی اپنے نزدیک یہ خدمت دیانت اور ہوشیاری کے ساتھ انجام دی۔ اور مثل "لندن شری ویری" کے مسلسل اصلاح کی سعی کی۔ اس کا ہمیں اقرار ہے۔ الّا آل زمانہ ہم کبھی اختیار نہیں کیا۔ تھوڑا (دینا بالقصد الارادہ) کوئی ذکی الحس "ثانی حاضری" کی طرح چڑھ جائے تو مجبوری ہے۔

انصاف اور منطق صحیح کی کچہری میں اگر یہ مقدمہ پیش ہو تو یقین ہے کہ معترض کے مقابلے میں ظفریاب ہم ہونگے۔ ایک بڑی بی تھیں وہ حاضری کے نام سے چڑھتی تھیں۔ محلّہ بازاری کا دستور تھا کہ گھر سے نکلیں اور انھوں نے صدا لگائی "اے ثانی حاضری" بڑی بی کے گوش مبارک میں ادھر یہ الفاظ سمائے ادھر اُن کی زبان چلی "ہو سے حاضری ہو تیری اماں کی تیری جینیا کی تیرے ہو کل سو توں کی"

تاہم کا مضمون "طنزیات اردو" عین مناوین ظرافت کو معیار ظرافت قرار دیتا ہے ہمارا ظرافت اس معیار پر کامل العیار نہیں۔ وہ یورپ کے اکرام صاحب بگیم صاحب کو شریعت ظرافت میں اپنا ہادی و راہنما خیال کرتا ہے۔ ہم ان یورپی ہادیوں کو اپنے مذاق کے موافق نہیں پاتے کہ ہندوستانی ہیں پرانے مکتب میں تعلیم پائی ہے۔ ہماری تہذیب تیرا اور گنی فول سے میل ملا کے پیدا نہیں ہوئی صحت زبان و محاورات ہمارے لیے فرض واجب ہے۔ ایسی زبان کا رواج ہمارے نزدیک ایک گناہ ہے جو ٹکسال باہر ہو۔ بے فائدہ "بک بک جھک جھک" ہمارے نزدیک بھانڈ پن ہے۔ بھلا ان خیالات کے ہوتے ہم صاحب مضمون کی نگاہ میں وقیع کیونکر ہو سکتے۔ انھوں نے جو کچھ فرمایا بالکل بجا درست۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ صاحب مضمون اعلیٰ درجے کے "ناقد بصیر ظرافت" بلکہ مجتہد اعظم فن ظرافت ہیں۔ انھوں نے اکثر ظریف مضمون نگاروں کو غلط نویسی کا ملزم قرار دیا ہے۔ اگر وہ بُرا نہ مانیں تو ہم اسی مضمون تاہم (مطبوعہ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء) کے ادبی سقم عرض کریں۔ یہ کوئی انتقام نہیں بلکہ دوسرے کو الزام دینے کے وقت اپنے نفس کو بھول جانے کا ایک نمونہ ہے۔ اور محض اس لیے لکھنا پڑا کہ بھلا ایسی ظریفانہ اور صحیح عبارت لکھنے والے اودھ پنچ کے سے بے بضاعت پرچے کی قدر کیا کریں گے۔

قلم اسی قدر لکھنے پایا تھا کہ مصلحت نے کہا "بس ہو گیا جانو تم ایسے فصیح جملے نہیں لکھ سکتے جو کان ظرافت جان تمسخر ہوں۔ بوڑھے ہونٹوں کی مسکراہٹ جوان قہقہوں

کی ترازو میں تل نہیں سکتی۔ یہی کافی ہے کہ نکتہ چین دوست کو جب کوئی جگہ نہ ملی تو انھیں غیر کے مسلک و مشرب پر مسلسل دل آزاری کی تہمت گڑھنا پڑی۔ پھر اس سے کیا ہوا! خدا کا فضل ہے کہ ہر مذہب و ملت کے مقتدر اور ذی علم حضرات قدر کرتے ہیں۔ اگر بات بڑھی تو دیکھا جائے گا۔ ابھی فصاحت کے ان نجیب الطرفین بچوں کو جو ہمارے دوست کے مضمون میں ہیں ہونٹوں کے اندر ہی رہنا چاہیے۔ کہیں نظر بد نہ لگ جائے شاید تہمت بھی ایک قسم کی ظرافت ہو۔

بہرحال اس قسم کی تہمتی ظرافتوں کا سد باب ہمارے امکان میں نہیں۔ ایسی تہمتیں خود ہی باطل ہو جاتی ہیں۔ الف لیلہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو بائن طلاق دی۔ پھر پچھتایا مگر کیا ہو سکتا تھا۔ ناچار محلل کی تلاش ہوئی۔ کسی تازہ وارد مسافر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ایک شب کے واسطے نکاح کرے اور صبح کو طلاق دے دے اگر اس نے شرط پوری کی تو ہزار اشرفیاں ملیں گی اور مہر کی رقم بھی۔ مسافر نے شرط منظور کر لی۔ شوہر اول کے دل میں چور تھا۔ بھلا کس دل سے پسند کرتا کہ خلوت صحیحہ بھی ہو۔ لہٰذا اُس نے اپنی انّا سے کہا کہ وہ ان دونوں

سمن بنام مدعا علیہ بنا بر حاضری اصالتاً بغرض قرار داد امور مستقیح طلب

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۴)

بعدالت منصفی حویلی بنارس مقام بنارس
مقدمہ نمبر ۵۰۶ بابت سنہ ۱۹۳۳ء
رای گوبند چند ولد رائے کشن چند صاحب متوفی قوم اگروال ساکن
مسکن [illegible] بنارس کنٹونمنٹ مدعی

بنام

جگن رائے وغیرہ مدعا علیہم

بنام بابو سیتا رام ولد بابو بھولا ناتھ بذریعہ ولی لال چند و گیان چند پسران نابالغان خود قوم کھتری ساکن محلہ ستی چورہ شہر بنارس ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] بہ تعین الحصہ کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۵ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۴ء بوقت دس بجے دن عدالت ہذا میں اصالتاً حاضر ہوا اور جواب دہی دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جس پر تم بتائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔ تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔
بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۰ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۴ء کو جاری کیا گیا۔

مہر عدالت | دستخط حاکم بخط انگریزی

دلوں کے درمیان قاضی بن جانے کے لئے اس مردار نے مسافر سے کہا کہ "میاں ذرا بچے رہنا۔ تمہاری دلہن کو سفیدی کا عارضہ ہے۔" دلہن کو بھڑکایا کہ "بی بی اپنی جوانی پر ترس کھاؤ۔ دولہا بنے ہیں تو خوبصورت مگر جذام کی بیماری ہے جو اڑ کے لگ جاتی ہے۔"

اب جو خلوت کا وقت آیا تو دلہن نے دوشالا تان لیا۔ انھوں نے آہستہ سے جھنجھوڑی دی تو وہ "اول ہونھ" کر کے پھر سو رہیں۔ مجبوراً دولہا میاں نے سجادہ بچھا کے باآواز خوب در خوب قرآن پڑھنا شروع کیا۔ آپ جانیے جذامی کی آواز ایسی پاکیزہ و بے عیب نہیں ہو سکتی۔ دلہن متحیر ہو گئیں کہ ہو نہ ہو یہ پہلے دولہا میاں کا فقرہ ہے۔ ہاتھ بڑھا کے جا نماز سے تسبیح کھینچی۔ دولہا میاں نے گول گول سڈول گوری گوری کلائیاں دیکھیں۔ جن کی رنگت صحت پر دلالت کرتی تھی۔ لپک کے پہنچا پکڑا۔ دلہن بی بی نے فرمایا۔ "دیکھو میرے ہاتھ نہ لگانا تم کوڑھی ہو۔" دولہا میاں بولے "اپنی تو خبر لو۔ تمھیں برص کا مرض ہے۔" ایک نے کہا۔ خدا نہ کرے۔ دوسرے نے جواب دیا۔ خدا کی پناہ۔ آخر تہمت کا منھ کالا ہوا۔

باقی اگر ضرورت ہوئی تو آئندہ۔

السائل — م۔ ح۔ سیتاپوری

المجیب —

اودھ پنچ

تحائف سال نو

(بقیہ گزشتہ)

(۱) پیغام فطرت۔ ایک ننھی منی سی منظوم کتاب نتیجہ طبع حضرت جاذب دہلوی ہے۔ اسے آنرزہ شائع کنندہ کتب خانہ علم و ادب دہلی۔

یہ نظم زلزلہ کے متعلق ہے۔ جاذب صاحب نے زلزلے کے بارے میں فلسفیانہ پیغام سنایا ہے۔ لوگوں کو اس وجہ سے یہ پیغام ضرور سننا چاہیے کہ نظم کی قیمت سے معقول حصہ بہار کے زلزلہ زدوں کو دیا جائے گا۔ نظم کے لطیف ہونے میں کوئی شک نہیں۔ رو آنے کے ٹکٹ بھیج کے پیغام سنیے۔ ثواب ہوگا۔

(۲) عبرت زلزلہ۔ ایک مسدس مصنفہ علامہ تمنا عمادی پھلواروی۔ یہ مسدس بھی مسلم ایسوسی ایشن پھلواری شریف کی جانب سے زلزلہ زدوں کی مدد کے لیے شائع کیا گیا ہے۔ جس کی قیمت ۲ آنہ ہے۔ تمنا کی کیا ہے۔ تمنا صاحب کوئی گمنام اردو شاعر نہیں لہٰذا نظم کی خوبی کا اظہار بیکار ہے۔

ابتدا میں بطور مقدمہ ایک نثر عبارت ہے جس میں آیات قرآنی سے آفت رسیدہ آبادی کو تنبیہ کی گئی ہے کہ بھائیو خدا ظالم نہیں ہے جو ظلم کی راہ سے قریوں کو تباہ کرے۔ ایسی حالت میں کہ اُن کی بستی نیکوکار ہو۔ پس جو کچھ عذاب نازل ہوا وہ ہاتھوں سے تم پر نازل ہوا۔ یہ تو سچ ہے کہ عیش و طیش میں پہلے ذکر و اندیشۂ خدا سے لوگ کم غافل ہوتے تھے اب زیادہ غافل رہتے ہیں۔ اگر ایسی مہلک حادثے کو وعظ خیال کر لیں تو اصلاح نفس و تزکیۂ باطن میں بہت مدد ملے۔ لیکن عالم کون و فساد میں اس قسم کے حوادث ہوتے ہی رہتے ہیں۔ نہ گناہگار سے مشورہ لیتے ہیں نہ بے گناہ سے کنائی کاٹ کے خالی دیتے ہیں۔ جن عذابوں کا قرآن پاک میں تذکرہ ہے وہ اللہ میاں کی طرف سے نبی خاص کی زبانی نوٹس دینے کے بعد نازل ہوئے تھے۔ ہمارے زلزلے میں کوئی آسمانی نوٹس وارد نہیں ہوا یہاں تک کہ دہلی اور پنجاب کے دو عجیب غریب اپنی ذات کی طرف سے بھیجے ہوئے تازہ نبیوں نے بھی کوئی میعادی نوٹس نہیں دیا۔ کہ بڑھیا اپنے برتن باسن سنبھال نئی دیوار اٹھتی ہے پرانی دیوار گرتی ہے۔ ہر اڑ اڑا دھڑ ہم۔ تاکہ لوگ توبہ کر لیتے۔ اور "دیکھو سنبھل" کی تنبیہ گناہگاروں کے دل پر اثر کرتی۔ نظیریں اس کی موجود ہیں کہ توبہ کے چھینٹوں سے آتش عتاب سرد ہو گئی۔ چنانچہ حضرت یونسؑ کو جب ان کے عابد و زاہد مصاحب میاں تنوخا نے اس بات پر ابھارا کہ اس نامعقول سرکش باغی تمن نا شنو امت کے خلاف عذاب الٰہی کی دعا کرو۔ کمبخت کسی طرح نہ مانے گی۔ اور حضرت یونسؑ نے تنوخا کا مشورہ مان کے خدا سے با صرار عذاب طلب کیا تو عذاب کا دن مقرر ہو گیا۔ حضرت یونسؑ کو حکم ہوا کہ دن نکلا کہ شہر چھوڑ دو جب تک نبی اپنی امت سے قریب رہتا ہے عذاب الٰہی نازل نہیں ہوتا۔ حضرت یونسؑ اپنی امت کو عذاب کے دن تاریخ اور وقت سے اطلاع دے کے شہر سے باہر نکل گئے۔ ان کے ایک حکیم دانشمند دوست بھی تھے جن کا نام گرامی روبیل تھا۔ یشل تنوخا کی ان سے بھی کہا کہ چلو آؤ عذاب آتا ہے۔ مگر روبیل نے کہا "آتا ہے تو آنے دے۔ خدا جانتا ہے کہ اُس کا یہ ناچیز بندہ باوجود مومن ہونے کے اپنے اہل وطن کو مصیبت میں چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا۔ ایک مرتبہ مجھے ان کے پاس جانے دو۔ شاید میری نصیحت کچھ اثر کرے۔" یہ روبیل نہ گئے اور حضرت یونسؑ نے جیسے ہی شہر سے باہر قدم نکالا انھوں نے امت کو جس کی تعداد بارہ یا بروے دایک ربوہ دس ہزار سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ (توراۃ مقدس) اتنی جن میں بچے بوڑھے اپاہج ہر طرح کے لوگ تھے ایک جگہ جمع کر کے سمجھایا کہ اب تک جو عذاب خداوندی نازل نہیں ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی تمھارے شہر میں موجود تھا۔ مگر خوب یاد رکھو کہ اب یہ عذاب ٹل نہیں سکتا۔ دیکھو جو ہو سو ہو سوہان کو نکڑیاں اور جماعتیں بنا کے سب سے وہ نا بینا توبہ کرنا شروع کر دو۔ اپنے گلوں میں رسیاں باندھو۔ الحاح و زاری کرو تو شاید خدا تم پر مہربان ہو۔ اُس کا عذاب پلٹ جائے۔"

روبیل کی حکمت آمیز وعظ و تلقین مؤثر ہوئی اُمت نے یہی کیا۔ عذاب الٰہی نے صرف نمونہ دکھا کے پلٹا کھایا۔ حضرت یونسؑ بیرون شہر مطمئن کہ ستانے اور انکار کرنے والے ختم ہو رہے۔ اور اُمت اس انتظار میں کہ نبی آئے تو اُس کے قدم آنکھوں سے لگائیں۔ مصنف "عبرت زلزلہ" کا رجحان اسی طرف ہے کہ بہار کا زلزلہ عذاب الٰہی تھا جو گناہوں کی پاداش میں نازل ہوا۔ اندریں صورت خدا نہ کرے جو کسی دل میں یہ خیال دھکو کہ پیدا کرے کہ چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ اعانت مغضوب علیہم من عند اللہ جائز است یا نہ بینوا و توجروا۔

واللہ جواب اس مسئلہ کا بہت مشکل ہے۔ بار و مصالح خداوندی کا علم دریافت کرنے کی فکر میں پڑھ

اللہ بھلا کرے جو خوشی ہو دیجیے

ان دو متضاد چیزوں نے یہی راہ کھلی رکھی ہے سے گا کے اور ناچ کے راجہ کو رجھاؤں گی میں +

تم کو بھی فن لطیفہ ترک دخل بیجا مقتضیات ہے اساتذہ اپنے
نفس بھی اپنی فطری قوت کے صرف کرنے میں کبھی کبھی
بے لگام ہو جاتے ہیں۔ ہمارے کی غلطت اس وقت دد
کی محتاج ہے۔ جناب تمنا اس نظم کی تجارت سے
ذاتی نفع حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ یہ اس کی قیمت
لاگت وصول کرنے کے بعد جو بچے گا وہ خیرات میں صرف
ہوگا۔

الراقم ــــــــ

کیوں حاجی صاحب! جوذکی بہ ذال معجمہ و قانیہ ہے اسکے
معنے کہاں ہیں۔ کہہ دیجیے مرد پاکیزہ۔

دوسری بات یہ کہ آج تک زکوٰۃ کو "ت" سے
لوگ لکھا کرتے تھے جب اس کے معنے تیز خاطری اور
حدت ذہن کے ہوگئے تو وہ مال جو زکوٰۃ ادا کرنے یعنی
آلودگی حق غیر سے پاک کرنے کے بعد بچے گا مزہ گئے

(ایسے کئی الفاظ ہیں) گو یا عرب ان الفاظ کو بحالت وقف
بھی با علان تا بولتے ہیں۔ کبھی تائے مدورہ کو "ہ" سے
نہیں بدلتے۔ لکھتا یوں تھا کہ یہ "ت" بحالت وقف
"ہ" ہو جاتی ہے فارسی اور اردو میں ایسے الفاظ
کبھی "ت" کے ساتھ نہیں بولے جاتے۔ عربی میں آخر
لفظ کو اعراب ہوتا ہے اس وجہ سے "ت" اپنی دراز
پر قائم و باقی رہتی ہے۔ بشرطیکہ
اعراب آخر لفظ کا ظاہر کرنا مقصود ہو۔

دیکھیے لکھنؤ والوں پر ہماسے
نور اصاحب تہمت رکھتے ہیں کہ وہ
استنجا کھرا ملنا بے تکلفی کے معنی
میں بولا کرتے ہیں گویا ایک
عام محاورہ ہے۔ واہ کیا دیدہ
کی صفائی ہے۔ شاید حضرت کو
یقین ہے کہ جو ہم لکھ دیں گے
وہ کان دبا کے اہل لکھنؤ مان
لیں گے۔ اتنی عمر لکھنؤ میں بسر
ہوئی ہم نے کسی شریف کی زبان
سے یہ محاورہ نہیں سنا۔ استنجا
نہ کھرا ہوتا ہے نہ "ڈھیلا" قارورہ
ملنا زبان زد ہے۔ وہ بھی بے تکلف
دوست کے بارے میں کوئی دوست
استعمال کر سکتا ہے کسی بزرگ
یا قابل ادب شخص کے متعلق کوئی
کہہ بیٹھے تو صحبت سے باہر نکال
دیا جائے "قارورہ ملنے" کا
محاورہ اس حکایت سے ماخوذ
ہے کہ ایک صاحب خود بھی بیمار
تھے اور زوجہ محترمہ کا بھی
ان کی جان سے دور ہو چکا تھا۔ حکیم صاحب کے پاس
جو شوہر صاحب حال کہنے آئے تو انھوں نے حکم دیا
کہ آپ اپنا اور اپنی بی بی کا قارورہ کل لائیے تو
نسخہ لکھوں۔ شوہر صاحب گھر میں آئے دوسرے
روز بی بی سے کہا حکیم صاحب نے قارورہ مانگا ہے
انھوں نے بے قدر دحجت عنایت کیا شیشی ایک ہی تھی

لالہ ہاعز داس

ترشدار کسان

"آؤ۔ آؤ۔ ہائے بھاگ گیا۔ اب ہاتھ نہ آئے گا۔
ڈربا خالی ہی رہے گا"

اقتباسات

جامع اللغات و نور اللغات

(نمبر ۳۴)

جناب حاجی زمزم اللغات صاحب
فرماتے ہیں "از حد۔ نہایت۔
بے حد" مگر یہ نہیں لکھتے کہ از حد
مخفف ہے از حد فزوں کا معلوم
ہوتا تو لکھتے۔ وہ لغت کے مصنف
یا مؤلف ہونا جانتے ہیں۔
پھر فرماتے ہیں "از کار رفتہ۔
نامرد" لیجیے صاحب اب اگر آپ
اپنے ٹوٹے ہوئے قلم کی بابت کہیں
کہ از کار رفتہ ہے تو سمجھنا چاہیے
کہ بعد ختنہ ہونے کے نامرد ہو گیا۔
اور کسی بڑھیا کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ
کے بارے میں از کار رفتہ کہا تو
لوگ نور اللغات کا صفحہ ۲۷
اس سند میں پیش کر دیں گے کہ
ٹانگ نامرد ہو گئی "نامردی کے
تکبیر" کی جانب رجوع کرنی لازم
ہے۔ کیا معنی کہ علاوہ "نامرد" کے پیر مرد مؤلف نے
از کار رفتہ کے اور کوئی معنی لکھے ہی نہیں۔

حاجی نور اعربی زبان کے بہت بڑے ادیب ہیں۔
دعوے کی دلیل یہ ہے کہ ان کے نزدیک از کیا
در بزنے و صافیہ منقوطہ زکاتہ عربی ہے۔ مذکر ہے۔
جیسے ہے زکی کی۔ جس کے معنی ہیں ذہین آدمی۔

نہیں "مذکر" بولا جائے گا۔
ایک نیا افادہ ملاحظہ ہو۔ کہ جہاں کہیں تائے
تانیث یا تائے مصدری ہائے ہوز سے بدلی ہے وہ
سب استادوں کی تحقیق کے مطابق اہل فارس کے دخل
بے جا سے ہوئی مثلاً اشارہ در اصل اشارۃ ہے
ایرانی کمبختوں نے "اشارہ" کہنا شروع کر دیا۔

اقتصادی پہلو سے شوہر صاحب کو بھی مناسب معلوم ہوا کہ اسی میں اپنا قارورہ بھی شریک کر دیں۔ مطب میں پہنچے حکیم صاحب نے قارورے پر توجہ فرمائی۔ حال سنا نسخہ لکھا جب شوہر صاحب نے اپنی نبض دکھائی تو پھر قارورے کا سوال ہوا۔ انھوں نے جھلا کے جواب دیا حضرت آپ کو نہیں دکھائی دیتا یہ دو کا قارورہ ہے یا ایک کا۔ بیوی اور میاں میں بھی کوئی فرق ہوتا ہے۔ جب سے یہ محاورہ بایں معنی رائج ہو گیا کہ "حد فاصل" کی ان دو دوستوں کو اسی طرح ضرورت نہیں جس طرح ان دو قارورں کو۔ دونوں کا قارورہ ایک ہے۔

"اس" اور "اُس" کے مرکبات میں حاجی صاحب اور صاحب جامع اللغات نے کئی جگہ غلطی کی ہے۔ کیا کہیں خطا گیری کرتے کرتے دم اکتا گیا ہے۔ مگر اُردو کی محبت زبردستی خدمت لے رہی ہے۔

(باقی آیندہ)

راقم

خاکسار ادبار اللغات عفی عنہ

مولانا پنچ کی نوٹ بک

ٹڈی کا شکار اور لاکھوں روپیہ

ہم تو ان باغیوں کو مخواہ مخواہ انگریزی حکومت پر اپنی قلیل و حقیر تعداد کے ساتھ حملے کرتے اور اپنی مخفی شرارت سے چین کی نیند نہیں سونے دیتے ایک عدد ٹڈی سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ ٹڈی دل سے مشابہت غلط ہے۔ ٹڈی بھی وہ جس کے پر نچے ہوئے ہوں مگر حکومت نے اس ٹڈی کے اعضا و جوارح پر کسی قدر غائر نظر ڈالی یعنی یہ ٹڈی ترکیب اسکی رانیں اونٹ کی سی پنڈلیاں شتر مرغ کی سی پیٹ اور سینہ سانپ کا سا۔ بازو گدھ کے سے دُم بچھو کی سی گردن بیل کی سی چہرہ گھوڑے کا سا آنکھیں ہاتھی کی سی سینگ پہاڑی بکرے کے سے ہیں۔ جب دس بچے بٹے جانوروں کا مجموعہ ایک ذات میں تو پھر اسکی گرفتاری کے لیے ایسا ہی عظیم الشان ساز و سامان بھی چاہئے سنتے ہیں کہ اسی معرکے میں ایک کروڑ سے زیادہ مال خرچ ہو گیا۔ یورپ کی تنخواہ اصل ہوئی۔ ٹڈی کی بدصیانتی کے سر ہاتھ آئی۔ ہمکا باوقعت میں ان بنے رہا۔ کا سر لٹکا بچکا ہمارے مطیع بھی ہے ہم اس ٹڈی کی یہ بھی نہیں بلکہ ادھر اُس نے کسی ٹڈی پہ

قانون کا خبر حق تسبیح کے سینے میں ابھی حال میں ختم ہو گیا ہے کہ اپنا پر حکومت کا خرچ ابھار پھر لوگوں کی شامت آئی۔ سلسلہ فوج کی زیادتی و نخلی ٹیکس بھی پھر لیا جائے گا۔ اگر حکومت ہماری بات مانے تو ذرائع کے شکار میں اتنی اولوالعزمی سے کام نہ لے۔ دیکھیے تا ڈاک خانہ کا گولی محصول تمام کاروبار بند کیے دیتا ہے۔ سنتے ہیں کہ ایک طرف تو بعض بندۂ خدا ایک آنہ میں چل سکتے تھے دوسری طرف پیکٹ دو پیسے کے عوض تین پیسے میں یعنی ڈیوڑھا برابر ہو گیا۔ البتہ دشواری کسی قدر بڑھ گئی۔

غلط کار و صحیح کار

ہمارے پُرانے تجربہ کار ہندوستان کے مزاج شناس و نمک بجلال خوار سرمایہ سر مائیکل و ڈائر صاحب سفید کاغذ کے بارے میں مطمئن نہیں بیچارے یہی کہے جاتے ہیں سفید کاغذ جو قوم عنایت کرنے ہو یہ بالکل نکما ہے۔ نہ خرخوش ہوگا نہ خاوند۔ اتھر کی آنی بھی جاتی رہے گی۔ درجل سکول میں اکو ان نام کا طعنہ بھی سننا پڑے گا۔ بنیاد غلط ہے عمارت بھی ٹیڑھی ہوگی۔

ہم انگریز سے حکمت عملی کے امور خوب سمجھیں یہ باریکیاں آپ کے دماغ میں سماتی نہیں۔ ورنہ دو لنگان ایک مشہور مدبر یہی مشورہ دیتا ایک علم سائنس یعنی سیاست کے ماہر ہیں مگر لسے کے سائنس نہیں) مسٹر ونسٹن چرچل نے کھلاڑی بالڈون و دیگر کا دانہ دنکا ہی کچے پکے۔ ان سب کی سازش و اتفاق سے سفید کاغذ کی صورت ہمیں دکھائی۔ سر مائیکل اڈوائر جیسا غلط کار خطا کر دار کہنے میں اسکا فیصلہ کون کر سکتا ہے؟ ہاں الٰہی ہمکو نہ ہمسے ورنہ کون ان کے مقابلے کو اٹھنا ہے تیر ہاتھی سے یا امرود ضرورت اس بات کی ہے کہ سر مائیکل ہندوستان میں پھر ایک مرتبہ نزول اجلال فرمائیں اور ان بیچ کی خطا کاری میلے ٹھیلے نخاس یا بازار کے مجمعے میں بذریعہ تقریر ثابت فرمائیں۔ اتنا ہم یقین دلاتے ہیں کہ مُنہ میں یہیں لائی جائینگے ہندوستان کے آرڈیننس بھی کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔ اور جو تائید نہ کرے تو انھیں اپنی بات منوا لینے کا طریقہ اچھی طرح معلوم ہے یعنی مخالفوں کو نا لوگوں کے عوض ناک کے بل راہ پیمائی کا حکم۔ تیسے خطا کر داری سے رتی بھر علاقہ نہیں۔ والسلام

سمن بغرض قرارداد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۲۰۸ سنہ ۱۹۳۳ء

عدالت جناب سید افتخار حسن صاحب بہادر منصف حوالی لکھنؤ

نظیر احمد وغیرہ مدعیان

بنام

وارث علی وغیرہ مدعاعلیہم

بنام وارث علی ولد نیاز علی مرحوم قوم شیخ ساکن محلہ جھوائی ٹولہ وارڈ دولت گنج تھانہ سعادت گنج لکھنؤ مدعاعلیہ

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت استقرار حق کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۲ ماہ مارچ ۱۹۳۴ء وقت ۱۰ بجے بر اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم تائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۳ ماہ فروری ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری بتاریخ ۵ ماہ مارچ ۱۹۳۴ء تک گذرانو۔

وقت حاضری بدفتر منصفی حوالی لکھنؤ ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک۔

مہر عدالت — دستخط حاکم بخط انگریزی

سمن بغرض انفصال مقدمہ

نمبر مقدمہ ۲۵۰ ۴/۲۴ سنہ ۱۹۳۳ء

بعدالت جناب بابو شیو گوپال صاحب ماتھر ڈسٹرکٹ ایڈیشنل جج صاحب خفیفہ شہر لکھنؤ

لالہ ہنومان پرشاد ٹرسٹ ذریعہ بابو بھگوتی دیال صاحب سوگی ایڈوکیٹ بریڈی ساکن جوہری ٹولہ شہر لکھنؤ مدعی

بنام

پرلو وغیرہ مدعاعلیہم

بنام پرلو عرف گھنی ۵۰ سال ولد گجو قوم پاسی ساکن حال بھدولیا شہر لکھنؤ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت پرونوٹ مبلغ ۱۰۰ روپیہ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۲ ماہ مارچ ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جوابدہی کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

• مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۲ فروری سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

آٹھواں حصہ شائع ہوکر جلد اول مکمل ہوگئی
اور سولھواں حصہ شائع ہوکر جلد دوم بھی تیار ہوگئی
جامع اللغات اردو
و السنہ متعلقہ
مرتبہ:- خواجہ عبدالمجید بی اے
جلد اول میں تقریباً ۸ ہزار الفاظ بیس ہزار محاورات چار ہزار ضرب الامثال و اقوال ۴ ہزار سوانح حیات ۲ ہزار جغرافیائی حالات میں
واحد لغت جسمیں اُردو کے علاوہ فارسی عربی سنسکرت اور ہندی الفاظ کے معانی بھی مل سکتے ہیں
المشتہر:- خواجہ محمد محمود اختر بی۔ اے مینیجر جامع اللغات کمپنی۔ مِل روڈ۔ لاہور
قیمت فی حصہ عہ
قیمت فی جلد عہ علاوہ محصول ڈاک

REGISTERD No. 783
LUCKNOW
DHPUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
دس روپیہ
قیمت فی پرچہ
دو آنے
(۲/)
1934
قیمت پیشگی اندرون ملک
سالانہ صہ
شش ماہی سے
سہ ماہی عا
M.B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW.

قواعد و ضوابط ادارہ ہذا

(۱) بفضل خدائے عزوجل ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں ملکی خبریں یا مذہبی جھگڑے سا و بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ یہ پرچہ اپنی بضاعت پر قانع اور فضولیات سے بے نیاز ہے۔

(۳) قیمت کی بابت کچھ نہ کہنا ہے۔ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے لیکن اگر ہر حرف میں غرق ہو کر افادات کی قیمت دینے کی صلاحیت ہے۔ دور رعایت نکتہ چینی صحیح مذاق کے واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) مہاجن شاگردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈماسٹر پرچہ کی سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جا سکے۔

(۷) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ:- جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

احمد حسین باروی منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱)- عہ روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲)- رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید عہ جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچے فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۲ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

عابد بیچارا انگشت بدنداں ہو کر بیٹھا ہوا افسردہ [illegible]
کبھی غصہ آتا کبھی وسوسہ آتا۔ کبھی بھوک لگتی کبھی پیاس
معلوم ہوتی۔ ان وسوسوں کے باعث اکثر عبادت میں خلل
پڑتا مگر شیطان صاحب کو کیا تھا دن رات بھر ایک ہی حالت
سے جوں کے توں رکوع سجود قیام قعود میں مصروف رہتے
عابد گھبرایا۔ اور پوچھنے لگا "اے مرد خدا تجھے کون سی
تدبیر معلوم ہے کہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ سوتا ہے نہ
جاگتا ہے جب تجھے دیکھا ایک ہی حالت میں پایا۔
اگر ہو سکے تو وہ تدبیر مجھے بھی بتا دے ثواب کا کام ہے
شیطان نے پہلے آنکھیں نیلی پیلی کر کے جواب دیا "یک بیک
ذکر و عبادت میں خلل پڑتا ہے میں تم کو ایک مردِ ابلہ کا
بیان آپ بیتا کہ ایک سے وہ کہنے لگے اگر تم تو میری عبادت
میں خلل ڈالنے لگے واہ"۔ لیکن جب ادھر سے اصرار
بڑھا تو اس نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ گناہ کیا تھا
اس گناہ سے توبہ کی جب بھوک لگتی ہے تو اس گناہ کو
یاد کر لیتا ہوں۔ غرض ہر خواہش کے تقاضے پر گناہ یاد
آجاتا ہے اور دل دنیا کے لذات سے متنفر ہو جاتا ہے
اگر تم چاہو تو تم بھی ایک گناہ کر لو تمھارا خدا غفور و رحیم
ہے گناہ معاف کر دے گا مگر پھر تمام عمر عبادت کے
مزے لوٹو گے۔ عابد بیچارے نے تفصیل پوچھی تو شیطان
صاحب نے چند اشرفیاں حوالے کیں اور کہا کہ فلاں محلے
میں چلے جاؤ وہاں ایک کسبی رہتی ہے اس سے آشنائی
گانٹھو۔ زر ہاتھ میں لے کے زن کی تلاش میں عابد صاحب
روانہ ہوئے۔ خدا کی جستجو میں اتنی کاوش کبھی نہ کی تھی
جتنی اس کسبی کی تلاش میں صرف فرمائی۔ بارے جوں توں پا یہ
رنڈی نے انھیں دیکھا انھوں نے رنڈی کو۔ حیرت سے
ہوئی ابھی اندر سے منہ جہنم میں گھسنے نہ پائے تھے کہ رنڈی
نے کہا "تعجب ہے کہ آپ سا عابد شب زندہ دار چھوکر یار
کی تلاش میں عبادت چھوڑ کے گلیوں کی خاک چھانتا
پھرے۔ آخر اس کا سبب تو بتائیے" انھوں نے اپنا
سارا قصہ دہرایا۔ رنڈی رونے لگی ان کے قدم آنکھوں
سے لگا لیے۔ اور کہا یا حضرت خدا سے ڈریے وہ کوئی
شیطان ہے جس نے آپ کو بہکایا۔ بھلا گناہ کی راہ پر
چل کے کوئی خدا تک پہنچ سکتا ہے" عابد خواب غفلت
سے بیدار ہوا لاحول پڑھ کے اٹھا اپنی جگہ پر پہنچ کے
دیکھا تو شیطان کا کہیں پتا نہ تھا۔ مجھ کو کوئی ایسی تاریخ متعلق
[illegible] نہ ملی تھی۔ پھر کیوں بیچاری اپنی
پیدائشی خاصیت کو چھوڑ دیتی چپکے چپکے تمام بچوں کو تھوڑ
کر گھر پہنچے اور پہنچا حافظ اگرس صاحب کے بورے کے
دروازے پر ڈھیر کر دیے اور وہاں سے نو دو گیارہ
ہوئی۔

میرے چلے جانے کے بعد حافظ اگرس جی پر جو کچھ بچوں
کے والدین کے ہاتھوں گزری اُس کا حال بیان کرنا
بیکار ہے۔ تم خود ہوشیار ہو۔ ایسے واقعات تم پر بھی
گزرے ہیں جس طرح میں چوہے نامے کے مصنف
سے عاجز آ کے سر بسجود گھڑی ہوئی تم بیچارن کی
کلو درازیوں ترکی ہندی اردو۔ عربی فرانسیسی اخباری
کاغذوں سے تنگ ہو کے گھر میں بیٹھے پادریوں کی
وعظ و نصیحت سے اپنی من مانی باتیں چن رہے ہو۔
میں چوہے کی تاک میں زیرِ منبر و محراب آنکھیں بند کیے
بیٹھی تھی چوہے سمجھتے تھے کہ مراقبہ میں وصال و مشاہدہ
کا لطف حاصل کر رہی ہوں۔ تم میز پہ پادری صاحب
کی پر لطف گفتگو آنکھیں بند کیے سن رہے ہو۔ "ہاں ہاں
سچ تو یہ ہے تمام یورپ نے خدا کو چھوڑ دیا خدا کے
اکلوتے کو چھوڑ دیا نتیجہ یہ کہ خدا اور اس کے اکلوتے
نے انھیں چھوڑ دیا ہر طرف سے مصیبت کی گھٹا زور
زور کے آتی ہے۔ آتش بازی کا مینہ برستا ہے۔"
خدا تمھیں نیک ہدایت دے اگر خدا کو تمھارا سا راستباز
بندہ مل جائے تو مجھے یقین ہے کہ وہ اپنی قدرت پر کچھ
زیادہ فخر نہیں کر سکتا۔ دنیا ابھی تمھاری پاکبازی پر
ایمان لاتی معلوم نہیں ہوتی۔ تم پوچھتے ہو کیوں؟ پیارے
سٹر کیوں کا جواب ہے میاؤں میاؤں۔ میاؤں میاؤں
کو ظالم مصنف چوہے نامے نے ایسا بدنام کر رکھا ہے
کہ جو کوئی شریف میاؤں میاؤں کرتا ہے لوگ بیگانے
ہو جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس پادری کی حالت
قابل رحم ہوگی جو تم کو راہ راست پر لانے کی فکر میں
ہے۔ یہ تو ہرگز ممکن نہیں کہ پادری کی سادہ و بے ریا
پاک زندگی کا پرچھاواں تم پر پڑے البتہ خطرہ ہے
کہ بیچارے پادری کو زہد و رہبانیت میں ترقی کرنے
کی غرض سے تمھارے نسخہ اور کامیاب نسخے کی
ضرورت لاحق ہو۔ دنیا خوش ہوگی اگر تم اپنے اطوار
سے اپنی مذہب پرستی کی استقامت اور پائداری ثابت
کر دو گے۔ لیکن ابھی تک اس کا خیال تمھاری جانب سے
اچھا نہیں وہ سمجھتی ہے کہ عافیت تنگ کرنے کا بہانہ
عاقبت بخیر ہونے کے حیلے میں پوشیدہ ہے۔ اور یہ
ساری میاؤں میاؤں بریں وجہ کی جاتی ہے۔ ورنہ
کلیسا اپنے اس فرض سے کبھی غافل نہیں رہا۔ ہاں
شاید روح کو مادی ترقی پر مائل کرنے میں ناکام رہا ہو۔
یا صاحب روح کی روح باطنی ہو۔ کلیسا روحانی نجات
کی دعوت دیتا رہا تم مادی ترقی کی دعوت دیتے رہے۔
عیسوی قبضے کے ساتھ ہر ملک میں مذہب کو ترقی ہوتی
رہی۔ کلیسا کے طفیل میں آج لاکھوں پلپلے صاحب
پتلون کی جیب میں چنے مرمرے بھرے سڑکوں پر
سیٹی بجاتے مارے مارے پھرتے ہیں۔ ہند ہی پر موقوف
نہیں۔ افریقہ چین عراق عرب مصر کون سا ملک رہ گیا ہے
جہاں روحانیت مادیت کی چھنگلی نہیں ہے۔ پھر یہ
میاؤں میاؤں کیسی! اس جملے کے کیا معنے ہوئے!۔
انگلستان کو اس وقت سب سے زیادہ ضرورت اس امر
کی ہے کہ اسکے باشندوں کی زندگی میں مذہب کی روح
پھونکی جائے۔ پیارے سٹر تم مذہبی واعظ کب سے
ہوئے۔ اس وعظ کی ضرورت بایں معنی تو مسلم ہے کہ
وزیر اعظم انگلستان کے لیے از بدو آفرینش تا حال
سب سے بڑی ضرورت یہ تھی اور ہے کہ اس کی زندگی
میں مذہب کی روح پھونکی جائے اور اسے عیسوی
مذہب کی عام مرحمت اور رسالت روی مدارات
معیوبہ کا سبق دیا جائے کیونکہ اس نے بسا اوقات
دنیا کی عافیت تنگ کرنے کی جسارت کی ہے اس کا
سور بریں آج بھی تیل کے چشموں کی خاطر سب کچھ کرنے پر
آمادہ ہے۔ آئرلینڈ میں صرف دنیاوی حکومت کمانے
کے لیے خون کے دریا بہہ رہے ہیں۔ مادی طاقت
روح اور روحانیت کا استیصال کر رہی ہے۔ وہ سمجھتا
ہے کہ مذہب بنا ہے مادیت کو فروغ دینے کے لیے۔
پیارے سٹر ہزاروں ٹن زہریلی گیس تمھارے خزانے
میں ہے کیا وہ مادی نہیں۔ اور اس کے استعمال سے
مادیت کو ترقی نہیں دے سکتے؟۔ کروڑوں گولے

ور بارود کی گتھیاں مادی ترقی کے لیے کافی نہیں ہیں! ۔ جو مذہب کی نئی ریجک درکار ہے ۔ مذہب یہی سکھاتا کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کے دوسرا گال بھی پیش کر دو۔ یعنے انتقام نہ لو ۔ پھر کیا یہ تعلیم تمھاری مادیت کو فائدہ پہونچائے گی! اے میاؤں میاؤں میاؤں میاؤں مادیت میں یہ روحانیت کیا! ۔

مجھ پر ایک واقعہ گزرا ۔ ایک میاں مرغ گھورے پر چرچگ رہے تھے مجھے دیکھ کے جھٹ درخت پر اچک گئے لگے بانگ دینے ۔ میں نے کہا بیٹا کمر رستہ اذان سے نیچے آؤ ۔ اذان دے چکے اب نماز پڑھاؤ ۔ میں اپنے بھانجے کے پیچھے نماز پڑھوں ۔ مگر اس نے ایک نہ سنی ۔ اتنے میں ایم چیمبرن کا بھائی کتے کے بھیس میں آگیا اسے ہے اسے دیکھتے ہی میرا وضو ٹوٹ گیا ۔ وہاں سے کھسکی مرغے نے پکار کے کہا خالہ نماز پڑھتی جاؤ ۔ میں نے کہا بیٹا بڑھیا ہو گئی ہوں وضو مرغے کے تار کی طرح مُس پُسا ہے جلدی ٹوٹ جاتا ہے ۔ میاؤں ۔ ایم چیمبرن عقاب جرمنی اور قفلی مرغ ٹرکی سب ایک ذات ہو گئے ۔ تم فرانس کے امام تھے مادی اور روحانی ترقی میں فرانس نے تم کو امام مانا ہے گو تم اس سے گریز کرتے ہو لیکن سب سے پہلے یعنے انگلستان سے بھی پہلے روحانیت کے ساتھ ساتھ مادیت کی معراج پر اُسے پہونچانا تمھارا فرض ہے ۔ اس عیش پرست جانور کو سوائے چیخنے چگنے اور انڈے دلوانے کے کبھی روحانیت سے تعلق نہیں رہا ۔

انگلستان تمھارے ماسوا کسی دوسرے واعظ کی تلاش میں ہے تاکہ تمھارے سوء تدبر اور غلط کاری نے جو نقصان اس کی عظمت کو پہونچایا ہے وہ پھر بحال ہو جائے ۔ اگر اس صدمے نے تم کو خدا پرستی پر مائل کیا ہے تو میاؤں میاؤں یہ صدمہ بہت مبارک ہے ۔ سب طرف سے ناکامی کے بعد مُنہ پھر کے خدا کا گھر ۔ پیارے ماسٹر یہ دنیا دل لگانے کے قابل نہیں ۔ جس دل میں دنیا کی محبت ہو وہ خدا سے رشتہ ناطہ جوڑنے کے بعد بھی چین نہیں پا سکتا ۔ اچھا اے میاؤں میاؤں میاؤں ۔ پھر کبھی ملوں گی تو اسی زبان میں گفتگو کروں گی جو آج کل تم سیکھ رہے ہو بشرطیکہ تم گریکشن روزاول کی پالیسی پر عمل نہ کرو ۔ اور تمھارے بھاگوں چھیکا نہ ٹوٹے ۔

بلی

گرپسکین

فاضلہ ناچیالوجی

شکر صد شکر ۔ ہزار شکر ۔ اسباب خود بینی شکست ۔ غرور کی جڑ کھوکھلی ۔ انگلینڈ کی مشہور سینٹ انڈریوز یونیورسٹی نے نامی رقاصہ مس ایلین ٹری کو غالباً کمال عشوہ و ناز و مہارت سائنس آف ناچ یعنی رقص کی قدرشناسی میں ال ۔ ال ۔ ڈی کی ڈگری عنایت فرمائی ہے ۔ اب اُن علما کے تکبر کی دیوار اس ابر کرم کے ریلے سے ڈھے جائے گی جو جبہ و دستار و ٹوپی اور جبہ پہن کر اکڑا جاتے تھے اور دل میں کہتے تھے "جو میرے سو راجہ کے نہیں" تاویلاً کہا جا سکتا ہے کہ کسی تماشے میں مس موصوفہ کو روپ بھرنے کی ضرورت سے یہ پوشاک درکار ہوگی اس لیے دی گئی ۔ مگر تاویل کی ضرورت ہی کیا ہے ۔ کوئی معترض نہیں تو جواب کیوں دو ۔ رہا دفع دخل مقدر تو وہ بھی غیر ضروری ۔ انگلینڈ کی کورانہ تقلید کی لغزش دیکھیے کہ اگر ہم ہندوستان میں ایسی ہی آزاد خیالی کی توقع کریں تو کیا بیجا ہے فرقہ اور جنس کی تفریق نہ رہے تو بہتر ۔ نہ ڈولی اور زنینس میں امتیاز ہو ۔ نہ مرصع زیور اور رَلَّی زیور میں کوئی تفاوت چمپلی کی پری کے بارے میں اگر کوئی سوال کرے کہ یہ کون جاتا ہے تو لوگ کہیں قبلہ و کعبہ شمس العلما ڈاکٹر گوہر جان صاحبہ ۔ ال ۔ ال ۔ ڈی ۔ ڈی ۔ ڈی ۔ پی ایچ ۔ ڈی مجرے سے تشریف لا رہی ہیں دیکھتے نہیں ہو دھگڑ گلی کی جگہ ڈبلومین ڈبلوما لگا ہوا ہے ۔ درحقیقت تعلیم تعلیم سب برابر ۔ کالج کی لیبرٹری میں نہ ہوئی چودھرائن ہال میں سہی ۔ بات ایک ہی ہے ۔ الہٰ جب بی چودھرائن لکڑی کا بچہ بیٹا ڈبلوما ہے کہاں سے بیٹھے گھر میں شالاکے سمن میں ہو کہیں گی تو کیا لطف آئے ! اخلص مرحوم کے کوسے کی تمکنت اٹھ جائے گی ۔ پٹھان کے تیکھے پن کو دفع کر کراتا فلکی کا ثبوت دیتی ہیں تو آشتی دوڑ کر کہیں دشمنا وسائل حل کرتا تھا ۔ ہوا پولیٹیکل اکانومی کا لاینحل تاؤ بھاؤ چپ تمھی شاید بات میں علم البرقیہ کے سربستہ راز ہیں ۔ کولہے کی شک مٹک اور ادا تار چڑھاؤ میں پیہ فن جہاز رانی کا خلاصہ ۔ گردن کے ڈور سے علم نجوم مخفی تھی اک دوا ایک دن کے طاق جفت میں سارا مسئلہ جذر اصم و فم انگلیوں کی جنبش میں فن معمار انہ کے دقائق و نکات مضمر ۔ کمر کی بل کھانی کی حرکت میں جر ثقیل (میکانک) کے تمام معضلات و مشکلات ۔ گھونگھٹ کی اوٹ میں علم سیاست کے اسرار آشکار ۔ سینے کے ابھار میں تسطیح کرہ کے غوامض و انکشافات ۔ بھوؤں کے نشتر میں سرجری کا کمال ۔ غرض رنڈی کا ہے کو بحر العلوم ہوگی جس کے آب علم و معلومات سے ہماری محفل کے طلبا سیر و سیراب ہوں گے ۔ یا مثلاً فرض کیجیے کہ استاد ستے خاں کو ڈاکٹر آف فلاسفی کا آنریری ڈپلوما مل گیا ۔ بڑھاپے میں گلا اُتر اچکا دا ہو گیا ۔ کسی لائبریری میں لائبریرین کی جگہ خالی ہے بس جھٹ پٹ سارنگی کے زور سے یہاں ڈپلوما کا دھڑا یا زدہ کارکن افسر کی خدمت میں راگنی کی طرح نازل ۔ اللہ سلامت رکھے دلوائیے کتب خانے کی داروغگی ۔ سنیے نٹ طاری کا تازہ خیال ۔ اس وقت اہل ہند مونچھوں پر تاؤ دیں گے کہ ہمیں دعوے دار تہذیب مغربیہ کالے گردہ کو عمومیت تعلیم کا غرہ ہو آئے اور ہم سے مقابلہ کرے ۔ کیا مجال جو ایک منٹ بھی ان علامادوں کے آگے ٹھہر سکے ۔ دیکھیے یہ دلی مراد کب پوری ہوتی ہے ۔ کاش رام پور میں کوئی یونیورسٹی قائم ہو جاتی تو امید کے سوکھے دھانوں پانی پڑتا ۔ کیا معنے کہ خدمت علم و علما سے اس ریاست کو ایک مدت سے واجبی ہی واجبی واسطہ ہے ۔

جلد ۱۹ نمبر ۹

مضامین

مورخہ ۱۳ ۔ اپریل ۱۹۳۴ء

غزل

(از حضرت عزیز زادہ شاعر خوش فکر یگانہ آفاق ... ندوی)

کہیں باقی نہیں سرمایۂ علمی و اخلاقی ۔ غضب تھی اہل مشرق کے لیے مغرب کی ترقی
دل نشاز بادا نے بہان لے لی چشم و ابرو نے ۔ تجھے تیغ ستم کیا نذر دو دل ہاے اور کیا باقی
جوار رحمت حق میں جگہ ہرگز نہیں پاتے ۔ وہ دو مسلم کہ جن کے درمیاں ہوتی ہو نا چاقی
جو انانِ وطن شائستگی جس کو سمجھتے ہیں ۔ حقیقت میں وہی ہر اک ملنے کی بد اخلاقی
جفاے یار سے ہرگز نہ گھبرانا کہ ہے اے دل ۔ بظاہر سم ہے لیکن اس کی خاصیت ہے تریاقی
محبت میں سوال وصل گو بیجا نہ تھا لیکن ۔ بجا ہے آپ کا عاشق پر الزام بد اخلاقی
ہمیں مونڈا ہے تم نے جاں من لاکھوں طریقے سے ۔ بہم پہنچائی ہے واللہ اچھی مشق خلاقی
جلائے رنگ مغرب شیشۂ دل کو ضروری ہے ۔ بغیر اس کے ہے مشکل اس کی شفافی و براقی
پریشاں یوں نہ پھرتے دانے دانے کو زمانے میں ۔ بھلا دیتے مسلماں گر نہ اس کی شان رزاقی
نہ پوچھو کیفیت اس بزم رنگا رنگ کی جس میں ۔ مے ڈیموکریسی کا دور رہا اور زجان بل ساقی
جو گھر میں تھا وہ نذر ٹکس و جنگی ہو گیا احمق
بس اب لینے کے اک لنگوٹی ہر مائی ہاک تو ابا تی

غزل

(از جناب تحسن لکھنوی)

یہی سمجھے کہ معراج مجسم کا اثر دیکھا ۔ جو ہم نے اپنے سایہ کو تری دیوار پر دیکھا
سمجھ لے اپنا لے پا لک کہ طفل اشک کو میرے ۔ گرا آغوش میں میری مرا نور نظر دیکھا
فریب حسن سے اب نہیں بہت آگاہ ہو بیٹھا ۔ مگر دیکھی نظر دیکھی جگر دیکھا کمر دیکھا
ادا یہ کون سی ہے راستہ سیدھا نہیں چلتے ۔ سر رہ آپ کو دیکھا کبھی تو ٹیڑھا ہو دیکھا
شب فرقت ہوئی حالت یہ زلفوں کے تصور میں ۔ تماشا کالے کالے بادلوں کا رات بھر دیکھا
لگا دی آگ ہر دل میں کیسی نالۂ و جرس نے ۔ بتاؤ اب تو میری آہ سوزاں کا اثر دیکھا
رہا زلف پریشاں کا تصور تیری فرقت میں ۔ بہت سے جگنوؤں کو ٹمٹماتے رات بھر دیکھا
فقیر عشق رونی کا نہیں لذت کا بھوکا ہے ۔ ملی تو خیر ورنہ دوسرا سائیں تیرا گھر دیکھا
زمانہ تھر تھرا اٹھا فسوں میری نگاہوں میں
فلک کو آپ کی میں نے یہ انداز نظر دیکھا

جامع اللغات و نور اللغات

(نمبر ۴۵)

ہمارے جناب جامی کی یہ عادت پرانی ہے کہ جو الفاظ دیگر کتب لغات میں جمع ہو چکے ہیں اُن کے مطالب میں بلا معنی تصرف اور بے ڈھنگا تو کر دیتے ہیں لیکن صنعت یا گروہ کسی علم کی اصطلاح ہوں تو اُن کے اصطلاحی معانی کی جانب ملتفت نہیں ہوتے ۔ اور اُن الفاظ کو چھوڑ بھی دیتے ہیں جو علمی کتابوں کے اُردو ہو جانے کے باعث اس قابل ہیں کہ اُنکی تفصیل و توضیح کی جائے ۔ مثلاً استحاضہ اصطلاح فقہی ہے اکثر مذہبی مقدموں میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے ۔ نور اللغات میں نہیں (جامع اللغات میں ہے) ۔

استحسان ہے تو مگر اُس کے اصطلاحی معنی جامع اللغات میں بھی نہیں ۔ نور اللغات میں ہوتے ہی کیوں ۔ اگر یوں لکھ دیتے کیا اچھا نہ ہوتا :-

ـــ چار فقہی دلیلوں میں سے ایک دلیل کا نام ۔ جو کہ قیاس جلی کے معارض ہوتی ہے مگر قوی ہونے کی وجہ سے عمل اسی پر کیا جاتا ہے ۔ دوسرے معنی اس کے (بالفاظ دیگر) یہ ہیں کہ جو بات ارفق وا وفق ہو اُسے اخذ کرتا اور قیاس کو چھوڑ دینا ۔ یہ دلیل ماخوذ ہے اس آیت سے جس کے معنی یہ ہیں کہ "ہمارے اُن بندوں کو بشارت دو جو (بہت سے) قول سنتے ہیں مگر پیروی اچھے دو قول ہی کی کرتے ہیں" ۔

اسی طرح لفظ **استخدام** نور اللغات میں بالکل ندارد ہے ۔ جامع اللغات میں ہے تو مگر وہی ادھورا ۔ یوں لکھا تھا کہ معروف کی خواہش کو استخدام کہتے ہیں ۔ باصطلاح فن بدیع ۔ ایسی لفظ عبارت میں لانا جس کے دو معنی ہوں ۔ ایک معنی تو مراد لیے جائیں اور دوسرے معنی اُس ضمیر سے ظاہر ہوں جو اُس لفظ کی طرف راجع ہو ۔ یا یہ کہ ایک ضمیر سے ایک معنی اور دوسری سے دوسرے معنے مراد لیے جائیں ۔

علیٰ ہذا القیاس لفظ **استدارۃ** نور اللغات و جامع اللغات دونوں میں موجود نہیں ۔ حالانکہ یہ ریاضی کی اصطلاح ہے ۔ اُقلیدس اُردو میں ترجمہ ہو کے نصاب تعلیم میں پہلے داخل تھی اب بھی اُس سے مدد لی جا سکتی ہے ۔ لفظ لکھنے کے بعد اتنا لکھ دیتے تو کیا نقصان تھا کہ "استدارت ہونا سطح کا ایسی حالت میں جسے کوئی خط گھیرے ہوئے ہو اس طرح کہ اگر اُس کے وسط میں کوئی نقطہ فرض کریں تو اس نقطہ سے جتنے خطوط مستقیمہ خارج ہوں وہ سب ایک دوسرے کے مساوی ہوں" ۔

لفظ **استدراک و استدراج** جامع اللغات میں ہے نور اللغات میں مفقود ۔ صاحب جامع اللغات غالباً واقف ہوں گے کہ "استدراک بھی اصطلاحی معنی رکھتا ہے یعنی "دفع توہم جو کہ کلام سابق سے پیدا ہو" ۔ استدراج کے اصطلاحی معنی (۱) درجہ بدرجہ یاد خدا فوقتاً کسی بندے کا خدا کی بارگاہ میں مقبول الحاجۃ ہونا ۔ (۲) بتدریج بعید ہوتے جانا رحمت حق سے نزدیک ہوکے جانا عقاب سے ۔

استطراد ۔ دونوں میں نا پید ۔ یہ بھی اصطلاح ہے اور اُردو کی بہت سی کتابوں میں جو عربی سے ترجمہ ہوئی ہیں پائی جاتی ہے "کسی کلام کا ایسی وجہ کی طرف (رجوع) ...

اُڑن بھنبیری

سر جارج شوسٹر۔ ہنک صاحب کے غبارے کے لیے سواری بھی ایسی ہی خفت و ثقل سے مرکب ہونی چاہیے جو دنیا کے گرد نہیں تو کم از کم چالیس منٹ میں ہندوستان بھر کی سیر کرے۔

"انتظامی چیستان"

ٹکڑ سے وقت گھسنے اور پیدا ہونے کا باعث "پہیا کھیری" ہو یعنی پھیپھڑے سے پانی بہا کرتا ہے اس مرض کو نسائی سوزاک یا جریان کا نائب سمجھیے۔

ٹوٹنے اور گھسنے کی خاصیت اس عالم کون و فساد میں اکثر چیزوں کو ہے۔ کنگی اور عمر طبعی تک پہنچنے کے بعد کوئی شے سالم نہیں رہتی۔ پس ان سب چیزوں کو ان ڈاکٹروں یا پروفیسر صاحب کے سپرد کر دینا چاہیے پلائیں انھیں مچھلی کا تیل۔ کھلائیں خشک پہاڑوں کی ہوا۔ اور اگر سوزاک بھی ہو تو [illegible]

لاحول ولاقوۃ۔ یہ بھی کتنی ترقی کی ہے کہ اصل میں مقولے دونوں کی عمر کا ذکر ہے ایک بچے کے پھیپھڑے میں چوٹ لگی۔ گھاؤ پڑ گیا۔ فوراً ہی ڈاکٹر صاحب سے رجوع کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے دیکھ بھال کے بعد فرمایا "اس کے پھیپھڑے کو دق (دق) ہو گیا ہے"۔ خدا بچائے جن کی چھاتی پتھر کی ہے وہ احتیاط فرمائیں۔ سل اور دق سے کوئی جگر اب نہیں بچ سکتی ہے ؎

ناوک نے سل کے صید نہ چھوڑا زمانے میں
شق ہوتے ہیں سلوں کے جگر شاہ خانے میں

کرامات

یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا کہ دارالسلطنت دہلی کو ایک نبی کی ضرورت شدید تھی۔ ضرورت ہے ایجاد کی ماں لہٰذا نبی آخر ایک صاحب مہدئ موعود ہونے کے مدعی آجکل وہاں مہنت کرتے اور حق المنت ادا کر رہے ہیں سنا گیا ہے کہ حال ہی میں ان کی عبادت گاہ پر بجلی گری اور ایک دلہن بیٹھی ہوئی سامنے کی کھڑکی کی راہ سے اس طرح نکل گئی نزاجان لسندنی "ایسا بوجھ بھی کوئی حقیقت رکھتا ہے جس سے خالی کھوپڑی ہو جائے" جیسے دھاگا سوئی کے ناکے سے مکان میں بس آدمی تھے بجلی کی چمک سے ان کی آنکھیں جھپک گئیں لیکن جب کھلیں تو اپنے جسم کو صحیح و سالم دیکھ کے لوگ متعجب ہوئے بجائے اس کے حضرت دعویٰ فرمائیں کہ دیکھو بھائیو! تم مجھے جھوٹا کہتے تھے اب تو [illegible] اس پر بجلی گر نہیں سکتی کیونکہ خرقِ عادات کے طالب ہوتے سبھی ہیں ناقص العقل ان کے واسطے اتنا ہی اشارہ کافی ہے۔ اگرچہ یہ کرامات بدون طلب دکھائی گئی ہے۔

"غیر محسوس بار"

اعلان

منشی احمد حسین صاحب باروی ۸ مارچ ۱۹۳۷ء کو پریس اودھ پنچ کے دفتر کی ملازمت سے علیحدہ کر دیئے گئے لہٰذا تاریخ مذکور سے منجانب پریس اودھ پنچ وہ کسی معاملے کے مجاز نہیں۔ بالفعل جملہ خط و کتابت و مراسلت زر وغیرہ بنام "اڈیٹر" ہونی چاہیے۔

محمد ممتاز حسین مالک ممتاز المطابع پریس و اودھ پنچ لکھنؤ

خلیفہ مامون الرشید کے عہد میں یونانی کتب فلسفہ کا ترجمہ جو ہوا تو ان کے مطالعے نے سیکڑوں کو بے دھرم کر دیا۔ تازہ دم نبیوں کی تعداد اس عہد میں ایک درجن سے بھی زیادہ ہے منجملہ ان کے دو حکایتیں اس وقت یاد آگئیں ایک نبی صاحب پکڑ بلائے گئے اور ان سے دلیل نبوت مانگی گئی تو فرمانے لگے کہ میں دل کی بات بتاتا ہوں خلیفہ نے فرمایا "بتاؤ میرے دل میں کیا ہے" کہا۔ یہی کہ یہ بندہ جھوٹا نبی ہے۔ آپ اس سے انکار نہیں کیجئے اگر کہیے گا کہ میرے دل میں یہ نہیں۔ تو گویا حضور نے اس نبی کے قول کی تصدیق کی۔ اور جو فرمایا کہ بے شک یہی دل میں ہے۔ تو خداوند اس طرح بھی حضور کو میرے اس معجزے پر ایمان لانا پڑا۔

دوسرے صاحب ان سے بھی دو ہاتھ آگے تھے جب ان سے معجزہ طلب ہوا تو انھوں نے تمام درباریوں کی جانب اشارہ کر کے فرمایا "تمام سے کہو کہ اپنی جورو کو ابھی طلاق دے میں اس کی مطلقہ سے ابھی نکاح کروں گا اور ابھی اس کے پیٹ سے بچہ نکل کے میری نبوت کی شہادت دے گا۔ کہو ہے منظور؟" تمام بیچارے دل میں ڈرے کہ شاید امتحان ہی امتحان میں جورو ہاتھ سے نہ جاتی رہے۔ گھبرا کے بولے "اشہد انک نبی" (بھائی میں تو گواہی دیتا ہوں کہ تو نبی ہے)۔

اسی طرح حکیم ناصر خسرو علوی نے اپنے سیاحت نامے میں ایک فرقے کا تذکرہ کیا ہے یہ فرقہ ابوسعیدی کہلاتا تھا۔ اس کے پیشوا کا نام ابوسعید تھا۔ نماز روزے اور دوسرے ارکان ایمان سے ان حضرت کو مطلب نہ تھا۔ جب ابوسعید صاحب مرنے لگے تو اپنے چھ فرزندوں سے وصیت کر گئے کہ مر یا میرے دشمن میں قبر میں جاتا ہوں۔ بعد چند روز کے نکلوں گا۔ ممکن ہے کہ کوئی جھوٹا شخص "ابوسعید" ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کی آزمائش کر لینا کہ تلوار کا وار اس پر لگانا اگر وہ مر نہ جائے تو بے شک ابوسعید ہوگا۔ ورنہ جھوٹ کی سزا پائے گا۔ یہ شہر سحار کا ذکر ہے جو عرب میں ہے۔ کاش یہ دہلوی مہدی اور امرتسری مہدی بھی جن پر "تذکرہ" نامی کتاب نازل ہوئی ہے اپنے صدق کو پر کوئی قوی دلیل قائم کر کے نبیوں کی منتظر دنیا کے ایمان والوں میں نور پیدا فرمائیں چاہے پیٹ کے بچے ہی کی گواہی۔

ایک خیر خواہ پنچ کی خدمت میں التماس

حضرت آپ نے حکایت اس مرد زاہد کی سنی ہوگی گرما گرم خوشبودار طعام کے رائحے سے جس کی رال ٹپک پڑی۔ خادم کے پیچھے ہو لیا۔ راہ میں پولیس کے آدمی نے یہ کہہ کے گردن ناپی کہ "ہاں یہی تو جس نے فلاں بنیے کی جیب کتری تھی۔ چلو حوالات"۔

REGISTERD No 783
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ
M.S. KHAN ARTIST

قواعد و ضوابط ادارۂ ہذا

(۱) بفضل خدا اودھ پنچ ہر مہینے کی ۸-۱۶-۲۴ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں مہمل کی خبریں نہیں چھپتیں اور نہ بیہودہ مضامین ہوتے۔ اجرت پنچ بضاعت پر فالتو فضولیات سے بے نیاز ہے۔

(۳) قیمت کی یا ادنیٰ تم منہ بنا لیجیے۔ دھمکی پر تیوریاں چڑھائیے لیکن گو ہر فن میں فرق ہے بلکہ افادات کی حقیقت رائے کی صلابت بے دو رعایت نکتہ چینی صحیح حقائق و لغات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاءاللہ سال بھر کے بعد آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) ہم اپنے شاگردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر اڈیٹر سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۰ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جا سکے۔

(۷) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ:- جو حضرات خریدار ہیں انھیں خط و ادائیگی منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

احمد حسین یاروی منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) ضمانت پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم ماہوار ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر روانہ کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچوں سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۵ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائیگا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

[illegible]

مکتبِ اطفال

حضرت! ایک وہ زمانہ تھا کہ ہر گلی کوچے میں ایک سیاہ مٹی یا پرانی شیروانی کی طرح مرغی کی طرح ماں بچوں سمیت اللہ میاں کی سی مرغیوں کی صورت بنائے جلوہ افروز ہوا کرتے تھے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم الف زبر آ، بے زیر بے، پیش بُو کی صدا ہر ڈیوڑھی سے بلند ہوتی تھی۔ یہاں ہی کتبوں سے بچے سعدی پڑھ کر کے نکلے ان ہی کتبوں میں دنیا کے قدیم نام آور اشخاص نے علم حاصل کیا اور انسانیت کا درس یہ گُر دنیا کا ایک طریق رہتا ہیں۔ تختی کی جگہ سلیٹ نے لی۔ بوریے کی قائم مقام میز اور کرسی ہوئی ڈیوڑھیوں کی نائب مناب بڑی بڑی عالیشان عمارتیں ہوئیں جن میں بجلی کے پنکھے لگائے گئے۔ یہ سب کچھ ہوا مگر خدا جانے کیا بات ہے کہ انسان اور انسانیت کا تخم اس طرزِ تعلیم میں ایسا جلا کہ صدہا سال میں ایک اکھوا ویسا نہ پھوٹا جیسا کہ پہلے پھوٹا کرتا تھا۔ نہ کوئی فیضی بن کے نکلتا ہے نہ بیربل ہاں بڑے بڑے مقنن پیدا ہوتے ہیں جن کی ذہنی قدرت و قابلیت خطاکار کو بے گناہ اور گنہگار کو بے خطا ثابت کرنے جانے میں مسلم ہے۔ آپ کون ہیں؟ جی آپ بڑے مشہور وکیل ہیں۔ ابھی مسٹر ہیر بونگ نیچر ورلڈ مارننگ آف دیپالیہ آباد لمیٹڈ پر بیس لاکھ غبن کا دعوے ہوا تھا آپ نے ایسی بحث کی کہ تمام ثبوت عقلی و نقلی قلا بازی کھا گئے۔ حاکم دانت پیس کے رہ گیا کچھ بنائے نہ بنی۔ ساتا و فاتا ملزم کو چھڑا لائے۔ آپ آکسفورڈ یونیورسٹی کے گریجویٹ ہیں، آپ کا قد پونے دو انچ کا ہے اسی وجہ سے لوگ آپ کو بجائے بیرسٹر کے بالشتیے کا لقب دیتے ہیں۔

اس قسم کے کارنامے صدہا سنے جاتے ہیں لیکن صدق و دیانت کی وہ تعلیم جو ان سڑے ہوئے فرسودہ مکتبوں میں دی جاتی تھی۔ جو انسان کو جرم سے کراہت و نفرت دلاتی رہتی تھی۔ جس کا نقش نوجوانوں پر بچپن ہی سے ڈالا جاتا تھا اب کہاں۔

اور جو یہ نہیں تو مجرموں کی تعداد کیوں نہ بڑھے۔ مجرموں کی تعداد نہ بڑھے مقدمہ بازیاں نہ ہوں تو ایسی اعلیٰ قابلیت کے لوگ برساتی کیڑوں کی طرح مارے مارے نہ پھریں۔ مکتبی تعلیم کا رواج اب بھی بعض دیہات میں پایا جاتا ہے۔ مگر افسوس اس سستی تعلیم کی جانب کوئی نگاہ اٹھا کے نہیں دیکھتا۔ بیشک یہ سستی پھیر دم اٹھا اٹھا کے موتی ہے۔ کس میرسی ہے تو لائق معلم کسی مکتب میں کیوں سر پھوڑنے لگا تھا۔ ہائے وہ ننھے بچوں کا جھوم جھوم کے پڑھنا ۔

راستی موجب رضائے خداست

کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

وہ بتانے مکتبی کا لفظی ترجمہ پڑھانا اور پھر ایک ایک لفظ کو سمجھانا جھوٹے پر لعنت بھیجنا۔ سچے کی مدح و ثنا میں زبان کھولنا۔ وہ اخلاقی نصیحتیں۔ وہ پُر از نصائح حکایتیں۔ بھلا بھولنے کے قابل ہیں۔ جب طالب علم ایک اخلاقی کتاب میں یہ حکایت دیکھتا تھا قرض کی ادائی پر دل سے مائل ہو جاتا کہ زمانۂ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے چند صاع (پیمانہ) گیہوں کسی شخص سے آئندہ فصل گندم کے وعدے پر قرض لیے۔ اتفاقاً قرضخواہ سے بروقت ملاقات نہ ہوئی وہ کہیں چلا گیا تھا۔ بیچارہ قرضدار دل میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو یہ نیک قرضخواہ اُن فوائد سے محروم رہ جائے جو ان گیہوؤں سے پہنچ سکتے ہیں۔ آخر اُس نے گیہوؤں کی وہ مقدار کھیت کے بیارے میں صرف کردی۔ بقدر حُسنِ نیت خدا نے اس کھیتی میں برکت دی۔ تین چار سال کی الٹ پلٹ میں اس کھیتی کے منافع سے زمین کا ایک عمدہ ٹکڑا ایک غلام چند مویشی حاصل ہوئے۔ جب قرضخواہ اپنے سفر سے واپس آیا تو قرض کا طالب ہوا قرضدار صاحب نے کہا ذری ٹھہریئے گا میں چلتا ہوں۔ قرضخواہ حیران ہو گیا کہ کہاں جاتے ہیں مگر خاموش رہا۔ جب ان کو اپنے کاموں سے فرصت ہوئی تو فرمایا چلیے میں آپ کو آپ کا مطلوبہ غلہ دوں۔ آگے قرضدار پیچھے قرضخواہ اُس زمین پر وارد ہوئے اور کہا حضرت یہ کھیت حاضر ہے یہ غلام ہے یہ گائے ہے۔ فلاں سنہ میں آپ سے اتنا گیہوں قرض لیا تھا ہر سال اُس کی کھیتی سے اتنا نفع ہوا اتنی زکوٰۃ دی گئی باقی یہ موجود ہے۔

اب سمجھیے کہ یہاں مدرسوں میں طوطا مینا کی حکایتیں پڑھانے کے بعد لوگ اپنے نورِ چشم کو قانون سیکھنے بھیجتے ہیں اور وہ کیا سیکھ کے آتے ہیں کہ "۴۲۰ دفعہ کے بعد رقم عند الطلب خود بخود ردی ہو جاتا ہے۔

دائن و مدیون دونوں مزے میں رہتے ہیں۔ چوروں نے موٹی لی بگاڑیوں نے چھٹی پائی۔ اے ہاں نہ آپ کا پسینہ نہ کا پھوکا دین۔

چند روز اُدھر کا ذکر ہے کہ اینجانب کے پاؤں میں سنیچر اتر آیا۔ گھومتے گھامتے سیر گشتی کرتے ایک گلی کے نکڑ پر ٹکے۔ یکایک دماغ معلّے کو لونڈوں کی چل پکار رستا ایذا پہنچی وہ شور و غوغا کہ الاماں۔ لپک کے بڑھا کہ دیکھوں کیا آفت آئی۔ شاید کہیں آگ لگی ہو تو دوڑ دوں۔ کسی کے سانپ نے کاٹا ہو تو منتر پڑھوں۔ کوئی چور بھاگا جاتا ہو تو اُسے گرفتار کروں۔

اسپین کا ایک مسلمان بادشاہ کھجور کے درخت کو دیکھ کے اتنا خوش نہ ہوا ہوگا جتنا کہ اینجانب اس قدیم وضع کے مکتب کو دیکھ کے نہال ہو گئے۔ یہاں کی زمین جنبش میں تھی جسے دیکھیے جھوم رہا ہے ملا سے میسوا دنرالی دھج سے بادشاہ وقت بنا بیٹھا تھا۔ چیت طلب جیا اللجا ون کھوپڑی جھلیل ناداڑھی وظیفہ خوانی میں گردن ولب کی حرکت۔ گاڑھے کی مرزائی۔ سڑا بدبودار حقا۔ مہندی کی قمچی۔ غرض کل اثاثۂ سلطنت دیکھنے کے قابل پیاری پیاری صدائیں بلند "کریما بجشائے برحالِ ما" "ما عقیمانِ کوئے دلداریم" ادھر سبق میں غلطی ہوئی اور ہارون منش ملا سیج مچ رعد زشتہ بن گیا" اب دیکھ کے نہیں پڑھتا" لڑکوں کی سٹی بھولی اس طرح ڈرے جیسے کہ جوہا بلی سے یا الیمی پانی سے۔ کبھی کبھی قمچی کی بجلی بھی کوند جاتی۔ اتنے میں ایک لڑکا مفید نامہ لے کے آگے بڑھا۔

رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر۔ یا فتاح۔ برادر صاحب
مظہر اشفاق و مہربانی مصدر اخلاق و فی ورد ا فی
سلمہ اللہ تعالیٰ۔
"لے بے معنی کہہ۔ برادر صاحب کے معنی بھائی صاحب۔
مظہر کے معنی جائے ظہور۔"
لڑکا۔ "بھائی صاحب جائے ضرور۔"
بھلا ایسی شرمناک اور سنگین غلطی قابل معافی ہو سکتی
ہے۔ فوراً ہی قمچی کا وار چل گیا۔
"بے ادب" یہ بھائی کی خدمت میں گستاخی۔ ایں
بر گستاخ جائے ضرور جاتا ہے نا نصیب ناشدنی۔
تجھ کو کبھی رفاہ کی صورت دیکھنی نصیب نہ ہوگی۔
سنا نہیں "بے ادب بے نصیب باادب با نصیب"
کسی..... کا قول ہے ؎

ادب تاجیست از فضل الٰہی
بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

لڑکے کی رقت آمیز آواز اور اس میں "اوں اوں"
کا راگ ستم ڈھا رہا تھا۔ سب ہی بچے کرنے سے سر سے
بچہ بننے کا تقاضا ادا کر رہا تھا۔ اس لیے کو چاہے کوئی گستاخی
جرم کی انتہائی حد پار کر کا لب لباب کے گرو اصحاب
زمانۂ حال کے مدرسوں میں لڑکوں کے استادوں کے
ساتھ گستاخیاں دیکھی جاتی ہیں تو دل کباب ہو جاتا ہے۔
"ہاں بے پڑھ۔ بھائی صاحب جائے ظہور شفقتوں کے
جائے صدور مروت اور مہربانی کے اللہ سلامت
رکھے ان کو۔ آرزوئے مواصلت سامی از تکلفات
دانستہ مطلب میگراید ؎

دلم کشود کشادم چو نامۂ الفت
کلید باب گلستان دل کشائے بود

آرزو ملاقات ان بزرگ کی بیان کرنا محبت کی نشانی
ہے اس لیے اس کو چھوڑ کے مطلب بیان کرتا ہوں
کہ دل میرا کھل گیا جب کھولا میں نے محبت نامہ تمہارا
گویا نامہ تمہارا دل کھولنے والے باغ کے دروازے
کی کنجی تھا۔" ارے خوب دیکھو کر جلد سے کھیل رہا ہے
شاگردوں نے گھبرا رہے ہوں قمچی ہاتھ میں۔" ابے رجب
کہاں لکھا ہے پھر تو پڑھ۔
رجب ـــ ۵

اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبے
بر آورند غلامان او درخت از بیخ
بہ نیم بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد
زنند لشکریانش ہزار مرغ بہ سیخ

اگر باغ سے رعیت کے بادشاہ ایک سیب توڑ کے
کھائے تو اکھاڑ دیں غلام اس کے اس درخت کو جڑ سے
بیضہ۔ مولوی صاحب بیضہ کے معنی!۔
"ابے انڈا کہہ انڈا۔ ہاں انڈا۔ اگر سلطان ظلم
کرکے لے لے تو اس کے لشکر والے ہزار مرغ
بھون کھائیں۔
شاباش شاباش! ہم کو سبق یاد ہے۔ دیکھو لڑکو
آج کل زمانہ کا حال بالکل ایسا ہی ہو رہا ہے۔
اخباری کاغذوں میں گڑگاؤں کے باغ کا حال تم نے دیکھا
ہوگا۔ پولیس نے کیا کیا زیادتیاں کی ہیں تو دیکھا؟
حاکم اس ظلم زیادتی پر عامل نہیں ہوتے اپنی نوکروں
کے سامنے جبر ہوتے دیکھتے ہیں اور منع نہیں کرتے
آخر پولیس ان کی خاموشی کو نیم رضا سمجھ کے کھل کھیلتی
ہے۔ اچھا اب میں سوتا ہوں۔ خبردار سبق رٹے جانا
اور جو غل غپاڑا مچایا تو یہ قمچی رکھی ہے۔ بیٹا شعبانی
ذری میرے پاؤں تو آ کے دبا دو۔ ہائیں بیہودہ
استاد کی خدمت سے گردن چراتا ہے۔ یاد رکھ کہ
استاد کا مرتبہ باپ سے کم نہیں ہے۔ حدیث میں
آیا ہے "تیرے باپ تین ہیں۔ ایک وہ جس نے تجھے
پیدا کیا۔ دوسرے وہ جس نے تجھے علم سکھایا تیسرا وہ
جس نے اپنی لڑکی کی تیرے ساتھ شادی کی"
بیٹا استاد کی خدمت سے عظمت ہے۔ غرض استاد
نے النوم اخو الموت کا گھر بسایا۔ خراٹوں کی دسی لگی۔
اور لڑکے ایک ایک کرکے کھسکے۔ بندہ وہاں سے
نو دو گیارہ ہوا کیا سنی کہ مولوی نے بغاوت کا سبق
لڑکوں کو پڑھا دیا تھا۔ خیال ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو
پولیس کا سامنا کرنا پڑے۔ ارے ہاں زمانہ نازک
ہے ککڑی کے چور کا سر کٹتا ہے۔
سنا تھا کہ مکتبوں کی اسکیم سررشتۂ تعلیم کے زیر غور
ہے۔ مگر تاحال دنیا کو کچھ بھی اطلاع نہیں کہ خور کے
جوڑے سے سر ابھارا یا نہیں حقیقت تو یہ ہے کہ
جب کبھی کسی مکتب کے کسی مدرسے کے متعلق پر غور ہونے
کچھ ہونے کی صدا بلند ہو تو کچھ بتانا چاہیے کہ مکتب کی
ٹھیک ابتدا یہی ہے۔ لہٰذا ملاحظہ کر چاہو تو پالیسی کی
تو دو سے پرپوزل اس حور کے نیچے سے فائدہ
اٹھائیں گے۔

راعی

گڈ مین

ایک قابوچی دوسرا خودغرض دوست

(پہلی ملاقات نرمانک)

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم

میاں قابوچی۔ یہ حضرات احباب اعیان، اعیان
وارکان۔ آپ ایسے آپ ویسے آپ ایسے تیسے۔
آپ موتیا پیسے۔ آپ کے رعب سے کا بھی گجھڑا لتی
ہے۔ آپ کی لنگوٹی تلے گنگا بہتی ہے۔ آپ کے پیشاب
میں چراغ جلتا ہے۔ آپ تو کوں سٹو سلتے ہیں۔
اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ آپ بند دودھ بچہ پالنے میں کمال
رکھتے ہیں۔ میں یہاں نو وارد ہوں آپ ہی کا آسرا ہے
اگر آپ نے مدد کی تو بیڑا پار ہے۔ آپ کی
ایک ایک ذات ایک ایک فرد لاکھوں نفوس کی قائم مقام
ہے آپ کی کارکردگی و وفاداری میں کس کو کلام ہے
ملک کو آپ پر ناز ہے بندہ آپ کی خیرخواہی سے
ممتاز ہے۔ میں فلک ہوں آپ ستارے ہیں۔ میں نجم
ہوں آپ کرا سے ہیں۔"

دوست۔ بجا فرمایا ہم میں کا ایک ایک فرد
سو سو ماچنا ہے۔ بارہا بھاڑ جھونکے اور پھر صحیح
سلامت رہے۔ نہ چھنکے نہ کھلے۔ یہی وجہ ہے کہ
تمام ملک نے ہم کو آپ کی رفاقت کے لیے منتخب
کیا ہے۔ جو وفادار ہیں وہ ہمارے رازدار ہیں
مختصر یہ کہ فسادیوں کے علاوہ سب ہمارے
جاں نثار فرمانبردار ہیں۔ ایک ذرا پہلو نشین
ہونے دیجیے پھر تماشا دیکھو۔"

میاں قابوچی۔ بیشک بیشک اس میں کیا کلام ہے
اس وقت دنیا میں کس کا نام ہے ہم خوب جانتے ہیں

مولانا آپ کی نگاہ جہانگیر ہے کوئی مسئلہ یا کوئی لفظ ایسا نہیں جو آپ کے احاطۂ علم سے باہر ہو۔ لہٰذا ہم کو ارشاد ہو کہ راقم الحروف کی تحقیق صحیح ہے یا غلط۔

راقــــــم

م۔ع۔ سیماپوری

جامع اللغات و نور اللغات

(نمبر ۳)

صاحب جامع اللغات لکھتے ہیں:۔

استخارہ ذات الرقاع ایک کاغذ پر کر ایک پر نہ کر ہر ایک کے مصلے کے نیچے رکھ دیتے ہیں۔ نماز کے بعد ایک کو نکال لیتے ہیں"

اے حضرت اتنا غلط ہے یوں لکھیے "استخارہ ذات الرقاع - یا ذات الرقعہ۔ ترکیب استخارہ میں بھی ترمیم ہونی چاہیے۔ ایک رقعہ نہیں بلکہ متعدد پارچہ ہائے کاغذ پر "افعل" اور "لا تفعل" لکھتے ہیں۔

حاجی زمزم اللغات صاحب کو دیکھیے کہ اسکاٹ (انگریزی لفظ) تو آپ نے تاریکیات میں دیکھ لیا مگر اسکات (عربی) روز روشن میں سجھائی نہ دیا۔ علی ہٰذا القیاس اسناد (بفتح اول) تو درج کتاب ہے لیکن "اسناد" (بکسر اول) ندارد۔ صاحب جامع اللغات نے لکھا تو ہے مگر ناقص اتنی عبارت بڑھا دینی چاہیے "نسبت دینا ایک جزو کی دوسرے جزو کی طرف" اور نحویوں کی اصطلاح میں "ضم کرنا ایک کلمہ کا دوسرے کلمے کے ساتھ بطریق افادت تامہ" محدثین کی اصطلاح میں "محدث کا یہ کہنا کہ فلاں شخص نے فلاں سے اور اس نے رسول اللہ سے یوں حدیث بیان کی"

دونوں کتابوں میں استغراق موجود ہے مگر جو معنی اہل لغت عرب میں لیے گئے ہیں وہ کسی نے لکھے نہیں۔ عربی لغت میں اس کے معنی خوب ہنسنے اور ہر چیز سمیٹ لینے کے ہیں۔ اسی معنی سے اصطلاحی معنی ماخوذ ہیں۔ "شامل ہونا جمیع افراد پر اس طرح کہ کوئی فرد یا جزو خارج نہ ہو"

جامع اللغات میں "استہلال" ہلال کا نکلنا یہ معنی صحیح ہیں مگر لغوی اصطلاح بھی لکھ دینی تھی "کسی بچے میں ایسی علامتیں پائی جانا جو اس کی حیات پر دلالت کریں مثلاً رونا یا ہاتھ پاؤں ہلانا یا آنکھ جھپکانا"

عربی لغت میں استہلال بہت سے معانی پر مستعمل ہے مثلاً شدت سے پانی برسنا وغیرہ)

جناب حاجی زمزم صاحب فرماتے ہیں استیعاب "پورے لینا"

حضرت ایسے نہ لکھیے یوں لکھیے جڑ سے درخت اکھاڑنا اور تمام شے حاصل کر لینا"

جامع اللغات میں ہے استیناف درج۔ ذکر کسی بھی کام کو دوبارہ شروع کرنا۔ (ائتناف ذکر کسی کام سے)" غلط۔ عربی میں اس کے معنی ہیں "سرے سے کام شروع کرنا" "امر مستانف وہ نیا کام جو پہلے کبھی نہ کیا گیا ہو۔" اس کی اصل ہے انف (بضم الف و نون) نہ انف یا انفہ بمعنے آغاز۔

حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں "اِش" شیر خوار بچوں کے پیشاب پھرانے کا اشارہ و عادت ڈالنے کے لیے مائیں یا کھلائیاں "اش اش" کر کے پیشاب کرواتی ہیں" واللہ حاجی اب بھی اس بڑھاپے میں پاؤں پر بٹھا کے "اش" کروانے کے قابل ہیں۔ حضرت یہ تو لکھ دیا ہوتا کہ ہر جگہ کا دستور یہ نہیں۔ بات سمجھانے کے لیے یوں لکھتے تو لوگ سمجھ لیتے کہ "اش" ایک کلمہ ہے جسے لکھنؤ کی عورتیں بچے کو پیشاب کرواتے وقت (نہ پاخانہ پھرنے کے وقت) زبان پر جاری کرتی ہیں۔ اس طرح کہ شین پر جب تک سانس ساتھ دیتی ہے زور دیتی رہتی ہیں۔ ایک سیٹی سی بجتی ہے۔ یہ طریقہ بچے کے متوجہ کرنے کا ہے۔ سائیس گھوڑے کو پانی شش کار یا سیٹی کی سی آواز منہ سے نکال کے پلاتے ہیں تاکہ گھوڑا متوجہ ہو جائے۔

حاجی زمزم اللغات نوک ریز قلم صحیح رقم فرماتے ہیں:۔ "اسوار (ف) سوار اسی کا مخفف ہے" کیا خوب۔ فارسیوں نے بضرورت شعری سوار میں الف زائد لگا دیا تو یہ مزید فیہ اصل ہو گیا سبحان اللہ غیر زبان کا علم ہمارے حاجی صاحب کو بہت ہے۔ خدا برکت دے۔ اے خداوند! ایسی بیسیوں لفظیں فارسی کی ملیں گی جن کے ابتدا میں ضرورت شعری نے ایک الف ٹھیک اسی طرح بڑھا دیا ہے جس طرح جناب کے القاب میں مؤلف نور اللغات کا مزید علیہ یا "مرو" کے آخر میں "واو" یہ نہ خیال فرمائیے کہ اصل لغت اسوار تھی الف گھس گھس کے آپ کے قد بوس پہنچا اور ہوگیا۔ (باقی آئندہ)

راقــــــم

خاکسار ادبار اللغات

نرگس

ایک ادبی ماہوار رسالہ لاہور سے زیر ترتیب جناب فضل حسین صاحب نکلا ہے معنوی بھی ہے جو اس قابل بھی ہے کہ ارباب ذوق اس پر نظر عنایت کریں نثر و نظم میں ترقی و اصلاح اس کا مقصد خاص ہے۔ بلا ادب کا کساد اگرچہ ہمت شکن ہے لیکن جنھیں خدا نے ارادۂ صحیح عنایت کیا ہے مشکلوں سے کب ڈرتے ہیں۔ فاضل مرتب و مؤلف اپنی مشکلوں کی تفصیل بعنوان "آغاز کار" خود ہی کر دی ہے۔ مثلاً تجویز نام ہی کی مہم قابل توجہ ہے۔ لکھتے ہیں "ادب سے پیشتر جب ان (احباب) سے نرگس جیسے علمی ادبی رسالے کے لیے نام تجویز کرنے کے متعلق کہا گیا تو ان کے ذہن رسا کی پرواز ان ناموں تک محدود تھی جن سے اندر سبھا اور فسانۂ آزاد کی یاد تازہ ہوتی تھی"

واقعی مسئلہ اہم تھا شاید انجمن آرا یا سبز پری اور گلفام کے بڑے دسیوں کے ناموں کی فہرست ان احباب کے پاس ہوگی۔ بعد ازاں فرماتے ہیں کہ "بعض نام ایسے بھی زیر غور رہے جن کا مفہوم ہندوستان میں تو نہیں شاید مصر اور عرب میں سمجھا جاتا۔ مثلاً غیہب۔ فنید۔ لُکَحَہ۔ تحفۃ الادب۔ جنا تو۔ جائزۃ الزخیوۃ وغیرہ۔" آگے چل کے فرماتے ہیں "خواہش تھی کہ رسالہ کا نام آسان اور رواں ہو جو سامعت، بصارت اور تحریر میں یکساں طور پر جنت نظر اور فردوس گوش ہو۔ چنانچہ کسی ادبی رسالے کے لیے جس کے مضامین علمی ادب اور شعریت کے اعتبار سے تو گلشن ادب میں ایک سورا فزا کیفیت رکھتے ہوں اور جس کا ہر ایک مضمون ایک خوش رنگ اور خوش وضع پھول کے مانند ہو۔ اس کے لیے لازم تھا کہ اس کا نام بھی ایسا ہی حسین و جمیل تجویز کیا جاتا"

"چین کرو لکھنؤ"

جاری شدہ ۱۹۳۱ء
ہر قسم کے عمدہ
اور دیرپا خوشبو
کے عطر اور تیل
ذیل کے پتہ سے
طلب فرمایئے
پتہ تار کا: "حِنا" لکھنؤ
ایجنسی
کی پیشکش محض اپنی قدردان پبلک
کی سہولت کے خیال سے کی گئی ہے
معتدبہ منافع کے خواہشمند حضرات
مرادی تین آنہ کے ٹکٹ بھیجیں
اور قواعد وضوابط طلب فرمائیں.
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
لکھنؤ
قنوج
حیدرآباد دکن
منصوری

نام پر صاد ہوگیا - حالانکہ نام رکھنے والے احباب نے کچھ زیادہ وقت نظر سے کام نہیں لیا کیا معنی کہ ایک تو نام مؤنث ہے - دوسرے اس طرح لکھنؤ کے بعض شاعروں کا تخلص زبان سے نکالتے وقت شش و پنج ہوتا ہے کہ "بلاغت آئی کہیں یا" بلاغت آیا" اسی طرح اس رسالے کا نام لیتے وقت بھی دقت ہوگی رسالہ ہے مذکر - نام ہے مؤنث - دوسرے "نرگس" کی کوری شعرا میں کھائی ہوئی ہے ؎

بادوی بیاطن
چکسند
دیدۂ خفاش
نرگس چشم
آمد و فیا ففی
نیست +

ایک ایسا ناقد بصیر مصلح کبیر ادیب اریب وسیع النظر رسالہ اسی ویسی کوری سے متہم نہ ہوتا تو اچھا تھا -

تیسرے یہ کہ چنبیلی - چمپا - کیتکی - سدا بہار - جوہی - شبو - نرگس دہلی اور لکھنؤ کے شاہی محلوں میں لونڈیوں کے نام ہوا کرتے تھے - یہ رسالہ بفضل خدا باقبال گم آزاد ہے جس کی رقیت کبھی ثابت نہیں ہوئی - چوتھے یہ کہ نرگس ایک مختص الوسم چیز ہے سال میں پندرہ بیس دن وہ بھی صرف شب کو مہکنے کے بعد باقی ایام خالی - یہ رسالہ انشاءاللہ حسب عادت مؤلف ہر موسم میں نکلے گا - پھر یہ نرگس کیونکر ہوسکتا ہے -

پانچویں یہ کہ نرگس کی اصلی خوشبو ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی عشق دھتیہ یا عرق (بغلوں میں ہوتے ہیں) کا عطر لگالے اس انسانی و نباتی عطر سے مرکب ہوکے جو چیز بنے گا اُس کی اور نرگس کی خوشبو ایک ہوگی - ولایت کے عطر نرگس میں "شبو" کی تہ دی جاتی ہے نرگس کی بو کو قیام نہیں وہ ایک مہک دکھا کے بد مزاج بی گھر بسی کی طرح میکے روانہ ہو جاتی ہے - رہ جاتی ہے شبو - بہرحال عطر نرگس کی بو سے میں اعتدال پیدا کرنے کے لیے دوسرے قوی القیام

"جدھر میرے پاؤں کا پاسنگ اُدھر ہی کا پلہ بھاری"

عطر کی آمیزش لازم ہے - پس نرگس قائم بالغیر ہوئی اور یہ رسالہ بعنایت ایزدی قائم بالذات ہے - ان امور کے علاوہ اور بھی باتیں ہیں مثلاً چند لمحے کے بعد بی نرگس کا سرنگوں ہو جانا یا شرما جانا اور گردن جھکا لینا - پھر بھی اب تو یہی نام رکھ لیا گیا - چھپ گیا - مشہور ہوگیا - ہمارے شہر کے بعض اخباری کاغذوں کے نام بھی مؤنث ہیں لوگ انھیں "مذکر" قرار دے چکے تو نرگس بھی آج سے مذکروں کے ذیل میں شامل سہی - نرگس کے مؤلف صاحب نے جو ارادے ظاہر فرمائے ہیں

وہ نیک ہیں - جذار اس لائے وہ شاعری مصوری تحقیق مزاح نقادی - ادب لطیف - سائنس - علم الاقتصاد" وغیرہ وغیرہ" سب کا مجموعہ اس رسالے کو بنانا چاہتے ہیں -

عمرش زیاد باد کہ ایں ہم غنیمت است

اگر ہر پرچے میں یہ عنوان ہوے تو ضرور ہر قسم کے اہل ذوق میں یہ مقبول ہوگا - مؤلف کا یہ مبارک ارادہ سُن کے نہایت مسرت ہوئی کہ وہ "ہندوستانی اکیڈمک" کی سوقیانہ تصاویر سے رسالے کے صفحات کو کبھی آلودہ ... متعلق ... رائے ظاہر ... وقت پر اُٹھا رکھی ہے -

مختصراً عرض کیے دیتے ہیں کہ بحالت موجودہ یہ رسالہ "نگار" وطن کے تمام ماہواری رسالوں سے بہتر ہے - (مارچ کا مہینہ ہے "ہوام" کے پرورش اور ترقی و عروج کے خوں ریز انتقام سے بچنا بھی تو فرض عین ہے - نام کیونکر لیں) -

ہم مؤلف صاحب کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ اپنے رسالے کے مضامین پر دشمنی کی نگاہ ڈالے بغیر شائع نہ فرمائیں - اور کاتب کی کتابت پر ہرگز اعتماد نہ کریں - دیکھیے شذرات کے آخری شعر کا پہلا مصرع کیا ستیاناس ہوا ہے -

REGISTERD No. A 783
LUCKNOW,
OUDH PUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
دس روپیہ
قیمت فی پرچہ
دو آنے
۱۹۳۴
قیمت پیشگی اندرون ممالک
سالانہ
شش ماہی
سہ ماہی
اودھ پنچ
M.B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW.

قواعد وضوابط ادارہ ہذا

(۱) بفضل خدائے عز وجل ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں ملک کی خبریں نہیں چھپتیں اور نہ بے تکے مضامین شائع ہوتے۔ یہ صرف اپنی بضاعت یا اپنی تحقیقات سے بے نیاز ہے۔ دوستی کی پابندی پر منحصر ہے۔ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھانے والے کو گو بظاہر اس میں فرق ہو لیکن افادات کی جدت رائے کی صلابت بے روو رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی سیاسی ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) مدرسہ یہ شاگردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جا سکے۔

(۷) جو مضامین "اودھ پنچ" کی مسلم کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی وذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) صہ روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید صہ جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۳ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

کہ دنیا نے ہم سے آنکھ پھرائی ہے کہ آپ حضرات کی تو ہیبت کس زبان سے ہو کہ بیٹے اہل ملک سے گردن اٹھائی اور انجاب کے لملانے تیسیر باغ کی طرف چڑھائی۔ مہر قدم سر دست آپ اتنی عنایت کیجیے کہ شامیاں بانٹ بانٹ کے گزاروں کو پھنسا لیجیے رہا چھانا لیجے اور فسادیوں کو ستائیے چڑھائیے کھائیے۔ وہ بلا کریں تو آپ اُدھم مچائیے۔ کافذ اخبار میں ان کے خلاف مضمون چھپوا دیجئے۔ جتنے بعید از امکان مہلو بات کے ملیں اُنھیں دکھا دیجیے۔ ان میں جو جلسے ڈھیر ہیں اُنھیں کسی نہ کسی طرح راہ پر لائیے جیتے یار بنا کے معافی منگوائیے دھوکا دھڑی کا جال پھیلائیے "۔

دوست:۔ یہ سب یار و اہل کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ ہم وہ کارگزاریاں کریں گے کہ دل خوش ہو جائے گا۔ آپ کا مطلب ہاتھ سے جانے نہ پائے گا۔ مگر نیا زمندانِ قدیم کی التماس پذیرا ہو زری جلد بازی کے ٹٹو کو دھیرا کیجیے عجیب عجیب قانون تا ہے جو کہنہ فرسودہ ہو گئے ہیں انھیں بدلیے اور نہ بدلیے تو صرف ارادہ ظاہر کر دیجیے نہ ہم اپنا چولا عنقریب بدلنے والے ہیں ہم سخت گیر نہیں ہم لکیر کے فقیر نہیں۔ ہم بے درد نہیں ہم نا جوانمرد نہیں پال کے نہیں ڈال کے ٹوٹے ہوئے منفعت ہیں"۔

قابوچی:۔ بہت بہتر۔ میری طرف سے عام اجازت ہے کہ جس طلے ناس کا جی چاہے میری توصیف و تعریف میرے انصاف کی تجدید و تحسین میں قصیدے پڑھے۔ اور ہاں آپ حضرات کو اختیار دیا جاتا ہے کہ جس قانون پر غور و خوض کرنا چاہیں بے تکلف اس کے لیے زلیاں بیٹھے کمیٹیاں تصنیف فرمائیں۔ میں خوش میرا خدا خوش۔ صرف اتنا لحاظ رہے کہ قوانین کسی نہ کسی ضرورت سے ایجاد ہوتے ہیں اور ضرورت کسی قاعدے یا وقت کی پابند نہیں جب اس کا جی چاہتا ہے پیدا ہو جاتی ہے۔ اندریں صورت عقلمند وہ ہے جو دور کی کوڑی لائے سر سہلائے سمجھا کھائے"۔

دوست:۔ ہم سمجھے ہم سمجھے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اب ایسے گدھے تھوڑی ہیں کہ بات کی تہہ کو نہ پہنچیں گے۔ اجی ہم تو پاتال کی خبر لانے والے ہیں۔ قانون پر نظر کرنا اس کی ضربونوں پر کو اٹا رکھنا اصل کی جھان پھان کرنا کچھ منہ کا نوالا تو ہے نہیں۔ ایک حکایت مشہور ہے کہ اگلے زمانے میں جب کہ کارخانوں کا وجود بھی نہ تھا چرخا لیں چرخا کاتی تھیں ان کی خاطر سے سوت کی بازار لگائی جاتی تھی جسے ہو تھی کہتے تھے۔ ایک روز صبح کے وقت کچھ عورتیں سوت بیچنے نکلیں۔ سڑک کے کنارے ایک میاں افیمی حوائج ضروری سے فراغت پانے کو بیٹھے رو رہے تھے یا پیشاب کر رہے تھے۔ دوپہر کو یہ عورتیں بازار سے پلٹیں تو دیکھا کہ افیمی صاحب اسی طرح پیشاب کا احرام باندھے اونگھ رہے ہیں ایک نے دوسری سے کہا کہ یہ گوڑا افیمی بھی غضب کا موتنے والا ہے صبح سے دوپہر ہو گئی ابھی تک موت نہیں چکا۔ ان کی آواز سے میاں افیمی چونکے۔ اور فرمانے لگے درست ہے بجا ہے۔ یہ سوت نہ باشد کہ کاتا اور لے دوڑی۔ اجی یہ موت ہے بڑی دیدہ ریزی کا کام ہے "۔

تو حضرت جتنی منطق یہ افیمی جانتا تھا اس سے سوا البتہ زیادہ ہم جانتے ہیں۔ رشتۂ سخن کے تنکلے کو الجھا دینا بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ چینی کا خمیر چالیس سال میں اٹھتا ہے۔ پس قانونی نکتہ چینی کا خمیر اٹھنے کو سو برس درکار ہوں گے۔ تیل دیکھیں گے تیل کی دھار دیکھیں گے۔ آپ ہر ایک قانون پر عمل درآمد جاری رکھیے دنیا جب کچھ میں چاخ کرے کہ دیکھیے ذرا اللہ گھبرائیے کیوں ہو۔ تحقیقات ہو رہی ہے عنقریب یہ قانون گا دُکھ جائیگا۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسلی۔ بس ایک طرف اُدھم مچے دوسری طرف تو تم ہو "۔

قابوچی:۔ اچھا یہ تو بتائیے کہ آپ ہیں کون ؟"

دوست:۔ اے حضرت ہم خادم ملک ہیں جلیل ہیں آپ کے وفادار جاں نثار فرمانبردار ہیں قوم کے نو ساختہ لیڈر ہیں۔ آپ کی عنایت کے محتاج ہیں۔ آپ کے در کے گدا ہیں اور خدا سلامت رکھے آپ نے بناد یا وہی ہیں "۔

قابوچی:۔ اہا دستا مجھے بھی اسی جواب کی امید تھی۔ پس تو پھر ساری ذمہ داری آپ کے سر آپ جانیے آپ کا کام جانے۔ ہم اس وقت تک آپ کے کام میں دخل نہ دیں گے جب تک ہمارا نقصان نہ ہوگا۔

دوست:۔ اے حضرت نقصان چہ معنی دارد۔ بھلا ہم جان نثاروں کے ہوتے ہوئے نقصان ہو سکتا ہے ؟"

صرف و نحو کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ جب دو حرف ایک جنس کے ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں تو کسی نہ کسی طرح ادغام کا قاعدہ جاری ہو جاتا ہے۔ ایک جینے میں تو یہی دوسرے میں یہی۔ غرض نہ ادھر حسن نیت نہ اُدھر حسن عقیدت ادغام ہوا اور خوب ہوا۔ جہاں یہ چاہیے ادغام میں تشدید اور تشدید میں شدت و تشدد لازم ہے۔ میاں قابوچی سمجھے کہ اچھے دوست ملے اگر آزادی کے ساتھ انتخاب ہوتا تو خدا جانے کیسے دوستوں سے پالا پڑتا۔ بلی کے بھاگوں چھیکا ٹوٹا مصلحت ہو یا نہ ہو جس بات کو ہمارا دل چاہے گا وہی ہو کے رہے گی "۔

قابوچی:۔ اچھا جناب منظور۔ آپ کی جان نثاری بھی منظور۔ آپ کی عہدے داری بھی منظور۔ اور آپ کا دخل در معقولات بھی گوارا۔ لیکن ذمہ داری نازک شیشہ ہے اس میں ٹھیس نہ لگنے پائے "۔

دوست:۔ یہ آپ کے فرمانے کی بات ہے ؟ ہم ان کی رگ و پے سے واقف ہیں کیا مجال جو یہ لوگ چوں بھی کر سکیں حضرت آپ نے وہ مثل نہیں سُنی۔ " زبردست کا ٹھینگا سر پر " یہ چند لاٹھی باشی کی جھگی نیبے بقال احمق حقیقت ہی کیا رکھتے ہیں۔ ایک کانسٹبل کی ڈانٹ میں تو پیشاب خطا ہو جاتے ہیں۔ غلامانِ خاص جھوٹ نہیں کہتے باور نہ ہو تو مسٹر گوڈائین سے پوچھ لیجیے ان کی ٹھوکر سے اور تلیوں کی تلی سے بارہا لڑائی ہو چکی ہے۔ مگر ہمیشہ اُن کی ٹھوکر کو فتح ہوئی اور تلی کو شکست۔

گوڈائین:۔ او کالا آدمی سُور کا مافک! تم سب ٹھیک بولا۔ ہندوستانی ڈیم میڈ الیٹ ہام سے بٹ ڈرتا۔ بٹ بابو لوگ انگریجی سیکھ کے ہم سے جبان لڑاتا سو پولیس ان کو ٹھیک کرنے سکتا "۔

قابوچی اور گوں گیرے دوست

(جیب کو تیا)

(دوسری ملاقات، الی یوم الوقت المعلوم)

دوست:۔ آداب عرض لاتا ہوں "۔

قابوچی ۔ بندگی عرض کیجیے مزاج تو بخیریت ہے؟"

دوست :"آپ کی جان و مال کو دعا دیتا ہوں"

قابوچی :"اس وقت کہاں تشریف لائے!"

دوست :"حضور والا! یہ تو کوئی پوچھنے کی بات نہیں یہیں حاضر ہوا ہوں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں"

قابوچی :"میرا مطلب یہ تھا کہ تشریف لانے کا باعث کیا ہے؟"

دوست :"آپ کے در دولت کی حاضری میرا عین فرض ہے"

قابوچی :"درست ہے تو گویا اس وقت جناب کسی خاص مطلب سے نہیں آئے ہیں۔ آئیے آئیے کرم کیجیے کرسی لیجیے۔ کہیے بال بچے تو اچھے ہیں!"

دوست :"کیا عرض کروں گھر تو سب خیریت ہے مگر شہر میں ایک طوفان عظیم برپا ہے"

قابوچی :"اوہ ہوگا شہر جانے اور اہل شہر"

دوست :"نہیں جناب۔ اس طوفان عظیم کے گرداب میں میری اور آپ کی دونوں کی ٹنگڑی پھنسی ہوئی ہے"

قابوچی :"کیا فرمایا میری ٹنگڑی۔ میری؟"

دوست :"جی ہاں آپکی ٹنگڑی اور میری بھی"

قابوچی :"اخاہ! آپ کی ٹنگڑی گئی جہنم میں مگر یہ آپ نے بری سنائی کہ اینجانب کی ٹنگڑی بھی پھنسی ہوئی ہے"

دوست :"تو آپ کچھ فکر نہ کیجیے ع

جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے"

قابوچی :"واہ جناب یہ کیونکر ممکن ہے کہ آفت آ سکے اور فکر نہ پیدا ہو۔ مگر آپ سے مجھے یہ امید نہ تھی کہ اپنی اور میری دونوں کی ٹنگڑیاں پھنسائیں گے"

دوست :"اے حضرت اس میں میرا قصور ہی کیا ہے؟ شہر میں بلوہ مچا ہے اس کا اثر میری اور آپ کی ذات پر ضرور ہونا چاہیے"

قابوچی :"کیوں جناب! آپ کا قصور نہیں تو کیا میرا قصور ہے۔ میں بیچارہ یہاں کا رہنے والا نہیں۔ سات سمندر اُس پار سے آیا ہوں۔ ابھی چھ چھ آٹھ دن تو مجھے آئے کو ہوئے۔ نہ نہ یہ میری ٹنگڑی پر مصیبت آپ کی لائی ہوئی ہے۔ ہائے ہائے میری ٹنگڑی"

دوست :"ابھی آپ کو اپنی ٹنگڑی کی پڑی ہے یہاں گھر بھر موت سے آنی ہوگیا ہے۔ بوڑھے کو انگ گاندھی نے خراب کیا۔ بی بی جدا منہ پھلائے بیٹھی ہے۔ کہتی ہے دودھ لے تو یہ مہربانی بخشو گی داماد صاحب بھلا کس کی سنتے ہیں۔ بیٹی کیا دی خلافت کو دیا۔ بھتیجا بھائی اور سالا جیل خانے کی سیر کر رہا ہے۔ اب بتائیے کہ ٹنگڑی آپ کی پھنسی کہ میری۔ میرا انتظام کس کام کا۔ یہ بھی کوئی انتظام ہے کہ جس کو پایا پکڑا اور جیل میں بند کر دیا۔ چڑیماروں کا کام ہے یا کسی حکومت کا؟"

قابوچی :"دیکھیے آپ کے عزیزوں کو چھوڑ دینا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ اے لیجیے چھوڑ دیا۔ مگر ان کو سمجھا دیجیے کہ پھر سے ان مقابلہ میں طالب نبرد نہ ہوں۔ رہی آپ کی ساس تو اُن کا گال پھولا ہے تو آپریشن کرائیے ٹھیک ہو جائے گا"

دوست :"ابھی جناب آپریشن کیسا وہ نان کوآپریشن کیے بیٹھی ہے۔ گاڑھے کی چدر۔ یا اوڑھے چرخے کی گھنونی بجائے پستول کے ہاتھ میں لیے اچھی خاصی شریف زادی نئی ستیہ گرہ بنا رہی ہے۔ لڑکی اپنے شوہر کے غم میں گھل کے کانٹا ہوگئی۔ کہتی ہے کہ ایسے باپ کا منہ نہ دیکھوں گی جس نے داماد کی پروا نہ کی ایک آفت ہو تو کوئی کہے۔ اکیلا میں ہی اس آفت میں مبتلا نہیں ہوں آپ ہی دوستی ہی مصیبت ہے جس نے اختیار کی اُسے دشمن درکار نہیں۔ گیدڑ یال بابو ہائے ہائے کرتے ہیں۔ جگت پرشاد روتے ہیں۔ گرد بڑے سہلے منہ پیٹتے ہیں خطاب اُن کا بُرا حال ہے مرزا حماقت بیگ کو بول سکے تار نے دست آ رہے ہیں۔ آپ کی محبت کا چورن درکار ہے۔ راجہ فتح طیم خاں کی سٹی بھولی ہے۔ بس لائق اور لازم یہ ہے کہ جلد تر تصفیہ معاملات کی کوشش کیجیے"

قابوچی :"اب پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کون ہیں؟"

دوست :"جی خادم ملک و قوم"

قابوچی :"غلط! ملک کو آپ کی خس پروا نہیں۔ بارہا آپ نے پبلک کو مخاطب کیا مگر صدائے برنخاست اکثر آپ نے تقریر فرمائی مگر سوائے لعنت آمیز نعرہ مسرت کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ قوم نے پیچھے مڑ کے بھی نہیں دیکھا کہ کون چلاتا ہے"

دوست :"مگر حضور ابھی اب تک ہم کو میٹھے ہے اور ہم سے ایسی قسم کے کام بھی لیے"

قابوچی :"یہ بھی غلط! حضور ایسے احمق نہیں ہیں۔ آپ نے محبت جتائی۔ خوشامد سے ہو اپنی غرض سے ہو۔ خواہ کسی راہ سے ہو اینجانب لے خلاف مروت سمجھا کہ آپ کا قول رد کر دیں"

دوست ۔ "اچھا یوں ہی سہی وفادار تو ہیں"

قابوچی :"جناب اس میں بھی تامل ہے کیا معنی کہ اگر وفادار تو اتنا تھا اتنا جذبہ اتنا تہا نہ دکھاتے۔ ہمارے نزدیک تو آپ کسی مرض کی دوا نہیں۔ صرف زینت دربار ہو سکتے ہیں۔ جہاں سیکڑوں گلدستے ہزاروں تصویریں طاق و دیوار کی سجاوٹ ہیں وہاں چند چلتی پھرتی مجرد کمخواب سے منڈھی ہوئی تصویریں بھی کرسیوں پر رکھ دی گئی ہیں۔ باقی رہا نیابت قوم و خدمت ملک کا دعوے تو وہی مثل ہے "بنیا تو اتنا نہیں آپ کہتے ہیں بوہ کر دے"۔ ملک آپ کی سنتا نہیں نہ آپ کی خدمت سے راضی ہے"

دوست :"مگر حضور ہم آپ کی دوستی و نیازمندی کا فخر ضرور رکھتے ہیں دیکھیے خدا کے لیے اس سے اختلاف نہ فرمائیے گا ورنہ رہا سہا ہماری زندگی کا سہارا بھی جاتا رہے گا اور اسی دوستی کے بھروسے پر التماس ہے کہ ان فسادیوں سے قول قرار کر لیجیے۔ سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست۔ بیخ دولت"

قابوچی :"خوب یہ اچھی دوستی ہے کہ آپ اینجانب کو دباؤ ڈال کے آمادہ کرتے ہیں۔ اسے حضرت پہلے ان فسادیوں سے تو پوچھیے اُن سے فساد تو موقوف کرائیے کیا کہوں آپ ہی منع کر چکے ورنہ میں تو یہی کہتا کہ دوستی میں بھی کلام ہے خالی خوشامد کرتے رہے ملک و اہل ملک کے مطالبات سے غافل رکھا۔ ہاں میں ہاں ملائی تنخواہ نوشجان کیں۔ اگر یہی دوستی ہے تو خیر آپ کی خاطر سے میں تسلیم کیے لیتا ہوں"

دوست :"واللہ دیکھیے کچھ ہی دن گزرے۔ اسے یہی برسات کا تو ذکر ہے کہ ہم حضور کے ساتھ بارہ ملا گایا کرتے تھے۔

جلد ۱۹ نمبر ۱۱

مضامین

(مورخہ ۲۶ - مارچ ۱۹۳۴ء)

غزل

(از حضرت فرزانہ شاعر بے مثل و یگانہ احمق پھپھوندوی)

یہی بدبخت ہے آپ کا ہاں یہی ہے ۔۔۔ عدو کے تمرد کا درماں یہی ہے
جو کالج سے نکلے تو ہوٹل میں پہونچے ۔۔۔ ہمارے تمدن کا میداں یہی ہے
ڈراتا ہے شیطاں سے شیخ عجب ۔۔۔ اگر ہم سے پوچھو تو شیطاں یہی ہے
گدائی کو غنمت پہ ترجیح دیں گے ۔۔۔ مسلماں ہیں ہم کو آساں یہی ہے
یہ پانی میں مچھلی یہ چڑیا ہوا میں ۔۔۔ جو حیواں ہے بالکل وہ انساں یہی ہے
لب یار تک دسترس ہو خدایا ۔۔۔ مجھے لعل و یاقوت و مرجاں یہی ہے
جو غیر حق کا کوئی خوف دل میں ۔۔۔ مسلماں کی اصل ایماں یہی ہے
بُری شئے ہے آپس کی نااتفاقی ۔۔۔ ہماری تباہی کا ساماں یہی ہے

یہی ہے جسے لوگ کہتے ہیں احمق
فکاہات کا مرد میداں یہی ہے

غزل

(از جناب مرتضیٰ حسین صاحب رضوی تحسین لکھنوی)

وہ گایا راگ وحشی نے صدا آئی بیاباں سے ۔۔۔ ہزار دل شگر ہو سے پیدا ہر اک تار گریباں سے
بڑا گستاخ ہے دیدوں سر اکچھ آہ سوزاں سے ۔۔۔ فلک اچھا نہیں ہے سر اٹھانا قصر جاناں سے
نہ تام کو دکھانے کے لیے بربادیاں اپنی ۔۔۔ وہ ٹکڑے ساتھ لایا ہوں جو پھاڑے تھے گریباں سے
وہ چرخا کاتتے ہیں یہاں پڑا تا نا تمھاری میں ۔۔۔ میاں گاندھی کو کیا مطلب ہے حال پریشاں سے
نکل جائے گا گھر سا ماہ کامل جسکو کہتے ہیں ۔۔۔ خدا محفوظ رکھے آپ کو آہ غریباں سے
لہولہی گیا سر اس طرح دیوار پر پھوڑا ۔۔۔ محبت ہو گئی زنداں کو بھی مجھکو زنداں سے
گرمن تیغ ہے ابرو پہ بل ہے ترچھی نظریں ہیں ۔۔۔ انھیں دیکھا ہے ہم نے آج کتنے ساز و ساماں سے
بنا ہے جانے ہو نشتر زنی کی رسم میت سے ۔۔۔ کفن سینے کو بھیجے سوزن خار مغیلاں سے
کہیں چھینٹیں لہو کی حشر میں مجرم نہ ہو جاویں ۔۔۔ مرے قاتل وہ ٹکڑا پھاڑ لے تو اپنے داماں سے

کہا جو کچھ بھی میں نے در بغل اسکو تحسین رکھا
بچرائے گا کوئی مضموں کیونکر میرے دیواں سے

جامع اللغات و نوراللغات

(نمبر ۲)

حاجی زمزم اللغات افادہ فرماتے ہیں " اشفاق (ع) - بالفتح شفقت کی جمع ۔ حالانکہ یہ شفق کی جمع ہے بمعنی مہربانی۔

اصحاب کی بحث میں " اصحاب الغراض " کو بھول گئے جو فقہی اصطلاح ہے جس کے معنے ہیں وہ لوگ جن کا شرعی حصہ معین و مقرر ہے۔

اسطقس اور اسطوانہ دونوں لفظیں حضور کو یاد نہیں آئیں۔ شاید وہ امیر اللغات وغیرہ میں نہ ہوں گی۔ جامع اللغات میں بھی نہیں ہیں۔

اسطوانہ - ریاضی کی اصطلاح ہے یعنی وہ شکل جس کو دو متوازی دائرے دو طرف گھیرے ہوئے ہوں اور یہ دونوں اس کے قاعدے ہوں جن کے درمیان ہو کے سطح مستدیر پہونچے۔ اس سطح کے وسط میں ایک ایسا خط فرض کریں جو موازی ہو اس خط کے جو اس کی سطح پر درمیان دونوں قاعدوں کے فرض کیا جائے۔

اسطقس لفظ یونانی ہے جس کے معنی ہیں اصل۔ عناصر کو اسطقس اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ جمیع مرکبات کی اصل ہیں۔

لاحول ولا قوۃ پھر وہ الفاظ یاد آ گئے جن کی تفصیل کا وعدہ بعد از ختم تبصرہ ہے۔ قلم سے صبر ہی نہیں ہوتا۔ خیر جناب جامع اللغات نے لفظ اشمام لکھا ہے مگر اس کے معنے خوشبو پھیلانے چھڑکنے لگانے کے غلط لکھے ہیں۔ اس کے معنی ہیں سونگھنا سونگھانا

اصرار کے معنی دونوں کتابوں میں لکھے تو ہیں مگر علمی اور منطقی طریقے سے نہیں ہٹ، تکرار، ضد، کے عوض لکھنا چاہیے تھا " ایک ہی فعل پر یا ایک ہی طرح کے فعل پر استقامت۔

اطناب (بالفتح) صاحب جامع اللغات لکھتے ہیں کہ اس کے معنی خیمے کی رسیوں کے ہیں۔ اور یہ صحیح ہے مگر انھیں اطناب (بکسر اول) کی توضیح بھی کرنی چاہیے تھی۔ اس لیے کہ یہ بھی بہت مستعمل ہے یعنے ادائے مقصود زیادہ از عبارت متعارفہ۔ یعنے بیکار کا تانا بانا پرانا۔

اعارۃ - فقہی اصطلاح - دونوں میں نہیں - (بغیر مالی عوض کے صرف منافع کی تملیک)

اعتبار - دونوں میں ہے مگر منطقی تعریف سے خالی - یعنی نظر ایک حکم ثابت میں جس معنی کے واسطے وہ ثابت ہو۔

اعتذار - کے معنی ہمارے دوست حاجی زمزم اللغات نے " عذر " کرنا لکھے ہیں اور صاحب جامع اللغات نے بھی ان کی پیروی کی ہے۔ حالانکہ دو لفظوں میں معاملہ ختم ہو جاتا لکھ دیتے کہ " محو اثر گناہ "، یا گناہ کا دھبا مٹانے کی کوشش۔

دونوں دوستوں نے اعتراض کے معنی لکھے تو صحیح ہیں مگر اصطلاح بدیع سے تعرض نہیں کیا۔ یعنے اثنائے کلام یا دو کلاموں کے درمیان ایک ایسا جملہ لانا جو کوئی نکتہ رکھتا ہو۔ مثلاً اللہ میاں فرماتے ہیں یجعلون للہ البنات " سبحانہ " ولھم ما یشتھون (اور خدا کے لیے لڑکیاں سمجھتے ہیں " پاک ہے وہ ") " سبحانہ " کہہ دینے سے اس کی تنزیہ اور پاکیزگی لڑکیوں کا باپ ہونے کے قبح سے ظاہر ہو گئی۔ یہی نکتہ اس کلمے میں ہے۔

اسے حشو ملیح بھی کہتے ہیں۔ ایک حشو قبیح بھی ہوتا ہے جسے بالفاظ دیگر اعتراض قبیح کہنا چاہیے اس میں اعتراض کسی نکتے کو ظاہر نہیں کرتا۔

علی ہذا القیاس اعنات بھی ایک اصطلاح ہے جسکی تعریف یہ ہے کہ شاعر اپنی ذات کو تنگی شدت اور طرح طرح کے قیود میں پھنسائے جیسے ؎

گیا سینہ چھن گیا دل بھی چھن چھن نہیں ملتے چھن تیر سے کو کرو

میں ہمارے آخری تاجدار دہلی حضرت ظفر مرحوم نے اطریق لزوم ما لا یلزم چھن چھن چھن کے جمیع حرکات کی پابندی پہلے دوسرے مصرعے میں کی ہے "چھن سین چھن" "چھن چھن چھن" اور اپنی خوشی سے طبیعت کو مصیبتوں میں پھنسا لیا ہے۔ یہ لفظ دونوں میں نہیں ہے۔

ہمارے حاجی زمزم اللغات صاحب فرماتے ہیں۔ "اعراب (ع۔ بالفتح) مذکر۔ بدو لوگ عرب کے صحرا نشین۔ اس معنی میں یہ ایسی جمع ہے جس کا مفرد مستعمل نہیں"

یہ تو صحیح ہے کہ عربی زبان میں اس کا واحد مستعمل نہیں مگر آپ نے عام طور پر یہ قید کیوں لگائی۔ چندہ پرور اردو میں تو بایں معنی واحد بھی مروج و مستعمل ہے "ایک عرب آیا۔ کئی عرب آئے۔ انہوں نے میرے اسباب کا جائزہ لیا" خداوند غیاث وغیرہ میں دیکھ دیکھ کے کچھ عربی فارسی بولیے تو غریب اردو پر بھی نگاہ رحم ڈال لیا کیجیے۔ اور جو فارسی یا عربی نا لغت اردو کی نظر آئے تو ان دونوں زبانوں کی گردن پر کند چھری نہ پھیر لیجیے۔ دیکھیے آپ نے افشاں کی تفصیل اس طرح فرمائی ہے:۔

(ف۔ بالفتح) مقیش یا گوٹے کی کترن اس کو آرائش کے لیے ماتھے پر چھنتے اور بالوں پر چھڑکتے ہیں"

آپ کی طرح پہلے غریب پنجابی (جامع اللغات) کو آخر دھوکا دیا۔ وہ بھی اسے فارسی سمجھا۔ فرمائیے تو سہی آپ کب فارس میں گئے تھے اور مقیش کے تار باریک کتر کے آپ کے بوڑھے بالوں پر چھڑکے گئے تھے۔ کب کالی رات میں تارے چمکے تھے؟ جس طرح صاحب جامع اللغات کو دھوکا ہوا اسی طرح ہر ایک خالی الذہن طالب علم کو ہوگا۔ بلکہ ممکن ہے کہ بیرونی شعرا بھی "افشان گیسو"

کی غلط ترکیب استعمال کر جائیں۔ کوئی فارسی لغت یا ایرانی معاشرت کی کتاب ایسی ہے جس میں یہ رسم درج ہو؟ حضرت یہ چونچلے ہندوستانی بیاہ کی خوشی کے ہیں۔ جہاں اچھا بھلا چہرہ مسبوزڈل کی کلغی بنایا جاتا ہے۔ گوند لیا اور پٹیاں بنا کے بالوں کی جڑوں میں افشاں کی جھالر یا گوٹ لگا دی ؎

تاروں کے ٹوٹنے کی سماں کو بھائی
افشاں لگا کے چھوڑ دی تمام رات

بہر نہج یہ لفظ ہرگز ان معنی میں فارسی نہیں۔

ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ ہم جامع اللغات کی تصحیح سے (جس نے ہماری اصلاح بکشادہ دلی قبول کر لی ہے) اس بھول چوک میں محروم رہے جاتے ہیں حاجی صاحب کی جگر توڑ پر دانت پیسنے ہی سے مہلت نہیں ملتی۔

بعض قدیم مولفین لغات نے غیر زبان کے الفاظ کی تفصیل سنی سنائی اس وجہ سے کتاب میں درج کر دی کہ ان کے پاس کوئی ذریعہ تحقیق کا نہ تھا۔ یہ سنی سنائی باتیں مشہور ہو کے باعث مغالطہ ہوئیں۔ مثلاً ایساغوجی جسے پانچ قبیوں کا پھول کہہ دیا۔ یا اقنوم سریانی زبان کا لفظ ہے جسے حاجی زمزم نے عربی سمجھ لیا۔ یہ ایک بے احتیاطی ہے ایسی حالت میں صرف متعارف معانی بیان کر کے ذمہ داری سے سبکدوش ہو جانا قرین احتیاط ہے۔ صاحب غیاث اللغات نے اقلیدس کی شرح یوں کی ہے "معنی لغوی ایں لفظ کلید ہندسہ است چہ بزبان یونانی اقلی بالضم کلید و دس بالکسر بمعنی ہندسہ" اور حاجی زمزم اللغات نے جھٹ اس کی پیروی فرمائی کہ ہاں ہاں سچ تو ہے۔ زمزم ایک بڑے میاں ہی کا نام ہے۔

یونانی لغت میں ہمیں تو کہیں اقلی کے معنی کنجی کے ملے نہیں۔ نہ دس کے معنی ہندسے کے۔

ہمیں اس "اعنات" (یعنی اوپر بیان ہوئے) کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی کتابوں کے نام اب بھی ان کے مصنفین کے نام پر ہیں۔ مثلاً حمد اللہ قاضی مبارک۔ ملا حسن۔ میر زاہد۔ ملا جلال۔ یا مصنفین کے وطن کے نام سے مشہور ہیں۔

اقلیدس بھی مقدم الذکر کتابوں کی طرح اپنے مصنفین کے نام سے مشہور ہے بعض تاریخ کی کتابوں میں پایا گیا کہ "اقلیدس" دراصل مصنف کی لڑکی کا نام تھا جس کے لیے مصنف نے یہ کتاب تصنیف کی۔ جو یوں ہر شخص کو غیر زبان کی لفظ پر چون گوئی کا حق زبردستی حاصل ہے تو بندہ میگوید:۔

"اقلیدس یعنی کے بود در ہند "کالی داس" نام کتاب اقلیدس معرب آن است"

صاحب جامع اللغات نے اکلیل الملک (بالفتح) میں ایک لغت گڑھی ہے حالانکہ یہ اکلیل الملک ہے۔ اور غالباً "تاخو نے" کر کہتے ہیں (اب اس وقت کتاب کہاں اٹھنے بیٹھے) اور اقوام کو جو قافیہ کا عیب ہے "ع" سے لکھا ہے جس کے لغوی معنی ہیں رسی کی دو لڑیوں کو دو مخالف سمتوں میں بٹنا۔ بل مخالف ہونے کی باعث دونوں لڑیں آپس میں لپٹتی نہیں جدا رہتی ہیں۔ بل کھل جاتا ہے۔ اصطلاحاً مجرائے قافیہ کے اختلاف کو کہتے ہیں مثلاً شعر کے ایک قافیے کا آخر مضموم ہو۔

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۲۰ ۳۰ سنہ ۱۹۳۴ء

عدالت منصفی دوم ضلع بلندشہر

بلونت و نونت سنگھ پسران فقیرا قوم گوجر ساکنان چھپرہ پرگنہ دادری ضلع بلندشہر مدعیان

بنام

سماۃ بریجانی عرف للدو دختر رگھبیر زوجہ شاسل قوم گوجر ساکن چھپرہ پرگنہ ڈاسنہ موضع قریہ ضلع میرٹھ مدعاعلیہا

ہرگاہ مدعیان نے آپ کے نام ایک نالش بابت دلاپانے اسٹامپ کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۴ ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دعوے کی کریں اور آپ کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کریں جن پر آپ تائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہوں۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور منفصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۰ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۴ء جاری کیا گیا۔

وقت حاضری بدفتر منصفی دوم بلندشہر دس بجے سے چار بجے تک۔

دستخط حاکم بحروف انگریزی

مہر عدالت

جوان طفل مزاج

فاتح بودجہ: "(بجٹ) دیکھی میری نشانہ بازی؟ (محصول افزائی) کیسی جچی تاکی؟"

پنچ: "بہش - اونہ - ایچ"

جاری شدہ ۱۸۳۹ء

ہر قسم کے عمدہ
اور دیرپا خوشبو
کے عطر اور تیل
ذیل کے پتہ سے
طلب فرمائیے

تار کا پتہ: "حنا" لکھنؤ

ایجنسی

کی پیشکش محض اپنے قدردان پبلک
کی سہولت کے خیال سے کی گئی ہے
مستقدبہ منافع کے خواہشمند حضرات
مرادی تین آنہ کے ٹکٹ بھیجیں
اور قواعد و ضوابط طلب فرمائیں

ٹیلیفون نمبر ۱۳۹

علی محمد علی تاجر لکھنؤ

شاخیں: قنوج حیدرآباد دکن دہلی منصوری

دوسرے شعر کا قافیہ گکسور الآخر ہو۔ دل لگی یہ کی ہے کہ اس کا مادہ (د ق ع) سمجھ پڑ جاتا) لکھا ہے جو بے اصل ہے۔ (باقی آئندہ)

مراقــــــــــــــــــم

خاکسار ادیبا بالغات

سلطنتِ خداداد میسور

(مولفہ محمود خان صاحب محمود بنگلوری)

یہ ایک دلچسپ ضخیم کتاب ہے جس میں حیدر علی نائک مرحوم اور اُن کے شہید فرزند سلطان ٹیپو کے تاریخی حالات مندرج ہیں۔ نصف صدی کا یہ مختصر عہد بھی عجیب تھا کہ صرف ایک ہی پشت میں ایک نئی سلطنت کا آغاز و انجام ہو گیا لیکن سرگرمی کے اعتبار سے دیکھیے تو خدا کی پناہ عالم بھر کی گہما گہمی ایک طرف اور ان باپ بیٹوں کی جو چار سمتوں سے مختلف قسم کے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے جد و جہد ایک طرف۔ واقعات مشہور ہیں اور شاید جب تک دُنیا قائم ہے اسی طرح زبان زد رہیں گے خصوصاً انگریز تو کبھی فراموش نہیں کر سکتے کیا معنی کہ تمام ہندوستان پر قبضہ کرنے میں تو انھیں نرم نرم تر تر اتے حلوے کا مزہ آیا لیکن اس چار بالشت زمین کے سنگریزے لوہے کے چنے بن گئے۔ دانتوں پسینا آگیا — رات کی نیند، دن کا چین حرام کیسا کھانا کیسا پینا۔ مگر دشمنوں کے ارادے کی مضبوطی اہل وطن کا زود شکن ہونا جیسا مقدر۔ بہادری پر عیاری کا غلبہ۔ اعتبار پر نمک حرامی کا وار۔ یہ باتیں کوئی نئی نہیں ہندوستان کے واسطے بہت قدیم ہیں۔ اور انھیں باتوں کی تفصیل اس کتاب میں دی گئی ہے۔ اتنا ہم جانتے ہیں کہ اس کتاب کے دیکھنے سے جہاں دل میں کھولن ہوتی ہے وہاں جا بجا ہنسی کا سامان بھی ہے۔ مثلاً:—

(۱) **حیدر علی کا ٹھو۔** کھنڈے راؤ ایک کارندہ تھا جس پر موصوف کو اعتماد تھا۔ آخر اس نامعقول نے شکریے کے عوض محض بدخواہی پر کمر باندھی۔ حیدر علی نے جب اُس پر قابو پایا تو جان بخشی کی سفارشیں پہنچنی شروع ہوئیں۔ اور انھیں وعدہ کرنا پڑا کہ "میں اسے ایک طوطے کی طرح پالوں گا۔ لوگ سمجھے کہ چمکاری دیں گے گنڈھا پہنا کے انگھلائیں گے پاس رکھیں گے۔ مگر اُنھوں نے سچ مچ اسے مٹھو ہی بنا دیا۔ بڑے سے لوہے کے پنجرے میں بند کر کے دودھ بھات سے تواضع کرنی شروع کر دی —۔ یہاں تک کہ مرغِ نفس ست گردھت رام چرن "تا" کہتا پرواز کر گیا۔

(۲) **یاسین خاں** ایک حیدری سردار تھا مگر اپنے آقا سے بہت مشابہ۔ لڑائی میں دشمنوں نے اسے حیدر علی کے دھوکے قید کر لیا۔ اور خوب آؤ بھگت کی۔ سردار یاسین خاں نے منہ میں گھنگھنیاں بھر لیں۔ خاطر مدارات سے دونوں فائدہ اُٹھاتے رہے۔ دشمنوں کو یقین ہو گیا کہ لڑائی ختم ہو چکی۔ نقلی حیدر علی دشمنوں کی قید میں، اور اصلی حیدر علی جنگ کی گھات میں۔ بھید اُس وقت کھلا جب دشمن (ترنک راؤ) سے اور حیدر علی کی فوج سے مڈبھیڑ ہوئی۔

(۳) **مڈبھیڑ ہوئی تو کیونکر۔** بُری طرح۔ ترنک راؤ اپنی تمام فوج کے ساتھ کسی مذہبی غسل میں مصروف تھے۔ حیدر علی نے حملہ کر دیا اور لگا خون پانی ایک ہونے۔ آخر ترنک راؤ جی کے غسل کا پانی لوہے کی آگ ٹھنڈی نہ کر سکا اور حضرت میدان جنگ سے نہیں رہا تے جنگ سے اس طرح بھاگے کہ دھوتی سے پانی کے فوارے اور دل سے آب ندامت کے شرارے نکل رہے تھے۔

(۴) **راجہ بابکل واڑی** کا شوق افیون شاید اپنے طرز میں بے نظیر ہے۔ یہ ایک چھوٹی ریاست کے مالک تھے اور کئی کوٹھیاں اس حسینۂ سیاہ رو سے آباد کر رکھی تھیں۔ تودے کے تودے۔ ڈھس کے ڈھس بنا رکھے تھے پھر بھی دل سیر نہ ہوتا تھا اور لب پر یہ کلمات حسرت جاری رہتے تھے کہ "ہائے یہ پہاڑ پتھر کے نہ ہوتے افیون کے ہو جاتے"۔

راجہ صاحب ہر وقت اونگھا کرتے۔ بی بی بلائیں تو اپنے ارادے سے کبھی نہ جاتے۔ رانی کی مائیں گود میں اٹھا کے لے جاتیں اور جوگے کی طرح سامنے ڈال دیتیں۔ حیدر علی نے جب ان سے پوچھا کہ آپ کس قدر خراج عنایت کریں گے تو فرمانے لگے۔ "ارے کئی سوئن افیم بھری پڑی ہے جتنی چاہیے لیجاؤ"۔

(۵) **نواب کرنول** سے اور حیدر علی سے لڑائی چھڑی نواب صاحب کے ایک پیر تھے سکین شاہ جذبے میں آکے فرمانے لگے۔ جب تک پیروں کا قدم یہاں ہے حیدر علی کی مجال ہے جو ادھر نگاہ بھر کے دیکھے وہ قوت دکھاؤں کہ بھسم ہو جائے۔ مرید پہلے ہی سے پیر صاحب کی کرامات پر ایمان رکھتا تھا — اس ہمت افزائیے کو سپر بنا کے حیدر علی سے بھڑ گیا۔ عین گرمی جنگ میں پیر صاحب گریختن کا مصدر گردان کے چلتے ہوئے یعنی جب تک آپ ساتھ رہے مرید گرفتاری سے بچا رہا اور جیسے ہی قدم درویشاں ہٹا بلا نے ہجوم کیا۔

(۶) **جب انگریزوں نے قلعہ کاٹ مینا کا محاصرہ کیا** اور سیڑھیاں لگا کے فصیل پر چڑھنے لگے تو محصورین نے جان لڑا دی۔ مگر عورتیں بھی دفاع سے باز نہ آئیں اور کچھ اور نہ ہو سکا تو کھولتے ہوئے پانی میں گوبر گھولا دیوار کی منڈیر پر چڑھیں اور صاحب لوگوں پر محلول گوبر کی گرما گرم پچکاریاں اور ہانڈیاں مارنے لگیں۔ حال اچانک تھا۔ صاحب لوگ کوٹ پتلون ٹوپیوں سے پونچھتے بھاگے "او ڈیم تم سب کھراب۔ ڈرٹی"

(۷) **آہ ہندوستان بھی کیسا بھولا ہے۔** جو چاہے دو چھلا ستروں میں بہلا لے۔ ذرا سی بات ہے کہ ڈیوک آف ولزلی نے تعزیوں کی تعظیم کی۔ جو تعزیہ نکلا صاحب نے تعظیماً ٹوپی اُتاری۔ کرسی چھوڑی۔ دو تین قدم گردن جھکا کے مشایعت کی۔ جہازی کی کشتی میں سے تھوڑا سا روپیہ تعزیوں پر چڑھایا یعنی دشمنوں کا نقدِ دل مٹھی پر لے لیا۔ شہرت ہو گئی کہ صاحب مسلمان ہے ہمارے مذہبی رسموں کا ادب کرتا ہے۔ کیا کہنا۔ اللہ کرے ملک اسی کے قبضے میں چلا جائے۔

(۸) **ایک جگہ حیدر علی اپنے دشمنوں کو دھوکا دے** کے نکل جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اور قلعہ میں محصور تھا۔ اُس نے بانس کی کھپچیوں کو سپاہیوں کی وردیاں پہنا کے فصیل پر کھڑا کر دیا۔ دشمن سمجھے کہ محصورین ہوشیار و بیدار ہیں۔ مگر چور دروازے سے تمام فوج نکل گئی

صبح ہوئی دعبیر دن تا بتہ رہا تھا۔ تاہم گولی بارود بانس کے خاطر خواہ پہنچا دہ۔

(۹) کہا جاتا ہے کہ حیدر علی کے ساتھ انگریزوں نے بارہا عہد شکنی کی۔ اس وقت سے حیدر علی ہمیشہ انگریزوں کو جھوٹا کہا کرتے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ دیکھو انگریزوں کا صبر ٹوٹا یہ نوبت آگئی کہ لارڈ کرزن نے بھری محفل میں ہندوستانیوں کو جھوٹے کا لقب دیا۔ اب کوئی ہندوستانی مشکل سے ولایت میں سچا سمجھا جاتا ہے۔ بھلا کرزن صاحب کا دیا ہوا سارٹیفکٹ غیر مستند ہو سکتا ہے!۔ مذاق ہے تو بھی خوب ہے۔

اسی طرح کے بہت سے دلچسپ افسانے ہیں۔ خصوصاً شہزون کے واقعات۔

کتاب کی خوبی میں کوئی کلام نہیں۔ اچھی اور بہت اچھی۔ نہایت محنت سے مرتب ہوئی ہے۔ یہ واقعات جانچ کے لکھے ہیں۔ اکثر تاریخی تصویریں بھی دی ہیں۔ اس قابل ہے کتب خانوں میں محفوظ رکھی جائے۔ قیمت چار روپے۔ ملنے کا نشان محمد سراج الدین نمبر ۹ بلاکپلی روڈ۔ بنگلور چھاؤنی۔

میاں فریدوں

(نمبر ۶)

(مورخہ ۱۲- فروری ۱۹۳۴ء)

آج صنم کدۂ فریدونی میں خاصی چہل پہل ہے۔ کیوں نہ ہو۔ صورت دار معشوق کے لیے بھی عاشق کا مرغ دل پھانسنا کوشش کا محتاج ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

قند چوں دیے پے اصید بیش ما تماشا کن

شکر را در گرفتن از سر دم کم خمیده نیست

ہمارے فریدوں صاحب معشوق نہ ہونے کے باوجود رئیس الدولہ کا مرغ دل پھانسنے کی فکر میں ہیں۔ پائیں باغ کا کوڑا کرکٹ اس لیے صاف ہوا کہ خدا نخواستہ مہمان کا دل میلا ہو۔ روشوں پر پانی اس وجہ سے چھڑکا گیا کہ گرد کدورت کو اڑنے اور شیشۂ دل مکدر کرنے کی قوت نہ رہے۔ اجلی چاندنی کی چوکیاں اس نیت سے بچھائی گئیں کہ تیوریوں پر شکن نہ پڑے۔ درخت اور گملے اس واسطے سینچے گئے کہ شجر فکر میں تازگی آجائے۔ کوری کوری صراحیوں کا اور برف کا انتظام بدیں غرض ہوا کہ دل ٹھنڈا کر کے مہمان کے شوق کی پیاس بڑھانی مقصود تھی۔ سوندھی سوندھی کاغذی شابابات سے مندھی ہوئی چنبیلی گلو ولیو کی ہانڈی اس مطلب سے مہیا کی گئی کہ خون ٹھکرانے کا شگون ہو جائے۔ ہوشیار رنائی ختنہ کرنے کے بعد پیک تھوک دیتے ہیں اور بچہ سمجھتا ہے کہ اس کے جسم سے خون نہیں بہا یہ پان کی پیک ہے۔ کلیجہ کوئی بچے کی سلمانی تو ہے نہیں کہ غیر کے منھ کی پیک وہاں پہونچ سکے۔ خود ہی منھ لال کرو اور خود ہی شک میں پڑو۔ نفیس نیچوانوں کا اہتمام اس باعث ہوا کہ خوشبودار تمباکو کا دھواں دل سوختہ کی چراہند کو چھپائے۔

شیشے کی پری طاق پر یوں براجی کہ موقع پائے گی تو مہمان کے شہزادۂ ہوش و خرد کو از خود رفتگی کے راجہ اندر کا اکھاڑا دکھائے گی۔ گائے گی ناچے گی اُسے دیوانہ بنائے گی خود بیچر کی ہو جائے گی۔

کسی قدر نقل دفواکہ کا بھی انتظام ہے کہ منہ کی ناگوارائی دفع کرنے اور دل لبھانے کا یہ بھی ایک دام ہے۔ ایک خلوت کی جگہ مسند و قالین سے آراستہ ہے اس کی علت اصلی وہی سمجھ سکتا ہے جس نے مسیلمہ کذاب اور سجاح کذابہ کا افسانہ سنا ہے۔

اہتمام کچھ اور بھی ہے جس کا ذکر اثنائے حال میں خود ہی ہو جائے گا کون طول دے۔ ایک بجا دیکھے آفتاب جلالہ کا جی نڈھال ہوا۔ ہوا کی سرسراہٹ مضمحل ہوئی۔ اور ہمارے رئیس الدولہ بہادر کی فٹن گھن گھن کرتی صنمکدۂ فریدونی کے دروازے پر تھی۔

"آداب تسلیمات۔ کورنش بجا۔ بھائی صاحب مزاج شریف۔ الحمد للہ۔ آئیے تشریف لائیے۔ آپ کے دیدار سے بہت جی خوش ہوا۔ بڑی دیر سے منتظر تھا۔ ہیں ہیں یہ ہیں عنایت ہے۔ محبت ہے۔ سعادت ہے۔ کیا عرض کروں۔ دیر ہوگئی"

اسی چنیں چناں میں راہ طے ہوگئی۔ رئیس الدولہ اور دروغہ براتی کا استقبال بڑی آؤ بھگت سے ہوا۔ اسے یہاں فریدوں صاحب نے کہا مگر بالک بالمی گنوار دروغہ براتی کا وجود میاں فریدوں کے دل میں کانٹا سا چبھا۔

"ہونہہ۔ دیکھیے گا بے وقوفی۔ آئے تو ہیں رنڈی بازی کرنے اور لائے ہیں باوا کو ساتھ۔ بیوقوف مر گئے اولاد چھوڑ گئے بلی ہکو ٹری۔ بے بھلا یہ کون سا تک ہے۔ مگر خیر میں بھی اپنے نام کا فریدوں ہوں جو ہمیشہ کے واسطے دروغہ صاحب کو رئیس الدولہ کے یہاں سے نکلوا نہ دیا تو نام رکھا۔ یہ گنوار بڑے سیانے ہوتے ہیں۔ بڈھا ایک ہی گھاگھ ہے ہماری تدبیر کی دیوار میں رخنہ ضرور ڈالے گا"

فریدوں صاحب اٹھے کمرے سے باہر نکلے صحن میں آئے اس طرح کھڑے ہوئے کہ صرف رئیس الدولہ کا سامنا تھا۔ جنبش انگشت رئیس الدولہ کو بلا کے فرمایا۔

"بھائی صاحب یہ کیا غضب کیا جو دروغہ صاحب کو ہمراہ لائے۔ بھلا جوانوں میں ایسے کھوسٹوں کا کیا دخل ہے"

رئیس الدولہ "کیا عرض کروں۔ دروغہ صاحب کچھ آپ کی ذات سے مطمئن نہیں۔ باصرار ہمراہ آئے ہیں۔ میں نے لطائف حیل میں ٹالا مگر وہ ارادے سے باز نہ آئے۔ میں صراحتہً انکار نہ کر سکا"

فریدوں "اب کیا ہو۔ یہ شریک صحبت رہے تو مشکل ہوگی۔ مجھے تو ان کی پروا نہیں۔ البتہ آپ......"

رئیس الدولہ "بے شک یہ ہیں میرے باپ کے ملازم۔ اور میں ان کا لحاظ کرتا ہوں"

فریدوں "تو پھر مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنی حماقت سے اس بھوت کو یہاں سے دفان کروں"

رئیس الدولہ "مگر ایسا نہ ہو کہ اُن کا دل کڑھے"

فریدوں "اجی بھائی صاحب! آپ بہت نیک ہیں۔ ایسے خبیثوں کا دل کڑھے گا تو کیا۔ نہ کڑھے گا تو کیا۔ اچھا میں سمجھ لوں گا۔ شام ہونے دیجیے"

مہمان و میزبان پھر اندر آکے بیٹھے۔ تاش چوسر گنجفہ کھیل کے دن کاٹا۔ شام ہوئی۔ رئیس الدولہ منتظر ہیں کہ رانی ہیرا دنگا پور تشریف لائیں۔ میاں فریدوں اس گھات میں ہیں کہ دروغہ براتی یہاں سے ٹلیں۔ دروغہ براتی کا بوڑھا دل بھی بچوں کے کھیل میں لگ گیا

ع۵ بعد وفات پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ان دو زن و مرد نے نبوت کا دعوی کیا تھا۔ ان دونوں میں باہمی نکاح ہوا پھر عورت مسلمان ہوگئی اور مرد (مسیلمہ) [illegible]

"لائف آف انڈ لانسڈ (ایک کتاب جس کے مصنف مشہور ادیب مسٹر چارلس ڈکنز ہیں) میں چودہ ہزار الفاظ تھا اور تیس ہزار پونڈ قیمت پر اس کا حق تصنیف بکا ہے (دو پونڈ فی لفظ سے کچھ زیادہ)۔

روایت بیان کرنے کے بعد اودھ پنچ سے استفسار ہوتا ہے کہ کیوں مولانا پنچ لکھنؤ کیا فرماتے ہیں۔ آپ اندریں مسئلہ قدرشناسی کرنے میں کوئی ادیب یہ در آپ کے نظر میں ؟

کوئی آزاد برما صاحب سے پوچھے کہ یہی کوئی مشکل مسئلہ ہے ؟ ایسے حضرت ہیں اور زندہ ہیں انھوں نے ایک شعر کے انعام میں (جو شرابی کی مدح میں تھا) بیس ہزار روپیہ نقد عنایت کیا یہ شعر مثمن بحر میں تھا بیس ہزار کو آٹھ پر تقسیم کرکے چارلس ڈکنز کی تصنیف کے عوض سے نسبت دیکھیے تو معلوم ہو جائے کہ سرامم ہز "مفاعیلن" پر کتنے پٹے گریہ نہ پوچھیے گا کہ سخاوت کا دریا خود معطی کے دماغ فیض نے بہایا تھا یا اس لال پری نے جو اور نگٹ مانع پر جگا مارے بیٹھی ہوئی تھی۔ بہرحال ہندوستان انیجاب ہوشیاران لندن فائق اند۔

کون کہتا ہے کہ حکومت کو اباذاری سے ملی بھر بھی لگاؤ ہوتا ہے اپنی حکومت تارک الصلوٰۃ بھی ہے تارک الصوم بھی کبھی نہ گرجے میں اسے دیکھا نہ مسجد میں نہ شوالے میں نہ گیہلسے میں۔

اس کے قانون بعینہٖ بغیر لسیم الشریار ام ہرام یا اقانیم ثلثہ کے نام کے پیدا ہوتے ہیں اور اس کی تمام حرکتیں بس اپنی مصلحت پر مبنی ہوتی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جب آنریبل چیف جسٹس سید وزیر حسن کے جسٹس ٹینر پر کو چیف جسٹس کا عہدہ ملنا چاہیے تھا اور ہر ایک اعتبار سے یہ بات درست تھی۔ مگر کس قدر تعجب ہوا جب مسٹر جسٹس پاس کنگ کے چیف جج ہونے کا اعلان دیکھا۔ ممکن ہے کہ حکومت کے پاس کوئی مضبوط دلیل اس آپا دھاپی کی ہو مگر بدگمان ہندوستانیوں کو حضرت یعقوبؑ والی حکایت یاد آ جائے گی کہ سیب فروش آیا۔ حضرت یعقوبؑ نے اُس سے چند پھل خریدے اور اُسی کے ہاتھوں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجے۔ سیب فروش نے

ڈھونڈ کیا کہ میں انھیں پہچانتا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ دنیا بھر سے زیادہ خوبصورت ہے یہی پہچان ہے۔ اُس نے پھل بغل میں دبائے اور سیدھا وہاں پہنچا جہاں بچے مصروف بازی تھے۔ اتفاقاً وہاں سیب فروش کے صاحبزادے بھی وہیں دل بہلا رہے تھے۔ معاملہ صاف تھا۔ اُنھوں نے سیب اپنے بلند اقبال کے حوالے کیے اور اپنا راستہ پکڑا۔ جب یوسف علیہ السلام گھر میں آئے تو والد محترم نے پوچھا "سیب کیسے تھے؟" انھوں نے جواب دیا "کیسے سیب؟ میں تو صرف اس قدر واقف ہوں کہ ایک شخص آیا اور اپنے لڑکے کو چند سیب دے کے چلا گیا" ڈھونڈھیا پڑی۔ سیب والا پکڑا آیا اور اُس نے بالکل صفائی کے ساتھ کہدیا "اُس مقام پر تو میرے نور چشم سے زیادہ کوئی خوبصورت لڑکا نہ تھا"

ضروری عرض

خطوط اطلاعی اُن ملم پرور حضرات کے نام بھیجے گئے ہیں جن پر "اودھ پنچ" کے بقایا کا دار ومدار ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس خاص پسند پنچ کے پسند کرنے والے اتنے بڑے ہندوستان میں اتنے بھی نہیں تو بہت ہیں۔ براہ نوازش تجدید خریداری در ادائے بقیہ بذریعہ منی آرڈر فرمائیں ی پی کی زحمت سخت ہے۔ (نیازمند اڈیٹر)

نوٹس تاریخ مقررہ نسبت تصفیہ شرائط اشتہار نیلام

(آرڈر ۲۱۔ قاعدہ ۶۶)

اجلاس جناب مسٹر ضمیر الاسلام خاں صاحب بہادر سب جج بدایون
بعدالت سب جج مقام بدایوں ضلع بدایون
نمبر مقدمہ ۵۵ بابت ۱۹۳۲ء

بابو امرناتھ دت ولد بابو مین بہاری دت قوم کالیتھ بنگالی ساکن کاسگنج ضلع ایٹہ مدعی

بنام

بابو ہرشیش چندر وغیرہ مدعا علیہ

بنام ہرشیش چندر عرف ایش و ہرش چندر پسران اننا بالغان بابو برج کمار بولایت مساۃ برج رانی کنور مادر حقیقی خود و مساۃ برج رانی کنور قوم کالیتھ ساکن حال لکھنؤ معرفت اسٹیشن ماسٹر آر کے آر سٹی اسٹیشن لکھنؤ

چونکہ مقدمہ مندرجہ عنوان بابو امرناتھ دت ڈگری دار نے واسطے نیلام جائداد مقروقہ کے درخواست گذرانی ہے۔ لہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ بتاریخ ۱۳۔ ماہ اپریل ۱۹۳۲ء واسطے طے کرنے شرائط اشتہار نیلام کے تیئے مقرر ہے۔

آج بتاریخ ۲۲۔ ماہ مارچ ۱۹۳۲ء بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

وقت حاضری بدفتر سب جج بدایوں ۱۰ بجے سے چار بجے تک

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

نمبر مقدمہ ۵۰۲۲ سنہ ۱۹۳۲ء

بعدالت جناب بابو شیو گوپال ماتھر صاحب بہادر فرسٹ ایڈیشنل جج خفیفہ لکھنؤ
بنالشت بابو دھنراج دیویدی ولد رساکلک۔ ام ساکن ماڑواڑی گلی تھانہ حضرت گنج شہر لکھنؤ مدعی

بنام

بابو برج نرائن ٹنڈن مدعا علیہ

بنام بابو برج نرائن ٹنڈن ولد رائے لالتا پرشاد ملازم انگلش ہیکل اورئی ضلع جالون مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمھارے نام ایک نالش بابت دلاپانے مبلغ ۴۷۶ روپیہ کے دائر کی ہے لہذا تمکو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۹۔ ماہ اپریل ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے۔ حاضر ہو اور جواب دہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمھارے احضار کیلیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تمکو لازم ہے کہ اپنے جوابدعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اُسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۷۔ ماہ مارچ ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

اطلاع تاریخ بغرض تصفیہ مراتب اشتہار نیلام

(حسب آرڈر ۲۱ قاعدہ ۶۶ ضابطہ دیوانی)

بعدالت جناب شیخ علی سجاد صاحب بہادر ایڈیشنل سب جج سلطانپور مقام سلطانپور

مقدمہ نمبر ۴۰ سنہ ۱۹۳۱ء

مقدمہ اجرائے ڈگری نمبر ۲ سنہ ۱۹۳۲ء

شریمتی گنگا دیوی ساکن محلہ شاہ گنج صدر سلطانپور ڈگری دار

بنام

ماتا پرشاد سنگھ مدیون ڈگری

بنام بابو ماتا پرشاد سنگھ ولد بابو جگموہن سنگھ ساکن رام پور رداجا پرگنہ چاندہ تحصیل کادی پور ضلع سلطانپور مدیون

ہرگاہ کہ مقدمہ مندرجہ بالا میں ڈگری دار نے نیلام جائداد غیر منقولہ کی درخواست کی ہے تمکو اس اطلاعنامہ کے ذریعہ مطلع کیا جاتا ہے کہ تاریخ ۳۰۔ ماہ اپریل ۱۹۳۲ء واسطے طے کرنے مراتب اشتہار نیلام کے مقرر کی گئی ہے۔

آج بتاریخ ۱۷۔ ماہ مارچ ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

وقت حاضری بدفتر ایڈیشنل سب جج سلطانپور ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

جلد نوزدہم
اودھ پنچ
رجسٹر نمبر اے ۸۳

اودھ پنچ لکھنؤ

سفید بال جڑ سے کالا

ایک آزمایا ہوا نسخہ تک شدہ اس سے زیادہ مدتوں کے تیل ... نیچے کا بال کالا پیدا ہو ... تو دوا دام ... پتہ: بال کالا اسٹور ... سکنی ... (بنگلور)

مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ مجلدات خزینۂ علم و ادب ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کلب خانے میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد سے ربع محصول۔ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی

نیز مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۲ و ۱۹۳۱ء کی قیمت فی جلد ... محصول ڈاک ... بذمۂ خریدار۔

جلد ۱۹۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد ۱۹۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

۱۹۳۰ء اور اُسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد معہ محصول بذمۂ خریدار۔

منتخبات اودھ پنچ حصہ اول

دور ثانی کی قدیم جلدوں کے منتخب شدہ علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز خزینہ ۲۰ + ۲۶ / ۱ − ۴ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت فی جلد عہ۔ علاوہ محصول۔

نیز حصہ دوم مشتمل بر ۹۰ صفحات مجلد عہ۔ محصول ڈاک علاوہ۔

حصہ سوم۔ ضخامت بشرح صدر مجلد عہ۔ علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مسلمانان ہند ...

جریدۂ اسلام الٰہ آباد

ممالک متحدہ کا واحد انگریزی ہفتہ وار اسلامی آرگن

حالات حاضرہ ... مسلمانان ہند ... کیلئے ...

چندہ سالانہ ... ششماہی ...

جنرل منیجر اخبار اسٹار الٰہ آباد یو پی۔

معجزۂ موسیقی
یعنی
معدن النغمات

میاں تان سین اور دوسرے قدیم استادوں کے ... دُھرپد سینہ بسینہ محفوظ تھے۔ ملک کے مشہور رئیس اور فاضل راجہ محمد نواب علیخان تعلقدار اکبر پور ضلع لکھنؤ نے روپے خرچ کر کے اس خوش اسلوبی سے جمع کر دیے کہ ہر شخص ایک معمولی ہارمونیم پر آسانی کے ساتھ تان پلٹے سمیت انہیں ادا کر سکتا ہے اور ہر ایک شخص اصطلاحات سمجھنے کے بعد جو کہ آغاز کتاب میں اچھی طرح سمجھا دیے گئے ہیں ٹھیک اُسی طرح یاد کر سکتا ہے جس طرح کہ وہ استادوں کے گلے سے ادا ہوئے۔ اُستاد محمد علی خان مرحوم رام پوری نبیرۂ میاں تان سین کی تصویر بھی کتاب میں موجود ہے بہت کم جلدیں باقی ہیں جلد طلب کیجیے۔ قیمت مع محصول ڈاک ... منی آرڈر بھیجیے وی پی روانہ نہ ہوگا۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

قواعد و ضوابط ادارۂ ہٰذا

(۱) بفضلِ خدائے عزوجل ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں ملکی خبریں، مذہبی جھگڑے اور بے تہذیب مضامین نہیں ہوتے۔ یہ صرف اپنی ظرافت بے مثال اور معقولات سے بے نیاز ہے۔

(۳) قیمت کی بابت کچھ پوچھنا فضول ہے۔ ناظم کی کیا پروا ہے کہ یہ پرچہ پیسے لیے گو ہر حرف میں غرق ہے بلکہ افادات کی جو تعداد اس کی صابت ہے۔ دو رعایت نکتہ چینی صحیح تاریخی واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی، سیاسی، ادبی پر نظر رکھیے۔ ان شاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرتِ اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) طلبا و مدرسین مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر پرچہ کی سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۰ دن کے اندر بھیجئے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جا سکے۔

(۷) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ:- جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) - صہ روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲) - رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید صہ جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچے فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۳ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پُرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

نہادن اس سہا لونٹے آ سکے
سوتن بیرن کا پھل دے آ سکے
سود نا موہن بن کل ناپٹسے اسے
اسے او سکھی۔

جیو لال پلا تھا پینگ بڑھ رہے تھے۔ کہاں پہنچے تھے۔ اور آج سرکار نے یوں نگاہ پھیری۔ اب خدا جانے ہم نے دھوکا کھایا یا آپ نے؟۔

قالوجی :۔ دھوکا کسی نے نہیں کھایا کچھ آپ سمجھے کچھ ہم سمجھے۔ دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی گھات میں رہا ؟

دوست :۔ ابھی واللہ بڑا افسادہ اٹھایا۔ گھر سے گئے یار سے گئے بینے سے گئے پرائے سے گئے۔ نہ خوغرض نہ خاوند۔ کمزوری میں کام آنے والا۔ نوکر بھی لنگوٹیا یار بن جاتا ہے۔ ہم خاکساروں نے ضعف انتظام میں ساتھ دیا اس پر آپ کچھ اور دریغ نہیں"

قالوجی :۔ دیکھیے اب آپ بڑائی اور احسان جتانے لگے اور یہ دونوں صفتیں اخلاقاً مذموم ہیں۔ اگر میں چاہوں تو ہر مکابرہ کے عوض مکابرہ اور احسان کے مقابلے میں اس سے بڑھا چڑھا مجمدار کھ دوں گمراہنا تو یہ شیوہ ہی نہیں۔ اچھا اب رخصت امید ہے کہ آپ اس صاف گوئی سے آزردہ خاطر نہ ہونگے؟

دوست ؎

تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ
جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سود تھا

پنچ :۔ ؎

لیتا ہوں مکتب غم دل میں سبق ہنوز
لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

بڑھاؤ پچتا نہ مطلب کی دوستی (قالوجی پن) کا وقت نہیں ہے اس تمام فرضی یا اصلی گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کی بھلائی کا فرض ادا کیجیے۔

من ترا حاجی گویم تو مرا حاجی بگو

سے کام نہیں چلے گا۔

سراف

کوٹ کی بھی ہے فوج کی بھی ہے

تریاک عشق

راست و درد مے بگردن راوی۔ لوگ کہتے ہیں کہ علم فراموشی کی رہنے والی یعنی بی جنیا بیگم عرف ہیو جان دائیم کا وجود اس عالم شہود میں یوں ہوا کہ اگلے زمانے میں ایک بی ہیو جان نے سانپ اور بندر پالا تھا۔ ایک دن سانپ اور بندر میں لڑائی ہوئی۔ ماموں نے ٹھمو پر چوٹ کی۔ ٹھمو نے ماموں کے سر پر چپت لگائی۔ دونوں اشتعال ہوئے۔ افراط محبت سے بی ہیو جان کو قلق کی بیماری نے گھیرا۔ اسی بہانے سے موت آئی۔ عزیزوں سے وصیت کر کے مرگئیں کہ سانپ اور بندر کے ساتھ اس بندی کو بھی دفن کر دینا قبر کے حشرات الارض سے ایک جوٹ لپٹیگی اعزہ نے وصیت پر کامل عمل کیا۔ بات گئی گزری کون و فساد اس عالم کا خاصہ ہے۔ ہڈی سانپ اور بندر کے اجزا حل ہو کے نئے قسم کی کھاد تیار ہوئی۔ اس کھاد میں قوت نباتی نے انڈے دیے انڈے نے پر پرزے نکالے۔ اور لالے کا پھول اگا چنانچہ لالے کے دودھ میں تینوں صفتیں موجود ہیں ہیو جان کی طرح چمٹتا ہے تو چھوٹتا نہیں۔ جو کوئی کھاتا ہے سانپ کی طرح جونکتا اور اونگھتا ہے۔ بندر کی طرح کھجاتا ہے اور شاید ناسک کی قوت بھی ہیو جان کے اثر سے ہو۔ سچ ہے ؎

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

قضارا کسی شہزادی کو اپنے پڑوسی زرگر بچہ سے عشق ہوا سنار بچہ کی کندنی رنگت بھا گئی۔ عشق کے سہاگے نے دل کا زر کامل عیار سینے کی گھریا میں پگھلا کے پانی کر دیا پکارنے لگیں ؎

زرگر بچہ چو ماہ پارا ٭ کچھ گھڑیے سنوارئیے پکارا
نقد دل من ببرد و بشکست ٭ پھر کچھ نہ گھڑا نہ کچھ سنوارا

حکیم نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ عشق کی بنا حسن ہے اگر ایک گولی ہیو (دائیم) کی اس سنار کو کھلائی جائے تو چند روز میں صورت مسخ ہو جائیگی۔ وہ اڈا ابھی نہ رہے جس پر بیٹھ کے مرغ الفت چکا رہے مارتا ہے آخر یہی ہوا۔

جب اہل ہند کے شر و فساد کے اسباب سے بحث کی جاتی ہے تو اصلی اسباب دیتا ہے اسی طرح مخفی رہتے ہیں جیسے بی جنی بیگم کی علت آفرینش۔ یہ مسئلہ حکومت و رعایا کے درمیان محل طلب ہے۔ رعایا کہتی ہے کہ بیجا سختی اور سخت گیری کا انتہا۔ حکومت کا قول ہے کہ نہیں شورش کے مرغ نے پر سمیٹ پھڑا کے پہلے بانگ دی۔ ہم سے پوچھو تو یوں ہے نہ وہ یوں ہے۔ عقاب جرمنی اور ذلیل مرغ ترکی کے کڑک ہوتے ہی ہندوستان میں پولیٹیکل مطالبات شروع ہوئے آپ جانیے سنار بچہ (آزادی) کا عشق اور انڈیا یا راجہ بھوج اور گنگا تیلی؟ ولایت کے حکیموں نے اس سنار بچہ کو ہیو سے اصلاحات کی گولیاں کھلانی شروع کیں بیچارے کی صورت مسخ ہو گئی۔ اب وہ تمام حرکات جو ہیو جان، سانپ اور بندر کے خصوصیات میں داخل ہیں سرزد ہو رہے ہیں نہ گورنمنٹ موقوف کرتی ہے کہ صورت اصلاحات مسخ نہ ہو۔ نہ تریاک عشق سے ہاتھ اٹھاتی ہے۔ خوف ہے کہ گبیو بند کے میمونیت اور وفاداروں کے خون کی آمیزش سے کوئی نیا گل لالہ نہ پھوٹے آغاز سال ہے اس کو مبارک بنانے کے لیے اگر کوئی مصالحت ہو جائے تو بہتر ہے۔

حکایت

مشہور ہے کہ ایک خاں صاحب نے مرتے وقت اپنے لڑکے کو چار باتوں کے متعلق وصیت کی۔ عورت سے دل کی راز نہ کہنا۔ گھر میں بیری کا درخت نہ لگانا۔ پولیس والوں کی دوستی پر اعتماد نہ کرنا۔ زنانی عورت کے منھ نہ لگنا۔ آپ جانیے انسان کو جس فعل کی ممانعت کی جاتی ہے اور بدا کے اس کے ارتکاب پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ کچھ اور نہیں تو آزمائش کے بہانہ سہی۔ خواہ آزمائش کے کارن جان ہی پر کیوں نہ بن جائے۔ صاحبزادے کو شامت نے گھیرا۔ چار دن وصیتوں کی آزمائش شروع کر دی۔ دروازے کے قریب بیری کا درخت لگایا۔ پولیس والوں سے ارتباط پیدا کیا اور وضعی کی دعوتیں ہو رہی ہیں شیطر بچ

کھیل جا رہی ہے۔ ہر وقت ہنسی دل لگی چھیڑ چھاڑ کہتے ہرسوں یوں ہی خلا ملا رہا اور کوئی ضرر نہ پہونچا تو دل میں والد مکرم کی حماقت پر ہنسے۔ واقعی یہ اگلے زمانے کے لوگ سچ مچ گاؤدی ہوتے تھے خواہ مخواہ خواہ مخواہ مرتے وقت بجائے مال متال جائداد کے نسخۂ کیمیا کے نسخہ سپرد کرنے کے چند مہمل و واہیات باتیں سکھا گئے۔ اچھا میں دوسری باتوں کا تجربہ بھی کرتا ہوں دیکھوں وہ کہاں تک صحیح ہیں۔ آگینہ کندہ والی میری زمین پرستی ہے۔ عورت خوش قماش و خوش شکل ہے اس سے مچل کر کے جی بہلاؤں گا۔ دیکھوں نتیجہ کیا ہوتا ہے ؎

اس قسم کی کتاب عاشقی تمہید دیباچہ معتقد شد کلمتین بسم اللہ حمد نعت منقبت وجہ تسمیہ کے تکلفات سے معرا ہوتی ہے۔ دو چار دن کھیت کی مینڈ پر بیٹھ کے حقہ پینے اور بھوجی (بھاوج) کے بے تکلفانہ خطاب دے دینے سے گھونگھٹ الٹ گیا۔ صبح ہوئی اور خاں صاحب نے نماز وظیفے سے فراغت کی چلم بھری حقہ ہاتھوں میں لیا سٹر گڑ کر کے باچھوں سے باری باری دھواں نکالتے کھیت میں بانس کی طرح جا گرے "بھوجی کا کرت ہو"

بھوجی نے باندار معشوقانہ جواب دیا "دیجر اکے ناقی توکا کا بتائی بھو رہیں اور بلوتر سے منھ ماں کو کرتے" کبھی کبھی اس دل لگی بازی میں ہر مردہ اور مادر کشریعت برزہ کے القاب بھی چند ناخراشیدہ ملفوظات کی زیادتی سے طولانی ہو جاتے۔ مثلاً نپٹا گا ڑے۔ ناس کانی۔ جھیرو۔ اور بھی (دہین) تو نند ہوتے کے سبب تختۂ مشق زبان کی مستحق ہی تھی پہلے یہ باتیں ناگوار ہوئیں مگر کچھ تجربے کا شوق کچھ سادہ و بے ریا گفتگو کے مزے نے چند روز میں عادی کر دیا۔ بی رکنی سے میل جول کا بڑھنا اور داروغہ جی کو شکایت بے توجہی پیدا ہونا یقینی بنائی بات تھی۔ اکثر دلی زبان سے داروغہ جی نے فرمایا۔ اسے بھئی خاں صاحب

ملنے لگے ہو دیدہ دیدہ کھیے کیا ہو گیا تم ہیں

اب تو تمہارا پتہ ہی نہیں رہتا ہمارا بہت ہم لوگوں سے رستہ ناتا توڑنے لگے ہو۔ کوئی کھیل ہم نے بتا کھیلا ہے۔

کیوں استاد یہ یارو دل بستگاں کرکھائیاں؟ صحبت نوں سے تم نے یاروں کو کچھ کھلایا بھی نہیں۔ ناچ بھی نہیں دکھایا پھلجھڑی بھی نہیں کھیلی: بات گئی گزری مگر داروغہ جی نے کھوج لگانے کا ارادہ کر لیا اور انھیں معلوم ہو گیا کہ کنڈوں کے الاؤ میں آتش عشق نے الاؤ کیا ہے۔ خاں صاحب مشفق مہربان آنکھیں سینکا کرتے ہیں۔ اتفاقاً رکنی کا باپ اپنے کسی عزیز کے یہاں گیا اور پھر پلٹ کے گھر نہ آیا۔ اسی اثنا میں خاں صاحب بھی ایک دو روز کے لیے کسی کام کو شہر سے باہر چلے گئے۔ جب آئے تو معلوم ہوا کہ بی رکنی کے والد مفقود الخبر ہیں۔ شام کا وقت تھا بی رکنی دن بھر کا کمایا ہوا گوبر دھرتی سمیٹتی تھیں کہ خاں صاحب برسم تعزیت بی رکنی کے گورستان پہونچے۔ بعد حال پرسی شوخ طبعی ہونے لگی۔ خاں صاحب نے ایک ایسا برجستہ فقرہ کہا کہ بی رکنی شرمائیں اور تازے تازے گوبر کی ٹوکری انتقاماً تاڑے بڑے توڑے دادے کی داڑھی چاروں کہہ اُن پر (فرنڈولیا) انڈیل ہی تو دی۔ خاں صاحب عطر محبت میں لتھڑ کر نکل سُن گئے۔ بیچارے نے تاریکی کا انتظار کیا جب اندھیرا ہو گیا تو کپڑے اُتارے ایک مٹی کے گھونڈے میں اُن کپڑوں کو ٹھونسا بی رکنی کی نیلی چھپولا کی لنگی باندھی گھڑے کو رومال میں لپیٹا اور گھر واپس آئے۔ چپکے سے بیری کے درخت کے نیچے گڑھا کھود کے غلاظت محبت کو گڑ بہ نمط زیر زمین پنہاں کیا۔ بی بی سے دوسرے کپڑے نکلوائے نہائے دھوئے لباس بدلا۔ بے وقت نہانا ننگے ڈیل گھر میں آنا کوئی معمولی بات نہ تھی بی بی کے پیٹ میں بدگمانی کے چوہے چھوٹے۔ لگیں کھار کھار کے پوچھنے۔

"لوگو یہ آخر دن دن بھر غائب رہنا کیسا یہ تم نے کیسا قصہ نکالا ہے اور یہ آخر ننگے گھر میں کیوں آئے کچھ خیر ہے کہیں کسی اور سے دل تو نہیں اٹکا ہے۔ بتاؤ یہ مہینہ بھر سے تم نے کیا ڈھنگ اختیار کیا ہے۔ دیکھو میں کہے دیتی ہوں جو کبھی تم نے کوئی

ایسا ویسا ناکارہ پیوند کیا کُھڑے پانی سے ہوگی۔ مجھے ڈولی منگا دو میں اپنے میکے چلی جاتی ہوں ؎

خیالات کا سلسلہ کسی قدر رقت خیز تھا لہذا چند قطرے آنسوؤں کے بھی نکل گئے۔ خاں صاحب نے پہلے تو بہت کچھ ادھر اُدھر کی باتوں میں بہلانے پھسلانے کی کوشش کی آخر کان میں کہہ دیا کہ میں نے ایک خون کیا ہے۔ کپڑوں پر خون کے چھینٹے تھے مقتول کا سر اور داغدار پوشاک گھر میں دفن ہے اب آبرو تمہارے ہاتھ ہے اگر تم نے کسی سے بھی اس کا ذکر کیا تو میری جان کی خیر نہیں۔ آگے تم جانو تمہارا کام جانے۔ اسے ہے اتنا سننا تھا کہ بی بی کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ میاں کو ابھی سے پھانسی پر لٹکتا دیکھنے لگیں۔ چوڑیاں اسی وقت ٹھنڈی کر ڈالیں چپکے سے نند کے کان میں کہا کہ رنڈسالے کی فکر کرو۔ کھانا کھاتی ہیں تو روتی ہیں۔ سیتی ہیں تو ہر ٹانکے میں موتی پروتی ہیں۔ گویا موئی انڈے دیتی چلی جاتی ہے سا اشک گلگوں میں انگیا ڈبوتی ہیں ہر وقت نکاس کا دروازہ بند۔ کوئی آیا اس کی پوچھا کبھی کیوں نکلے ہو کہاں سے آئے ہو۔ میاں کو باہر آنے میں دیر ہوئی اور ایک ایک سے فرمائش ہونے لگی۔ ذری ٹھانے چلے جاؤ دیکھو وہاں کہیں میاں تو نہیں ہیں۔ میری بہو مہترانی ذری دیکھ تو سہی یہ لال پگڑی والا سپاہی دروازے پر کیوں کھڑا ہے اسے اللہ میرے میاں کو بچا۔ ہائے کیا مردوے کو غصہ ہے اپنی جان دینے اور دوسرے کی لینے میں ذری دُکھ نہیں ہوتا ؎

آخر جی میں آئی کہ لاؤ بی ہمسائی سے کہوں اُن کے میاں بھی تو لاٹ صاحب کی اردلی میں ہیں لاٹ صاحب سے کہہ سُن کے شاید خون معاف کروا دیں اب تو کھنے والی بندی کی جان پر بنی ہی ہے۔ میں نہ تدبیر کروں گی تو اور کون کرے گا کسی کو کیا غرض بھینا سماعت نہیں کرتیں۔ اے ہاں سچ ہے کس کی بکری اور کون ڈالے گھانس۔ جو آج کھنے والی بندی کے ہاتھوں میں (نتھو تھو) ہتھکڑیاں (دستکڑیاں) پڑ گئیں تو میں تو کہیں کی نہ رہوں گی ——

لاہوری کھنو جلد ۱۹ نمبر ۱۲

جلد ۱۹ نمبر ۱۲

مضامین عبیر

(مورخہ ۵۔ اپریل ۱۹۳۴ء)

غزل

(از جناب مرتضیٰ حسین صاحب رضوی حسن لکھنوی)

بُرا نا ہوس اُڑتے دیکھ کر صیاد چمن سے ... گئی پر نوچ لایا بلبلِ ناشاد کے سر سے

چمن میں فصلِ گل آتے ہی کچھ ایسی ہوا سنکی ... ہر اک وحشی لگا ہنسنے گریباں پھاڑ کر چر سے

پولیس الو خبر ہو عشق کے فوٹ بالو پر آکر ... گجل (؟) الٰہی اس سے فال انقلابی مو ڑ سے

شکستہ دل دکھا کر کہہ رہا تھا میں اک اک سے ... یہی ساغر ہے جو ٹکرا کے ہو ا ہے لڑکے پتھر سے

وہ زنداں میں جو آ ہو بچے تو قیدی اس طرح چمٹے ... لپٹ جاتا ہے بچہ جس طرح آغوشِ مادر سے

زمانہ تو تمہارا ہی کہے گا قتل کر ڈالو ... ڈرے جاتے ہو آخر کس لیے تم روزِ محشر سے

حسن ہی سے عداوت ہے تری برقِ تبسم کو

عدو کی کوٹھیاں ہوتے جلن کیسی یہ چھپر سے

ہمارے خون سے رنگیں زمینِ کوئے قاتل ہے

(از مرزا محمد عالی قدر گورگانی المتخلص بہ تبسم تلمیذ حضرت ظریف لکھنوی)

رُخِ جاناں پہ کثرت سے نہ لانے اور اک تل ہے ... مجھے دھوکا ہوا شطرنج میں کالی پیادہ شامل ہے

کچھ ایسا مضحکہ انگیز طرزِ رقصِ بسمل ہے ... کہ جس کو دیکھ کر خنداں لبِ خارِ قاتل ہے

چمن میں ہر طرف ہنگامۂ شورِ عنادل ہے ... نہ ہو جذبات پر قابو تو پھر بیکار ٹل ٹل ہے

خمِ ابرو پہ شیدا عاشقِ ناشاد کا دل ہے ... یہ قربانی کا بکرا منت تیرِ تیغِ قاتل ہے

اُچھالا جا رہا ہے رنگ مہپاروں کی محفل ہے ... ہمارے خون سے رنگیں زمینِ کوئے قاتل ہے

کسی صورت ہو خاطر جمع اپنی سخت مشکل ہے ... کوئی الو کا پٹھا باعثِ ویرانیِ دل ہے

کوئی رنگینیِ گل پر فدا ہے کوئی نکہت پر ... کسی کی آنکھ پہ دل ہے کسی کی ناک میں دل ہے

مکھا کر مجھ کو اک قصاب کی دوکان پہ بولا ... کہو پیارے تمہارا ان دلوں میں کون سا دل ہے

حسینوں میں صلاکیا اور ہو گی ایسی کثرت پر ... کہ جس کے ہاتھ میلا آجکل عشاق کا دل ہے

ہیں دونوں پردہ پوشِ رازِ عرفانی حقیقت میں ... جو مجنوں کی لنگوٹی ہے وہی لیلیٰ کی محمل ہے

اُڑا لے صاف جو گھٹا سی گردن مرنے والوں کی ... وہ ہنسیا ہے کسی دہقان کا یا تیغِ قاتل ہے

ظرافت کو جب سمجھے ہزل گوئی عقلمندی سے

تبسم وہ سخن سنجوں کے آگے سخت جاہل ہے

"ناخدائے سخن" نوح ناروی کا طوفانِ خوش تمیزی

آج صبح چائے پی رہا تھا کہ ماما بازار سے گرم مسالے کی چڑیا لائی معلوم نہیں کیا جی میں آئی کہ پڑیا کھول ڈالی ۔ اسکی شان! کیا دیکھتے ہیں کہ کسی رسالے کا ورق ہے۔ اور "ناخدائے سخن" حضرت نوح ناروی کی گیارہ اشعار کی غزل سامنے موجود ہے۔ مسالے کی پڑیا کیا کھلی کہ پورا گرم مسالا ہاتھ آگیا: قارئین "پنچ" بھی ملاحظہ فرمائیں

کہ حلوہ بہ تنہا نہ بایست خورد

مطلع

مٹنے کے بعد عشق میں عبرت اثر بنا ... میرا غبار سرمۂ اہلِ نظر بنا

اگر (میرے) مٹنے کے بعد میرا غبار سرمۂ اہل نظر بن کر عبرت اثر بنا ہے تو "عبرت اثری" غبار کی طرح ہوا پر معلق ہے۔ اگر غبار ہی مٹ جانے کے بعد سرمۂ اہل نظر اور لہذا، عبرت اثر بنا ہے تو نورٌ علیٰ نور! مٹنے کے کیا معنی ذی علم شاعر صاحب سمجھتے ہیں اُردو زبان میں مٹنے کے معنی ہیں۔ (۱) فنا ہو جانا۔ محو ہو جانا مثلاً ع

"مٹا ہوا سا نشان سبزہ زار ہوں میں"

(۲) بدرجۂ غایت انقلاب پذیر ہو جانا جس کا درجہ قریب قریب معدوم ہو جانے کے برابر ہو۔ خراب خستہ۔ تباہ۔ ویران۔ برباد ہو جانا۔ یا اس حد تک مراحلِ زوال طے کر چکنا کہ موجودہ حالت، کا ابتدائی حالت سے موازنہ یا مقابلہ نا ممکن یا سخت دشوار نظر آتا ہو مثلاً کہتے ہیں کہ تمہارے لیے میں نے اپنے آپ کو مٹا ڈالا۔

یہاں کیا مٹا ہے؟ غبار۔ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے؟ جب تھا غبار اور اب ہے سرمہ۔ اور کوئی ایسا ویسا ٹکے سیر کا بازاری سرمہ نہیں۔ بلکہ سرمۂ اہل نظر۔ یعنے ایسا سرمہ جو اہل دل یا اہل اللہ کی آنکھوں میں ازدیادِ بصر کا باعث ہو سکے۔ جب تک غبار غبار رہا عمرو۔ بکر۔ زید۔ خالد کی ٹھوکریں کھا کھا کر جنگل جنگل مارا مارا پھرا کرتا تھا۔ اب جب کہ سرمہ بنا ہے اور اہل اللہ کی آنکھوں کا سرمہ قرار پایا ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ مٹ گیا اور مٹ کر عبرت اثر بن گیا۔ بھلا یہاں "عبرت اثری" کا کون سا تک تھا؟

عاشق کا اس شاندار کامیابی کے ساتھ منازلِ فنا طے کر لے جانا کہ اس کا غبار تک اہل نظر یا اہل اللہ کی آنکھوں کا سرمہ بن گیا ہو "عبرت اثر" کیونکر ہو سکتا ہے؟ عبرت اثر تو اُس وقت کہا جا سکتا تھا کہ غبار رائیگاں جاتا۔ مثلاً بگولا بن کر اُڑا اُڑا پھرتا۔ نہ دنیا کا ہوتا نہ دین کا۔ عبرت کے تو یہ معنی ہیں کہ دنیا اس کی ناکامی۔ نامرادی بے نصیبی۔ بدبختی۔ تباہی۔ بربادی دیکھ کر درس نصیحت لیتی اور کبھی وہ راہ اختیار نہ کرتی جس کی انتہا قابلِ عبرت ہو حالانکہ یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے۔ پھر عبرت کیسی؟ غبار اہل نظر کا سرمہ بنکر معراجِ ترقی پر پہونچا ہے اور ان حالات کے اندر "مٹنے کے بعد" اور "عبرت اثر" دونوں ٹکڑے یا تو فرمائیے کہ برائے بیت ہیں یا غبار بن کر ہوا میں اُڑ جاتے ہیں۔ ورنہ صحیح واقعہ تو یہ ہے کہ دونوں کے دونوں ہوا ہیں۔ واقعی شاعری ہے بہت مشکل۔ جب تک ہر لفظ مناسب محل سے استعمال نہ ہو کانوں کو ناگوار ہوتی ہے اور "مٹنے کے بعد" "عشق میں" "عبرت اثر" یہ سب الفاظ

بے فیض ہیں۔ ابھی شاعر صاحب یوں لکھ دیا ہوتا ؎

پس کر کھرل میں عشق کے میں طرفہ تر بنا ؛ میرا غبار سرمۂ اہلِ نظر بنا

اگرچہ اس پر بھی لوگ معترض ہوں گے کہ سنا تھا اہلِ نظر کی نگاہ سرمہ کی محتاج نہیں۔
مگر ایسے اعتراض اعتنا کے قابل نہیں ہوتے۔ سرمہ زیبائش کے لیے بھی لگایا جاتا ہے
اچھا یہ نہیں سہی۔ پہلا مصرع اس طرح کہیے ؎

بے بال و پر اُڑا وہ عجب جانور بنا ؛ میرا غبار سرمۂ اہلِ نظر بنا

یا اس طرح نہیں تو یوں سہی ؎

پٹنے کے بعد سر مرا عبرت اثر بنا ؛ کیچڑ میں لوٹ پوٹ کے کس کا سر بنا

یہ شعر صرف لفظ عبرت اثر کی خوشامد میں کہا گیا ہے۔ پٹنا بھی عبرت اثر کیچڑ میں
لوٹنا بھی عبرت اثر۔ کسی کا سر بنانا بھی عبرت اثر۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ
جعفر زٹلی کے عبرت اثر شعر کا جواب ؎

یہ جعفر زٹلی نے کیسا کیا ؛ کہ کس کو ملک کے بھینسا کیا

اچھا اب مطلع سے آگے بڑھیے۔ پہلا شعر ملاحظہ فرمائیے کہتے ہیں ؎

یارب کبھی نہ ہو مرے سوزِ فراق میں ؛ داغِ جگر کو کبھی سے جزوِ جگر بنا

آمین آمین ثم آمین!!! شاعر صاحب کا مطلب غالباً جزو سے عین شے ہوگا۔
جب داغ صاحب جگر میں اضافت کے ساتھ پیوست ہو ہی گئے تو آپ سے آپ
جزو جگر ہو چکے لہٰذا جزو بنانے کی دعا تو ہے فضول۔ اس کے علاوہ داغ جزو جگر
ہو بھی نہیں سکتا۔ وہ تو ہے عوارض میں سے ایک عرض جس کا حیز ہے
ذات جگر۔ یہاں دعا یوں مانگنی تھی ؎

اس عارضی مرض کا جگر مستقر بنا

ایسی دعائیں اکثر قبول ہو جاتی ہیں تا بہ زندگی "سوزش فراق" وصل کی ٹھنڈک
کا منہ نہیں دیکھتی۔ شاعروں نے جگر کو داغ کے واسطے خدا جانے کیوں مخصوص
کر لیا ہے۔ ایک بزرگ قصاب شاعر بھی اسی طرح داغ نمائے جگر ہے ؎

اری او۔ ادھر آ تو کیا سُن رہی ہے ؛ کلیجی ترے عشق میں بھُن رہی ہے

صنعت شاعری کے اعتبار سے ناروی صاحب کا شعر ناجائز ہے باین معنی کہ
عاشق کے جگر کا داغ کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ نہ اچھا ہونے والے داغ کے بارے
میں یہ دعا بے فائدہ اور تحصیل حاصل ہے۔ دوسرا شعر ہے ؎

جو دل میں رہ گیا وہ مرے دل میں رہ گیا ؛ جو اشک چشم تر سے بہا وہ گہر بنا

واہ جناب ناروی کیا کہنا۔ دو دل ہیں ایک کے ساتھ "میرے" کی قید ہے
اور دوسرا ہے آزاد یعنی اس کی ملک کے دعویدار شاعر صاحب نہیں ہیں۔
بس مطلب یہ ہوا کہ جو کسی اور کے دل میں رہ گیا وہ شاعر صاحب کے دل میں رہ گیا۔
جب تک دوسرا مصرع نہ سنیے اُس وقت تک آپ یہ نہ سمجھیں گے کہ کیا رہ گیا
پیٹ؟۔ نہیں! کوئی عقدہ؟ نہیں! بخار؟ نہیں! پھر کیا! ابجی وہی اشک
مردود۔ اچھا رہ گیا تو کیا ہوا؟۔ جواب دیتے ہیں کہ بس رہ گیا یعنی اُس کا فائدہ
شاعر صاحب کو نہیں پہونچا۔

ہاں! کام کا وہ نکلا جو آنکھ سے نکل بہا اور [illegible] ہو گیا۔
مگر یہ افادہ بھی نا تمام ہے کیونکہ [illegible] کی کہاوت [illegible]
مجرمانہ سمجھ لے۔ یا جواہر [illegible] قیمت [illegible] نہ
ثابت ہو۔ یا بازار میں [illegible] کے روپیہ لے [illegible] اس وقت تک
وہی مثل صادق آئے گی جو گلستان میں شیخ سعدی نے گھوڑے پر موتی لانے والے
سوداگر کی بیان کی ہے۔
اس کے علاوہ مصرع کی قید بھی بیکار ہے جب اشک [illegible]
اشک نکلنے کا حال بیان کرنے کے بعد مصرع کے پہلے [illegible]
سے تعلق نہیں رکھتا۔
اسی طرح دل کا آنسوؤں سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ جس مقام پر یہ کہتے ہیں کہ دل بیٹھا جاتا
ہے وہاں دل کو ایک آدمی یا آدمی کا قائم مقام فرض کر لیتے ہیں یہ [illegible]
کا نائب و جانشین۔
شعرا نے خون دل آنکھوں سے بہایا ہے لخت جگر آنکھوں کی راہ سے
بہائے ہیں۔ دل کو خود آنسوؤں کے ساتھ نکال باہر کیا ہے۔ مگر
قطرات اشک وجہ کہ مخصوص ہیں آنکھ کے ساتھ دل کے اندر نہیں [illegible] سے

آنسوؤں کا نیچ قرار دیا ہے۔ اور اگر ایسا
ہوا بھی ہے تو "دفریبندہ واک" کے ساتھ۔
نوح صاحب نے آنسوؤں کی تقسیم کی ہے لیکن تو
وہ جو خدا جانے کس کے دل یا ان تھے شاعر کے دل میں
آئے۔ پستہ قد مرد یا عورت کی طرح چھینکے پر سے
روٹی اتارنے کے لیے اچکے اور اچک کے گر پڑے
گرنے کے بعد بیمار ہو گئے دوسرے ہونٹ کی طرح
بچک کے تانگے کی کند بنا کے قلا کھیلتے روبسوے
آسمان پرواز کر گئے پھر دم سے کود پڑے۔
گویا پہلا طفل اشک اقبال حضرت نوح میں سے وہ
برخوردار ہے عمل غیر صالح ہے جس نے باپ کو
ٹکا سا جواب دیدیا تھا "ساوی الی جبل یعصمنی"
(ابھی میں پہاڑ پر چڑھ کے طوفان سے بچ جاؤں گا)
نتیجہ یہ ہوا کہ برخوردار "ڈبکواں ڈبکوں" کرتے وہیں
"رہ گئے" اور دوسرے خلف الصدق اشک وہیں
کشتی میں حضرت نوح کے ساتھ بیٹھ گئے۔ مگر
ہمیں اس سے انکار ہے کہ وہ موتی بھی بنے تھے۔
ادل ہول ہرگز نہیں۔ انھوں نے خوب دم شماری
بڑھائی۔ لال بہادر کیے۔ جن کے دم کا دنیا بھر میں
ڈھول ہے۔ افسوس ہے اردو کی جان پر۔
جن صاحب کے جی میں جو کچھ آتا ہے کہہ ڈالتے
ہیں۔ اعتراض کرو تو آنکھیں نکالتے ہیں۔
بہرحال تھی گرم مسالے کی پڑیا قیامت کی۔
خدا کرے ایسی پڑیاں روز ملتی رہیں کہ ذائقہ
مدت سے پھیکا سیٹھا ہو رہا ہے۔ فقط
ما

پٹیکار الملک دام دولتہ

فکاہات

یہ تو کوئی عیب نہیں کہ اخبار نویس حضرات تھوڑا
سامان پڑھنے والوں کے ہنسنے کا بھی اپنے جرائد میں
پیش کرتے ہیں۔ جب کہ "طلق بسام" (شیریں گفتار
ہنس مکھ) کی ثنا حدیث قدسی میں موجود ہے۔ مگر
ہنسی ہنسی میں گستاخی کی سنت جاری کرنا تو اچھا نہیں
۔مہ مارچ کا "زمیندار" ملاحظہ ہو علامہ ظفر علی خاں
نے فکاہات کے ذیل میں عجب گلفشانی کی ہے۔
اور کوئی لکھتا تو ہم تعرض نہ کرتے ظفر علی خاں
صاحب معمولی فرد نہیں۔ ان کے رویہ کی پیروی
کی جاتی ہے۔

اس مضمون میں انھوں نے اچھی خاصی ٹھٹھول
بعض اصحاب رسول کے ساتھ کی ہے مثلاً حضرت
ابو بصیرؓ جیسے جہدی گوئی صحابی کے بارے میں جن کی
آنکھیں جاتی رہی تھیں لکھتے ہیں کہ:۔

"ادب کا تقاضا نہ ہوتا تو ہمارا بے لاگ
قلم اس شان اجتماع ضدین پر کہ نام کو بصارت
کے قبیلہ کہیں۔ لیکن حقیقت میں
اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کی
خاطر آیت عبس وتولی نازل ہوئی
تھی۔ شاید نین سکھ کا ہندی آدابکتا۔"

پوری مثل یہ ہے "آنکھوں کے اندھے نام نین سکھ"
پہلا جزو بھی اس کا لکھ دیتے تو اتنا بھونڈا اور کروہ ہوتا
جتنا کہ [illegible] جن کی خاطر
"آیت عبس وتولی نازل ہوئی تھی" کا حوالہ۔
سورۂ عبس وتولی ایک فرد بنی امیہ کے بارے میں
اتری۔ ابن ام کلثوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
مؤذن تھے اُن کی بینائی چشم بھی جاتی رہی تھی۔ ان کو
رسول اللہ نے ایک مرتبہ اس فرد بنی امیہ پر مقدم رکھا۔
اپنی مالداری پر یہ شخص مغرور تھا اس وجہ سے ناک بھوں
چڑھا کر وہاں سے چلا گیا۔ اور ایک مرد فقیر سے
اپنی ذات کو مؤخر دیکھ کے ترش رو ہوا۔ سورے میں
اچھی خاصی ہجو اس فرد کی ہے۔ ابو بصیرؓ ہرگز عابس الوجہ
نہ تھے۔ ظفر علی خاں صاحب تو اس طرح باتیں کر رہے
ہیں گویا وہیں کھڑے دیکھ رہے تھے اور ابو بصیرؓ سے
بڑی ملاقات تھی۔

دوسرے یہ کہ ظفر علی خاں صاحب نے جس مرد خوش طبع
کا نام عمران لکھا ہے دوسری کتابوں میں ان کا نام
نعمانؓ ہے۔ یہ اہل بدر میں سے تھے اکثر حضرتؐ کے
سامنے بھی مزاح سے نہ چوکتے تھے مثلاً رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال پیشتر ان کا
اور حضرت خلیفۂ اول کا ساتھ سفر تجارت میں ہوا۔
سویبط بن عبد العزی بھی ہمراہیوں میں تھے جب یہ سویبط
سے کھانا مانگتے تو وہ کہہ دیتے کہ حضرت ابوبکرؓ کو آلینے دو
آخر سوداگروں کا ایک قافلہ جا رہا تھا نعمانؓ میر قافلہ کے
پاس گئے اور کہا کہ ایک غلام بیچتا ہوں مگر وہ ذرا
کٹے ہے شان شوکت کا آدمی ہے ہرگز اپنے غلام ہونے کا
اقرار نہ کرے گا۔ قافلہ سالار رضامند ہو گیا کہنے لگا کہ
میں اس کی بات مانوں گا اس نے دس اونٹ کے دیے اپنے ہمراہیوں کو ساتھ
لاکے سویبط کو پکڑ لے گیا آخر حضرت خلیفۂ اول نے اُن کی
بندی خلاص کروائی۔ یہ حکایت جب رسول اللہ صلعم کے
حضور میں دہرائی گئی تو حضرتؐ بہت ہنسے۔
یہ رسولؐ کے ساتھ بھی مزاح کرتے تھے۔ ایک روز
حضرت دولت سرا میں تھے کہ کوئی شخص شہد بیچتا ہوا
آیا۔ انھوں نے شہد کا ظرف رسولؐ کی خدمت میں
بھیج دیا اور وہاں سے چلے گئے۔ شہد والا دیر تک
انتظار میں قیمت کی بیٹھا رہا۔ وہاں حضرتؐ نے یہ
سمجھ کے کہ یہ تحفہ نعمانؓ نے بھیجا ہے شہد تقسیم کر دیا تھا
صاحب مال کی آواز سنی تو حیرت ہوئی۔ مگر دام ادا کیے
پھر جب نعمانؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرتؐ نے فرمایا
کہ بھلا یہ کیا حرکت تھی۔ نعمان نے جواب دیا حضور کو
شہد بہت مرغوب ہے اور ایک مرد غریب کے پاس یہ
پسندیدہ چیز موجود تھی بس اتنی سی بات ہے۔
حضرت ہنسنے لگے اور کچھ برا نہ مانا۔
اس طرح کی مزاح اکثر نعمانؓ نے کی چونکہ رسولؐ کو
بُری نہ معلوم ہوئی تو اصحابؓ کو بھی کبھی ان کی دل لگی
ناگوار نہ گزری چنانچہ جو حکایت مسجد میں بیٹھ کر کرنے
اور حضرت خلیفۂ ثالثؓ کے سر پر عصا مارنے کی ظفر علی خاں
صاحب نے تحریر کی ہے اُس کا انجام بھی یہی ہوا یعنے
نعمان کے دھوکے میں ابو بصیرؓ نے حضرت خلیفہؓ کے
لاٹھی ماری تو آپ کے سر سے خون جاری ہوا۔ لوگ
دوڑے کہ نعمان کو پکڑیں آپ نے فرمایا کہ چھوڑ دو رسول اللہ
نے اس کی مزاح کا مواخذہ کبھی نہیں کیا۔ اور ابو بصیر
نے بھی اپنی پہلی قسم کہ جہاں نعمان کو پائیں گے لاٹھی سے
خبر لیں گے توڑ ڈالی۔ اس کے عوض میں عہد کیا کہ
اب نعمان سے کبھی انتقام کا ارادہ نہ کریں گے۔
بہرنہج ہمارے مکرم دوست ظفر علی خاں کے

نام کی "ط" گنوارانت کی "ۃ" سے ٹکر لیا تا ضرور یہی معنی ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن اس قسم کے واقعات میں ظرافت کے ساتھ ادب کا لحاظ واجب ہے۔ واقعہ عجب دور ہی کانی مضحک ہے تو ایک منشی کو زیادہ قلم کی قوت صرف کرنے کی حاجت ہی کیا ہے اور اگر عبارت کی رنگینی سنت مؤکدہ انشاء سمجھی جاتی ہے تو ایسے محل پر ذات کو چھوڑ کے واقعہ پر انشاپردازی کے جوہر دکھائے جا سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ اس قسم کے واقعات میں تاریخی شکل وصورت کا باقی رکھنا سبت کمزوری ہے۔ شیادہ تحریر عموماً تاریخی حلیہ عبارت کا بگاڑ دیتی ہے یہ عیب قدما کی تاریخ میں جابجا پایا جاتا ہے۔ واقعات کی غلطی قصص اور اہل الفاظ کے مشتاقوں نے ہمیشہ ان کی بے محل انشاپردازی پر ناک بھوں چڑھائی ہے۔ لوگ بھولے نہ ہوں گے کہ علامہ شبلی سے مولانا چڑیاکوٹی مرحوم نے ان کی بعض تصانیف کے خلاف سخت مواخذہ کیا تھا اور علامہ شبلی تعلیں جھانکتے رہ گئے تھے اعتراض یہ تھا کہ مسخ شدہ الفاظ قابل استدلال نہیں رہتے۔ بس ان کی تصنیف قابل اقتنا ہی نہیں جب تک اصل الفاظ (آیت کی شان نزول یا حدیث کے متعلق معلوم نہ ہو)

اچھا جناب اینجانب نہ مورخ ہیں نہ محدث نہ واعظ۔ کام کی بات ذہن میں آگئی تو چند سطریں لکھ ڈالیں اگر کوئی برا مان جائے تو اسے اختیار ہے جیسے چاہے انگلیاں پر نچالے۔ دُنیا کے واسطے "تکلفات کا دڑ" باکھول دے فقط

سا ف

اینجانب

جامع اللغات و نور اللغات

(نمبر ۳۸)

جن الفاظ کی تصحیح ہم بطور تمہید کر چکے ہیں اُن سے دوبارہ تعرض کرنا غیر ضروری ہے۔ دونوں کتابوں میں اُن لفظوں کی بحث جب آئے تو درست کر لیجیے۔ مثلاً افسردہ و افشردہ وغیرہ۔

صاحب نور اللغات کو یہ شوق تو خدا نخواستہ ہے نہیں کہ لفظ تلاش کر کے لکھیں اور جس فن کی اصطلاح ہو اسی فن کی کتاب سے رجوع کر لیں کہ بات سمجھ میں آجائے۔ اسی بے شوقی کے باعث بیچارے سادھی سادی بات لکھا کرتے ہیں۔ غلط ادا یہی قافیہ کا عیب ہے (اگرچہ اس قسم کا عیب صرف عربی زبان کی نظم میں ہو سکتا ہے) یعنی اختلاف مجریٰ ضمہ اور کسرے میں۔ جیسے بسلم و منصرم) اور تو کہا نہیں۔ اکفاء کی اصطلاح لکھی مثال بھی ٹھیک دی مگر بات ادھوری کہی چنانچہ لکھتے ہیں "حرف روی کا مختلف ہونا جیسے اب اور جیب" اور یہ نہیں بتاتے کہ یہ اختلاف قریب المخرج حروف سے متعلق ہے۔ عام اختلاف میں تو قافیہ ہی نہ مسلم ہو گا عیب کیسا۔ بس یوں لکھنا چاہیے تھا:—

"اکفاء اختلاف روی کا حروف قریب المخارج میں جیسے سیاہ وصباح۔ ریاض و ممتاز" تو بات سمجھ میں آجاتی۔

صاحب جامع اللغات نے حاجی زمزم اللغات سے بھی زیادہ اختصار سے کام لیا ہے۔ یہ اختصار مجرمانہ اختصار کی حد میں ہے۔ یعنی کہتے ہیں "عیوب قافیہ میں سے ایک عیب ہے"

حاجی زمزم صاحب نے جان صاحب کے کلام کا مطالعہ بہت کیا مگر قابل شرح الفاظ کے چننے اور انتخاب فرمانے میں وہی ازلی بلادت برتی ہے مثلاً "اکاسنا" نظم ہوا مگر حضرت کو نہ سوجھا۔ "اکاسنا" "ابھارنے" کے معنی میں دائیوں کی خاص اصطلاح ہے۔ جولیں اکاسنے کے معنی یہ ہیں کہ ناف کے نیچے کی ہڈی اگر جم گئی ہو اور بچے کی پیدائش میں حرج کرے تو کسی قدر اسے ابھار دینا چاہیے۔ اکثر یہ ہڈی اُکھڑ کے پھر فوراً جم جاتی ہے۔ اسی طرح "اکل کھرا" تو لکھا مگر اس کے ساتھ جو مثل ہے "اکل کھرا جگت سے برا" اسے لکھنا بھول گئے۔ نہ تو جامع اللغات میں یہ مثل ہے نہ زمزم اللغات میں۔

جناب حاجی صاحب نے اُگٹا بیچی (بہ گاف فارسی) گنوارستان میں کہیں سن لی۔ یہاں عموماً اکٹا بیچی (بہ کاف کلمن) کہتے ہیں۔ کیا کرتے بیچارے مبلغ سے آگے بڑھنا امکان ہی میں نہ تھا۔ ایک جگہ لکھتے ہیں "یہ الٹ پلٹ ہوتا [illegible] ہو نا" — لفظی تکرار ہوتا۔ دفتر عالمین کے ساتھ دو سال رہی کبھی اس مصیبت سے الٹ پلٹ بھی نہیں ہوئی" یہ محاورہ بھی گنوارستان کا ہے۔ (باقی آئندہ)

سا ف

خاکسار ادبار اللغات عفی عنہ

میاں فریدوں

(نمبر ۷)

الغرض بادل نخواستہ برابر توجنہیں سہلاتے ہوئے سر سید ہائے ادھر ہاتھ سے خرانٹ شکاری یا میر شکار میاں فریدوں نے رئیس الدولہ کا ہاتھ تھاما اور خانہ باغ میں چاندنی کی سیر کرنے لگے۔ دفعتہً ایک طرف تیلیوں میں سرسراہٹ ہوئی۔ اس جانب کسی قدر اندھیرا تھا۔ رئیس الدولہ سمجھے کوئی سانپ ہے مگر وہاں سانپ سے زیادہ خطرناک چیز تھی۔

میاں فریدوں نے کہا "بھائی صاحب ذری میں جھک کی ہر چاؤں جب تک آپ باغ کی سیر کیجیے" اور اتنا کہہ کے الوپ ہو گئے۔ اُن کے الوپ ہوتے ہی سرسراہٹ مجسم ہو کے عورت کی شکل میں نمودار ہوئی۔ معلوم ہوا زمین پر بھی ایک چاند نکل آیا۔ کیوں نہ ہو جو چیز آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر دے وہی اپنے حسابوں چاند سورج ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ جوانی اندھی ہوتی ہے وہ یہ نہیں دیکھتی کہ ناک ہو تو کیسی ہو کان ہو تو کیسا ہو۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جوانی میں گدھی بھی اچھی معلوم ہوتی ہے وہ اس اعتبار سے تو سچ کہتے ہیں کہ جوان گدھے کی نظر اچھی بری میں تمیز کرنے سے قاصر رہتی ہے اور اس اعتبار سے غلط کہتے ہیں کہ درحقیقت جوانی کسی گدھی کی صورت شکل میں تغیر پیدا کر دیتی ہے۔ گدھی کا سن دانتوں سے معلوم ہوتا ہے نہ شکل وصورت سے۔ پھر جوان گدھا دانت کھول کے دیکھتا ہی کب ہے۔ جوانی اس تحقیق تفتیش کی مہلت ہی نہیں دیتی — آنکھوں میں اتنی سمائی ہوتی ہے کہ جیسے دیکھا وہی پتلیوں میں بیٹھ گیا۔ اس تمہید سے ہمارا یہ مطلب ہے کہ سرسراہٹ مجسم ہو کے جو رئیس الدولہ بہادر کے روبرو آئی تو اس کی

وینس کا سوداگر (اقتباس)

شائیلاک:- بس-بس-بس- مجھے باہر جانے کی اجازت دو- طبیعت ناساز ہے- جی گھبراتا ہے"

حقیقت کو ان کی جوان آنکھ بھی نہ دیکھ سکی۔ نہ تو انھوں نے یہ دیکھا کہ رنگ اصلی ہے یا نقلی۔ نہ یہ کہ فرسودہ جوانی کی کمسنی تانی نقلی اس میں اتر رہے یا نہیں۔ بہرکیف سامنا ہوگیا وہ اپنی طرف لٹکیں اپنی طرف۔ راوی کا خیال تو یہی ہے کہ شب کے وقت کی تجویز برقی قمقموں کی روشنی سے پرہیز اور اچانک ملاقات ہوجانے کا اتفاق پیدا کرنا ہمارے میاں فریدوں کی صدیقی کار ہین منت ہے۔

دفعۃً مقابل ہوجانے کی حیرت زیادہ دیر تک باقی نہ رہی۔

"آپ کون صاحب ہیں؟ کیا فریدوں شاہ صاحب کے کوئی عزیز"

"جی عزیز نہیں ادنیٰ نیازمند مجھے رئیس الدولہ کہتے ہیں"

"اے اب میں سمجھی۔ آپ وہی ہیں جنکی آج دعوت ہے"

"یہ تو بھائی فریدوں کی نوازش ہے اب اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو اپنا اسم گرامی بھی لگے ہاتھوں کہہ ڈالیے۔ ارے ہاں کس کی رہی ہے کس کی رہ جائیگی۔ طائر تو گرفتار ہوں اپنے صیاد کا نام جاننا چاہتا ہوں"

"اے ہے دشمن آپ کے چڑیا ہوں۔ میں تو آپ کو آدمی سمجھ رہی ہوں۔ ہاتھ پاؤں ڈیل ڈول آنکھ ناک ماشاء اللہ سے آدمیوں کی سی ہے۔ اور بندی بھی ہرگز چڑیا ورن نہیں۔ یہ بتائیے کہ نام سُن کے کیا بنائیے گا؟"

"ہمیشہ رٹا کروں گا"

"رٹنا کیسا یوں کہیے کہ وظیفہ کروں گا"

"اچھا یوں ہی سہی"

گفتگو یہیں تک پہونچی تھی کہ پشت سے میاں فریدوں کے کھڑوں کی چاپ سنائی دی۔ طرار و طبرکے بی صاحب تو درخت کی اوٹ میں جا چھپیں اور بہادر رئیس الدولہ پر میاں فریدوں کے گھر مستقل بننے کا بڑا اثر پڑا۔

فریدوں: بھائی صاحب یہ کس سے باتیں ہو رہی تھیں ہاہا
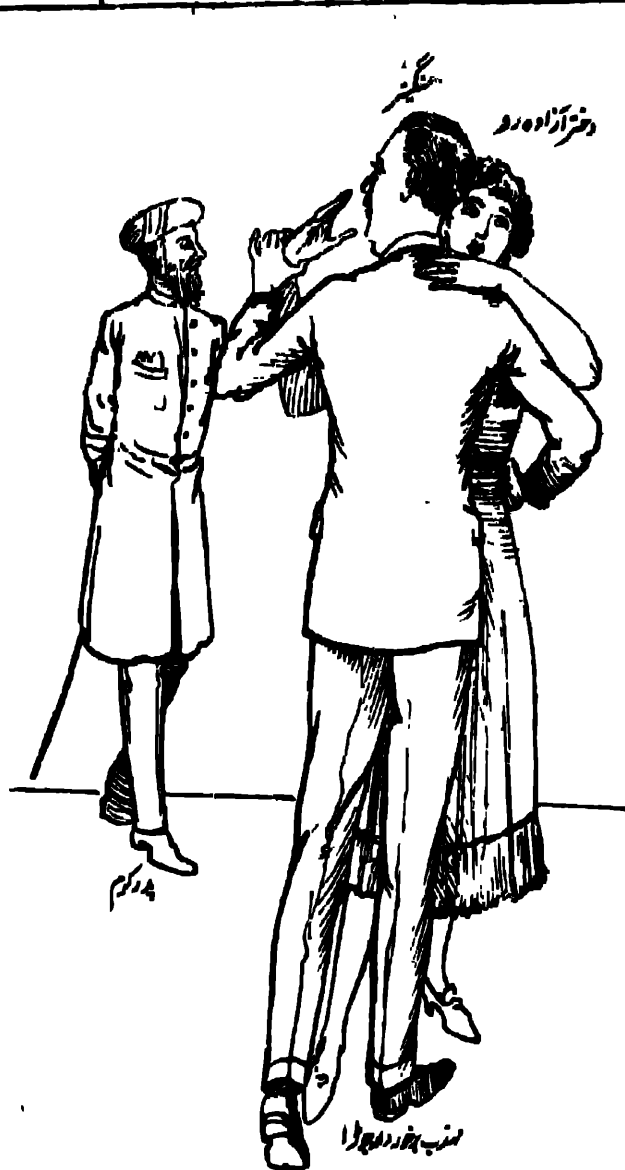
رئیس: کیا بتاؤں۔ نام نہ پوچھنے پایا تھا کہ آپ آگئے۔ واللہ چند راتا ٹھیک نہیں۔ آپ کا گھر ہے اور آپ ہی نادان بنتے ہیں

فریدوں: اچھا تو کان ادھر لائیے۔

رئیس: فرمائیے

فریدوں: (آہستہ سے) را۔۔۔نی۔۔۔ہٹ

رئیس: بس بس معلوم ہوگیا۔ بھائی صاحب واللہ آپ نے جو تعریف کی تھی حرف بحرف صحیح نکلی۔ مگر یہ تو بتائیے آخر مجھ غریب سے پردہ کیسا

فریدوں: پردہ وردہ کچھ نہیں آنکھ کا لحاظ ہے۔ بھلا میرے سامنے بے تکلفی سے بات چیت کیونکر ہوتی۔ وہ میرا ادب کرتی ہیں۔ خیر آئیے اب میں آپ کے سامنے ہی انھیں بات چیت کی اجازت دیے دیتا ہوں۔ رانی صاحب! رانی صاحب! او رانی صاحب اا اے"

آہ رانی صاحب کی شرم دیکھنے کے قابل تھی۔ آپ نے بازی گر کو تماشے پر چلتے دیکھا ہوگا۔ نئی نویلی کنواری دلہنیں بھی دیکھی ہوں گی جو پہلی بار سسرال میں قدم رکھتی ہیں۔ اس چال کے آگے دونوں چالیں گرد۔

چھن۔۔۔۔۔۔ (کنگنیوں کا پھاپولا)۔۔۔۔

کھٹ۔۔۔۔۔۔ (جوتی کی ایڑی نے صدا دی) ہر حرکت کے مابین پانچ منٹ کا وقفہ بہرحال ڈھلتی جوانی اور چڑھتی دھوپ کی طرح آہستہ آہستہ رانی صاحب سامنے آئیں اور مثل ہلال شب اول جھک کے تسلیمیں بجا لائیں۔ میاں فریدوں نے درویشانہ دعا دی۔ رئیس الدولہ سے فرمایا آپ ہی رانی ہرڈ دکلا پور ہیں۔ اور یہ مسٹر رئیس الدولہ میرے بھائی ہیں۔ انکے والد مرحوم کو میں چچا کہتا تھا۔ ان سے پردہ بے فائدہ ہے۔ میں تو خوش ہوا کہ اتفاقاً تم دونوں کا آمنا سامنا ہوگیا۔

(باقی آئندہ)

راقم — م — ح — سیتاپوری

بمبئی کی دعوت کا ایک منظر

"اونہہ! ہوگا۔ لڑکی اس وقت مزے میں ہے۔ یہ زمانے کا تقاضی ہے"

مولانا پنچ کی نوٹ بک

تم عیادت کو تو بیماروں کی آتے ہی رہے
تو مسیحا مرے وہ جان سے جاتے ہی رہے

خدا رحم کرے ولایت والوں کی عقلوں پر مسٹر ایچ کمر سلیلن

قیمت فی حصہ عہ
قیمت فی جلد عہ علاوہ محصول ڈاک

آٹھواں حصہ شائع ہو کر بازار میں آگیا ہے
اور سولھواں حصہ شائع ہو کر جلد دوم
بھی تیار ہو گئی

جامع اللغات اردو

و
السنہ متعلقہ

مرتبہ:- خواجہ عبدالمجید بی اے

جلد اول میں تقریباً ... الفاظ بیس ہزار محاورات چار ہزار ضرب الامثال و اقوال ۴ ہزار سوانح حیات ۲ ہزار جغرافیائی حالات میں
واحد لغت جسمیں اُردو کے علاوہ فارسی عربی سنسکرت اور ہندی الفاظ کے معانی بھی مل سکتے ہیں

المشتہر:- خواجہ محمد محمود اختر بی-اے منیجر جامع اللغات کمپنی - مال روڈ - لاہور

سفید بال جڑ سے کالا

[illegible] نسخہ [illegible] سے [illegible] کے
[illegible] کا بال [illegible] کالا ہے
[illegible]

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات خزینۂ
علم و ادب ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں
ہر کتب خانے میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت
فی جلد ے مع محصول۔ ۱۹۳۳ء کی مجلد
خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ
سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ و ۱۹۳۲ء کی قیمت

فی جلد ے محصول ڈاک عہ ذمہ خریدار۔
جلد ۱۹۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ
حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد ۱۹۳۲ء کے خریدار کو
حصہ دوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

۱۹۳۰ء اور اُسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے
فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد مع محصول بذمہ
خریدار۔

منتخبات اودھ پنچ حصہ اول

دور ثانی کی قدیم جلدوں کے منتخب شدہ علم و ادب
کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا عجیب او ر
سبق آموز خزینہ ۲۰-۱-۲۶ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع
کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد عہ
علاوہ محصول۔

نیز حصہ دوم مشتمل بر ۹۰ صفحات مجلد عہ
محصول ڈاک علاوہ۔

حصہ سوم۔ ضخامت بشرح صدر مجلد عہ
علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مسلمانان ہند کے جذبات کا بہترین ترجمان

جریدہ اسٹار الہ آباد

ممالک متحدہ کا واحد انگریزی ہفتہ وار مسلم آرگن
حالات حاضرہ پر متین تبصرہ اور ہفتہ بھر کی اہم خبروں کا مجموعہ
عامۂ مسلمانان ہند کے حقیقی جذبات و خیالات معلوم کرنے
کیلئے اسٹار پڑھیے اپنی تجارت بڑھانے کیلئے اسٹار میں اشتہار دیجیے

چندہ سالانہ ۔ ششماہی ۔

جنرل منیجر اخبار اسٹار الہ آباد یو پی۔

مجموعۂ موسیقی

معدن النغمات

میاں تان سین اور دوسرے قدیم استادوں کے پوری
دُھرپد سینہ بسینہ محفوظ تھے۔ ملک کے مشہور رئیس اور فاضل
راجہ محمد نواب علیخان تعلقدار اکبر پور نے لاکھوں روپے
خرچ کرکے اس خوش اسلوبی سے جمع کردیے کہ ہر ہندی
ایک معمولی ہارمونیم پر آسانی کے ساتھ تان پلٹے سمیت
انھیں ادا کرسکتا ہے اور ہر ایک ماہر شخص اصطلاحات
سمجھنے کے بعد جو کہ آغاز کتاب میں اچھی طرح سمجھا دیے
گئے ہیں ٹھیک اُسی طرح یاد کرسکتا ہے جس طرح کہ وہ
استادوں کے گلے سے ادا ہوئے اُستاد محمد علیخان مرحوم
رام پوری نبیرۂ میاں تان سین کی تصویر بھی کتاب میں
موجود ہے بہت کم جلدیں باقی ہیں جلد طلب کیجیے۔
قیمت مع محصول ڈاک عہ منی آرڈر بھیجیے وی پی روانہ ہوگا۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ

[illegible]

REGISTERD No
LUCKNOW,
OUDHPUNC
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
دس روپیہ
قیمت فی پرچہ
دو آنے
١٩٣٤
قیمت پیشگی اندرون ملک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
اودھ پنچ
1934
M. B. KHAN ARTIST

قواعد و ضوابط ادارہ ہذا

(۱) بفضل خدا سے غرۂ ذیل ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں معمولی کی خبریں نہیں چھپتے اور نہ بے تہذیب مضامین نہیں ہوتے۔ یہ صرف اپنی بضاعت کے مطابق لغویات سے بے نیاز ہے۔

(۳) قیمت کی زیادتی پر منھ نہ بنایئے۔ ضخیم کی پرچہ تو ردیاں چھاپتے ہیں لیکن گوہر و خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی حقیقت اور مطالعہ کی صلاحیت ہے۔ دور رسی، نکتہ چینی، صحیح نتائج، واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی، سیاسی، ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے سے آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا مثل کسی اور سے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ پیشگی لی جاتی ہے۔

(۵) ہر ایک شاگرد مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائے گی۔

(۶) پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۱۰ دن کے اندر بھیجئے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جا سکے۔

(۷) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱)۔ صرف روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲)۔ رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید رقم جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچے فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۲ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پھٹے پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

نفو الفاظ سے دیکھئے کہ "مجذوبوں کی بڑ" فی الواقع بیہودہ ہوتی ہے۔ شاعر الٹی اور سیدھی کا تقابل کرتا اور بیہودگی کی نفی کرتا ہے۔ اس کو "مجذوبوں کی بڑ" سے کہاں علاقہ؟ اکبر کا کلام کہیں غیر قابل فہم نہیں۔ ہمارے پاس ان کا مجموعہ کلام موجود ہے۔ ہر شخص کی سمجھ میں آتا ہے۔

ہمارے حاجی صاحب تحریر فرماتے ہیں "القط (عربی میں قط بس کے معنی میں ہے اسے اردو میں القط بنا لیا گیا ہے) بیت بازی میں جب کوئی لڑکا غلط شعر پڑھتا ہے یا پورا شعر یاد نہیں آتا اور درمیان میں رک جاتا ہے تو طرف ثانی کہتا ہے القط اور پھر وہ شعر نہیں لیا جاتا۔"

قط کے معنی "حسب" یعنی فقط اور بس کے ضرور ہیں لیکن یہاں قط سے مراد قطع ہے نہ "بس"۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ شعر خارج کیا گیا۔ کاٹ دیا گیا۔ "قط اور قد" دونوں کے معنی ہم وزن ہے فرق صرف طول و عرض کا ہے۔ قلم کے قط اور قد سے بھی مراد کاٹنا ہے۔ اور یہی

"بس" کی بہ نسبت مطلب و محل سے زیادہ نزدیک ہیں۔ اس لیے کہ یہاں "بس" کی جگہ فقط کہتے ہیں "القط" یا "قط" نہیں کہتے۔ "بس" کے معنی لیتے تو فقط کہتے۔ بطریقہ خاص یہ گمان غالب ہے کہ بیت بازی کے شغل کے موجد اہل عرب ہیں۔ بس کے معنی میں ان کے پاس متعدد الفاظ ہیں مثلاً حسبُ۔ بجلُ۔ قطْ (بسکون طاء وتخفیف طاء) اسکتْ۔ الکفْ۔ نامیکْ۔ کافیکْ۔ تو بجھلاً۔ اقطع۔ الکفّ۔ اس "قط" کو الف ولام کے ساتھ زبان عرب میں مستعمل ہوتے ہم نے نہیں دیکھا۔ ممکن ہے کہ یہ ہماری کوتاہی نظر ہو۔

حاجی زمزم اللغات صاحب لکھتے ہیں۔

"امام ضامن کی تاریخ مقرر ہونا۔ مذہب امامیہ میں شادی بیاہ کی ایک رسم ہے۔ برات سے کچھ روز قبل ایک تاریخ مقرر کی جاتی ہے اور اس روز دولہا دلہن کے بازوؤں پر امام ضامن کا روپیہ یا اشرفی باندھتے ہیں۔"

یہ رسم لکھنؤ کے ساتھ مخصوص ہے یا جس مقام پر لکھنؤ کی سی رسمیں ہوتی ہیں وہاں منگنی کے دن (نہ برات سے قبل) دولہا کی ماں (نہ دولہا خود) اپنی ہونے والی بہو کو دیکھنے کے لیے آتی ہے۔ اصل مقصود ہوتا ہے دلہن کی صورت شکل پر مطلع ہونا اور بہانہ ہوتا ہے بہ نیت خیرات امام ضامن کی نذر کا روپیہ یا اشرفی بازو پر باندھنے کا۔ یعنی ؎

انھیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا
گئے تھے سیر گل کو وہ دیکھنا شوخی بہانے کی

اب بتائیے کہ حاجی صاحب کے ہفوات (بے سمجھی بوجھی لغت) میں اور اصل رسم میں کتنا فرق ہے۔ کیا ایک لغت کی کتاب جمع کرنے والے کا فرض یہ نہیں ہے کہ بات "ٹھانکا ٹھونک" کر لکھے؟۔

صاحب جامع اللغات نے دولہا دلہن دونوں کے بازوؤں پر برات سے قبل روپیہ باندھنے کی رسم لکھی ہے اس کی بھی تصحیح ضروری ہے۔

"القط" کے بارے میں صاحب جامع اللغات نے ہمارے حاجی زمزم صاحب کو شکست دیدی یعنی شاگرد نے استاد کو سبق پڑھایا۔ اگر ہم پہلے سے

سمن بنابر انفصال مقدمہ

نمبر مقدمہ ۴۴۹۰ سنہ ۱۹۳۳ء

بعدالت جناب خان صاحب سید اظہار حسن صاحب ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی آنریری منصف و اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول بمقام محلہ چوک شہر الہ آباد

کنور راگھویندر سنگھ ولد لال رن بیر سنگھ قوم چھتری ساکن ریاست دہیا نواں پرگنہ بہار ضلع پرتاب گڈھ مدعی

بنام

نرائن داس سری واستو باپ کا نام نہیں معلوم قوم کائستھ قریب مکان رائے رام جی روڈ محلہ ... شہر لکھنؤ مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت ... رسد ... دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۳۰ ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے کی کریں اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال کلی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۹ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۴ء کو جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم — مہر عدالت

سمن بنابر انفصال مقدمہ

نمبر مقدمہ ۲۶۰ سنہ ۱۹۳۴ء

بعدالت جناب خان صاحب سید اظہار حسن صاحب ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی آنریری منصف و اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول بمقام محلہ چوک شہر الہ آباد

متری ولد گھسیٹے قوم ... ساکن محلہ شاہ گنج شہر الہ آباد مدعی

بنام

(۱) منا ولد کلو قوم مہتر ساکن محلہ شاہ گنج شہر الہ آباد

(۲) رام دیال ولد سکرو قوم مہتر ساکن کالون اسپتال شہر الہ آباد

(۳) محمد بخش ولد کالے دین قوم مہتر ساکن محلہ ... بستی شہر الہ آباد مدعا علیہم

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت ... دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۳۰ ماہ اپریل ۱۹۳۴ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے کی کریں اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۹ ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۴ء کو جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم — مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبری ۷۶ خفیفہ سنہ ۱۹۳۴ء عہدہ خفیفہ

بعدالت جناب پنڈت شیام منوہر نیواری صاحب بہادر جوڈیشل منصف مقام فیض آباد

گیا پرشاد ... ساکن موضع ... پرگنہ ... تحصیل بیکاپور ضلع فیض آباد مدعیان

بنام

چین سنگھ ولد نامعلوم ساکن موضع ... پرگنہ ... تحصیل بیکاپور ضلع فیض آباد حال ... نام چین سنگھ ساکن ... پرگنہ ... ضلع فیض آباد حال مقیم ... ریاست ... مدعا علیہ

ہرگاہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۳۰ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے ... دعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۰ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی — مہر عدالت

جلد ۱۹ نمبر ۱۴

مضامین

(مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۳۱ء)

غزل

(از جناب مرتضیٰ حسین صاحب رضوی تحسینؔ لکھنوی)

مٹے ہوئے کا لے گا تمہیں مزار کہاں ۔ نہ جانے اڑ کے گیا ہے مرا غبار کہاں
غرورِ حسن کی چربی پگھل گئی ہوتی ۔ بتوں نے کھائی ہے لیکن خدا کی مار کہاں
مجھے تو ڈر یہ ہے اکتا نہ جائے محفل حشر ۔ کہ میرے قصۂ غم میں ہے اختصار کہاں
تمہارے وعدوں کی شہرت ہوئی ہے جس دن سے ۔ نہ جانے نکل گیا اُس دن سے اعتبار کہاں
یہ ٹکڑے ابر کے روتے ہیں کس مصیبت کو ۔ فلک پہ گھومتے پھرتے ہیں اشکبار کہاں
یہ بات ہو گئی موسیٰ کے واسطے مخصوص ۔ نہیں تو جمع ہوئے طور دنور و نار کہاں
یہی ہے فکر تحسینؔ تمہیں کو جو خط لکھوں
ملے گا اونٹ تو لیکن شتر سوار کہاں

جامع اللغات و نور اللغات

(نمبر ۳)

صاحب جامع اللغات اِلکنگ کے معنی لکھتے ہیں "ایک کھیل کا نام جو لکڑی سے کھیلا جاتا ہے" اللہ رے اختصار۔ لکڑی سے تو بہت سے کھیل کھیلے جاتے ہیں۔ ابہام ہی رکھنا تھا تو لکھ دیتے کہ ایک کھیل ہے۔ یا "ایک پہیلی ہے بوجھ لو تو بتا دیں" یا اور یہی بھلا سا نام ہے "بندہ پرور اتنا لکھ دینا بھی بہت ہوتا۔ (بغیر بھیری کے پٹا کھیلنے کی مشق) ایک تھا کیمیا گر اُس نے شاگرد سے وعدہ کیا کہ مرتے وقت کیمیا کا نسخہ بتاؤں گا۔

جب ہونٹوں پر جان آئی۔ گھر اُلگا منکا ڈھلا تو شاگرد نے وعدہ یاد دلایا یہاں خود ہی کشتہ ہونے کے قریب تھے نسخہ کیا بتاتے اٹک اٹک کے کہنے لگے "ہڑ بہیڑا۔ آنولا...... دمڑی کا...... وہ" اس دمڑی کے وہ نے نسخہ مکمل کر دیا "وہ" یعنے دم ہی نکل گیا۔ ایسی مبہم باتیں نور اللغات اور جامع اللغات میں بہت سی ہیں۔ انشاء اللہ جب کیمیا گر کے شاگرد کو "دمڑی کا وہ" ملے گا اُسی وقت مطلب منشا و معنی لفظ کو "لکڑی کا ایک کھیل" بھی معلوم ہو جائے گا گھبرانے کی بات نہیں۔

حاجی زمزم اللغات صاحب نے بھی ایسے ہی عبارتیں لکھی ہیں فرماتے ہیں۔ "الٹوانسی کبیر کی۔ برعکس۔ خلاف باتیں" اور سند میں خدا جانے کس کا شعر لکھتے ہیں ؎

جتنے کرو گناہ کبیرہ ملیں ثواب ۔ کہتے ہیں الٹوانسی اسی کو کبیر کی۔

.... ہیں۔ مؤلف جامع اللغات کی سمجھ میں یہ پہیلی نہ آئی تو انھوں نے بیچاری پھر یہ کہے ایسی عام الفہم زبان زد خلائق اصطلاح کو چھوڑ دیا۔ نہ لکھنا غلط لکھنے سے اچھا ہے۔ شعر مذکور بالصدر شاعر نہ کبیرہ اور کبیر کا شاعرانہ جوڑ ادھونڈھ نکالنے کے سوا "کبیر کی الٹوانسی" سے اور کچھ غرض نہیں کیا۔ حاجی صاحب تو زمزم میں مرشے پڑھو رہتی ہے۔ دل سے ہی میں انھوں نے شاعر کے شعر سے مطلب ڈھونڈھ نکالا۔ حالانکہ کبیر داس ایک ہندی کے مشہور شاعر تھے وہ اکثر ایسی باتیں جن کے معنی انکی لفظوں کے خلاف ہیں اپنے کلام میں جمع کر دیتے تھے اور یہ ایک لطیف صنعت تھی جس کا نام "الٹوانسی" رکھا گیا۔ جیسے ؎

رنگی کو نارنگی کہیں اُنت مال کو کھویا ۔ چلتی کو گاڑی کہیں یہ دیکھ کبیرا رو دیا۔

یعنے رنگی (رنگین۔ رنگ دار چیز) میں حرف نفی لگا کے لوگ "نارنگی" کہتے ہیں یہ ایک الٹوانسی ہے۔ موجود مال یعنے دودھ کھویا ہوا یا دھنیکر موجود ہے کھویا (گم شدہ) کہلاتا ہے یہ دوسری الٹوانسی ہوئی۔ جو چیز چلنے کے لیے حرکت کرنے کے لیے چلانے کے لیے بنائی گئی اُسے گاڑی یعنی گاڑی گئی۔ گڑی ہوئی کا لقب دیتے ہیں۔ یہ تیسری الٹوانسی ہوئی۔ دنیا کی ایسی ہی الٹوانسی دیکھ کے شاعر (کبیر داس) پر رقت طاری ہوتی ہے۔ اردو کے شاعر نے بھی شعر مذکور میں ایک الٹوانسی نظم کی ہے کہ جو لوگ کبائر میں مبتلا ہیں امید ثواب رکھتے ہیں۔

حاجی صاحب نے ایک جگہ "الٹی کبیر کی" بھی ایک محاورہ رقم فرمایا ہے۔ اُس کی تفصیل اس طرح کرتے ہیں "مجذوبوں کی بڑ" اور سند میں آتش کا شعر پیش کرتے ہیں ؎

بیہودہ گفتگو نہیں مرد فقیر کی ۔ سیدھی ہے سمجھے تو اگر الٹی کبیر کی

عـــہ در اصل الٹوانسی کا لفظ شعری ضرورت سے شاعر نے مقدم کر دیا ہے کبیر کی الٹوانسی مشہور ہے اسے لکھ کر۔ کی حاجی صاحب نے لکھنا تھا ۱۲ پنچ

جامع اللغات دیکھ لیتے تو بینی خرف سے اس لفظ کی شرح نہ لکھتے بلکہ ایک پنجابی کو نیچا - لکھنؤی صاحب لغت کے مقابلے میں شکست یاب ہوتے دیکھ کے کسی قدر زیادہ ظرافت سے کام لیتے ۔

حاجی صاحب "انگلیاں توڑنے" کی شرح یوں بیان کرتے ہیں "عورتیں کسی کی بلائیں لے کے اپنی کنپٹی کے اوپر ہاتھ رکھ کر اور کبھی کوسنے اور بددعا دینے کے وقت دونوں ہاتھ ملا کر انگلیاں توڑتی ہیں"

اب کون کہے کہ حاجی زمزم صاحب بالفعل کو اصطلاحاً بلائیں لینا کہتے ہیں دونوں ہاتھ پھیلا کے کسی شخص کے سر تک لے جانا اور چہرے سے کسی قدر علٰحدہ اس کے انگلیاں سمیٹنا پھر مٹھی باندھ یا انگلیاں کھول کے اپنی کنپٹیوں پر انھیں اس طرح جانا کہ وہ چٹخ جائیں اور چٹ چٹ یا چٹر چٹر کی آواز دینے لگیں بلائیں لینا ہوا۔ بددعا کے وقت کوئی عورت دونوں ہاتھ ملا کے انگلیاں چٹ چٹ نہیں کرتی - آپ کو تو غلط بات کہنے کی عادت پڑی ہوئی ہے - ہم کہاں تک سمجھائیں - اور یہ واضح رہے کہ بلائیں لینے کی جگہ انگلیاں توڑنے کا محاورہ نہ کبھی مروج تھا نہ آج ہے - اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں عورت نے فلاں کی انگلیاں توڑیں تو یہ شہادت عورت کو جیل بھیج سکتی ہے جو شعر بحر کا آپ نے پیش کیا وہ بلائیں لینے کے معنی نہیں ظاہر کرتا اور اس میں انگلیاں چٹکانے سے پوروں کے جوڑ کو دبا کے آواز پیدا کرنا مراد ہے مگر آپ کیا کیجیے شعر کے معنے سمجھنے کا سلیقہ آپ کو کبھی نہ آیا - بحر کا یہ شعر ؎

ہماری موت ہے تیری ادا یہ او قاتل
تنیچے چلتے ہیں ہم پر نہ انگلیاں چٹکا

خود ہی اپنے مفہوم کا شارح ہے - انگلیاں تمنچا بنی ہیں اور ان کی آواز شاعر کے دل پر گولی کی طرح اثر کرتی ہے - علیٰ ہذا القیاس "بلائیں لینے کی" جو تفصیل ہم نے اوپر بیان کی اس کی تائید حضرت ظفر کے کلام سے جسے آپ نے پیش کیا ہے ہوتی ہے ؎

بشانے سے کبھی آئی چٹکتی نہیں انگلی

" زلفوں کی ہیں لیتے بلائیں ہیں چٹاچٹ

انناس کے بارے میں جناب حاجی زمزم صاحب کا جو خدا کے فضل سے الفاظ کی ذاتی جنائی ہیں یہ خیال ہے کہ یہ لفظ پرتگالی مادر کے پیٹ سے پیدا ہوا پھل ہندوستان کا ہے - ہندوستان میں پرتگالیوں سے پہلے عربوں نے قدم رکھا - لفظ خود عربی محلہ ظاہر کر رہی ہے مگر صاحب کبھی کی مجال ہے جو دائی جنائی سے زیادہ پیدائش کے حال سے واقف ہونے کا دعوی کر سکے ؟ -

ابی حاجی زمزم صاحب یہ لفظ عربی الاصل ہے - عربوں نے اس پھل میں انسانی آنکھوں کے تمونے دیکھے تو انھوں نے "عین الناس" نام رکھ دیا - یہ پھل مرطوب مقامات پر زیادہ پیدا ہوتا ہے - بنگالی اسے "انارس" اور "ناس" کہتے ہیں - یہ عربوں کی ذہانت ہے کہ انھوں نے ناس اور انارس کے مشابہ ایک بامعنی اور تشبیہی نام گڑھا اور خوب گڑھا -

جامع اللغات الفاظ کی فراوانی میں نور اللغات پر فضیلت رکھتی ہے اس وجہ سے جامع اللغات کے قابل اصلاح الفاظ بہت سے چھوٹ گئے - نظر ثانی میں دیکھا جائے گا - چھوٹے تو ہیں نور اللغات کے الفاظ بھی مثلاً آپ لکھتے ہیں -

" انبیا - کیری کچا آم " اور یہ نہیں لکھتے کہ یہ ہمارے وطن کی بولی ہے - شہر میں کیری ہی کہتے ہیں - مگر وہ کیری سے جی اُکتا گیا - (جامع اللغات میں بھی تفصیل شہر اور گاؤں کی نہیں) -

حاجی زمزم صاحب ارشاد فرماتے ہیں "اوباش (عربی بوش کی خلاف قیاس جمع ہے) بدچلن آوارہ مزاج" ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت یہ بوش کی جمع کیوں ہے وبش کی جمع کیوں نہیں - آخر وبش کے معنی بھی "مردم درآمیختہ از ہر جنس و فرومایہ" کے ہیں اور عربی لغت میں اس کی جمع بھی تو اوباش لکھی ہے -

عربی میں بہت سی لغتیں ایک صورت سے دوسری صورت پر الٹ پلٹ ہو جاتی ہیں یعنی ایک ہی رہتے ہیں مثلاً جمش اور مشک وغیرہ -

جس لغوی نے لکھا ہے کہ اوباش جمع مقلوب ہے بوش کی اس نے بلفظ قبل اس کا منعت ہی ظاہر کر دیا -

آپ کو عربی دانی کا اتنا دعوی اور عربی بولنے کا ایسا شوق ہے کہ ہمارے اجتہاد کے ضعیف قول ہی پر وثوق ظاہر فرما دیتے ہیں - آپ کو واللہ بتائیے تو سہی آپ عربی زبان کے ہوتے کون ہیں ؟ -

(باقی آئندہ)

راقم ـــــــــــــ

خاکسار اودبار اللغات عفی عنہ

ضیافت نظر و شکم و طبیعت

امسال میلہ درگا کسہری حسب دستور قدیم چیت شدی چودس سے لے کر میا گھ بدی پرواسنہ ۱۹۹۱ کرمی تک یعنی ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ مارچ ۱۹۳۴ء کسہری اور نواب گنج ضلع اناؤ میں لگا - تقریباً ایک لاکھ سے زائد آدمی میلے میں امسال آئے - ان تاریخوں کے لیے ایک دلچسپ جدول پروگرام بنا لیا گیا تھا -

۲۹ - مارچ ۱۹۳۴ء کو ریڈکراس ڈے منایا گیا اور حفظان صحت اور زراعت کی نمائشیں کی گئیں -

اطلاع نامہ بنام دائنان نسبت تعین تاریخ سماعت درخواست دیوالہ

(دفعہ ۱۹ ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر گونڈہ مقام گونڈہ

درخواست دیوالہ نمبر ۱ سنہ ۱۹۳۴ء پیشی ۲۱ - جولائی سنہ ۱۹۳۴ء

مستقر دیے جانے دیوالیہ مسمی رام شیو پرشاد طوبھا پسر ۲۰ - سورج لال ولد گیا پرشاد اقوام حجام ساکنان موضع مہوبہار پرگنہ بہار اپور ضلع گونڈہ -

بنام

ترلوکی ناتھ - بہاری - رام شہرت - رام سودسط - درگا پرشاد رام مہراج بچہ سنگھ - رام دولاری سنگھ - رام گیرت - رام جیاون - ہر گاہ مسمی شیو پرشاد و سورج لال نے عدالت ہذا میں بذریعہ درخواست مورخہ ۱۰ - ۱۱ جنوری سنہ ۱۹۳۴ء درخواست کی ہے کہ حسب منشاء ایکٹ دیوالیہ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء دیوالیہ قرار دیا جاوے اور تمہارا نام فہرست دائنان میں جو دیوالیہ مذکور نے داخل کی ہے پایا جاتا ہے لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ عدالت نے ۲۱ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۴ء واسطے سماعت درخواست مذکور و فیصلہ اور لینے بیان دیوالیہ کے مقرر کی ہے - اگر تم کو اس معاملہ میں پیروی کرنا منظور ہو تو اصالتاً یا بذریعہ وکیل جو حال مقدمہ سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو - تاریخ مقررہ پر بنا بر ثبوت خرچہ جملہ جمعاً تمہارا ہو کر حاضر آویں -

کل قرضہ مبلغ ۶۸۵/۹/۶

آج بتاریخ ۵ - ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا -

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

۳۰۔ مارچ ۱۹۳۴ء کو ایک عظیم الشان ریڈ کراس میٹنگ بصدارت مسٹر رگھوبر دیال آئی۔سی۔ایس ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر، اناؤ کی گئی۔ اُسی دن ایک پبلسٹی میٹنگ بھی ہوئی جس کے صدر سیٹھ بدری پرشاد صاحب حاکم تحصیل حسن گنج تھے۔ جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر کے اس میلے کی تشریف آوری کی تقریب میں ایک نہایت عمدہ پارٹی بھی دی گئی جس میں بہت سے مہمان شریک تھے۔ سول سرجن صاحب بہادر اناؤ مسٹر اے۔ این فسکلا پبلسٹی افسر، ڈاکٹر بھگونت گوپال صاحب ڈی۔ ایم۔ او۔ ایچ۔ اور ڈاکٹر اے حمید صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ شب میں ایک بزم ادب منعقد کی گئی جس میں اناؤ اور لکھنؤ کے شعرا شریک ہوئے اور ان معزز مہمانوں کی طعام لذیذ سے دعوت کی گئی۔ میلہ نہایت خیر و خوبی سے ختم ہو گیا جس کے لیے ممبران میلہ نیز مرزا جعفر حسین قزلباش تحصیلدار حسن گنج افسر انچارج میلہ اپنے خدمات کے صلے میں مستحق مبارکباد کے ہیں۔

(رپورٹر)

نامۂ منطق آرا بیگم بنام نوجوان مصلحان قوم

اے لڑکو! میرا ایک خواب سنو۔

گھر کے کام دھندے سے فارغ ہو کے جو میں پلنگ پر لیٹی تو جھپکی سی آ گئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ لق و دق میدان ہے۔ سنسان ہے ویران ہے۔ جاتے جاتے ایک قبرستان تک پہونچی۔ تم جانو لکھنؤ کی رہنے والیاں قبروں سے بہت ڈرتی ہیں۔ میرا بھی ڈر کے مارے عجب حال ہو گیا۔ مگر پڑھنے لکھنے سے کیسا ہی بزدل ڈرپوک ہو تھوڑی بہت دلیری آ ہی جاتی ہے۔ دھڑکتے ہوئے دل اور لڑکھڑاتے ہوئے قدم سے میں گورستان کے اندر چلی گئی۔ تھک گئی تھی۔ ایک قبر کا کونا دبا کے بیٹھی۔ اپنی حماقت پر پشیمان کہ مجھے کیا سوجھی جو گھر کی آبادی چھوڑ جنگل بیابان میں چلی آئی۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ قبر کا تابوت ہلا۔ دراڑ پڑی۔ چٹاخ سے آواز ہوئی۔ جس طرح ایک دم سے دونوں پٹ دروازے کے کھل جاتے ہیں۔ قبر کا سینہ چاک ہو گیا اور ایک نورانی شکل کا بڈھا اُس میں سے نکلا۔

ہم نے جوانی میں طلسم ہوش ربا پڑھی تھی لیکن طلسم گنگوں پوش کا افسانہ یا دفعتہ بڑے میاں کو دیکھ کے وہی جادو گر یاد آ گیا۔ میں تو جلال و آئی بابا کو تال تو پڑھنے لگی مگر بڈھے نے جو میری سہمی ہوئی صورت دیکھی تو مسکرا کے بولا "ڈرو نہیں میں بھی کبھی تمھاری طرح زندہ تھا اور حکیموں میں گنا جاتا تھا۔ میرا نام بقراط ہے۔ ساری دنیا کے طبیب میرا لوہا مانتے مجھے آج تک اپنا استاد جانتے ہیں۔ میں نے تمھیں روحانی کشش کے زور سے پکڑ بلایا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم مولانا پنچ کے مصاحبوں میں سے ہو۔ تمھاری بات زمانے میں مقبول ہے۔ میں بھی تم سے کچھ کہنے والا ہوں اگر تم یہ پیام دنیا تک پہونچا دوگی تو خدا نے چاہا فائدے سے خالی نہ ہوگا۔"

میں نے دل میں کہا "واہ بڑے میاں بھی طرفہ تماشا ہیں۔" مگر ان بڑے میاں کی صورت میں قبر کی گرمی اور مرور ایام نے کوئی اثر نہ کیا تھا۔ گویا جیوں کے تیوں قبر میں دندناتے تھے اس وجہ سے ڈر نکل گیا۔ حواس برجا ہوئے۔ جھجک باقی تھی۔

البقراط: "تمھارا نام؟"

میں: "آپ منطق جانتے ہیں؟"

البقراط: "ہاں پھر نام سے اور منطق سے کیا علاقہ؟"

میں: "ہے کیوں نہیں۔ "نام" سے نہ ہو تو سوال سے ضرور ہے۔ ابھی آپ مجھ سے واقف ہونے کا دعویٰ کر چکے ہیں۔ لہذا از روئے منطق آپ تحصیل حاصل کے گناہ میں مبتلا ہوئے۔ اور اگر آپ فرمائیں کہ میں تم سے بالکل واقف نہیں تو دو منطقی گناہ آپ کے نامۂ عمل میں لکھے جائیں گے۔ ایک فعل اور قول میں منافاۃ کا دوسرا طلب مجہول مطلق کا۔"

البقراط: "جل جلالہ۔ واقعی تم نے بڑے بڑے منطقیوں کے کان کاٹے۔ میرے قول و فعل میں منافاۃ نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے درگاہ باری میں ایک صنف نسواں کی صورت ملنے کی جو اپنی جنس کی خیرخواہ ہو دعا مانگی۔ اُس نے تمھیں بھیج دیا اس وجہ سے میں تمھارے نام سے واقف نہیں۔ کام سے واقف ہوں۔ یہ نہ تحصیل حاصل ہے نہ طلب مجہول مطلق۔ نہ بتانا نہ تعارض۔ شکر ہے کہ تمھاری ہستی میں علم و فراست کے وہ صفات موجود ہیں جن کا میں طالب ہوں۔ اب نام بتاؤ۔"

میں: "مجھے منطق آرا بیگم کہتے ہیں۔"

البقراط: "کہاں مسکن ہے؟"

میں: "مولانا پنچ کے صفحات میں۔"

البقراط: "منطق کہاں حاصل کی؟"

یہ سوال مجھے بہت برا لگا۔ واہ رے بڑے اسم قدرتی منطقی ہیں۔ آخر جھلا کے بول اٹھی کہ آپ حکیم ہو کے فضول وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اگر یہ سوال ضروری ہے تو علت بیان فرمانے کے بعد جواب لیجیے۔ ورنہ جانے دیجیے۔ ایسا نہ ہو کہ نواب صاحب کے اٹھنے کا وقت ہو جائے تو پھر آپ کی جواب دہی میری بساط نہیں۔ بوڑھے سوڈ مشتنڈے پکڑ لیں۔

البقراط: "سنو بی منطق آرا بیگم جس عالم میں اس وقت ہم ہیں اس کا زمانہ اور ہے اور جس عالم میں تم رہتی ہو اُس کا زمانہ اور۔ یعنی یہاں کی ایک ساعت وہاں کے ہزار برس کے برابر ہے۔ اس لیے یہاں کا ... جو تمھارے خیال میں طول کھینچ رہا ہے وہ جاگنے کے بعد تمھیں محسوس نہ ہوگا۔ اچھا بتاؤ تم کس وقت سوئی تھیں؟"

میں: "جب میری پلک سے پلک جھپکی تو گھڑی کی چھوٹی سوئی آٹھ کے نقطے سے کسی قدر آگے اور بڑی سوئی ٹھیک پانچویں منٹ پر تھی۔ گویا آٹھ پر پورے پانچ منٹ آ چکے تھے۔"

البقراط: "اچھا اسے یاد رکھو۔ یہاں سے رخصت ہونے کے بعد تمھیں بڑی سوئی صرف پانچ دقیقہ (سکنڈ) پانچویں منٹ سے آگے کھسکی ہوئی دکھائی دے گی۔ منطق آرا بیگم۔ اس کو اُستاد افلاطون کی زبان میں "بعد فطری" کہتے ہیں۔ انسان کو اس بعد کا حال صرف بحالت خواب یا بعد مرگ ہی معلوم ہوتا ہے۔ بیداری میں اس کا احساس نہیں ہوتا۔ کان دھر کے میری بات سنو جب میں اُس عالم میں تھا جس میں اب تم ہو تو میں نے ایک کتاب "فصول" کے نام سے لکھی تھی۔ میری زبان میں تو نام اُس کا اور ہی کچھ ہے مگر عربوں نے اُس کا نام یہی رکھا۔ میں نے اس کتاب میں دنیا کو ایک ضروری ہدایت کی ہے۔ معدہ انسانی اگر صاف اور صحیح نہیں بلکہ اکثر غلیظ مواد فاسدہ سے آلودہ ہے تو جتنی جلد اور پاک غذائیں اس میں جائیں گی سب
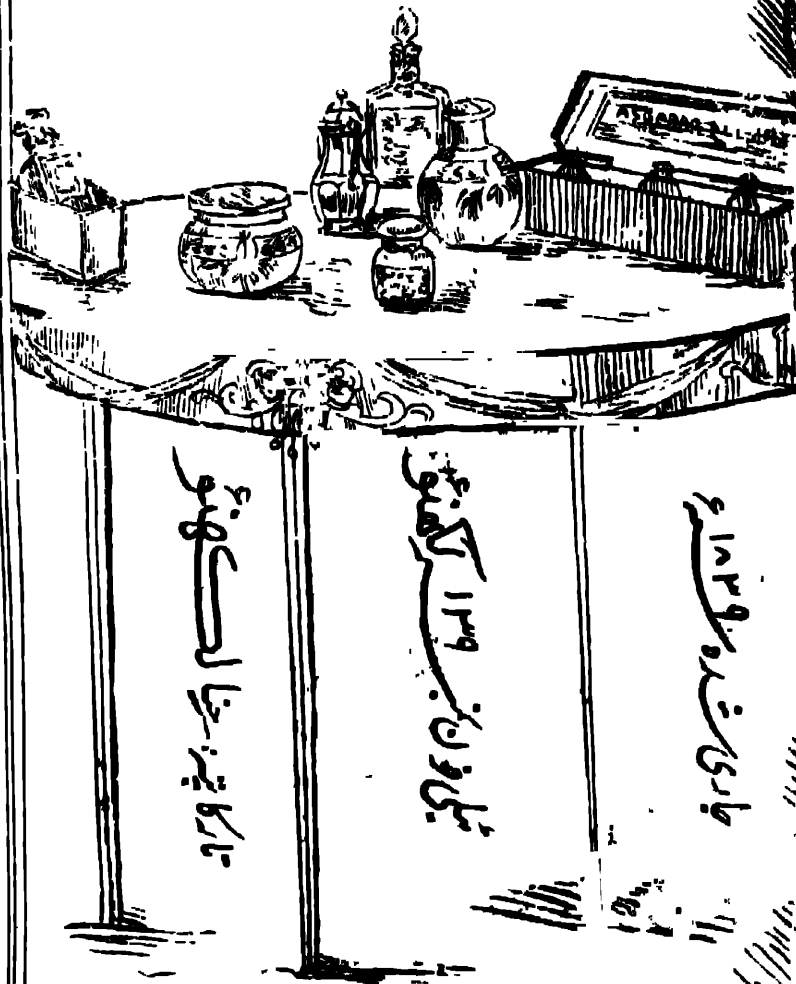
"اختیار بہ دُم جبر"

اختیار: اِدھر،
جبر: نہیں اُدھر،
نتیجہ: یہ تھوڑی سی بچر مچر کے بعد۔ سب اُدھر (کونسل کی طرف) یعنی یہ وہ مقام آگیا جہاں جبر و اختیار کی دُم ایک ہی میں نتھی ہے۔

قارے معقول ہو کے وہاں جانے ہو جائیں گی ؟
بی منلق آرا بیگم میں نے تو یہ ہدایت طبیبوں کی تنبیہ کے بے تکی تھی مگر روحانی طبیبوں سے بھی اس ہدایت پر پوری توجہ کی ہے چنانچہ حکمت الاشراق کی فہرست میں اللہ لکھے ہیں کہ منطق علوم میں سب سے آخری علم ہے
اے بعد چند حساب اور تہذیب الاخلاق کے پڑھانا چاہئے کیوں ؟ اس لیے کہ دماغی عمل میں تقویم فکر کی صلاحیت بغیر ان علوم کے تنقیہ دیے پیدا نہیں ہوتی - اگر یہ علوم پہلے نہ پڑھائے گئے اور منطق کی عمدہ قوی غذا اُس میں ٹھونس دی گئی تو سب بیرا ہو جائی۔ وہ اُدھر بچاتی ہے کرتو بدہضمی - اس کے بعد علاوہ ... فضول ست مذکورہ بالا ہدایت نقل کی ہے۔ جب مجھے اُن کے حاشیہ کا علم ہوا تو شوق پیدا ہوا کہ دیکھوں میرے بعد کیونکر میری ہدایت پر عمل ہوا یا پوچھ کچھ کے لیے میں نے ہندوستان کی ایک ذہین عورت اس وجہ سے طلب کی کہ وہاں عورتوں میں ابھی تک اخلاقی محاسن موجود ہیں (مردوں میں ان محاسن کا وجود نہیں) اب میں تم سے چند سوالات کرتا ہوں جواب سمجھ کے ٹھیک ٹھیک دو۔
میں ہند اے حکیم صاحب میں بچاری غریب پردے کی بیٹھنے والی بھلا دُنیا کا حال کیا جانوں۔ آپ اتنے بڑے حکیم ہیں۔ سوال بھی ٹیڑھے میڑھے بل کھائے ہوئے ہوں گے۔ سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔
البقراط - بات سمجھ میں آئے گی تو سمجھا دی جائے گی۔ اچھا اب بتلاؤ کہ آج کل ہندوستان کی تعلیم کا حال کیا ہے ؟

میں - جی بہت اچھا ہے۔ خاصا۔ عورتیں بھی پڑھتی ہیں مرد بھی۔ گلی گلی مدرسے ہیں۔ ہر گھر سے پر گرمشتہ طرح بلکہ اسکول ہر بستی نے کھول دیا ہے - دیہاتوں میں بھی ہل کی مونٹھ کی جگہ قلم لونڈوں کے ہاتھ میں تھمائے جاتے ہیں۔ بعض جگہ زبردستی پکڑ دھکڑ کے بچے مکتب بھیجے جاتے ہیں
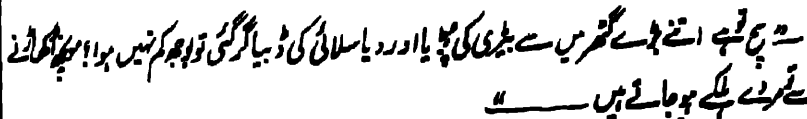
البقراط - چھٹے لونڈیا کی منحنی کرائی کہ آپ زمانے میں تعلیم اس قدر عام دیتی - یعنی ہوں استاد افلاطون یا اُن کے اُستاد حکیم سقراط نے اپنے دروازے پر سین بورڈ لگایا تھا کہ جو کوئی جامیٹری نہ جانتا ہو وہ اس دروازے میں قدم نہ رکھے - شاید یہ فقرہ اس لیے لکھا تھا کہ آنے والوں کی تعداد گھٹ جائے آج وہ زندہ ہوتے تو اسکول کے لونڈوں سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا۔ کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جہاں جامیٹری جاننے والا موجود نہ ہوئے
البقراط - یہ لڑکے اُستاد کا ادب کرتے ہیں ؟
میں - جی ! کیا فرمایا !
البقراط - شاید سب مشکل سوال ہے جو تمھاری سمجھ میں نہیں آیا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ جب میں زندہ تھا تو ہر شاگرد اپنے اُستاد کو اپنا مالک و حاقی سمجھتا اور باپ سے زیادہ ادب کرتا تھا - کیا اب بھی یہی حال ہے ؟
میں - اے دور بھی کیجیے اپنے زمانے کو - ایک خاکہیں سے آجاتا تو چار بچارے پڑھنے والوں کی ڈھونڈ مچ جاتی۔ وہ دو تین روز یوں ہی پڑا رہتا کسی کو علوم بھی نہ ہوتا کہ اس میں کیا لکھا ہے مگر اب طالب علم ایک ہی لنگی سے ہزاروں کام لیتے - دسترخوان ہے تو وہی - فرش اور بستر ہے تو وہی - کتابوں کی جھاڑن ہے تو وہی - ستر پوش ہے تو وہی - رومال تولیا ہے تو وہی - سیلی کچیلی پوشاک - جوتوں میں باندھ بندے ہوئے سقاقوں سے کمر جھکی - کتابیں میسر نہیں - ایک مل گئی تو سو آدمیوں نے اس کی نقل کی - کاغذ نایاب - سڑی ہوئی جھلیاں اور ٹیپکنے کاغذ کی جگہ - ہیلی کے دیدوں کی کالی وارنش

سچ پوچھو تو اتنے بڑے گھر میں سے بیڑی کی پوٹلی یا اور دیا سلائی کی ڈبیا گر گئی تو بوجھ کم نہیں ہوا ! مجھ ہلکا کرنے سے تھوڑے ہلکے ہو جاتے ہیں "

اے حکیم صاحب کیا کہوں کیسا باقاعدہ انتظام ہے - ساڑھے دس بجے ٹن ٹن گھنٹا بجا اور لڑکوں کی قطاریں ہر درجے میں گھس گئیں - ایک ماسٹر نے حساب سکھایا - دوسرے نے جغرافیہ پڑھایا تیسرے نے تاریخ کا سبق دیا - چوتھے نے ڈرائنگ کی تعلیم دی - پانچویں نے فارسی ہونکی

ضرورت طلسم

نمرود شداد کے حال میں لکھا ہے کہ بابل میں حکما نے اس کی خدائی کو فروغ دینے کے لیے سات طلسم بنائے تھے۔

(۱) بلیفہ کا ایک بطخ بنایا جاتا تھا جو دروازۂ شہر پر رکھا رہتا تھا۔ ادھر کوئی اچکا، ڈاکو یا جاسوس، باغی شہر میں داخل ہوا اور ادھر بطخ کی چیخنے چلانے۔ لوگوں نے اپنا مال بچایا۔ وہ جتنے شہر میں آئے ہیں، سارا شہر اسی آواز کو سنتا اور ایسے اشخاص کو گرفتار کر لیتا۔

(۲) ایک نقارہ بنایا تھا کہ ادھر کسی کا مال چوری ہوا یا کوئی چیز کھوئی گئی صاحب مال نقارے پر دھاک دیتا تھا نقارہ آواز دیتا تھا کہ تیرا مال فلاں مقام پر رکھا ہے فلاں شخص نے چرایا ہے۔

(۳) ایک آئینہ تھا کسی مفقود الخبر کا حال دیکھنا ہوتا کہ فلاں شخص غائب کہاں اور کس حال میں ہے تو اس کا حال آئینہ ہو جاتا۔

(۴) ایک حوض تھا سال میں ایک دن اس کے گرد میلا لگا یا جاتا تھا۔ لوگ طرح طرح کے شربت حوض میں ڈالتے تھے نمرود کے اشارے سے ساقی اس حوض میں سے گلاس بھر کے لوگوں کو دیتا تھا جس طرح کا شربت کسی نے ڈالا تھا وہی اس کو واپس ملتا تھا اور کسی طرح مختلف قسم کے سربتوں کا قارورہ آمیزہ ہوتا تھا۔

(۵) ایک چشمہ تھا کہ اگر قرض یا کسی معاملت کی نسبت دو آدمیوں میں جھگڑا ہوتا تو دونوں ایک چشمے میں نہاتے جو باطل پر ہوتا اس پر بتدریج پانی چڑھنے لگتا اگر اس نے گلے گلے پانی تک اقرار کیا کہ معاملہ صحیح ہے تو خیر ورنہ پانی میں ڈوب جاتا۔

(۶) نمرود کے دروازے پر ایک درخت لگا تھا بظاہر تو معمولی درخت تھا مگر لاکھ دو لاکھ فوج بھی اگر اس درخت کے نیچے بیٹھتی سایہ اس کا سب پر یکساں رہتا۔

(۷) ایک حوض کی دیواروں پر تمام ممالک مقبوضہ کے نقشے بنائے تھے ان میں سے کوئی ملک اگر سرکشی اور بغاوت پر آمادہ ہوتا تو نمرود چھڑی سے پانی کو اس مقام کی طرف کھینچتا اور اشارہ کرتا بس اسی سال سیلاب طغیانی سے وہ مقام غرق ہو جاتا۔

تمام معجزات تو تیر گرہاری برٹش گورنمنٹ کو بھی آجکل ساتواں طلسمی حوض درکار ہے جس میں مصر آئرلینڈ اور ہندوستان کے نقشے کھنچے ہوں۔

لطیفہ (۱)

لائڈ جارج :۔ (موسیو بریانڈ سے) "کہیے حضرت آپ نے قالموں (ترکوں) سے مصالحہ کرنے میں خوب سبقت کی۔"

موسیو بریانڈ۔ "حضرت بات تو صحیح ہے مگر کہاں مصالحہ کیا! آپ ہی کے گھر میں ملاقات ہوئی تھی۔"

لطیفہ (۲)

مجسٹریٹ :۔ (بہار کے بابو کرشن پرکاش سین سے) "آپ کا نام؟"

بابو :۔ "تحصیل حاصل۔ (یعنی گورنمنٹ خوب جانتی ہے)"

مجسٹریٹ :۔ "آپ کے باپ کا نام؟"

بابو :۔ "عدالت کو طہارت کی ضرورت ہے بے طہارت ایسا مقدس نام لینا غلطی ہے۔"

مجسٹریٹ :۔ "آپ کی ذات؟"

بابو :۔ "سب کچھ یعنی انسان کہ در آفرینش یک جسم ہر اند۔"

مجسٹریٹ :۔ "اور پیشہ؟"

بابو :۔ "اصلاح حال گورنمنٹ یا استیصال بد نظمی و استبداد۔"

مجسٹریٹ۔ "سکونت؟"

بابو :۔ "جیل خانہ۔"

مجسٹریٹ :۔ "کیا آج بھی آپ جیل میں ہیں؟"

بابو :۔ "ہر خاص و عام ملک (بعنایت حکومت) جیل میں سکونت پذیر ہے۔"

مجسٹریٹ :۔ "اچھا تو اس کاغذ پر دستخط کر دیجیے۔"

بابو :۔ "بدیشی کاغذ کو میں چھو نہیں سکتا دستخط کرنا ہے تو سودیشی کاغذ لائیے۔" (بزبان پنچ)

پنچ :۔ سو یہ کھلا اب تو کہ نوبت بہ گریباں آئی۔

بابو جی نے جو کچھ فرمایا اپنے مطلب کا۔ ایک چھوٹے لڑکے سے کسی نے مکتب میں پوچھا کہ قرآن میں کون سی آیت تمھیں پسند ہے؟

لڑکا :۔ "مالکم لا تاکلون (تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ کھاتے نہیں)"

سائل :۔ "یہ صیغۂ امر؟"

لڑکا :۔ "کلو واشربوا (کھاؤ اور پیو)"

سائل :۔ "وظیفہ کیا پڑھتے ہو؟"

لڑکا :۔ ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء (خدایا اپنی نعمت کا خوان میرے لیے آسمان سے اتار)

سائل :۔ "اور حدیث رسول میں کون سی حدیث پسند ہے؟"

لڑکا :۔ "لو دعیت الی کراع اجبت (اگر میری دعوت پائے گو سفند ہی کی جائے تو قبول کر لوں)"

مہذب دُم

آئیں مہذب دُم چہ معنی دارد۔

یعنی مہذب دُم اسے کہتے ہیں جو مہذب مقاموں میں ہو۔ خیر دو چار کا نام تو لیجیے۔

لیجیے سنیے۔ گورنمنٹ کی دُم موالاتی۔ جنٹلمین کی دُم ٹر کی ٹوپی کا پھندنا۔ معشوقوں کی دُم چوٹی۔ عقل کی دُم پالیٹکس۔ اڈیٹروں کی دُم قلم۔ عدالت کی دُم آنریری مجسٹریٹ۔ اخباروں کی دُم نظائر۔ امتحان کی دُم فیس۔ وکلا کی دُم شکرانہ۔ رنڈیوں کی دُم عشاق۔ اہلکاروں کی دُم نذرانہ۔ امرا کی دُم مصاحبین۔ دواسازوں کی دُم حکما۔ اُلو کی دُم فاختہ۔

آدھا مضمون

آدھا دھنت۔ نیم کا پیڑ۔ آدھا کپڑا۔ نیم آستین یا نیم تنہ۔ آدھا زندہ۔ نیم جان۔ آدھی ولایت۔ نیمروز۔ آدھے ملک الموت۔ نیم حکیم۔ آدھا تھیا۔ نیمچہ۔ آدھا اخبار مہر نیمروز۔ آدھا مردہ۔ نیم بسمل۔

کس کو کس کی خوشی ہے

بلبل کو موسم بہار کی۔ بنیوں کو گرانی کی عطاروں کو فصلی بیماری کی۔ حکام کو۔ نگرانی کی۔ رنڈیوں کو لونڈوں کی جھنکار تان کو۔ اڈیٹروں کو۔ کھدر کی۔ گورنمنٹ کو۔ گرفتاریوں کی۔

ہو کھے کے پاس پکڑی ہوئیں۔ کنجیوں کو سمجھا کے داخل ہیں ٹیلیگرافی کا کام لیا بی ہمسائی دوڑی ہوئی آئیں۔ حال سُنا۔ سنلئے میں آگئیں رات کو سارا قصہ میاں سے لے بیٹھیں۔ انھوں نے کہا کہ تھانہ بی ہمسائی کے میاں سے اور داروغہ جی سے دانت کاٹی روٹی ہے وہ کوئی بندوبست نہیں کر سکتے بھلا لاٹ صاحب تک میری رسائی کیونکر ہوگی ہاں اگر انھیں داروغہ جی سے اپنا مطلب کہتے شرم آتی ہو تو میں جا کے اُن سے کہوں ہمسائی اتنی ہی کوشش پر راضی ہو گئیں۔ بلا سے نہیں سے ہاں تو ہے۔ داروغہ نے جو سنا تو گردن ہلا کے فرمایا "ہوں اسی سے یہ بڑ.... اور اگر اسپرتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ رکنیا کے باپ کو اس کے پاجی پن کی خبر ہو گئی دونوں ایک ہی دن غائب ہوئے راستے میں لڑائی جھگڑا ہوئی اس نے اُس کو کنوئیں میں ڈھکیل دیا وہ تو ہم سب پہلے ہی سے سمجھے ہوئے تھے۔ ہمسائی کے میاں تو تو ہے رہنے کر کے ٹالا سیدھے پہونچے خاں صاحب کے گھر۔ خان صاحب حسب معمول رکنی کے گورستان میں تھے۔ خانم کو ڈیوڑھی میں پردے کے پاس بلوایا۔ فرمانے لگے کیوں بھابھی یہ اتنے بڑے واقعے گھر میں ہو گئے اور ہم کو اطلاع نہیں دی گئی سمجھے ہم بھی تو نہیں آخر کیا ماجرا ہے کیا ہم دوست نہیں ہیں۔ خانم نے اتنی ڈھارس جو پائی تو سب حال جو کچھ میاں سے سنا تھا کہہ ڈالا۔ اے میرا بھائی گواہی تیار رپورٹ بھی تیار جھٹ منگنی پٹ بیاہ فرشتگان عذاب لینے کانسٹبلوں کو لے کے جھٹ دروازے پر مستعد۔ آواز دی اماں خاں صاحب خاں صاحب جلدی آؤ بہت ضروری کام ہے۔ خاں صاحب نے لقمہ منہ میں ڈالا تھا جلدی آؤ کی آواز سنتے ہی نوالا چباتے ننگے پاؤں دوڑے بوکھلا کے جو چلے تو گھر کی بیری بیری نئی پگڑی اُس میں الجھ کے رہ گئی اچکن کا دامن بھی گریبان مجنون ہوا "کیوں بھائی خیریت تو ہے"۔ بھائی نے فرمایا باہر آؤ کام ہے۔ باہر آئے تو کہا کہ سنو بمبئی میں ٹھہرا تو کر آدمی پر اے بس میں ہوں۔ قانون کسی کی مروت نہیں کرتا۔ تم نے نہ صلاح لی نہ مشورہ۔

کیا رکنیا کے باپ کو مارا اور وہ کہتی ہے کہ بیٹھ میرے وہ طالب رہائی روز میں سے قیمیں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ تم بھی غائب تھے رات گئے تم آئے اور نہائے یہ تمام رپورٹ مخبر نے تھانے پر لکھائی سب میں اپنے فرائض سے مجبور ہوں۔ یہ دیکھو تمہارے نام گرفتاری کا وارنٹ ہے چلیے تھا سنیے خاں صاحب دستار و بالا پوش لینے کی غرض سے گھر میں جانا چاہا گیا داروغہ جی نے یہ کہہ کے ٹال دیا کہ تم کہیں چلی ہو تو پھر میری بکری پر بن جائے "یوں ہی کوتوال صاحب کہتے ہیں کہ خان سے دوستی کے باعث تم نے اس جو تے کو کھلنڈل میں ڈالا تو بمبئی میں ایسی ہرگز نہیں کر سکتا سیدھی طرح چلنا ہے تو چلو نہیں تو پھر بے مروتی ہوگی۔ اماں گزشتہ شام عید ارتھی ذرا مردانہ زیور تو لا نا خاں صاحب کے کس بل بھی دیکھنا ہے۔ بہت یاروں سے ٹمین کی لیتے تھے۔ اب ساری پٹھانی...... کے راستے نکل جائے گی سیغرض خاں صاحب تو جکڑ دیے گئے اب گھر کی تلاشی شروع ہوئی۔ بی رکنی کی بھرپا تو خیر خود لائے تھے مگر بی رکنی کے والد مکرم کی خود آلود مرزائی خدا جانے کس طرح گھر سے برآمد ہوئی بیری کے نیچے سے رومال میں لپٹی ہوئی ایک گول چیز بھی نکلی یہ سب کچھ ہو رہا تھا کہ اتنے میں بی رکنی کے والد بھی آگئے اور خاں صاحب کی تلاشی سن کے سیدھے اسی طرف آنکلے۔ اب تمام حاضرین ہکا بکا رہ گئے۔ اور خاں صاحب نے اکڑ کے داروغہ جی سے کہا جناب داروغہ صاحب! والد مکرم مرحوم محترم نے از راہ الفت پدرانہ رحلت کے وقت چند نصائح سپرد گوش فرمائے تھے میں اُنکی آزمائش کے درپے ہوا اور الحمدللہ کہ ایک بات بھی راستی بادون ترسے پائی۔ آپ سے دوستی کی گھر میں بیری بوئی۔ رکنیا سے محبت بڑھائی سچا بی راز کہا۔ سب کا نتیجہ دیکھ لیا۔ آئندہ سے الخیر شما بسلامت۔ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں صرف بالا بالا کارروائیاں کرنے اور رکنیا کے باپ کی خون آلود مرزائی گھر میں رکھوا دینے کا قلق ہے۔ حالات کی صورت بندی اس طرح نہ ہوتی تو میں والد مکرم کی نصیحت کو مزید آزمائش کا محتاج سمجھتا۔ آپ کپڑے

کھول کے دیکھ لیجیے کہ یہ صرف آلودہ بنجاست ہیں ان میں خون کا کوئی اثر نہیں ہے۔

یہ حکایت ابتدائی انگریزی سے ماخوذ ہے۔ اب نہ خان صاحب ہیں اور نہ ان کی ترالجھن واقعات ملتا جلتا ایک دوسرا افسانہ ہے جسے کچھ زیادہ زمانہ نہیں گزرا اسکا ذکر نہ کسی تاریخ کی کتاب میں ہے نہ کاغذ کے صفحات پر آنکھوں دیکھی باتوں سے گلے گھر لگا لیے ہیں۔ ایک حکومت ہند سلف پابند آنے والی حکومت کو بروقت انتقال خاں صاحب کی طرح کچھ وصیتیں کی تھیں اب خدا جانے کہ بطور آزمائش یا ازراہ تلافی دانستگی اُن نصائح کے خلاف عملدرآمد ہوا۔ خاندانِ واجد امین کی بیری گھر میں بوئی۔ بعض پولیس کی اطلاعات و وثوق پر حکومت کی بنیاد رکھی۔ ایسے غیرے پچکلیاں خوشامدی چغلخور بندۂ غرض رکنی منش سفیہ احباب کو منہ لگایا۔ بی کونسل خانم یعنے انتظامی بچوں کی والدہ یعنی کمزوری کی رفیق پر بعد اظہار خام کاری و سرگردانی حیرو پریشانی تہتوں پر گوشنا تانتے آنکھیں نکالنے کا راز فاش کر دیا۔ تدبیر و مصلحت اندیشی کی رستی۔ اسفندیار ترک تعاون کی روئیں تنی و حلیمانہ ثابت قدمی کے مقابلے میں عیب گئی کریمنل لا امنڈمنٹ قانون مجالس باغیانہ و تعزیرات ہند کی فرسودہ دفعات کی چوب گز سیمرغ قاف کی مدد سے ڈھونڈھی گئی مگر کب؟ جب کہ دامن نظم و نسق خارِ حوادث سے چاک ہو چکا تھا عیب کی پگیا سخت گیری کی بھنگی نے اتار لی۔ بڑے مشیروں کی بڑی صلاح نے سر سے پاؤں تک گویا ابھی ابھی میں لتھیڑ دیا۔ فرضی و نام نہاد بغاوت کی بدھنیاں اس غلاظت آلود پوشاک کو چھپانے کے لیے تلاش ہوئیں۔ اب چوب گز کے بجائے رکنی کے باپ کی تلاش ہے۔ دیکھیے وہ کب تشریف لاتے ہیں۔ دنیا چلا رہی ہے اے رکنی کے آبا (ذرائع رستگاری) خدا کے لیے جلد نیا دکھاؤ کہ فریقین کی کشاکش کا طلسم ٹوٹے امکانی اور فرضی کارروائیوں کا سدِّ باب ہو۔

آٹھواں حصہ شائع ہو کر جلد اول مکمل ہو گئی

اور سولھواں حصہ شائع ہو کر جلد دوم بھی تیار ہو گئی

قیمت فی حصہ ۸ آنے فی جلد عہ علاوہ محصول ڈاک

جامع اللغات اردو

و السنہ متعلقہ

مرتبہ:- خواجہ عبد المجید بی اے

جلد اول میں تقریباً ۸ ہزار الفاظ بیس ہزار محاورات چار ہزار ضرب الامثال و اقوال ۴ ہزار سوانح حیات ۲ ہزار جغرافیائی حالات میں

واحد لغت جسمیں اردو کے علاوہ فارسی عربی سنسکرت و ہندی الفاظ کے معانی بھی مل سکتے ہیں

المشتہر:- خواجہ محمد محمود اختر بی۔ اے منیجر جامع اللغات کمپنی۔ مل روڈ۔ لاہور

REGISTERD No. 783
LUCKNOW
UDHPUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
قیمت فی پرچہ
دو آنے
۱۹۳۴
1934
M.B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW.

قواعد و ضوابط ادارہ ہذا

(۱) بفضل خدا ہر مہینے کی ۵ - ۱۲ - ۱۹ - ۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں محض ملکی خبریں نہیں بلکہ ادبیہ و تبصرہ مضامین ہوتے۔ یہ صرف اپنی بضاعت پر نازاں اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۳) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ حجم کی کمی پر چیں بجبیں نہ ہوجیئے کیونکہ ہر حرف میں فرق ہے بلکہ افادات کی حقیقت سے کی صحت ہے۔ روزمرہ اور نکتہ چینی صحیح تنقید کی واقعات و حقائق بنیادی اصلاحات اخلاقی سیاسی ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے سے آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) ہمیشہ شاگردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر پرنسپل سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر بھیجئے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جا سکے۔

(۷) جو مضامین "اودھ پنچ" کی مسلم کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف و خوشخط کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقید اُن میں نہ ہو۔

نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں اپنے خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُنکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱)۔ زر ودیعت پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲)۔ رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر دوبارہ جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچوں کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچوں سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۲ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائیگا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جس کو جس کی فکر ہے

بنیوں کو شہادت کی۔ شکاریوں کو شکار کی۔ نوکری پیشہ کو کام کی۔ مہاجنوں کو سود بڑھنے کی۔ خلافت کمیٹیوں کو چندہ وصول کرنے کی۔ عاشقوں کو وصل کی۔ شرابیوں کو شراب کی۔ بیکاروں کو نوکری کی۔ دلالوں کو خریدار بلانے کی۔ اولڈ رپڈنگ کو انصاف کی۔

کس میں کیا نہیں

مال حرام میں۔ برکت۔ احباب میں۔ محبت رنڈیوں میں وفا۔ اوباشوں میں۔ حیا۔ آج کل کے طبیبوں میں شفا۔ وکیلوں میں۔ ایمان۔ رئیسوں میں سخاوت۔ ہم میں۔ فرصت۔ زمانے میں۔ قیام۔ پولیس والوں میں۔ خوف خدا۔ دولت حسن میں۔ ثبات۔ فاتح قوم میں۔ بغض ونفاق۔ ہندوؤں میں۔ اتفاق۔ عدالتوں میں۔ حق۔ دنیا میں بغیر معشوق۔ لطف حیات۔

فعل ناچاری

سیندھی پیتے ہیں۔ شراب نہ ملے تو۔ شراب پیتے ہیں۔ چانڈو نہ ملے تو۔ چانڈو پیتے ہیں۔ مدک نہ ملے تو۔ افیون کی انٹی اُتارتے ہیں۔ ماسکہ کی کمی ہو تو۔ اخبار صحیفہ دیکھتے ہیں۔ کوئی اخبار نہ ملے تو۔ دکن کو آتے ہیں۔ روزگار نہ ملے تو۔ بٹیر لڑاتے ہیں۔ کچھ کام نہ ہو تو۔

کہاں کون کٹتا ہے

سسرال میں۔ خانہ داماد۔ بہن کے گھر بھائی۔ عالموں میں جاہل۔ سینہ میں۔ نفس سرکش۔ ہسپتال میں۔ جو کھڑے ہو کر نہ موتے وہ۔

کون کس سے عاجز ہے

جج۔ جوری سے۔ بحث سینہ زوری سے۔ حکیم۔ زبان چٹوری سے۔ زاہد۔ شراب خوری سے۔

کس نے کس سے پناہ مانگی

کایتھوں سے۔ کلال نے۔ اجرا رپل سے کال نے۔ سوفی سے قوال نے۔ کنجوس سوداگر سے۔ دلال نے۔ ناخن معشوق سے ہلال نے۔ افسران پولیس سے بھولے بھالے بچے نے۔ بہروپوں سے نقال نے۔ افواہ اُڑانے والوں سے۔ دجال نے۔ زن فتنہ گر سے پیر دیرینہ سال نے۔

(کفایت شعاری ورحکام کی تجاویز میں احتیاط کا مشورہ)

ہم قائل ہو گئے ہیں اُن کے حسن تدبیر کا
میلی ہوا کر گٹنے پہ جو پیوند کرتے ہیں

منجانب انڈیا جان بنام برطانیہ

سنو بوا۔ اگر تمہارے انصاف کا یہ دستور رہا ہے کہ بدنظمی اور پھوہڑپن کو پسند نہیں کرتیں اور جو کوئی پھوہڑ ساہل فضول خرچ عیش پرست ظالم تمہارے کہیں ہاتھ لگ جاتا ہے اُسے فوراً نکال باہر کرتی اور اپنا عملہ دخل کر لیتی ہو۔ تو ایک محکمہ ایسا بھی بناؤ جو تمہارے یہاں بچوں کی بداعمالی کی دیکھ بھال جانچ پرتال کرے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا عمل بندی پر تصرف کیوں ہوا؟ پھوہڑپن اور تعیش کی بدولت! ایرانیوں پر روسیوں کا قبضہ اور خوشحالی اثر کیونکر جاتا رہا؟ پھوہڑپن اور تعیش کی بدولت! دور کیوں جاؤ آخر سلیمن صاحب نے اودھ کی رپورٹ میں کیا اعتراض سلطنت اودھ پر جڑے تھے؟ پھوہڑپن اور تعیش کے! اور آج سیکڑوں تعلقداروں رئیسوں کی جائداد کورٹ آف وارڈس کے حوالے کی جاتی ہے تو کس الزام پر؟ وہی پھوہڑپن اور تعیش یا کچھ اور! اب میں کچھ آپ بیتی کہنا چاہتی ہوں۔ بوا برا مانتا تو منہ پر کہہ دینا۔ نہ مجھے لگی لپٹی آتی ہے نہ کسی کے چکلاسٹروں نہ۔ بندی آنے والی ہے۔ بہت ہونے تیرے اُٹھ چکے اب تمہاری جوتیوں کے صدقے میں چندیا پر یک بال نہیں رہا۔ نہ منتلی ہوتی نہ عقل آتی۔ ایسا ہی سر گنجا ہوا تو بلا سے ہوا بال عمر کی کھیتی ہیں پھر اُگ آئیں گے۔ نگوڑا کوئی سڑنیا تو نہ کہے گا۔ جب گھر میں کنچن برستا تھا۔ روپیہ اشرفی کے ڈھیر لگے تھے جواہرات ناگی مارے مارے پھرتے تھے اناج سستا تھا اُس وقت تک سڑن پنا بھی زیب دیتا تھا۔ ایران کے کسی پرانے بادشاہ کی اُس کے وزیر نے دعوت کی۔ وزیر کے گھر کا سامان جو بادشاہ نے دیکھا تو آنکھیں کھل گئیں تسلا لوٹا تخت پایہ پلنگ میز کرسی دمچی اور برتن تک سونے چاندی کے۔ بادشاہ نے پوچھا ایں ہمہ سامان از برائے چہ؟ وزیر نے جواب دیا "قربانت شوم از برائے روز بد۔" بادشاہ نے ہنس کے کہا "ایں ایں ہمہ مال درخانہ است روز بد کی آید" بادشاہ کا مطلب یہ تھا کہ بری گھڑی جب ہی آتی ہے جب یہ ساز سامان مٹ چکتا ہے۔ بری گھڑی آئے گی تو یہ سامان خالصے لگ چکے گا تم بچارے اس خیال میں ہو کہ اس سامان سے بری گھڑی کا مقابلہ کرو گے۔ تو بچپن ہے۔

بوا ٹھیک یہی حالت میری بھی ہوئی۔ مجھے معلوم نہیں کہ بری گھڑی کب آئی۔ آنکھ کھول کے جو دیکھتی ہوں تو بھیروں ناچ رہا ہے گنے میں گھنا سر اندھ بنیا گھن گھن کرتی ہوئی رین پون پون کرتی ہوئی موٹر اور تار برقی ہے۔ لمبی لمبی سڑکیں ہیں باقی خیر صلاح کمیٹیاں لہلہاتی ہیں اُس پر پوری نہیں پڑتی۔ بنک گھر بنے ہیں اس پر بھی ایک ایک کے آگے ہاتھ پھیلانے پڑتے ہیں۔ سیکڑوں سوداگری بند ہو گئے مگر سوداگری ہی رہی۔ ہزاروں پڑھے لکھے دست و قلم بیٹھ گئے مگر تہی فاضل ہی رہے۔ گھر کی لیئی پوچھی خرچ ہوئی پھر بھی کسی طرح پوری نہیں پڑتی کروروں کا قرضہ گردن پر سوار ہے۔ آج یہ عذر کیا جاتا ہے کہ کبھی دنیا بھر میں لڑائی جھگڑا بکھیڑا پھیلا ہوا تھا ساری دنیا جب مصیبت میں مبتلا ہے تو بی انڈیا جان کہاں سے بچ کے آئی ہیں جو اُن پر مصیبت کی بوچھار نہ پڑتی مگر میں تو دیکھتی ہوں "جب کے جے بال تب سے یہی حال" دس پانچ برس اُدھر ہاٹ کا حساب کتاب اُٹھا کے دیکھو تو [illegible]
[illegible]

دس گنی زیادہ آمدنی کی صورتیں شمار کیں تو ہزاروں
ایسی آمدنیاں لکھی ہیں جو مغلیہ سلطنت کے
فرشتے خان کو بھی نہ سوجھیں۔ پھر ڈاکر کٹ غلط
ملک کہتا ہے اور اس کے وہم کھرلے کر لیے
جاتے ہیں پھر بھی گھوڑے ہیں تو وہی ڈھاک
کے تین پات۔ یہ الزام بھی کوئی نہیں دے سکتا
کہ ہندی نے بڑے بوڑھوں کی بات نہیں مانی۔ آج
کیا ہے! اہا ہا! بڑی دھوم دھام ہے ایک بڑے
بھولیاں صاحب (خیالوجسٹ) لندن سے آئے ہیں
کیا کریں گے؟ صاحب کہاں ہیں کھود دیں گے مٹی سے
سونا نکالیں گے سونے میں آٹو یا بندی کو تول دیں گے
وہ صاحب آئے سونا نکالا چاندی بنائی۔ آئیے آئیے
آپ کا گھر ہے۔ مگر یہاں کیا ملا؟ وہی نصیبوں کا پھل!
کل کیا ہے؟ ایک بڑے حسابی کتابی جو دس گوم
کی ناک مکھی کی آنکھ اڑتی چڑیا کے پر گننے والے
بالو سے گھی اور پتھر سے دودھ نکالنے والے
صاحب آتے ہیں۔ آپ کے آنے سے تجارت کو
ترقی ہوگی۔ آمدنی اور خرچ کی ترازو بنائیں گے
لوگوں کے اعضا سے جو ہوائیں نکل کے اڑ جاتی
ہیں، وہ سب جمع ہوں گی سب سے خوشبودار
کام نکالا جائے گا۔ کیا مجال ہے جو ان کی تدبیروں
پر چلنے سے کسی کو کسی کام میں گھاٹا ہو جائے۔
ایسے صاحب آیئے آپ کی جگہ میری زبان پر
کان پر، ناک پر یہ محکمہ بنا وہ کچہری تیار ہوئی عملہ
ملازم نوکر ہوئی۔ چپراسی بنے، تمام کھدر
کاغذ چھپے مہریں تیار ہوئیں۔ تول ناپ دیکھ بھال
کے رجسٹر دفتر میں لگ گئے ابھی ہو رہی ہے۔ مگر نتیجہ
میں خسارے کا بجٹ کا چلم۔ آؤ پیر دل کچھ
گھر سے لے جاؤ۔ لیجئے آئے! فاتحہ خیر۔ پرسوں
آپس میں بات چیت ہوئی کہ بھئی یہ زراعتی ملک
ہے غضب ہے، اتنا بڑا ملک اور زراعت کے محکمہ
سے خالی۔ باندی رہی بڑی دھوم دھام آدھا سیکڑہ
بھی ہو تو چل میں چل۔ اخباری پرچوں میں
خبریں شائع ہو رہی ہے۔
۔۔ ڈاکٹر فی ڈی نے ایک دوا ایجاد کی ہے جس

[illegible]

چاہیے کہ اپنی جان بچ سکے اس دوا کی مدد سے آلو
ہو یا اس کے زہر سے کھیتی باڑی کو بہت ستیاناس
کرتی ہیں ان کا نسل نہ رہنے پائے چاہے کھیتی کا
سارا نفع دوا کی قیمت میں صرف ہو جائے۔
۔۔ پروفیسر تکلی نے کل اپنے تجربہ کی پچکاری ایک
بیمار پودے کو صحیح و توانا بنانے میں چھوڑی۔ یہ
آلو کا پودا تھا اس کی جڑیں کیڑا لگ گیا ہونہار
پروفیسر نے پہلے ایک بال سے باریک نشتر کے
ذریعہ آلو کی جڑ کی رگ دل کی فصد لی یہ رگ رہ
اور ایک بجے رات کے درمیانی گھنٹے میں صرف
چند منٹ کے لیے ظاہر ہوتی ہے اور پھر غائب ہو جاتی
ہے پروفیسر تکلی کے اسسٹنٹ مسٹر بوٹیٹو اس
رگ کے نباض ہیں ولایت کے محکمہ نباتات
نے آپ کو تمغا دیا ہے۔ اور حال ہی میں آپ کے
خدمات پروفیسر تکلی نے ولایت کے محکمہ نباتات
سے یہاں منتقل کرائے ہیں آپ وہاں چنا ہینہ
گھونسا روز پاتے تھے یہاں بتقاضائے ایثار نفس
آپ نے محض ہندوستانیوں کے فائدے کے لیے
چالیس ہزار روپیہ فی گھنٹہ لینا منظور کر لیا ہے۔
اس کو ملک کی خوش قسمتی سمجھنا چاہیے اسسٹنٹ
پروفیسر صاحب کی مدد سے مسٹر تکلی پودے کی
فصد کھولنے میں کامیاب ہوئے پھر آپ نے ایک
پچکاری سے جو ہر الماس یا دن تولہ آلو کی رگوں
میں دوڑایا آٹھ روز کے بعد یہ پودا صحیح و سلم
ہو گیا باقی پودے چونکہ مر چکے تھے [illegible] یہ بہت
مفید طریقہ ہے۔ ہم ملک اور محکمہ کو مبارکباد
دیتے ہیں ملک میں دس لاکھ ایکڑ سالانہ آلو
کی کاشت ہوتی ہے اس میں سے پانچ لاکھ
ایکڑ آلو کیڑے کھا جاتے ہیں اس نقصان عظیم
سے ملک آئندہ نجات پا جائے گا۔ گورنمنٹ کو لازم
ہے کہ پروفیسر صاحبان کی ہمت افزائی کرے
اور کم از کم ایک لاکھ روپیہ روزانہ مزید خرچ
عنایت کرے تاکہ یہ سلسلہ جاری ہو سکے اور
دنیا سے ہندوستان اگر آلو نہ پائے تو بلا سے

آلو ہی بچ جائے تاکہ کوئی سوال ہو تو اور نفیس
دام کاشت ہو جاتا کوئی تھوڑا نفع نہیں۔
۔۔ بہترین ایجاد امسال میں مسٹر جیالڈ وائس گریز
زراعت نے ایک نئی قسم کا ہل ایجاد کیا ہے جو ایک
منٹ میں پونے ستاون میل زمین کو تحت الثریٰ
تک پھاڑ دیتا ہے بھوت ارض کے نغمہ تک پہنچ
لاتا ہے گاؤں میں اس ہل سے ہل چل مچ جاتی ہے ہنگامہ
بلاتی ہے۔ ہل کا ہل ہے کرۂ ارض کی کیلی ڈھونڈ
پاتال توڑ بر ما بھی ہے۔ جب چاہے یہاں سے
امریکہ تک سوراخ کرتے چلے جائیے بیچ میں
سرڈالا اور ریلے پار۔ اگر اس ہل کی بھال میں ایک
ڈولچی باندھ دی جائے تو شگاف کے ذریعہ سے
نئی دنیا کا غلہ کھینچنے میں نہایت آسانی ہو ہندوستانی
قانون نہ مرین امید ہے کہ فاضل موجد عنقریب
اس کمی کو بھی پورا کر دیں گے۔ ان تمام خرابیوں کے
باوجود اس کا وزن اتنا ہلکا جثہ اتنا کم ہے کہ زبان
کے نیچے پچاس درجن چھپائے جا سکتے ہیں اور
جھوٹ کے ہل کی طرح کسی کو محسوس بھی نہیں ہو سکتے
اس کا استعمال چالیس سال میں گھامڑ سے گھامڑ
گنوار کے لٹھ کے لیے بھی آسان ہے۔
۔۔ دہلی "مسٹر کاٹن ایم جی ایس ماہر فن حنا گری
جن کے خدمات محکمہ زراعت سنفی الحال ولایت کے
ہائیڈ پارک سے مستعار حاصل کیے تھے پنجاہ سالہ
کوشش میں اب روئی کا اتنا بڑا اچھل پیدا کر سکے
ہیں کہ اگر اُن کے ایک بنولے کے ریشے کا سرا
ہندوستان میں چرخہ کاتنے والی بڑھیا کھینچے تو کانپور سے
تا کرۂ قمر نصف بنولے کی ریشہ وافی کافی ہوگی
حساب لگایا گیا ہے کہ صرف پانچ پھل انگلستان کا شائر
بلکہ جرمنی و امریکہ کے تمام کارخانہ پارچہ بافی کو
سو برس تک دم لینے کی مہلت نہ دیں گے اس کے
بنولے حیوان و انسان کے لیے نہایت نفیس غذا
ہو سکتے ہیں۔ علاوہ اس کے یہ بھی خیال کیا جاتا ہے
کہ اگر کوئی شخص ایک بنولا کھائے تو اس کے پیٹ سے ریشم کا
کپڑا بن جائے پیٹ میں ایک تیلی گھر تیار ہوا بغیر کسی
چرخے کھڈے کے ڈھیلی پر کپڑے اگنا شروع ہو جائیں۔

جلد ۱۹ نمبر ۱۴

مضامین

(مورخہ ۱۹- اپریل ۱۹۳۴ء)

کورٹ شپ

ابھی تب کل شام کو آرام کرسی پر دراز ۸ - اپریل کا اخبار "پایونیر" مطالعہ فرما رہے تھے۔ اتفاقاً نظر کورٹ شپ اور طلاق کے مضمون پر جا پڑی مضمون کا پڑھنا تھا کہ لیفٹ عالم شباب کے فرسودہ خیالات عشق نے جوانانِ خستہ عشاق کی طرح معشوقۂ دماغ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ دورِ جوانی کے گزشتہ کارناموں کی یاد تازہ ہوگئی۔ ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی۔ منہ سے بے ساختہ "ہائے جوانی" نکل پڑا اور کرسی پر چت ہوگئے۔ ہماری بی صاحبہ جو اپنے سر دیتے سے ڈلیو کے بہانے اپنا قیمتی وقت کاٹ رہی تھیں۔ ہماری حالت زار دیکھ کر بھونچکا گئیں سروتا ڈلیوں کی ٹوکری میں ہاتھ سے رکھدیا۔ اور اپنے کلمے کی انگلی کو ابرو بنا کے اور بالائے لب بالا رکھ کے بولیں "اوئی۔ یہ تم کو کیا ہو گیا" میں نے جواب تو کچھ نہ دیا مگر سینے پر ہاتھ مار کے کہا ہائے کورٹ شپ۔ بیگم بولیں "ہائیں کچھ دماغ تو نہیں خراب ہوگیا۔ آخر یہ کورٹ شپ کوئی موئی بلا ہے جس پر تم بن دیکھے لٹو ہو گئے۔ یہی تو بات ہے جو میں تم کو اخبار پڑھنے سے روکا کرتی ہوں۔ اچھا میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ کورٹ شپ کوئی مردار انگریزن تھی جس پر تم مرتے تھے۔ اب آج اس بیسوا کے درگور ہونے کی خبر چھپی ہے تو اس کو پڑھ کے یہ ہائے واویلا مچ رہی ہے" میں نے کہا بیگم تم بھی عجب بیوقوف جاہل گنوار کا لٹھ ہو۔ ذرا عقل کے ناخن لو ابھی کورٹ شپ بھی کیا کوئی عورت ہے اگر کہیں میں تمہاری شادی کے زمانے کے بجائے اب نوجوانی پر آیا ہوتا تو تم ایسی جاہل بیوی سے پالا نہ پڑنے پاتا بلکہ دو چار کا مزہ چکھ کے جو بھلی اس کے ساتھ دو بول کرلیتا۔ ہماری بیگم چونکہ ہماری افتاد طبیعت سے کافی طور پر واقف تھیں کہ ہمیشہ ہم ان کو چھیڑنے کے لیے مزاح کیا کرتے ہیں لہذا ہمارے اس اکر جملے کو سنکے ذرا بھی آپے سے باہر نہ ہوئیں۔ بلکہ مسکرا کے پوچھنے لگیں کہ اچھا بتاؤ تو سہی یہ کورٹ شپ کون بلا ہے۔ جو اس کے نام پر سینہ کوٹتے ہو۔ بیگم نے لجاجت بھری نظر سے جو دیکھا تو رحم آگیا اور کورٹ شپ کی تشریح یوں شروع کردی۔ کورٹ شپ کے لفظی معنے ہیں "عدالت کا جہاز" یہ ایسا ہی کہ اگر کوئی عیاش مزاج دل آوارہ بے جورو والا یعنی لنڈورا بحرِ حسن کی سیر کرنا چاہے تو اسی قانونی جہاز پر بیٹھ کے اس پار جاسکتا ہے۔ جہاں نہ کسی قانونی زد کا خوف نہ کسی لال گھیا دلے کے دستِ ظلم کا خطرہ۔ باغ جوانی کی جس کلی کو چاہے توڑ کے سونگھے یا گلشن حسن کے پھولوں کی بہار لوٹے نہ دامن فکر میں کسی خار کے الجھنے کا ڈر نہ کسی باغبان کے ٹوکنے یا ڈنڈے سے سر کٹنے کا اندیشہ۔ ہماری اس تقریر کو سن کے بیگم فرمانے لگیں کہ تم نے تو شیخ سعدیؒ کی گلستاں پڑھ دی۔ یہ تمہاری گول مول باتیں خاک سمجھ میں نہ آئیں۔ بندے نے اور تشریح کی اور کہا کہ کورٹ شپ کے معنے شرفا کی لغت میں "نک چشی" کے ہیں اور عام لوگ اس کو آشنائی کہتے ہیں۔ بیگم بولیں پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔ جب کہو گے تو ایسی کہ ہم تو ہم بڑے بڑے علاموں کی بھی سمجھ میں نہ آئے اور بیچارے فکر کے دریا میں ڈبکول ڈبکول کرتے پھریں۔ میں نے جواب دیا کہ ہائے بیگم افسوس ہے کہ ہم اس زمانے میں نوجوان نہ ہوئے ورنہ تم ایسی سیکڑوں کی بہار حسن لوٹتے اور بغلیں بجاتے پھرتے اب تو ہماری بیگم کو کسی قدر تاؤ آگیا۔ اور بولیں کہ اے میں کہتی ہوں کہیں تمہارا سر تو نہیں پھرا ہے۔ آخر یہ ہو کیا گیا ہے جو اس طرح شہدی لبتری باتیں کر رہے ہو۔ لو اور سنو۔ کیا ہم کوئی گرے پڑے تھے کہ تمہارے گھر آگئے۔ جب تمہارے باوا نے ہزار بار ہمارے گھر کی دہلیز کی خاک چاٹی اور چوکھٹ پر ناک رگڑی تب کہیں خدا جنت نصیب کرے ابا جان کو انہوں نے تمہارے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ ہمارے ملنے سے تر گئے نا۔ اسی سے اب ایسی باتیں کر رہے ہو۔ میں نے کہا بیگم اس میں خفا ہونے کی بات نہیں۔ تم میرا اصل مطلب نہیں سمجھیں اب کھل کے کہنا پڑتا ہے وہ سنو۔ تمہاری انگریزی والی بہنوں نے الہ آباد میں جلسہ کر کے یہ طے کر دیا ہے کہ آئندہ سے لڑکے لڑکیاں یورپ والوں کی طرح شادی کے پہلے کورٹ شپ یعنے آشنائی کر کے ایک دوسرے کا مزہ چکھ لیا کریں۔ اگر ایک دوسرے کو پسند آجائے تو شادی کر لیں نہ بھائے تو دوسرا گھر بسائیں۔ یہ سنتے ہی ایسا معلوم ہوا کہ بیگم کے تلووں سے لگی اور سر میں بجھی۔ غصے کے مارے چہرہ سنار کی بھٹی سے نکلے ہوئے کندن کی طرح تمتمانے لگا۔ جل کے بولیں ای خدا غارت کرے کمبختوں کو۔ بھاڑ دیجیے ایسی عورتوں پر جو اپنی آبرو کو نہیں ڈرتیں۔ خاندان کی عزت کا ستھراؤ کرنے اور اپنی ناک چوٹی کٹانے پر تیار۔ اپنی لڑکیوں کو خود ہی آشنائی کرنا سکھاتی ہیں۔ چلو اب رنڈیوں اور شریف زادیوں میں فرق ہی کیا رہ جائے گا۔ میں نے کہا بیگم غصے کی اس میں کیا بات ہے؟ آخر تم ایک دمڑی کی ہانڈی لیتی ہو تو ٹھونک بجا کے جیسے کا دیکھ خریدتی ہو تو چکھ کے کہ کہیں کھٹا تو نہیں ہے۔ پھر ایک ایسی چیز جس کا ہمیشہ کے لیے ساتھ ہوتا ہے بے جانچے بغیر آزمائے اپنے سر منڈھ لینا کون سی عقلمندی ہے۔ یہ کون سا طریقہ ہے کہ گھر گھوڑا نخاس مول۔ [illegible] بھلا صدقے گئیں خالہ۔ دلالوں کے کہے پر چیز خرید لی۔ میاں [illegible] برتن تو ہیں نہیں کہ کوئی رستے پیندے کا نکلا تو ٹھیرے [illegible] بھلا لاکے یہ تو زندگی بھر کا سودا ہے۔ اس [illegible] بہت [illegible] اپنی آنکھ سے چیز دیکھ کے لینا اچھا ہے یا بُرا؟ آخر تم [illegible] تو جب [illegible] لیتی ہو تو چکھ لیتی ہو کہ کھٹا ہے یا کھٹ مٹھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ [illegible]

کے پہلے جوڑا ایک دوسرے کا جزاء ہو چکے۔ اپنے پسند کی چیز پیارا ہوتی ہے۔ انجانب کی ان منطقی دلیلوں کا بیگم کے پاس جواب ہی کیا تھا مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم اور بیچاری کانفرنس والیوں کو صلواتیں سناتی رہیں۔

ہم اس کورٹ شپ کی خبر کو بار بار پڑھ کے دل ہی دل میں مزے لے رہے تھے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ ہم شہر کے رئیس گھرانے کے کوئی نیچے نہال تو ہیں نہیں۔ اگر جوان ہوتے تو اس وادی میں بھی قدم تول کے رکھتے۔ جس کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے وہ ہی ہمیشہ کے لیے ہمارے پلے پڑ جاتی۔ اپنی رسوائی کا ڈر دامنگیر ہوتا کہ یہ سودائے محبت ہے اگر اس میں ڈنڈی ماری تو خاندان کی ساکھ کو بٹا لگ جائے گا۔ کورٹ شپ بھی عقل کی ترازو میں تول کے کرتے۔ بہرحال یہ وہی مثل ہوئی کہ انگور کھٹے ہیں۔ جوانی دیوانی ہوتی ہے نہ جہاں عقل کو دخل نہ خاندان کو یارا۔ وادیٔ عشق میں جب دل کا ٹٹو کلیلیں کرتا ہے تو عقل کی لگام سی چر لیتا ہے۔ گھوڑی اور گدھی میں تمیز نہیں رہتی۔ خاندانی اوٹ کی پٹی چبا لینا کوئی مشکل بات نہیں۔ شکر ہے کہ یہ قرارداد اس وقت منظور ہوئی جب ہم ہم نہ رہے۔ اب یہ تل وہ نہیں جن میں سے تیل نکلے۔ شب جوانی کے سیاہ بال جو کالے تلوں کو شرماتے تھے اب سفید تل کی بھوسی کی طرح اڑے جاتے ہیں۔ جوانی کا قوام ڈھیلا ہو گیا۔ قوی دل بھس بھسے لڈو کی طرح بکس چکا۔ چہرے کا نمک بڑھاپے کے پانی میں مل کے پھیکا ہو گیا۔ عنفوان شباب کے قوی اور توانا اعضا نے بوڑھے بیل کی طرح ہاتھ پاؤں ڈال دیے۔ پیری میل ٹرین کی طرح جسم کے اسٹیشن پر دوڑی چلی آ رہی ہے۔ جوانی کی لائن کا سگنل ڈاؤن۔ آشیانۂ دل میں مرغ عشق کی جگہ بوم حبس کا جیم گیدا ونگو رہا ہے۔ بقول شاعر ؎

اعضا میں تو قوت نہیں آنکھوں میں ہے دم پر ؛ رہتی ہی دو تصویر حسیناں مرے آگے

بہرحال ہم اس تجویز کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ اگرچہ کورٹ شپ کے لیے عشق کی آگ میں پھاندنے کی ہمت باقی نہیں رہی اور دل سرد پڑ گیا ہے پھر بھی کم از کم آتش گل رخسار سے آنکھیں ہی سینک لیا کریں گے۔ ہندوستان کے اسٹیج پر گھر کے اندر کی سینری دکھانے کے لیے رفتہ رفتہ پردہ اٹھ رہا ہے۔ ایک آنکھ کی اوٹ بھی وہ بھی جاتی رہی۔ اور اب تو نوجوان نظروں کی بجلی کے پازیٹو اور نیگیٹو تاروں کے ملانے کی کوشش بھی ہو رہی ہے۔ چلیے اس نئی روشنی میں اب ہر طرف لیک کے عوض دو اور دو کے بدلے تین نظر آیا کریں گے۔ ہندوستان کی آبادی میں اضافہ ہوگا۔ اور جو نوجوان تعلیم کے بہانے انگلستان میں کورٹ شپ کرنے جایا کرتے تھے وہ اب ہندوستان کے پارکوں میں انگریزی کے مزے لوٹا کریں گے۔ نئے زمانے کی دلہنیں بیر بہوٹی کی طرح گھر کے کونے میں چھپی رہنے کی جگہ تتلی گھوڑ پال بنی ہوئی پھرتی نظر آئیں گی۔ خیر اس کورٹ شپ کا مزہ ہم تو نہیں مگر ہمارے لڑکے ضرور چکھیں گے۔

راقم — اگر پدر نتواند پسر تمام کند —

غزل

(از جناب مرتضیٰ حسین صاحب رضوی آتش لکھنوی)

حسینانِ جہاں کو دیکھنے کو ہم نکلے ہیں ؎ مگر ان کے کا فتنہ ہی نہیں یہ ایسے کالے ہیں

کہیں لہرانے والے ہیں کہیں بل کھانے والے ہیں ؎ محافظ حسن و رخ کے بنے ہیں کالے ہیں

دو نیلے ہیں پیلے ہیں نے بھورے ہیں کالے ہیں ؎ خنک کرے کہ ان کے شعلوں میں ڈال بالے ہیں

کریں گے چوٹ محشر میں کہو قاتل سے دھو ڈالے ؎ نہیں چھینٹے یہ خوں کی آستیں پر سانپ پالے ہیں

اگر چاہے بہا لے لاکھ نہریں اپنے اشکوں سے ؎ کہ آتش سے بھی بڑھ کے غزل کہنے کو دھن لگانے ہیں

وہ جھولے سے نکل کر گھٹنیوں چلنے لگے اب تو ؎ مثل ہے کہ گویا پیٹ سے پاؤں نکالے ہیں

وہ کھیلیں بالوں میں گھر نگر دیکھا ہنس کے ہیں بولا ؎ لگا کے گنڈیاں ٹوپی میں بیٹھے کوڑ پالے ہیں

سبق ہم نے پڑھا ہے عین و شین و قاف کا اس جا ؎ ارے ناصح بیاباں نہیں ہیں پاٹ شالے ہیں

فسٹ وصل کے جو ملے پر ترے عاشق نے تجربے ؎ شب وصلت کی چوٹ کے لیے انڈے ابالے ہیں

پھیپھولے بادلوں کے پھوٹ کر بہنے لگا پانی ؎ ہرا ئی تیر جب عاشقوں کے تیرے نالے ہیں

وہ اپنے ابروؤں کو چھانٹ کر قینچی سے کٹتے ہیں
حسن تیرے لیے یہ گندہ دو خنجر نکالے ہیں

جامع اللغات و نور اللغات (قسط نمبر ۴)

صاحب نور اللغات لفظ "اوپر" کے تحت میں لکھتے ہیں "اپنی ذات پر" معنے "اوپر" کا ایک معنے "اپنی ذات پر" بھی ہیں۔ مثال دیتے ہیں "آدمی کو چاہیے پہلے اپنے اوپر قیاس کرے"۔ مسئلہ صرف اتنا لکھ دینے سے حل ہو جاتا کہ "اوپر" اکثر "پر" کی جگہ بھی مستعمل ہوتا ہے۔ حضرت نے جو کچھ لکھا اس سے ناواقف شخص کو ضرور دھوکا ہوگا کہ صرف "اوپر" کے معنی "اپنی ذات پر" بھی ہو سکتے ہیں۔ خدا بچائے اس طرز تحریر سے۔

پھر فرماتے ہیں "اوپر کا" بیگانہ۔ غیر۔ گلزار نسیم ؎

شبنم کے سوا جو آنے والا ؎ اوپر کا تھا کون آنے والا

اس شعر کے سوا اور کہیں نظر سے نہیں گزرا۔

واقعہ یہ ہے کہ نسیم نے جب یہ شعر اپنے استاد آتش کو سنایا تو دوسرا مصرع یوں پڑھا ؎

باہر کا تھا کون آنے والا

شبنم کی رعایت سے آتش نے یہ اصلاح دی ؎

تھا اوپری کون آنے والا

اوپری یعنی بالا بالا آج تک زبان زد ہے۔ یہ حکایت ہم نے خود ثقات کی زبانی (مثلاً شیخ محمد جان شاد مرحوم و ڈاکٹر محمد ہادی رسوا مغفور) سنی ہے۔ کاتب کی اصلاح یا محاورے سے ناواقف حضرات کی اصلاح ایسی ہی ہوتی ہے کہ "اوپری" کی جگہ "اوپر کا" بنا دیا۔ ہم کہتے ہیں کہ غالباً حاجی لازم اللغات صاحب کی نظر قاصر کے ساتھ ساتھ ان کی ملکی سماعت بھی قاصر ہے۔ لکھنؤ میں اب زیادہ تر "اوپری" کی جگہ "اوپر کا" ہی مستعمل ہے۔

دکھ بھریں بی فاختہ کوے انڈے کھائیں

چڑیا:۔ ا بے جلکھائے انڈے ۔

کوے:۔ (۱) قاؤں۔ (۲) قاؤں۔ قاؤں قاؤں ۔

فاختہ:۔ پاسے یہی قاؤں قاؤں ہے۔ تو میں چلی ۔

پھر فرماتے ہیں "اوجھڑی (معؤنث) جانوروں کا معدہ"۔

لیجیے صاحب معدۂ انسانی کے لیے اردو میں اب کوئی لفظ نہ رہا اس لیے کہ اوجھڑی اگرچہ معدے کا ترجمہ ہے مگر جانوروں کے واسطے حضرت جلی صاحب کی عقل میں مختص ہے اردو میں "جانور" غیر ناطق کے واسطے بولتے ہیں۔ ہمارے حاجی صاحب کو آدمی اور جانور کا فرق نہ معلوم ہو تو یہ بات ہی دوسری ہے اور اگر وہ یہ تاویل کریں کہ جانور ترجمہ ہے "حیوان" کا اور "حیوان" عام شامل ہے ناطق و غیر ناطق پر تو پھر شکایت معاف انھیں جانور کہہ کے پکارنے کا حق ہمیں انھیں کے قول کے مطابق حاصل ہو جاتا ہے۔

کیوں جناب حاجی صاحب! معدے کا ترجمہ اوجھڑی کے سوا اور بھی کچھ ہے۔ اور انسان کے معدہ ہوتا ہے یا نہیں؟ جناب جامع اللغات صاحب نے بھی مع الخیر یہی غلطی فرمائی ہے۔ ہاں صاحب جب حاجی صاحب کا سا ہمکا [illegible] موجود ہے تو بھلا گمراہی کا دائرہ کیوں نہ وسیع ہوگا۔

جناب حاجی زمزم اللغات صاحب رقمطراز ہیں "اوچھا۔ اوچھا جی۔ اوچھے جی" واہ واہ ابو ہو آخر ان تین لفظوں میں صرف "اوچھا جی" ایک طرح کا کلمہ ہے جو بیشتر عورتوں کی زبان سے علاقہ رکھتا ہے۔ محل خانے کے پلے ہوئے مرد "اوچھا جی" کہہ جائیں تو مضائقہ نہیں۔ مگر اوچھا نہ عورتیں کہتی ہیں نہ مرد۔ غالباً یہ اچھا جی (جو کبھی محل طعن پر بولا جاتا ہے) کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ اب رہا "اوچھے جی" تو یہ شرفا کی زبان ہی نہیں۔ ہاں وہی بول سکتے ہیں جو دہ ہنڈیں کھیر کی۔ قلفیں ملائی کی۔ اور گنڈیں گنڈیریاں بیچا کرتے ہیں۔ (جامع اللغات نے بھی یہی غلطی کی ہے)۔

ایک جگہ افادہ فرماتے ہیں "اہل روزگار نوکری پیشہ لوگ"۔ اب ان سے کون پوچھے کہ حضرت "پیشے" کے معنے میں روزگار جہلا کے سوا پڑھے لکھے آدمی کب بولتے ہیں۔ خصوصاً "اہل" کی اضافت کے ساتھ اس معنے میں تو "روزگار" اردو ہے کوئی کہے گا بھی یوں کہ ہم فلاں مقام پر گئے تھے روزگار نہ ملا یا روزگار نہ ملا۔ یا روزگار نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ "پیشہ" کوئی سا ہو روزگار کہا جاتا ہے خواہ نوکری ہو یا اور کچھ۔ فارسی میں اہل روزگار یا ابنائے روزگار یا روزگار زادگاں سے مراد دنیا پرست ہیں۔ کیونکہ ان کی زبان میں روزگار دنیا۔ عالم اور زمانے کے معنے میں ہے۔

آپ کا فرض تھا کہ شرح و بسط کے ساتھ مطلب بیان فرماتے مگر ہائے یہ سلیقہ تو آپ میں کبھی نہ تھا۔ عورتیں اکثر "روزی روزگار" ساتھ ساتھ بولتی ہیں مثلاً خدا انھیں روزی روزگار سے لگائے۔

(باقی آیندہ)

[illegible]

غالب ارادہ بار اللغات

حالات شہدائے ثلثہ

حکیم سقراط۔ حضرت مسیح۔ حضرت امام حسین

نہ گھبرائیے کوئی مذہبی چھیڑ چھاڑ مقصود نہیں یہ ایک تقریر کا عنوان ہے۔ دہلی کے رئیس [illegible] لالہ مانک چند اور ان کی اہلیہ محترمہ نے ایک مسجد بنوائی اور ایک امام باڑہ بھی تصنیف! ہز اکسلنسی آنریبل میجر نواب سر محمد اکبر خاں ممبر کونسل آف اسٹیٹ نے دونوں کا افتتاح فرمایا۔ قاعدہ ہے کہ ایسی عمارتوں کے افتتاح سے پہلے زبان کا افتتاح ہوتا ہے۔ لہٰذا زبان کھلی اور خوب کھلی۔ ہم سے اصرار ہے کہ اس تقریر کے بارے میں ہم بھی کچھ ضرور لکھیں۔ ایام [illegible] شروع ہیں لہٰذا یہ موسمی چیز ہے۔

رائے صاحب لالہ مانک چند اور ان کی اہلیہ محترمہ کی بے تعصبی اور خالص نیت پر اب کوئی شخص اس وجہ سے حملے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں کی مادی قوت باقی نہیں رہی حکومت سلب ہو چکی۔ بھلا خوشامد اور ریاکاری کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جب راجہ ٹکیت رائے نے لکھنؤ اور اطراف لکھنؤ میں کئی مسجدیں بنوائیں تو کینے والوں نے زبان تشنیع دراز کی۔

وہ ابھی راجہ ٹکیت رائے بڑی پالیسی کے آدمی ہیں۔ ایسا نہ کرتے تو مسلمان بادشاہ کے دل میں گھر کس طرح بناتے۔ میر منشی کا جلیل القدر عہدہ کیونکر ملتا۔

علیٰ ہذا القیاس شہنشاہ اکبر نے جب کسی ہندو راجہ کو اسلامی فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے دوسرے ہندو راجہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا تو [illegible] نے طعن کا دروازہ کھول کے یوں دل جلایا۔

زہے اقبال شاہنشاہ اکبر
کہ ہندو می زند شمشیر اسلام

اس قسم کا دل شکن افتخار در حقیقت [illegible] کے وقتوں کی۔ یا بالفاظ دیگر مقراض محبت کیجیے۔ خیر وہ زمانہ تو لد گیا۔ اب جو کچھ ہوتا ہے اس میں خلوص نیت کو اچھا خاصا دخل ہے۔ راجہ کپور تھلا نے بڑی سی یورپین طرز کی مسجد گرا دی تو اسلامی اخباروں نے اس کی بنیاد تالیف قلب حکمت عملی اور [illegible] پر رکھ دی۔ بھلا رائے صاحب لالہ مانک چند کے بارے میں کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ وہ اگر مسلمانوں کے دل میں گھر بنائیں گے بھی تو فائدہ ہی کیا ہوگا۔ جو تلی بیزار جو مسلمانوں اور ہندوؤں میں [illegible] ایسے پلاسٹروں کو ماننے والی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ کوئی صاحب خبث طینت کی بانگی دکھانے کو تو یہ فرمائیں گے کہ مسلمانوں میں بھی رائے صاحب ہر دلعزیز بننے کی فکر کر رہے ہیں۔ بیوی بچے کی جان کی قسم یہ بات ہرگز نام رکھنے کے قابل نہیں خدا کرے ایسے ہر دل عزیز بننے والوں کی تعداد مسلمانوں میں بھی بڑھ جائے۔ جس کام کی بنا اخلاقی مصلحت پر ہو وہ ان سجدوں سے ہزار درجہ افضل ہے جن کا انجام نکسیر پھوٹنے اور دھڑ لوٹنے پر ہو۔ رائے صاحب نے یہ بھی اچھا کیا جو ایک مسلمان کو ان عمارتوں کے افتتاح کے لیے نامزد کیا۔

یہ ہوا دیباچہ اب سنیے تقریر کا تبصرہ۔ فاضل مقرر نے تین برگزیدہ افراد کے حالات اس تقریر میں بیان کیے ہیں:—

(۱) حضرت سقراط علیہ الرحمہ۔

یہ دانشمند بزرگ یونان کا پہلا شہید ہے جس نے موت کو زندگی پر ترجیح دی۔ بے شک سچ پر اعتماد رکھنے والا

جب دیکھتے ہیں کہ حسن خلق۔ رواداری۔ بلوائی بحرانی اور عقلی دلائل کے اونار کند پڑ گئے تو پھر اپنا بسجان پر کھیل جانا ان تمام گندادار وں کو سانپ پر چڑھا دیتا ہے۔ احمق ہیں وہ جو ایسے عمل پر اپنی جان اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو شے سے استدلال کرتے ہیں۔ دوستوں نے سقراط سے کہا تو تھا کہ جیل خانہ میں ہم نے انتظام کر لیا ہے بھاگ چلو۔ پھر اُس نے کیا جواب دیا یہی نہ؟ کہ بھاگنے سے کیا ہوگا (کتاب معذرت سقراط مصنفہ افلاطون الٰہی) موت ایک برکت ہے بشرطیکہ اُس سے فائدہ اٹھانے کا سلیقہ انسان رکھتا ہو۔ مرنا دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو مرنے والا کلیۃً فنا ہو جاتا ہے جیسا کہ غیر روحانی حکمت کا فتویٰ ہے یعنی وہ حکمت جو پیدائش کے راز سے واقف ہے نہ موت کے بھید سے۔ انسان ادراک و فہم لے کے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اور لقمۂ اجل ہونے پر لا یعقل خاک کا ڈھیر ہو کے مل بسا۔ اللہ اللہ خیر صلاح۔ اور یا ایک جگہ سے دوسری جگہ اُس خانے سے اُس خانے چلا گیا۔ اس انتقال مکانی میں صرف دونوں مقاموں کے خصائص حیثیۃً بدل جاتے ہیں۔ یہ خیال دانشمندوں کا ہے جو قدرت سے عبث فعل کے صدور کو ممتنع دمحال خیال کرتے ہیں۔

اگر غیر روحانی حکمت کا خیال صحیح ہے تو یارو اس میٹھی نیند کو چند فیصد ایذا اٹھانے سے ہمیشہ کے واسطے حاصل ہو جاتی ہے نعمت غیر مترقبہ اور احسان عظیم سمجھنا چاہیے۔ ذرا غور تو کرو۔ ولہٰ ایسی نیند کہ سونے والا رات بھر خواب تک نہ دیکھے کیا مزے کی چیز ہو گی۔ غریب تو غریب شہنشاہ وقت بھی اس ایک رات کی نیند پر تمام عمر کی راتوں کی نیند پر قربان کر دینے کا خواہشمند ہوگا۔

اور اگر دوسری حکمت کا فتویٰ صحیح ہو تو ڈریں وہ جو گنہگار رہیں۔ نیک آدمی کے لیے نہ عالم حیٰوۃ میں کوئی برائی ہے نہ مرنے کے بعد۔ بھائیو مرنا تو ضرور ہے۔ میرا یہ حال تھا کہ جب کسی بات کا ارادہ کرتا فوراً ایک غیبی آواز اس کے بارے میں مجھ کو حکم دیتی۔ اب کہ بندے نے مرنے کی ٹھانی ہے اُس آواز نے ممانعت نہیں کی۔ لہٰذا اب مجھ کو مرکے ان بلاؤں سے نجات پاتا ہے ؎

مشکلیں عشق کی آساں ہوئیں مرجانے سے

خوشا حال اس کے جو یوں پاک صاف مرے۔ مجھے اُن قاضیوں سے کوئی بغض نہیں جنھوں نے میری موت کو زبردستی بلایا۔ حالانکہ اُنھوں نے نیک نیتی سے مجھے ماخوذ نہیں کیا۔ اُنھوں نے میری نیکی پر بدی کی راہ سے حملہ کیا۔ صرف ایذا رسانی کی راہ سے میری عقلی و اخلاقی تعلیم پر دوڑے۔ پس اس کا صلہ یہی ہے کہ نسل بعد نسل اُن پر ملامت کی جائے تاکہ نیکو کار کی جان پر ہر شے قیامت نہ توڑا کرے۔ یہ ملامت نہایت ضروری اور قرین مصلحت ہے۔ دوستو اور قاضیو تم کہتے ہو کہ سقراط نے تمھیں ایذا پہونچائی! اچھا تو اس ایذا کا بدلہ تم میری اولاد سے اس طرح لو کہ جب وہ جوان ہوں تو جو بُری تعلیم میں نے دی ہے وہی بُری تعلیم انھیں دو ؎

عوضِ بوسہ حسینان دل و جاں می طلبند
دادہ اند انچہ بما کاشکے از ما گیرند

اگر تم ایسا کرو گے تو گویا میں اور میرے لڑکے تمھارے ہاتھوں اپنی واجبی جزا کو پہونچے۔ اب وقت رخصت کا ہے۔ مجھے مرنا ہے بتمھیں جینا ہے۔ مگر یہ بات بجز خدا کے کسی کو معلوم نہیں کہ کون اچھے مقام پر جاتا ہے۔"

(ترجمہ غایۃ الاصلاح ۳۰ غایت ۳۴ معذرت سقراط مرتبہ حکیم افلاطون الٰہی یونانی)

(۲) حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام۔

مسلمان کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے دھوکے میں صلیب پر کوئی اور چڑھا دیا گیا۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک صاحب کے سر پر کانٹوں کا تاج ضرور پہنایا گیا۔ دونوں ہاتھ دو مختلف جہات میں پھیلا کے میخیں ضرور ٹھونکی گئیں۔ وہ کوئی بھی ہو۔ اگر جان لی گئی تو اسی دھوکے میں کہ "اس فرد نے دنیا کو راہ صدق و حق دکھلائی۔"

پس اگر یہ معلم حقیقی پھانسی کی موت سے بھی نہ بچ سکا تو اس کی تعلیم پہلی کی طرح اب تک نہیں پھیلتی۔ اور قاتلوں کی یہ ثابت ہو گا؟ میر نواب سر محمد اکبر خان نے سٹارٹ انجیل کی سند پر اپنی تقریر مکمل کی ہے۔ اور اُن شبہات کو دور کرنے کی سعی فرمائی ہے جو عیسائیوں کے اعتقاد میں ہیں۔ اس کی ضرورت نہ تھی۔ توراۃ میں ہے کہ "ہر مصلوب ملعون ہے"، پطرس عیسیٰ نے برداشت نہ کی دعا مانگی کہ صلیب کی لعنت سے بچیں۔ وہ قبول ہوئی۔ اسلامی حدیثوں میں قیامت کے قریب اُن کا تیسری مرتبہ دنیا میں آنا مذکور ہے۔

بہر حال وہ آئے بھی چلے بھی گئے پھر آئیں گے اور اُن کی نیکی رہتی دنیا تک اپنا نور پھیلاتی رہے گی۔

(۳) امام حسینؓ آخری رسولؐ کے نواسے۔

ہم حیران ہیں کہ ان بزرگ کے گریہ خیز حالات کیونکر بیان کریں جو لوگوں کے آنسو نہ نکلیں۔ خیر کوشش کی جائے گی کہ لبوں سے تک معاملہ ختم ہو جائے۔

معترض نے خدا جانے کس تاریخ سے روز شہادت ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء بیان کیا ہے۔ تمام اسلامی تاریخوں میں موسم کی سخت گرمی مذکور ہے۔ عراق کی سرزمین پر اکتوبر کے مہینے میں عموماً بارش ہوا کرتی ہے۔ ہوا خنک ہو جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ مؤرخ سے "الفضل لِمَنْ فَضَلَ" کے جوڑنے میں غلطی ہوئی افسوس ہے کہ کتاب "ذبح عظیم" اس وقت سامنے موجود نہیں اُس میں باقاعدہ استخراج دایام شادی کے بعد غالباً ہوں کی ۲۷ تاریخ لکھی ہے۔

اس کے علاوہ جو خط جناب یزید نے اپنے ہوشیار کمانڈر انچیف کے نام لکھا ہے اُس میں صرف دو ہی باتیں ہیں۔ یا تو حسینؓ سے بیعت لو یا سر کاٹ کے بھیجدو۔ یہ بھی کسی معتبر تاریخ میں موجود نہیں کہ:۔

"دربار خلافت کا یہ بھی حکم تھا کہ
آپ کے پس ماندگان کو باعزت و آبرو کہ معظمہ
یا جس جگہ امام حسینؓ چاہیں روانہ کر دیے جائیں۔"

اے جناب بقراط اور شبیہ عیسیٰ کے قاتلوں کو شاہی فوج کے عہدہ داروں سے کوئی نسبت نہیں۔ کاش امام حسینؓ کو بھی ایسے ہی قاتل میسر ہوتے جیسے ان دونوں کو ملے۔ ایک جھوٹ موٹ کا دار العدل تو بنایا۔ جس میں قاضی بیٹھے بحث ہوئیں مقدمہ پیش ہوا۔

گو بہلوان گزرے جواب طلب ہوا جن کی بابت ہیں یہ دونوں بزرگوار خطاوار کا مجرم ٹھہرے بھی اور تھیں بھی ٹھہرے ۔ اور صرف اُنھیں دونوں کو قتل کرایا جن سے عداوت ہو گئی تھی یا جن کو وہ اپنی راہ میں کانٹا سمجھتے تھے۔ بال بچوں اور لڑکوں سے تعرض نہ کیا۔

یہاں نہ کوئی بات ثابت کی گئی نہ جواب لیا گیا۔ مجرم ٹھہرا، حاکم نے حکم دیا، مطیع نادموں نے تعمیل کر دی۔ نواب وزیر السلطنت بہادر یعنی مورخین و محدثین دربار نے سیاسی و شرعی اعتبار سے جواز قتل کا فتویٰ دیدیا یہی کافی سمجھا گیا۔

سچ پوچھیے تو یہ بھی امام حسینؑ کے حق میں بہتری ہوئی ورنہ مقدمہ کی کارروائی میں وکلا کی جانب سے جو بحثیں کی گئیں وہ کارآمد ہوتیں اور کسی قسم کا صدق و حق امام حسینؑ کا مؤید نہ ہوتا۔ بلکہ حال کے مورخ یا مصنف بھی بہک جاتے۔ بلکہ گبن صاحب اور مسٹر [illegible] کاکرن (مؤلف تاریخ چین) کو حسینؑ کے برسرحق ہونے کے لیے کوئی موضوع نہ ملتا۔

مسٹر جان ڈیون پورٹ نے اسلام کی تاریخ لکھی۔ امام حسینؑ کی [illegible] شجاعت [illegible] صدق کی تعریف و ثنا کی ۔ [illegible] انکار دیا کہ اچھا یہ سب سہی مگر بھی اپنی محترم زندگی کو بچانا [illegible] جان دینے کے زیادہ مناسب تھا۔ اس لیے کہ وجود عدم سے بہتر ہے۔ زندہ رہتے تو اُن کی ذات سے بڑے فوائد کی توقع تھی ۔

یہ ایک دھوکے کی سامنے کی بات ہے ہر ایک کو سوجھائی دیتی ہے اور اکثر لوگ جان بچائے جانے کو مقدم سمجھتے ہیں حالانکہ ؎

ہر سخن نکتہ و ہر نکتہ مقامے دارد

دانشمند اپنی جان اسی وقت تک بچاتے ہیں جب تک سمجھتے ہیں کہ اس حفاظت سے عقلی و اخلاقی فوائد پہنچنے کی امید مر جانے کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے ۔ خودکشی ایک اخلاقی جرم ہے لہٰذا عند [illegible] کرکے حق کو وہ جو مرتبہ شہادت کا مرتبہ عنایت کرنے میں اس جان کو جب جان آفریں نے اسی وجہ سے خلعت دانشمندی عطا کیا ہے کہ بہرصورت

دیہات جات یا کسی کی خدمت میں رہے سچ دیتے ہیں ۔ یہ امر مرنے والے ہی خوب جانتے اور سمجھتے ہیں۔ بیچارے جان ڈیون پورٹ کیا سمجھتے ۔ خود امام حسینؑ نے مختلف طریقوں سے یہ راز بیان کیا کبھی سقراط کی طرح موت و حیات پر لکچر دیا کبھی سیاسی شدائد یوں ظاہر کیے کہ "سوئی کے ناکے میں بھی جگہ نہ ملے گی ۔ چاہے میں خاموش ہو جاؤں" کبھی مذہبی دوستوں کو یا ان الفاظ امینا ہم خیال بنایا کہ "بھائی میری وجہ سے کعبۃ اللہ کی تذلیل ہوگی لوگ اس مقدس گھر میں جنگ کریں گے بے ادبی کریں گے جس گھر کی جانب سجدہ کیا اسکی بے حرمتی کیونکر گوارا کر دوں مجھے جانے دو۔" (وغیرہ من المصالح)

ہمیں توقع تھی کہ بانی تعمیرات متذکرۂ صدر کے حالات کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس تقریر میں ہوں گے لیکن باینہمہ اجمال فاضل مقرر نے بہت مجمل تقریر فرمائی ۔

افسوس ہے کہ ہم اس کے ملنے کا صحیح پتہ نہیں بتا سکتے ۔ چھپنے کا مقام (یونائیٹیڈ برقی پریس ملیا مائن ہلی) ہے وہاں سے منگا کے دیکھیے ۔ قیمت اول تو ہوگی نہیں اور ہو گی تو دو چار پیسے کے ٹکٹ ۔ فقط

سہ ـــــــ

مبصر

میاں فریدون

(نمبر ۸)

درویشانہ دعاؤں کا شکریہ نہ تو نقد علیہ السلام کے ذریعہ سے ادا کیا گیا نہ الفاظ سے ۔ رانی صاحب تیر سے کمان ہوئیں اور ہونٹوں سے ہمارے میاں فریدوں کے دستہائے نخس نہیں صرف انگلیوں پر انگوٹھی کی طرح بوسے کا نگینہ جڑ دیا ۔ یہ بیچ میاں صاحب نے بھی کوئی انکسار ضروری نہ سمجھا بلکہ ہاتھ بڑھا دیا کہ "لے چوم چڑیل" ۔ آمد شمس الدولہ بہادر دل میں سوچ رہے تھے کہ "ہم سے تو بھائی فریدوں کا ٹھینگا دا انگوٹھا اچھا ۔ ماشاء اللہ فریدوں کے ہاتھ چومے اور ہمیں پاؤں نہ چومنے دو ۔ خیر دیکھا جائے گا"

آج کی ملاقات اس وجہ سے جلدی ختم کر دی گئی کہ ڈونیاں نئے دولہا کا شوق دلہن کی جانب بہکا دھکا بڑھاتی ہیں ۔ اگر ہٹر دنگا جو کہ رانی اور نوجوان شمس الدولہ دونوں آج ہی ہٹر دنگا کھیلنے لگتے تو اس تماشے کا فلاپ ہونا ممکن تھا کہ آج ہی اگر پڑتا شکار ۔ نیا تھا دولت لوٹنے کی ضرورت تھی مسئلے کا شکل بنانا اور معاملے کی اہمیت قائم رکھنا عین مصلحت ۔ لہٰذا آج کی صحبت اس طرح ختم کی گئی ۔

فریدون: رانی صاحب تعجب ہے ہم نے اسم بتایا تھا پڑھتی ہو؟

رانی: جی روز پڑھتی ہوں ۔

فریدون: تو اب کون سا وقت کرے گا دس تو بج گئے ہیں ۔ پھر تم آرام کرنے سہری پر چلی جاؤ گی ۔ کیا ٹھری بات ہے ایک ہزار مرتبہ تو اسم پڑھنا ہی ہے گھنٹا بھر میں ختم ہو جائے گا خبردار ناغہ نہ کرنا ۔ ورنہ بالکل [illegible] ۔ اسم ہے جلالی ۔ ذرا سے چوک ہوئی اچھا بھلا آدمی پاگل ہونے لگتا ہے ۔"

رانی صاحب رخصت کا احرام باندھ [illegible] شمس الدولہ تلملائے تو بہت مگر بیچارے کیا کرتے ۔ [illegible] وہ اپنی طرف میاں فریدون نے شمس الدولہ [illegible] فرمایا: بھائی صاحب آپ کمرے میں چلیے میں ابھی حاضر ہوتا ہوں ۔ امرود کے درخت کے ایک طرف [illegible] معلوم نہ ہوا کہ میاں فریدون کہاں گئے ۔ شمس الدولہ اپنے کمرے میں تشریف لے گئے جسکی آراستگی کی علت [illegible] تھی ۔ دنیا میں ایسے معمولات کی کمی نہیں جن کی ست اس وقت تک مجہول رہتی ہے جب تک تجربہ تھوڑی بہت عقل کی رہنمائی نہ کرے ۔

[illegible] اور نوجوان شمس الدولہ صاحب [illegible] تھوڑی دیر قبل کے واقعات پر غور فرما رہے تھے ۔

"اللہ اللہ عورت ہے یا چھلاوا آندھی کی طرح آئی بجلی کی طرح نکل گئی" ابھی تصور کی آنکھ سے [illegible] میں مبتلا تھی کہ پشت کا دروازہ آہستہ سے کھلا کھٹکا جو ہوئی تو انھوں نے گردن موڑی ۔ دو آنکھیں اندھیرے میں چمکتی دکھائی دیں پھر تھوڑا منہ نکلا اور منہ کے ساتھ ہی دھڑ بھی ۔ اوہ رانی صاحب! [illegible] رانی صاحب نے ہونٹوں کے اوپر رکھ کے انگلی کا اشارہ دکھا

REGISTERD No A 783
LUCKNOW,
OUDHPUNCH
1934
M.B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW.

قواعد و ضوابط ادارہ ہذا

(۱) بفضل خدائے عزوجل ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹- ۔۔ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں ہر ملک کی خبریں نہیں چھپتیں اور نہ تیز مضامین ہیں

نوٹ ۔ یہ صرف اپنی بضاعت پر قانع ان تکلفات سے بے نیاز ہے۔

(۳) قیمت کی بابت ہم عرض کرتے ہیں۔ ہم کو کچھ بہت تھوڑے ریال چھپانے لیے اگر گو ہر نمبر میں خرچ ہے لیکن انعامات کی جدت رسالہ کی صلابت ہے اور رعایت نکتہ چینی صحیح فیچر واقعات اور مضامین اصلاحات اخلاقی سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے سے آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) ہمیشہ گردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جا سکے۔

(۷) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شائع ہونگے اور ان کی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی و ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹی پر لکھا ہوا ہوتا ہے جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) ۔ صہ روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲) ۔ رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر روپیہ جمع کردینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کردی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچوں فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۲ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

بھینسے بھی گھر میں ملفوف۔ فائدہ ہوتا ہے کہ گاؤ زمیں کے چوپائے اس ساہوکی کی برکات سے گپ چپ صم بکم گونگ مفتون عضو معطل ہو جائیں گے۔ اندریں حال جو خون کا خریدنا اور بیچنا کا حریف ناسازی ہے۔

۲۔ امریکہ کا رسالہ اپریل فول لکھتا ہے کہ کھیتوں کے لیے عمدہ کھاد میدان جنگ سے بہتر اور کہیں دستیاب نہیں ہو سکتی۔ اس کھاد سے جو غلہ پیدا ہوتا ہے اس میں خونخواری خونریزی شجاعت و مردانگی پیدا کرنے کی قدرتی خاصیت ہوتی ہے۔ چنانچہ جنگ یورپ میں جتنے ہندوستانی داد شجاعت و مردانگی دے کے پردیس میں کھیت رہے اُن کی کھاد کو زراعت ہندوستان نے مول لے لی ہے اور عنقریب اس کی آزمائش کی جائے گی۔ ڈاکٹر گوبر گنیش جنہوں نے برلن کے اعلیٰ تعلیم گاہ میں زراعت کی تعلیم پائی ہے اپنا ذاتی تجربہ اس کھاد کے متعلق ظاہر کرتے ہیں کہ تخم فساد اور پھوٹ کا پھل اس کھاد سے بہت ترقی کرتا ہے اور از بسکہ جنگجو سپاہیوں کو سفر مالک میں شراب طہور بے بغیر چارہ نہیں لہذا جو غلہ اس کھاد سے نشو و نما پائے گا دختر رز کا اکلوتا بنت العنب کا حقیقی نواسا ہوگا۔ کھانا کیا کھایا گویا ایک بوتل پیا بس نشے میں غیں رہنے لگا۔ ارے بہاری کے چکیت رسید کر بیٹھنے کے سوا اور کوئی کام انسان نہ کرے گا۔

۳۔ "سانڈ" ظاہر ہے کہ ہندوستان یک زراعتی ملک ہے یہاں کی پیداوار کا دارومدار حقیقی عمدہ نسل کا سانڈ ہے محکمہ زراعت کی یہ کوشش ضرور قابل تحسین ہے کہ اس نے مبلغ خطیر برداشت کر کے دور اس ایسے سانڈ مہیا کیے ہیں جنہوں نے دنیا بھر کی گایوں کے ناکتخدا رہنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ یہ سانڈ سٹرلنگ کی اعلیٰ تجربہ کاری و ذہانت کا نتیجہ ہیں۔ ترقی گائے (گاؤ زمین) کا جوڑا ثور فلک سے لگا دیا گیا اور اس طرح ایجاد عالم سے لے کے اس وقت تک صرف دو بچے حاصل ہو سکے، خواہ دانہ چارہ بھوسا پیال میسر ہو یا نہ ہو۔ ہر ایک کاشتکار کا فرض ہے کہ وہ اپنی خالی گائیں محکمے میں لائے اور بھر اسے جائے

عنایت ہے کہ عمر بھر گابھن رہے گی اور تازمان حمل ختم نہ ہو گی۔ جو سے شیر کی روانی کم نہ ہوگی گابھن کرانے کی اجرت بحال رفاہ خلق نہایت کم رکھی گئی ہے یعنی جو کچھ اگلی پچھلی کمائی اس وقت تک قبضے میں ہو وہ داخلہ کی رونمائی میں نذر کریں۔ اور آئندہ تمام کمائی باقساط ادا کرتے رہیں۔ چونکہ گوسالہ نا پیر شدہ گاؤ دنیا شدہ لینے کا موقع زندگی بھر نہ آئے گا لہذا ادا ہو جائیں تنگ کیتی شکوہ مزد دن کو کہ بردعی محکمہ کا سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

القصہ عجیب و غریب انل بے جوڑ خبریں شائع کرنے اور طرح طرح کی ایجادات سے باخبر کرنے کے علاوہ آج تک اس محکمہ اور اسی قسم کے دوسرے محکموں کا اٹل پابندی نے کوئی فائدہ نہ دکھایا۔ رہٹ ایجاد ہوئے زمین پیاسی رہی شکر اور گڑ بنانے کے تجربے کیے گئے زندگی تلخ رہی بورنگ آفیسر کنوئیں کے اندر ہی رہ گئے باہر نکلنے کی نوبت نہ آئی۔ اعلیٰ درجے کے بیج میں لوگ اُن کا بیج مارا گیا نہ دیکھنے کے نہ کھانے کے۔ مدرسے کھلے۔ طلبا نے جو سکھایا گیا سیکھا مگر کسی اچھے کسان یا مالی کا مقابلہ نہ کر سکے۔ عمر بھر خاک چھانی پھر بھی نہ خاک اٹے نہ خاک پلے مجھے کہا گیا کہ صنعت و حرفت نہ ہونے سے تمہارے گھر میں اُلّو بول رہی ہے ملک بھر میں گدھوں کا ہل چلتا ہے صناع کچا مال لیجاتے ہیں اور پھر اپنی دستکاری اور کاریگری سے دس گنی قیمت پر تمہارے ہی بچوں کے ہاتھ بیچتے ہیں میں بھی سمجھی کہ ہاں سچ ہے کسی کی خوراک بننا ٹھیک نہیں غیر ملکوں کا کھاجا ہونے سے مرجانا بہتر ہے۔ صلاح لی کہ پھر کیا کروں۔ کہا صنعت و حرفت کے مدرسے کھولو باہر سے اچھے اچھے کاریگر استاد بلاؤ دنیا سے ہونہار ہوشیار ذہین لڑکے باہر بھیجو کہ سیکھیں اور گھر پلٹ کے آئیں تو اپنے بھائیوں کو سکھائیں اچھا یوں سہی یہ عذر بھی قائم نہ رہے کہ یہ سب ہر سال بھر کے دوسری جگہ بھی لائق لائق اُستاد

نوکر ہے۔ مگر واہ ری قسمت ایک چکی نہ بنا سکے ایک چولھا نہ بنا آیا ایک تیلی دیا سلائی تیار کرنے کا سلیقہ نہ ہوا ایک پنسل کبھی بازار میں بکتے نہ دیکھی ایک مشین کی ایجاد کا فخر بھی حاصل نہ کر سکے۔ مصوری سکھائی تو سیدھی لکیر بنانے نہ بنی انجینئری میں مغز پھونکا بنا تو قصے دیگر ہے کھودنے کی تمیز نہ آئی۔ بھاڑ میں جائیں ایسے انڈسٹریل اسکول اور پھونکا پڑے ایسی صنعت و حرفت پر۔

بس ڈیڑھ سو برس اس اُدھیڑبن کو گزرے ہندی کا لاکھ کا گھر خاک ہو گیا ہر بے جوبے سوبے نہال (نیستی) کے کبھی یہ نہ سنا کہ کوئی ہندوستانی کسی صنعت میں یورپ والوں سے بازی لیگیا۔ مشینوں کی محتاجی اور مشین کی صنعت کو ترقی ہونے کے باعث وہ گُن بھی ہاتھ سے جاتے رہے جو پہلے ہندوستانیوں کا نام دوسرے شہروں میں چلاتے تھے۔ جو بے جی چھیتے ہونے گئے تھے دو بے ہو کے رہ گئے کوا ہنس کی چال چلا اپنی چال بھی بھولا۔ کھیتی باڑی صناعی تجارت کا تو یہ حال ہوا اب عام انتظام کا دُکھڑا سنو۔

ڈھول ڈھول پوں پوں۔ دھڑ دھڑ۔ دن۔ دن ارے کیا ہے؟ لوگو یہ کیسا ہنگامہ ہے یہ کیسا شور ہے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی۔ جی! کیا آپ کو معلوم نہیں فلانے لاٹ صاحب آئے ہیں بڑے قابل بڑے لائق ولایت کے کاغذوں میں لمبی چوڑی تعریفیں چھپی ہیں ہوس آف کامنس نے ہوس آف لارڈ کو آپ کے انتخاب پر مبارکباد دی ہے آپ کیا آئیں گے صابن کی ٹکیا ہاتھ لگے گی سارا میل کچیل صاف ہو جائے گا بھلے دن یوں ہی آتے ہیں۔ آتشبازیاں چھوٹیں۔ دعوتیں اُڑیں چھڑکاؤ ہوا صفائی ہوئی یادگاریں بنیں مکان گھڑے سڑکیں چوڑی ہوئیں گدھے اُردو اخبار نویسوں نے تعریفوں کے پل باندھے آپ ایسے آپ ویسے آپ نے قطب شمالی پر تکل اُڑائی قطب جنوبی میں پیشاب کیا امریکہ میں ناک چھنکی قلم کے بڑے مضبوط ہیں زبان کترنی کی طرح

چلتی ہے ایسے رحم دل ہیں کہ پل پر گاڑی سے اُتر پڑتے ہیں تاکہ چڑھائی سے گھوڑے کو ہانپنا نہ پہونچے۔ آپ نے اپنی پنجاہ سالہ عمر میں بیس ہزار چڑیاں دیکھیں دنیا بھر کا چپا چپا آپ کا جانا بوجھا ہوا ہے۔ آسٹریلیا کے جھنڈے گڑوا دیے کینڈا میں ہر شخص آپ کی بدولت اینڈا اینڈا پھرتا ہے۔ پولو میں آجتک آپ کا حریف پیدا نہیں ہوا۔ سولو میں ناقش کا بچہ خوب اُڑاتے ہیں ایران کو آپ کی سفارت کا فخر ہے توران کو آپکی سیاحت پر ناز ہے جنگ چین و جاپان میں آپ ہی نے بیچ بچاؤ کیا تھا روس اور ترک کی نبرد آزمائی میں بھالوں پر تیل آپ ہی نے ملا تھا جمہوریہ شمال میں شال و شول کا مادہ آپ نے پیدا کیا۔ آئرلینڈ کے لیے ہوم رول کا مسودہ آپ ہی کے دماغ کا کرتب ہے۔ نظام عالم آپ کے مشورے پر قائم ہے قوائے فطرت آپ کے تصرفات ذہنیہ کے مقروض ہیں۔ اور قانون سازی تو آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے ایسے ایسے نکتے پیدا کرتے ہیں کہ الہامی قوانین۔ در فطری ضوابط قلابازی کھا جائیں تو کھا جائیں مگر یہ نکتے قطب کی طرح جنبیدن کا سبق ہی نہیں جانتے۔ الکازمی انڈو ہوا اسٹرنوجی کونسی نوی ہے جو آپکے دسوں ناخونوں پر نہیں لکھی ہے۔ بڑی ریجھ بوجھ سوجھ بوجھ سمجھ لمبی پہونچ کے آدمی ہیں۔ جب افریقہ کے وحشیوں کے اتالیق مقرر ہوئے تھے تو سیکڑوں جنگلی سور منہ کی کھم میں باندھ لائے۔ لائل جیاگرفیکل سوسائٹی آپ کی رہین منت ہے اس لیے کہ آٹھ بڑے جزیرے آپ نے تصنیف فرما کے ہمیں جغرافیہ میں بھی کر دیے تمام نو آبادیاں آپکی پرستش کرتی ہیں نامور ہسٹری آپکی نوک زبان ہے آپ پرلے سرے کے لبرل ہیں مگر کنسرویٹیو پارٹی آپکو کھلنڈرے اور زن صفت ہونے کا الزام لگاتی ہے۔ بالکل غلط الزام ہے۔ منشہ نیل سبیع میں ایک بیوقوف شخص نے آپ کو پیشگی یا وہ گو کا خطاب دیا تھا یہ ایک بیجا جسارت ہے۔

جب آپ چانسلر آف دی ایکسچیکر کی خدمت انجام دیتے تھے تو ایک پاگل نے آپ کی ناک پر چوٹ کی تھی آپ کی ناک ربر کی ہے مگر ایسے کاریگر نے بنائی ہے کہ بالکل مصنوعی نہیں معلوم ہوتی۔ خاندان شاہی کا ہر ممبر آپ سے دوستی کا دعوے رکھتا ہے۔ جب آپ نیوزیلینڈ کے گورنر تھے تو آپ کو ایک گورخر نے گھیرا تھا مگر وہ گیدی بھلا آپ سے کیا بازی لیجا سکتا تھا۔ آپ کو موسیقی کے فن میں ایک عظیم ملکہ و مہارت ہے یہی وجہ ہے کہ تمام دنیا کی میوزک سوسائٹیز آپ کو آنکھوں کی تپلی سمجھتی ہیں۔ آپ کی ٹھرک شنک جلیت پھرت پر انگلینڈ کی رنگیلی حسین لیڈیاں جان دیتی ہیں۔ جب آپ مزے میں سرخوش ہو کے تان لیتے ہیں تو کتے رونے لگتے ہیں بلیاں دُم دبا کے بھاگتی ہیں اور گدھا بیسوں سیپوں بھول جاتا ہے آپ خیراتی کیسے ہیں دلسوز حشم، قصور وار بیراکے لیے آپکا دستر اہونا بہت کارآمد ہے کیا معنی کہ جب آپکی نظر گزشتہ تکتی ہے تو اکثر وہ جسم شالی پر پڑتا ہے اور جسم صلی بن جاتا ہے آپ کی کلمنت ہاں سے ایک غریب کا بھلا ہو گیا یعنی آپ نے اپنے منشی سے کہا کہ اس غریب کو سو سو پونڈ کی چک لکھدو اُسنے دو چکیں لکھو کے حوالے کیں دونوں سو سو پونڈ کی۔

الغرض ان سوانحمریوں کے ساتھ تو بیلبر ٹرک صاحب تشریف لاتے ہیں اُنکی آؤ بھگت میں ہر بار اتنا صرف ہوتا ہے کہ دس ہزار غریبوں کا ایک مہینہ تک پیٹ بھرے مگر یہ نتیجہ دیکھو تو نہ کا ماند کا جا مندل با جاڈیل ڈول گنبد آواز در پیش۔ انتظام میں انتظام ہوا ٹیکس۔ گویا اتنے بڑے بڑے جگادری تجارت زراعت صنعت و حرفت جاننے والے منتظم۔ معاملہ فہم نکتہ رس بال کی کھال نکال کے سکر پھندی دینے والے منتظم۔ لفٹننٹ گورنیل جرنیل کمشنر ڈپٹی کمشنر ڈائرکٹر ڈاکٹر انجنیئر سکریٹری خزانہ افسر لندن سے بڑی بڑی تنخواہوں پر صرف اتنے سے کام کے لیے بلائے گئے یا بھیجے گئے تھے کہ آئیں اور ٹیکس لگا جائیں۔ نا جیبکو دیں

گھوڑ دوڑ میں بازی لگائیں شراب میں اُڑائیں جشن کریں ایڈریس لیں سلام کروائیں پنکھا جھوئیں تھیلیاں لیں ڈالیاں وصول کریں شکار کھیلیں اور بھاری بھرکم بشن ریس کے چھتے پھرتے نظر آئیں۔ چلتے چلاتے کسی کو قید کسی کو سچ بولنے کے الزام پر دائم الحبس۔ لاکھوں سے زمین پر سو لگتی بنانے کی سزا پیٹ کے بل لیٹ کے مچھلی کی طرح سڑک پر لوگوں سے کہروا نالش کرائیں۔

بہن ذری تم بھی دل رکھتی ہو دماغ رکھتی ہو اس بجٹ کو دیکھو تو سہی جیسں کر دو دن کا گھٹا ہوا بڑے جال کے سر پر سینگ نہیں ہوتے اجنا گانا جوا کھیلنا شراب پینا رنڈی بازی کرنا رشوت لینا ملدنا دھاڑ نا ستانا بلا وجہ ڈرانا دھمکانا جھنو ہم حیا کرنا یہی باتیں تھیں جن سے دوسرے قابل اعتراض ٹھہرتے تھے کسی نے علاقہ کھویا کسی نے ملک سے ہاتھ دھویا۔ تمھارے ملک میں یہ باتیں اگر جائز تھیں تو دوسروں پر الزام قائم کرتے وقت انکا جائز ہونا کیوں نہ ذہن میں آیا۔ پھر پڑھے لکھے عزت داروں کے لیے تو یہ شرافت کی الو کٹنیاں زیادہ ڈوب مرنے کے قابل ہیں۔ سویلزیشن کے یہی معنی ہیں تو ہمارے بغریب دار بنانہ آپ سے جنگلی رہا اچھیں یہ جانیں۔ کہ کار نا یہ ہم نے ہیں کوئی گناہ نہیں کیا۔ ان گنہگاروں نے صرف چند باتیں سویلزیشن کے خلاف کی ہیں۔ بھری محفل میں عیار کے سامنے ناچے نہیں۔ طرح طرح کے ٹیکس نہیں ایجاد کیے بھری محفل جورووں کو گلے سے لگا کے پیار نہیں کیا۔ (۲) جھنالا اور رنڈی بازی چھپ کے نہیں کی اگر آئین میں چوری کو داخل کر دیتے تو پھر چھپے رہتے۔ اور بھی دو چار ایسی ہی باتیں اُن سے رہ گئیں تو میری بوا انھیں معاف کر دو۔ اگر یہی صحبت رہی تو چند دن کے بعد وہ بھی اپنے عیبوں کو چالاکی کے دامن میں چھپانے کے قابل ہو جائینگے اور اگر بہن یہ سب کرتوت ٹھیک ہیں اور تم بھی کہیں بڑا سمجھتی ہو تو انھیں خدا کو ان کے ایک محکمہ خفیہ ریٹ کرنے والوں کا بنا دو اور انہیں ایسے ہندوستانی رکھو جو تمھارے خالص دوست ہوں

جلد ۱۹ نمبر ۱۵

مضامین

(مورخہ ۵ مئی ۱۹۳۲ء)

تمام رات

رات کو اکثر اینجانب اور نیند سے لہٰذا آنکھ مچولی ہوتی رہتی ہے۔ مگر نہ آپ نہ خاطر نہ بندہ مافقرہ شاعر نہیں ہوں جو نیند کے اُڑ جانے کا بدلہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالوں اور کہوں سے

نیند آتی ہے نہ آتا ہے وہیں سے کوئی ؎ ڈھونڈ لائے مجھے اے موت کہیں سے کوئی

مرنے کی نہ عادت ہے نہ موت کی ضرورت۔ نیند آئے تو آئے ورنہ کوئی کتاب اُٹھائی اور مشکل آسان۔ کتاب اگر زیادہ دلچسپ ہوئی تو وہ بھی نیند اڑا دیتی ہے اور اگر مہمل ہوئی تو البتہ خواب آور ہوتی ہے۔ کیا معنی کہ جھنجلاہٹ کا نزلہ نیند کی جان چھوڑ کے مدد کتاب پر نازل ہو جاتا ہے۔ وہ جھنجوڑی سے چھوٹی اور دماغ میں سمائی۔ آج شب کو اتفاقاً ایک مقامی کا غذ اخبار ہاتھ لگ گیا۔ اس کے سرے پر کوئی نواب حسین نواز جنگ بہادر خسرو کا کوروی ہیں اُن کا نوحہ چھپا ہوا عبدالحق نوحہ ہو تو ایسا ہو۔ گریے کی سیل جو اُمڈی تو نیند چڑیل اب کہاں ٹک سکتی تھی۔ بھاؤ بتاتی "بھلی بھلی کتنا پانی" کہتی یہ جا وہ جا۔ آپ جانیے بندہ تو رہا ساحل پر بی نیند یا خانم بیوہ تحیہ منجدھار میں تعاقب ہو سکا۔ آپ ہی کے صفحات میں کسی ظریف نے ایک افیونی کی بکری کا حال کبھی لکھا تھا وہ یاد آ گیا۔ یعنے افیونی صاحب کی دودھاری بکری اپنے ایک تھن سے محلے بھر کو سیراب کرتی تھی۔ گویا حضرت صالح کے تلقے کا معجزہ اس بکری میں سما گیا تھا۔ افیونی صاحب اپنی بکری کا تھن دہانہ مشک کی طرح باندھ دیتے تھے ورنہ غضب ہو جاتا۔ بکری کا تھن حضرت نوح کا تنور بن جاتا دنیا بھر دودھوں نہا کے جوئے شیر میں جان شیریں ڈبو دیتی۔ یہی ہوا افیونی صاحب کی مادہ کسی دن تھن کا سرچشمہ اچھی طرح باندھ نہ سکیں بند ڈھیلا رہ گیا۔ شب کو پہنا جو آیا تو سو تک کی چارپائیاں لگیں سیل شیراب میں تیرنے۔ آنکھ کھلی کانوں میں صدا آئی۔ بیدمیں تمہارے قربان اس "میمیا کے" اے نور چشم تم ہو کہاں۔ مگر جواب کون دیتا وہ تو جنت کی سہری ہری دوب چرنے چل بسیں۔ انصاف کیجیے جہاں ایسا شیر آگین حادثہ گزر گیا ہو۔ افیمی صاحب ہاں کیونکر قیام فرماتے دوسرے گھر میں سکونت اختیار کر لی۔ یا یوں کہ طوفان شیر نے مکان مذکور کی بنیادیں کمزور کر دیں۔ مکان ڈھے گیا اور کچھ دنوں بعد اس پر ہل چل گیا۔ اب گیہوں بوئے جاتے ہیں مگر کرامت یہ ہے کہ ان گیہوں کے آٹے سے جب روٹی پکتی ہے تو روغنی ہوتی ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ وہ بھی بکری اگر فیمی کے جوٹ کی غیرت سے اپنے دودھ میں آپ ہی ڈوب مری تو حیوانیت کا مقتضیٰ تھا۔

اینجانب خدا کے فضل سے بھیا انسان نیند کی تلاش میں دریا بے اشک کی شناوری ناجائز خیال کر کے چپ ہو رہے۔ قلم اٹھایا اور بے خوابی کو اس طرح بہلانے لگے۔ مطلع عرض ہے سے

پھولا پھلا کیا غم سرور تمام رات ؎ اُلجھی ہوا سے زلف معنبر تمام رات

دیکھیے کتنا گریہ خیز مطلع ہے۔ اول تو غم سرور کا پھولتا پھلتا اور تمام رات پھولنا دوسرے ان پھولوں میں عنبر کی خوشبو پیدا کرنا کیوں نہ ہو جبر بھر رونے کے لیے کافی ہے۔ اگر ہوا سے زلف معنبر نہ اُلجھتی تو پھر غم سرور کے پھول یا پھل بے رنگ و بو ہی رہتے۔ روئیں حضرات مومنین۔ اور جو رونا گناہ یا خلاف سنت ہو تو صرف غم سرور کے پھولوں پھلوں سے منہ و زبان کو مستفید ہونے دیں یا نوحیت "اسی کا نام ہے۔ اسد رے لگاؤ ایک مصرع دوسرے مصرعے سے بالکل توام ہے۔ ہاں اس بیکار کی دھن میں وقت نہ ضائع فرمائیے کہ زلف معنبر کس کی؟ شاعر کی زلف یا "سرور" کی زلف یا ہر ایک۔ زلف۔ نہ یہی کھوج لگائیے کہ پھولا پھلا تو غم سرور۔ زلف معنبر کو الجھنے اور دخل دینے کی وجہ کیا۔ غم سرور شاعر کے دل میں تمام رات رہ کے پھولتا پھلتا۔ ہا۔ (دن کو نہیں) زلف معنبر بھی ہو گی کسی کی۔ آپ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے۔ اُلجھنا زلف کی خاصیت ہے۔ پھولنا پھلنا سے اس کو علن ہے۔ ان مسلمات شاعرانہ کو آپ بدل نہیں سکتے۔ یہ ہے نوحہ۔ نوحہ پڑھ دیجیے یا شاعری پر گریہ کیجیے انشاءاللہ مثاب ہول گے۔ اِنشاءاللہ ہی؟ اور مطلب ثواب سے ہے۔ دوسرا مطلع ہر سے

گھومتا ہو سر پہ چرخ ستمگر تمام رات ؎ ٹکرایا اُٹھ کے فتنۂ محشر تمام رات

کیا اب بھی طفل اشک آنکھوں کے پیٹ سے پاؤں نکالنے پر نہیں مچلتا؟

تعجب ہے شاعر نے بدون تخصیص و تعیین شب چرخ کی چکی پسنہاریوں کی طرح رات بھر گھمر گھمر کی سے آٹا نکالا ہو یا چوکر مگر اس میں شک نہیں کہ اس کی نسبت فتنۂ محشر ضرور دیوانہ ہو گیا۔ چرخ ستمگر ہمیشہ رات ہی کو گھومتا ہے اور فتنۂ محشر کو بھی رات ہی سے علاقہ ہے۔ کیوں؟ شعرا فتنے کو ہمیشہ نائم (مصروف خواب) سمجھتے ہیں۔ لہٰذا نیند میں خلل پڑنے پر کیا تعجب ہے جو مارے تیبے کے میاں فتنۂ محشر خدا جانے کس جہت سے ٹکر لڑتے رہے۔ بہر حال ردیف کو نفس مطلب سے ایسا گھر الگاؤ ہم نے تو کہیں نہیں دیکھا۔

پہلا شعر ملاحظہ ہو سے

گرتے تھے آسماں سے تارے زمین پر ؎ یہ دیکھتے تھے شبط پیمبر تمام رات

اس بیت کی دادی جنائی کسی شاعر کا یہ شعر ہے سے

تاروں کے ٹوٹنے کی جو سیر دکھا گئی ؎ داستاں لگا لگا کے چھڑائی تمام رات

سیر اچھی تھی ممکن ہے کہ شب عاشورا نماز رکوع و سجود و قیام و قعود۔ دعا و مواعظ میں بسر کرنے کی روایت غلط ہو۔ اور اسی سیر نے غم غلط کر دیا ہو۔

بہر حال رونے کا مقام ہے جس کے سامنے رات بھر
ایسا ٹکی کا تماشا ہوتا رہے وہ ضرور رحلا دینے کے
قابل ہے۔ سچ ہے فرصت ہی بہت تھی۔
دوسرا شعر قابل داد ہے ؎

ابروئے شاہ دیکھ کے مجروح ہو گیا
تیغ ادائے ماہ دو پیکر تمام رات

یک دو قطرۂ اشک بر حال مہ دو پیکر ہم لطف
فرمائیے کہ ایک طرف تو ابروئے شاہ کا وار دوسری
جانب تیغ ادا کا چاند غریب نرغے میں گھر گیا۔ تو الٰہی حالت
بر حال خستہ و ناتوان پھر مہ دو ان ارادہ ہے تو
واقعی سخت مصیبت اور قابل حجاب مصیبت ۔
اب رہی "مہ دو پیکر" کی ترکیب اجتہادی تو وہ ابروئے
شاہ اور تیغ ادا نے اچھی طرح واضح کر دی ۔
اسے کہتے ہیں نوحہ ۔ بھلا کون سا دل ہے جو نہ
پسیجے۔ اشعار ہیں یا پارہ ہائے جگر سولہ چولوں
سے درست۔ ما ہیں خدنگ نگاہ معشوق کی طرح
گھس جانے والے ۔
تیسرا آبدار شعر ہے ؎

نوک مژہ کی تھی جو خلش دل میں رہ گئی
چبھتے رہے کلیجے میں نشتر تمام رات

نا ... یہ نوک مژہ بھی لکڑ کھنے والی چیز ہے۔
دل کو دبائی دبائی پڑی رہتی ہے رات کو کھٹکتی ہے۔
رہا یہ بات کہ یہ دل میں کیونکر پہونچی۔ کس کے
دل میں پہونچی۔ نوک میں کس کی ہے ۔ اور دل
میں پہونچی تو خود کر چبھے نشتر۔ قابل بحث نہیں۔ جناب یہ
نوحہ ہے نوحہ۔ یوں ہی کہا جاتا ہے اور جس بزم میں
پڑھا جائے گا سننے والے بسمل ہو جائیں گے بسمل۔
دل لگی نہیں ہے جو لوگ ناواقف ہیں وہ کیا
جانیں کہ جنگ کربلا میں دشمنوں کے پاس جہاں
بم تیغ خنجر گرز کی افراط تھی وہاں نوک مژہ بھی ایک
بڑا کارگر اوزار تھا۔ پھر کیا ایسی خنجر کی نوک ہو
تو کوئی دیکھ بھی لے بھلا پلک کی ننھی سی نوک سجھائی
کیسے دیتی ہے۔ ہاں شاعر کی آنکھ خارا شگاف ہوتی
ہے دلوں میں بیٹھ جانا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل
ہے ۔ پھر فرماتے ہیں ؎

پریاں نثار زلف پیچیں سایہ کیے ہوئے
قصے سنا کیے علی اکبر تمام رات

خدا کا قہر نازل ہو اس دل پر جو اسے پڑھ کے
بھی نہ بسورے ۔ دیکھیے انصاف کیجیے معاذ اللہ
والد محترم تاروں کے گرنے کا تماشا رات بھر دیکھیں
اور صاحبزادے پریوں کی داستان بھی سنیں۔
الامان سے بڑھ کر یہ کہ ناظرین ان مصائب پر ایک
آہ بھی دل سے نکالنے میں بخل کریں۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

ہاں صاحب اس مشغلے کے سوا اور ان لوگوں کو
کام ہی کیا تھا۔
ارشاد ہوتا ہے ؎

شمع جمال عشق کا پروانہ بن گئے
قاسم وفا کے داغوں سے جل کر تمام رات

واقعی نہ دن کو شمع ہوتی ہے نہ پروانے کا وجود۔
عشق نہ بچہ دیکھتا ہے نہ بوڑھا۔ وہ تو جلانے کے
بعد ہر ایک کو پروانہ بنا ہی دیتا ہے۔ کیا خوب شعر
کہا ہے۔ قلب ہیئت کی صنعت فن بدیع میں بہت
بڑی گریہ خیز صنعت ہے۔ یہ بھی ایک سچی بات ہے
کہ جو کچھ تھا وہ رات ہی بھر کے لیے دن کو تو کچھ
ہوا ہی نہیں۔ اسی وجہ سے ردیف کے تعلقات
کہیں بھی افتراق کے مرتکب نہیں ہوئے۔ ہر جگہ
اپنا نور پھیلا رہے ہیں۔ اچھا جناب یہ تو ایک
دس برس کے بچے کا حال تھا جو بیان ہوا اب
شش ماہے کا حال سنیے ؎

اصغر غریب حسن کے دیوانے ہو گئے
ناوک نگاہ ناز کا کھا کر تمام رات

شاعری اور تاریخ پر عبور کامل یہ کہلاتا ہے حرملہ
نے جو تیر مارا تھا باعتبار تاریخ وہ نگاہ ناز کا تیر تھا
اور باعتبار شاعری ایک غریب حسن کے دیوانے
شش ماہے بچے کے واسطے زیبا بھی یہی ناوک ہے۔
جسے تمام رات کھانا ہی چاہیے تھا۔ سرتاپا نوحہ
عاشقانہ نوحہ۔ مورخانہ نوحہ۔
اور سنیے ؎

اہل حرم کی سینہ فگاری نہ پوچھیے
خیمے میں صبح کی تھی تڑپ کر تمام رات

صرف سینہ فگاری ہی تمام رات تڑپنے کی علت ہو۔
گریہ تو نوحہ بندہا نگاہ ناز ہے نہ شمع ادا عشق ہے
نہ شمع نہ پروانہ۔ بھلا پھر کس پہلو سے اسے نوحہ
کہہ سکتے ہیں۔ شاعر صاحب ہمارا مشورہ قبول کریں
تو اس بیت کو نکال ڈالیں۔ ہاں آئندہ شعر میں
نوحہ فرماتے ہیں ؎

سنبل پہ صحن باغ میں نرگس نے جان دی
پیچیدہ کاکلوں میں الجھ کر تمام رات

یہ تمام رات جان دیتے رہنے کا افسانہ غالباً مدد
لونڈیوں سے تعلق رکھتا ہے جن میں سے ایک کا
نام تھا سنبل اور دوسری کا نام ہے نرگس ۔
جان دینا قابل گریہ ہے پھر ایسی دو معزز فردوں
کا جان دینا تو اس قابل ہے کہ سننے والا کمر بندی کی گرہ
گلے میں لگا کے مر جائے ۔ خدا سمجھے ان مرثیہ گویوں
سے جو ایک اصطلاح خاص مرثیہ نوحہ اور سلام کی
وضع کر گئے اور گریہ ہر صنف کے واسطے ضروری
جزو سمجھا گیا ۔ عامی اور سطحی آدمی تیر تبر خنجر کی یاد کی
پر رو دیتے ہیں جو (خاصان خدا) عاشقان حق ہیں
وہ سنبل و نرگس کی باہمی آویزش میں اسرار ...
وعشق کو مرثیہ سمجھتے ہیں۔ سنبل کی پیچیدہ کاکلوں میں
نرگس الجھی یا الجھتی رہی صحن باغ اکھاڑا بن گیا۔
رات بھر (بعد برآمد نرگس کے مرحوم ہو جانے کے بھی)
یہی دھرپٹک جاری رہی۔ اب اس حال درد انگیز
پر بھی محفل خاموش رہے تو گویا دنیا اہل دل سے
خالی ہے۔ مرغ رشتہ در پا کا صحن خانہ میں لنگڑی
چال چلنا ایک غریب بی بی کا سوار کے ہیجان میں پھنسنا۔
یہ سب کلیجا خون کر دینے والے مرقعے اور مناظر ایک
عالم التصور میں تصویر کھینچ کے تو دیکھیے ۔
سلام میں ہر شعر جدا ہوتا ہے۔ نوحہ عموماً کسی
رونے والے کی زبانی ہوتا ہے۔ مگر یہ عجیب نوحہ
ہے کہ دونوں کا مجموعہ ہے۔ چاہے سرے سے
اخیر تک سلسلہ قائم کیجیے چاہے ہر شعر کو فی نفسہٖ
کامل المعانی خیال فرمائیے۔ گل و بلبل پری شمع سنبل
حال پر آج تک کون رویا پھر یہ اعجاز نہیں تو کیا ہے؟

شاعر کے افادات غور کے قابل ہیں ؎

برق نظر سے کس کی قیامت ہوئی بپا
سب کے گلے پہ پھر گئے خنجر تمام رات

دیکھا ہم نہ کہتے تھے "خنجر تمام رات پھر گئے"۔ برق نظر کے خنجر یعنی نظر ایک مرتبہ برق بنی دوبارہ وہی خنجر بنی خنجر تمام رات پھر گئے فصاحت ہے کہ تو یہ بھلی۔
ارشاد ہوتا ہے ؎

بجلی گری تھی دل پہ شہیدان ناز کے
تڑپے تھے بجر غم کے شناور تمام رات

نثر اس شعر کی یہ ہوئی کہ بحر غم میں غوطہ کھانے والے پیراک تمام رات اس وجہ سے تڑپے تھے یعنی زمانہ گزشتہ کہ ان کے دل پہ بجلی گری تھی اور ان شناوروں کو عرف عام میں شہیدان ناز بھی کہتے ہیں۔ ناز کے اصلی معنی وہ حرکات ہیں جو اہل کوفہ و شام سے سرزد ہوئے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟

کہنے بھی وہ نہ پائے زباں سے کہ رہ گئے
ارمان وصل دل میں مچل کر تمام رات

کیا نہ کہنے پائے؟ اور کون نہ کہنے پائے؟ غالباً وہی شہیدان ناز وصل کی خواہش نہ ظاہر کرنے پائے تھے کہ ارمان وصل کے دل میں ضدی طفل کی طرح مچل کر رہ گئے۔ اور تمام رات مچل کر رہ گئے۔ حاصل شعر تو بہت خوب ہے۔ یہاں تنازع فعلین نہیں تنازع فاعلین ہے جن کی خوبی آنکھوں سے علاقہ اور دماغ شاعرانہ سے تعلق رکھتی ہے۔ وصل کا ارمان بہت ہی مناسبت رکھتا ہے اُن لوگوں کی ذات سے جو مر رہے ہوں یا سے ہوں اُن کا آقا مصائب میں مبتلا ہو۔ حضرت! مصیبت میں وصل کے ارمان کے سوا اور کون سی چیز یاد رکھنے کے قابل ہوتی ہے؟
- نوحہ طرازی ہیں ؎

فرحت کو یاد کر کے نسیم بہار کی
ہنستا رہا خزاں میں گل تر تمام رات

المہا "ذکر العیش نصف العیش" کا ترجمہ ہے۔ خزاں میں گل تر تمام رات ہنسا ہی کرتا ہے نسیم بہار کی فرحت کا یاد آنا گل خنداں کے واسطے از بس ضروری اور مناسب ہے۔
مقطع عرض ہے ؎

خسرو فدائے حضرت شبیر ہو گئے
جام شراب عشق کو پی کر تمام رات

ہم سمجھتے تھے کہ آخری شعر میں شاید "تمام رات" چٹکی دکھائے۔ شراب عشق بھی رات ہی کو پی جاتی ہے بہر کیف حضرت شاعر کے افادات سے مرثیہ گو شاعروں کو سبق لینا چاہیے۔ آیندہ اگر ایسے ہی مضامین اُن کے منظومات میں ہوں تو وہ سرور گلشن کہ دنیا بھر مگن ہو جائے۔ مگر واضح رہے کہ اپنا اطمینان کاپی رائٹ کے بارے میں کر لیں۔ دیکھیے بعض شعرا کا طرز شاعری اب تک محفوظ ہے مثلاً یہ مصرع ؎

ہے سیستان فارسی ہندی لسوڑا سا نپکا

یا مثلاً ؎

آمد آمد یوسف کا غُل ہے
زلیخا ملنے چلا بازار گلے میں

یا مثلاً ایک مرثیہ کا شعر ؎

یہ ماڑ دل مخفی ہے اے عاشقاں
ہما کو خرس کی ستی میں یہ ہوکے دکھلا دیا پرکو

اللہ اکبر کیسا پُر اثر نوحہ ہے۔ آج تک اس کی نقل پر کوئی قادر نہ ہوا۔ معاملہ ہے نوحے کا نوحہ ایک مقدس ذات سے متعلق ہے۔ ہم نے جو کچھ عرض کیا وہ جناب شاعر کے سلیقۂ نظم کے اوصاف سے علاقہ رکھتا ہے۔ بُرا ماننے کی جگہ نہیں۔ آج خسرو صاحب نے طبیعت کی بانگی دکھائی ہے کل کوئی "خستہ تمام رات" صاحب شوخ طبعی کا نمونہ پیش کرینگے۔ اگر یہ کوئی اچھا نمونہ ہے تو بسم اللہ طرح نذر ہے۔ ورنہ توبہ کیجیے ایسی شاعری سے۔ جب مطلب صحت الفاظ و درستی معانی سے نہیں تو پھر ہر شخص کچھ نہ کچھ کہہ سکتا ہے۔ چند اشعار ارتجالاً حوالۂ قلم ہیں ملاحظہ ہوں۔

تھی رستخیز عشق سے بیکل تمام رات
پیتا تھا جام وصل کو خستہ تمام رات

بڑی چال کس کی تھی آخر تمام رات
دل بجھ گیا تھا دن کو سلگ کر تمام رات

چڑیا تھی ایک بیٹھی ہوئی اپنے گھونسلے میں
افسانہ کہہ رہی تھی مچل کر تمام رات

بجلی گری تھی دل پہ جواب ایسیں کے
سیپی سوار کی تھی اُلجھ کر تمام رات

ناوک نگاہ ناز کا بھی دلفریب تھا
پیتا رہا جو عشق کے ساغر تمام رات

بھئی لاحول ولا قوۃ کون بکے۔ والسلام۔

نیاز مند

دربار الشعرا

منطق آرزیم بنام گاندھی جی

بیٹا۔ میں نے سنا کہ تمھاری موٹر پر چند گوالوں نے بانس توڑے۔ اور بڑی مشکل سے تمھاری جان بچی۔ خیر گزری۔ ورنہ بڑوں کی جان کو رونا پڑتا۔ آج تمھارا ثانی دنیا میں نہیں۔ جو تمھارے دشمنوں کی جان پر بن جاتی تو دنیا سونی ہو جاتی۔ اس عجیب و غریب دُنیا کا قاعدہ ہے کہ جس کسی کو سر پر چڑھاتی ہے اسی کو بہت بے دردی اور بے پروائی کے ساتھ روندھ بھی ڈالتی ہے۔ مگر کب؟ جب ساکھ بگڑی ہے خدا نہ کرے جو ساکھ بگڑے۔ ساکھ اسی وقت بگڑتی ہے جب وضع بدلتی ہے۔ جنھوں نے وضع کی پابندی کی وہ عموماً لت روبرن سے محفوظ رہتے ہیں۔ چاہے دنیا میں انکا ماننے والے یا اُن کے مشورے پر چلنے والے کم رہ جائیں۔
اچھا تو پھر تم نے کبھی اس بات پر بھی غور کیا کہ

اطلاع

۲۶- اپریل کو بوجہ تعطیل عاشورا حسب معمول پرچہ شائع نہیں ہوا۔ لہذا حضرات طلب نہ فرمائیں

(۲) جن حضرات کی میعاد سالانہ یا ششماہی اپریل میں ختم ہو گئی اُن کے نام خطوط روانہ ہو چکے اور بعض کی خدمت میں وی پی بھی۔ لہذا بار سال منی آرڈر و یا ادائے قیمت شکر گزار فرمائیں۔ فقط۔
نیاز مند: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

زوال بعد عروج و عروج بعد زوال

(سفر خیالی از پنجرہ تا بہ چبوترہ)

"کہاں چلے! ارے ساری محنت ہماری اور اپنی خاک میں ملادی"

"در ہیں چہ شک! آہا۔ آہا۔ ٹے ٹے"

معاشیات ہماری کا بوجھ وبال ہو، یا لت ہے کہ تعلیم تمیں اتحاد نہیں۔ ایک نوکری مل جائے گی تو پچاس امیدوار سرکار کو مل جائیں گے۔ ہندوستان خود کی مختلف خیالات کے ہندوستانیوں کا اکھاڑا بنا ہوا تو کس کا ہے؟ پہلے معاش کے دوسرے ذرائع پیدا کرلو تو پھر ارادہ کرو۔ آدھے پیٹ روٹی ملنے کا سہارا ہو جائے گا تو ہندوستان میں ایسے بہت سے پھیری صدی موجود ہیں جو اسی پر قناعت کر لینگے گویا پھیری صدی کامیاب ہو گئے۔ اور یہی بات میں نے ترک تعلیم کی تجویز کے وقت بھی کہی کہ جب تک ذہنی درستی کا سامان نہ ہو اس وقت تک تعلیم چھوڑنا اور بچوں کا وقت کھونا مصلحت کے خلاف ہے مگر تم چپ تانے نہ بیٹھے۔ سرکار کو نوکر دوسرے مل گئے تعلیم گاہیں سونی نہ ہوئیں۔ جن لڑکوں نے ترنگ میں تعلیم کو طلاق دی آج ان کے دل پر ہاتھ رکھ کے پوچھو تو حال کھلے۔ انھیں کا دل نہیں۔ ان کے ماں باپ کا دل بھی ٹوٹ لینے کے قابل ہے۔ بعد ازاں تم نے سنی نافرمانی کا دھچکا پھیلایا اور میں نے تمھیں تنبیہ کی کہ یہ بالکل چلنے والی بات نہیں۔ حکومت اس بات پر قادر ہے کہ بغیر لڑے بھڑے خود ہندوستانیوں ہی کے ہاتھوں اس تحریک کا سر تا بسر تاک کر لے دیکھی میری منطق! جو کہا وہی ہوا۔ مالگزاری ادا ہو رہی ہے۔ نمک پر زائد محصول بھی بندھ گیا اور نمک سازی کسی نے نہ کی۔ شراب تاڑی چرس گانجے کے ٹھیکے دھڑلے سے چل رہے ہیں۔ تو وجہ کیا؟ جب تم بیکاروں کی فوج کے جنرل ہو اور بیکار بیکاری آدمیوں پر انھیں ہر رنگ سود اخصم بخدا ہوالوں سے پھر ادلوا کے روزی میں خلل ڈالتے ہو تو بھلا کب یہ دھندا چل سکتا ہے۔ سرے سے غلطی بڑائی جن باتوں میں ہو ان کا نبھنا ممکن ہی نہیں۔

اب سب سے آخری کھیل تمھارا اچھوتوں کو یاحسن کا مرتبہ دینا ہے۔ اس کے بارے میں مولانا اودھ پنچ نے کئی مرتبہ ٹوکا۔ مگر تم باز نہ آئے۔ سنو بھیا!

چھوت اچھوت کا جھگڑا ہر طبقے میں ہے۔ مسلمان اگرچہ مساوات کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ان کے مذہب میں بھی بہت سی چیزیں نجس اور حرام ہیں۔ یہ چیزیں اور یہ علتیں جہاں پائی جائیں گی وہیں سے ہر مسلمان پرہیز کریگا۔ یہاں تک تو ہے کہ سنی کی مسجد میں شیعہ نہیں جاسکتا اور شیعہ کی مسجد میں سنی کو جانے کی اجازت نہیں۔ حالانکہ خدا ایک رسول ایک قبلہ ایک مسجد بنانے کی نیت ایک۔ ہندوؤں میں چھوت چھات کا مرض پرانا ہے۔ قدیم آدیوں یعنی ایرانیوں میں جو کوئی رہتا اس نے اپنی پوجا کروائی گویا شرخاب کا پر لگ گیا جب یہ ایرانی ہندوستان کی قدیم آبادی پر قابض ہوئے تو یہ پرانی صنعت یہاں بھی اپنا ظہور دکھانے لگی جس کا نتیجہ ہماری قوموں کی تقسیم کی صورت میں آج تمھاری جان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اگر تم مستقل حدود قائم کرتے تو یہ نہ ہوتا یا پھیری تمھاری مخالفت نہ کرتا۔ یاد رہے کہ پوری مساوات دو سگے بھائیوں میں بھی نہیں ہوتی۔ ہندوانی شریعت میں جائداد کے مالک بڑے نور چشم ہی ہوتے ہیں دوسرے بھائی ایک ہی ماں کے جائے منھ دیکھتے ہیں۔ لڑکی بیچاری تو گویا کوئی حق ہی نہیں رکھتی۔ وہ ماں باپ ہی کے گھر میں بے حق نہیں بلکہ سسرال میں بھی اکثر اسے جھنجھی نہیں ملتی۔ جہاں یہ حال ہو وہاں فوراً آخری تدبیر اختیار کرلینا انھیں لوگوں کا کام ہے جنھیں بے منطقا منطق بیں اور تم تمام بے منطقوں کے سردار ہو۔ اسی وجہ سے کانگریس بیچاری بھی بے منطقی ہو گئی اور سولہ برس بے منطقے پن میں گذر گئے خیر کانگریس تو تمھاری بردم خیالی اور نرالی منطق پر عمل کر کے تم پر صدقے ہو گئی۔ نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ اس کی قسمت سے وابستہ ہے۔ اب مجھے دیکھنا ہے کہ جو نئی سوراج پارٹی تمھاری اجازت سے ملکی نیابت کے تخت سلطنت پر بیٹھی ہے وہ کیا کرے گی۔ اگر تم کانگریس کی ڈکٹیٹری سے خود استعفا دے کے علٰحدہ ہو جاتے تو وہ بیکار لوگ جو بگڑی بات بنانا جانتے ہیں ہاتھ پاؤں ہلاتے اور آفتوں میں پھنسے ہوئے لوگ جس طرح زندگی کی صورتیں پیدا کر لیتے ہیں اسی طرح یہ بھی جس قسمت کا نام زندگی ہے اسے اپنے سر اوڑھ لیتے۔

(باقی آئندہ)

ترشتاب سوے ممبری

(برنڈل)

منلق آرا بیگم

مولانا پنچ کی نوٹ بک

اصغر گونڈوی کی شاعری

(حصہ اول)

سچ تو یہ ہے کہ لوگوں کے قبضے میں فراط وقت موجود ہے جو کاٹے نہیں کٹتا طرح طرح کی تدبیریں وقت گذاری کی نکالتے رہتے ہیں۔ اصغر صاحب گونڈوی کو دیکھیے اور ان کی شاعری پر مستقل کتابیں لکھنے کو دیکھیے۔ بعض حضرات نے اودھ پنچ میں ان حضرت کی گونڈوی شاعری پر جو کہ بفضل احباب علیاب ایک نئی صنف شاعری ہے کچھ لکھا تھا (اس وقت یاد نہیں) اس کتاب میں بھی اس کا حوالہ جا بجا دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں اصغر صاحب کے موافقین و مخالفین کے مضامین ایک جگہ جمع کر دیے گئے ہیں۔

موافقین کہتے ہیں کہ اصغر صاحب کم گو یا کم سخن ہیں۔ مگر عیب کہتے ہیں تو اللہ کی پناہ تحت الثریٰ

قیمت فی حصہ عہ

قیمت فی جلد عہ علاوہ محصول ڈاک

آٹھواں حصہ شائع ہو کر جلد اوّل مکمل ہو گئی

اور سولھواں حصہ شائع ہو کر جلد دوم بھی تیار ہو گئی

مجلد جلد دوم کی قیمت للعہ

شائقین کو نسخہ مجلد لعہ علاوہ محصول ڈاک

جامع اللغات اُردو

و السنہ متعلقہ

مرتبہ:- خواجہ عبدالمجید بی اے

جلد اول میں تقریباً ۸ ہزار الفاظ بیس ہزار محاورات چار ہزار ضرب الامثال و اقوال ۴ ہزار سوانح حیات ۸ ہزار جغرافیائی حالات میں واحد لغت جسمیں اُردو کے علاوہ فارسی عربی سنسکرت اور ہندی الفاظ کے معانی بھی مل سکتے ہیں

المشتہر:- خواجہ محمد محمود اختر بی۔اے منیجر جامع اللغات کمپنی۔ مُل روڈ۔ لاہور

REGISTERD No A 783
LUCKNOW,
OUDH PUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
دس روپیہ
قیمت فی پرچہ
دو آنے
(۲ر)
۱۹۳۲
اودھ پنچ
قیمت پیشگی اندرون ممالک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
DOGAWAN LUCKNOW

قواعد و ضوابط ادارہ ہذا

(۱) اودھ پنچ ہفتہ وار ہے ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے
(۲) اودھ پنچ میں ملک کی خبریں نہیں چھپتیں صرف ادبی مضامین
ہوتے ہیں۔ یہ صرف اپنی ہی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔
(۳) قیمت کی ادائی پر منہ نہ بنائیے۔ حجم کی کمی پر تیوریاں نہ چڑھائیے
کہ گو بہ ظاہر صرف میں فرق ہے لیکن افادات کی حیثیت سے کی صراحت
سب سے زیادہ رعایت نکتہ چینی صحیح تنقید واقعات اور بنیادی اصلاحات
اخلاقی، سیاسی، ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے
میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی
دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔
(۴) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔
(۵) ہمدردیہ شاگردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل
سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔
(۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیئے۔ ورنہ بعد میں
ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جاسکے۔
(۷) جو مضامین "اودھ پنچ" کی اصلی پالیسی کے مطابق نہ ہونگے
وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔
(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔
مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔

نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں
نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹی پر لکھا ہوا
ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) صر روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔
(۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید صر جمع
کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔
(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔
(۴) بحساب ۳ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چار آنہ
کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔
کسی حالت میں بھی پُرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

بہ خاک ... عقب سے آگے۔ میری ہی میرے آگے کرتے پھر یا۔ ان حاکموں کے بارے میں جنھیں تم نے اتنے شکوہ و شان کے ساتھ یہاں بھیجا ہے جو کچھ تمھارے گوش ہے اطلاع دی اُس پر غور کرو۔ کوئی تم پر حاکم ہو تا لو میری جان تمھارے ہے ... کے کارن تم کو ملعون کرلے۔ باستا کو کورٹ آف ڈائرکٹرس نے زیر نگرانی لے لیتا۔ اب تم ہی سے تمھارے کارندوں کی فریاد ہے۔ آنکھوں کی بہی جوں کے آگے "نادانی کے ساتھاں تیری آس"

نافہ

اہل احسان

بسم اللہ

نذر اسنسر

صنعت و حرفت کی ترقی کا عظیم الشان دورہ

"ذیل کی تجاویز بطفیل نذر خطیر حکومت مدراس ۱۹۲۲ء میں عمل در آمد ہوگا"

یہ مضمون مسٹر ڈوڈل مدراس سے ... لیا گیا ہے طرز ادا میں حسب موقع کافی سے زیادہ تصرف اور اضافہ بھی کیا گیا ہے مسٹر موصوف نے صوبہ مدراس کے لیے ان تجاویز کا مسودہ کا ٹھا ہے لیکن کوئی وجہ نہیں کہ مدراس ان نعمتوں سے فائدہ حاصل کرے اور سارا ہندوستان منھ دیکھے۔

> اگر شراب خوری جرعہ فشاں بر خاک
>
> از اں گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک

لوگوں کو سر سے لے کے معدے تک کا زور گورنمنٹ کی خدمت میں ان تجاویز کی مقبولیت پر صرف کرنا چاہیے تاکہ بہت جلد ان انجمنوں کی شاخیں گولوں کی طرح جسم ہندوستان میں پھیل جائیں یقین ہو کر مالی اور حالی فائدے سے خالی نہ ہو۔ غریب مفلوک الحال لوگوں کے دن پھر جائیں اور دشمنوں کے سینہ کینے کو نہ ہو ایک آنکھ میں لہر بہر ایک میں خدا کا قہر۔ خدا سلامت رکھے ولایت کے سرمایہ داروں کو اور ہندوستان کے سیر حاصل ابواب آمدنی کو۔

یا ایک کی مدد کو دوسرا موجود۔ یہ ہمیشہ کی بیعانہ قرض کی نال جنھیں مری ہے۔ آیندہ اختیار بدست مختار۔

(وحید ہیٹر کیم)

(۱) خاک ریز سبھا

اس کا عرفی نام "بالو پھانک" سبھا ہے۔ خدا اور گرانی بالکل دفیہ اس کے قبضہ قدرت میں ہے ہندوستانیوں کی قسمت میں جو کچھ لکھا ہے اُسے پورا کرے گی۔ لطف یہ کہ بدیشی چیز کی آمیزش سے اس کی ہر چیز پاک ہوگی۔ یہ ممکن ہے کہ بدیشی کفن گل سڑ کے خاک ہوگیا ہو اور اُس خاک کے ذرے اُس کی مشین میں اُڑ کے لپٹ جائیں ؎

> صبا نے اُس کے کوچہ سے اُڑا کر
>
> خدا جانے ہماری خاک کیا کی

کہنے والا عاشق پہچان لے اور کہے کہ یہ تو انجانب کی خاک ہے۔ مگر اس قسم کے دعویداروں کو سمجھ لینا چاہیے کہ استحالہ کا مسئلہ ہر مذہب میں متفق ہے کان نمک میں مرے ہوئے گدھے کی لاش کو نمک کا گدھا بنا دیتی ہے پھر اس نمک کو ساری دنیا کھاتی ہے۔ اور کبھی خیال نہیں کرتی کہ گدھا کھایا یا نمک۔ لہذا کوئی ... اعتراض پر استولے کی جھاڑ دیجیے اور یقین رکھیے کہ یہ غذا ہر مذہب میں جائز ہے۔ جھوٹے کے منھ میں خاک۔ اس غذا کی لاگت آج کل کی دال روٹی سے اٹھ گنی کم ہوگی اب کیا ہے؟ اس سے سستی اور ہلکی غذا کہاں ملنی ممکن ہے ؎

> خاک کا پتلا بنا اور خاک کی تصویر ہے
>
> خاک ہی پھانکے گا تو اب خاک دامنگیر ہے

غذا سبب بالمغتذی کیسا عین المغتذی سمجھیے آج کل کے ڈاکٹر ہر چیز کو پھول رکھنا چاہتے ہیں اور نیچرل حالت میں دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ ڈاکٹر لوئی کونی (جرمنی موجد علاج بالماء) کچے پھل کھانے کی رائے دیتے ہیں اور گھانس پھونس کھلانے پر اصرار کرتے ہیں لیکن یہ سبھا اُن سے بھی دو بانس آگے ترقی کر گئی وہ کہتی ہے کہ جو چیز آج کل آنکھوں میں جھونکی جارہی ہے پیٹ میں کیوں نہ ٹھونسے۔

> ریگ صحرا سے تو بھر لے تا مرا

> خاک بر سر کن غم ایام را

یار وسب کچھ خاک ہے یا یوں کہو کہ خاک ہی سب کچھ ہے۔ اکسیر بھی خاک ہے۔ سہولت عوام کی خاطر اور حکومت مفلس دینے دام کے لحاظ سے اس سبھا نے ایک لاکھ روپیہ جمع کرلیا ہے۔ مگر ایک لاکھ سے کیا خاک کام چلے گا۔ دس لاکھ ہو تو مشین سنیے۔ انجمن چالو ہو۔ انسان خاکی نژاد کا پیٹ بھرے۔ دعا منھ سے نکلے حکومت کو ترقی اور تارکین موالات کو تنزل خاکدان عالم آباد۔ رعایا دل شاد دیدۂ حریص کو پُر کرنے والی اس سے بہتر کوئی چیز نہیں نقل ہے کہ ایک وزیر نے بادشاہی مقبروں سے ایک مردے کی کھوپڑی بہم پہونچائی اور یہ سمجھ کے کہ بادشاہوں کی تعظیم و تکریم واجب ہے عود و عنبر کی دھونی دی۔ مشک و گلاب سے غسل دیا۔ مخمل و ... میں لپیٹا۔ مگر کھوپڑی پر اس تعظیم و تکریم کا کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر اُس نے کھوپڑی کو مزبلہ میں پھینک دیا اور تذلیل کے درپے ہوا۔ مگر کھوپڑی کو کچھ بھی خبر نہ ہوئی آخر وہ اس کھوپڑی کو لے کے بادشاہ کے دربار میں پہونچا۔ دربار بھرا ہوا تھا ظالم بادشاہ سریر آرائے سلطنت تھا وزیر نے فرش پر کھوپڑی کو رکھ کے چھوٹی سی ترازو کمر سے نکالی اور ایک درہم بھر خاک اس کی آنکھوں میں ڈالی آنکھوں کا گڑھا خاک سے پٹ گیا۔ پھر مٹھی بھر خاک اس کے منھ میں بھری منھ کی قبر بھی اٹ گئی۔ بادشاہ جھلایا۔ یہ کیا نامعقول حرکت ہے۔ وزیر نے جواب دیا کہ حضرت یہ کھوپڑی کسی بادشاہ ہفت کشور کی ہے میں سمجھتا تھا کہ اس کی چشم حرص عالم کی وسعت کو حقیر خیال کرتی ہے مگر دیکھیے تو سہی مرنے کے بعد ایک درہم خاک میں مونھا منھ بھر گئی۔ علی ہذا القیاس وہ دہن آز جو ساری دنیا کو چٹ کر جانے پر بھی بس کہنے کا عادی نہ تھا ایک مٹھی خاک میں سیر ہوگیا۔ اپنی زندگی میں یہ سر ہر وقت تعظیم و تکریم کا طلبگار رہتا تھا آج ہر گردش سے بے پروا ہے نہ تعظیم کی اور ٹھوکریں لگانے پر بھی چوں نہیں کرتا حضور ظل اللہ سہیا دربار حکما و علما سے معمور ہے براہ نوازش اس عقدے کو

حل فرمائیں کہ یہ کیا انقلاب ہے۔ بادشاہ کہیں کے کہیں کے رد لیے۔ دوستو! اس حکایت سے ثابت ہو گیا کہ خاک پھانک سیدھا جو خوراک ہم پہونچانے کی وہ بادشاہوں کی غذا ہے۔ زندگی میں نہ سہی بعد مرگ سہی۔ مگر آخر خاک ہے۔ پس یہ شاہانہ غذا از راہ خاکساری قبول کرو۔ اور انجمن ہذا کی مدد کرو۔ بیکھٹ بر طرف جھاڑی زمین در خاک، ہر طرف۔ خاک پر بسم اللہ خاک نشینوں کا شیوہ ہے۔ خاک کی سیما میں میوہ ہے۔

(۲) انجمن زر خیز و جواہر ریز

اگلے حکما کہتے تھے کہ اعراض کوئی وزن نہیں رکھتے۔ رنگ۔ خیال۔ بینائی۔ فیض۔ غضب۔ مسرت۔ جھوٹ۔ سچ۔ تو لیے ناپنے کے چنگل میں پھنس نہیں سکتے۔ مگر خدا بھلا کرے آجکل کے داناؤں کا جنہوں نے ان اعراض کی ترازو ایجاد کر لی۔ امریکا کے ایک حکیم نے دل کی نہریں خون کی تو ج سے سچی اور جھوٹی گواہی طریق توازن ایجاد کیا۔ فرنگستان کے ایک دانشور نے خیالات کے انجرے کا بوجھ دماغ کی ہانڈی سے تاڑنے کا آلہ نکال لیا۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم گندمی رنگ چہرے اطلائی ورق سمیتوں کا نقرئی پوڈر۔ مُرد دندان یاقوت لب الماس دیدہ زمرد خط کو جس کی کثرت رجو میں کسی کو شبہہ نہیں یوں ہی رائگاں جانے دیا اصول کفایت کا یہ منشا ہے کہ کوئی چیز رواں دواں نہ ہو۔ میونسپلٹیاں گو غلیظ گودڑ کوڑا کرکٹ بیچ کھاتی ہیں۔ ابھی ہوا کی قیمت مقرر ہے۔ پھر پوچھوں کو! لو بغیر زر نقد صرف کیے نہیں ملتی۔ پانی کا ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔ سڑک پر تین قدم چلنے کے دام دینے پڑتے ہیں۔ سایے میں اکا گھوڑا کھڑا کرنے کی اجرت لی جاتی ہے۔ یہ سب کفایت شعاری کی کارستانی ہے۔ آؤ ہم بھی ان نایاب زر و جواہر کو بے قدری کے ہاتھوں سے بچائیں۔ کسی شاعر نے کہا تھا ؎

سونا اُچھالوں ورق آفتاب سے

اس شعر کی دور رس طبیعت بہت بلندی پر پڑ گئی ہم بحیثیت جماعت بہ [illegible] کے [illegible] نہیں کر سکتے۔ جاری انجمن نے ایک کھرل ایجاد کیا ہے جو کہ معدنی نہیں انسانی زر و جواہر جن سے عالم شباب میں ہر شخص زینت پاتا اور عالم شیب میں محروم ہو جاتا ہے سمٹ کے ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ انجمن ہنوز کا سونا بے غل و غش غالی حسن کی منڈیوں میں بھر کے جمع کر لیتی ہے۔ جواہر کے درخشاں نگینے بے وقت کان کنی خود ساختہ تھیلیوں میں بھر لیتی ہے۔ سونے کا ڈھیر لگا دینا بڑی بات نہیں۔ نیلم۔ پکھراج۔ ہیرا۔ فیروزہ۔ یاقوت۔ عقیق۔ موتی کے انبار لگا دینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ جو یہی نیل و نہار ہے تو یقین رکھنا چاہیے کہ دیسی ریاستوں کے رئیسوں کو حکام کی نذر بھینٹ کے لیے موتیوں اور ہیروں کے ہار بہم پہونچانے میں جوہریوں کا منھ تکنا نہ پڑیگا اور کیا عجب ہے کہ فراوانی نعمت قدر نعمت کو زائل کر کے گلیم پوش فقیر اور خلعت طراز امیر میں کوئی مابہ الامتیاز نہ رہنے دے۔ لیکن یہ وقت ابھی بہت دور ہے۔ قبل اس کے کہ بالشوازم اپنے مساوات کے اصول دنیا میں پھیلائے اور فقیروں کو امیروں سے ٹکر لڑانے کی طمع دلائے ضرورت ہے کہ ہم کیل کانٹے سے درست ہو رہیں اور رہنے نا! میں مساوات کی بڑی پرستگان کو جو انقلاب کو باہم نہ لڑنے دیں۔ زیادہ نہیں صرف بیس لاکھ سرمایے کی ضرورت ہے۔ گورنمنٹ یار ہے تو بیڑا پار ہے ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

یارو! معدن میں طلا ہے نہ جوہر چاندی نے کل سے بہنا پاگانا تھا۔ پونڈ اور گنی نے ولایت کا سفر اختیار کیا اور نوٹ کی صورت میں صیت نامہ لکھ کے چھوڑ گیا۔ اندرونی بیرونی حقیقی مجازی حق و ناحق سرحدی و غیر سرحدی وطنی و غیر وطنی لڑائیوں میں چاندی سونا دھواں بن کے ہوا سے آسمان ہو جاتا ہے اور وہاں سے ابر بن کے برستا اور عالم کو تر آب کر دیتا ہے۔ آخر اندریں حالات عاقبت اندیشی کا مقتضا کیا آیا یہ کہ ہاشم ہشم گوپال مغلسہ بیک قلاش ہوں ہاتھی گرم جیب بھری پڑی رکھیں!۔

(۳) ساکھ سدھار سبھا

اس سبھا یا انجمن کا فرض ہے کہ ایسے تدابیر اختیار کرے جن سے سرمایۂ تجارت پر پانچ سو فی صدی نفع تو کم از کم حاصل ہو۔ حکومت کے خرچ کی باوجود کی کفالت و اعانت بجٹ کی کمی کی تلافی۔ لمبی لمبی تنخواہ پانے والے حکام مہیا کرنے کے ذرائع ڈھونڈھے۔ تعمیرات کے سلسلے کو شیطان کی آنت بنائے۔ حفظان صحت۔ تعلیم پر دل کھول کے روپیہ لگائے۔ پنشن یافتہ افسروں کی پنشن یا الاونس میں کوتاہی نہ کرے۔ کوئی افسر مر جائے تو نوشت تا پشت اس کی اولاد اولاد الاولاد (الی غیر النہایہ) کی خبر گیری سے سرکاری کے رقعہ ہائے عند الطلب اجرا۔ دسویں اور آخری تدبیر (جو کہ مسٹر لائڈ جارج کے روحانی شورے سے حاصل کی گئی ہے) وعدہ کبھی وفا نہ کرے۔ عہد ہو تو شکست۔ پیمان ہو تو کابلیوں کے تنبا ازیکی طرح بڑے بھیر بھار گھیر گھماؤ کا بالکل ڈھیلا ڈھالا مگر بظاہر نہایت چست اور مضبوط۔

(۴) انجمن معین الصنائع

فرائض۔ آئیسے دماغ گڑھنا جس میں آزادی کی ہوا نہ گھسے۔ بغاوت کا سودا نہ سمائے خواہش کا مادہ طبیعت سے خارج ہو رضا بیشگی ضمیر میں داخل ہو قانون پر صابر دل پر جابر۔ خداوندان نعمت کا فرمانبردار۔ اشارے کے سہارے جان دینے پر تیار۔ تار دھاڑ پر اُف ہائے تو یہ بس کیجیے کہنے والی زبان پیدا نہ ہونے دے۔ ترقی ہر نوع ملکی مالی امور پر تقریر کرنے والی للو کے لیے سنسنی خیز ایک ایسے مقیاس التکبیر کی ایجاد جو ہر محل پر گردن ہلنے پر موجود ہو۔ آزادی خواہ گروہ کے لیے دبکے جھینپے۔ کو ٹکیاں پھیکے موچنے۔ ڈھابلیاں پھنکیاں نو کیلے پچھلے جال تانے کا نئے کیسے ایجاد کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

جلد ۱۹ نمبر ۱۶

مضامین

مورخہ ۱۲ مئی سنہ ۱۹۳۴ء

غزل

(از جناب سید مرتضیٰ حسین صاحب خوشدل لکھنوی)

خاموش ہوں سنگر میں وقت امتحاں تک — پہنچیں گے میرے نالے لیکن آسماں تک
اُتو بنے رہو گے مجنوں میاں کہاں تک — دیکھو سجا رہے ہیں لونڈے پیریاں تک
ہیں عشق کے ستائے دنیا میں بے زباں تک — کوئل پپیہا بلبل ننھی کبیریاں تک
اس طرح پھٹ پڑی ہے اُس شوخ پر جوانی — مستی کا ہے یہ عالم ڈھیلی ہیں تیلیاں تک
ظلموں پہ تیرے ظالم رویا تو کیا مزہ پھر — ہنس ہنس کے دیکھتا ہوں جاں تک
مجنوں کی دھجیوں کو معراج ہو رہی ہے — ان چیتھڑوں سے گویا پہنچے ہیں زینہ ہیاں تک
دست جنوں نے تن پر اک تار تک نہ چھوڑا — ننگا چلا گیا میں اس شوخ کے مکاں تک
کنج لحد سے بھاگے قیدی کہیں نہ چھٹ کر — رہنے دیا اس عزت بیڑیوں کی کڑیاں تک
ہے تاب حالت اس سے نہ میں چھوٹوں گا — ہے عشق اس صنم سے بس مجھ کو درمیاں تک
اعجاز دیکھیے گا پھولا ہے سبزۂ خط — گلشن بنی ہوئی ہیں کانوں کی بالیاں تک
افشاں سے مانگ بھر کر بیٹھا جو بام پر وہ — کرنے لگی تصدق تاروں کو کہکشاں تک

آخر تنگ آکر خوشدل بھی بول اُٹھا
واعظ یقین باتیں سنتا رہوں کہاں تک

بینچ کہیں بلی تو بلی ہی سہی

حضرات! اودھ پنچ سے توسل ہونے کے بعد میں نے اپنا تخلص بدل دیا۔ اب میرا تخلص بجائے "دلشن" کے "خوشدل" ہے۔ تاریخ اعلان ہذا سے کسی صاحب کو میری ذات کے ساتھ قدیم تخلص کے انضمام کا حق نہ ہوگا۔ والسلام۔

(سید مرتضیٰ حسین رضوی خوشدل)

منطق بیسٹ اکبر الیم بنام گاندھی جی

(نمبر ۲)

(تتمہ ماقبل)

دعوے تو یہ سنا جاتا ہے کہ تمہاری سوراج پارٹی کونسل میں گھس کے کانگرس کی زندگی کا ثبوت پیش کرے گی جس کا دوسری عبارت میں یہ مطلب ہوا کہ جو پنڈت منڈی خالی دکھانے کی اصلاحی تجویزیں سامنے کاغذ قرطاس ابیض میں ہندوستان کو نذر کی گئی ہیں اُن میں ٹانگ اَڑا دیں اور کسی طرح اُنھیں کامیاب نہ ہونے دیں۔ مگر میں صاف صاف کہتی ہوں کہ اَن ہونی بات ہے۔ لے کبھی جو لوگ اس وضع پر قائم رہیں۔ بقیاسہ

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

تمہارے سوراج چھچھو اگر تمہاری سوجھائی بتائی تدبیروں پر چلے بھی تو کیا ہوگا!۔ تمہاری تجویزیں اول تو بیہودگی ہوں گی دوسرے اُن پر چلنا بھی دشوار ہے۔

شیخ چلی کو خدا بخشے بچارے اپنی ماں کے کہنے پر بہت چلتے تھے۔ ماں نے کہا بیٹا شادی کر لو۔ بیٹا راضی ہو گیا۔ شادی کے بعد بی بی گئیں میکے۔ صاحبزادے بھی بلائے گئے۔ ماں نے سمجھایا کہ دیکھو سیدھے سسرال ہی جانا اور کہیں نہ چلے جانا جو تم سے کھانے کو کہیں تو ادھ منہ کال کے رزدوں کی طرح نہ گر پڑنا۔ کہنا میں گھر سے کھا کے چلا تھا۔ اگر بہت اصرار ہو تو خیر۔ غرض شیخ جی پگڑی باندھ کے ناک کی سیدھ پر روانہ ہوئے۔ کسی طرف مڑے نہیں کہ ماں نے یہی کہہ دیا تھا۔ راستے میں ببول کا پیڑ ملا جس کی شاخیں بہت نیچی تھیں۔ جھکتے ہیں تو سیدھے جانے کی مخالفت بچا کے چلتے ہیں تو خط مستقیم ٹیڑھا ہوا جاتا ہے۔ لامحالہ تنے اکڑے ہوئے ببول میں اُلجھے کانٹوں نے مُنھ کچا کر لیا یا کٹھل بنا دیا پگڑی شاخوں میں بدمزاج بی گھوڑی کی طرح اُلجھی۔ دامن تار تار ہوا۔ پائجامے کے دُھرّے اُڑے گلواے اماں کے مطیع بیٹے۔ بندۂ خدا نہ پیچھے مڑا نہ آگے جھکا نہ پلٹ کے پگڑی درخت سے اُتاری۔ اسی شان سے بی بی کے گھر پہونچا۔ سسرال والوں نے جو دیکھا کہ دولھا میاں ایسی شوکت سے تشریف لائے ہیں تو حیران ہوئے اور تو کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ ساس بولیں۔ کیوں میاں کیسا جی ہے یہ کیا حال ہے۔ پگڑی کیا ہوئی۔ دامن کیونکر پھٹے۔ منہ کس طرح سوجا۔ کہیں کسی سے لڑائی تو نہیں ہوئی۔ مگر جواب دینا اس وصیت مادری کے خلاف تھا کہ بیٹا پٹر پٹر باتیں کرنا دو چار کانٹے ببول کے جو گالوں میں چبھ کے رہ گئے تھے ساس نے نکالے منھ دھلایا۔ بٹھایا۔ کھانے کو پوچھا تو فرمانے لگے میرا پیٹ بھرا ہے۔ کھانا کھا چکا ہوں۔ دو چار مرتبہ یہی جواب ملا تو لوگ چپ ہو رہے۔ اور سمجھے کہ راستہ دور کا ہے شاید کسی دوست کے گھر میں کھانا کھا لیا ہوگا۔ اچھا صبح کھا لینا۔ دن گزرا۔ رات آئی۔ شیخ صاحب کے شکم میں چوہے ڈنڑ پیلنے لگے۔ آنتیں تلملائیں۔ جوان معدے نے بدل ماتحلل کا غیر قابل ادائی بل پیش کر دیا۔ دلواؤ بھائی شیخ کچھ۔ شیخ نے انتظار کیا جب ٹھن ٹھن بارہ کا گجر بجا۔ سوتا سنسار جاگتا پاک پروردگار چادر سے منڈیا باہر نکالی۔ بی بی کا کھوج لگایا کہ سوتی ہیں یا مست مارے پڑی ہیں۔ خرخرٹ کی آواز ہر طرف سے آ رہی تھی۔ شیخ چپکے سے اُٹھے۔ بتوں بتوں چل کے باورچی خانے پہونچے ایک ہنڈیا کھولی۔ نمک ملا۔ دوسری میں ہلدی مرچیں۔ تیسری میں کھٹائی۔ چوتھی میں پیاز لہسن۔ پانچویں میں سوکھا پودینہ۔ چھٹی میں دھنیا۔ یعنی کھانے کے لوازم سب موجود مگر پیٹ بھرنے والی کوئی چیز نہیں۔ استغفر اللہ۔ زمین کا جائزہ لینے کے بعد

منھ آسمان کی طرف اٹھا۔ جھینگے پھر بوروں سے چھپا کے انڈے رکھے گئے تھے۔ حضرت نے کچھ انڈے پہ ہاتھ پھیرا اور سمجھے چاہا کہ زمین پر لڑھک کے پی جائیں مگر پھینکا تھا پہنا تا خدا جانے کب سے وہاں کھاتے کھاتے اور کھیوں کی غلیظ رطوبت سے بیگتے بیگتے اُس کی پڑیاں اہل یورپ کے عہد کی طرح نامضبوط اور بیہودہ ہوگئی تھیں۔ دفعۃً ٹوٹا۔ سنبھلا یا بولی گرد سے ساس بولیں تب۔ بل ہارے دیکھو کشتی آئی کچھ لیے جاتی ہے۔

مگر جو بھی تو شیخ صاحب کی ہتی بھولی۔ ایک ہی انڈا بچا پڑا تھا اُسے گال میں دبا لیا کہ وقت ضرورت کام آئے گا۔ اور باورچی خانے سے رینگتے پلنگ کی جانب بڑھے۔ ساس نے دُہائی دی "چور ہے چور" ہر طرف سے "مارو پکڑو" کی صدا بلند ہوئی۔ سسرے نے چور پکڑ ہی لیا۔ روشنی آئی۔ ہائیں دولھا میاں! ارے یہ تم تھے۔ لاحول ولا قوۃ۔ بیٹا یہ تم باورچی خانے میں کس لیے گئے تھے۔ کوئی چیز درکار تھی تو اپنی دُلھن یا ساس کو جگا لیا ہوتا۔ بھلا غضب ہی تو ہو جاتا جو میری لاٹھی پھر پڑ جاتی۔ سارے پھولا ہے گال میں کیا ہوا۔ شاید کنکھجورے نے کاٹا ہے۔ زخم سوج آیا ہے۔

دولھا میاں چارپائی پر صبح تک سسرال والوں کی حراست میں انڈا لیے رہے۔ موقع ہی نہ ملا کہ اس لقمۂ بزرگ کو خورد بنا کے ہیروک مٹالتے۔ صبح ہوئی جراح طلب ہوا۔ اُس نے گال ٹٹولا۔ اوہ یہ پڑا اُبھرا ہوا اور اتنا سخت! گھاؤ میں نشتر چبھا ہوا تھا۔ گھسیٹ ہی تو دیا ہوگا۔ دولھا میاں نے انڈا دوسرے گال میں بغیر منھ کھولے منتقل کر لیا۔ جراح نے لپٹ کر کہا یہ تو چلتا پھرتا مادہ ہو خدا بچائے یہ دوسرے گال میں بھی نشتر کی نوک تاری۔ دو تین مرتبہ یہی ہوا کہ شیخ صاحب کی زبان لپٹ کر کھیلتی اور نائی نشتر کی اٹک سے پوائنٹ بناتا رہا۔ آخر دولھا میاں کا منھ کھل گیا انڈا باہر نکل کے گود سے ٹکراتا ہوا لڑھک کے زمین پر گرا۔ دولھا میاں کا منھ نشتر نے کھولا۔ دیکھنے والوں کا منھ تعجب نے۔ اور شاید ناظرین پنچ کا منھ مارے ہنسی کے کھل جائے۔

بیٹا گاندھی کونسلوں میں آتا ہے بیٹھے ہوئے سعاجی شیخ چلی سے زیادہ عقل کے پتلے نا ہوئے تھے کیا۔ کیا اسی کا ملال تو کونسل کے ممبر سے حلف لیا جاتا ہے حلف کی عبارت کا یہ منشا نہیں کہ جو بات شاہی حکومت کے خلاف ہو اُس سے موافقت کی جائے۔ اے توبہ! کانگریس اُن حقوق پر مالکانہ تصرف کرنا چاہتی تھی جو شاہی حقوق کہلاتے ہیں۔ اس سے انکار نہ تم کر سکتے ہو نہ کانگریس کی کارروائیاں۔ کانگریس ایک آزاد جمہوری خالص ہندوستانی حکومت کی طالب تھی۔ وفاداری کا حلف اس مطالبے کی مخالفت کرتا ہے۔ اب بتاؤ کہ گھلی ہوئی بولی میاں کی تو ماں جان ذمہ جو وصیت کر چکی ہیں کہ سیدھے رہنا وہ کیونکر پوری ہوگی اور مکھی کی طرح حکومت کے لگائے ہوئے دسترخوان پر گرنے کی جو ممانعت ہے وہ سسرال والوں کو نفع پہونچائے گی یا دولھا میاں کو؟ پھر کب رہ سکے لگ نہیں سکتی۔ انڈا اچھلا کے گلے میں دبانا پڑے گا۔ جراحوں کے نشتر چلیں گے۔ گول گول تجویزیں میل سے نکل کے گودی اور گودی کے بعد زمین کو ضرور رنگیں گی۔

سنو بھیا۔ حکومت پھر حکومت ہے۔ باٹے ہی پچھتائیں گے پھر وہی چنے کی کھائیں گے "والی مثل پوری ہو چکی حکومت نے جو کہا تھا وہی کر دکھایا۔

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۱۱۰ سنہ ۱۹۳۲ء

بعدالت جناب بابو شیو گوپال ماتھر صاحب بہادر سب ڈسٹرکٹ اسپیشل جج خفیفہ لکھنؤ

رام نرائن ولد گیادین — اقوام کوری۔ کول مرچنٹ گنیش گنج
رام دیال ولد جانکی پرشاد — شہر لکھنؤ مدعیان

بنام

کنھن چند وغیرہ مدعاعلیہم

بنام۔ ۱۔ کنھن چند ۲۔ گرتا رام عطہ و لیے صاکنان متصل مکان لالہ اجودھیا پرشاد لال والا تمانہ کوتوالی شہر لکھنؤ

ہرگاہ مدعیان نے تمھارے نام ایک نالش بابت دلاپانے ۶/۲/۶ روپیہ کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۸۔ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے۔ حاضر ہو اور جواب دعویٰ مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمھارے حاضر ہونے کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر اور جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔ مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۳۔ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی — مہر عدالت

سمن بنام مدعاعلیہ بنابر حاضری اصالتاً بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۳)

بعدالت خفیفہ مقام خورجہ ضلع بلند شہر

اجلاسی سید فضل الرحمٰن صاحب بہادر جج خفیفہ خورجہ ضلع بلند شہر

مقدمہ نمبر ۱۸۱ بابت سنہ ۱۹۳۲ء

جگناتھ پرشاد خلف پنڈت جو کھے لال قوم برہمن ساکن قصبہ ڈبائی ضلع بلند شہر

بنام

(۱) صوفی محمد رضا عمر ۵۰ سال ولد عبدالقادر قوم شیخ۔ (۲) اسمٰعیل خان عمر ۴۰ سال ولد ناصر خان قوم مسلمان ٹھاکر ساکنان محلہ خوشحال آباد حال قصبہ ڈبائی مدعاعلیہم

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت کرایہ وغیرہ کے دائر کی ہے لہٰذا آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۸ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن کے عدالت ہذا میں اصالتاً حاضر ہوں اور جواب دعوے کی کریں اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو حاضر کریں نیز جملہ دستاویزات جن پر آپ بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہوں اسی روز پیش کریں۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۳۰ ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی — مہر عدالت

اطلاع نامہ بنام مداینان دربارہ ادخال درخواست

(دفعہ ۸۱ (۱) ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب مولوی احمد کریم صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۷ سنہ ۱۹۳۲ء

معہد مہ قرار دیے جانے کے دیوالیہ مسمی منی لال عرف شیام بہاری لال ولد سوامی دیال قوم برہمن ساکن موہن لال گنج ضلع لکھنؤ

مطلع ہو کہ دیوالیہ مذکور بالا نے اپنی دیوالیہ کی درخواست عدالت ہذا میں گزرانی ہے اور عدالت ہذا نے سماعت درخواست کے واسطے تاریخ ۲۶۔ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن مقرر کی ہے

تاریخ ۴۔ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۲ء

بحکم عدالت
بشمبھر دیال منصرم
عدالت جج خفیفہ لکھنؤ ۵ مئی سنہ ۱۹۳۲ء

مہر عدالت

آپ سفارش کر چکے اس وجہ سے دکن اور دیگر مقامات میں اس کی اشاعت خوب ہو رہی ہے۔ ہم لوگ غلطی جامع اللغات اور نور اللغات میں مشترک ہوتی ہے اس کی تصحیح کر لیتے ہیں لیکن جو ایجادیں ما شجلب جامع اللغات صاحب نے تنہا بے شرکت غیرے فرمائی ہیں اُن کی اصلاح پر مطلع نہیں ہوتے لوگ خیال کرنے لگے ہیں کہ جامع اللغات بہ نسبت نور اللغات کے کسی قدر صحیح ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ اس میں سند دے کے مطلب لفظ کا عموماً بیان نہیں کیا جاتا ہے ایک اور مصیبت ہے۔ یا تو اس کی اشاعت صحت ہونے تک ملتوی کی جائے یا جناب اوبار علیہ السلام اپنے سلسلۂ حک و محو و اثبات کو برابر جاری رکھیں

بجواب ان جلد باز کرم فرما کے احقر اوبار عارض عا ہے کہ با قساط مول لینے یا خریداری کو معطل رکھنے کا آپ کو اختیار ہے۔ یہ التماس کہ خریداری نہ چھوڑو اس وجہ سے تھا کہ ایک شخص نے محنت کی ہے روپیہ لگایا ہے۔ کام قابل اصلاح سہی مگر ہے ضروری۔ نہ رُکے تو اچھا ہے یہ خیال قرین قیاس ہے کہ تاجرانہ تبلیغ وجہ اس مجموعۂ اغلاط کو بہت دور تک پہونچا دے گی ممکن ہے کہ اس دوری تک اودھ پنچ کی رسائی نہ ہو۔ غلط فہمی یا غلطی کا رواج وہاں اچھی طرح ہو جائے۔ اور اُردو زبان ... زبانی گلہ کرے کہ تاتو بہ من می رسی من بہ جہنم ... درحقیقت ان غلط کتابوں نے اردو ... بگاڑنے میں خاصا زور لگایا ہے۔ ... آپ نے حکم کی تعمیل اس طرح ممکن ہے کہ اخبار اودھ پنچ کے ایک نمبر میں جامع اللغات کی اغلاط بے پایان درحال اُردو کی تصریح کریں اور ایک میں نور اللغات النساجانم کی۔ ... مشکل یہ ہے کہ سلسلہ یاد نہیں رہا ہے ... اثر مجموعہ اصلاحات کا ... اس وقت حصہ سوم سامنے ہے "تو بھائی کاسی کو لوٹ" فرماتے ہیں "اڈھانا" سو راگنیوں میں سے ایک جو رات کو گائی جاتی ہے"

حضرت نے راگ کا جوڑا راگنی سے لگایا اور اس کی ۲۰۳ قسمیں گو لکھ لیں خیر یہاں تک تو غنیمت کو دخل ہے اکثر گویئے بھی اس کے قائل ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ "اڈانا" دور اس میں اسے اڈانا کہتے ہیں۔ اور "اڈانا" وغیرہ بھی مروج ہو۔ گانے کی کتابوں میں اڈانا لکھا ہوا ہے رات کو گایا جاتا ہے۔ مگر گانے کی سنت میں رات دوپہر دن سے شروع ہو کے ۱۲ بجے رات تک رہتی ہے اُس کے بعد کا وقت صبح اور سورج نکلنے پر دن شمار ہوتا ہے۔ پس یوں لکھنا چاہیے تھا کہ "اڈانا ایک راگ ہے جو آدھی رات کے بعد گایا جاتا ہے" ورنہ جنھیں موسیقی کا ذوق ہے وہ بہک جائیں گے۔ احتیاط کا مقتضا تو یہ تھا کہ محض "ایک راگ ہے" لکھنے پر قناعت کرتے۔ اتنی معرفت طالب معنی کے لیے کافی ہوتی۔ ایک لغوی کے واسطے منفی ہونا لازم نہیں لیکن اُسے لغو گوئی سے پرہیز لازم ہے۔

ارشاد ہوتا ہے **اذا** (ع۔ مؤنث) یہ جب یہ دیکھو"

یہ عربی زبان پر چوٹ ہے۔ اُردو میں اذا کب آتا ہے اور اُردو کی لغت کو اس سے کیا علاقہ فرض کیجیے کہ آتا بھی ہے مثلاً "اذا فات الشرط فات المشروط" زبان زد ہے اور ہو سکتا ہے کہ کسی کو "اذا" کے معنی نہ معلوم ہوں۔ با ایں ہمہ ان کو غلط معنی لکھنے کا حق کہاں سے حاصل ہوا۔ دنیا جہان میں کوئی شخص "اذا" کے معنی "دیکھو" نہیں کہہ سکتا۔ یہ فخر جناب جامع اللغات ہی صاحب کو ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے ہاتھ میں مترجم قرآن مجید تھا اور غالب ہے کہ "اذا رایت ثم رایت" کے ترجمہ پر نظر جا پڑی "جب تو دیکھے" وہاں لکھا دیکھا اور جھٹ سے اناڑی شکاری کی طرح کھما مار دیا۔ ہاں اب معلوم ہوا کہ "اذا" کے معنے "جب دیکھے" کے بھی ہیں۔ بدبخت لغت والو تم نے یہ معنی چھپا ڈالے تھے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ خود عربیت سرکار جامع نے "جب دیکھو" لکھا ہو ور کاتب نے دونوں لفظوں کے درمیان تھوڑے چھوڑ دیے ہوں اس لیے کہ جناب کاتب صاحب کو بھی اصلاح کا حق اُتنا ہی ہے جتنا کہ سرکار جامع کو۔

جامع اللغات صاحب نے اذان پوری لکھ دی ہے مگر یہ تفریق نہیں فرمائی کہ سنی اور شیعہ دونوں فرقوں کی اذان ایک نہیں شیعہ چند فقرے بڑھا دیتے ہیں۔ اگر شیعوں کو شکایت ہو تو بالکل بجا ہو گی۔ کم از کم اتنا بڑھا دینا تھا کہ سواد اعظم اسلام اسی طرح اذان دیتا ہے۔ لغت کسی مذہب خاص کے واسطے نہیں لکھی جاتی اور اگر لغت کا بھی کوئی مذہب ہے تو پھر اس کا اعلان بھی ضروری ہے۔

بعد ازاں رقم طراز ہیں "اُذبک (ت۔ مذکر) تاتاری ترکوں کے ایک قبیلے کا نام ہے۔ ترک اُلخ" اُزبک تو بزای معجمہ ہو ز ہے نہ بذال معجمہ تخذ۔ لوگ اُجبک بھی کہتے ہیں۔ ارے بھائی کیوں لوگوں کا املا بگاڑ رہے ہو یہ کار ثواب ہر گز نہیں۔ بھلا "اُذل" ترکی لفظ میں کہاں کود پڑی؟۔

تہذیب ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں "ارشد شاہزادہ مرزا عبد الغنی گورگانی اُردو زبان کا شاعر۔ خاندان مغلیہ دہلی سے نسب ملتا ہے۔ طرز جدید میں بھی خوب نظم لکھتا تھا۔ سر رشتۂ تعلیم پنجاب میں ملازم رہا"

گویا آپ کا زر خرید تھا۔ لاحول ولا قوۃ جن کی معمولی بات چیت اس قدر تہذیب سے گری ہوئی ہو وہ لغت لکھنے بیٹھے ہیں۔ پہلے بات کرنا سیکھیے حضرت!

یہ صرف تین چار صفحوں کی غلطیاں ہیں۔ آیندہ عنوان بدل دیا جائے گا۔ اس نمبر میں دونوں کتابوں کا ساتھ محض رہتا ہے۔ (باقی آیندہ)

خاکسار اوبار اللغات عفی عنہ

سالانہ مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۳ء

میرے پاس سے نادر ... تعطیل نغات ... نکل چکے ہیں جنکا جی چاہے فائدہ اُٹھائیے قیمت فی مجلد ... علاوہ محصول۔ (منیجر)
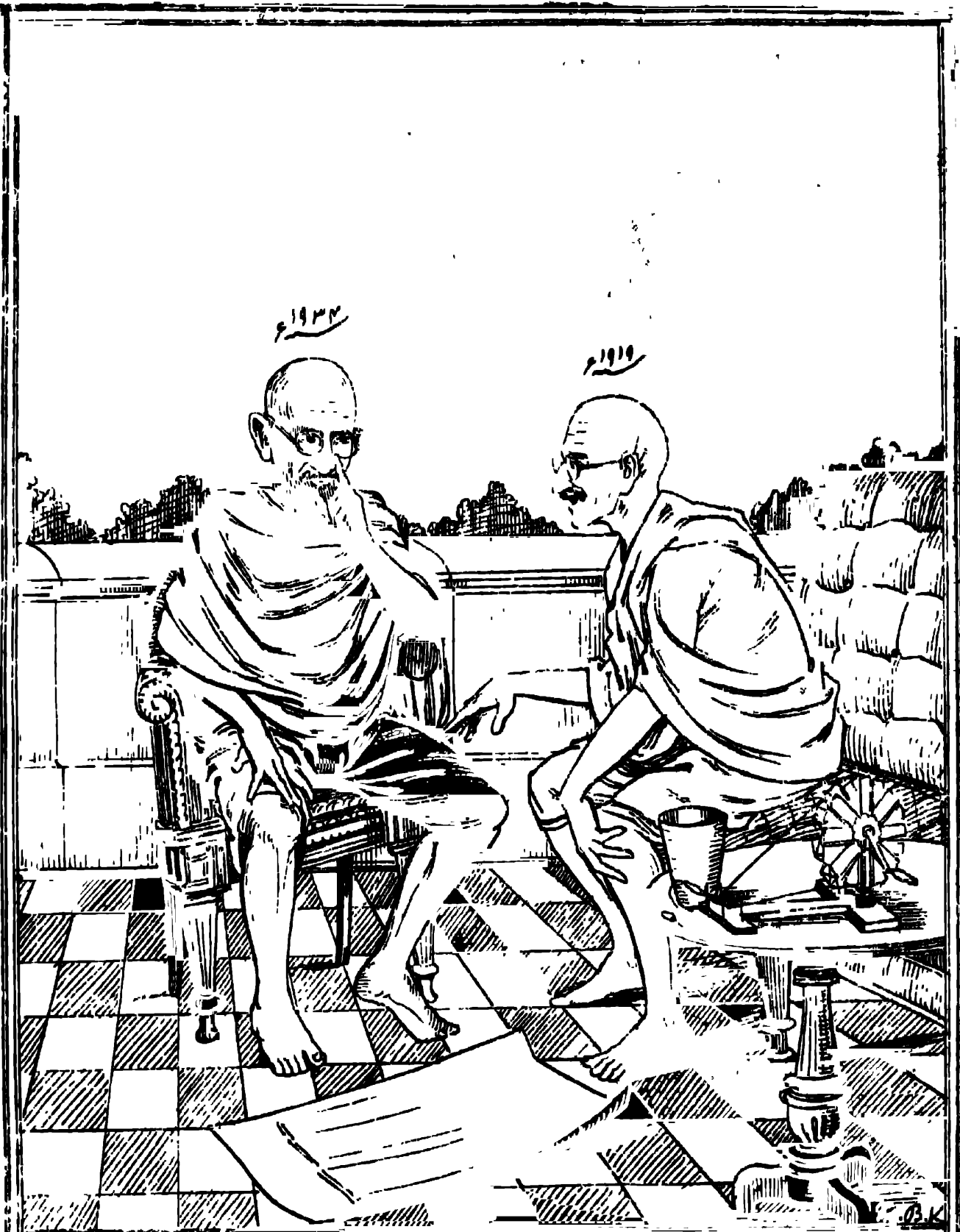
"گاندھی از گاندھی"

سنہ ۱۹۱۹ء :۔ اے گاندھی! ۔ اے گاندھی!! تو نے کیا کہا تھا ؟

سنہ ۱۹۳۴ء :۔ جو کچھ کہا بیکار کہا تھا۔ چودہ پندرہ برس کی بات کسے یاد رہتی ہے؟

میاں فریدوں

(نمبر ۹)

ظاہر ہے کہ ہمارے میاں فریدوں ایک عاقبت اندیش فرد ہیں۔ اگر پہلے ہی سے ناصح مشفق کے حقیقی بھائی یا خلیفہ نہ بن بیٹھتے تو رئیس الدولہ انھیں اپنا خیر خواہ نہ سمجھتے آخر اقرار لے ہی لیا۔

رئیس:- آپ کے حکم کے بغیر میں کوئی بات نہ کروں گا۔

میاں فریدوں:- یہ بھلا مجھے کیا تمیز ہے۔ یہ ذمہ داری اور رہنمائی کے جھگڑے بھلا میں کیا سمجھ سکتا ہوں اس میں مشورت کسی تجربہ کار کی درکار ہے میں بھائی صاحب پہلے ہی سے کہہ دیتا ہوں کہ اگرچہ آپ لوگوں کے فیض صحبت سے مجھے خدا نے ہر بات سمجھنے کی تھوڑی سی عقل دی ہے۔ لیکن بھائی صاحب یہ مالی معاملات ہیں۔ میں کوئی ذمہ داری نہیں لیتا۔ پہلے آپ آئینہ لے کے اپنی صورت ملاحظہ کیجیے ہائیں لب پر آہِ سرد۔ چہرہ زرد۔ جیسے دشمن مہینوں کے بیمار ہے"

درواقعی بات کا پہلو بدل دینا ضروری تھا۔ شاید رئیس الدولہ اس بارات فرمہ سے وحشت کی لیتے۔ اور ایسا جواب دیتے کہ یہ بارات عند الضرورۃ کام نہ آتی)۔

رئیس الدولہ۔ کیا عرض کروں مجبور تو اس آپ کی رانی نے جادو کر دیا۔ اب اگر آپ نے دستگیری کے عوض دست کشی اختیار فرمائی تو میں کہیں کا نہ رہوں گا"

آدھی رات گزر چکی تھی۔ ابتدائی تاریکیوں کا چاند اس چھلی چھلیا یا اندھیرے اجالے کے کھیل میں ڈھائی بجے نے مغرب کی سمت جا چکا۔

بھانسکی دنیا میں سناٹا چھا یا۔ رئیس الدولہ کچھ ایسے بے بس ہوئے کہ طبیعت کا ٹٹو سنبھالے نہ سنبھلا۔ پہلے تو زانو بدلتے رہے پھر معدے کی جڑ سے تبخیر ہوئی بھاپ اٹھ کے دماغ کے ٹھنڈے سرپوش سے ٹکرائی اور کورے کی راہ سے قطرے ٹپکنے لگے۔ ادھر رقت ہوئی اُدھر ہمارے میاں فریدوں کا رومال آنسو پاک کرنے کی غرض سے لپکا۔

:- ہائیں ہائیں۔ بھائی جان یہ رونا دھونا کیسا۔ مرد کہیں روتے ہیں۔ دیکھیے دل کو سنبھالیے۔

:- لے بی یہ بچہ کہاں لے چلیں ہندوستان کی ہوا خراب ہے"

ابھی ابتدا ہے خدا جانے کتنی مصیبتیں آگے جھیلنی پڑیں۔ اگر ہمت ابتدا ہی میں جواب دے گئی تو عشق کی کڑی منزلیں کیونکر طے ہوں گی۔ واللہ جہاں تک میرے امکان میں ہے کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھا نہ رکھوں گا۔ آگے آپ کی تقدیر۔ اور ابھی تک تو یہ عورت میرے قابو میں ہے۔ اگر آپ نے روپیے کے جال میں پھانس لیا تو پھر بھلا کہاں جا سکتی ہے۔ ہاں ایک بات تو کہنا بھول ہی گیا۔ آپ شیخ شوکت کو جانتے ہیں؟۔

رئیس:- کون ہے؟

فریدوں:- ہاں بھلا آپ کیا جانیں۔ یہ رانی صاحب کے معتمد علیہ ہیں۔ اگر یہ کسی طرح ہتھے چڑھ جائیں تو معاملہ جلدی دو براہ ہو جائے۔ بالفعل یہی قرضی ہیں۔ چاہتے ہیں کہ رانی کو کہیں سے روپیہ دلا کے کمیشن میں تین چار ہزار کی رقم اڑا لیں"

رئیس:- بس اتنی سی بات! لائیے کوئی چیک بک اٹھا لاؤ بنک کی پڑی ہو تو میں اس پر دستخط کر دوں۔ بالفعل دو ہزار کافی ہوں گے"

خالی چیک بک اور میاں فریدوں کے دو تین منٹ ہو۔ آج کون سا بنک ہے جس میں دو دو چار چار روپیہ ہمارے میاں فریدوں کے حساب میں جمع نہیں۔ فوراً ہی صندوقچہ آیا۔ ڈھیروں چیک بکیں نکل پڑیں رئیس الدولہ دیکھتے ہی سناٹے میں آگئے "اوہ بڑی ساکھ ہے" ہر بنک سے حساب کھلا ہوا ہے۔ شیخ شوکت کے نام چیک لکھ دی گئی۔ دستخط ہو گئے۔ گاڑی میں گھوڑے جوتنے کا حکم صادر ہوا رئیس الدولہ جھومتے جھامتے اٹھے۔ پاؤں ڈالتے کہیں ہیں پڑتا کہیں ہے۔ دفعۃً زور سے چھینک ہوئی۔ روایت میں تو یوں وارد ہوا ہے کہ چھینک میں بھی صنعت کو دخل تھا۔ مگر ہم اس کے قائل نہیں بھلا ایسے وقت میں کون چھینکنے پر تلا بیٹھا ہوگا۔ چھینک کے تڑاقے کے ساتھ ہی رانی صاحب کی ممتا نے روز مانہ حائل خوانی چھوڑ ننگے پاؤں دوڑیں آتے ہی رئیس الدولہ کے دامن میں کانٹوں کی طرح الجھ گئیں "واہ وا کیا خوب میں تو ہرگز چھینکتے نہ جانے دوں گی۔ خدا جانے دشمنوں کو کیا ہو۔ بیٹھ جائیے۔ میں پان لاؤں۔ ارے کوئی خاصدان لاؤ۔" خاصدان آیا۔ انگلیاں گلوری کی طرف بڑھیں رئیس الدولہ نے للچائی نظر سے ان حنائی انگلیوں کو دیکھا گلوری ابھی طرح اٹھی بھی نہ تھی کہ رئیس الدولہ نے پیار سے ہاتھ رکھ لیا۔ منہ کھول کے جھکے۔ رانی صاحب نے شرما لجا کے اسی طرح

اشتہار کیلئے جگہ خالی ہے

اشتہار کیلئے جگہ خالی ہے

جلد نوزدہم
اودھ پنچ
رجسٹر نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD No A 783
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ
1934
قیمت فی پرچہ
M. B. KHAN ARTIST
GOGAWAN LUCKNOW

سارنگ کی جھنجھنکی ۔ تنکھیرے سے سانپ بچھو کی سلامی۔ ویک کی دوا نہ ۔ چھینے سی بھینچ کر لی ہے اگر خدانخواستہ کوئی آفت آپڑے تو یہ مشین بہ وعدہ کرتی ہے کہ دشمنوں سے کافی انتقام لے لیگی ۔ اور اسی طرح انتقام لے گی جس طرح موسیٰ کی قوم پر عذاب نازل ہوا تھا۔ یا ایک میاں پتے کی پدی کو ایک راجہ پکڑ لے گیا تھا اور راہ میں جو کوئی ملا سب کو شکر سے کان میں گھس اُنکے ساتھ لے لیا تھا۔ یہ مشین دنیا میں کون اپنی فوج کو انکار سکتی ہے ۔ آپ خیال تو فرمائیے جب غنیم یا دشمن بغلی پر اتنی کثیر التعداد اللہ کی مخلوق سے دھاوا کر دیا جائے گا تو کیا لطف آئے گا ۔ پھر کان میں بانسلی بجائیں گے۔ دشمنان ترو تازہ کے بھیجے کی خبر لائیں گے کھٹمل شب کو خون چوس چوس شیشہ بھریں گے جو مُیں کا لعدم پر رینگیں گی ۔ مزا چکھیں گی اور چکھائیں گی۔ بھونگ اڑیاں سے اور پھر سے اڑ جائیں گے مکڑیاں مکھیاں چھپا کلیاں آنکھ پھوڑ تو اوبیرے پر چوٹ کرے گا بچھو نیوڑ ڈیل پر کیلے سے مرض کاری کرے گا ۔ گویہ بلا پیٹ میں گھس کے کھایا پیا باہر نکالے گا ۔ سرسری تعلیم میں سرنگ لگائے گی ۔ چیونٹیاں دشمن کی رسد کا تمام سامان دانہ دانہ کر کے لے بھاگیں گی بیار نگت کھیل آدمی سے ڈھول بنا دیں گی ۔ بعض میں پتلونوں اور پائجاموں میں گھس کے تگنی کا ناچ نچا دیں گی گینگر سے کمال کو چاند ان کر دکھائیں گے ۔ سانپ کا ڈسا ہوا تو بچھو کا اتار و لے گا ۔ کن سلائی اک ساعت معطل کر دے گی ۔ دیمک تاب راحت و استراحت چاٹ لیگی ۔ کدو دانہ پیٹ میں زنجیر ابنا اپنے سوت کاتیں گے ۔ مچھر الٰہی تیری پناہ وہ غضب ڈھائیں گے کہ تریں ملک نظر آئیں گے ۔ چو تو اٹھوا دیں گے ۔ دشمن قسمت کو رونے گا اور کہے گا ؎

کیا پوچھتے ہو حال اس جسم ناتواں کی
رگ رگ میں نشتر غم ہے کہئیے کہاں کہاں کی

بھلا اس مورچال کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے۔ سرمایہ کی زیادہ ضرورت نہیں صرف آلات فراہمی حشرات الارض مل جائیں اور اُس کے واسطے چند کوروں کی ضرورت ہوگی ۔

(۸) بیکار ساز کمیٹی

"کار دنیا کسے تمام نہ کرد" ایک مشہور مقولہ ہے لیکن دنیا والے نہیں مانتے اتمام و انجام کار کی فکر میں ہر وقت لگے رہتے ہیں ۔ ہنگامہ پسندی کا وہ زور ہے کہ پناہ بخدا ۔ لطف یہ کہ کام بھی وہ کرتے ہیں جس کا تمام کبھی ہونا نہ تھا ۔ وہ کیا ؟ وہی آزادی کی جدوجہد ۔ کہو یار و کبھی تمہارے باپ دادا نے بھی آزادی کی صورت دیکھی تھی ۔ یا تم ہی ایسے گنگو تیلی پیدا ہوئے ہو تمہارے باپ دادا تو کہا کرتے تھے ؎

حسرت آزادی مردم گداخت
کیمیا گری ست کہ بہ تہمت کیمیا خست

مطلب یہ ہوا کہ ہمیشہ اسی حسرت میں پھڑپھڑایا کیجے کہ اپنے ہاتھ منھ کے ہو جائیں اور کچھ نہیں تو بلا سے کوئی جھوٹ موٹ آزاد کہہ دے یا تخلص ہی آزاد رکھ لو یا آزاد فقیروں میں شمار کر لے گر جھاڑ لیجیا یا نکال لے حضرت یوسفؑ نے آئینہ دیکھ کے کہا تھا کہ اگر میں غلاموں کی طرح بازار میں بیچا جاؤں تو بڑی قیمت پر بکوں سا ئینہ کو لوگ تازیانہ اسپ محسوسات اسی لیے کہتے ہیں کہ اگر حضرت یوسفؑ کی حس اپنے جمال کے متعلق نہ بڑھتی تو وہ قیمت بخس کا تماشا بازار مصر میں نہ دیکھتے خیر وہ تو غلامی میں بھی آزاد تھے مگر تم آزادی میں غلام ہو ۔ تم نے بھی ایک آئینہ دیکھا ہے اس آئینہ نے حس کے گھوڑے کو ایڑ لگائی ہے کانوں میں بڑی ہوا سمائی ہے ۔ ہونا ہوانا خاک نہیں ۔ لہٰذا کمیٹی کا ہوا ایسے حس زدگان کے واسطے نہایت عمدہ مشیر ہے بشرطیکہ حکومت وقت سے اتنی مدد مل جائے کہ اقلیم رزال ہو کو کہیں پر قید و بند نہ رہے یہ شراب خانہ خراب جس کا کام ہنگامہ پردازی ہے قطعاً موقوف کر دیا جائے۔ تاڑی اور بھنگ کا محصول معاف ہو ۔ چرس ۔ گانجا مدک کے بند ڈھیلے کر دیے جائیں پھر دیکھیے مزا ۔ شستی اور کاہلی کا وہ زور ہو کہ جسے دیکھیے انتہائی تنزل کا ہے ۔ اجی چوڑ والی پر پیاز کٹے تو کان پر جوں نہ رینگے ۔ سر پر ڈھول بجے تو بھنگ کا تار نہ ٹوٹے بھائی انگلیاں یا نگلیوں میں گولی ہو ۔ آنکھ بند سر و دکا دور ۔ خدا جانے کدھر صبح ہوئی کدھر شام کیسا غل و شور ۔ کہاں آزادی کی طلب ۔ کبھی نہ لڑکے ان کی جیبوں میں پڑیا افیم کی شیشی گو کین کی ۔ رکھے گشت لگاتے پھریں ۔ شورش و فساد ۔ بغاوت و عناد ۔ انقلاب و ہنگامہ قطعاً موقوف ۔ داستانیں پھڑتی ہوں گنے چھیلتے ہوں مکھیاں بھنکتی ہوں ۔ جاڑے آ لیتی ہو ؎

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

(۹) افلاس چیٹ ایجنسی

زندگی ہو تو بیمہ کرائیے ۔ جب مر جائیے تو خود ٹھنڈے ٹھنڈے خدا گنج سدھاریے اور اولاد کو مالدار بنائیے ۔ یہ کس خدا نے کہا ہے ۔ یارو افلاس کی جڑ ہے شادی کثیر الاولادی اس ایجنسی کا کام ہے کہ جب کہیں نرینہ اولاد ہو تو فوراً اس کے ایجنٹ پہنچتے اور رگ تو الد کو جڑ بیڑ سے کاٹ دیتے ہیں اگر اس کام کو وسعت دی جائے تو یقین رکھیے کہ ایک نسل تو خیر مگر دوسری نسل آنکھ میں لگانے کو نہ ملے گی سرمایۂ افلاس جس کا دوسرا نام ہی شادی ہے ہر گھر سے مفقود ہو جائے گا ۔ نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسلی نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچیں گے ۔ باسی بچے گی نہ کتا کھائے گا ۔ نہ جامہ ہو گا نہ دامن پر دھبہ لگے گا ۔ سب سے ڈر بابی سرخت ۔ اگر افلاس سے نان کو بیزار کرنا ہو تو اس ایجنسی کا حوصلہ بڑھائیے ۔ حکومت سے بھی امید ہے کہ پنشنوں کی ٹھک ٹھک ۔ بونس اور وظیفہ کی زحمت ۔ بیکاروں کی آہ سے حفاظت ۔ لڑائی جھگڑا ئی قصہ قضیہ جیلخانوں کی تعمیر پولیس کے تقرر نئے نئے زرد حکام کی اجلاس گاہیں تصنیف کرنے کی مصیبت نان کو اپیٹروں کی شورہ پشتی سے دائمی نجات حاصل کرنا چاہے گی تو ضرور اس کار خیر میں مدد کرے گی ۔

الغرض ان ذرائع پر موقوف نہیں ایسی سیکڑوں تدبیریں یاروں کی جیب میں پڑی ہیں ۔ اگر حوصلہ بڑھا تو آپ دیکھیں گے کہ کوئی مشکل آگے نہ رہے گی ۔

(۵) رین اینڈ واٹر سوسائٹی

یعنے انجمن آب و باراں۔ آپ جانتے قدرت کے ہاتھوں ملک کی باگ ڈور ہے دینا اس بے اختیاری کے زمانے میں عقلمندی نہیں۔ ملک کو ہمیشہ قحط کا سامنا رہتا ہے جب دیکھو سوکھا۔ پس دیدہ ہائے عشاق ہجران دیدہ کو ایک جگہ فراہم کرکے ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ جہاں امساک باراں آفت بنکر نمودار ہوئی ہے وہیں یہ گروہ بھیجا جائے جس کا دعوی ہے سہ

مژدہ اے ذوق کہ اشک غم شورا فزا کو
تماشا ہے کہ ہم نے بال سے باندھا ہے دریا کو

دیگر

دیدۂ ہمدرد سے سوا ہو گیا
دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا

دیگر

نین ترہنی ہیں وہ آنکھیں مری
اب الٰہ آباد بھی پنجاب ہے

اور اگر ان کو جلانے میں تامل ہو تو چاہ زنخداں رکھنے والے معشوقوں کی کھیپ کمربستہ تیار رہے ان کنوؤں سے آب پاشی میں سہولت ہوتی ہے اور یہ خود بھی عشاق کی دراز دستی سے نالاں ہیں جن کا یہ کام ہے سہ

گرسنہ جب ہوئے سیب ذقن کو نوش فرمایا
ہوئے پیاسے تو پانی بھر لیا چاہ زنخداں سے

لیکن ان کے واسطے چارے کے لیے سرمایہ کی شدید ضرورت ہے تاکہ قارورات جامع اشک کثرت سے اکٹھا کر لیے جائیں صرف ایک کرور روپیہ میں سوسائٹی وعدہ کرتی ہے کہ کام چلائے گی زیادہ زحمت نہ دیگی۔ یہ سرمایہ بھی پیداوار کی ترقی کے ساتھ ادا ہو جائیگا۔ پبلک اور گورنمنٹ دونوں سے امداد کی درخواست ہے۔ اگر اعانت ہوئی تو آہوں کی گھٹا جو کہ ہمیشہ سوکھے گھاٹ اتار کے چلی جاتی ہے۔ ایسا انتظام کیا جائے گا کہ برسنے لگے۔

(۶) صحرا ساز کمپنی

(۱) ہرگاہ شاعر کا قول ہے سہ

کعبہ بنائیے نہ کلیسا بنائیے
ویران دل ہے آپ اسے صحرا بنائیے

گنجان آبادیاں مضر صحت ہیں جا بجا بیابان نما سیرگاہیں تیار ہو رہی ہیں نزول گارڈن بنانے کا مشورہ ہے شہروں کی خوبصورتی کا معیار یہی ہے کہ صحرائیت زیادہ ہو لہذا کمپنی ہذا اس امر خاص میں اپنے آپ کو بہ ہزار کمبار دیتی ہے سہ

کوہ فرہاد سے مجنوں سے بیابان جیتا
وحشت دل تیرے اقبال سے میدان جیتا

اس کے ممبر وہ بوم صفت حضرات ہیں کہ جہاں ان کا قدم نحس جائے گا ہری بھری آبادی کو محض اپنی شومی طالع کے زور سے بغیر کسی آلہ کی مدد کے لق و دق میدان بنا لے گا۔ غم کے پہاڑ مسلسل نظر آئینگے قدرتی مناظر سے رہنے والے لطف اٹھائیں گے نامبارک و نامسعود۔ منحوس بے درے۔ جنم جلے کھیل بگاڑ کمل اپاٹ۔ گھر اجاڑ۔ گھر صبح تک تماشا دیکھنے والے منحوس۔ شوم۔ بدبخت۔ مرد و عورت اکناف و اطراف عالم سے جمع کیے گئے ہیں ان کے دانے چارے کے لیے چند کرور روپیہ درکار ہے۔ اگر نصف سرمایہ کا منظور کر لے تو کام آسانی سے چل نکلے ٹاؤن امپروومنٹ ٹرسٹ کے خطیر مصارف سے نجات ہو۔ نہ پھاوڑے والے نہ مزدوروں کی بھیڑ رجسٹروں کے انبار نقشہ کشی کے اوزار کی ضرورت ہو سہ

نیم شبے آہ زند پیر زال
دولت صد سالہ کند پائمال

کمپنی ہذا وعدہ کرتی ہے کہ عذرداریاں سننے کی زحمت کبھی نہ ہوگی۔

(ب) ویران آباد کمپنی۔ یہ شعبہ مذکورۂ بالا کمپنی کا ہے مگر آبادی اور ویرانی میں ضد ہے اس لیے مجبوراً دو شعبہ ترتیب دینے پڑے سہ

جو بتھر آکر لگائیں میکدہ لے
گھر کسی طور سے تو ہو آباد

یعنے جب آبادی ویرانی کا زور اختیار کرے گی تو لامحالہ ویرانہ کی مناسبت سے وحشیوں کی فراہمی بھی ضرور ہوگی تاکہ شوریدہ مزاجوں کی تفریح میں کمزوریت نہ پہنچنے پائے۔ بہرکا ضرر دی تیز و شکار ہے۔ زندگی کا خاص شکار ہے جہاں صاحب لوگ ٹیٹی وہ سے شکار کھیلنے آتے ہیں۔ اور بسا اوقات توشہ بجائے خالی ہاتھ پلٹ جاتے ہیں۔ اگرچہ انسانی درندوں کی دنیا میں کمی نہیں پھر بھی شیر شکار کا نام ہی بڑا ہے۔ لہذا جنگل بیابان سے درندے پکڑ دھکڑ کے اس ویران آباد میں بسائے جائینگے تاکہ قدر و عافیت بڑھے۔ اور دو گھڑی جی بہلے گورنمنٹ نہیں تو حکام والا مقام کو اس کار خیر میں ہاتھ بٹانا چاہیے۔

منظور رشار سرمایہ .... بقدر شوق شکار۔

(۷) حشرات الارض یونین

ہرگاہ کہ ناں کو اہل بیران نامعقول دو دیان معروف مجہول نے حکومت وقت کے ساتھ بیڑا باندھا ہے اور جو لوگ آج معتدل کہلاتے ہیں اغلب ہے کہ کل مار آستین گرگ بغل ثابت ہو کر اپنے عزیز ہم وطن اکسٹرمیسٹ فرقہ سے میل کھا جائیں۔ اور سرکار دولت مدار کو سہ

امید راستی باز خرچ کج مدار مدار

کا وظیفہ جپنا پڑے یا بغاوت ہر دم مدار کہتی دھوم جھکے یا نہال و پنجاب و راجپوتانہ و دکن سے اخلاق و مروت کا دیوالہ نکل جائے۔ یا قحط مردم واقع ہو اور دشمنان قابو پرست مبارز طلب ہوں۔ لہذا ایک ایسی فوج کا مرتب ہونا قرین عقل و صواب ہے جو نہ مارے مرے نہ کاٹے کٹے۔ نہ توپ سے ڈرے۔ نہ بندوق سے ہٹے۔ نہ گھٹانے سے گھٹے نہ فاقہ سے لٹے جسم انسانی سے متصل رہنے کا سبق بد و فطرت سے پڑھ چکی ہو۔ خون آشامی و خونخواری اس کی گھٹی میں پڑی ہو۔ بھیڑ و بنگاہ۔ خیمہ و خرگاہ۔ آلات حرب و رسد۔ کمک و مدد کی محتاج نہ ہو۔ راشن بھتے تنخواہ خطاب عہدہ پنشن کی طالب نہ ہو۔

چنانچہ یونین ہذا نے ایک کثیر مقدار یا تعداد میں کھٹمل جوں پسو لیکھ ٹڈی۔ آنکھ پھوڑ مینڈھے۔ بچھو بھنبھیرے۔ گوبریلے۔ شرشری جونکے۔ چونٹیاں

جلد ۱۹ نمبر ۱۷

مضامین

(مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۳۴ء)

جامع اللغات

(نمبر ۴)

ارشاد ہوتا ہے "اُرد (ف مذکر) ایران میں ایک قصبہ" شہر تو ممکن ہے کہ ہو مگر اس کی تذکیر کس قاعدہ سے مقرر ہوئی۔ اس لیے کہ فارسی میں لفظ مذکر و مؤنث کی کوئی علامت مقرر نہیں؟

لکھتے ہیں "مثل۔ اردو کا محاورہ دلی پر ختم ہے" یہ مثل کہاں بولی جاتی ہے۔ ارے بھائی مثلیں تو نہ گڑھو۔ یہ مسلم ہے کہ "اردو" کا زچہ خانہ دلی ہے۔ لیکن وہاں ابھی یہ مثل مروج نہیں۔ نہ اس میں مثل بننے کی صلاحیت ہے۔

فرماتے ہیں "اردوان ایران کے ایک بادشاہ کا نام ہے"

حالانکہ یہ دو لفظیں ہیں اردوا اور ارداف۔ ارداارداف کا بیٹا تھا۔ کثرت استعمال سے اردواف ہوگیا۔ اردا عہد اردشیر بابکان میں ایک موبد تھا جس کا پایہ علم و حکمت میں "آذرباد" سے بھی بلند مانا جاتا ہے۔

رقمطراز ہیں "اُردِبہشت (ف۔ مذکر) اپریل کا دوسرا مہینا جو اپریل کے مطابق ہوتا ہے"

بھلا پوچھیے کہ یہ اُردبہشت ہے یا اُردی بہشت! بہ تخفیف یای مثناۃ تحتانی کہاں لکھا دیکھا۔ اسے یا تو "اُردی" کہتے ہیں یا اُردی بہشت۔ اس سے قبل حضرت مصنف اپنی فارسی دانی کا ایک اور ثبوت دے چکے ہیں۔ اور لکھتے ہیں "اِرد۔ (ف مذکر)" حالانکہ یہ بکسر الف نہیں بلکہ بفتح الف ہے۔ واہ کیوں نہ ہو ایک لغت لکھنے کیا بیٹھے کہ غیر زبان پر تصرف کا حق حاصل ہوگیا۔ اب قریب غالب علم عنبک لگانے کو کیا پروا۔ نقاب لو کھسکے ہی گی۔

فرماتے ہیں "ارصادات (مذکر) رصد کی جمع الجمع" ان حضرت کو بھی حامی از مرزم اللغات کی طرح مرض ہے کہ غلط لفظ کو غلط نہیں کہتے۔ پہلے اراکین کو جمع الجمع فرمایا اور یہ نہ لکھا کہ غلط ہے۔ اردو میں اکثر اہل لوگ اسی قسم کی جمع الجمع گڑھ لیتے ہیں جس کا علم انہی سے انہیں بطریق تحفہ یا ہبہ حاصل نہیں ہوا۔ انہیں خاص الفاظ کے سوا جمع الجمع عربی میں مستعمل نہیں۔ اراکین جاہل بولتے ہیں اور اس کے زبان زد ہونے کی وجہ سے ہم اسے مثل لفظ "جذبات" کے اردو مان لینے کے لیے راضی ہیں۔ مگر اس کی تصریح کردینی لازم ہے البتہ خود صاحب لغت ہی جب علم صحیح سے واہی علاقہ رکھتے ہوں تو چارہ ہی کیا ہے۔ خدا جانے کس نے ان کے کان میں پھونک دیا کہ یار خالی بیٹھے کیا کرتے ہو ایک لغت ہی گھسیٹ ڈالو دنیا میں آنکھوں کے اندھے [illegible] بہت موجود ہیں۔ بک ہی جائے گی۔ ایسی کوڑا کرکٹ تو بک ہی جاتا ہے۔ اور نہ کوئی نہیں تو ریاست حیدر آباد کو کھلی ڈال کے لوٹنے والے "اردو" کے وارث غیر حقیقی مزورسی دستار کے کھونٹے پر اس پچھڑے کو کودا دیں گے۔

اراکین پر ہم نے چشم پوشی کی تھی "ارصادات" پر غصہ آہی گیا۔

فرماتے ہیں "ارفخشاد (ف۔ مذکر) ایک ایرانی پیغمبر" ایرانی پیمبروں کے نام حضرت مؤلف کو بہت یاد ہیں۔ حالانکہ یہ نام ہے عبرانی اور توراۃ مقدسہ میں موجود۔

بعض مفسرین نے حضرت ابراہیم کے نسب نامے میں بھی یہ نام لیا ہے ابی راہم (ابراہیم) بن تیرح (تارخ) بن ناحور بن ساروغ بن راعا بن فالک بن عیبر بن شیلح بن ارفخشاد بن شیم بن نوح (نوح علیہ السلام)

نوک ریز قلم افادت رقم فرماتے ہیں "ارفض (ع۔ مذکر) رافض کی تفضیل بعض و کل کثر شیعہ" واہ کیا علم ہے کیا معرفت ہے۔ رفض کے اصل معنی "ترک کرنے" کے ہیں۔ "رافضہ وہ گروہ ہے جس نے زید بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب کی بیعت کی اور بعد بیعت زید بن علی بن الحسین سے فرمائش کی کہ شیخین سے تبری کرو تو زید نے انکار کیا۔ اتنی بات پر وہ لوگ ترک و نکث بیعت پر آمادہ ہوگئے لہذا اس گروہ کا نام رافضی رکھا گیا۔ حضرت اس کا ترجمہ کثر شیعہ فرماتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ شیعہ سنیوں کو ناصبی (ناصب بیعت ابی بکر) اور خارجی (بوجہ خروج از بیعت علی در حرب صفین و نہروان) کہتے ہیں اور سنی شیعوں کو رافضی کا لقب دیتے ہیں مگر یہ منصب ایک صاحب لغت کا نہیں ہے۔ کون سنی ہے جو ناصبی اور خارجی کے لقب کو ٹھنڈے دلوں قبول کرلے۔ اور کون شیعہ ہے جو رافضی کا الحاق اپنی ذات کے ساتھ خوشی سے منظور کرے۔ امام شافعیؒ نے بھی مخالفین کے طعنوں سے آزردہ ہوکے فرمایا تھا سہ

ان کان رفضاً حب آل محمد

فلیشہد الثقلان انی رافضی

بہر حال یہ باتیں لغت کی کتاب یا کسی عام اخباری کاغذ میں چھیڑنے کے قابل نہیں۔ یہ مناظرہ بازوں کے لیے رہنی چاہئیں۔ لفظ کی تحقیق سے کام تھا تو وہی لکھنا تھا جو ہم لکھ آئے۔ بہر حال "ارفض" (بصیغۂ افعل التفضیل) ان معنی میں آج تک نہ کسی کتاب میں دیکھا اور نہ کسی معقول اور صاحب علم کی زبان سے سنا۔

فرماتے ہیں "ارفاہ (ع۔ مذکر) ۱ افادہ پہنچانا۔ دولت عطا کرنا ۲ تشفی دینا۔ پرورش کرنا ۳ دولت کا لطف اور مزہ"

کیوں جی میاں جامع اللغات صاحب۔ یہ معنی کس لغت میں ہیں؟ عربی زبان پر تہمت لینے میں شرم کرنی چاہیے تھی۔ عربی میں ارفاہ کے معنے اونٹوں کا پانی کے قریب ٹھہرنا۔ تن آسان و آسودہ ہونا اور ہمیشہ ناز و نعمت میں رہنا ہیں۔

اصطلاح ہے جسے حساب سے بھی تعلق ہے اور شاہی پروانوں سے بھی۔ یعنے سپید اور خالی مقام پر نشان بنا دینا۔ اور اسی کے ہم معنی "توقیع" بھی ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے "ارقان۔ (ع۔ مذکر) ۱۔ یرقان ۲۔ گیروی مورچہ"

خدا جانے یہ "گیروی" کیا بلا ہے۔ گیروی تو گیہوں کے درخت کا ایک مرض ہے جو سردی کے موسم میں دیر تک مطلع ابر آلود رہنے سے پیدا ہوتا ہے۔ پتیاں قبل از وقت زرد ہو جاتی ہیں۔ شاید یہ لفظ "ارقان" سے ماخوذ ہو جس کے معنے ہیں زعفران یا مہندی سے داڑھی رنگنا۔ بہر حال وضاحت کی ضرورت ہے۔

(باقی آیندہ)

تحائف

خاکسار اد بار اللغات

"اختر"

یہ ماہوار جناب اختر شیرانی کے اہتمام سے نکلنے لگا ہے۔ اس کا پہلا پرچہ ہی ایک خوشخبری کا حامل ہے یعنے ہمارے پرانے شفیق ڈاکٹر سر اقبال نے آخر صنف غزل کی اصلاحی معنویت کی تباہی سے ہاتھ کھینچا اور اب آپ ٹھیک اسی حد میں غزل کہنے لگے جو دلی اور لکھنؤ کی باز سی ہوئی ہے ملاحظہ ہو اس غزل میں نہ تو بجلیوں کے تڑپنے کی مینڈکی ٹھمک ہے نہ زلزلہ اے تو یہ بلبل کے نالہ خام کی فصاحت کا اظہار ہے۔ فرماتے ہیں ؎

چاہیں اگر تو اپنا کرشمہ دکھائیں ہم
بن کر خیال غیر ترے دل میں آئیں ہم

لے بھلا اس شعر کی غزلیت میں کون خریف شک وارد کر سکتا ہے۔ کیسا خاصا مطلب ہے غزل کے پانچ شعر ہیں اور پانچوں میں تغزل کی جان پر کامل رحم کیا گیا ہے۔ گنجائش اعتراض نہیں اگر اسی عنوان پر سر اقبال چلتے رہے تو شاید وہ صحیح اردو کے ماہر کامل سمجھے جائیں گے۔

حضرت طبیعت رنگین عنایت کی ہے سست نظمی اور کم گوئی چیز دیگر ہے وہ تو بھی نہ لکھنے کی وجہ سے ہر شاعر پر مستولی ہو جانی ممکن ہے۔

مؤلف رسالہ لکھتے ہیں کہ سر اقبال کے کلام کا ایک ایسا حصہ بھی ہے جو ان کے پرانے دوستوں کے پاس محفوظ اور پنہاں ہے ہم کہتے ہیں کہ حضرت آخر عیب تو نہیں۔ پھر کیوں پنہاں ہو۔ دل لگی ہے کہ خالی از معنی مجموعہ الفاظ تو برابر غزل نام رکھ کے شائع ہو۔ اور جو در اصل غزل سے علاقہ رکھتا ہے وہ چھپا رکھا جائے۔ کوئی کچھ کہے ہمیں تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ سر اقبال نے آخر مولانا اودھ پنچ کی بات مان لی غزل میں وہ باتیں ہیں جو گنہ عشقی کے بعد ہی آتی ہیں۔ لہذا یہ ان کا جدید اور تازہ کلام معلوم ہوتا۔ اگر یہ مضبوط بندش اس کلام میں پائی جاتی جو جدید کہلاتا ہے تو ہمیں اعتراض کی گنجائش ہی نہ ملتی۔ "اختر" کا پہلا نمبر بہ حیثیت مجموعی خاصا ہے کام جاری رہنے پر سدھرنے کی راہیں خود ہی پیدا کر لیتا ہے۔ مؤلف صاحب ہوشیار ہیں۔ تجربہ رکھتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ لوگوں کے جدید مذاق کے عارف کامل ہیں۔ یعنے ان کا معشوق کوئی نادان پری زاد نہیں ہوتا بلکہ عربی نژاد لیلے سلمے منیزہ عذرا ایسی ہی کوئی شوخ چنچل اپاتی معشوقہ ہوتی ہے جو عشق کی راہوں سے واقف اور عاشق کے دردِ دل سے باخبر ہوتی ہے چنانچہ "آہ وہ راتیں" آپ کی نظم کا ایک عنوان ہے اس میں سلمے مخاطب ہے۔ یہ نظم لطیف اور زمانۂ حال کے مذاق سے موافق ہے۔ فرماتے ہیں ؎

منتظر میری جب لیلے باغ میں رہتی تھیں تم
ہر کلی سے اپنے دل کی داستاں کہتی تھیں تم
آہ وہ راتیں ——— وہ راتیں یاد آتی ہیں مجھے

سردیوں کی چاندنی شبنم سے کھلاتی تھی جب
باغ پر اک دھندلی دھندلی مستی چھا جاتی تھی جب
آہ وہ راتیں ——— وہ راتیں یاد آتی ہیں مجھے

جب تم آجاتی تھیں بازلف پریشاں تا کمر
مشک آگیں تا بہ دامن عنبر افشاں تا کمر
آہ وہ راتیں ——— وہ راتیں یاد آتی ہیں مجھے

یہ سب باتیں زمانۂ حال کے نوجوان پسند کرتے ہیں۔ گویا اپنی "اے جی" سے باتیں کرتا ہے "چاندنی کا شبنم سے کھلانا"۔ دھندلی دھندلی مستی چھا جانا۔ بھلا ان چیزوں پر کیوں نہ دل لوٹ پوٹ ہو جائے۔ اس کے بعد "برق سر رہگذار" کے نام سے حضرت سیماب اکبر آبادی کی مضطرب الحال نظم ہے۔ آپ کی نرالی ترکیبیں اے سبحان اللہ۔ سرگشتہ جادہ۔ نظارۂ آوارہ۔ آغوش سحر کا محرم صباحت ہونا۔ چمن کی آنکھ کا لبریز تجسس ہونا۔ برق کا بادل سے ٹپکنا۔ تیر کا پیوستہ امان قضا ہونا۔ ہنستی ہوئی انگڑائی۔ اس ٹپکی ہوئی برق کا ہمراز سے آہستہ راز کی باتیں کہنا۔ شاعر کا آنکھوں سے بہتی ہوئی مستی پینا۔ یہ ایسے با معنے الفاظ ہیں جنھیں بجز نوجوانوں کے دوسرا سمجھ بھی نہیں سکتا۔

اس رسالے میں بہت سی عجیب و غریب چیزیں ہیں۔ تفصیل میں طول ہوگا۔ رسالہ منگا کے دیکھیے۔ کوئی نظم نثر فائدے سے خالی نظر نہ آئے گی۔ پڑھتے پڑھتے انسان معلومات کی پوٹ بن جائے گا اور یہ کہنے کی گنجائش نہ ہوگی کہ تم نے ہمیں کیا سکھایا؟

چار جزو ماہوار سوا دو روپیہ میں دارالادب پنجاب بل روڈ لاہور سے طلب کیجیے۔ لکھائی چھپائی کاغذ سب درست ہے۔

میاں فریدوں

(نمبر ۱۰)

پینگ بڑھتے رہے کبھی ادھر کا پڑا جھکا کبھی ادھر کا۔ یعنے ملے اور پہ کا حساب رہا۔ اس دوران میں مختلف ترکیبوں سے چھ سات ہزار روپیہ میاں فریدوں نے کما لیا۔ نوجوان رئیس زادے کا بس نہ تھا جو میاں فریدوں کا سایہ بن جاتا۔

گر فریدوں سا گھاگ بھلا اتنی گرہ پڑی کیوں گوارا کرتا۔ زیادہ مٹھاس میں کیڑے پڑنے کے علاوہ یہ بھی تو خوف تھا کہ جو جالے پھیلائے جاتے ہیں ان کی بھنک رئیس زادے کے کان میں نہ پڑ جائے اور تاڑ جائیں گرفتار شکار دفعتاً چونک کے الگ کھڑا نہ ہو جائے۔ بایں ہمہ کہ میاں فریدوں کے ملازمین خاص رئیس زادے کے سامنے میاں فریدوں کا ادب کرنے پر مجبور تھے اور خلوت میں لنگوٹیا یار۔ اکثر شیخ بدلو کی زبان بہکی اور انھوں نے عالیجناب نواب فریدوں جاہ بہادر تعلقدار کاشی پور انس نگر کو (ابے فریدوں) کہنے کا قصد کیا۔ مگر "ابے ف" منہ سے نکل کے رہ گیا۔ خیال نے ٹھوکا دیا "دیکھ سنبھل کیا کہتا ہے بھانڈا پھوٹ جائے گا" بیچارے شیخ بدلو منہ سے "ابے ف" کہہ کے زبان پلٹنے پر مجبور ہوئے۔ اور "ابے ف" کے بعد "حضور غلام عرض کرتا ہے" کہنا پڑا۔

بہرکیف وہ وقت آگیا جب کہ رانی ہڑدنگا پور نے قرض کی دستاویز رئیس الدولہ بہادر کے نام لکھی۔ روپیہ اور زمینداروں کے پاس؟ بھلا چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں۔ داروغہ شیخ براتی کو ادھر اُدھر دوڑ کے مہاجن سے قرض دلوانا پڑا۔

یہ حکم لگانا کسی نجومی کے واسطے مشکل ہے کہ شیخ براتی سوکھے گھاٹ اُترے اس عظیم الشان معاملے میں اُنھیں کوئی مالی نفع نہیں ہوا۔ کیونکہ ہوتا مگر مالک پر ان کے نفع کا بار نہیں پڑا۔ جو کچھ ملا وہ مہاجن سے۔ اُنھوں نے از راہ خیر خواہی رئیس الدولہ کو سمجھایا کہ قرض بری چیز ہے اتنی بھاری رقم چار دن میں سود کا دمڑی کے ہاتھی بن جائے گی۔ رئیس الدولہ نے جواب میں رانی ہڑدنگا پور کی لکھی ہوئی دستاویز دکھائی جس میں چار روپیہ سیکڑہ سود رئیس الدولہ کو دینا منظور ہوا تھا۔ شیخ جی نے ایک مرتبہ گردن کھجا کے ارشاد فرمایا۔

"ساڑھے چار ہزار سالانہ کی آمدنی کا گاؤں کوڑی اور چار روپیہ سیکڑہ ماہوار سود؟ اس سے دوگنی قیمت مال کو ہم گاؤں سالے کا نیلام پر چڑھاؤ۔ بے بہوت (بیعت) اچھا مالدار معاملہ ہوا۔ آپ کو دو ہی روپیہ ماہوار سود میں بھی تو فیر ہوئے گی۔ (بس دیگر) جا کر ضرور دیکھنے کا چاہیے"

رئیس الدولہ: "بھائی فریدوں جاہ بہادر نے واللہ بڑا احسان کیا۔ میرا نقصان ہی کیا ہے دونا سود الگ وصول کروں گا اور جو نہ وصول ہوا تو گاؤں آئی گئی پر ہو جائے گا اس کی قیمت اصل اور سود ملا کے بھی میری رقم سے دونی بلکہ چوگنی ہوگی"

شیخ براتی: "مگر جا دا آنکھ سے ضرور دیکھنے کا چاہیے"

رئیس الدولہ: "بھائی صاحب میاں فریدوں نہایت ہوشیار ہیں انھوں نے بھی یہی رائے دی کہ آنکھ موند سودا ہو جانا چاہیے۔ مگر مجھے رانی بیچاری سے شرم آئی۔ وہ اپنے دل میں کیا کہے گی۔ اور اب تو دستاویز بھی ہو گئی روپیہ بھی دے دیا گیا۔ یہ باتیں پہلے سے سوچنے کی تھیں۔ اچھا میں بھائی صاحب کو راضی کر لوں گا ابھی معاملہ تازہ ہے۔"

شیخ براتی کی بدگمانی کا یہ اثر ہوا کہ دو چار دن کے بعد جب رئیس الدولہ نے میاں فریدوں سے گاؤں معائنہ کرنے کی فرمائش ظاہر کی تو وہ فوراً آمادہ ہو گئے "ہاں ہاں بدلو حاضر"

"رانی صاحب کے مختار سے کہو کہ نواب صاحب قریب شام گاؤں دیکھنے کے لیے آئیں گے"

بدلو: "اچھے ... حضور بہت خوب"

موٹر کا انتظام ہوا۔ ہمارے رئیس الدولہ بہادر

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۵۰

بعدالت جناب مرزا جعفر حسین صاحب قزلباش سب ڈویژنل افسر بہادر حسن گنج ضلع اناؤ۔

ہری پرشاد ولد بھجاور قوم اہیر ساکن گوری پرگنہ موہان تحصیل حسن گنج ضلع اناؤ مدعی

بنام بھیما پرشاد وغیرہ

بھیمی پرشاد و بابو لال پسران شیو دیال قوم اہیر ساکن گوری پرگنہ موہان تحصیل حسن گنج ضلع اناؤ۔ مسماۃ رام دولاری بیوہ رامیشر قوم برہمن ساکن ملواٹو پرگنہ ملو... تحصیل حسن گنج ضلع اناؤ۔ کرشن کمار ولد شیو دیال قوم اہیر ساکن شہر کانپور ملازم محکمہ پولیس کانپور مدعا علیہم

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۲-۱۰ مئی ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن کے بمقام حسن گنج اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمے کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔
تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔
بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے بتاریخ ۳۰-۱۰ اپریل ۱۹۳۲ء کو جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۱۰۳

بعدالت جناب ... صاحب بہادر حاکم تحصیل مسافرخانہ ضلع سلطانپور

... بہادر سنگھ تعلقدار ساکن ... پرگنہ جگدیش پور تحصیل مسافرخانہ مدعی

بنام

... ولد دیودت برہمن ساکن و کاشتکار موضع ... پرگنہ جگدیش پور تحصیل مسافرخانہ مدعا علیہ

ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... حسب دفعہ ۱۴۰ ... کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۸-۱ مئی ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن کے بمقام سلطانپور اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔
تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔
بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۴-۱۰ مئی ۱۹۳۲ء کو جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

"ملاں کتاب میں کھلاویں۔ تیلی بیل لڑا دے گئیوں"

اور میاں فریدوں چند حوالی موالی سمیت نئی ریاست کا معائنہ کرنے تشریف لے گئے۔

گاؤں شہر سے تھوڑے فاصلے پر تھا۔ جلدی مسافت ختم ہوگئی۔ سبحان اللہ گاؤں کا ہے کو پورا تعلقہ کہنا چاہیے۔ ایک مسجد، ایک کپتہ سرا، ایک غلّے کی منڈی۔ رعایا آباد، متعدد دانہ دار کنوئیں، تیاری زمین۔

یہ تو معلوم نہیں کہ یہی گاؤں دستاویز میں کفول ہوا یا کوئی اور، مگر اتنا معلوم ہے کہ ہمارے فریدوں نے پانچ چھ میلے کچیلے دعوت چنگی سے رئیس الدولہ بہادر کو دو دو روپیہ نذر دلوا دیے۔ اور یہ کہہ کے دلوا دیے کہ رانی صاحب کی جان مال کے مالک اب یہی نواب صاحب ہیں۔ اسامی نذر دے کے اپنی طرف سدھارے اور نواب صاحب داروغہ براتی سمیت اپنی طرف۔

آج داروغہ صاحب بھی فریدوں کے اعجاز کے قائل ہوگئے۔

"صاحب! پھریدوں بڑا ہشیار آدمی ہے خوب رانی کو پھانسا۔ جیسا یہ گاؤں تو کم سے کم دو ہی لاکھ کا ہے۔ اب اتنا اور کرنے کا چاہیے کہ رجسٹری کا معائنہ کر لیا جائے کہیں اور مکفول تو نہیں۔ (باقی آئندہ)

مراسلہ

م - ح - سیتاپوری

مولانا پنچ کی نوٹ بک

جو دل مطلوب ہے؟ اچھا یہ تمہید طلب کیسی!
ستم منظور ہے؟ بہتر! فریب امتحاں کیوں ہے!

ایک ہمارے عنایت فرما جنھوں نے کبھی اودھ پنچ کی خریداری کا دردسر نہیں خریدا۔ بھی عنایت کیجیے۔ اب فرصت ہے انشاء اللہ قلمی خدمات کا وہ انبار لگاؤں گا کہ اٹھا نا جائیگا۔ آج تک نہ میں نے کچھ خدمت کی نہ مولانا پنچ نے میری خدمت کی۔ عوض، معاوضہ، گلہ نہ دارد۔

یقین مانیے کہ ہم خط دیکھتے ہی سناٹے میں آگئے۔ الٰہی کیا ہونا ہے آیندہ خدمات کی دھمکی تو نہایت سخت ہے۔ جھٹ پرچہ روانہ کر دیا۔ عنوان پر جو شعر لکھا ہے وہ بھی لکھ دیا۔

باستثنائے چند "اودھ پنچ" کے خادم عنقائے مغربی کا حکم رکھتے ہیں مگر جناب! ان کی کثرت پر ٹڈی دل فدا۔ ہر مقام پر موجود۔ ہر جگہ حاضر و ناظر۔ مفت ایسے زبانی جمع خرچ بہت سے دیکھنے میں آتے ہیں۔ لہٰذا التماس ہے کہ اگر کوئی پرچہ پسند آئے تو خرید کیجیے اور "خدمات کی دھمکی" نہ دیجیے۔ اُنیس برس یہ دھمکیاں سہتے سہتے بے حیا ہوگئے۔

ایک مقاجلا ہا اُسے نماز راس نہ آتی تھی۔ مولویوں نے کئی بار یورش کی ایک مرتبہ ملا مرگئیں۔ نماز چھوڑ دی۔ دوسری بار والد ٹھل گئے۔ نماز ترک۔ تیسری نیت میں دو جہائیوں کی بدذات نے باد ھا لگایا۔ نماز الغط۔ چوتھی مرتبہ لاکھ لوگوں نے کہا نماز پڑھو۔ بی جولاہن پیچھے پڑ گئیں "کھیر دار جواب کی تاج پڑھی گئی"

نہ کبھی مضمون ہی لکھا۔ بہت ہی بے تکلفی کے ساتھ رقم طراز ہیں "بھائی ممتاز صاحب! سنا ہے کہ اودھ پنچ کے فلاں نمبر میں فلاں کی غزل پر تنقید ہوئی ہے اُس کے دیکھنے کا اشتیاق ہے وہ نمبر بھی بھیجیے اور دو مہینے (تعطیل کے زمانے) تک برابر پرچہ

"انڈے بچوں والی چیل چلھورے"

خیر اللہ میاں نے تو کچھ نہ فرمایا البتہ مومن بھائی کے ہاتھ ایک عمدہ موثر اور قاطع دھمکی لگ گئی ادھر کسی پر خفا ہوئے اور ادھر انھوں نے کہا: "سادھوں وجوہ بانچوں نماز کو ہیں گھر کا پھیر کا؟ دکیوں وضو کروں۔ نماز پڑھوں گردوں گھر کا تفرقہ!) سب بی بچے اوندھے منہ قدموں پر گر پڑے "پیٹر نمازنہ پڑھنا"

ہم بھی اپنے ان دھمکی باز خیر خواہوں کے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں کہ حضرات! وضع کی پاسداری فرمائیے۔ ہمیں آپ کی نماز ہمدردی و خدمت راس نہیں آتی۔ تیھر کا

اردو افسانہ نگار توجہ فرمائیں

رسالہ "اختر" لاہور کا ادبی انعام

آنریبل چودھری سر شہاب الدین کا عطیہ

آنریبل چودھری سر شہاب الدین بالقابہ پریذیڈنٹ پنجاب لیجسلیٹو کونسل نے از راہ علم دوستی و ادب نوازی ہمیں اس اعلان کی اجازت بخشی ہے کہ رسالہ "اختر" (لاہور) کے لیے بہترین افسانہ لکھنے والے کو چودھری صاحب قبلہ کی طرف سے پچاس روپیہ کا انعام پیش کیا جائے گا۔

جو افسانہ نگار اس مقابلے میں حصہ لینا چاہیں وہ از راہ کرم جون تک اپنے افسانے "منیجر رسالہ اختر دار الادب ہنڈ بل۔ روڈ لاہور" کے نام ارسال فرمائیں۔

(۱) طبع زاد افسانوں کو ترجیح دی جائے گی لیکن مترجم افسانے بھی قابل قبول ہوں گے۔

(۲)۔ افسانے غیر مطبوعہ ہونے چاہئیں۔

(۳)۔ موصول شدہ افسانوں کی اشاعت کا حق (بصورتیکہ ادارہ "اختر" رد نہ کر دے) اختر کے لیے محفوظ رہے گا۔

المشتھر

خواجہ محمد محمود اختر۔ بی۔ اے۔ (آنرز) مالک و منیجر رسالہ "اختر" دار الادب ہنڈ بل روڈ لاہور

یوں ہی کافی سے زیادہ ہے۔

"مدینہ بجنور" سے بے موسم ضمانت

"بات پر واں زبان کٹتی ہے"

لیجیے صاحب بیٹھے بٹھائے حکام ضلع کو جو دور کی سوجھی تو "مدینہ بجنور" سے اس ٹھنڈے پھیکے موسم میں کہ نہ کہیں لڑائی ہے نہ دنگا ہے نہ فساد ہے ایک ہزار کی ضمانت مانگ لی۔ لے بھلا کیسے ضمانت کی قسم کہاں سے آئے۔ زر نسیت عشق شیر لیا۔ اخباری کاغذ کچھ تو "اسکا بنیا سودا کرے" اور کچھ "کملی نہیں چھوڑتی" کی بنا پر لشتم پشتم چل رہے ہیں۔ قرضدار رہتی ہیں مگر منہ سے اُف نہ کریں تو کس برتے پر؟ دنیا ان منفعت کے خیر خواہان دنیا پر کبھی رحم کی نظر نہیں ڈالتی۔ امیر امرا جن کے گن گائے جاتے ہیں وہ یہ کہہ کے ٹال دیتے ہیں "اس نے اپنا فرض ادا کیا۔ ہم تو ہیں سزاوار حمد و ثنا"۔ سارا بار اُن ہمدردوں پر ہے جو مذہب کے نام پر پھریری لے کے تھیلی کا منہ کبھی کبھی کھول دیتے ہیں تو سٹے کی مصیبت پر کہاں تک فیاضی دکھائیں۔

حکم قرار دیے جانے دیوالیہ

(دفعہ ۲۷، ایکٹ ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب مولوی احمد کریم صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۱۴۳ سنہ ۱۹۳۳ء

مقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ بیجی دسکم رائے ولد مہتر اپرشاد کالستھ ساکن سجان نگر متصل پاٹے گنج شہر لکھنؤ۔

دسکم رائے کی درخواست دیوالیہ مورخہ ۲۔ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء کو پڑھنے اور فریقین کے بیانات کو سننے کے بعد یہ حکم دیا جاتا ہے کہ مدیون مذکور دیوالیہ قرار پا گیا اور وہ ۶ ماہ کے اندر اپنی درخواست بریت گزرانے۔

المرقوم ۱۰۔ مئی سنہ ۱۹۳۴ء

بحکم عدالت

بشمبر دیال منصرم

عدالت جج خفیفہ لکھنؤ ۱۴ مئی سنہ ۱۹۳۴ء — مہر عدالت

اب آپ ہی انصاف کیجیے روپیہ آئے تو کہاں سے۔ بہرحال خدا کرے ضمانت کا زخم جلدی بھر آئے۔ اور کیا کہیں۔ مگر ہم پھر یہی کہتے ہیں کہ یہ موسم ضمانت کا تھا نہیں۔ بے موسم بات بھلی نہیں لگتی۔ اللہ میاں نے جب کبھی موسم کے خلاف کچھ تغیرات کیے تو وہ تاریخ میں لکھ لیے گئے۔

حکومت کو چاہیے کہ وہ اپنے حکم پر دوبارہ غور کرے۔ اور اخباری کاغذ کو بھی لازم ہے تو وہ اس بیکار کی چیخ پکار سے باز رہیں جو ممالک اسلامیہ کے متعلق مچائی جاتی ہے۔ یا رو کبھی اثر بھی ہوا؟ نہیں۔ تو پھر "کس پہ کردں سنگار پیا مورے آندھرے"

نجد و یمن کی آویزش پر جو مضامین لکھے گئے ہیں اُن سے بھی بددلی پھیل رہی ہے۔ ایک کو سائی ایک کو بدحالی۔ پیٹتے ہیں امام مین بغلیں بجاتے ہیں میاں ہند جدید۔

بعدالت صاحب بہادر مہتمم نیلام ضلع اعظم گڈھ

مقدمہ اجرائے ڈگری نیلام ۳۳۲

رام روپ ساہو

بنام

رام پرجلت سنگھ

اطلاعنامہ

بنام رام پرجلت سنگھ پسر تہور اسنگھ ساکن بن بیر پور پرگنہ نظام آباد ضلع اعظم گڈھ

چونکہ منصفی شہر نے واسطے نیلام حقوق مرافق تم رام پرجلت سنگھ مدیون ڈگری واقع موضع رامان پور پرگنہ نظام آباد کے ہدایت کی ہے لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے تاریخ ۲۔ ماہ جون سنہ ۱۹۳۴ء واسطے سماعت اُن عذرات کے جو تم کو نسبت طریقہ اجرائے ڈگری کے کرنا منظور ہو مقرر ہوئی ہے۔ اگر تم تاریخ مذکورہ بالا کو حاضر نہ ہوگے تو معاملہ تمہاری غیر حاضری میں طے ہو جائے گا اور بعد ازاں اس معاملے کی نسبت تمہارا کوئی عذر سماعت نہ کیا جائے گا۔

آج تاریخ ۱۲۔ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۴ء کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم بخط انگریزی

اور بار لوگ مصائب کا قلع قمع کر دیں گے۔ چنانچہ
شمالی محکمہ صنعت و حرفت نے ہماری آواز سن لی ہے
اور ذیل کا منشور جو خط شکستہ میں لکھا ہوا ہے پہنچ گیا ہے
محکمہ صنعت و حرفت

جی۔ او۔ یکم اپریل ۱۹۲۴ء

جی۔ او۔ متذکرہ بالا اور بھی درخواستوں پر شائع
ہوا۔ انجمن۔ سوسائٹی۔ سبھا۔ کلب۔ جتھا۔ ایجنسی۔ کمپنی
کمیٹی۔ سوسائٹی۔ جو کہ افلاس اور لوٹ مال میں پریشان
و سرگردان ہے اس کو اطلاع دی جاتی ہے کہ پنجاب
اُس کی مالی ہمتی، رجحان خیر خواہی خلق اللہ حسن تحریر
عمق خیال۔ اپچ و جدت۔ سلسلہ آفرینی کو قدر کی
نگاہ سے دیکھتے اور لارڈ ونچلسی سے سفارش کرتے
ہیں کہ کل مصارف کے جتنے بلّے اُن کو یاد ہوں
اُن کی فہرست اگر تیار کر لیں تو متذکرہ بالا ملیم النفوت
مسل اِنشی ٹیوشنوں کو بھول نہ جائیں۔ چونکہ لاٹ صاحب
موصوف کو شوبہ ممبران ہند یعنی ممبران کانفرنس
جنے اکثر مسلمان بے وفا سے شکایت پیدا ہو گئی
ہے اور اُنھوں نے ابھی اسباب شورہ پدگی کی
کتاب پر کافی غور نہیں کیا ہے۔ لہٰذا بہت ممکن
ہے کہ ان انجمنوں سے اُن کی معلومات میں اضافہ
کافی ہو جائے اور رجحان فسادیوں کے فسادات
نگاہوں میں کھپ گئے ہیں وہاں وجوہ فسادات
پر بھی موثق اطلاع ہو سکے۔ آخر میں انجمنان
انجمنوں کو مبارکباد دیتے ہیں اور امید کہ گنجینۂ
مزرعہ دل میں ہوتے ہیں کہ کافی امداد سے دریغ
نہ کیا جائے گا۔ خصوصاً افلاس جٹ ایجنسی کو
اطلاع دی جاتی ہے کہ کارکنان قحط و گرانی اپنے
منصوبے میں ناکام رہے تو جس قدر جلد ممکن
ہوگا اُس سے مدد لی جائے گی۔ کارکنان محکمہ ہیں
و قحط و گرانی کی دیر طلبی یا بد دلت پر بہت شاق ہو
خود شکریہ منجانب منتظمین انجمنہائے متذکرۂ بالا
عالی جاہ گا۔ اس

اگر ہر موے تن گردد زبانے
ز تو رانم بہر یک داستانے
فقد دانی عالم بالا معلوم شد۔ شکریہ قبول

فرائم۔
دستخط دستخط دستخط
المرا

خیالی پلاؤ

دی پلیڈرس تھیٹریکل کلب آف گونڈا

بھئی واہ: ہمارے ایک نامہ نگار صاحب
گونڈے سے رقمطراز ہیں کہ یہاں کے بعض کیلوں
نے دو تین سال سے قانونی دلچسپیوں میں موسیقی
کی چاٹ شامل کرنے کی دُھن سادھی ہے۔
تان کو اپریشن کی حمال نے عدالتی اُجابت ختم
کر دی تھی بس ہاں

آکو پڑ دس تھیٹر ناچیں بیٹھے سے بیگار بھلی
کا مشغلہ پیدا کرنا ضروری تھا۔ انگریزی تہذیب
ناچ گانے کو تہذیب و اخلاق کے سر کا تاج سمجھتی
ہے لہٰذا یہ اخلاقی کھیل اگرچہ بھانڈ بھگتیوں ڈوم
ڈھاڑیوں کے لیے مخصوص ہو گیا ہے پھر بھی
بحضورِ مضائقہ ندارد!

۱۳۔ جنوری کو بڑی دھوم سے "شاہجہاں"
نامے ڈراما کھیلا گیا۔ زنانہ مردانہ مجمع خاصا تھا
جس وکلا کی مستورات بھی تماشائیوں میں شامل
ہوئی تھیں اور اُنھوں نے اپنے عزیزوں کا
بن کوڑی پیسے ناچ دیکھا۔ یقینی تو ہے کہ اُن کا
حظ دوبالا ہو گیا ہوگا۔ اورنگ زیب کا
پارٹ جن قانونی ایکٹر صاحب نے کیا تھا اُنھوں
نے از راہ تاریخ دانی ایک بوتل بھی ہاتھ میں
لے لی تھی۔ معلوم نہیں کیوں؟ اورنگ زیب
ایک کٹر مسلمان تھا۔ شراب و کباب سے اُسے
کیا واسطہ ہاں شاید "شیشۂ شکستن" کی یادگار
کے طور پر یہ بوتل جیبیں کا جز و سمجھی گئی ہو۔ یا
مسلمانوں سے اتحاد کا یہ پیالہ نہ ہو۔ ورنہ کہاں
اورنگ زیب اور کہاں بوتل۔ اورنگ زیب
کے حال میں لکھا ہے کہ اس نے ایک معتمد خاص
عورت کے پاس اپنی کتابت قرآن کی اُجرت
اس غرض سے رکھوا دی تھی کہ تجہیز و تکفین اُس

حلال کمائی سے کی جائے۔ مگر امامیہ فرقے کے نزدیک
کتابت قرآن کی اجرت حرام ہے لہٰذا وصیت کر گیا
کہ اس رقم کو خیرات کر دو۔ اسلام کا ایک فرقہ اس کی
حلت میں شبہ رکھتا ہے۔

بہر نوع اگر یہ خبر صحیح ہے اور ہمارے رنگیلے
قانونیوں کو یہ مشغلہ پسند آیا ہے تو ہم جی کہتے ہیں کہ
ناچو یارو ناچو۔ مگر ناچ کو دیں دوسرے لوگ
دل نہ ٹھکراؤ۔ اندر سبھا والی سبز پری نے کہا تھا
گھنگرو کے اور ناچ کے راجا کو رجھایا میں نے
ممکن ہے کہ اس نفاق انگیز ناچ کا مقصود بھی راجہ
کو رجھانا ہو۔ دل کا حال صاحب دل جانے۔

اقسام اُردو

ہمارے ایک سلطانپوری مضمون نگار صاحب
اُردو کی قسمیں یوں گناتے ہیں۔ اول۔ اُردوئے
معلیٰ و معلّا۔ یہ نجی کی زبان ہے۔ باقی اقسام یوں
شمار کیجیے۔

۲۔ فرہنگی اُردو یعنی مولویوں کی اُردو۔ بلفظ نیت
سے بھری ہوئی نمونہ ملاحظہ ہو۔
"بعد تسلیم و تکریم و تبجیل و تفخیم و تمجید و تعظیم۔ عمدۂ
مطالب و زبدۂ مآرب ہے۔ واضح رائے معینا
ضیا سے ہو کہ حقیر سراپا تقصیر تا اکنون بفضل قدیر
متعال لما یشا، فعال صحیح از استقام و علل ہے۔"

۳۔ خود رنگی اُردو یعنی بعض اڈیٹر صاحبان کی
گلکاری۔ تابندگی (بمعنی وکالت)۔ شذرات (دیکھیے
مزاح) یعنی خیر یلی پاش لب سڑک۔ اسی طرح
سیکڑوں غلط سلط الفاظ اور انگریزی کی آمیزش
سے یہ زبان مرکب ہے۔"

۴۔ ہڑ دنگی اُردو۔ بغیر از تحقیق محاورات و زبان
محض پنچ کی چال چلنے سے اس اُردو کا رواج
وابستہ ہے کوئی گلابی اُردو لکھتا ہے۔ کوئی پیازی
دھانی۔ کاہی۔ شفتالوی۔ کاکریزی۔ اودا۔
زرد۔ زنگاری۔ ماہی رنگ۔ اگری۔ چمپئی۔ نیلا۔
ملاگیری۔ فاختئی۔ بسنتی۔ گیندئی۔ گلنار۔ گل
رنگ صرف انبوا رنگتا ہے یعنی کچھ پڑنے دو اسے

ملایان کتب کے لفظی ترجمے کا خاکا اور کچھ حاجی بغلول کا تصدق "یعنی کیا نام کہ" کی بوچھار چلیے ظرافت ختم۔ عبارت کی رنگینی شروع۔

۵۔ فرنگی اردو۔ اس کا حدوث اپنی زبان سے نا آشنا اطفال مدارس کے چلنوں ہوا اور پھر روزمرہ میں داخل ہو گیا۔ اسی ذیل میں صاحب لوگوں کی اردو اور خانساماؤں باورچیوں کے بنائے ہوئے ہندوستانی صاحب لوگوں کی اردو بھی شامل ہے۔

۶۔ لفنگی اردو۔ یعنے بازاری جہلا اوباش کی زبان۔ کل لبا ٹونسا۔ مغز انچہ اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ سے مرکب شاعر کہتا ہے ؎

دون کی ہم سے لیا کرتے تھے نواب نکی ہو
سو بھی کارت ہوئے کہا لک کی عنایت جیجر
واہ بے اسرا الہی تری ہم نے سراعیت دیکھی
اسی کھردی کو کو کہتا تھا پری جانب جیسے ہے

۷۔ بے ڈھنگی اردو۔ ریل بابو تار بابو اور قلیوں کی زبان "گاڑی چھوٹ گیا"

۸۔ بھنگی اردو۔ رنگیلے سیار فقیروں کی زبان۔ بھنگ کا پیالہ چڑھایا اور فرمانے لگے "کچھ کہتے ہیں۔ کچھ کہدیں گے مائی۔ منڈی باپ پن تو کیسا فقیروں کا پھیرا ہے۔ الا ہو۔ الا ہو۔ برگھٹ میں گھٹ لگ رہی ہے۔ مولا سے لگن لگا ہے"

۹۔ ننگی اردو۔ حال کے خالی از مغز ناول نویسوں کی اردو۔ حور وش۔ پری چہرہ نازنیں "کے نخرے اور آشناؤں کی تقریر کی تصویر۔ یہ زبان کوئی بولتا نہیں۔ نہ عورت نہ مرد۔ اس میں انگریزی طرز گفتگو کی نقل اتاری گئی ہے "میں خیال کرتا ہوں کہ میں آسکتا ہوں۔ اگر آپ اپنے رخسار تابناک اور اپنی دل ہلا دینے والی اور خوشنمائی سے حرکت کرنے والی زلفوں کو مڑوڑیں گی۔ تو یقین ہے کہ آپ کے عاشق کا پائجامہ قابل شست وشو ہو جائے"

الظرافت للناصح

سائل "اب تو ..... نامعقول نے ناک میں دم کر دیا ہے بہت پریشان کرتا ہے۔ اس بھیا کو نہ خدا کا خوف ہے نہ حکومت کا۔ لاکھ لاکھ طرح دبتا ہوں مگر اس کے بھاؤ ہی نہیں۔

ظریف "تم ہو بے وقوف۔ اگر اس پر غالب آنا چاہتے ہو تو اس سے زیادہ پاجی بن جاؤ۔ پھر وہ منہ نہ چڑھے گا"

سائل "مگر یہ خیال مہاتما گاندھی کی نصیحت کے خلاف ہے"

ظریف "مگر حکومت کے رویے کے خلاف نہیں"

سائل۔ رونا اچھا ہے یا ہنسنا"

ظریف "حضرت یحیٰی روتے تھے۔ حضرت عیسیٰ ہنستے تھے۔ دونوں نبی اور خدا کے محبوب بندے تھے۔ مگر تمہیں حضرت عیسیٰ کی تقلید لازم ہے"

سائل "کیوں؟"

ظریف "ارے بیوقوف دیکھتا نہیں کہ عیسائیوں کا زمانہ ہے اور صناع زمانہ پہ ہنسنا ہی بہتر ہے"

سائل "بھلا اہل دنیا کی دشمنی سے بھی چھٹکارا ممکن ہے؟"

ظریف "بے شک!"

سائل "کیونکر؟"

ظریف "نہ برا بن نہ اچھا۔ بروں کے دشمن اچھے ہیں۔ اچھوں کے عدو برے۔ اچھائی کو بھی پوشیدہ رکھ برائی کو بھی"

ایک "سب سے بڑھ کے کٹھن مصیبت انسان کے واسطے یہ ہے کہ جس بات کی وہ خواہش نہ رکھتا ہو وہ پیش آئے"

دوسرا۔ یوں کہو کہ ایسی بات سے سابقہ پڑے جس کا تصور بھی کبھی نہ کیا ہو"

ظریف "اوں ہوں۔ اگر کوئی شخص چند چیزوں کی آرزو رکھتا ہو اور ان میں سے کوئی ہاتھ نہ لگے تو سمجھ لو کہ "مصیبت آگئی"۔ ناکامی سے بڑھ کے کوئی مصیبت نہیں۔ اور نہ ہو تو اطلاع اور گردن سے پوچھ لو۔

سائل "کیوں جناب ناصح احمد علی شاہ معزول ایران اچھا ہے یا قسطنطین شاہ معزول یونان یا وحید الدین سلطان معزول قسطنطنیہ یا ...

ظریف "(بزبان واعظ حکیم) کسے کہ از ایشان بندۂ شہوات و مالک خشم وسفاک و بے رحم تر است ہمان بہتر است"

سائل "محتاج کو دینا بہتر ہے یا پیٹ بھرے کو"

ظریف "پیٹ بھرے"

سائل "کیا خوب! یہ تو بڑی الٹوانسی ہے"

ظریف "پھر وہی حماقت۔ ارے یار تو نے شاید تخفیف مصارف حکومت کا چلن نہیں دیکھا۔ بڑے بڑے عہدہ داروں کی تنخواہیں بڑھ رہی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے عہدہ دار و ملازم بابر طرف یا دس کی جگہ دو اور ترقی کے نام تین کا نے"

مختصر نوٹ

بقول نعمت خان عالی ہماری حکومت ؎

ہر کہ زغنچہ دم زند لب بکشا کہ ہم چنیں
ہر کہ ز گل کند سخن رخ بنما کہ ہم چنیں

کبھی تو بوسے کی ہنستی کلی دکھا کے رجھاتی ہے۔ اور کبھی گورے گورے پھول سے گال آگے بڑھاتی ہے عشاق کے دل سے اس انکسار کے عوض گستاخی کیونکر سرزد ہو سکتی ہے چنانچہ سر لکم ہیلی نے جب نسلی امتیاز کا بل پیش کیا تو فرمایا "برطانوی حکومت کا ہرگز یہ ارادہ نہیں ہے کہ ہندوستان کے مفاد پر نوآبادیوں کے فوائد کو ترجیح دے لہذا اے عاشقان صادق تعصب کی عینک اتار دو۔ پرانی باتوں کو بھول جاؤ اور جی کڑا کرکے اس بل کو پاس ہو جانے دو جس طرح لڑکیاں آنکھیں بند کرکے اپنے کلمس لڑکیوں سے کام لیتی ہیں

ٹلی ہوئی آفت آنکھوں سے دیکھ لی۔

خدا کرے ایسے ہی دوچار مقدمے کھڑے ہوتے رہیں اور بی نور اللغات خانم کے افادات لوگوں کو قید خانے کی ہوا کھلاتے رہیں۔ اب تو کاغذ پر آجانے سے غلط بھی صحیح ہوگیا اور رواج بھی پاگیا بقول مسماۃ چھبیدن سائن کاکوری:-

ہوئے گو ابیاہ ہو اگر جیسا ؟

اڈیٹر صاحب اودھ پنچ ہمیشہ زندہ رہینگے نہیں ہو تمام ایسے مقدموں میں گواہی دیتے پھر ینگے۔ یہ بھی فضول نہیں کہ اُن کی گواہی حاکموں کے نزدیک باوجود ثقہ ہونے کے ایک چھپی ہوئی کتاب کے مقابلے میں مستند اور قابل تسلیم قرار پائے۔

مجوزہ حاکم کو اختیار حاصل ہے کردہ تجویز کی عبارت میں لکھ دے یہ ۔بی نے اپنے دعوے کے ثبوت میں نور اللغات ایک مشہور لغت کی کتاب جسے حکومت اودھ نے تیار کرایا ہے جو ہر صوبے کے سرکاری کتب خانوں میں مقبول اور مروج ہے۔ حکومت نظام دکن کے صیغۂ تعلیم نے بھی جس کی خریداری منظور کی ہے پیش کی۔ لہٰذا دعوے ثابت ہے۔

بے شک بڑے حضرت کے معنی دشتی۔ حرامزادے۔ پاجی۔ شریر۔ چور۔ بدمعاش۔ اٹھائی گیرے کے ہیں تو ول چلا جاؤ ڈبل چال جیل کھانے ۔

(باقی آئندہ)

راف ———

ادبار اللغات

منطق آپا را سکیم بنام گاندھی

(نمبر ۳)

اے مبارک ہو! مبارک ہو! بھیا گاندھی تم نے ایک پارٹی جمع کرلی ممکن ہے کہ یہ سوراج بجانے بھڑانے میں کامیاب ہوں مگر ایک بات سن رکھو جو نفاق خود تمہاری ہر دم خیالی آبادی نے اور جلد بازی نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں پیدا کیا ہے وہ اس پارٹی کے راستے میں بھی ضرور حائل [illegible] ہیں دوچار مسلمانوں کی شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔ تمام مسلمانوں کے خیالات ان کی طرف سے اچھے نہیں۔ لہٰذا بہت مشکل ہے کہ مسلمان ان کی بات مانیں اور شاید اسی اندیشے میں ڈاکٹر انصاری بیچارے بیمار ہوگئے۔ ولایت جانے کی سدھیاں بھر رہے۔ بیماری کا اصلی سبب تو یہ اندیشہ ہے بھلا ولایت جانے سے یہ بیماری کیا جائے گی مگر ہاں اتنا ہوگا کہ آنکھ اوٹ پہاڑ اوٹ ۔

بعد از سرِ من گر نیکون شد شد یا نشد

تھوڑے زمانے سے میں دیکھ رہی ہوں کہ ہندوستان کا جو لیڈر بیمار رہتا ہے ولایت گئے اچھا نہیں ہوتا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ قومی بیماری خدا کرے ولایت کے ڈاکٹروں کے ہاتھوں اچھی ہو جائے۔ مگر ان کی جگہ صدارت کی کرسی پر جو صاحب جلوہ گر ہوں گے اُن کا اسم گرامی ہے پنڈت مدن موہن مالوی۔ میں پوچھتی ہوں کیا مسلمانوں کو ان کا اعتبار رہے؟ کیا لوگ ان کا کہنا مانتے ہیں؟ -

گنے بچے دو تین مسلمان جو رہ گئے اُن میں سے کسی نے نئی شادی کی ہے کوئی زیادہ موٹا ہوگیا ہے۔ کوئی بڈھا ہوگیا ہے۔ غرض جو ہے وہ "مولی اپنے پتوں بھاری" یہ بھی ظاہر ہے کہ سوراجی خیال کے "ہوئے" مسلمان افراد بہت کم ہیں۔ لہٰذا بہت مشکل ہے کہ کونسلوں میں سوراجسٹ مسلمان ممبر گھسنے پائیں۔

اب تم خود ہی غور کرو کہ تم نے یہ جو غیر منطقی مجمع ایک پارٹی کی صورت میں بنایا ہے یہ صرف ہندوؤں کا مجمع سمجھا جائے گا یا مسلمانوں پر بھی اس کا کوئی اثر پڑے گا؟ -

تو بہ کرو گاندھی جی۔ یہ بیل پروان چڑھتے معلوم نہیں ہوتا۔ فسادی مسلمان لیڈر وہ جن کی لیڈری کی پلیٹ پر آپس کے نفاق نے پالش کی ہے ضرور کونسلوں میں دندنائیں گے اور کانگریس والوں کی تجویزوں میں اسی طرح رخنہ ڈالیں گے جس طرح اب سے پہلے ڈال چکے یہ خیال کہ تمہارے سوراجسٹ کونسلوں پر قبضہ کرلینے کے بعد سفید کاغذ (قرطاس ابیض) کے ہوائی جہاز کی دم پکڑ کے اُسے روک لینگے۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

لکھ رکھو کہ اس سادہ کاغذ پر جو ہی نقش بنے ہوئے ہیں پورا اثر دکھلائیں گے اس کی ہر ایک اینڈی بینڈی تجویز کو سر آنکھوں پر لوگ بٹھائینگے۔ سوراجی ممبروں میں ابھی دورنگی زور باندھے گی۔ اس لیے کہ قیاس کا صغریٰ کبریٰ غلط ہے۔

تم جسے پارلیمنٹری کمیٹی کہتے ہو کاش اُس کے آپس میں مل جلے رہنے کی توقع ہوتی۔ لے یہ تو بہت مشکل ہے۔ (باقی آئندہ)

راقمہ۔ منطق آپا بیگم۔

(اودھ پنچ:- غلط ہی لیا ہے دوسرے مضامین کا بھی کم پر اتنا ہی حق ہے جتنا کہ بیگم صاحب کے مضمون کا۔ لہٰذا آئندہ بعد کوشش جگہ نکالی جائے گی۔ ۱۲۰ پنچ)

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۲۴۴ سنہ ۱۹۳۴ء ابتدائی خفیفہ

بعدالت جناب سید ابو القاسم صاحب جج بدیع سفینت گونڈہ مقام گونڈہ

پنڈت دوشی کشن مدعی

بنام

لال رودرناتھ سنگھ وغیرہ مدعا علیہم

نام (۱) لال رودرناتھ سنگھ (۲) لال کیدار تلقیر سنگھ پسران لال ترلوکی ناتھ سنگھ ساکن موضع دیگنواں پرگنہ اہلود یا تحصیل سہراوا ضلع بستی ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۶ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۴ء بوقت ... بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے۔ حاضر ہو اور جوابدہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے حضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز اُن کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۸ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تنبیہ:- تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری تاریخ ۱۶-۱-۰ مالی سنہ ۱۹۳۴ء تک گونڈہ داخل کرو۔ دستخط حاکم بخط انگریزی (مہر عدالت)

میاں فریدوں

(نمبر ۱۱)

چلچلاتی دوپہر ہے گرکے پلٹ پڑنے والی آفتابی شعاعوں کی زد سے بوکھلا کے چیلیں انڈا چھوڑ فضا میں حنڈلا رہی ہیں۔ ہمارے میاں فریدوں صنم خانے کو خس خانہ بنائے ہوئے لیٹے ہیں۔ حالی موالی بکس سلاری تقو باداسد (عباداللہ) بھی پاس ہی دراز ہیں۔ ایک اخباری کاغذ ہاتھ میں ہے۔ خود پڑھتے ہیں احباب الباب سنتے اور قہقہے لگاتے ہیں۔

ایک: ابے واہ سیٹھ فریدوں واللہ تیرا بھی بایاں پاؤں چومنا چہیے (چاہیے)۔

دوسرا: ابے اماں یہ ابے تبے کی عادت چھوڑ دو۔ رئیس الدولہ کی صحبت میں بھی زبان سے یہ کھرافات (خرافات) منھ سے نکل جاتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں۔ اچھو (جو) انھیں مالم (معلوم) ہو گیا کہ ملی بھگت ہے تو ہمارا معاملہ دھاں (وہاں) ڈھار (ہو) جائے گا۔

تیسرا: اجی ہاں۔ وہی مثل علت دھوئے دھائے جائے عادت کبھی نہ جائیے۔

کہنے والے نے پوچھا یہ لے پھر اس بات کو کیا کریں تم بھائی تو میر فریدوں تو ہمارے یار غار ٹھہرے۔ وخت (وقت) پر ہم میاں اُن کا کھون (خون) گرے وہاں پسینا گرانے کو بیجود (موجود) ہیں۔ اس وخت (وقت) میاں تکلیف (تکلف) والا کون ہے جس کے سامنے کچھ دستگار رنبیں۔

میاں فریدوں نے فرمایا۔ ابے بھائی اُنھوں نے کہا کہ عادت ادب سے بات کرنے کی ڈالو۔ عادت پڑی رہے گی تو وقت بے وقت "ابے حضور" زبان سے نہ نکلے گا اور یوں تو بھائی تم ہی لوگوں کے کارن ہم اپنی ٹنگڑی پھنسائے ہیں۔ ورنہ اکیلے دم کو روٹی کی کمی نہیں۔ اچھا لے مضمون سنو۔ دیکھو تو میاں چرکٹ نے کیا خوب مضمون لکھا ہے۔ دیکھنا ہے رئیس الدولہ میرے پاس نہ دوڑے آئیں تب کی سند۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک لونڈے نے رئیس الدولہ کے ورود مسعود کی خبر سنائی میاں بکس نے ڈھیکلی کھائی اٹھ کے جلدی سے کرتا پہنا بھائی سلاری حقا لے کے بھاگے۔ شیخ باؤلا نے جلدی جلدی گنجی چندیا پر پگڑی لپیٹ کے دکھائی کا بینٹو مرتب کیا۔ حضرت فریدوں نے قمیص گلے میں ڈالی لنگی پر کُھٹنا پہنا۔ مؤدب ہو کے بیٹھے۔ اور ہمارے نواب رئیس الدولہ بہادر خاطر منقبض کا نقشہ اپنے لٹکے ہوئے ہونٹوں مرجھائے ہوئے بشرے سے دکھاتے ہوئے "آداب عرض ہے تسلیمات عرض ہے۔ ارے ٹٹی بھڑاک۔ اتوہ ایسی سخت گرمی میں آپ نے کہاں تکلیف کی مجھی کو بلا لیا ہوتا۔ واللہ چہرہ تو دیکھیے ہوائیاں اُڑ رہی ہیں سے جلدی۔ یہ اچکن اُتار لیجے۔ ابے کمبخت سلار و کہاں مرگیا۔ ہائیں مردود صورت دیکھ رہا ہے جلدی فالسے کا افشورہ تیار کر"

ظاہر ہے کہ میاں سلاری کے پوزیشن میں جو تغیر ہوا اور یوں حکومت چھن گئی تو ناگواری ضرور پیدا ہونی چاہیے۔ میاں سلاری زیر لب فرمانے لگے "اچھا ..... بھن..... نے کلام مکرر کیا ہے ...... رہ جا سالے۔ اکیلے میں وہ کراری ٹیپ جماؤں گا....."

بہت کھوب (خوب) ابھی حاجر (حاضر) کرتا ہوں۔ جب ہر بن مو کی آبشار تھمی ٹھنڈی ہوا نے تیور درست کیے تو رئیس الدولہ بہادر نے کاغذ اخبار جیب سے نکالا اور فرمایا "یہ شگوفہ بھی ملاحظہ ہو"

فریدوں: کیا ہے

رئیس: دیکھیے۔

میاں فریدوں ایسے نھنے بھولے بن گئے گویا اُن کے فرشتوں کو بھی اس مضمون کی خبر تھی۔

رئیس: بھائی صاحب کسی قدر آداب سے پڑھیے

فریدوں: بہت خوب سنیے۔ مضمون کا عنوان "تنے بگڑے"

کیا دنیا ہے خصوصاً دولتمندوں کی دنیا۔ ابھی ابھی عالی جناب نواب ..... مرحوم و مغفور کا کفن بھی میلا نہ ہوا ہوگا کہ اُن کے خلف الصدق اور جانشین صحیح نے پیٹ سے پاؤں نکالے باپ کی کمائی ہوئی دولت بلکہ بزرگوں کے وقت کی کھرچن تماشبینی میں اُڑانے لگے۔ سنا گیا ہے کہ کہیں کسی رانی پر عاشق ہوئے ہیں اور اُسی لو تنگ و تاریک میں خزانے اُٹھا رہے ہیں۔ یہ سودا اس وجہ سے بھی گراں تر ہے کہ رانی صاحبہ دام عشق تھا کہ گاہک چند رئیس زادے اور بھی ہیں۔ اگر بھڑ بازی ہوئی یا جوبن نیلام پر چڑھا تو مقابلہ آسان نہ ہوگا۔ ایک دن وہ اُسی کے نام پر ہوگا جو دام زیادہ لگائے۔ بہرکیف ڈپٹی کمشنر بہادر کو بحیثیت حاکم ضلع ہونے کے

سمن واسطے قرارداد تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۱۳۰

بعدالت جناب مولوی محمد عبد الرحمن صاحب بہادر حاکم تحصیل صاحب بہادر مسافر خانہ ضلع سلطانپور

ملّے بہادر بالگوبن ناتھو وغیرہ ٹھاں علاقہ تلوئی ضلع رائے بریلی

بنام

جگناتھ لودھ

جگناتھ ولد سیتل لودھ ساکن موضع صورت گڑھ پرگنہ گوراباسون ضلع سلطانپور

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... دفعہ ... لگان اودھ کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۱ ماہ جون سنہ ۱۹۳۴ء بوقت ... بجے دن ... سلطانپور اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمے کے حالات سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اُسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے سماعت ہو کر فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۱ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۴ء جاری کیا گیا

دستخط حاکم مجد انگریزی

مہر عدالت

تسخیر

سب۔ "ہارمن بنسری بجائے گیو رسے۔ ہارمن بنسریا"

ایک۔ "ہم ہر ہم۔ بند کرو۔ ان کی"

معتدل۔ "ابھی۔ بند کرو۔ ہٹا۔ قریب تو آنیا دو"

بسرپرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ

جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء | ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ | تار کا پتہ "حنا" لکھنؤ

حصول ایجنسی حسب قواعد جدید کارخانہ

علی محمد … حنا بلڈنگ

باقاعدہ تجارت کو فروغ دینے کیلیے نفع بخش کامیابی کا بہترین موقع ہے

قنوج — حیدرآباد دکن — دہلی — منصوری

فوراً ریاست اپنے اہتمام میں لینی چاہیے۔ ورنہ یہ قدیم گھرانا مٹ کے رہے گا۔ ہمارے مخبروں نے وحشت ناک خبریں سُنائی ہیں جنھیں ہم پھر کبھی ناظرین کی خدمت میں پیش کریں گے بالفعل اجمال سے کام لیتے ہیں کہ شاید اتنی ہی نصیحت سنے بگڑے نواب کو راہ راست دکھلائے اور زیادہ انکشافات کی ضرورت ہی نہ پڑے۔"

رئیس: "سُنا آپ نے؟"

فریدوں: "جی ہاں خدا معلوم کون مفسد ہے میرے تمام آدمی نہایت دیانت دار قابل اطمینان ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی سرکار میں کوئی مخفی خیرخواہ کے بھیس میں ہے۔"

رئیس: "میرے یہاں تو کوئی ایسا شخص نہیں۔ والد مرحوم کے وقت کے ملازم ہیں جنھوں نے مجھے گودیوں میں کھلایا ہے۔ اور اُن سے کبھی کوئی فعل خلاف سرزد نہیں ہوا۔"

فریدوں: "جی ہاں! سب خیرخواہ ہیں سب کو دیکھا ہے بہت خوب میں پتا لگاؤں گا۔"

رئیس: "خیر وہ تو آپ کو اختیار ہے اب چند باتیں ہیں جن پر غور کرنا چاہیے"

فریدوں: "بھائی صاحب آپ نے تو تنے ہی میں جی چھوڑ دیے۔ جھوٹا ہے مردود جو یہ کہتا ہے کہ آپ تماشبین ہیں روپیہ صرف کرتے ہیں۔ اُسنے اور حلف اُٹھا کے کہیے تو سہی کہ آپ نے کس رنڈی کو روپیہ دیا۔ آپ نے تو گاؤں رہن کئے ہیں یہ مہاجنی اور تماشبینی ایک ہی چیز ہے؟ اس اخبار والے مردود پر میں مقدمے چلواؤں گا جو دو برس کو نہ بھجوا دوں تو فریدوں نہ کہیے گا۔ بڑا اخبار نویس بنا ہے۔"

رئیس: "ابھی جانے بھی دیجیے۔ اگر کچھ دینے دلانے سے تصفیہ ہو سکے تو کیوں بات کا جھگڑا بنائیے۔ مقدمہ چلانے میں یہی تو اندیشہ ہے کہ دادی صاحبہ کا اور میرا بیان لیا جائیگا۔ اُدھر سے جھوٹے سچے گواہ پیش ہوں گے۔ کوئی میری سی کہے گا کوئی اُس کی سی۔ میں کچہری دربار سے بہت ڈرتا ہوں۔ جان کا صدقہ مال ہے۔ کیا آپ جیر کٹ صاحب کو جانتے ہیں؟"

فریدوں: "جی خوب جانتا ہوں۔ ایک ہی لفنگے ہیں۔ نہ پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل۔"

رئیس: "نام تو بہرحال ہے کیوں میرے پیچھے پڑے ہیں میں نے اُن کا کیا بگاڑا۔ صاحب! کوئی کچھ کرتا ہے۔ آپ کون ہیں۔ آپ کے گھر میں ایسی حرکت کرنے کوئی جائے تو شوق سے کہیے۔"

فریدوں: "دیکھیے بھائی صاحب بھیڑیے کے منھ کو خون لگانا اچھا نہیں۔ یہ تو ضرور ہوگا کہ عدالت میں مقدمہ جانے سے طوالت ہوگی۔ مگر دودھ کا دودھ پانی کا پانی بھی ضرور الگ ہو جائیگا۔ پھر کسی مسخرے کو منھ آنے کی جرأت نہ ہوگی۔"

رئیس: "پھر بھی کچھ دے دلا کے معاملہ رفع دفع کر دیجیے۔ اگر منھ کو لہو لگ جانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ اُنھوں نے پھر چھیڑ چھاڑ کی تو مقدمہ کے لیے کوئی نقصان کی بات نہ ہوگی بلکہ زیادہ مسالا جمع ہو جائیگا۔ لالچ ضرور قلم سے کچھ نہ کچھ ایسے الفاظ نکلوائے گا جو استغاثے میں کام آئیں۔"

فریدوں: "ہاں۔ یہ تو بے شک بڑی دور کی بات آپ نے سوچی۔ سبحان اللہ خدا آپ کی عمر میں برکت دے۔ یہ سن و سال اور یہ حُسن تدبیر اسی کو کہتے ہیں

بہ پیر و جوان و بہ اندیشہ پیر

واللہ میں تو قائل ہو گیا۔ مگر بھائی صاحب! مسٹر جیرکٹ کے منھ پڑے ہیں۔ میں بظاہر اُن کے پُرانے ملاقاتیوں میں ہوں بڑی رعایت کریں گے تو پانچ سو پر راضی ہو جائیں گے۔

رئیس: "بس! (بس)"

فریدوں: "تو آپ سمجھتے ہیں کہ میں اس مردود کو ہزار دو ہزار روپیہ دیدوں گا۔ اُسکی ایسی تیسی خفیہ پولیس کو اس کے پیچھے لگا دوں گا۔ مردود کو پیچھا چھڑانا دشوار ہو جائے گا۔"

رئیس: "آپ جانیے میرے نزدیک تو سودا اُمیت بہتا ہے۔ اچھا تو یہ پانچ سو کے نوٹ حاضر ہیں۔" (باقی آئندہ)

راقم ـ م ـ ح ـ حسین ناچیز

پُرانے کانگریسی خیالات کی گاڑی

"ارے کوئی مجھے روکو۔"

ہم لوگوں کی صحبت میں بیٹھ بیٹھ کے اہل قلم بن گئے۔ دنیا میں تو صرف شہرت ہی کام آتی ہے۔ دو چار لفنگے تعریفوں کے پُل باندھنے والے کرائے کے ٹٹو مل گئے اُنھوں نے بانس پر چڑھا دیا اب سمجھتے ہیں کہ میں اہل قلم ہوں۔ اے تری شان اے تری قدرت۔ باوا نواب ٹلن کے والد کے یہاں مسخروں میں بھرتی تھے۔ صاحبزادے ہو گئے اڈیٹر صاحب۔

مولانا پنچ کی نوک جھوک

"ارفقوا باسیرکم"

(اپنے قیدی کے ساتھ نرمی کیجیے)

امروہہ ذان سے ایک خط ڈاک میں آیا راقم نے اپنا اسم گرامی شائع کرنے کی ممانعت فرمائی۔ لکھتے ہیں کہ نور اللغات اور جامع اللغات پر رحم کیجیے۔ بندہ جب عراق میں تھا اُسے پچیس برس ہوئے تو ایک بی صاحب نے معلوم نہیں کس جرم پر اپنے اے جی کی داڑھی پر سر بازار حملہ کر دیا۔ حملہ اچانک تھا اور اس قدر شدید کہ بالوں کے نازک مجموعے کو جھولے کی رسی جو بننا پڑا تو جڑوں سے خون خالص کا تقاطر ہونے لگا۔

میں نے لجاجت کے ساتھ کہا "ارفقی باسیرک" بیگم اپنے قیدی کے ساتھ نرمی کرد۔ اے جناب وہ اللہ کی بندی پنجے جھاڑ کے میرے سر ہو گئی۔ شکر ہے کہ اُس وقت بے داڑھی والا ہونا کام آگیا۔ ورنہ دو چار چینگ تو اینجانب کی ریش اقدس کو بھلانا پڑتے۔"

کہنے لگی "یا گوّاد و تشکلوا ایضا" (دیکھیے کچھ شامت آئی ہے تو یہی اُسی کی طرف سے بولنے لگا)۔

مولانا پنچ جب آپ کے او بار اللغات صاحب کا قلم وراثین کے ان کتابوں کے اوراق کو مجھو کا تختہ بناتا ہے تو مجھے بکیس عرب کا یہ حرکت بوبی گردن ہلانا اور بی گھوسی کے ہاتھوں سے اُلجھے ہوئے بالوں کا جدا کرنا یاد آجاتا ہے۔ ہائے کیا بے بسی کا وقت تھا۔ اس قسم کے بیچ بچاؤ میں ایک مرتبہ "گوّاد" کی گالی سن چکنے کے بعد بھی بایں ہمہ مجھے سفارش کی جرأت ہوئی کہ آپ میں اور مجھ میں سات سو میل کا فاصلہ ہے آپ (داڑھی تو ہے نہیں) میرے کانوں پر حملہ نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ آپ خدا کے فضل سے اچھے خاصے مرد ہیں۔"

بجواب التماس ہے کہ ان دونوں کتابوں نے اُردو (بلکہ بعض مقامات پر عربی اور فارسی) کے جھونٹے پکڑ کے جھولا جھولا ہے۔ بیچاری اُردو ایسی بے بسی کے ساتھ منڈیا ہلاتی اور اپنے لمبے لمبے گیسوؤں کو اُن کے مضبوط پنجوں سے چھڑانے کی تدبیریں آج تک مصروف ہے۔

ان کتابوں پر تو جناب کی ماتا کو جوش ہوا اور بقول نُو اُنصیبن کے "دو کوکھ میں ہوک اُٹھی" مگر رحم نہ آیا تو اُردو بیچاری پر۔ ذری جلا کے ان دونوں لغتوں کے مؤلفوں سے بھی کہیے "ارفقوا باسیرکم رحمکم اللہ" دیکھیے کیا جواب ملتا ہے۔

حضرت ان کتابوں نے جو کچھ غریب اُردو کے دہاڑے کیے وہ ظاہر ہیں۔ لیکن یہ کیا قہر ہے کہ جس کو دیکھیے اُردو پر رحم کرنے کی بجائے اُلٹا ان کے عوض لیے چوڑے الفاظ میں ثناخوانی کرتا اور کہتا ہے بھئی خوب اس چڑیل کے بال نوچے بڑا احسان کیا۔ ذری سپاس نامے اُٹھا کے دیکھیے تو کہ حق ناشناسوں کی فہرست میں کتنے بڑے بڑے لوگ ہیں حکومتیں ریاستیں ایک طرف تراع اور یہ ناشناس محض ایک جلد طلاوہ مذہب پر ریجھ کے ثناخوانی کرنے والے دوسری طرف۔ بھلا اُردو کی چند پاپر بال کیونکر رہ جائیں گے؟ آپ اودھ پنچ کے قدرشناس ہو کے ایسی بیجا حمایت کرتے ہیں؟ تعجب ہے۔ حضرت اس گناہ سے باز آئیے۔ اپنے بچوں کی آیندہ صحت زبان و قلم کو نہ بھولیے۔ والسلام۔ فقط۔

سمن بغرض انفصال مقدمہ

نمبر مقدمہ ۱۹۲ سنہ ۱۹۳۲ء

بعدالت جناب بابو شیو گوپال ماتھر صاحب بہادر فرسٹ اڈیشنل جج خفیفہ لکھنؤ

تبن صاحب ولد نظیر حسین ساکن حسن پور یہ احاطہ نیکا رام تھانہ سعادت گنج شہر لکھنؤ مدعی

بنام

مسماۃ فرخ جہان بیگم وغیرہ مدعا علیہم

بنام (۱) مسماۃ زینت جہان بیگم بیوہ محمد حسین خاں (۲) مسماۃ بختاور بیگم زوجہ شہزادے مرزا (۳) شہزادے مرزا ولد نواب عسکری مرزا ساکنان منصور نگر شہر لکھنؤ مدعا علیہم

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت دلاپانے ۱۰۸ روپیہ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۳۔ ماہ جولائی ۱۹۳۲ء کو بوقت ۱ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوے مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے حاضر ہونے کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے لیس تم کو لازم ہے کہ اپنے جوابدعوے کی تائید میں ہر گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تمہارا استدلال کرنا چاہیے ہو اُسی روز ان کو پیش کرو۔ مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۹ ماہ مئی ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم عملہ انگریزی

سمن بغرض قرارداد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۴۸ سنہ ۱۹۳۲ء ابتدائی معمولی

بعدالت جناب سید ابوالقاسم زیدی صاحب بہادر منصف گونڈہ مقام گونڈہ

ایشیری تی ولد سرت ۔ رام دیال عمر ۱۰ سال نابالغ ولد منی رام بولایت جھبوتی چچا خود برہمن شیر ساکن کہٹری پرگنہ گوالچ ضلع گونڈہ مدعی

بنام

سالک رام وغیرہ مدعا علیہم

بنام فقیرے خاں ولد محمد بخش پٹھان ساکن پٹ پرگنہ بھاؤ اپور ضلع گونڈہ حال صدر ناحیہ بالک مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی مذکور نے تمہارے نام ایک نالش بابت دخلیابی ۔۔۔ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۱ ماہ جولائی ۱۹۳۲ء بوقت ۱ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوی مدعی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم تائید اپنی جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۹ ماہ مئی ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

وقت حاضری بدفتر ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

مہر عدالت — دستخط حاکم عملہ انگریزی

منسوخی عقد بحالت نابالغی

انجام کردہ مادر خود

میں سماۃ گوہر دختر سماۃ ہندی ساکنہ سپلائی ضلع باندہ واسطے اطلاع عام کے اعلان کرتی ہوں کہ میرا عقد شمس الدین ولد زور الدین ساکن ۔۔۔ ضلع ہمیرپور کے ساتھ میری ماں سماۃ ہندی نے بحالت نابالغی میری کیا تھا۔ اب بعد بلوغ اپنے حسب دفعہ ۲۱۰ وا محمڈن لا منسوخ کرتی ہوں مجھے اختیار ہے کہ بعد اعلان ہذا دوسرا عقد اپنی مرضی سے کرلوں گی۔

تحریر تاریخ ۱۹ مئی ۱۹۳۲ء بمقام یونانی دواخانہ باندہ قریب کوتوالی شہر باندہ

نشان انگوٹھا سماۃ گوہر دختر سماۃ ہندی

اشتہار کیلئے جگہ خالی ہے

اشتہار کیلئے جگہ خالی ہے

REGISTERD No A783
LUCKNOW
OUDHPUNCH
1934
BOGAWAN LUCKNOW

جن صاحب کے ہاتھ میں آئینہ گاہ دیکھے کہ اس میں غیر جمہوری کی غلاظت سیہ رنگ شکل نظر آئے گی ؎

ہر آنکہ کہ آئینہ افتدش بدست
بہ عکس حق خویش نہ بیند در آئینہ

دیوا طرفہ ترکہ بیند چون عکس خویشتن
اورا امثال غیر شناسد ہر آئینہ

جب تک اختیارات جمہوریوں کی رسی میں بندھے رہیں گے تو گویا اختیارات کا مغاو رسی کے قابو میں ہے گا نہ جمہور کے قبضہ میں۔ مثل مشہور ہے میاں بیچارہ نرگس میں نور کہاں۔ سراب سے پیاس بجھا کیونکر بجھے۔ بس آئینہ میں اپنی صورت دیکھیے اپنے نام کے ساتھ ایم ایل سی کے منطقاً لگائیے اور بیٹھے رہیے ؎

سب باتیں چھوڑ دو طوطی بدلی ولال کی
پاؤ کچھ اپنے فکر کرو آنے دال کی

مانا کہ آپ کے دل میں درد قوم ہے مگر اس کی دوا ناقص اصلاحات نہیں ہیں۔ جمہور کا دل آپ کی اس نادانی پر دکھتا ہے ؎

رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

تیسرے صاحب نسیم خوشگوار کے باوجود اپنی زبان کا پنکھا یوں ہلاتے اور۔ شب ماہ میں لالٹین یوں جلاتے ہیں:۔

"واہ واہ سب ہاری ہرا ہے سینہ مطمئن بندے کا گھر پھر اس انتظام پر خوش کیا مغی کی کی تخفیف مصارف کے لئے منڈی گئی بعد یہ ٹکس عائد حال نہ ہوا۔ واللہ کمیٹی تخفیف مصارف و ملفت داخل کی رپورٹ میں خاصی دیر ہوئی یار دیہ ایک خوش قسمتی ہے۔ اگر جلدی شائع ہوجاتی تو سرکاری افسروں کو بھی کھل جاتی اور اور پبلک کو بھی۔ اس خوش نصیبی پر اگر کچھ ہے تو اس قدر کہ پولیس کا کچھ خرچ بڑھ گیا ہے۔ بس اسی بات پر مسلمانوں کی تعلیم میں خاص رعائتیں دلوائیے۔ ورنہ ہندوؤں کا پلہ بھاری ہے گا اور مسلمانوں کے پلے میں پاسنگ کا دھیلا نکلنا ہے گا۔ وہ ٹھیک تو بیٹھے گا۔ اور سوراج میں بار ہلنے لگے گا۔ اور یہاں صنعت و حرفت کی تعلیم ہندوستانیوں کو دلوائیے ورنہ بیکاری و جہالت سے نتھنوں میں دم آجائیگا۔ سچ ہے ؎

آن شنیدی کہ قاضی بغداد
بود در فضل و در سخا مشہور

روزے از وے یہود ترسائے
خواست یک شیشہ بادۂ انگور

قاضی از ہول شد چنان لرزان
کہ جہول از حدیث نفخۂ صور

خشمگین گفت کیں سوال چہ بود
اے ز آئین نیک بختی دور

گفت ترسا اگر خطائے رفت
بکرم داشت بایدم معذور

جرم من نیست جرم آنانست
کہ سراپا جہالت اند و غرور

سفلۂ چون ترا سخی دانند
بے سبب چون سیاہ را کافور

گفت قاضی دو علت ست ترا
ہر دو در شرع مصطفیٰ محظور

جود کردن بہ کافر۔ آنگہ مے
زن بہ زندیق دادن۔ آنگہ جور

گفت ترسا سزد کہ نام ترا
متعصب نہند یا کہ غیور

کانچہ داری تعصب است نہ جود
وانقضی ان ربک لغفور

جود و آنگاہ نام گبر و یہود
جود و آنگاہ عذر ماتم و سور

جود و ترجیح کافر و مومن
جود و اندیشۂ خبیث و طہور

جود و رحمت سزائے یزدان ست
کہ عنایات او ست نا محصور

رزق بخشد بہ ہر کہ در عالم
دیو و دو انس و جان و وحش و طیور

چوتھے صاحب بہشت بعد از جنگ کی یاد میں یوں حق رفاقت وطن ادا فرماتے ہیں:۔

"ہمارے تخفیف کی کمیٹی میں کوئی مسلمان ممبر تھا!" کوئی ان سے پوچھے کہ حضرت کونسلوں میں مسلمان ہیں تو کیا حق اسلام ادا کرتے ہیں شاید جناب نے مسلمانوں کی یہ حدیث نہیں سنی کہ "ثواب بقدر عقل ہے۔"

بنی اسرائیل کے زاہدوں میں سے ایک زاہد قائم اللیل صائم النہار اپنی عمر عزیز رکوع و سجود قیام و قعود میں بسر کرتا تھا کسی فرشتے نے بارگاہ احدیت میں اس کے ثواب کے متعلق سوال کیا۔ اور جب تفصیل ثواب پر نظر کی تو زاہد کا زہد کچھ بڑھتی معلوم ہوا حکم ملا کہ مے زمین پر جاؤ اور اس کے یقین و عقل کا اندازہ کرو۔ فرشتے صاحب زمین پر نازل ہوئے اور سجادہ بچھا کے زاہد کی عبادت کا مقابلہ کرنا شروع کیا یہ نہیں معلوم کہ کون جیتا مگر ہم نشینی و ہم رنگی نے کچھ دنوں بعد بے تکلفی بڑھائی اور فرشتہ صاحب نے عابد صاحب کو مبارکباد دی کہ بھائی صاحب کیا عمدہ مقام آپ نے اپنی عبادت کے لیے انتخاب فرمایا ہے۔ اہاہا کیا پاکیزہ نہر ہے۔ کیا عمدہ آبشار ہے کیا وسیع سبزہ زار ہے۔ عابد صاحب نے جھلا کے جواب دیا کہ معقول! آپ کیا جانیے اس میدان میں کیا عیب ہے۔ اے حضرت اگر میرے معبود کو کوئی گدھا میسر ہوتا تو یہ ہری ہری دوب یوں رائگان نہ جاتی۔

پس ہمارے مہربان دوست کا یہ افسوس بھی زاہد کے افسوس سے کچھ کم نہیں۔

پانچویں حضرت رائے دیتے ہیں:۔

"کوئلہ پر چار آنہ فی ٹن کے حساب سے ٹکس عائد کرو تو ساڑھے بارہ لاکھ روپیہ سالانہ اور چائے پر ایک آنہ فی پونڈ کے حساب سے لگاؤ تو ساڑھے چھ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی میں ترقی ہوجائے۔

ان حضرت نے واقعی وہ بات سمجھائی ہے

جلد ۱۹ نمبر ۱۰

مضامین

(مورخہ ۵ جون ۱۹۳۴ء)

غزل

نظارہ سوزیوں کو ذرا پائیدار کر

(مصنفہ مرزا محمد عالیقدر گورگانی متخلص بہ تبسم تلمیذ حضرت عارف گلشن)

گردان مجھکو ہار ہوں جس جان کچھ بہار کر
یاں ادب تم ظریف جھپٹ اور وار کر

دامن نظر کا دستِ جنوں تار تار کر
ممکن نہ ہو جو بات وہی اختیار کر

عاشق کا سر تشادو شل پہ بعد کے سخت یار
پھینکا قلی نے بوجھ کو دھڑ سے اُتار کر

منہ پھیر کر بیطرز تکلم نہیں درست
کیا تین پانچ کرتا ہے نظریں دوچار کر

میں نے کہا کہ دل کو کرو دل آپ پر نثار
وہ مسکرا کے بولے بجا کی سنوائی کر

آئینے میں جو آیا نظر عکسِ زلفِ یار
سودائی سارے بھاگ گئے چیخ مار کر

او مست نازنین ولی کے ڈھیلوں سے کام ہے
گو بین اٹھا کے تو بطرے کا شکار کر

پوجا کرے گا تو کسی بُت کا شباب میں
پنڈت مجھے بتاتا ہے پوتھی بچار کر

قطعہ

پیدا زبانِ اُردو میں کچھ خلفشار کر
ایجادِ بندہ کا کوئی رُخ اختیار کر

طفلِ ادب سے کہتی ہے تحصیل کر نہ مشق
گیرٹری قلم کی ہاتھ میں لے پلے پار کر

کچھ تو گھسیٹ رنگ تغزل میں بالٹیکس
فنِ عروض ذہن رسا استوار کر

خواندگی میں طرز ترنم بھی ہو ضرور
طبلہ کی تھاپ پر کوئی لے اختیار کر

گر گٹکری ادا نہ ہو اک تان مار دے
نغمہ کو عندلیب کے صوت حار کر

مکڑے تخلص ایسا کہ جائے سب کو گھن
جدت کوئی عمیق ذرا بار غار کر

بنتا ہے گر ادیب زبان اور نکتہ سنج
تہذیب سیکھ اور نہ تو تو تکار کر

انگلش کی ٹھونس ٹھانس سے مضمون ہو بلند
زور قلم دکھا کہ وہ بن جائے پار کر

بول اجنبی محاورے ترکیبیں پیچ دار
یہ باتیں اختیار بصد افتخار کر

انگلش کے ذوق شوق نے کتنا بنا دیا
باقرسیاں بھی بن گئے تن تن کے بار کر

رنگینی نوائیوں کا تبسم جو شوق ہے
طرز ظریف سیکھ نہ کوا گو ہار کر

ا؎ Parker Danfold Fountain Pen قلم خود رقم ۱۲

۲؎ Parker. مصدر عہد نگیدن کا اسم فاعل یا اسم صفت ۱۲

جامع اللغات

(نمبر ۴۴)

گزشتہ نمبر میں افسوس ہے کہ ایک چوک ہو گئی۔ ہمیں یہ خبر غلط ملی تھی کہ سہرا میلا کا معاملہ طے ہو گیا۔ نہیں صاحب وہ ابھی جاری ہے۔ لہذا نتیجے کا انتظار کرنا چاہیے ابھی جامع اللغات کی باری ہے۔ سنیئے اور افادات واہیہ پر سر دھنیے۔ فرماتے ہیں۔

"ارغنون (حرف۔ مذکر) ایک باجے کا نام جو کوک دینے سے بجتا ہے۔ خیال ہے کہ اسے افلاطون نے ایجاد کیا تھا"

سنا آپ نے؟ گویا افلاطون کے زمانے میں "کوک" ایجاد ہو چکی تھی — گھڑیاں ساری دنیا میں پھیل چکی تھیں۔ مکانات کو اسپات کے لوچ دار ہونے سے اتنی مدد مل چکی تھی کہ ہر لوہار کمانی دار فٹن پر سوار ہوتا تھا۔ یہ خیال کہ ارغنون کا موجد (مخفف ارغن) افلاطون یونانی ہے۔ بجا ہے مگر کسی نے نہیں لکھا کہ یہ باجا کوک دینے سے بجتا ہے بلکہ محققین ایران نے تو یہ لکھا ہے:—

"نام سازے است از موضوعات افلاطون یونانی کہ گویند ہشت ہزار آلات ولولہ (گھونٹیاں) دارد و از غایت عظمت آن را در دیوار عمارتے محکم نصب نمایند و در ایران دیدہ نہ شد (فرہنگ نوبہار جلد اول)"

خدا ایسے مؤلفوں کا شمار بڑھائے جو عدسے کی جڑ سے بات نکالتے اور اور تہ کو پہونچ جاتے ہیں۔ مان لیا کہ "اسپرنگ" بنانے کی ترکیب سے افلاطون واقف تھا۔ پھر بھی اتنے بڑے ساز کے واسطے جو اپنے قیام میں بڑی سی عمارت کا محتاج ہو کتنی بڑی کمانی درکار ہوگی۔

شاید حضرت مؤلف کو یہ باجا زلزلہ زدہ عمارتوں کی کھدائی میں مع متعلقہ آثار قدیمہ کے فیض سے دبا دبایا مل گیا۔ جب تو بہت وثوق کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں "کوک دینے سے بجتا ہے" (بیچ زمانہ حال کے)۔

صاحب غیاث لکھتے ہیں کہ ارغنون کدو کا تونبا کر کر ل کے بنایا جاتا تھا۔ اس میں تار اور تانت بھی ہوتا تھا۔ اور یہ قول انھوں نے برہان قاطع وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

اب فرمائیے کہ "تانت باجی اور راگ بوجھا" اسی کا نام ہے نہ؟ بھلا تانت اور تار "کوک" سے کیونکر بج سکتے ہیں۔

پھر تحقیق طراز ہیں:— "ارگجا (ہ۔ مذکر) ایک زرد رنگ کی خوشبو جو گلاب اور کافور مشک عنبر اور گھی سے بنائی جاتی ہے"

اللہ ری تحقیق صندل گلاب کافور مشک و عنبر کے ساتھ "گھی" بھی کیا خوش واقعی اس مرکب کو تاتا شاہ کے سونگھنے کے قابل بنا دے گی۔ حضور بھول گئے جب صاحب لوگ تنکاری بوٹ کی ڈوریاں باندھ کے بغیر وقفہ دل بھر

شکایت کی تلاش میں دوڑنے کے بعد قیام گاہ پر
آکے جوتا پاؤں سے اتار رکھے اور سر انور سے
خوشبودار پسینہ نچوڑتے ہیں تو وہ بیکار بھی کا
ایک جزو بن جاتا ہے جیسی روح ویسے فرشتے
ناظرین حیران ہوں گے کہ یہ نسخہ مؤلف صاحب
کے ہاتھ کیونکر لگا۔ ابھی ہم تمہارے بال کی کھال
کھینچنے والے ہم سے اڑ کے کوئی کہاں جائیگا۔
حضرت نے اٹھا کی غیاث اللغات و غیاث اللغات
طالب علموں کے لیے ہے تو اچھی چیز مگر قابل اصلاح
کتاب ہے) اس میں یہ نسخہ لکھا دیکھا "صندل
و گلاب و کافور و مشک و عنبر و روغن سمن" اول تو
اس میں کافور کا جزو کبھی شریک نہیں کیا جاتا
(کافور کسی عطر میں بوجہ اپنے طیار ہونے کے شامل
ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا) دوسرے
انہوں نے لکھا تھا "روغن سمن" حضرت جامع اللغات
(خدا انہیں نور اللغات کے سلسلے میں رکھے) نے
سمن کو بالتحریک نہیں پڑھا۔ سمن بسکون میم پڑھا
جس کے معنی گھی یا گھی کے ہیں۔ اور یہ نہ سمجھے
کہ یہاں گھی کا کیا محل ہے۔ اگر دماغ رسا ہوتا
تو "روغن سَمَن" ایک مشہور چیز ہے بہ آسانی
سمجھ لیتے کہ سَمَن سفید چنبیلی کے پھول کو فارسی
میں کہتے ہیں۔ چنبیلی کا پھول تین رنگ کا ہوتا
ہے ہلکا فالسائی۔ بالکل سفید۔ اور ہلکا زرد
اہل ایران میں سمن و یاسمن سے ان رنگوں کی
تفریق کرتے ہیں۔ سفید رنگ کی چنبیلی
"یاسمن" کہلاتی ہے۔ یہ پھول ایران میں بہت
ہی تند بو اور کسی قدر یہاں سے بڑا ہوتا ہے۔
ہمارے جونپور میں دو جہان کا ارگجا محمد شاہ پیا
کے وقت سے آج تک زبان زد خاص و عام
ہے) دو طرح کا ارگجا تیار ہوتا ہے ایک میں
چنبیلی کی خوشبو غالب ہوتی ہے دوسرے میں
موتیے کی۔ موتیے کا ارگجا زیادہ پسند کیا جاتا"
خدایا کاش معلوم ہو جاتا کہ ان گمراہ کرنے والی
لغتوں سے غریب طالب علموں کی حالت کیا ہوگی
ہم نے اس فارسی لغت کی ناگفتنی وغیرہ چھوڑ
توجہ نہیں کی اس لیے کہ ایک فروہ کتاب لغت
کے شایان شان نہیں دوسرے ایک ہی
گھرانا کیا کم ہے جو دوسری مصیبت مول لیں
وہ حضرات جنہوں نے یہ جوڑے سارٹیفکٹ
مؤلف صاحب کو عنایت کیے اور جامع اللغات
کو اردو زبان کی انسائکلوپیڈیا قرار دیا انشاء اللہ
اپنی عقلمندی پر پچھتائیں گے۔ آج کل بے سمجھے بوجھے
بیہودہ تعریف کر دینا بہت آسان ہے۔ اس لیے
کہ نہ خدا کا خوف دل میں ہے نہ بندوں کا۔
انہیں معلوم نہیں کہ بری چیز کی ثنا و مدح
اعمال نامے کو رنگین بنا دینے کے لیے نہایت
کافی ہے۔ جب عیب قابل مدح ہے تو پھر
صواب کو بجز اودھ پنچ کے صفحات کے اور کہیں
جگہ نہیں مل سکتے۔
علی ہذا القیاس ہندی الفاظ پر بھی اصلاح کی
نظر نہیں ڈالی گئی۔ خود ہمیں ہندی میں اس قدر

سمن بغرض قرارداد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۱۱۹ سنہ ۱۹۳۳ء
عدالت جناب سید اعزاز رسول صاحب بہادر آنریری اسسٹنٹ
کلکٹر درجہ اول مقام سنڈیلہ ضلع ہردوئی
نیشنل بنک آف اپر انڈیا بذریعہ مسٹر ایم سپر صاحب لیکوئیڈیٹر مدعی
بنام
کنور رکرشن بہادر وغیرہ مدعا علیہم
بنام کنور راجیندر بہادر و کنور امیشر بہادر پسران کنور جنگ بہادر
قوم کایستھ ساکنان قصبہ سنڈیلہ مدعا علیہم
واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بیدخلی
حسب دفعہ ۲۱ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ
۱۱-ماہ جون سنہ ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے یا اصالتاً یا معرفت وکیل
کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل
امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ
کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر
ہو اور جوابدہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت
کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم تائید اپنی جوابدہی
کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔
مطلع رہو کہ اگر روز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ
تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔
آج بتاریخ ۲۱-ماہ مئی سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور
مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔
وقت حاضری بدفتر دس بجے سے چار بجے تک
دستخط حاکم بخط انگریزی
مہر عدالت

اہتمام سرسری اطلاع نامہ بنام انشان

(دفعہ ۴۷ ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)
عدالت جناب مولوی احمد کریم صاحب جج خفیفہ لکھنؤ
درخواست دیوالیہ نمبر ۴۶ سنہ ۱۹۳۳ء
مقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی پنڈت رام کھلاون مشر برہمن ساکن محلہ قیصر باغ شہر لکھنؤ
بنام جملہ قرضخواہان
اطلاع دی جاتی ہے کہ بتاریخ ۱۷-ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۳ء
مدیون مذکور الصدر نے ایک قطعہ درخواست اس عدالت
میں بدیں غرض پیش کی ہے کہ وہ دیوالیہ قرار دیا جاوے
اور یہ کہ بتاریخ ۴-ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۳ء عدالت ہذا نے
اس امر کا اطمینان کرکے کہ مدیون کی جائداد غالباً مبلغ
پانچسو روپیہ سے زائد نہ ہوگی ہدایت کی ہے کہ مدیون کی
جائداد کا اہتمام سرسری طریقہ پر کرایا جاوے اور تاریخ ۸-
ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۴ء بنابر مزید سماعت درخواست و اظہار
مدیون مذکور مقرر کی ہے۔ اس امر کی بھی اطلاع دی
جاتی ہے کہ عدالت تاریخ مذکور الصدر پر تصفیہ و تقسیم
جائداد مدیون مذکور کی کارروائی شروع کر سکتی ہے پس
تم اختیار ہے کہ تم حاضر ہو کر اس تاریخ پر ثبوت دو
ثبوت کسی دعوے کا جو تم کرنا چاہو تاریخ مذکور پر
یا اس کے قبل داخل عدالت کرنا لازمی ہوگا۔
میرے دستخط اور مہر عدالت سے آج بتاریخ ۲۲-ماہ
مئی سنہ ۱۹۳۴ء جاری کیا گیا۔
بحکم عدالت منشی دیال سرشتہ دار عدالت جج خفیفہ لکھنؤ
۲۵-ماہ مئی سنہ ۱۹۳۴ء
مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

نمبر مقدمہ ۹۱ سنہ ۱۹۳۴ء
بعدالت جناب نصر اللہ خاں صاحب شیخ باقر حسین صاحب
آنریری منصف مقام فتحپور
ٹھاکر بخش سنگھ ولد بھیرو سنگھ قوم ٹھاکر زمیندار ساکن موضع
ساہ پور پرگنہ و تحصیل فتحپور ضلع بارہ بنکی مدعی
بنام
مسماۃ چندر کنور زوجہ جنگلی سنگھ قوم ٹھاکر ساکن موضع بدہی پور
پرگنہ و تحصیل فتحپور ضلع بارہ بنکی و جنگلی سنگھ ولد نامعلوم قوم
ٹھاکر ساکن موضع بدہی پور پرگنہ و تحصیل فتحپور ضلع بارہ بنکی مدعا علیہم
بنام مسماۃ چندر کنور زوجہ جنگلی سنگھ و جنگلی سنگھ ولد نامعلوم اقوام
ٹھاکر ساکنان موضع بدہی پور پرگنہ و تحصیل فتحپور ضلع بارہ بنکی مدعا علیہم
ہرگاہ ٹھاکر بخش سنگھ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش
بابت پرونوٹ مبلغ ... اصل مع سود کے دائر کی ہے لہذا
تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۱-جولائی سنہ ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰
بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے
قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا
جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب
ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعویٰ
مذکور کی کرو اور چونکہ وہی تاریخ جو تمہارے حاضر ہونے کے لیے مقرر کی گئی
واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم
ہے کہ اپنے جوابدہی کی تیاری کر کے جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر
تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز حاضر یا پیش کرو مطلع ہو کہ اگر روز مذکور تم
حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا آج بتاریخ ... ماہ
مئی سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ [illegible]
مہر عدالت [illegible]

[illegible] دوسرے [illegible]
ابھی تو اور بہیں موجود ہیں یہ ان کا فرض ہے کہ اپنے
اگلے پچھلوں کی محنت کو اس کتاب کے ستم سے
محفوظ رکھیں۔

فرماتے کیا ہیں لغت کی جان کو یوں رو بیٹھیے
ارمان (ت ۔ ف ۔ ترکی) ...... رغبت ......
حوصلہ ۔ مقصد ۔ افسوس ۔ تاسف ۔ رنج ۔
غم پشیمانی ۔ پچھتاوا ۔"

دیکھی آپ نے جرات ؟ ۔ صاحب غیاث لکھتے
ہیں کہ یہ ترکی لفظ ہے اور اس کے معنی آرزو
کے ہیں ۔ آپ لکھتے ہیں کہ ترکی بھی ہے اور
فارسی بھی ۔ حالانکہ اہل زبان میں سے کسی نے
اسے فارسی نہیں کہا ۔ ہندوستان کے بعض فارسی گو
شعراء نے خدا جانے کیوں اسے فارسی کلام میں
ٹھونسا ۔ اچھا اس سے مطلب نہیں کہ یہ فارسی
ہے یا ترکی ۔ مگر جو معنے کہ علاوہ "آرزو" کے
جامع اللغات نے از راہ تبحر جاہلانہ پیدا کیے ہیں
تو آخر کس کتاب سے اور سند ان معانی کی
(جو مختلف ہیں) کہاں سے ملے گی ۔ کیا یہ جملہ معانی
ایک ہیں ؟ پناہ بذات خدا ۔

فارسی کی مستند کتب لغات میں اسی مجہول النسب
لفظ (ارمان) کا وجود ہی نہیں ۔ ہندوستانیوں
کی جمع کردہ کتب لغات میں سے بھی تو ظہیر ابن احمد
ہی پر اکتفا نہیں جناب نے "ارمان" کا
عقد بنی "ارمانی" سے بھی پڑھ دیا یعنی ایک
لفظ "ارمانی" بھی گڑھا ہے جو نہ اردو ہے
نہ فارسی نہ ترکی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ میاں
ارمان نے بی ارمانی کے ساتھ بایں شرط
نکاح قبول کر لیا کہ جامع اللغات کی آمدنی سے
مہر ادا ہو ۔ واقعی کرتا ارمان نہ کرتا پشیمان ۔"
پھر فرماتے ہیں "اَدنی ۔ (ع ۔ مونث)"
کسی عرب سے پوچھیے کہ اس میں تانیث
کہاں سے پیدا ہو گئی ۔ اور اگر یہ تانیث
اردو بول چال سے متعلق ہے تب بھی غلط ۔
عربی زبان پر بھی تہمت اور اردو پر بھی بہتان ۔

ایک [illegible] سے مقرر ملتے ہیں کہ حیاتِ لغت
"لغو" ہی سے مشتق ہے ۔ صرف پیش اور زیر
کا فرق بھی کوئی فرق ہے ؟ ۔ لہذا آپ کو قرآن پاک
کی اس آیت پر عمل فرمانا چاہیے اذا مروا
باللغو مروا کراما (جب کسی لغو کی طرف سے ہو کے
گزرو تو بزرگانہ طریقے سے گزر جاؤ) مگر یا لغو کی
فراغت ہے ۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ دنیا اس
لغو سے بے خبر ہے لہذا ہم اسے بزرگانہ طریق
پر ور دکھاتے ہیں ۔ اردو کی بخت سے لگاؤ
ایسا ہے کہ صبر نہیں ہو سکتا ۔ قرآن میں
جنت کی مدح ایک یہ بھی ہے کہ لا تسمع فیہا
لاغیہ (وہاں سخن بیہودہ کسی کے کانوں تک
نہ پہنچے گا)

ان الفاظ کے بعد کتاب کو "اڑ" شروع
ہو گئی ہے اس اڑ کی "اڑنگ بڑنگ" ہو جیسے
مولف صاحب "اڑ بڑنگ" فرماتے ہیں سے
متبادل ٹھہرایا کہ اجناب نے قلم اصلاح رقم
کو ایک ہفتے کے واسطے معطل کر دیا ۔ ایسے ان
"اڑ" تو بہی ساڑ کی مفصل بحث نے آگے آئے گی ۔
اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کا کوئی اسم فعل حرف
ایسا نہیں جو اَڑ (بالفتح) اور اُڑ (بالضم)
میں داخل نہ ہو یہاں سے وہاں تک جہالت
اور بے احتیاطی کا دور دورہ ہے ۔ ہم نے
کیا دنیا بھر نے یہ معانی سنے بھی نہ ہوں گے
"بولنا" تو چیزے دیگر ہے ۔ (باقی آئندہ)

خاکسار ادبار اللغات

زمیندار علیہ الرحمۃ

شکر ہے کہ پنجاب کا مشہور و مقتدر پرچہ "زمیندار"
پھر نکل آیا ۔ زمیندار پر بہت سی سختیاں پڑیں
اور دنیا شاہد عادل ہے کہ جس پامردی سے زمیندار
نے ان سختیوں کا مقابلہ کیا وہ عدیم المثال ہے ۔
علاوہ معنویت اور حسن بیان کے اگر دنیا میں انصاف
ہے تو ایک استقلال ہی کا وصف قدر افزائی

کے واسطے کافی و وافی ہے اور یوں تو زاروں کی
سلطنت نہ رہی ۔

زمیندار کے عارضی طور پر بند ہونے کا صدمہ
مثل تمام اہل قلم کے ہم کو بھی ہوا مگر آپ جانیے
رونا تو ایک بدعت سیئہ میں شمار کیا جاتا ہے
اس لیے ہم روئے نہیں ۔ شاید اسی صبر کا یہ
نتیجہ ہوا کہ بھائی زمیندار پھر اپنے نکاہات سمیت
رونق محفل ہیں ۔ اگرچہ وزن دو ثلث رہ گیا لو
گھٹ گیا ۔ جو ابھر کے تو ند پھلانا اچھا نہیں ۔
قابل رشک پھولی ہوئی تو ند وہی ہوتی ہے جو
زر علیہ السلام کی تعمیل خوراک سے ہو لہذا
اس کی پروا نہ ہونی چاہیے کہ چھ صفحوں کے چار
ہی رہ گئے ۔ یہ چار ہی ہمیشہ رہیں تو بہت ہیں ۔
ملک میں مسلمان اہل قلم کا توڑا ہے جو دو چار
دکھائی دیتے ہیں ان کی سلامتی منانی چاہیے ۔
یہ تو ہوا ان کی دھوم دھامی آمد پر شکر ۔ اب
شکوہ سنیے کہ آتے کے ساتھ ہی آپ نے نکاہات
میں ہمارے اور علامہ سر اقبال کے شاعرانہ
اختلاف کی بحث چھیڑ دی اور فرمانے لگے ۔
"معترض جانے علامہ سر اقبال کے شاعرانہ کمالات
سے (ادعا پیچ) کیوں منکر ہے ۔ حالانکہ علامہ
اقبال کی شاعری کو اگر ان اجتہادات سے
الگ کر کے دیکھا جائے جن پر ادعا پیچ کو اعتراض
ہے جب بھی اس زمانے کا کوئی شاعر مشکل سے
ان کا مقابلہ کر سکتا ہے ۔"

دیکھا آپ نے ! یہ ہمارے منہ سے نکلی ہوئی
بات ہے جو ہمیں سے کہی جاتی ہے ۔ واہ بھائی ۔
ہم تو یہی کہتے ہیں کہ علامہ اقبال کو اگر شاعری
سے کوئی علیحدہ کر دے تو باعتبار رکھا نہ خیالات
کے ہندوستان میں ان کی نظیر مشکل سے
ڈھونڈے ملے گی مگر افسوس ہے کہ نہ اردو
زبان میں ان کے قوی الجثہ خیالات کا بوجھ
اٹھانے کی طاقت ہے اور نہ اردو زبان پر
انہیں عبور ۔ لعلہ لم یوافقہ ہذا الماء
(شاید اسی وجہ سے شاعری کا پانی ان کے موافق مزاج نہ ہوا)

سوراج پارٹی کا پروگرام

جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ
تار کا پتہ "حنا" لکھنؤ
حصول ایجنسی حسب قواعد جدید کارخانہ
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ
باقاعدہ تجارت کو فروغ دینے کیلیے نفع بخش کامیابی کا بہترین موقع ہے
شاخ
قنوج
حیدرآباد دکن
دہلی
منصوری

ہوگیا ایک شخص مرتب کرتے ہیں غزل کا ایک شعر غزل کیسے

میاں ظفر کی تربیت کی ... حاشیے کی

رخت تن کو کترنے کا پچھتا رہی تاک کا

فرماتے ہیں کہ ہم اخبار والے تغزل کو کیا جانیں ہم تو ایسے ہی خیالات کو تغزل کی جان سمجھتے ہیں۔ اگر مرزا حسین صاحب اس شعر کو بھی تغزل ہی کا نمونہ قرار دیں تو ہمیں آمنا و صدقنا کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ان جناب یہ کسی طرح کا شعر ہو سکتا ہے۔ مگر کسی بھاوت مستعمرے عاشق کا نہیں۔ نہ اس کا معشوق ہی کوئی بلند مرتبہ ذات ہے۔ علےٰ ہذا۔ عشق محدود نہیں نہ خوش مذاقوں کے باپ کا نوکر۔ اسی طرح شاعری بھی صنف کی کنیز نہیں۔ ایسے گھیلوں کو بھی جینے اور عاشق بننے کا حق ہے۔

ایک پشیہ ور لید اٹھانے والے گھر دامان کرنے والے کا قصہ الف لیلہ میں لکھا ہے کہ اسے ایک نہایت خوبصورت امیرزادی پکڑ لے گئی۔ ہوا یہ کہ شوہر صاحب باورچی خانے کی میلی کچیلی کنیز پر لٹو ہو گئے۔ ایک روز پہلو سے چور چھوڑ کے باورچی خانے کی سل کے پاس خالی زمین پر ہمبستر ہوتے زوجۂ مقدسہ نے دیکھ لیا اور غصے میں قسم کھائی کہ شہر میں جو گندے سے گندا اور میلے سے میلا آدمی ملے گا بندی بھی انتقاماً اس کی ہم پہلو بنے گی۔ بیچارہ بھنگی تین چار روز تک جنت میں رہا پھر شوہر و زوجہ میں صلح ہو گئی اور بعد اسے وہاں سے مجبوراً نکلنا پڑا تو رخصت کے وقت اپنی عارضی معشوقہ سے اکثر خواہش کی کہ ؎

مکنبنی من حوس تیرالعشق
واعرف فی فضلها علے یمناک
ان یسارک لمی اقرب عهدا
وقت غسل الخرء مستعمالک

دیکھئے اپنے بائیں ہاتھ کے دس پار نے چبا دو تمہارا بایاں ہاتھ اپنے پر اس وجہ سے فضیلت رکھتا ہے کہ وہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی آبدست کی جگہ سے دھو دھلا کے جدا ہوا ہے)۔

ذوق و مذاق دیکھے اور منزلت کی تفریق نہ کیجیے تو نفیِ شاعری سے نہ اُردو کا وہ شعر خالی ہے نہ اس عربی ہنر کا یہ قطعہ۔ اور یہ آپ نے کیا کہا ہم اخبار نویس تغزل کیا جانیں۔ مولانا ظفر علی خاں تو اعلیٰ پایہ کے شاعر ہیں غزل نہیں کہتے تو نہ کہیں۔ غزل کہنے پر تو قادر ہیں۔ تمام پنجاب میں ان کا ثانی ہمیں نظر نہیں آتا۔ بلکہ برجستہ کہنے میں شاید لکھنؤ بھی دو ایک آدمیوں کے سوا ان کی نظیر نہیں پیش کر سکتا۔ یہ خوشامد نہیں انصاف کی بات ہے۔

امید ہے کہ صاحب زمیندار ہمارا عذر قبول فرمائیں گے۔ ہم علامہ اقبال کا وہی کلام پسند کر سکتے ہیں جو ہماری سمجھ میں آ گئے۔

راقم

ادبار خاکسار

مولانا جی کی نوٹ بک
"الحضرت فرماں روائے دکن کا منشا"
"بدعت"

چند روز کا ذکر ہے کہ ہز اگزالٹڈ ہائنس والیٔ دکن دام عمرہ و اقبالہ نے ایک فرمان جاری کیا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:-

(۲) اندر ون ایام عزا طبقۂ اسلام کو زرق برق لباس یا شوخ رنگ کے استعمال سے جہاں تک ممکن ہو اجتناب مناسب ہے کہ یہ لوازمۂ سوگ نہیں۔ بلکہ اس قسم کی اشیاء عیدین یا تقاریب مسرت پر استعمال میں آتے ہیں۔ الحاصل ایسی ارفع و اعلیٰ ذات کے سوگ میں جتنا کیا جائے کم ہی کم ہے کہ انسان تو کیا ملائکہ نے بھی ایسے کرب و بلا کے ساتھ (یعنی یوم عاشورا) کو آہ و بکا کیا ہے جس کا پیتا

"دے سالک عبلا کریگا۔ بوڑھی تما"
"اس میں کچھ ڈالو بھائیو۔ آواز آئے گی ہری ہری جین جین"

REGISTERD No A 783
LUCKNOW,
OUDH PUNCH
اودھ پنچ
۱۹۳۴

قواعد و ضوابط ادارۂ ہذا

(۱) بفضل خدا سے عرصہ قلیل ہر ہفتہ کی ۵-۰-۱۹ سے ستاون کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں سیاسی ملکی خبریں مذہبی جھگڑے اور بیہودہ مضامین نہیں

ہیں۔ بلکہ اپنی بضاعت پر ادبی اور منقولات سے بہت ہا ہے

(۳) آپ کی دلچسپی پر منحصر ہے۔ ہر گی پر تبدیلیاں چھاپے لیے

گر گو ہر غرض میں فرق ہو مگر افادات کی جدت رسانی کی صباحت

بیہودہ روایت نکتہ چینی صحیح و تلخ و لغات و بنیادی اصلاحات

حقیقی سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے

سے آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی

دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) طالب علموں و مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل

سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں

ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جا سکے۔

(۷) جو مضامین اودھ پنچ کی پالیسی کے مطابق ہونگے

وہ شائع ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف و خوشخط ایک ہی طرف لکھے جائیں۔

مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ: جو حضرات خط یا منی آرڈر بھیجیں

نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹی پر لکھا ہوا

ہوتا ہے جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) ۔ صہ روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲) ۔ اگر جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر دوبارہ جمع

کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۲ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم

کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

(اشتہار [illegible] کے لیئے جگہ خالی ہے)

کہ کسی کو دشمنی ہوگی۔ [illegible] کے کارخانے مفت ہو جاویں۔
واہ واہ۔ کیوں کسی رپورٹ [illegible] اب کوئی ووٹ
اکٹھا ہی کیا یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہندوستانی صاحب
الرائے نہیں ہیں۔ غالباً حضرت کو یہ نہیں معلوم
کہ ہندوستانی مصنوعات کی گرانی کا باعث
زیادہ تر یہی ہے کہ کوئلہ مہنگا ہوتا جاتا ہے جو
صرف ایک انجن چلانے میں جہاں صرف ہوتا ہے تو
میں دس انجن اتنے ہی صرف سے چل سکتے ہیں۔
پس کوئلے پر ٹکس بڑھانے کے معنے یہ ہوں گے کہ
مصنوعات ملکی اول تو ان کا وجود ہی نہیں اگر کچھ
مشینیں چلتی بھی ہیں تو بالکل بند ہو جائیں۔ اسلیے
کہ ولایت کی چیزوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گی تو
آپ ہی کارخانے سمٹ جائیں گے۔

شیخ چلی چلے جاتے تھے راہ میں کیا دیکھتے ہیں
کہ ایک لڑکا کھجور کے درخت پر بیٹھا ہے چڑھنے
کو تو کھجور کے شوق میں چڑھ گیا مگر اترنے کی
ہمت نہیں ہوتی۔ کسی نے جناب شیخ سے استصواب
کیا آپ نے فرمایا کچھ مشکل نہیں ایک رسی لاؤ۔
رسی موجود تھی۔ فرمایا رسی کو اچھالو۔ رسی اچھالی
گئی۔ اور لڑکے نے حسب ہدایت اس کا سرا
کمر میں لپیٹ لیا۔ فرمایا کھینچ لو۔ لوگوں نے جھٹکا دیا
لڑکا دھم سے زمین پر آ رہا۔ اور گرتے ہی نقش زمین
ہو گیا۔ لوگوں نے شکایت کی کہ یا حضرت آپ کی
سوء تدبیر نے لونڈے کی جان لی۔ فرمایا کہ تم
لوگ احمق ہو یہ لڑکا خدا جانے کیسا تھا بارہا
ہم نے رسی کے ذریعہ کنوئیں سے آدمی نکلتے
دیکھے ہیں۔

اگر ہمارے صائب الرائے دوست نے بھی
ٹکس سے آمدنی بڑھانے کی ٹھہرائی تو خدا نخواستہ
حضرت کی عقل تقلیدی کی خرابی نہیں بلکہ لونڈے
(ملک) کی بدنصیبی ہے ؎

> برمن ایں مایہ بلا از لب جاناں آمد
> چہ تواں کرد بہ دردے کہ ز درماں آمد

چھٹے بزرگوار یوں مصروف گفتار ہوئے:۔
سب واہیات ہے سب دھوکا ہے سب کچھ ٹھیک

[illegible] ہیں۔ باتوں میں بہلاتے ہو۔ اب
[illegible] کی کوئی صورت نہیں۔ ہم بیٹھے کے بجائے
[illegible] کی [illegible] نہیں [illegible] جانے
کب تک یہ کاغذ کی ناؤ چلے گی۔ ہمیں تو نا امیدی
کے سمندر میں مجبوراً پھنسنا پڑا۔

ان حضرت نے کہی تو بات قاعدے کی مگر
پوچھنے قابل صرف یہ ہے کہ حضرت اس سمندر میں
خود چلے یا پھنسائے گئے۔ قلم زداری بزرگ کا
مشورہ کس نے دیا تھا۔ اور امید ہی کیوں پیدا
کی جو نا امیدی اتنی ناگوار گذری۔

حضرت زیتون اکبر (صوفی) سے کسی نے پوچھا
کہ جب آپ اس جہان سے سدھاریں گے تو
کون آپ کی میت کے دفن و کفن کا کفیل ہوگا۔
(مطلب یہ تھا کہ آپ وصیت کر جائیے) فرمایا جسکا
گھر سڑے گا وہ آپ ہی دفن کرے گا۔ علی
ہٰذا القیاس بجٹ کی تباہی کسی نہ کسی طرح ٹھکانے
لگ جاتی آپ کیوں بیچ میں درغم ہو گئے۔

سا تویں صاحب نشتر زبان سے بجٹ
کا پوسٹ مارٹم یوں فرماتے ہیں۔
کہ جب فضول خرچیاں بجائے خود قائم ہیں
تو تخفیف مصارف کا اصول بجانے سے کیا
فائدہ۔ الاتوفی مصارف کی وجہ ہمارے کہ
کسی مفید کام میں روپیہ لگانے کی توفیق نہیں
ہوتی۔

ہمارے ان دوست نے بھی بات واجبی اور
معقول کہی۔ ایک فوجی سپاہی کو کہیں سے لوٹ
میں ایک ٹکڑا اکوڑاب کا مل گیا اسے لے کے
درزی کے پاس پہونچے کہنے لگے اس کا ایک
چوغہ بنا دو۔ کپڑا کوٹ کے واسطے بھی کافی نہ تھا
چوغہ کیا بنتا۔ مگر درزی تھا آدمی دل لگی باز
کہنے لگا کہاں ایک چوغہ اور ایک واسکوٹ
بھی اس میں بن سکتا ہے ہوس نے کہا کہ شاید
درزی کترپیونت میں خود بھی بالائے علم چرانے
کی غرض سے کوئی ٹکڑا نہ بچالے۔ سپاہی صاحب
ترنم ریز ہوئے کہ اگر ایک کوٹ بھی نکل آئے تو

اچھا ہے درزی نے کہا کہ سردار صاحب خیر خاطر
رہے آپ کی ایک کوٹ بھی بنا دوں گا مگر تنگی کی
شکایت نہ ہو۔ آغا نے فرمایا نہیں بھائی۔ ایک
بات کہو کہ تم تو اس میں سے کچھ نہ چراؤ گے؟۔
درزی نے عرض کی کہ بھلا آپ کے فرمانے کی بات
ہے۔ عرض بڑھتے بڑھتے چار کوٹ چار صدریاں
دو چوغے پر معاملہ ختم ہوا۔ تین چار روز کے بعد
آغا نے اپنی امانت طلب کی۔ درزی ننگوٹا یا گڈے
کا جہیز سامنے رکھا۔ اب تو آغا بھنا اٹھے کہ گئے
گا کے دام ستیاناس گئے۔ آمادہ بر پرخاش ہوئے۔
درزی نے کہا کہ میاں سپاہی صاحب تمہاری
عقل کہاں گئی ہے جس کپڑے میں ایک کوٹ
بھی بنتا مشکل تھا اس میں آٹھ آٹھ نو نو کپڑے
بنواتے ہو۔ ہم نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم نے
پھٹنے کی شکایت نہ کرنا ؎

> از قطرہ آب کہ کس را نہ کند سیر
> خواہی زہمی رود دسہ سنجاب برآید

کمیٹی تخفیف مصارف کو درزی سمجھیے اور آپ
خود بیٹھیے آغا کپڑا اتنا ہی ہے نہ گھٹے گا نہ بڑھے گا
فوجی سپاہی کے چھٹنے سے جو کچھ بچ رہا ہے
اس میں تمام ملک کی پوشاک تراش خراش کے تیار
ہو گئی۔ اس خلعت عطیہ سرکاری کے آگے تن
دیکھ کے جامہ بیونتنے کا دستور دقیانوسی منش سے
زیادہ نہیں۔ خدا نخواستہ اگر سرحدی جنگ پھر چھڑ گئی
تو آپ دیکھیں گے کہ اسی گڑیا گڈے کی پوشاک سے
ایک انچ بھر کی ہزاروں ٹوپیاں اور لنگوٹیاں چڑیں گی
پھر اس وقت آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اچھے کیپ
کمیٹی نے اپنی مجلس کی وضع کیونکر قائم رکھی۔ اور
کس طرح نباہی۔

آٹھویں صاحب کو بقول بوالحسنی خاتم کے
صرف اس قدر ملال ہے کہ پولیس کی مد میں خرچ
کی زیادتی حد سے متجاوز ہو گئی ہے اور دس سال
میں اس طبلے کی لے دوگن نہیں تگن تک
جا پہونچی ہے۔

نویں صاحب دھمکی دیتے ہیں کہ ہمارے

خندۂ صبح جستۂ اثبات شد

مولانا فتیل نے الٹ کر کہ ڈالی اب جہاں جی میں ہیں لو پانی ایک مہوتا ہے۔ اساتذہ اس پر اپنی رائے کہتے ہیں۔ تلاطم ہے آفت ہے۔ برخلاف اسکے پنجاب کے تمام جرائد و مجلات سہو مضمون نگار کی مدح دیکھا ہے اس نے کتنی ہی قابل قدر سعد زبان اختیار کی نہ کر سکتے رہتے ہیں۔ کبھی اپنے مضمون نگاروں کو نہیں ٹوکتے۔ غلطیوں کا سلسلہ سمندر کی طرح موج مار رہا ہے۔ بھلا جب یہ حال ہے تو زبان کا قوام کیا خاک درست ہوگا۔ بڑی دشواری یہ ہے کہ گھر کی بولی اردو نہیں۔ باہر وہ بھی کسی اردو رسالے کے دفتر میں صفحات کا غذ پر جو زبان آتی ہے وہ عطر ارگجا ممزوج بہ روغن زرد (گھی) البتہ ہے جسے خواہ مخواہ اردو کہ لیجیے۔

بحث مباحثے کی جگہ جب "من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو" نے غصب کر لی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ خناس بھی سر میں سما یا ہے کہ "ارگجا روغن زردی" ہی در اصل عطر ہے تو پھر اصلاح ہو چکی۔ غضب خدا کا ایک پنجابی نے بنظر اصلاح جامع اللغات کو نہ دیکھا۔ اور ایک لکھنؤ والے نے نور اللغات کی غلطیوں پر توجہ نہ کی لیکن بانی مجمع خرچ ہے اور علم سینہ۔ والسلام۔

راد——

غازی پوری

بے تعصب شادی پاک تعلیم

آپ	پاک صاف زندگی کس طرح گزر سکتے ہیں!۔
آپ	دنیا کے سچے مستقل راحت گزر سکتے ہیں!
آپ	بچپن کی غلط کاریوں کا خمیازہ بھگتنے سے بچ سکتے
آپ	مغرور امعوداتقیہات خود مختار زادہ نسل پیدا کر سکتے ہیں
آپ	ان تمام باتوں کا جواب قطعی حاصل کرنے کے لیئے

کارڈ تحریر کر کے نہایت مفید مضامین سے مزین کتاب کام شاستر بالکل مفت طلب کریں۔

پتہ:۔ آہنگ نگرہ فارمیسی جام نگر کاٹھیا وار

پیٹھو۔ جناب غازی پوری صاحب ابھی سے گھبرا گئے کہ نور اللغات کا ترمیم نامہ بھی انتشار اعصابی ترمیم کے بعد ہوگا۔ کیا منے کی قوت تحریر سلیقۂ بیان کا امتحان ہو چکا۔ غیر معمولی سلیقہ اس بڑھاپے میں کہاں سے آئیگا۔ ابھی تک "الف" یعنے حرف اول سے حضرت ادبار کو چھٹی نہیں ملی۔ سال بھر سے زیادہ ہوا ہے پہلا ترمیم تمام کتاب کا بھی غالباً اتنی مدت میں تیار ہوگا۔

بجز ادھر پہنچ کے اور کون ہے جو سازی کتاب پر محنت کرے؟ فی ہفتہ چار پانچ لفظ کے حساب سے شمار کر لیجیے کتنے دن ہوئے؟

یہ اعلان پہلے ہی ہم کر چکے ہیں کہ ہمارے صداقت قلم سے جس کا جی چاہے بدون ادائے شکر و اظہار نام مستفید ہو۔ ناسپاسگزاری کا اجرہ مل ہی رہے گا۔

جامع اللغات

(نمبر ۴۵)

جناب جامع اللغات افادہ فرماتے ہیں:۔

"آڑ (ہ۔ امر) اڑنا کا۔ مونث۔ ضد۔ ہٹ ۲ قبض جو بچوں کو غذا کی ثقالت سے ہو ۳ (ہ۔ مونث) ۔ روک۔ آڑ۔ ستر راہ۔ مزاحمت۔ تعرض۔ ٹھہراؤ۔ مانع۔ عارضی ۴ کٹہرا۔ جنگلہ۔ مورچہ۔ بند۔ پشتہ۔ ۵ خندق۔ کھائی۔ ۶ بند مچھلی پکڑنے کے لیے۔ ۷ مخالفت۔ عداوت۔ دشمنی۔ اختلاف۔ ناموافقت۔ جھگڑا۔ قضیہ۔ مباحثہ۔ حجت۔ تکرار۔"

جل شانہ دنیا کی کوئی چیز رطب و یابس اس لفظ کے سائے سے نہیں بچی۔ ہم تو باوجود اتنی تحقیق و تفتیش کے صرف اس قدر جانتے ہیں کہ دودھ پیتے بچوں کو بچپن کے سبب سے قبض ہو جاتا ہے اسے زنانی زبان میں اڑ کہتے ہیں۔

۲ بات پر اڑ جانے کے معنی لجاج کے ہیں۔ گھوڑا اڑ جاتا ہے تو پھر چلتا نہیں گویا زمین میں گڑ جاتا ہے۔ تو ان دونوں آخری معنوں میں دوسرا لفظ ملانے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اگر یوں کہیں کہ فلاں شخص کو اڑ ہو گئی ہے یعنی اپنی بات پر جم بیٹھا ہے۔ یا گھوڑے کو اڑ ہو گئی ہے یعنی اڑ جانے کی عادت ہو گئی ہے تو لوگ ہنسنے لگائیں اور کہیں "دو الملتاس کا شیاف"۔ باقی رہا مورچا۔ یا گہری خندق یا اونچا مہس یا مچھلی پکڑنے کا بند وغیرہ تو جناب آپکا قلم اقدس ثقیل غذاؤں کی اڑ سے محفوظ رہے۔ اردو میں اڑ کی گود ان معانی سے خالی ہی پائی۔

ڈھٹائی اس قلم بیباک کی دیکھنے کے قابل ہے گویا دنیا میں کوئی باز پرس کرنے والا زندہ نہیں جو کچھ ہم از راہ حیاداری لکھ دیں گے وہی قبول کر لیا جائے گا۔

خدا غارت کرے ایسی کتابوں کو جن کے مصنف جہل مرکب پر نازاں ہوں اور جو ہمارے بچوں کو گمراہ کریں۔ معانی مذکورہ سمجھنے کے لیئے آپ مختلف جملے بناتے ہیں۔ (۱) ضد اور ہٹ = "بی بی پر اڑ سوار ہے"۔ (۲) روک = "اڑ کی وجہ سے نہر کا پانی رواں نہیں"۔ (۳) آڑ = اُدھر اڑ تھی مجھے وہ دکھائی نہ دیے۔ (۴) ستر راہ = پاگل پن اڑ ہے ورنہ صاحبزادے ترقی کرتے۔ (۵) مزاحمت = سائی نے اڑ کی ورنہ بی بی تو ساتھ چلنے پر رضامند تھیں۔ (۶) تعرض = دوستوں کی اڑ کی وجہ سے میں نے زبان بند کر لی۔ (۷) ٹھہراؤ = جب دل کو اڑ ہوئی تو بندہ سو یا۔ (۸) مانع = بندہ اڑ نہیں آپ کا جہاں جی چاہے جائیے۔ (۹) عارضی = ابھی یہ فراق اڑ ہے۔ (۱۰) کٹہرا = حاجی زمزم اللغات صاحب اڑ سے لگے کھڑے تھے۔ (۱۱) جنگلہ = کوٹھی کی اڑ بہت خوبصورت ہے۔ (۱۲) مورچا = جب فوج کی اڑ سے دور ہو گیا تو حواس درست ہوئے۔ (۱۳) بند = دریا کی اڑ نہ تھی۔ (۱۴) پشتہ = دیوار کی اڑ نہ رہی۔ (۱۵) خندق = گھوڑا اڑ پھاند گیا۔ (۱۶) کھائی = بس بیچارہ اڑ میں گر گیا۔ (۱۷) مچھلی پکڑنے کے لیے بند = ڈگن اڑ میں بہ گئی۔ (۱۸) مخالفت عداوت دشمنی = فلاں شخص سے اڑ ہے اس کی اڑنے اڑ کو اور بڑھا دیا۔ (۱۹) اختلاف ناموافقت جھگڑا = بڑی اڑ پڑی۔ اڑ بڑھتی ہی گئی۔ آخر

باورچی (مالوی جی)

پارٹی

"قومی ہریسہ"

دیوانی ہانڈی

"کمبخت دو تین سر ایسے جٹیلے ہیں کہ گلائے نہیں گلتے"

REGISTERD No A 783
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ
1934
A. D. KHAN ARTIST

بیگم: "کیوں وہ کانگریس میں شریک نہیں ہیں؟ اور جلسوں میں نہیں جاتے؟"

میں: "جاتے تو ہیں مگر وہ عالم آدمی ہیں کچھ اسلام کا فائدہ دیکھا ہوگا جب تو شریک ہیں۔ علاوہ ازیں جلسوں میں شریک ہونے سے کیا ہوتا ہے۔"

بیگم: "خیر انھیں جانے دو حکیم حافظ محمد اجمل خاں۔"

میں: "پھر وہاں سے نکالا ہے۔ وہ بھی ایک فاضل دیندار مسلمان ہیں۔"

بیگم: "وہ بھی نہ سہی۔ مولوی آزاد سبحانی......"

میں: "کیا غضب چیز ہو۔ ایسے تمام چُن چُن کے لیتی ہو کہ کچھ کہتے نہ بن پڑے۔ بھلا ان کے ایمان میں کون شک کر سکتا ہے۔"

بیگم: "اب میں کبھی تم حسرت موہانی۔ مولانا محمد علی۔ مولانا شوکت علی کو کہتے ہو۔"

میں: "چپ رہو۔ ابھی سے میں تمھارے سامنے باہر کا حال نہیں کہتا۔ یہ شیدا ایمان پاک و مذہب ہیں۔ ان کے نام کے ساتھ زبان ہلانے سے جو کوئی گستاخی کا کلمہ نکالے۔"

بیگم: "یا الٰہی پھر تم کن مسلمانوں کو بُرا بھلا کہتے تھے۔ ایسے نہیں ہیں؟"

میں: "بھی عجب جاہل سے سابقہ پڑا ہے۔"

بیگم: "جاہل ہو گے تم آپ۔ یا تمھاری چاہیتی جان۔ ذری میرے منھ نہ لگنا۔ لو دیکھو آنکھوں سے ابھی ماما جی شکر کی پڑیا لائی ہیں اس میں ایک اشتہار ہے حکیم صاحب اور مولوی ابوالکلام صاحب دونوں نے اس پر دستخط کیے ہیں۔ کہ کانگریس والے اور خلافت والے مسلمانوں کو ووٹ دو۔"

میں: "اجی ان کانگریس والوں کی یہ بھی ایک چال ہے۔ ان کے پاس گئے ہوں گے ہاتھ جوڑے ہوں گے۔ انھوں نے ان کی خاطر سے دو کلمے لکھ دیے۔"

بیگم: "اے ہے تو یہ لوگ ایسے موم کی ناک ہیں کہ جیسا جو چاہے ان سے لکھوا لے۔ ابھی تو تم کہتے تھے عورت ذات مگر تم ہی ناقص العقل ہوتی ہے۔ اب تم بڑے بڑے مردوں کو بھی بے عقل بنانے لگے۔ اچھا جو یہ لوگ ایسے ہیں سب کچھ کہنے سننے میں جھٹ سے آ جاتے ہیں تو تم نے آپ کو میری جان کی قسم میری بچی کھا کے مجھی کو بہت ہے کہے جو ابھی بچی بچاس ہزار کی ایک دستاویز نہ ٹھکرا لاتے۔ بندی اٹھی کہہ گئے وہ پیسے نے کی پچیس ہزار ابھی بی چاہتی مالزادی کو دیجیے گا پچیس ہزار بندی کے گھٹنا ٹو ائے گی۔ بے بس اٹھیے دیکھیے میں نے اپنی جان کی قسم دی ہے۔ میرا خون بہت ہلکا ہے جو ذری رو ئیاں بھی میلا ہوا تو نگوڑی چہیتی جان کو کوس کوس کے کھا جاؤں گی۔ سچ کہتی ہوں۔ بیوی جو اللہ اور سے کے اندر مولوی کی لاش برآمد ہوتی نہ جاتے تو جب ہی کہتا۔ اور ہاں یہ تو بتاؤ۔ یہ "تبلیغ حق" کس نے نکالا ہے؟"

میں: "وہ بھی ایک عالم ہیں۔"

بیگم: "وہ تو اپنے تئیں شہید لکھتے ہیں۔ ان کو ڈر بھی نہیں لگتا۔"

میں: "کیوں ڈر کی کون سی بات ہے؟"

بیگم: "اے کچھ نہیں۔ آجکل شہید کی کوئی قدر نہیں کرتا۔ کہیں لوگ سچ مچ کا شہید نہ سمجھ لیں۔ جو نالے کی ہوا کھانا پڑے۔"

میں: "کیا بکتی ہو توبہ کرو۔ علما کی نسبت زبان کھولتی ہو۔ کافر ہو جاؤ گی۔"

بیگم: "جن لوگوں نے سچ مچ شہیدوں پر آفت توڑی وہ پکے مسلمان رہے میں نے جو زبان سے دو لفظ کہہ دیے تو کافر ہو گئی۔ جو آج میرا بھی کوئی عزیز مولوی ہوتا تو بتا دیتی۔ اے کیوں نہ ہو ایک تم مسلمان ہو۔ باقی دنیا کافر ہے۔ ہوش کی دوا کرو۔ آخر میں کہتی ہوں یہ کس پر کفر اور اسلام اچھلا ہے۔"

میں: "تم تو ہو نری بیوقوف۔ ساری زلیخا سن گئیں پھر پوچھتی ہیں زلیخا زن بود یا مرد۔ بات یہ ہے کہ میونسپل کے ممبروں کے انتخاب کا زمانہ آگیا ہے۔ کچھ لوگ ووٹ کہتے ہیں کہ انھیں کانگریس اور خلافت کمیٹی نے اس کام کی اجازت دی ہے۔ دوسرے کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔"

بیگم: "کیا کانگریس اور خلافت کمیٹی ایک ہے؟"

میں: "نہیں خلافت کمیٹی نے اختیار دیا تھا کہ تم ہی مسلمان ممبری انتخاب کیا ہوا۔"

بیگم: "اب کا جھگڑا ایک ہی ہے ہم ہی تو انھوں نے خود ہی تو کانگریس کو اپنا مختار بنایا۔ جیسے تم نے چہیتی جان کو اپنا مختار بنایا ہے جو وہ کہتی ہے وہی تم کرتے ہو۔ اب جو تم اس کے کہنے پر چلو اور پچھتاؤ تو اس میں کسی دوسرے کو الزام کیوں دو۔"

میں: "تم تو ہر بات میں چھیڑ خانی کرتی ہو۔ اب میں کچھ نہ کہوں گا۔"

بیگم: "خفا نہ ہو۔ تمھیں میرے سر کی قسم۔ میں نے کیا پوچھتی تھی؟ اچھا پھر وہ کیوں پچھتائے۔"

میں: "اس وجہ سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی معاملہ میں ہندو اور مسلمانوں میں تصادم ہو جائے۔"

بیگم: "یہ کوئی نئی رسم ہے۔ اللہ سچ بتاؤ کیا ٹھوار ہندو مسلمان بھی ہوتے ہیں۔"

میں: "لاحول ولا قوۃ۔ ارے یہ عربی لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں آپس میں ٹکرانا۔"

بیگم: "تو کیا میونسپلٹی میں مینڈھے لڑتے ہیں؟"

میں: "استغفر اللہ۔ مینڈھے نہیں لڑتے خیال ہوتا ہے کہ شاید کبھی کوئی ایسا معاملہ درپیش ہو جس میں ہندو اور مسلمان مذہبی اختلاف رکھتے ہوں اور مسلمان دبا دکھا کے ہندوؤں کی سی کہنے لگیں۔ اے ہاں کانگریسی مسلمانوں کا کیا اعتبار۔"

بیگم: "ان کانگریسی مسلمانوں کو پھر سے کلمہ کیوں نہیں پڑھا دیتے کہ ایمان کی پھٹی ہوئی چادر میں پیوند لگ جائے۔ اور جو ایسی بے اعتباری تھی تو ان کو خلافت میں کیوں شریک کیا تھا؟ ہٹو میری طرف سے مولوی صاحب کو پیام دو کہ آج سے یہ لوگ خلافت کے قریب نہ پھٹکنے پائیں۔"

میں: ہونہ ہو تم تو ضرور جا سے کیا واہی تباہی بکنے لگتی ہو۔"
بیگم: مر گیا! ان بچاروں کو بے دین کہتے ہو ایمان کا عہد اٹھاتے ہو۔ اس اشتہار میں بھی ہے کہ اقرار نامہ لکھنے کو ان سے کہا گیا تھا پر وہ راضی نہ ہوئے پھر کیا بے دین کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔"
میں: لاحول ولا قوۃ۔ ارے یہ تو ایک خیال تھا۔ اسی خیال پر عہد نامے پر دستخط کرنے کی فرمائش ہوئی۔ وہاں ایمان تھا مگر وہ عقلاً دستخط کیا کرتے۔"
بیگم: دیکھا آئی نہ وہی بات! اب تم یہ بھی سمجھے گی کہ جنھوں نے دستخط کیے وہ مسلمان ہیں اور جنھوں نے انکار کیا وہ بے دین ہیں۔ اللہ ایک بات پوچھیں بتاؤ گے؟ کیا میونسپلٹی بھی کوئی بڑی مسجد ہے جہاں ایمانداروں کے سوا "ڈسملل یقین" آدمی نہیں جانے پاتے۔ جو یہی بات ہے تو پھر مکہ شریف کو بلا کے ممبر کیوں نہیں بنا لیتے۔ ہمارے یہاں بی جگن آئی ہیں بیچاری کیسی نماز گزار کیسی پرہیزگار۔ ان کو یہ عہدہ دلوا دو۔ بیچاری بی جگن سے ممبر بن جائیں گی یقیناً تو اب ہوگا حرام حدیث بھی جانتی ہیں۔ دو چار مذہبی کتابیں بھی پڑھ لی ہیں۔ کوئی سید و اگر پوچھے گا تو سیکڑوں مسائل بتا دیں گی۔ دیکھو دھنو یوں کرتے ہیں۔ کلمہ یوں پڑھتے ہیں۔ نماز یوں پڑھو۔ میری جان تم دانستی میں تو خود جناب مولوی صاحب ممبر بن جائیں تو اور اچھا ہے۔ آخر یہ اپنا بوجھ ڈسملل یقینیوں پر کیوں لادتے ہیں۔"
میں: کچھ احمق تو نہیں ہو گئی ہو۔ انھیں کیا پڑی ہے جو جائیں ان کے پاس اگر ایسے راسخ العقیدہ پکے مسلمان شرع سے باخبر لوگ نہ ہوں تو وہ تکلیف فرمائیں۔ وہ ان لوگوں کو کیوں نہ بھیجیں جنھوں نے دستخط کر دیے ہیں۔"
بیگم: اللہ تم سلامت رہو ذری ان نئے عالموں کے نام تو بتاؤ۔"
میں: کیسے نئے عالم!؟"
بیگم: تو کیا بغیر علم کے بھی کوئی شخص حسیات اہل اسلام کو سمجھ سکتا ہے۔ "مذہبی اور قومی حقوق" سے واقف ہو تا ہے۔ "احکام مذہبی سے متعلق امور" اس کے ناخوش (ناخوش) ہو سکتے ہیں۔ "جمہور اہل اسلام" کا منشا خواہ شیعہ ہوں یا سنی معلوم ہو جاتا ہے۔"
میں: ارے میونسپلٹی کوئی اصول فقہ کا مدرسہ تو ہے نہیں۔ کاہے کا ہے ممکن ہے کہ کوئی ایسا مسئلہ پیش آ جائے تو اس کی پیش بندی یوں کی ہے کہ اپنے جانے پہچانے اقراری لوگ بھیجے ہیں وہ عالموں سے مشورہ کریں گے اور جو حکم ملے گا اس پر عمل کریں گے۔"
بیگم: کیا انھوں نے کبھی اور بھی ایسا کیا تھا؟"
میں: نہیں پہلے تو مولانا اسی پر راضی نہ تھے کہ کوئی ایسی جماعت ہو جو خلاف شرع قانون بنائے۔ اب اتنی ترمیم فرمائی ہے کہ جو کوئی اس اقرار نامہ پر دستخط کر دے وہ جائے۔ باقی اشخاص کو کوئی حق نہیں ہے۔"
بیگم: او اچھا جی۔ بھلا ان میں سب نئے آدمی ہیں یا پرانے بھی ہیں؟"
میں: کچھ نئے ہیں کچھ پرانے ہیں۔"
بیگم: نئے تو خیر مگر پرانے ممبروں نے میونسپل میں کتنی مسجدیں بنائیں۔ کے امام باڑے کھڑے کیے کتنے اولیا کے مزار پر چراغ جلایا آخر نو نو دس دس برس ممبری کی تو مذہب میں کیا شاخ زعفران لگا دی اور جب مولانا نے شرکت کی منادی (ممانعت) کی تھی تو کیوں ان کی عدول حکمی کی۔ کچہریوں میں جاتے ہیں انگریزی قانون نے جو سزائیں مجرموں کے لیے مقرر کی ہیں وہ دیتے ہیں۔"
میں: ہائیں ہائیں انگریزی قانون نہ کہو "تعزیرات ہند شریف" کہو۔"
بیگم: اچھا یوں ہی سہی تعزیرات ہند شریف تعزیرات ہند شریف۔ تعزیرات ہند شریف۔ بس اب تو راضی ہوئے۔ تم نے کہا تھا کہ میونسپلٹی کے انتظام سے کوڑا گھر بنے ہیں صفائی ہوتی ہے گو غلیظ کہتا ہے۔ لوگوں پر ٹیکس (ٹیکس) لگایا جاتا ہے۔ جھاڑو ہوتا ہے۔ مکان کھدتے ہیں۔ سڑکیں بنتی ہیں۔ ان چیزوں میں شریعت کے خلاف سب کچھ ہوتا ہے۔ اور کچہریوں کے کمرے میں کوئی بات شرع کے خلاف نہیں ہے جو جیل میں جانے کے لیے اقرار نامے پر مہر بہاں جاتی ہیں اور حاکم بننے کے لیے کوئی قید نہیں۔ جو کوئی ایسی باتوں میں ڈگری چلائے گا اسے قانون کی پابندی کرنا پڑے گی۔ چاہے اقرار کرے یا نہ کرے اور جب انگریزی قاعدے کی پابندی ہوئی تو اقرار نامہ کیا بنائے گا۔ ہم نے تم سے ہزار دفعہ کہا کہ چھیتی جان کے کہنے سے داڑھی نہ منڈاؤ۔ تم نے کبھی ہماری بات مانی خیر تم کیا چیز ہیں۔ خدا کا حکم مانا؟"
میں: لاحول ولا قوۃ۔ یہ بات وہ بات کا دھر کچھ ادھر۔ تم ہو بڑی ذات شریف۔"
بیگم: کیسی کھری بات سن کے مرچیں لگتی ہیں۔ خوب کیا جو ان لوگوں نے اقرار نامہ پر دستخط نہ کیے جن لوگوں نے وکالتیں چھوڑیں نوکریاں چھوڑیں اپنی بات رکھی مذہب کی لاج رکھی ان سے دستخط کی فرمائش بیکار ہے۔ اور اقرار کرنے کے بعد اس سے پھر نا برا اور بہت برا۔ ایسی بات کا اقرار ہی کیا جو ہو نہ سکے۔ ایک وہ ہیں جنھوں نے عالموں کے کہتے ہی نوکریاں چھوڑ دیں وکالت سے توبہ کی اور ایک وہ ہیں جنھوں نے بغیر تنخواہ کے اپنے سر پر سرکاری بیگار لا دی ہے۔ کوئی وہاں سے تنخواہ نہیں ملتی طلب نہیں پاتی مگر مولوی چیخا کیے انھوں نے استیفا (استعفا) نہ دینا تھا نہ دیا۔ تمھیں بتاؤ کہ وہ اقرار نامہ ان کا مضبوط ہوگا یا ان کا۔ اب جیسے تم ہو ہزار مرتبہ قسمیں کھاتے ہو کہ اپنی بی ناجو کا پہلو نہ گرماؤ گے پھر صبح ہوئی اور تو پر ٹوٹی۔ چکن پٹی کی آئینہ دیکھا چھڑی ہاتھ میں لی اور روانہ ہو گئے۔ نہ شرع سوجھتی ہے نہ شرم معلوم ہوتی ہے بھلا بتاؤ تمھارا کوئی کیا اعتبار کرے اسی طرح ہیں دیکھو تم نے کہا فلاں شخص سے ہنس کے بات نہ کرنا یقین ایمان بھری بیٹھی ہیں پوچھو تو کیسی ہے؟ اچھا میں تم سے کہتی ہوں مولویوں کے مکان ہیں باغ ہیں کیا ان کو ووٹ نہ دینا پڑتا ہوگا۔"

دواخانہ امدادیہ بہار ریلیف فنڈ

کثرت استعمال سے فی زمانہ ہو نہ ہو بیچ چند اعضائے جسمانی کے مختلف الصورت والصوت ہونے کے اور کوئی فرق نہیں رہ گیا ہے۔ ہر لیکچر اور ہر معاملے میں اب عورتیں مردوں سے پیچھے اور دوش بدوش نہیں بلکہ چار قدم آگے رہتی ہیں فرانس امریکا اور لندن وغیرہ کی آپ ٹوڈیٹ عورتوں کو بڑا ناز تھا کہ اُن کے یہاں کے سانچوں میں اب دنیا کو سی مسالا نہیں لگایا جاتا۔ ہائڈروجن اور آکسیجن کو ایک خاص کیمیاوی طریقے سے مقطر کر کے بنے ہوئے روغن کا استر دے کر جو کشیدہ ہونے لگی ہے اس میں زنانۂ حال یعنے مہذب ترین دور کے مذاق طبیعت کا خیال رکھتے ہوئے نیا مزا، نیا رنگ۔ نئی خوشبو پیدا کر دی گئی ہے۔ ہندوستانیوں میں آپ جانیے "نقل را چہ عقل" کا مادہ قدرت نے نسبتاً زیادہ رکھا ہے اس لیے مالہ و ماعلیہ پر غور کیے بغیر حسب معمول یہاں فوراً اس کی نقل اُتار لی گئی اور موازنہ کر کے دیکھیے تو نو آموزی کا لحاظ کرتے ہوئے اگر اُس سے اچھی نہیں تو زیادہ بُری بھی نہیں رہی۔ ذری اور رواں لگنے دیجیے پھر دیکھیے گا کہ آدمی اُس کے ساتھ سبقت نہ لے جائیں تو میرا ذمہ۔

ایسے ہی سانچے کی ڈھلی ہوئی میں مذکر نہیں مونث یعنے عورت ذات ہوں۔ وہ پرانے زمانے کی اُدھڑی مال کا بہانا چرخا نہیں جو دن بھر میں ایک دو پونی کس کے جیسا سوت وہ بھی نگوڑا اُرا کنّھیاں پڑا اتارے بلکہ خاص الخاص گاندھی مارکہ سہرا چرخے سے دست بدولت سے دعا لکھوں میں ایک تار سے لے کے پچاس تار سے پہراز مسوت کا پونا نکال لینے والی جس کا تار پار کرتا ہیں کا لیکچر لے ریشہ مردوں کی متفقہ قوت سے بھی کسی نہیں۔ زیادہ تعریف فضول ہے مختصر یہ کہ جاپیے سے "ہر چہ کہ باشد زیر پالان" کی مصداق ہوں۔ کسر اگر ہے تو اس قدر کہ میرے نام نامی کے آگے پیچھے کچھ نہیں لگایا جاتا۔ نہ کیل ہے نہ دُم۔ اِس دُم سے کچھ جھیا جھنتہ سی معلوم ہوتی ہوں۔ پرواہ جن کی ضرورت ہے۔ کیل کی تو خواہشمند بھی نہیں دُم البتہ ضرور چاہتی ہوں اور وہ بھی صرف اس لیے کہ بلا جنبش دست و پا ذرا ہٹے چھوٹے چھپر او مکھیاں اڑانے میں آسانی ہو جائے سنتی ہوں کر خطابوں سے بھی کہیں کہیں ایسی دم لگ جایا کرتی ہے مگر ہماری ابد قرار سرکار دولتمدار عورتوں کی اس مردانگی کے باوجود بڑے خطاب تو درکنار مردوں کی طرح سے اُن کو۔ خان صاحب خان بہادر رای صاحب یا رای بہادر تک بنانے کی عادی نہیں نہ باوجود علامہ دہر ہونے کے شمس العلما وغیرہ کا جامہ پہناتی ہے اور نہ ڈوبتے ہوئے لوگوں کو پار لگھانے اٹھانے پر مسیح الملک و حاذق الملک قرار دیتی ہے یہ کیسی نا انصافی اور حق تلفی ہے ہو انصیبن اس مرتبہ کی بر خواب کونسل میں ضرور اُس کی تحریک کریں بہر حال یہ تو آیندہ کا کام ہے۔ مجھے ضرورت اسی وقت ہے اس لیے میں سوچتی ہوں نہ صرف بنگلوں اور بنگلہ نما مکانوں کی چار دیواری ہی کے بھروسے پر نہ رہوں عملی حیثیت سے کوئی کام بھی کروں اور ذرا بڑھ کے ہاتھ ماروں۔ اسی خیال سے میں نے چند عطائی مگر معمولی نہیں۔ پچھے رستم دوران حکما سے کچھ دواؤں کے مرکب تیار کرا لیے ہیں جو اپنی تاثیر میں تیر بہدف کم خرچ بالا نشین ثابت ہوئے ہیں۔ میں آپ سے یہ صلاح لیتی ہوں کہ ان مفید مرکبات کی ایک دکان لکھنؤ کے ہونے والے فینسی فیر میں کھولوں یا نہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ جس طرح ممکن ہو میلے کے اندر گزرگاہ عام پر ایک دکان لگاؤں خود بنفس نفیس و خالص دکان پر بیٹھوں یہ جنس گرانمایہ فروخت کروں اور تمام مقامی اخبارات کے ذریعہ سے اعلان کر دوں کہ منافع کا پچھتر فی صدی بہار ریلیف فنڈ میں دیا جائے گا۔ سائن بورڈ پر بھی

عارضی دواخانہ امدادیہ بہار ریلیف فنڈ

لکھوا کر ٹانگ دوں گی۔

دواؤں کی فہرست بڑی لمبی ہے۔ لکھوں تو بوستان خیال ہو جائے اس لیے چند خاص الخاص دواؤں کے نام اور دو ایک دواؤں کی مختصر تعریف لکھنے پر اکتفا کرتی ہوں۔

مختصر فہرست

(۱) طلاء بجلی جوش و خروش والا۔ (۲) عرق برق حیا سوز جگر والا۔ (۳) روغن عقل افروز جوئے شیر والا۔ (۴) شربت اعجاز جیتے جیتا والا۔ (۵) معجون تڑاق پڑاق۔ (۶) اطریفل پلنگ توڑ چت پٹ والا۔ (۷) جوارش عصمت داغ دھبے والی۔ (۸) سفوف مرنجان مرنج کلّو والا رجسٹرڈ۔

مختصر تعریف ادویہ

(۱) طلاء بجلی۔ آسمانی بجلی آسمان سے زمین پر گرتے وقت ایک ایسے جال میں گرفتار کی گئی جس میں اُسے کشتہ کرنے کا مسالا لگا دیا گیا تھا۔ کشتہ ہوتے ہی چند جڑی بوٹیوں کے ہمراہ جو شملہ نینی تال کے پہاڑوں پر بزمانۂ کونسل بکثرت مگر بمشکل دستیاب ہوتی ہیں۔ آتشی شیشی میں رکھ کر نئے سائنٹفک طریقے پر اس بجلی کا طلا کشید کیا گیا ہے جو اپنے خواص اور افعال میں لاثانی ہو گیا ہے۔

آدھ پاؤ چنبیلی کے تیل میں دو تین قطرے ڈال کر کسی پولو کھیلنے والی رنڈی کے عربی گھوڑے کی لید میں چالیس روز دفن کرنے سے اُس کی قوت سوگنا زیادہ ہو جاتی ہے۔ عام مردانہ شکایات معلومہ کے لیے اسکا استعمال بڑا قوت خیز ثابت ہوا ہے۔ نہار منھ ذرا سی مالش میں حرام حلال کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ جہانگیری اصطبل واقع ملک اودھ میں اس قسم کی رنڈیوں کے گھوڑے بہت پائے جاتے ہیں۔

(۱۰) عرقِ پری حیا سوز دیکھے والا۔ اسی بجلی کا عرق اور راڈیم کے ہمراہ قرعِ انبیق میں ساتھ کشید ہو کر عجیب چیز ہو گیا ہے۔ دو اخانہ ہائے دہلی کے مجربات اور لاہوری خود ساختہ حاذق الملک کے تمام مصنوعات اس عرق اور اس کی ترکیب کشید پر قربان کر دینے کے لائق ہیں۔

(الف) دو تین بوند ایک گھڑے پانی میں ڈال کر نہائیے تو کالا گورا اور گورا آبنوس کا کندا اور سانولا سلونا ایک نئے قسم کی ابری رنگ کا ہو جائے۔

(ب) کثرتِ استعمال عورت کو مرد اور مرد کو مخنث بنا دے۔

(ج) آنکھوں میں ٹپکائے تو چشم زدن میں تیسا کا قلع قمع ہو جائے۔

(د) کانوں میں ڈالئے تو دل کی بات سن لیا کرے۔ آواز کا محتاج نہ رہے۔

(ہ) تالو میں رکھ کر تین روز کھائے تو ایسا شیریں زبان ہو جائے کہ ہر شخص بے ساختہ کہہ اٹھے "وہ کہیں اور سنا کرے کوئی"
کا مصداق ہو جان جھڑانا مشکل ہو جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۱۱) روغن عقل افروز جوسے شیر والا۔ اسی بجلی کا کلوں کے ساتھ سوئی کولہو میں تیل نکالا گیا ہے رات کو سوتے وقت لگاتار پندرہ دن تک اگر کسی اینگلو انڈین گرل سے کھوپڑی پر مالش کرائے تو حصول زر کی بے شمار نت نئی ترکیبیں دماغ میں بھر دیتا ہے۔

(۱۲) شربتِ اعجاز چھوٹے بھیا والا رجسٹرڈ۔ واہ کیا شربت ہے مفرح و مسکن و مشتہی۔ ادھر پیا ادھر نظام جسم میں طوائف الملوکی پیدا ہوئی۔ شرم و حیا و غیرت سب اٹھا فانا غائب۔ چھوٹے بڑے نوکر چاکر کسی کا امتیاز باقی نہیں رہتا اور انسان دم کے دم میں پیچھے سے آگے ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

راقمہ:۔ (ملا ثم جان)
بقلم:۔ (راز سید لکھنوی)

نوحہ خوانی کا دورِ جدید

ارے بھئی مولانا صاحب تو آپ کے لکھنؤ نے نوحوں میں ذرا ادب لطیف کی شریں دیا ہے جو میں نہیں آتا کہ لوگ کیا لکھتے ہیں اور کیوں لکھتے ہیں اس لئے کہ سُن کر دل سے آہ نکلتی ہے نہ زبان سے واہ۔ خیالات پر تو حجاب کی غلظ تقلید اور اصلاحات قلم اشاراتی رہتی ہے اور اپنے گھر کی خبر ہی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اگر یہ اجتہاد ہے تو خدا پر ہے یا صواب پر۔ سب سے پہلا دور کہیں معتبر دور ہے سب سے بڑی بات یہ کہ اپنے حدود میں تھا اس حال کا کوئی اثر یا نتیجہ سمجھ میں نہ آیا ایک ایک جگہ پر پچاس پچاس شعر کی نظم پڑھی جا رہی ہے اگر یہی ڈھنگ ہے تو مجلس درگشت میں فرق ہی کیا رہا ہمارے خیال میں تو مجلس سول رنگ کی چیز تھی اطمینان سے بیٹھے نظم یا نثر گھنٹوں سنا کرتے تھے۔ دم نہیں گھبراتا یہ صورت گشت ملیٹری ترکیب سے تعلق رکھتی تھی جس طرح بینڈ ماسٹر فوج کو ایک کیفیت میں سمیٹے لئے جاتا ہے وہی صورت دستہ ہائے ماتم کی تھی۔ ایک شعر پڑھا اور مجمع کو سمیٹے آگے بڑھ گئے جو کام مرثیہ خوان گھنٹہ دو گھنٹہ میں کرتے تھے وہی نوحہ خوان منٹ دو منٹ میں۔ اور پھر یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ نثر پڑھی جا رہی ہے یا نظم ایک مصرعہ گز بھر کا تو ایک دو گز کا نہ مستزاد معلوم ہوتا ہے نہ مسدس نہ سلام کی ترکیب ہے نہ نوحے کی کہ ہر شعر الگ الگ اپنا کام کر رہا ہے۔ اگر شاعری اسی کا نام ہے تو دنیا میں کوئی شخص غیر شاعر نہیں چنانچہ بندہ نے بھی فی البدیہہ بغیر سوچے سمجھے قلم برداشتہ اسی قسم کی تک بندی کی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے اور اس جدید گریے تک دو دو پر آنسو بہایئے۔

تازہ سنو مومنو ایک واقعہ
لکھنؤ جب سلم میں جو اب کی گیا
نوحوں کا کچھ ڈھنگ نرالا ملا
بھیرویں ہے اور نہ ہے جوگیا
اوہے نہ واہ کہیں مطلقاً
ہائے غضب رنگ یہ کیا ہو گیا
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اردو کی جان ہی ہائے ستم لٹ گئی
طرز عزاداری ہے بگڑا ہوا
ہائے غضب رنگ یہ کیا ہو گیا
گھس گیا نوحوں میں بھی کاوش کثیف
لطف سخن ہے نہ تخیل لطیف
نظم میں لکھتے ہیں روایت ضعیف
قافیہ بیکار تو مہمل ردیف
نوحوں کی جا توگوں سے بچھڑا لکھا
ہائے غضب رنگ یہ کیا ہو گیا
اصل و حقیقت نہیں اس کو کوئی کیا کرے
کچھ بھی سلاست نہیں اس کو کوئی کیا کرے
زور طبیعت نہیں اس کو کوئی کیا کرے
نام کو رقت نہیں اس کو کوئی کیا کرے
نوحے کہے ہیں کہ ڈرامہ لکھا
ہائے غضب رنگ یہ کیا ہو گیا
غور کرو لکھنؤ والو ذرا
ایسے زٹل قافیوں سے کیا ملا
ملک میں بے جوڑ اضافہ کیا
صنف ہے یہ کون سی بولو بھلا
سمجھیں مخمس اسے یا مرثیہ
ہائے غضب رنگ یہ کیا ہو گیا
کہیے اسے مستزاد بھی نہیں ہرگز نہیں
نثر مرجز مراد بھی نہیں ہرگز نہیں
ہے یہ محض طبع زاد بھی نہیں ہرگز نہیں
دیں تمہیں حل کی داد بھی نہیں ہرگز نہیں
نوحے کو معجون مرکب کیا
ہائے غضب رنگ یہ کیا ہو گیا

م ـ ن ـ اکبرآبادی

پنچ:۔ حضرت! یہ فرض انجناب کا نہیں کہ عوام الناس کی دُم کے پیچھے اپنا لیتھ بنا کر چلتے رہیں۔

دراصل ہمت کی پستی اور جلدی ہے۔ یہ محنت بہ مشقت علم شعر و موسیقی حاصل کرنے کی جو بیں ہے یہ خرابیاں پیدا کی ہیں۔ معاملہ یہ ہے کہ مذہبی یا کسی دخل سے انفارمیشن ہو گا کر لوگوں کے قوی تھیں و شک ہو جائیں گے۔ میں تعصب کی آگ میں اصلاح کی وضاحت سے جل سکے رہ جائے گی اور بے تمیزی کی اندھی خواہش یک نفس کی نعمت سے بھی اسے محروم رکھے گی۔

یہ خیال آپ کا درست ہے کہ اگلے استادوں نے سوز کو تال سے جدا کرنے اور خوش و رنج بڑھانے والے راگوں کو ٹھمری بلکہ دوسرے قسم کی ملذ ذ ملوکی حرکتوں سے پاک رکھنے میں بڑی محنت کی تھی۔ اب ہے سینما اور تھیٹر کا زمانہ۔ سر یا راگ سے تو لوگوں کو واسطہ رہا نہیں کہ مشکلوں میں دیدہ و دانستہ کون پھنسے۔ دھنیں سب ناچ کی گتوں پر جنھیں ہاتھ پاؤں کی حرکت سے بہ نسبت گلے کے زیادہ علاقہ ہے باندھی جاتی ہیں اس رواج نے نوحہ خوانی پر اپنا قبضہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ نشاط انگیز گتوں کو رنج افزا لہجے اور سُر سے کیا واسطہ۔ جو اگلے صاحب فہم ادب شناس استادوں نے مسترد کر دیا تھا وہ حال کی انجمنوں نے چوم چاٹ کے سر پر رکھ لیا ہے۔ لکھنؤ میں ایک دو کے سوا سوز خوانوں کا وجود نہیں مگر ایسے ادب لطیف والے نوحہ خوان ہزاروں ہیں جنھیں گریہ و بکا کی پروا نہیں۔

آپ سے بندہ واقف ہے۔ شیعہ ہیں سید ہیں عزادار ہیں۔ سوگوار ہیں۔ ماتمی ہیں۔ گریہ و بکا و نوحہ کو موجب ثواب سمجھتے ہیں۔ سبز پوش ہیں۔ جو کچھ فرماتے ہیں اچھی نیت سے فرماتے ہیں۔ مگر اس کے بُرے معنی لیے جائیں گے۔ اور ذمہ دار اس کے آنجناب ہی قرار پائیں گے۔ لہذا اصلاح مقصود ہے تو مذہبی اخباروں میں اس کا چرچا کیجیے۔ شاید کوئی فائدہ پہونچ جائے۔ بلکہ ہو سکے تو نوحہ خوانی کا ایک مدرسہ یہاں کھلوا دیجیے۔ تاکہ مذہبی تہذیب استوار ہو جائے ورنہ بیٹھے بیٹھے گت پر آنسو بہا لیجیے۔

ہم لوگ ان مت زبان کھوتے نہیں۔ ہم ٹھہرے ایک دنیادار آدمی بھلا کسی مذہبی رسم سے تعرض کرنے کا ہمیں کیا حق ہے۔ کہیں خیر خواہی سے کچھ عرض ہو تو کافر ملحد۔ لامذہب؟ باقی رہ گئے دو نوٹے لوٹے۔

نور اللغات

(نمبر ۴۶)

ایسا اور ایک کے تحت میں حضرت نے صفحہ کے صفحے سیاہ کر رکھے ہیں اور حسب معمول جس مقام پر ایسا یا ایک کے معنی بالکل نہیں بدلتے۔ تکرار لا یعنی کرتے چلے گئے ہیں ازبسکہ یہ طومار زحمت کا خواستگار ہے لہذا اس کی غلطیاں بالکل نظر انداز کی گئیں کوئی طالب تحقیق سوال کرے گا تو جواب دیا جائے گا۔

حاجی زمزم اللغات صاحب کو خدا جانے کن ایرانیوں سے سابقہ پڑا اور کتنا سابقہ رہا کہ اُن کی ہر لفظ کے لہجے سے واقف نظر آتے ہیں اور ہمیشہ تہمت لیتے شرم نہیں کرتے۔

مثلاً لفظ ایمان کے متعلق لکھتے ہیں "یہ فارسی بغیر اعلان نون کے بولتے ہیں" حالانکہ بالکل غلط اگر تنہا ایمان کہتے ہیں تو با اعلان اور بے اعلان دونوں طرح بولتے ہیں ہاں ایمان کے مضاف الیہ ہونے کی حالت میں بہ اعلان نون نہیں کہتے۔

ایمان جب مضاف ہوتا ہے تو لامحالہ نون کا اعلان کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً "ایمان من" قدمائے اہل ایران کی غزلیں موجود ہیں جس میں ایمان شان۔ قرآن کا نون با اعلان نظم ہوا ہے جیسے علی

تو می جوئی ایمان در کو نہان

جھٹ سے ایک قاعدہ کلیہ گڑھ لینا اپنی ہمہ دانی کی اطلاع سے لینا ہے تو بہت دلچسپ کام مگر نتیجہ اس کا بُرا ہے کیا معنے کہ جاننے والے ناک بھوں چڑھا کے نگاہوں سے گرا دیتے ہیں۔

لفظ ایمان کے ماتحت بھی حضرت نے ایسے بہت سے فقرے لکھے ہیں جہاں ایمان کے معنی نہیں بدلتے اور ان جملوں کو اپنے اپنے حرفوں کے تحت میں لکھنا چاہیے تھا اس سے تعرض کیے بغیر ہم آگے بڑھتے ہیں۔

سنیے گا فرماتے ہیں۔ آین (ہ۔ بر وزن بیین) مذکر۔ گائے بھینس بکری وغیرہ کے دودھ اُترنے کی جگہ۔ جو دودھ اُترنے سے اُبھر آتا ہے الخ۔

اول تو حضرت کو "تھن" لکھتے شرم آئی۔ دوسرے جگہ کو بھی "آین" لگا کے آپ نے مذکر بنا ڈالا۔ تیسرے ہندی کی لغتوں میں اس لفظ کا نشان نہ ملا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ دراصل ہندی نہ ہو۔ بلکہ عربی الاصل ہو عربی میں "عین" چمڑے (جلد) کے سیاہ داغوں کو کہتے ہیں اور عین کے معنی چشمے کے بھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ تھنوں کی ابتدائی صورت سیاہ داغ کی سی ہوتی ہے (حاجی صاحب اپنا کرتا اُٹھا کے دیکھیں شاید اُن کے بھی ہوں) پھر اُبھرنے کے بعد وہ چشمۂ رواں بھی بن جاتے ہیں۔ لہذا اسے "ع" کی تحت میں لکھنا تھا۔ خیر ہمارے نزدیک یہ کوئی بڑی غلطی نہیں۔ ہندی کی کئی پرانی کتابیں ہیں جس میں گائے بھینس بکری کا تذکرہ ہے مگر "آین" کا وجود وہاں بھی نہیں۔ البتہ تھن ہے (اور بھی کئی لفظ ہیں ۱۲ اینچ۔)

اس کے بعد این (بیائے معروف والف مکسور یہ) کی بحث آغاز فرمائی ہے لفظ ہے فارسی (حرف اشارہ) اردو میں جو فارسی جملے بطور مثل کے مروج ہیں۔ وہ بعض لکھے ہیں بعض چھوڑ دیے ہیں۔ مثلاً "این ہم بالائے علم" بکثرت زبان زد ہے لکھنؤ کے کپڑے تک بولتے ہیں۔ یہ جملہ ایک حکایت سے ماخوذ ہے۔ ایک تھے میاں درزی قطع و برید کے استاد کامل گاہک نے ادھر کپڑا سینے کو دیا اُدھر انھوں نے کتر بیونت کے بعد اپنے واسطے زیادہ نہیں تو ایک ٹوپی بھر سہی ٹکڑا نکال لیا۔ اتفاقاً ایک روز نماز جمعہ میں تشریف لے گئے واعظ نے بعد نماز نصیحت کی کہ چوری بُری ہے۔ اگر کسی درزی نے گاہک کی امانت میں خیانت کی

بڑے بڑے کھیل بڑے بڑے تماشے

دم سادھے رہو شاباش ۔ وقت آنے دو بھائیو ۔ جب فرشتہ گجر بجائے بس اُسیوقت میدان میں کود پڑنا

REGISTERD No A 783
LUCKNOW
اودھ پنچ
قیمت پیشگی اندرون ممالک
سالانہ صہ
ششماہی سے
سہ ماہی عما
DOGAWA LUCKNOW

درخواست کا فارم بھر دیں گے اور نقل ملنے کی اجازت ہو جائے گی۔

راویان مصائب و حاکیان شدائد و نوائب قلم کے منہ میں رشوت کی سیاہی اس طرح لگاتے ہیں کہ ٹھیک دوپہر کا وقت جلال کا ہنگام تھا۔ انجاب ہل ہانکتے کو دوں پھاندتے رجسٹری آفس پہونچے اور غلام گردش میں آشیاں گم کردہ کبوتر کی طرح تاؤ سے لگانے لگے۔ خیال تھا کہ درخواست دینے کے قواعد اور دیگر ضروری ضوابط و آداب کسی دیوار یا تختۂ بورڈ پر سائل کی آسانی کے لیے ضرور چسپاں ہوں گے۔ اور انجانب کی ناتجربہ کاری یا انیلے پن کی تلافی ہو جائے گی۔ مگر وائے ناکامی۔ دیوا بھولگڑا طالب علم کی لوح کی طرح نیوہ سے چوٹی تک سادی وصلی تھی۔ بورڈ کا نام و نشان ندارد۔ جابجا چند لالہ لکھتی جیتلدون آگے رکھے اللہ مسیح المسیح کی صدا بزبان حال لگا رہے تھے۔ بھلا مجھ سا جنٹلمین بی۔ اے فاضل ان بیچاروں کی طرف کیوں توجہ کرتا۔

یہاں تو لاٹ صاحب سے بھی نہیں جھکتے جس دروازہ پر "سب رجسٹرار" کی تختی لگی تھی جھٹ اس کی چق اٹھائی اور اندر داخل ہوئے یہاں لکڑی کا کٹہرا لگا تھا۔ ایک ہندوستانی صاحب بہادر کرسی پر ڈٹے ہوئے خضاب شدہ مونچھوں کی تقصیر دم مروڑ رہے تھے ان کے سامنے چند کاغذوں کے بستے رکھے تھے اور اس انداز سے بیٹھے تھے کہ طوطن خامن بھی جس کی قبر آج کل لارڈ کارنس صاحب کے اہتمام سے مصر میں کھودی گئی ہے اپنی زندگی میں اتنے ٹھسّے سے بیٹھا ہوگا۔ میرے حواس اڑنچھو ہو گئے ڈر گیا کہ کہیں چوٹ نہ کر بیٹھیں۔ انگریزی بھول گیا تقاعدۂ ہندوستانی جھک کے آداب بجالایا۔ صاحب کی گردن کو نامحسوس سی جنبش ہوئی۔ اب میں سمجھا کہ مردہ نہیں ہیں زندہ ہیں۔

میں: "معاف کیجیے گا میں آپ کی مشغولیت میں رخنہ انداز ہوا۔ مجھے ایک وصیت نامہ کی نقل درکار ہے۔"

وہ: "(انگریزی میں) درخواست کہاں ہے!"

میں: "معاف کیجیے گا میں اس کوچے سے بالکل نابلد ہوں۔ فارم درخواست کا کہاں ملے گا؟"

وہ: "باہر جائیے۔ وہاں عرضی نویس بیٹھے ہیں ان سے سب مشکل حل ہو جائے گی۔"

جن اشخاص کو میں حقیر سمجھتا تھا وہ بڑے کام کی چیز نکلے۔ باہر آیا اور ان میں سے ایک کے پاس بیٹھ گیا لالہ نہایت مروت سے پیش آئے پانچ پیسے مانگے ٹکٹ لا کے فارم لائے۔ خانہ پری کی میرے دستخط کرائے اور کہا کہ آپ خوش قسمت تھے جو رجسٹرار صاحب کی بدنگاہی اور دولتی سے مال بال بچے۔ ہم سمجھتے تھے کہ آپ سے اور رجسٹرار صاحب سے کبھی کی علیک سلیک ہوگی جو اس بے تکلفی کے ساتھ درّانہ چلے گئے۔ مشفق من ہمارے سب رجسٹرار صاحب بہادر نے عجب شاہانہ مزاج پایا ہے۔ شاہ ایران کو تخت طاؤسی پر بیٹھ کے اتنا غرور نہیں ہوتا جتنا انکو سب رجسٹرار صاحب کو ہے۔ غنیمت سمجھیے کہ پٹا اڑا کے آپ پر جھپٹ نہیں پڑے ورنہ مفت میں آپ کو کسولی کی ہوا کھانی پڑتی۔ خیر اب درخواست لے کے جائیے دیکھیے کیا حکم ملتا ہے۔ یوغا و کرہا درخواست کا فارم اٹھایا اور پھر حاضر دربار ہوئے۔ صاحب کچھ لکھ رہے تھے دیر تک متوجہ نہ ہوئے انجانب مثل چاکر کمترین کھڑے رہے۔ بارے آدھ گھنٹے کے بعد نگاہ روبرو ہوئی۔

صاحب: "ول آپ درخواست لائے"

میں: "جی ہاں۔ حاضر ہے"

صاحب: "دو بجے جب آپ کا نام پکارا جائے تو حاضر آئیے"

اچھا باہر ٹھہریے۔

میں: "بہت خوب حاضر آؤں گا"

معقول! "حاضر آنا" کہاں کا محاورہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے صاحب بہادر نے مادر کچہری کی آغوش میں پرورش پائی ہے۔ مگر ہمیں کیا؟

ہم تو وصیت نامہ کی نقل لینے گئے تھے کوئی محاورات کا سبق دینے تو گئے نہ تھے واپسی تھی میں گیا محاورہ دو بجے تک برآمدے میں کون ٹہلتا رہے گا۔ کمبخت کہیں چوتڑ ٹکانے کی جگہ تک نہیں۔ گیارہ بجے سے ایک بجے تک کچہری کے گرد تقدرقی ہوتے رہے۔ آخر اس گردش نے مزاج کو بوجھل بنا دیا۔ صبر نہ ہوسکا جھٹ سے پھر اندر داخل۔ میری صورت دیکھتے ہی صاحب نے گھڑی دیکھی فرمایا "ابھی دو نہیں بجا"

میں: "حضت میں کاروباری آدمی ہوں"

صاحب: "تو پھر میں کیا کروں۔ آئی ام ساری"

اتنے میں ایک ڈولی وارد ہوئی۔ اس ڈولی کے ساتھ ایک نواب صاحب تھے اور ایک دس بارہ برس کا لڑکا تھا۔ نواب صاحب نے ظاہر کیا کہ "یہ میری اہلخانہ ہیں ان کی شادی کو تیرہ چودہ سال ہوئے ان کو ترکۂ پدری میں ایک مکان ملا تھا اب اسے لالہ....... کے ہاتھ پانسو روپیہ پر فروخت کرنا چاہتی ہیں۔ یہ بیعنامہ ہے"

صاحب: "(بیگم صاحب سے) آپ کی عمر کیا ہے!"

بیگم: "کوئی اٹھائیس انتیس سال"

صاحب: "اوہو! آپ کی آواز تو لڑکیوں کی سی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی عمر پندرہ سولہ سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ لہذا بہتر ہوگا کہ آپ سول سرجن کا سرٹیفکٹ داخل کیجیے"

بیگم: "حضور میری عمر اٹھائیس سال کی ہے۔ یہ لڑکا جو میرے ساتھ ہے میرا ہی ہے"

صاحب: "او نو۔ آپ نابالغ ہیں"

بیگم: "نہیں حضور اگر کوئی عورت ہو تو اسے بھیجیے وہ صورت دیکھ کے عمر کا اندازہ کر لے گی۔ میرے ساتھ شناخت کے لیے مہترانی موجود ہے اس سے پوچھ لیجیے"

نواب: "خداوندا! عورت ذات ہیں تین میل سے آئی ہیں۔ بیعنامہ لکھا جا چکا گواہان شناخت موجود ہیں۔ سرٹیفکٹ میں بہت طوالت ہوگی"

صاحب: "میں کیا کروں مجھے تو شبہ ہوتا ہے

کہ نابالغ ہیں "

ابھی یہ گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ لالہ مہاجن پہونچ گئے۔ یہ ہم سب سے زیادہ تجربہ کار تھے جیسے ہی عذر نابالغی سنا بائیس روپے میز پر رکھ دیے۔

صاحب " (مسکرا کے) ٹھیک ہے میں ڈاکٹر سے زیادہ مستحق ہوں۔ بیشک بیگم صاحب بالغ ہیں۔ بارہ تیرہ برس کا لڑکا جس کسی کے چودہ بالغ نہیں تو نابالغ کیونکر ہو سکتی ہے اب کوئی شبہ نہیں۔

چند منٹ میں دستاویز کی تکمیل ہو گئی ایجاب ہکا بکا کھڑے رہ گئے کہ کیا جلدی بالغ ہو گئیں۔ اب دو بج گئے مجھ سے ارشاد ہوا کہ آپ ایسے دو گواہ لائیے جو آپ کے والد کے جنازہ میں شریک ہوئے ہوں "

میں " حضرت انھوں نے تو کربلائے معلی میں انتقال کیا۔ البتہ ایسے گواہ موجود ہیں جنھیں ان کے انتقال کا علم ہے اور وہ معزز اشخاص ہیں "

صاحب " اونو۔ یہ وصیت کی بات ہے وصیت نامہ کی نقل کسی کو نہیں دی جا سکتی "

بات تھی نامعقول کی دُم میں رجسٹرار کا کمبخت اُس وقت سے منہ میں گھنگنیاں بھرے بیٹھا رہا۔ اب یہ کہتا ہے۔

میں " تو جناب والا نے اس وقت جو کچھ فرمایا وہ گیارہ بجے فرمایا ہوتا "

صاحب " میرے پاس فضول بک بک کے لیے وقت نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کسی فضولی نے بہکایا ہے چپراسی چپراسی لالہ ..... کو بلاؤ تو اس حرامزادے نے ہمیشہ لوگوں سے میری بُرائی کی ہے آیندہ احاطۂ عدالت میں یہ نہ آنے پائے "

غریب لالہ حیران پریشان۔ لام کاف سنتا رہا۔ لاکھ لاکھ منتیں کیں کہ حضور ہم لوگوں کی روٹی تو آپ کے نام سے ہے ہم بھلا کسی کو کیا اغوا کریں گے۔ مگر صاحب کب ایسی سنتے ہیں تھوڑی دور پر دوسری کچہری ہے میں دوڑا ہوا گیا والد مرحوم کے ملنے والوں میں سے ہم دو معزز آدمیوں کو گواہی کے لیے لایا "

صاحب " میں آپ سے کہہ چکا کہ خالی انتقال کے گواہوں سے کام نہ نکلے گا "

گواہ " جناب ہم دونوں آدمی کربلا کے سفر میں ان کے والد کے ساتھ تھے۔ انھوں نے ہمارے سامنے انتقال کیا۔ ہم ان کی تجہیز و تکفین میں شریک تھے "

صاحب " اچھا یہ بات ہے تو خیر میں آپ کا بیان لکھے لیتا ہوں مگر یہ بیان کافی نہیں ہے۔ اس بیان پر مجسٹریٹ کے دستخط بھی ضروری ہیں "

لاحول ولا قوۃ کس نامعقول سے سابقہ پڑا ہے "

میں " آپ کو لازم تھا کہ جتنی ضروری باتیں اس درخواست کی تعمیل کے لیے تھیں سب مجھ پر ظاہر کر دیتے تاکہ میرا ہرج نہ ہوتا اور دوسرے دن ان سب کی تکمیل کر کے حاضر ہوتا "

صاحب " یہ میرا فرض نہیں ہے کہ میں آپ کو قانون بتاؤں۔ آپ جب درخواست دینے آئے ہیں تو آپ کو خود سمجھ لینا چاہیے تھا کہ یہ نقل وصیت نامہ کے حصول کی درخواست ہے "

میں " یہ تو میں اب بھی سمجھتا ہوں۔ بہتر ہے میں مجسٹریٹ کے دستخط بھی ان بیانات پر لیے لیتا ہوں "

آکہ اصل طے الارض لینے بائیسکل موجود تھی۔ بندہ درگاہ سوار ہوتے ہی ایک آنریری مجسٹریٹ کے گھر پہونچے گواہوں کا حلفی بیان اُن کے سامنے لکھوایا اور تصدیق کرائی۔ مگر وقت گزر چکا تھا اس وجہ سے دوسرے دن پھر صاحب کے دربار میں حاضر ہوا۔ آج صاحب کچھ زیادہ طیش میں تھے صورت دیکھتے ہی فرمانے لگے۔ دیکھیے صاحب میرا وقت بہت قیمتی ہے۔ کل آپ نے بہت سمع خراشی کی تھی۔ میں نے کچھ جواب نہیں دیا! بلکہ تصدیقی بیان جو کل لکھا گیا تھا پیش کیا۔

صاحب " یہ کیا ہے۔ ؟ "

میں " حلفی بیان "

صاحب " کس مجسٹریٹ نے تصدیق کی ہے ؟ "

میں " .... صاحب نے "

صاحب " اس بیان میں کئی غلطیاں ہیں۔ آپ کے والد کا نام درخواست میں محمد یوسف علیخاں مرحوم لکھا گیا ہے اور گواہوں نے صرف محمد یوسف علیخاں کہا ہے "

میں " جی ہاں مرحوم کے معنی رحمت کیے گئے کے ہیں یعنی وہ شخص جو کہ جوار رحمت میں پہونچ گیا۔ یہ اُن کے نام کا کوئی ضروری جزو نہیں ہے والد مرحوم کا وصیت نامہ منگا کے دیکھ لیجیے انھوں نے اپنے نام کے ساتھ مرحوم نہیں لکھا "

صاحب " اونو۔ اٹ از نا ٹ سٹیک (نہیں۔ یہ ایک غلطی ہے) "

میں " (دل میں) بہت تیرے بھیجہ کی دُم میں کھٹ کھٹا۔ (بظاہر) آپ دریافت کر لیجیے۔ محمد یوسف علیخاں اور محمد یوسف علیخاں مرحوم ایک ہی شخص ہیں بندہ اُن کا اکلوتا فرزند اور وصی ہے "

صاحب " اونو۔ اب مجھے اس میں شبہ ہو گیا۔ اور ہاں مجسٹریٹ کے دستخط تو موجود ہیں لیکن عدالت فوجداری کی مہر اس تصدیق پر نہیں ہے "

میں " تو آپ صاف یہ کیوں نہیں کہتے کہ مجسٹریٹ کے وجود اس کے دستخط اور اس کاغذ کی صحت میں آپ کو ہمیشہ شبہ رہے گا اور ایک نہ ایک بات نکلتی آئے گی یہاں تک کہ آپ کے دل سے شبہ کا چور جانے کا ہوتا گا کہ نکالا جائے۔ آپ جانتے ہیں میں کون ہوں ؟ حضرت میں اودھ پنچ کا نامہ نگار ہوں۔ رشوت نہ آج تک کبھی دی ہے نہ دوں گا چاہے آپ کتنی ہی کیڑے نکالیں۔ لایئے کاغذ میں ابھی مہر کرا کے لاتا ہوں۔

کاغذ اٹھایا اور بندہ لوک دم روانہ فوجداری ہوا۔ ساری کتھا مجسٹریٹ سے کہی۔ انھوں نے کہا کسی پرائیوٹ کاغذ پر عدالت کی مہر لگانا غیر ضروری ہے مگر خیر تمھارا کام نکلتا ہے اور تمھارے گواہوں نے جو بیان دیے ہیں وہ سچے ہیں لہذا منشی .... اس کاغذ پر مہر کر دو۔

مضامین

(مورخہ ۵ جولائی ۱۹۲۳ء)

واحد اور جمع

میزان العمل منشعب الفضلا شیخ گنج الفصحا ابوالبتا صراف الکملا حضرت مولانا شیخ زادت افادہ ٗ حکم۔

السلام علیکم۔ عدالت دیوانی کی سالانہ تعطیل میں جو چند سال سے خاص ماہ جون میں دماغ اُبال کر صاف کرنے کی غرض سے زبردستی دی جاتی ہے۔ ایک دن اینجانب دل بہلانے بلکہ وقت کاٹنے کے لیے آپ کی سابق جلد وں کی ورق گردانی کر رہے تھے کہ جلد پانزدہم کے نمبر ۱۴ میں ایک ادبی استفتا اور اُس کے جواب پر نظر پڑی ہمارے دماغ میں بھی یہ بات عرصہ سے چکر کھا رہی تھی کہ اس ہندوستان کی کل مروجہ زبانوں میں ادھر ایک سے ڈیڑھ عدد ہوا اور جمع کا اطلاق ہو گیا فطرت نے بھی جمع بنانے میں یہی عملدرآمد رکھا ہے کہ جب تک شادی نہیں ہوتی میاں انسان سلمہ بھیٹ یعنی احد کہلاتے ہیں متشدد ہوئے نہیں کہ ملٹی پائینس کا قاعدہ انھیں جمع کیسا جمع الجوامع بلکہ مستجمع جمیع آفات بنا دیتا ہے۔ آخر ان عربوں نے اپنے ہاں ایک درمیانی عدد تثنیہ قائم کر کے اس فطرتی جمع خرچ میں کیوں تفریق پیدا کر دی معلوم ہوتا ہے کہ اسی ان نیچرل دخل در معقولات نے انھیں غلط بحث میں ڈال دیا اور وہ جمع بنانے کا کوئی خاص قاعدہ معین نہ کر سکے بلکہ جس صورت سے چل بیٹھ گئی اسی کو داخل قواعد کر لیا کبھی کوئی حرف گھٹا بڑھا کر جمع بنا لی کبھی لفظ کو توڑ پھوڑ کر کے کبھی صنعت تقلیب سے اسم مفعول سے صیغہ میں چند زبان والوں کی نسبت عرب والوں کی ہیں ہے۔ بہت سے کچھ الفاظ ہیں جیسے کہ ان علوم میں جیل پر گرائی گرتے پھرتے ہیں یہ ان کا خیال کہ ان پر کس صورت سے تصرف کیا جائے جو بہاریہ ہوا اور جمع بھی صورت عرب کے اندر ہے چنانچہ اسی سلسلۂ دماغ کشی میں ایک دفعہ غور جو کرتا ہوں مسئلہ حل یعنی بنائی جمع سامنے موجود نہ دماغ سوزی کرنی پڑی نہ کتابوں کے ورق اُلٹنے پڑے اور نہ عقلی گدھے بازی کی ضرورت ہوئی ــ اسے لیجیے آپ کے اور آپ کے ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے حاضر ہیں اگر مناسب سمجھیے تو جامع اللغات اور نور اللغات والوں سے کہہ دیجیے کہ بطور ضمیمہ چھپے نکالیں۔

واحد	جمع	واحد	جمع
یکہ	یکایک	کنور	کنواری
دم	دمدم	جوری	جواری
ریوڑی	ریواڑی	گولر	گوالیر
گڑھا	گڑاڑی	گجرہ	گجرات
تاڑی	تیواڑی	دھڑ	دھڑادھڑ
سولی	سوالی		

راقم

عبدالواحد

بقلم

م۔ ن۔ الٰہ آبادی

ڈراما

گوشم ہمہ بر قول نے و نغمۂ چنگ ست
چشمم ہمہ بر لعل لب و گردش جام ست
گل در بر و مے در کف و معشوقہ بکام ست
سلطان جہانم چنیں روز غلام ست
از ننگ چہ گوئی کہ مرا نام ز ننگ ست
وز نام چہ پرسی کہ مرا ننگ ز نام ست
میخوارہ و سرگشتہ و رندیم و نظر باز

دانکس کہ چو ما نیست دریں شہر کدام ست

اگلے زمانے میں یہ دستور تھا کہ خدا واسطے جو کام کیا جاتا تھا اُس کی ابتدا "اوم" "بسم اللہ" وغیرہ وغیرہ سے کرکے (تار و تلک۔ جبہ و دستار اپنا اپنا رنگ جماتے اور قلوب کو ہیجان۔ ہیجان کو فتہ بخشے اور متاثر کرکے خزانہ ہائے چشم کے موتی رولتے جو بیشتر بیش بہا ہوتے تھے۔ اب زمانہ بدل گیا اور بالکل بدل گیا۔ اس لیے وہ پرانا دستور بھی چھپٹ ہوا۔ اب ہر ایسے ویسے کام کی ابتدا "تانادر" اور "سا رے گا" سے ہوتی ہے اور موتیوں کے بجائے کھانے بسم کے جواہرات بٹورے جاتے ہیں۔ سحری بیدا لئترا رونی صورت بارش مختصر و دراز گھنٹوں تجب عذاب و ثواب اور حشر و نشر کی بعید از فہم تو تولد اور ہیجان تصویریں دکھاتے تب کہیں ٹکے ہاتھ آتے تھے۔ مگر اب صباحی گروہ کے نیکر پوش ہیٹ پوش۔ چادر اپر و کا صفایا کرکے یا پاوڈر لگا اور مونچھ مروڑ کے فردوس ارضی کے جیتے جاگتے منظر دکھلاتے ہتھیلی پر سرسوں جماتے اور راں واحد میں جیبیں بھر لیتے ہیں۔

یہ تو ہوا ہے۔ اب اسپنے اسی طرح چل رہی ہے۔ کسی کا اجارہ ہے۔ اسی ہوا میں ہم بھی اُڑتے ہیں "بہار ریلیف فنڈ" کی جگہ ایک "اپنی ریلیف فنڈ" قائم کرکے نئے قسم کا ڈراما کھیلتے ہیں اور ناچ رنگ سے ابتدا کرتے ہیں۔

مکان ادو ھر بیچ کا۔ کرسی میز سوداگران فرنیچر کی۔ پردے چھترے یا کمپنی سے عاریتاً۔ ایکٹر دمعت کے والنشر۔ روشنی حسن حیا سوز کی جو کبھی گل نہیں ہوتی۔

پہلا پردہ

(ستردوبہتر یہوندکا)

(بھاتدم)

بھانڈوں کا گھوڑا غیر جنس کی بو پا کے......

ہیں۔ ہیں۔ ہیں۔

آواز۔ ذرا باگ لیے ہوئے۔ ایسا نہ ہو "آوارہ ہو جانے" کا نی ہوس کی ہوا کھانے۔

جامع اللغات

(نمبر ۲۸)

فرماتی ہیں جناب چیتھڑ اللغات کہ "اس کے کاٹے کا منتر نہیں۔ یہ اشریر ہے۔"

جناب چیتھڑ اللغات صاحب "شریر" ایک عام لفظ ہے جو بہت سی شرارتوں پر حاوی ہے۔ "کاٹے کا منتر نہیں" کے یہ معنی ہیں کہ فلاں شخص اگر گزند پہونچائے تو وہ لاعلاج ہوگی۔ اصل تو یہ ہے کہ جناب کے کاٹے کا منتر نہیں یعنی جس غریب طالب العلم کو آپ کے کاٹے افادات کے سانپ ڈسیں پھر کسی گرو کے پاس بس کا منتر نہیں۔

فرماتی ہیں حضور جامع اللغات صاحب "ساعت (ع۔ مؤنث) بڑی گھڑی۔ پرا وقت"

اول تو "آساعت" بولنے والے خدا کرے جو پیدا ہوں۔ دوسرے "آ" ہندی ہے "ساعت" عربی ہے "عین" خود گواہی دے رہا ہے۔ لہٰذا یہ ہندی و عربی سے مرکب ایک عجیب لفظ ہوا۔ ہندی میں "ساعت اور گھڑی ساعت" بولتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آساعت بھی کوئی بولے اس صورت میں اُس کا املا "عین" سے نہ ہوگا۔

ارشاد ہوتا ہے: "اسباب (ع۔ مذکر) سبب کی جمع۔ وجوہ۔ بواعث۔ مواجب۔ مقاصد۔ ذریعے (اُردو میں واحد بھی استعمال ہوتا ہے) ضرورت کا سامان۔ اثاثہ مال ومتاع چیز بست۔ جائداد۔ چیزیں۔ اشیاء۔ ساز و سامان (آنا۔ اُتارنا۔ اُترنا۔ اُٹھنا۔ باندھنا۔ بندھوانا۔ بھیجنا۔ بھجوانا۔ پھینکنا۔ رکھنا۔ لادنا۔ ملانا۔ لیجانا۔ منگوانا کے ساتھ)

غور فرمائیے کہ اسباب سبب کی جمع ہے اور سبب کے لغوی معنے ہیں پیوند۔ وہ رسی یا وہ چیز جو دوسری چیز سے پیوست کرے۔ اصطلاحی معنی (شرعی) وہ چیز جو حکم تک پہونچنے کا راستہ بنے اور اُس میں موثر نہ ہو۔

سبب تام: وہ جس کے وجود سے مسبب کا وجود وابستہ ہو۔

سبب غیر تام: وہ جس کے تنہا وجود سے تو مسبب کا وجود وابستہ نہ ہو لیکن موقوف ہو۔

(عروضی) سبب خفیف: ایک متحرک دوسرا ساکن حرف جیسے قُم۔ سبب ثقیل: دو متحرک حرف جیسے لَکَ۔ منطقی اصطلاح میں اسی کو "علت" کہا ہے مگر ایک پیچ کاری ہے کہ وجود شئے اس پر موقوف ہو لیکن وہ خارج میں موثر بھی ہو۔ پھر علت کی قسمیں ہیں جن کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔ عربی سے اس لفظ کو جتنا تعلق تھا وہ عرض کر دیا گیا۔ اب چیتھڑ اللغات میں جو معنی لکھے ہیں اُن میں سے کئی تو اُردو سے تعلق ہی نہیں رکھتے۔ اور جو مروج ہیں بھی اُن کے بارے میں توضیح اس کی کہ ان معنی میں اُردو سے موجود نہیں۔ نہ مثال ہی دے کے سمجھایا ہے پس ہر شخص یہی سمجھے گا کہ اس لفظ نے جو سانپ کی طرح ہزاروں انڈے دے ڈالے یہ سب عربی سانڈے سے لیے گئے ہوں گے۔ (کون بولتا ہے میرے اسباب (مقاصد) کے یہ نتائج ہیں)

حقیقت یہ ہے کہ یہ جملہ معانی فارسی میں اسباب کے قرار دیے گئے ہیں اور اُردو میں فارسی سے ماخوذ ہیں۔

ہست اور ہستی دو ایسے کلمے (حرف) ہیں جن کا مصدر آج تک فارسی کے اہل زبان کو بھی معلوم نہیں ہوا۔ مگر واہ ری چیتھڑ اللغات اُس نے نکال ہی لیا۔ فرماتی ہیں:۔

است (ف۔ حال) ہے (بودن۔ ہونا) گویا بودن مصدر سے حال نکل کے "است" ہوگیا اور مشتق منہ کا ایک حرف بھی بفضل خدا مشتق میں نہیں۔ جل جلالہ۔ خدایا رحم کر اپنے بندوں پر اور ان جاہل مصنفین سے بچا جن کو گمراہ کرنے کا حق زبردستی حاصل ہوگیا ہے۔

ایک صاحب نے دوہرے حصے کسی تقریب میں صاحب خانہ سے یوں طلب کیے:۔ "میں اور میرا بھائی تیسرے حجام جھنٹے نائی اور خدا آپ کا بھلا کرے زین ہے لگام ہے کوڑا ہے۔ گھوڑی ہے اور گھوڑی کا بچھیڑا ہے۔" اس سے زیادہ طبیعی کی ہجو میں یہ الفاظ دہرائے جاتے ہیں۔ بی چیتھڑ اللغات خانم کو تو بے مثل کہے چین ہی نہیں پڑتا۔ انھیں جب استاد کے ذیل میں کوئی مثل نہ ملی تو جھٹ سے تیسرے حجام جھنٹے نائی کے قبل (جو کہ ایک ہی ہیں) اُستاد بڑھا کے ایک مثل تیار کر لی۔ اب جو لوگ صحیح الفاظ اس مقولے کے جانتے ہیں وہ سر پہ ہاتھ دھر کے رو دیں اور غلط گو شاگردان چیتھڑ اللغات کے سامنے جھلیں۔

فرماتی ہیں بی جناب جامع اللغات خانم کہ:۔ "استباق: دوڑ میں مقابلہ۔ ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا"

یہ گویا دو معنی ہوئے۔ مطلق مقابلہ اور دوڑ میں مقابلہ۔ مقابلے کے معنی بھی بہت سے ہیں لہٰذا کل مقابلے استباق کی دم میں بندھ جائیں تو عیب نہ دارد۔ یعنی اتنا لکھنے اور سمجھانے پر بھی مولف صاحب قادر نہیں کہ "ایک کا دوسرے سے دوڑنے میں آگے بڑھ جانے کی کوشش کرنا" تاکہ مطلب واضح اور صاف ہو جاتا۔ یہی حال استبداد کا ہے۔ عربی میں اس کے ایک ہی معنی ہیں "کسی کام پر خود رائی کے ساتھ کھڑے ہو جانا اور دوسروں کی رائے کی پروا نہ کرنا۔"

بی لغت صاحب فرماتی ہیں "ضد۔ ہٹ۔ استقلال۔ کسی کام کو کرا کر چھوڑنا" ہائے جو کچھ منہ میں آیا بک ڈالا۔ ضد ہٹ کے ساتھ استقلال کی عمدہ اور محمود صفت بھی ٹھونسی ہے۔ یعنی اگر کوئی یوں کہے کہ "بندے نے نہایت استبداد کے ساتھ فلاں کام پورا کیا" تو وہ بالکل ٹھیک کہے گا۔ اسے اس اندھیر اللغات پر خدا کی سنوار۔ دیکھیے اس کے لوسے ہوئے لیس کتنوں کی استعداد علمی کی جان لیتے ہیں۔

دوسری دل لگی بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ باب استفعال کے خاصیات سے حضرت نے

کوئی علاقہ نہیں رکھا مثلاً استبدال کہتے ہیں بدلنے کی خواہش کو آپ خالی بدلنا لکھ کے چھٹی کر لیتے ہیں گویا استبدال تبدیل ابدال میں کوئی فرق نہیں۔
عربی زبان پر تہمت رکھنے میں نقصان ہی کیا ہے؟ — وہ عرب سے آکے یا کتابوں سے نکل کے تعزیرات ہند سنبھالتی کچہری تک آنے سے رہی جب کبھی حکام کو ضرورت ہوگی تو وہ جامع اللغات یا نور اللغات دیکھ کے الٹے سیدھے معنی پہنا لیں گے۔ چلیے ختم شد۔
پھر ارشاد ہوتا ہے استبراء (مذکر) بریت صفائی۔ الخ۔
خدا جانے "بریت" جانور بولتے ہیں یا آدمی۔ ہم نے تو شرفا کو "براءۃ" کہتے سنا ہے اور استبراء کے عام معنی براءۃ چاہنا محض براءۃ استبراء کے معنے میں کہاں ہے؟ —
بہر حال باب استفعال سے جتنے الفاظ جامع اللغات میں ہیں ان سب میں کچھ نہ کچھ خرابی ہے شاید فیصدی پانچ کی نسبت سے الفاظ محفوظ رہیں۔ طول ہوتا جاتا ہے اس لیے مختصراً التماس ہے کہ ان تمام الفاظ کے بارے میں جامع اللغات پر بالکل اعتماد نہ کیجیے اصل لغت (عربی) سے رجوع کیجیے یخت جہل مرکب" میں یہ کتاب دنیا کو مبتلا کرنے والی ہے جو شخص "استخارۃ ذات الرفاہ" لکھے (تبصرۂ نور اللغات میں ما قبل نمبر اس پر بحث ہو چکی) اور "استحلال" کے معنی کسی چیز کو حلال سمجھنا قرار دے۔ وہ مختار ہے جو ستم چاہے اُردو زبان پر توڑے۔ دراصل ہم کو عمدہ الفاظ میں جہلائے عالم نما سے دلو دے کے "آنکھوں کے اندھے خریداروں سے جو صرف مالکِ زبان بننا چاہتے ہیں۔ عارف زبان ہونے کو ضروری نہیں خیال کرتے روپیہ لوٹے۔
اینجانب کا ارادہ یہ ہے کہ جلد سے جلد الف کی بحث تمام ہو جائے تو پھر نور اللغات اور جامع اللغات کا تبصرہ ساتھ ہی ساتھ شائع ہو۔ اس لیے سیکڑوں غلطیں چھوڑتے چلے جاتے ہیں خصوصاً جب کہ اینجانب کی اصلاحوں سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا ارادہ افزا ہونا بھی پایا اس ناجائز فائدہ کے بعد بھی ان کتابوں میں غلطیاں رہ جائیں گی اگر ہر سطر یا ہر لغت پر تفصیل کے ساتھ ریویو کیا جاتا تو شاید کم غلطیاں اقل ہیں غلطی کا امکان ہمارے تبصرے میں بھی ہے مگر ہم نے حتی الوسع اپنا اطمینان کر لینے کے بعد اصلاح کی ہے۔
عربی تو غیر محض زبان ہے جیسے اللغات میں اُردو مشہور الفاظ کی صورت بھی خوب ہی بگاڑی گئی ہے۔ استسقا (بیاری) کے معنی لکھے ہیں جالندھر گویا پنجاب کے شہر جالندھر کو استسقا بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ جالندھر کی خرابی ہے۔
اس بحث میں طب کی معرفت کا ثبوت بھی خوب دیا ہے۔ استسقائے زقی طبلی لحمی کے معنے خوب بتائے ہیں۔ لغوی معنی لکھے ہیں "پیاس لگنا" حالانکہ معنی ہیں "پانی مانگنا" "پانی ڈھونڈھنا" پیاس لگنا اور پانی مانگنا دونوں ایک ہی نہیں۔ اصل کتاب میں جو غلطیاں ہیں ان پر تفصیلی نظر کرنے کے بعد ہم نے اصلاح دی ہے اور وہ ہمارے پاس محفوظ ہے۔ بروقت انشاء اللہ دیکھا جائے گا۔ (باقی آیندہ)

راقم
خاکسار ادبار اللغات

میاں فریدوں

(نمبر ۱۴)

یہ راز تو کھل ہی گیا کہ نبد گاڑی رانی صاحب نے کرایہ کی ہے اب دونوں گاڑیاں آگے پیچھے گھر کی جانب پلٹیں۔ گھوڑ دوڑ ہوئی مگر بے لطف کیا معنی کہ "ہار" رئیس الدولہ ہی کے گلے کا ہار ہوئی —
صنم خانۂ فریدونی پر یہ جتھا اُترا۔ مختصر سی چلغوزی کے بعد رانی صاحب نے اپنا مخملی بٹوا کھولا ایک ہاتھ سا ورق نکالا ریشمی گرہ کے غلاف میں لکھ کے رئیس الدولہ کے بازو پر باندھا (میاں فریدوں وہاں سے مل گئے تھے)۔
رئیس الدولہ: دیکھیے قاہرۂ الٰہی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔
رانی: کیا فرمایا؟ میں سمجھی نہیں۔
رئیس الدولہ: خدا سے کے آپ تو بہت ہوشیار ہیں اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ کوئی قاعدہ کی لغت نہیں جو سمجھانے سے سمجھ میں آ جائے۔ میں نے عرض کیا کہ ظاہر داری جب کھل جائے تو اس کا نباہنا بیکار ہے۔
رانی: کیسی ظاہر داری؟ میں نے تو کوئی بات خلوص کے خلاف نہیں کی۔ یہ آپ کی بدگمانی ہے۔
رئیس الدولہ: دیکھیے میں اس فکر میں ہوں کہ آخر مجو صاحب کو آپ کا گاڑی میں ہونا کیونکر معلوم ہوا۔ ظاہر ہے کہ یہ شخص اپنے گھر ہی سے فساد پر آمادہ ہو کے چلا تھا۔ یہ راز کہ آپ گھوڑ دوڑ دیکھنے جائیں گی مجھی کو معلوم تھا۔
رانی: واہ قربان اس عقل کے۔ ابھی فریدوں صاحب کی زبانی آپ نے سُن لیا کہ مجو صاحب کا ارادہ کیا ہے۔ پھر جو کوئی ایسا مچھر ہو کے پیچھے پڑے گا وہ میرے کہیں آنے جانے سے بے خبر رہے گا؟ اے اُس کے گوئندے لگے تو ہر وقت رتی سے رتی تک کی خبر رکھتے ہیں۔ جیسے ہی میں گاڑی پر سوار ہوئی ویسا یہ موا بھی گھوڑے پر سوار ہو کے گاڑی کے پیچھے لگا۔ اسے خبر ہو یا نہ ہو مگر گھوڑ دوڑ کا راستہ ایک ہی ہے۔ راستے بھر یہ موا اس طرح ساتھ آیا جیسے مرغی کے پیچھے چنگنا دوڑتا ہے۔
رئیس الدولہ (مسکرا کے) اب خدا جانے مرغی نے اپنی شفقت صرف کی یا نہیں! کم از کم کٹ کٹ کٹ کی صدا ہی سے تسکین دی ہو گی۔
رانی: نوج! میں تو موئے سے چوکی پر پانی بھی نہ رکھواؤں۔ نگوڑا منگو رسینی میں پیشاب کر کے اپنی صورت تو دیکھے۔
رئیس الدولہ: وہ بھی اپنے گھر کا امیر ہے اتنا غریب نہیں کہ آئینہ صورت دیکھنے کے لیے میسر ہو۔

سفید کاغذ کی کُتیا اور اُس کا پلاّ

"دور ہو مردار اب سے یہ پلاّ تیرا نہیں میرا ہے ۔۔"

"بیں ۔ بیں ۔ بیں"

دوسرے یہ کہ عاشق کو آئینہ دکھا اور اپنی صورت کی اچھائی برائی پر کہ عیب جو کی سلطنت کب ہوتی ہے۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ وہ خوبصورت کا ہوتا ہے۔ بُرائی کیسی ہو جوان ہے کیسی ہی ہے۔ بچہ تو نہیں ہے۔ کالا کلوٹا۔ کانا کھترا۔ لولا لنگڑا۔ نکٹا چپٹا ہے تو۔" رانی: "اچھا وہ سب کچھ سہی۔ وہ بھی نرا دکا بچہ ہے تو اپنے لیے میں اس مرغی والے کو آنکھ اٹھا کے بھی نہیں دیکھتی۔"

رئیس الدولہ: "دیکھیے آپ نے آخر مرغی والا کہہ کے اپنا رشتہ اس سے جوڑ ہی لیا۔"

رانی: "عجیب کہیں، ہوگا بھی۔ ہم نہیں جانتے موئے کو۔ کون بلا ہے۔ مجھے موقع ملتا تو نگوڑے کو آنا پڑتی کہ کچھ مزہ چکھاتا، مگر مصلحت اجازت نہیں دیتی۔"

رئیس: "بیا چھلا اتنی نفرت ہے! جب ہی میں کہوں کہ جدھر وہ کھڑا تھا اُدھر کی چلبلیاں کیوں شور مچا رہی ہیں۔ سچ بتائیے آپ اُسے قتل کرنے کے لیے تو برابر کھڑکیاں نہیں کھولتی بند کرتی تھیں؟"

رانی: "دئی آپ کے مزاج میں اس قدر بدگمانی ہے؟ کہیں ہاتھ لگ گیا ہوگا۔ میرا نزدیک برابر پنکھا جھل رہی تھی۔ پنکھیا چلبلی سے ٹکرا گئی ہوگی۔ اللہ جانتا ہے میں نے جان بوجھ کے صرف ایک مرتبہ اُس کی طرف کی چلبلی

کھولی تھی۔ وہ دیکھنے کو یہ ہوا تھا ہیاں سے دقال ہوا یا نہیں۔ سگری بھی زیادہ تھی۔"

رئیس: "کچھ بھی ہو، چلبلی جب کھڑکتی تھی بندے کے دل پر بجلی گرا کرتی تھی۔"

رانی: "(دبی زبان سے) قربان اس بھلے چلبلے کے ۔۔۔ ہاں آپ کے دل میں تو چور رہتا۔ خیر بھگا جانے دیجیے اس موئے کو۔ میں تو آپ کو دل دے چکی۔ دوسرا دل کہاں سے لاؤں جو اُس مشٹنڈے کے حوالے کروں۔ وہ لاکھ

گلی کے ایسے پھیرے کرے۔ جو مجھے کرتا ہوتا تو روکنے والا کون تھا۔ میرا اپنا دل بیکار نہ کر جائیے۔"

رئیس: "خیر! لیکن اکیلا یہی مجنوں اس نجد کے جنگل میں نہیں۔ بھائی صاحب (فریدوں) فرماتے تھے کہ اور بھی شکاری اس آہوئے نجد کی تلاش میں ہیں۔ خدا کے لیے ابھی سویرا ہے یعنی آج پہلا ہی واقعہ مجھ پر گزرا ہے جو درحقیقت کوئی وقعت نہیں رکھتا لیکن میں ہوں ناتجربہ کار۔ میرے کئی ہفتے تک یہی سوہان روح رہے گا۔

لہذا اگر آپ کو اپنی بارگاہ سے مجھے مایوس پھیرنا ہے تو صاف صاف کہہ دیجیے۔"

(میاں فریدوں عمداً اس طرح کھنکھارے جیسے ریلوے اسٹیشنوں کے پاخانے کے دروازے پر مسافر)۔

رانی: "دیکھیے دل بُرا نہ کیجیے۔ شاہ صاحب آ رہے ہیں۔"

رئیس: "تو کیا مضائقہ ہے۔ وہ کیا میرے اور آپ کے رسم و راہ سے واقف نہیں؟"

رانی: "ہوا کریں واقف۔ مجھے تو شرم آتی ہے۔ کیا اور کوئی وقت نہیں۔ نہیں میں بھاگی جاتی ہوں۔ نہ آپ۔"

رئیس: "میں تو سمجھتا ہوں آپ بھاگ گئیں......"

فریدوں: "بھائی صاحب میں نے دعوت نامہ بھیج دیا۔ انشاءاللہ نتیجہ اچھا ہوگا۔ کوئی تردد کا مقام نہیں۔ بس کل چار بجے ٹھنڈے وقت آپ تشریف لے آئیں۔ دو گھنٹے میں شام ہو جائے گی۔ سامان دعوت میں آپ سے مشورہ لینا بھی ہے۔"

رئیس: "تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں یہاں سے خیز کروں۔"

فریدوں: "استغفراللہ۔ یہ آپ کا کفش خانہ ہے جب تک جی چاہے شوق سے تشریف رکھیے۔ واللہ مجھے تو آپ کے ساتھ عشق سا ہو گیا ہے۔

"عو- عو- غو- عوٗ- لپشتو- او- او- او- او"

"واہ واہ کیسا سُر بھرا ہے۔ تھوڑے دنوں کی کسر ہے۔ اس سے اونچا گانے لگو گی۔"

LUCKNOW,
OUDHPUNCH
M. B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW

قواعد و ضوابط ادارۂ ہذا

(۱) بفضل خدا ۱۹ واں سال ہے ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں معمولی خبریں نہیں چھپتیں اور بے تکے مضامین نہیں ہوتے۔ بلکہ اپنی بضاعت پر قانع اور شہرت سے بے نیاز ہے۔

(۳) قیمت کی بابت یہ سمجھ لیجیے۔ جو کچھ کی پر پیسہ یا پیسہ لیجیے گو ہر حرف میں فرق ہے لیکن افادات کی جدت رائے کی صلابت ہے۔ اور رعایت نکتہ چینی صحیح وقائع و واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے سے آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی بڑے سے بڑے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لی جاتی ہے۔

(۵) مہا بیشا گردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۱۰ دن کے اندر بھیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جا سکے۔

(۷) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی و ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ:- جو حضرات خریدار ہیں انھیں خط و کتابت اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) زر پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید رقم جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچوں فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۲ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اور مُہر منقش اُبھار دی۔ جو رجسٹر پر لگے پر مجسٹریٹ صاحب کی گردن پر سوار ہو گیا ہے۔ مشکل ہو گئی ہے۔ ترکی کی رجسٹر کہ صاحب کی حیثیت بھی ہے وہ ایک ہندو سول جج کے لڑکے کو پندرہ ہزار پانچ سو سالانہ بچاس روپے کے نوٹ کے ساتھ لے گئے۔ اس کا م میں دیر نہیں لگی پندرہ بیس منٹ میں طبع ثانی مع دستاویز مکمل۔ اب میری جانب متوجہ ہوئے۔

صاحب:- کیسے تشریف لائے۔

میں:- جی ہاں۔

صاحب:- اوہو۔ آپ کے نزدیک ہر شکل آسان ہے خیر لائیے دیکھوں اب تو کسی قسم کا عیب نہیں ہے۔ ایسے بھی للہ........

لالہ:- حضور۔

صاحب:- دیکھو یہ درخواست ٹھیک ہے۔ اگر ٹھیک نہ ہو تو دوسرے دن بلا دو۔

لالہ نے کاغذ کو خوب غور سے الٹ پلٹ کے دیکھا جیسے جوہری نگینے کو دیکھتا ہے پھر فرمانے لگے حضور نے عبارت تصدیق ملاحظہ فرمائی مجسٹریٹ صاحب لکھتے ہیں کہ میں ان دونوں گواہوں سے بخوبی واقف ہوں۔ یہ معزز اور قابل اعتبار ہیں۔ اُنھوں نے مندرجۂ بالا حلفی بیان پر میرے روبرو دستخط کیے۔ حالانکہ مجسٹریٹ صاحب کو یہ لکھنا چاہیے تھا کہ میں بھی دفن کفن میں شریک تھا۔

صاحب:- بیشک۔ یہ بڑی غلطی ہو گئی۔ اچھا آپ کل پھر تشریف لائیے گا۔

جان جل کے کباب ہو گئی۔ میں نے کہا حضرت کل آنے والے کو موت۔ آپ اس درخواست کو خارج کر دیجیے۔ اور جو اعتراض ہو اس پر لکھ دیجیے میں اسے آگے بڑھاؤں۔ لالہ دو انگلیاں دکھا کے دو روپیہ کا اشارہ کرتے ہی رہے انجناب نے چک اٹھائی اور برآمدے میں نکل آئے۔ بات بڑھتی دیکھ کے جناب رجسٹرار صاحب نے چپراسی کے ذریعہ پھر بلوایا اور اجازت نقل عنایت فرمائی۔ بات ترے کی نذدی ہوتی تو جانتے بڑا آیا ہے وہاں سے دھنا سیٹھ بن کے۔

جناب والا نتیجہ۔ ابھی مقدمہ نمبر پر سوار ہے۔ اور محکمۂ رجسٹری نے بیسیوں درخواستوں کی نقلیں مجھے حاصل کرنی ہیں۔ اگر ہوا یہی رہی تو مجبوراً بغیر کسی خوف کے اس رشوت خوار مردود کے سر ہو رہوں گا چاہے کچھ ہی ہو۔ ہماری گورنمنٹ معاذاللہ ایسی غیرت دار تو ہے نہیں کہ رشوت ستانی کا انسداد کرے اور اس الزام سے خود بچے جو خود ہندوستانی ریاستوں پر اپنی زبان سے لگا یا کرتی اور جس کی اوٹ میں شکار کھیلتی تھی۔ آج کوئی کچہری کوئی محکمہ اس خرابی سے محفوظ نہیں رشوت کا بازار ایسا گرم ہے کہ ناگفتہ بہ مزید برآں ہے۔ حکام بالکل مفت خورے وزرا پہلے سرے کے سست و غافل۔ اگر یہ گورے چمڑے والے کسی شے سے بھڑکتے ہیں تو وہ لفظ بغاوت و شورش ہے۔ قانون کی سختی روز بروز بڑھتی جاتی ہے جن لوگوں کے ہاتھ میں قانون کی پابندی کے ساتھ کام کرانا ہے وہ صرف اپنا پیٹ بھرنا جانتے ہیں۔ باقی اللہ اللہ خیر صلاح۔ اصلاحات کا حاصل ہتم بالشان ضرور ہے مگر اسی قدر جتنا کہ اونٹ کے پیٹ میں ریاح کا غلبہ ہتم بالشان ہوتا ہے ؎

وائے بربادِ گرفتاری ما

راقم

کشتۂ رشوت خواران

ایک پاگل کی ڈائری

خود اُسکے قلم سے

ایہا الشیخ۔ بڑے بڑے کھیل کر بڑے بڑے تماشے مرغی سے انڈا اور انڈے سے بچے بہت دنوں کے بعد ملنے کو بیچان ہوتا ہے غیر حاضری کے لیے معافی ضرور چاہتا لیکن پہلے میری سُن لیجیے آج اتفاقیہ ایک "پاگل کی ڈائری" کے چند صفحات میری نظر سے گزرے بعض یادداشتیں عجیب و غریب معلوم ہوئیں۔ لہذا اُن کی نقل کر لی گئی اس طرح کی سعادتوں کا مفت میں مل جانا محال بھی ہے اور دشوار بھی۔ سلسلہ واقعات مندرجہ کی تاریخ وار جانچ چونکہ انکشاف آثار قدیمہ و تماشی قبر طوطن خامون سے کم نہ تھی لہذا بدرجۂ مجبوری نظر انداز کی گئی۔ صرف واقعات کی نقل حاضر ہے۔ نقل مطابق اصل ہے۔

وھوھذا

۱۔ ستمبر ۱۲ بجے دن مقام کا نام پڑھا نہیں گیا۔ مجھ کو پاگل خانہ بھیجا جانا چاہیے۔ تو کیا جاؤں؟۔ کیوں۔ علت۔ غرض۔ غایت۔ مطلب۔ موجب۔ سبب۔ وجہ؟۔ میں اکیلا ہرگز نہیں جاؤں گا مجھ کو پہنچانے کون جائے گا اور وہاں سے کون لائے گا۔ زمین آسمان چکر میں ہیں۔ پسینے پسینے ہو گئے بھکوا۔ اکا۔ تانگا۔ موٹر۔ ریل۔ ہوائی جہاز دوڑ رہے ہیں۔ دن ہوتی ہے۔ رات ہوتا ہے۔ یورپ پیس کا نام مرتا ہے۔ رمضان خاں آ گئے۔ ہندوستان کا لوگ بھی لڑنے مانگتا ہے۔ فولش الگ کہتا ہے روٹی لاؤ۔ دوسرا بولتا ہے آزادی حاصل کرو۔ تیسرا کہتا ہے انجن مشینیں۔ جہاز تو بنانا آتا نہیں دیاسلائی کا نام نہیں ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔ آزادی کیسی۔ کوئی بزرگوار فرماتے ہیں بس چرخا پہ خبط ہے۔ باطن چرخا ظاہر چرخا۔ اول چرخا آخر چرخا۔ اوہ کیا نام کہ ہوتا ہے اس قدر ملونچ اس چرخے علیہ الگردش کے کہنے لگتے ہیں ہمارے شعرا مدحیہ قصائد اور ردیے میں علما فتوی کہ حرام ہے اور کپڑا انجن گاڑھے کے اور کیے جاؤ کوشش گاڑھے کے رواج کے لیے۔ پتلی چیزوں سے بحث نہیں۔ سوال یہ ہے کہ پہلے گاڑھا کیوں نہ تھا؟ اور اب اکدم سے کس طرح ہو گیا۔

۲۔ ایک بڈھے آدمی کو دیکھا کہ لکچر پر لکچر وعظ پر وعظ۔ کتاب پر کتاب گھسیٹ رہے ہیں با ایں مطلب و معنی کہ سب لوگ اتفاق و اتحاد رکھو حصول آزادی میں قدم بقدم۔ دوش بدوش سینہ بسینہ سر تلے ٹانگیں اوپر کوشش کیے جاؤ مگر مسٹر ایسوشی ایٹڈ پریس خبر دیتے ہیں کہ ایک عورت کو چھیڑنے پر امرتسر میں لکڑیوں اور اینٹوں سے ایک دوسرے کی

توضیح کی گئی ہے۔ اور سکو بہادر دونوں کو بھاسے ہیں
چونکہ یہ معاملہ بیتا پاگل نوٹ کرنے کے قابل تھا لہذا
حکم ہوا کہ یادداشت میں درج کیا جائے۔

مہنگو اروں پر محصول! لوگ کہتے ہیں کہ ڈائرکٹر
نے اپنے اختیارات کو بے موقع استعمال کیا ہے
اچھے برے کا حال خدا جانے مگر ہم اتنا ضرور
کہیں گے کہ سول سروس کے نمک خواران قدیم
وجدید گزشتہ و موجودہ و آئندہ کا خیال رکھا جائے
ایک طرف تخفیف مصارف دوسری جانب ٹیکس کی
زیادت اس دو طرفہ فائدہ یہ کہ سول سروس کی
تنخواہوں میں بقول یوالفیین کے گھونگر کا مول۔
اگر چار سفید رنگت والے بھی بہہ جائیں تو آدھے
کے شریک۔ ریلوے کمپنیوں کے حصے دار گھر بیٹھے
ہندوستان کے خوان نعمت سے تر نوالے اڑائیں۔

۴۔ داخلہ کونسل و میونسپلٹی ممنوع قرار پاتا ہے۔
رائے دہندگان خدا کے حوالے کیے جاتے ہیں۔
لیکن رزاق روزی رساں غریب چھاپہ خانوں
کے مالکوں اور کارکنوں کی بھی آخر سنتا ہے سیکڑوں
اشتہارات مختلف عنوان کے ساتھ زبان دانی کا
نمونہ پیش کرتے ہیں اور وہ صانع کردگار ایسا الدیتا
ہے جان لیتھو کی مشینوں میں کہ نہیں رو سکے
رکتیں کسی کے اور دندناتے ہیں ہندو اور
مسلمان میونسپلٹیوں میں خاص یکم اپریل کو
کہ وہ دن ہے انگریزی دل لگی بازی کا او ہو ہو!!!

۵۔ اور میں نہایت ادب و انکسار سے سوال
کرتا ہوں کہ ساڑھے سات کرور مسلمانوں میں سے
کس قدر مسلمان بالکل خالص سولہ آنے صحیح النسل
اور نجیب الطرفین ہونے کا عقلی و نقلی روایتی و درایتی
بطناً بعد بطن۔ نسلاً بعد نسل صلباً بعد صلب ثبوت
دفاتر کہنہ سے برآمد کر سکتے ہیں۔ اگر کسی خاندان
میں ہندو۔ پارسی یا انگریز عورت سے نسل چلنا
ثابت ہوا تو اس کا شجرہ مع اس سزا کے جو بیچ بہادر
تجویز فرمائیں گے عالم ارواح خبیثہ کے مہتمم کے پاس
بنا بر حصول منظوری روانہ کر دیا جائے گا۔ کیفیت
مقدمہ بنا بر آگاہی عوام الناس و فریقین شائع
کی جائے گی تیز یہ کہ فریقین کو بنا بر صحت و عدم صحت
سلسلۂ نسل ہر طرح کی آسانیاں بہم پہنچائی جائیں گی
جس سے آئندہ افزونی نسل میں کوئی جھگڑا فساد
قوموں میں نہ پیدا ہو۔

۶۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ بیچ اس
مسئلہ کے کہ برادران قومی نے پہلے تو بہت سا سوامی
شردھانند کو جامع مسجد کے منبر پر وعظ کے لیے
چڑھایا اور ہوئیں تقریریں ہندو مسلم اتحاد پر
گرماگرم دھواں دھار کھولتی ہوئی۔ پھر جب بن چکے
سوامی جی تبرک اور چیلے کرنے شدھی مسلمانوں
کی تو سہمے پیٹ میں چوہے۔ آیا اس افراط و تفریط
نے جو افراتفری پیدا کی اس کے ذمہ دار مسلمان
ہیں یا ہندو۔
یادداشت بہت ضروری ہے لہذا بیتا پاگل
لال پنسل سے نشان کھینچ دیا جائے۔

۷۔ ایک مولوی صاحب ہم سے کہتے رہیا
کہ بیتا پگلو نہ تو مسلمان ہیں نہ مسلمانی کو مانت۔
تاہیں رسے بستہ اکھا یوری لاکھن بارہ اور کہت
رہیا پنڈت جی کہتے یہ آن کہے اور دھرم گوائے
اور بھیا گیا دین کا روئی کہ تم کا اور تاہیں پوچھت
ہے کوؤ قادر ڈیوڈ کا۔ اب کون بتائے کہ ہندوستان
جنت نشان ماں لڑائی ملکی ہوے کہ مذہبی ۔
ظاہری ہوے یا باطنی۔ داخلی ہوے یا خارجی۔

۸۔ ریلوے ٹرین اسٹیشن کا نام گاڑی کی
تیز رفتاری کی وجہ سے آدھا تو کہہ لیا
اتنے میں گاڑی نکل گئی۔ تاریخ ندارد۔ ایک نہایت
مہذب ترقی یافتہ شکستہ نہیں شستہ دی سینٹ
اپ ٹو ڈیٹ جنٹلمین یہ فرماتے تھے کہ یہ سب خاص
سودیشی صنعتیں ہیں ان کے موجد الگ الگ ایک طرف
الہام غیبی کے مدعی تو دوسری طرف جوتش اور نجوم
کے دعویدار سائنس اور مذہب کی لڑائی کچھ کی
نہیں ہے۔ کائنات کا مطالعہ کیوں نہ کیا جائے۔
ہم کہا صاحب کرو اور ضرور کر کے کرو اور ہم کا بھی
کرا دو اسے تنک صاحب بجا ہم ہوں تو کری۔

۹۔ بعینہٖ ضروری۔ لیڈروں کی مردم شماری
کرنے کا حکم اگر گورنمنٹ مہربانی فرما کے نکول دے
تو نہایت مناسب ہے کیونکہ عمل کرنے والوں کی
تعداد میں کمی ہو رہی ہے اور لیڈروں کی تعداد
بہ نسبت سلطنت انگریزی کی طرح بڑھتی جاتی ہے۔
اگر آثار یہی ہیں تو یوماً فیوماً ترقی ہی ترقی
دیکھتے جائیے۔ ایسی حالت میں مفصل حالات
و فہرست کی ضرورت ہے۔

۱۰۔ سوراج کے معنی اب تک سمجھ میں نہ آسکے
انگریزی ڈکشنری میں نہ تو یہ لفظ ملا نہ باوجود
تلاش کے کسی عربی لغت میں دستیاب ہوا۔
اب کہاں دیکھا جائے؟ امرتسر میں آگرہ میں
متھرا میں۔ راجپوتانہ میں ہے۔

۱۱۔ لکھنؤ۔ رفاہ عام۔ لیگ مرحوم و مغفور۔
اب معذور بھی ہو گئیں خصوصی و عمومی اجزا و ارکان
جن پر ہندوستان کی گرم آب و ہوا نے اس قدر
اثر کیا ہے کہ مسئلۂ آواگون کے قائل اگر نہیں
تو اس کے منکر بھی نہیں ہیں خدا کا شکر ہے کہ
بہت جلد غلطی کے معترف ہو گئے کاش سکے ٹکٹ
کے روپیوں سے انواع اقسام کے کھانوں کو شیرات
کا حلوے بھی کھلا دیا گیا ہوتا۔ ورنہ خدا رکھے
بزرگان قوم کو ضیافت ہو گئی۔ اب کیا اصلاح
ہے۔

۱۲۔ اکثر ہندوستانی ریاستوں میں غیر مذہب
کے لوگ جو ریاست کے ہم مذہب نہیں ہیں آباد
ہیں ان کا باہمی تبادلہ کر لیا جائے۔ تو بہت
مناسب ہے کیونکہ ایک ریاست کا ایک
ہی مذہب ہو سکتا ہے۔ دوسرے لوگوں
کے حقوق کا لحاظ ہرگز ضروری نہیں۔ دیکھیں
کونسل میں یہ رزولیوشن کون پیش کرتا ہے
صاد ہمارا بھی ہے۔

۱۳۔ پاگل خانے سے آنے کے بعد ایک دوست
نے مزاج پرسی کا خط بھیجا تھا اس میں یہ چند شعر بھی
درج تھے حالانکہ جو شخص عقل کے انتہائی درجے
پر پہونچ گیا ہو اس کو شعر و شاعری سے بحث
ہی نہیں رہتی ہے بلکہ ماہیت شاعری اور اس کے

جلد ۱۹ نمبر ۲۴

مضامین

(مورخہ ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۳۴ء)

غزل ظرافت ریز

حضرت اڈیٹر صاحب تسلیم کچھ عرصہ ہوا کہ ہمارے ہائیکورٹ کے ایک ممتاز ایڈوکیٹ مسٹر رتینا کے یہاں مشاعرہ ہوا تھا جس میں الہ آبادی شعراء سے زائد اضلاع غیر کے بڑے بڑے یعنی مونہہ پوشعراء مدعو کیے گئے تھے جلسہ احشائے شکم شاعری سے پُر تھا مجھے مشاعرے میں شرف شرکت اس وجہ سے حاصل نہ ہوا کہ اول تو میں شاعر نہیں دوسرے بانی مشاعرہ سے ایسے روابط نہ تھے کہ محض سامعین کی حیثیت سے مستحق شرکت قرار دیا جاتا۔ ہاں بعد مشاعرہ اپنے احباب خاص سے خلاصہ سن کر اندازہ لگایا۔ اس خلاصے میں ہمارے ضلع کے مشہور و ممتاز شاعر جناب نوح ناروی مدظلہ کے مطلع کا صرف ایک مصرع سننے میں آیا۔ "فصل گل ہے بوستاں پڑھیے گلستاں دیکھیے" مصرع سنتے ہی دل نے کہا غضب ہوا اگر اسکول اور کالج کے طلاب نے حضرت ناخدائے سخن کی ہدایت کے مطابق ایکبارگی سیر سپاٹے کی گلستان بوستاں شروع کردی تو بڑا نقصان ہوگا کیا معنی کہ وہ لوگ ابھی یہ بھی نہیں جانتے کہ کیاری چمن اور گملے میں کیا فرق ہے گلستان بوستاں تو بڑی چیز ہے۔ ناتجربہ کاری سے اگر کسی نامربوط روش پر پاؤں جم گیا تو یہ نتیجہ ہوگا کہ سب امتحان میں فیل ہو کر رہ جائیں گے۔ انگریزی نما ناقص کورس کی دل آویزیوں نے یوں ہی انھیں اسجکٹ میں تکمّا بنا رکھا ہے چنانچہ اینجانب نے کورس بدل دینے کی نیت سے قلم اٹھایا اور پرانی چال کے طریقہ تعلیم کی حمایت میں مطلع دھر گھسیٹا۔ مطلع سن کر خلاصہ گو احباب نے جو تعریف و توصیف شروع کی تو قلم غنچہ تبسم مارے خوشی کے پھول گیا اور لگا سطح قرطاس ابیض پر گلریزی کرنے۔ اگر جناب کو ان اشعار میں ظرافت کی بو باس محسوس ہوتی ہو تو پنچ کے کسی گوشے میں لگا دیجیے ورنہ میں نے نقل رکھ لی ہے شوق سے ردی کی ٹوکری کے حوالے کیجیے۔ مطلع

شیخ صاحب پہلے گلزار دبستاں دیکھیے ۔ بعد اسکے بوستاں پڑھیے گلستاں دیکھیے

نصف مصرع اسکا نے کر میں نے مطلع کر لیا ۔ کیا اُڑاتے ہیں جناب نوح طوفاں دیکھیے

آج تک وصف گلستاں میں ہیں اخ عشق پیچ ۔ قبر سعدی پر ذرا سیر چراغاں دیکھیے

دیکھکر تیور نئے مجنوں کے لیلی نے کہا ۔ گھورتا ہے یہ نگوڑا ہم کو آنکھیں دیکھیے

عشق کے نزلے کا نسخہ ہم بتائیں آپ کو ۔ چوسیے عناب لب شب قبرستاں دیکھیے

عاشقان عشق نامقبول میرے شیخ کا ۔ شک اگر ہو باب پنجم در گلستاں دیکھیے

روکیے اپنے خدنگ ناز چپکے لیلیے ۔ ورنہ میں بھی کرتا ہوں شمشیر عریاں دیکھیے

کچھ تو لگ بھگ جوڑ ملا کے جناب شیخ آپ ۔ میرا لہبر دیکھیے اور اپنی ٹوئیاں دیکھیے

لاکھ چھپاؤ چھپتی ہی نہیں..... ردیف

کیا نبلتے ہیں یہاں شیدا و تاباں دیکھیے

بقلم:۔ م۔ ن۔ الہ آبادی

عظیم الشان دنگل

"جنگل میں منگل"

دوڑو۔ لپکو۔ چلو۔ کھانا پینا۔ رونا گانا۔ سونا جاگنا۔ نماز روزہ دین کے دنیا کے سب کام چھوڑو اور دنگل دیکھنے۔ آنکھیں سینکنے بھاگے چلے آؤ۔ وہ وہ جوڑیاں پٹخیاں کھائیں گی۔ ایسے ایسے داؤں پیچ ہوں گے کہ الٰہی توبہ۔ دیکھتے ہی چت پٹ ہوجاؤ گے۔ صرف دو آنے میں "آپ ہی آپ" کا مزا آجائے گا۔ غسل واجب ہوجائے گا۔ نئے قسم کی کشتی ہے۔ ابھی خاصی مینگا کشتی ہے۔

حرم ہوگا اکھاڑا لڑنے والی لیڈیاں ہونگی ۔ نئے پھندے۔ نئی بندش۔ نرالی کشتیاں ہونگی

نگاہیں ہونگی مردوں کی نشانہ بیبیاں ہونگی ۔ شباب ابھرے گا لڑنے میں لنگوٹی سا ریاں ہونگی

ہجوم عام ہوگا اور وہ ڈنڑ پیلیں گی تن تنکر ۔ ملیگا حسن مٹی میں درانسکی خواریاں ہونگی

پہلی جوڑ

(بے جوڑ)

تاکنہ بچھیری مراد پوری آب رواں کا شلوکا ڈ اسنے سبز گرنٹ کی لنگوٹی نہایت چھوٹی باندھے۔ ملے پنج ساکن نشاط گنج ربڑ کی کرتی ابھارتی ابھرتی زیب کیے۔ بڑا سا لنگوٹ کفن کھسوٹ لپیٹے ٹھیک دس بجے رات کو اکھاڑے میں نمایاں اور عریاں ہوں گی۔ ٹانگ اٹھا کے۔ شرملا کے بغلی ڈوب کے جو ابھرے گی تو کوئی چت پڑا ہوگا کوئی کلیلیں کرتا نظر آئے گا — واہ واہ کا شور ہوگا۔ کوئی دست بہ ست لب بہ لب ہوتا سرور منزل پہنچیگا۔ کوئی کھسیانی بلی کی طرح کھمبا نوچتا آئے تو جاؤ کہاں داخل دفتر ہوجائیگا اسی طرح کی کئی جوڑیں لڑیں گی اور سند یافتہ اور ریشمی کے خاندان سے ہوں گی۔ دیکھنا ہو دیکھ لو پھر موقع نہ ملے گا۔

دوسرا ایڈیشن ذرا کارسے دارد کا مضمون ہوگا۔

زار ہند ۔ لکھنؤ

تو اس پر ڈاکہ ڈالو۔

دوسرا مضمون "عورت مرد کے باہمی تعلقات" یہ ایک مشہور مغربی کی کتاب عقدہ اخلاق سے ماخوذ ہے ایک زمانہ وہ تھا کہ انسان (نر و مادہ) کا فرض خالی بچے جننا اور جنن دینا تھا۔ کپڑے لتے کی فکر۔ کھیتی باڑی کا جھنجٹ۔ تعلیم و تعلم کی ضرورت یکجائی و یکجہتی کی اہمیت سے وہ بالکل بے بہرہ تھا۔ تولید و توالد کوئی اہم کام نہ تھا اُس کے مبادی و عواقب جس طرح چند منٹ میں ختم ہو جاتے ہیں پہلے بھی اسی طرح چند لمحوں میں مکمل ہو جاتے تھے۔ جس قدر دنیا ترقی کرتی گئی اسی قدر یہ تھیوری طول باندھتی گئی اور اب تو نوبت یہاں تک پہونچی ہے کہ دنیا بھر میں بجز "جنسی تعلقات" کے افسانے کے اور کوئی افسانہ مقبول خاص و عام نہیں حکمت الخلاق کے تینوں ٹکڑے شروع بھی انھیں اعضائے لطیف سے ہوتے ہیں اور ختم بھی انھیں پر۔ ظاہر ہے کہ بات یہاں تک بڑھ گئی ہے تو "معلومات" کیونکر اس مطلب سے چشم پوشی کرتا۔ ہائے ایک بانی حکیم نے کیا خوب فرمایا ہے "سر راہ بیٹھ کے عقل کی آنکھوں سے دیکھ تو راہ گیروں میں یا تو بندگان زر ملیں گے یا پرستاران عضو تناسل بھیک یا خدا کا بندہ ڈھونڈھے سے نہ ملے گا"

بحیثیت مجموعی یہ مضمون خوب ہے۔ اگر وقت فرصت کو خداوند عالم ربڑ کی خاصیت عنایت فرماتا تو ہم ضرور ہر ایک مضمون سے فائدہ اٹھانے کی سعی کرتے۔ اب اجمالاً یہی کہہ سکتے ہیں کہ "ذاتیات" میں بہت سی باتیں کام کی ہیں۔ "دور حاضرہ کی شاعری" میں مسٹر آل رضا ایڈوکیٹ کی شاعری پر تبصرہ خوب کیا ہے۔ "جہاں آرا کی موت" ایک افسانہ ہے مگر اس میں سیکالوجی (علم النفس) کے اعتبار سے کئی جھول ہیں۔ اگر یہ جھول نہ ہوتے تو اچھا تھا۔ "بیویوں کی قسمیں" بالکل اُتھلا مضمون ہے بہتر تھا کہ قابل مضمون نگار سنسکرت کے علم نائکہ بھید پر توجہ فرماتے اور طبیعت نسوانی کے جو عقدے ان پرانے عالموں نے پیش از پیش حل کیے ہیں

اُن کے انکشاف سے دنیا کی معرفت بڑھاتے عورت کا مزاج طبعی قانون کلی کے تحت میں تو آسکتا ہے لیکن اس کے اقسام کی تفصیل بہت دشوار ہے۔ "ناکام محبت" افسانہ ہے مگر بیباکی اور بے حیائی کا۔ اگر دس پانچ ایسی ہی پرملیں جیسی کہ نجمہ "تھی یا ہے کسی شہر میں پیدا ہو جائیں تو شہر بھر کو قدر عافیت معلوم ہو جائے۔ "اقبالی بیگم" مردوم پر یدہ افسانہ ہے۔ اس کے بارے میں کوئی کیا کہے۔

رسالے کا حجم چار جزو ہے اور ہر نمبر قابل پسند ہے۔ امید ہے کہ عاشقان بیہودگی کے علاوہ ہر شخص اسے وقیع نگاہوں سے دیکھے گا۔

سالانہ قیمت پانچ روپیہ۔ مقام اشاعت بجوائی ٹولہ لکھنؤ

ہمدرد صحت دہلی

(اشاعت خاص۔ تجدید و اعادہ شباب نمبر و درازی عمر)

یہ بھی ایک ماہانہ طبی رسالہ ہے جو دہلی سے حکیم حاجی عبد الحمید صاحب دہلوی کے زیر تالیف شائع ہوتا ہے اس کے متعدد نمبر ہم نے دیکھے جو اچھے اور قدر کے قابل تھے۔ مگر یہ نمبر تو خدا جانے کیا ہے۔ اسے قوانین فطرت کے خلاف ایک مورچہ سمجھنا چاہیے باین معنی کہ اللہ میاں نے بمصلحت حضرت انسان کی عمر تھوڑی مقرر کی ہے اور لوازم عمر کو ایسے حوادث کے ساتھ نتھی کر دیا ہے کہ جیٹ منگنی پٹ بیاہ۔ آج مرے کل دوسرا دن۔ چند روز اپنی بہار دکھائی پھر خود بہار دیکھی بعد ازاں خزاں کی زیارت سے مشرف ہو کے چل دیے۔ لینا پکڑنا جانے نہ دینا مگر کون کس کی سنتا ہے۔ ہمارے مختصر کرے میں زمانے کی پیمائش شب و روز کے مختصر گز سے مقرر ہوئی۔ جو بمقابلہ بُعد فطری (جس کا ایک دن یہاں کے ہزار برس کے برابر ہے) کچھ بھی نہیں زندگی کا وقت پلک جھپکاتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ یہی دلیل ہے اس کی کہ زیادہ جینے کی فکر ہمیشہ باد بدست ہیو دن کے ہم پلہ ہے

پرانے تارک الدنیا ہندوستانی فقیروں نے ہمیشہ جینے کی بہتیری کوششیں فرمائیں حبس نفس کیا۔ کایا پلٹ کا کھیل کھیلا۔ جینے اپنی روح دوسرے کے جسم میں زبردستی پہونچائی جیتے جی دفن ہوئے۔ سیکڑوں دوائیں کھائیں بنائیں۔ کھلائیں مگر فطرت کے اس قانون "آخر فنا آخر فنا" کو باطل نہ کر سکے۔ مرنے کا سبق پڑھایا گیا اور پڑھنا پڑا۔ دور کیوں جائیے زار و آغا مرحوم کو دیکھ لیجیے ایک سو ساٹھ سال تک ملک الموت کو ٹالا کے بتاتے رہے گیارہ گیارہ شادیاں کیں۔ بیبیاں ساتھ دیتے دیتے عاجز آگئیں۔ ٹونڈ یا بھی ہے کہ کم سے کم بیس برس کی۔ لیکن ہوا کیا بارھویں شادی کی ہوس میں عروس مرگ اور شوہر قبر بننا پڑا۔ اسو برس تک منتیں کھا کے ۲۹- جون کو ایک ہچکی میں ڈولا تیار ہے کہار۔ کہار سے کہہ دو میری ڈولی سنبھالیں۔

خدا یا خالق کائنات کی مرضی تو اسی قدر ہے کہ بیماریوں اور حادثوں سے بچنے بھر کی عقل تم کو دی جاتی ہے بس اتنا ہی کام اس سے لو۔ آگے قدم نہ بڑھاؤ۔ لیکن غیر قانع انسان کہیں صبر کرتا ہے۔ اس نے پہلے بڑھاپے کو ایک بیماری فرض کیا۔ (حالانکہ وہ طبعی حالت ہے) پھر مرگ کو بھی مرض خیال کر لیا کسی کو بھی یہ دھیان نہیں کہ موت دوامی راحت کا نام ہے۔ بڑے بوڑھے کہہ گئے ہیں "موت الصالح راحۃ لنفسہ وموت الطالح راحۃ للنفس" اچھے کی موت اُس کی جان کے واسطے آرام کا موجب ہے۔ بُرے کی اجل سے اُس کی جان کو

حکم قرار دیے جانے دیوالیہ

(دفعہ ۲ ایکٹ ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب مولوی احمد کریم صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۱۵ سنہ ۱۹۳۳ء

مقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی رام نرائن ولد بیچو ہے قوم تیلی ساکن محلہ تازی خانہ تھانہ وزیر گنج شہر لکھنؤ

رام نرائن کی درخواست دیوالیہ مورخہ ۱۵ ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء کو پڑھنے اور فریقین کے بیانات سننے کے بعد یہ حکم دیا جاتا ہے کہ مدیون مذکور دیوالیہ قرار دیا گیا اور وہ ۲۰ ماہ کے اندر اپنی درخواست بریت گزارنے۔ المرقوم ۳۰- مئی سنہ ۱۹۳۴ء

بحکم عدالت

بشمبر دیال سرشتہ دار عدالت جج خفیفہ لکھنؤ ۵- جولائی سنہ ۱۹۳۴ء

آرام میسر آتا ہے۔ دونوں صورتوں میں راحت ہی راحت ہے۔ جان کو آرام ملی یا خود اس جان والے کو راحت ملی۔ ایک ہی بات ہے بس ہر سٹے "درازی عمر" کی دھن ہے۔

ہمدرد صحت دہلی نے اسی مبحث پر یہ خاص نمبر نکالا ہے۔ یورپ کے بہت سے مضامین عمر رسان درازیادے انسان کی جان یا شباب کی روح جسم کے بعض غدود میں ٹٹول کے نکالی۔ غدود بدلوں کے بہت سے نہروں کا حال اس نمبر میں انھیں یورپین ڈاکٹروں سے منقول ہے۔ اُردو میں سب سے پہلے ڈاکٹر اشرف الحق صاحب نے اس موضوع میں ایسے رسالے لکھے جو اچھی طرح اُس وقت تک سمجھ میں نہیں آ سکتے جب تک کوئی بوڑھا.... بکھول کے غدود بدل کا عمل اپنے کول مول اعضا پر نہ کروالے۔ (یا اس سرے یا اُس سرے)۔

اس نمبر میں بھی اکثر ہماری سمجھ میں نہ آنیوالی باتیں لکھی ہیں۔ خدا ان بڈھوں کو توفیق سمجھنے کی عنایت کرے جو حسرت میں جوانی کے دیوانے ہوے جاتے ہیں۔ یا مرنے کا روگ پال لیے ہیں۔ کل مضامین کا حاصل دو لفظوں میں ہے۔ غدود بدلوائیے ٹیکا لیجیے ہماری دوائیں مول لیجیے۔ سو صفحوں سے کچھ کم کی مسلسل فہرست دوا ہے۔ باقی دواؤں کا اشتہار درمیاں مضامین کے۔ ان مضامین کا خلاصہ "انجکشن" ہے جو خود مریض نہیں کر سکتا ڈاکٹر کرے گا۔ ماہر معتبر ہندوستان میں ہے نہیں یہ ڈاکٹر بیشتی لینو خانسی لو کر تا ہے جس کی پیرس میں ہیں ڈاکٹر ووڈنڈر تین چکر اصنجا کرو! صاحب جرمن میں ہیں۔ اور اسی لیے کے کئی نام لیے گئے ہیں۔

اللہ آپ کو یہ رسالہ دیکھتے ہی جوان کر دے اسے ضرور خرید فرمائیے بڑے کام کی چیز ہے۔ جب سے ہمارے پاس یہ معمولی ایڈیشن باتصویر (جس کی قیمت چھ آنہ ہے) آیا ہے واللہ دل میں بُرے بُرے خیالات پیدا ہونے لگے ہیں۔ جو خدانخواستہ دس آنے والا غیر معمولی باتصویر ملجاتا تو شاید بُرے دہاڑوں کو پہونچتے۔ بڑھاپے میں جو ناشائستہ حرکت نہ سرزد ہو جاتی تھوڑی تھی۔ ایسے چوہوں کی تصویریں اس میں ہیں جو بڈھے تھے اور جن کی حالت یہ تھی ؂

رسید کار بجائے کہ از دست بچیزی
کہ موش خانہ بار اہ می رود بعصا

اور اپریشن کے بعد یہ حال ہوا کہ بچاس سنکوہ اور دس ہزار سر پہ (دکنیز) رکھنے پر آب قادر ہیں۔ روزانہ نالی کے ڈنڈ پیل پیل کے گھر بھر میں قیامت ہوتا کرتا ہے۔

خریدیے حضرات اور ضرور خریدیے۔ ملنے کا نشان "ہمدرد صحت ہمدرد منزل۔ لال کنواں دہلی"

راہ

خاکسار شیب وعیب

پنچ:۔ یوں کسی کی محنت پر پانی نہ پھیریے۔ یہ ابھی ایک جدید فن ہے۔ ممکن ہے کہ بعد اس کے عمل ہونے کے ؂

سال عمر عیش و غصہ سلے چند
یوں بدل جائے ؂ سالہا عیش و غصہ آنے چند

پیراک

لکھنؤ میں فن شناوری اس قدر مکمل تھا کہ اس گئی گزری حالت پر اس چھوٹے سے لنگوٹی نما نالے میں پیرنے والے سمندر میں باسانی پیر سکتے ہیں۔ اب وہ لوگ نہیں جو پانی میں باقاعدہ جنگ کر کے بازی لے جاتے تھے انکے شاگردوں کے شاگرد رہ گئے ہیں اور وہ بھی غنیمت ہیں۔ ہمارے عنایت فرما سید اکبر علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ٹی اس فن میں اساتذہ کی یادگار ہیں آپ نے بعض بھاری اور ہلکی پیرائیوں کا حال اس کتاب میں لکھا ہے اور حتی الوسع بہت سمجھا کے لکھا ہے گر تصویریں جتنی مکمل ہونی چاہییں نہیں ہیں پھر بھی اصول واضح طریقے سے بیان کیے گئے ہیں۔

پانی سیکھنا تو اس لیے جانتا ہے کہ لوگ ڈوبتے سیکھیں گر اتفاق سی دیکھیے کہ لوگ ڈوب جانے کے خوف سے دریا میں پاؤں نہیں اتارتے۔ یعنی نہ سیکھیں گے تو وقت پر ڈوبیں گے قیمت علاوہ محصول کے چار آنے ہیں۔

ملنے کا پتا۔ سید اکبر علی پاٹا نالا لکھنؤ۔

جامع اللغات

فرماتی ہیں بی جامع اللغات عرف چیپٹ اللغات۔ اسکافی پھر اس کی شرح میں ایک نام لکھ دیتی ہیں معنے سے بحث نہیں کرتیں گویا خلیفہ المستکفی کے وزیر کے سوا اور کوئی شخص اس لقب سے جس کے معنی کفش گر (موچی) کے ہیں ملقب نہیں ہوا۔ یہ واضح رہے ایسی سیکڑوں غلطیاں عمداً چھوڑ دی گئی ہیں اور آئندہ بھی ارادہ ہے کہ اصل کتاب میں ان کی اصلاح کر دی جائے (مضمون ہذا میں مذکور نہ ہوں) ایک جگہ نئی لغت گڑھی ہے "اَسَل نَسِل" (صفت) گھبرایا ہوا پست پٹایا ہوا۔ خدا کے لیے کوئی بتائے کہ بجز صاحب جامع اللغات کے جن کی تحریر بقول ان کے واقعی اَسَل نَسِل ہے اور جنھوں نے زبان کی اَسَلی پسلی خوب توڑی ہے اور کون اَسَل نَسِل بولتا ہے۔

بے تعصب اُستاد کی پاک تعلیم

آپ	پاک و صاف زندگی کس طرح گزار سکتے ہیں؟
آپ	دنیا کے سب عیش و آرام کس طرح حاصل کر سکتے ہیں؟
آپ	بچپن کی غلط کاریوں کا خمیازہ بھگتنے سے کس طرح بری ہو سکتے ہیں
آپ	مضبوط عمر دراز تندرست خوبصورت اولاد کس طرح پیدا کر سکتے ہیں
آپ	ان تمام باتوں کا جواب قطعی حاصل کرنے کے لیے

ایک کارڈ تحریر کر کے نہایت عمدہ مضامین سے مزین کتاب کام شاستر بالکل مفت طلب کریں۔

پتہ:۔ آتنک نگرہ فارمیسی جامنگر کاٹھیاوار

علامت صلح

کانگریس جان: "میری صلح مسلح ہی رہے، اگر یہ ختم ہوا تو کمیونل ایوارڈ بھی بے موت مر جائیگا اب کوئی چال چلئے طور پر قومی نو بندی اُسے نہ مانیگی ہاں فرقے خود ہی اُسے مان لیں تو وہی سہی"
مسٹر پنچ: "نتیجہ یہی ہوگا کہ جو بندوق در گلو ہے وہ خس در دہان نظر آئے گا"

عالی اسلوب کے معنی لکھتے ہیں "شکل صورت" ایک جگہ اسیر صحن کے معنی لکھے ہیں "عاشق مبتلا" اسیر صحن کون بولتا ہے اور صحن میں کون قید ہوتا ہے کسی مصیبت زدہ کو "اسیر محن" تو کہہ سکتے ہیں لیکن عاشق صاحب کا یہ نام بالکل نیا ہے۔

افادہ فرماتے ہیں "اشرافت (مونث) شرافت حلم" یہ بھی نئی لغت ہے (شرفا کے بولنے کی نہیں) صرف بی جیتھڑا اللغات کے استعمال کے قابل ہے۔ مثل یوں تصنیف کرلی ہے "اشراف گھوڑے کو چابک کی حاجت نہیں۔ حالانکہ دنیا میں کبھی یہ مثل نہیں بولی گئی — علے ہذا القیاس یہ مثل "اشراف کے لڑکے بگڑتے ہیں تو بھڑوے بنتے ہیں۔" یہ تو ایک عجیب وغریب کلیہ ہے کسی شریف کے منہ پر کوئی کہے تو چہرہ بگڑ جائے۔

خدا بی جیتھڑا اللغات کو "لڑھکا لے" اردو کی جان پر مردہ شو کی طرح یوں پتھر لڑکاتی ہیں "اشک لڑھکنا (متعدی) آنسو گرنا۔"

بی گودڑ اللغات صفحہ قرطاس کو یوں بیت الخلا بناتی ہیں "اشمام (ع) مذکر خوشبو پھیلانا۔ خوشبو چھڑکنا۔"

حالانکہ اس کے معنی ہیں "سونگھنے سونگھانے" کے خواہ وہ بوے خوش ہو یا بوے بد۔ شمیم کے معنے البتہ "خوشبو" ہیں۔

پھر زبان اردو یا عربی کو یوں شیاف دیا جاتا ہے "اشیاف (ع) مذکر شافہ کی جمع الجمع۔ شیاف جمع ہے۔ بتیاں۔" فتیلے ہائے دنیا میں اس قسم کے اتہام کی کوئی سزا مقرر نہیں۔ اول تو "شافہ" خود اردو ہے اصل عربی لفظ شیاف ہے دوسرے شیاف جمع نہیں تیسرے اشیاف بالکل لغو ہے نہ عرب والے بولتے ہیں نہ ہندوستانی۔

آہ — ہے کوئی حکیم حاذق جو اس لغت کو المتاس کا شیاف دے کے دنیا کو اس کی گندگی سے پاک کرے؟ —

فرماتی ہیں بی اشیاف اللغات اصحاب جہیم "(مذکر) دو زخیاں۔"

آج تک جہیم کا یہ املا نظر سے نہ گزرا تھا۔ قرآن تو سب ہی مسلمانوں نے پڑھا ہوگا۔ مگر خدا جہیم میں ڈالے اس کتاب کو ایک نئی لغت معلوم ہوگئی۔

ارشاد ہوتا ہے "اصہار (ع) مذکر صہر کی جمع۔ وہ رشتہ دار جن سے شادی مسلمانوں میں جائز نہیں۔"

مسلم کانفرنس

ایک آنہ
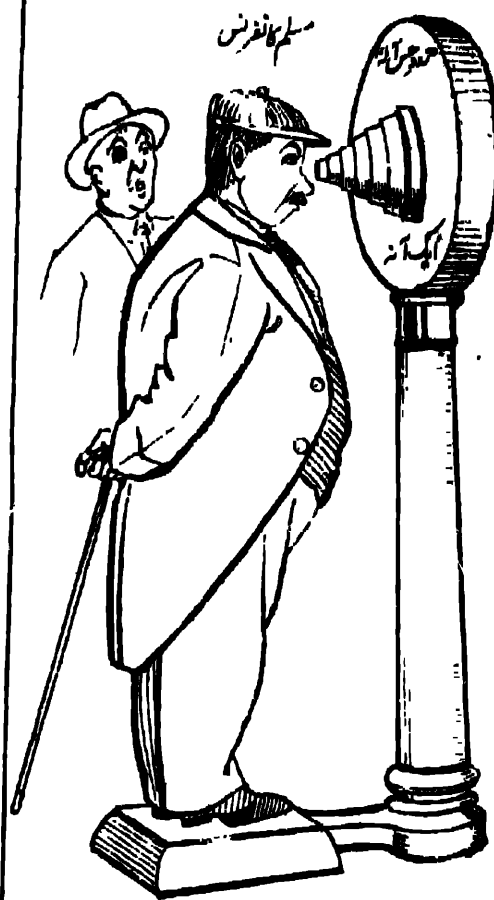
"جناب کا وزن ایک اکنی ہے"

سبحان اللہ کیا خوب ارشاد ہوا ہے۔ مسلمانوں میں ماں اور بیٹے کی شادی جائز نہیں۔ ماں اور بیٹے رشتہ دار ہیں۔ لہذا یہ دونوں صہر ہوئے؟ باپ اور بیٹی کا نکاح ناجائز لہذا باپ بیٹی کا صہر اور بیٹی باپ کی صہر۔ بیٹی سمجھانے والا کوئی ہو تو اس تو اس نابکار لغت کا سا۔ ورنہ سمجھانے کا نام نہ لے۔

صہر ایک لفظ ہے جس کے اصلی معنی خویشی اور قرابت کے ہیں۔ اصطلاحاً سمدھیانے والوں کو کہتے ہیں۔ مثلاً سسرا۔ داماد۔ بہنوئی۔ سالا۔ وغیرہ۔

ایک مثل اور سن لیجیے فرماتی ہیں "مثل اصلاح ہی تو ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے کردار میں اصلاح کرلے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے کیے پر پشیمان ہے۔"

سنا آپ نے یہ مثل ہے اور اس کا محل استعمال کیسی خوبصورتی سے واضح کیا ہے کہ واہ جی واہ۔ کچھ سمجھے؟ —

نہ سمجھے ہوں تو میں آپ کی جانب سے دعا مانگتا ہوں کہ یہ لغت کی کتاب "اصحاب جہیم" کی صہر بنے۔ آمین۔

بی لغو اللغات کی گڑگڑوں کوں ملاحظہ ہو۔ فرماتی ہیں کہ "اصیل مرغ کی ایک ٹانگ۔ اپنی بات پر ضد کرنا۔ اپنی ضد کرنا۔"

یہ مثل بھی اسی خاکی انڈے سے نکلی ہے دنیا میں تو صرف "مرغ یا مرغے کی ایک ہی ٹانگ" مشہور ہے۔ بی صاحبہ نے اس کا جوڑ اصیل سے لگا کے مثلوں کے ڈربے میں ایک جھول اور بڑھا دیا حالانکہ مثل اور اس کی حکایت مشہور ہے کہ غلام نے آقا کے حکم سے مرغ بریاں کیا۔ بھولے گوشت کی سوندھاہٹ اور بھوک اتاب نہ آئی ایک ٹانگ اڑا گئے۔ جب مرغ بریاں دسترخوان پر آیا تو آقا نے دوسری ٹانگ طلب کی حاضر جواب خادم نے کہا "خداوند اس کے تو ایک ہی ٹانگ تھی۔" آقا نے اصرار کیا "بھلا ایک ٹانگ کا بھی مرغ ہوتا ہے۔" خادم نے عرض کی "جی ہوتا کیوں نہیں میں نے بارہا دیکھا ہے۔" آقا در اچھا ہمیں بھی دکھانا کہ جب ہو رہا۔ بات گئی گزری ہوئی۔ اتفاقاً ایک روز آقا اپنے گھوڑے پر سوار سیر کر رہے تھے۔ خادم خواصی میں تھا۔ گزر ایک گھورے پر ہوا جس پر محلے کا مرغا ایک ٹانگ سے کھڑا چونچ بغلوں میں ڈالے سو رہا تھا۔ خادم نے لپک کے رکاب پکڑی اور عرض رسا ہوا "ملاحظہ ہو

سفید بال جڑھ سے کالا

بیک آمیز نہ لگائیے نصف تک مذ...ار سے زیادہ مطہر کے تیل ...کالا ہوجاتا ہے ... بال لال ...

مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۳ء

چند مکمل مجلدات برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات عزیزہ علم و ادب ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانے میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ... مع محصول۔ سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ و ۱۹۳۲ء کی قیمت فی جلد ... محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔

جلد ۱۹۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی ؎ اور جلد ۱۹۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۱۹۳۰ء اور اسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار۔

منتخبات اودھ پنچ حصہ اول

دور ثانی کی قدیم جلدوں کے منتخب شدہ علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا عجیب اور سبق آموز خزینہ ۲۰ + ۲۶/۱ + ۴ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت فی جلد ؎ علاوہ محصول۔

نیز حصہ دوم مشتمل بر ۹۰ صفحات مجلد عہ محصول ڈاک علاوہ۔

حصہ سوم۔ ضخامت بشرح صدر مجلد عہ علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ ۱

رجسٹرڈ نمبر اے ۸۳

OUDH PUNCH
LUCKNOW
رجسٹرڈ نمبر
۱۹۳۴
قیمت فی پرچہ
دو آنے
قیمت پیشگی اندرون ملک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی

قواعد و ضوابط ادارۂ ہٰذا

(۱) بفضل خدا سے عزوجل ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

(۲) اودھ پنچ میں ملکی خبریں نہیں بلکہ سنجیدہ مضامین نہیں
نوٹ: یہ پرچہ اپنی ضخامت و قانع اور خیالات سے بے نیاز ہے
۲۔ حیثیت کی باتوں پر نظر نہ کیجئے۔ حجم کی کمی پر تنقید کرنا چاہیئے
اگر ہر حرف میں فرق ہو لیکن افادات کی حیثیت سے اس کی ضخامت
ہے۔ روز مرہ نکتہ چینی، صحیح تاریخی واقعات و خیالات اصلاحات
اخلاقی سیاسی ادبی پر نظر رکھیئے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے
میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی
دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۳) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) ہم ایسے شاگردان مدارس سے جنکو تصدیق ہیڈ ماسٹر پیش کریں
سالانہ قیمت ۲ روپے لائف ری جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۰ دن کے اندر بھیجئے ورنہ بعد میں
ممکن ہے کہ مہیا نہ کیا جا سکے۔

(۷) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے
وہ شائع ہونگے اور ان کی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔
مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں انہیں خط اور منی آرڈر میں
نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے جو کہ انکے نام کی چٹ پر لکھا ہوا
ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) صرف دو پرچے فری بھیج کر ناپڑیگا۔

(۲) ہر تیسرے ماہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر روپیہ صرف
کر دینا چاہیئے ورنہ پرچے کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچے سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۲ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم
کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی بچے ہوئے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

(یہ جگہ خالی ہے)

فلسفہ سے زیادہ وقعت ہو جاتی ہے۔ سہ

ہم نہ کہتے تھے کسی کی یہ نظر لگ جائے گی
ٹوٹ کر سینہ تلک بند نقاب آ ہی گیا
چاہیے انساں کو تقدیر پہ شاکر رہنا
تجھ تلک بھی دور میں جام شراب آ ہی گیا

خواری و ذلت اٹھائی لیڈروں سے قوم نے
لیگ مردہ کی طرف آئی ہے کھانی کی طرف
پیٹھ آتی ہے صادق ایسی حالت میں وفا
سب خدائی ایک طرف جورو کا بھائی ایک طرف

شب کو یہ رباعی اور اشعار پڑھ کر لیٹا تھا کہ لیگ کے اجلاس کا خیال بصورت خواب نمودار ہوا۔ دیکھا کہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہے۔ کوئی بھاگا جاتا ہے کوئی ہال سے باہر جاتا ہے۔ اتنے میں لڑائی بڑھ گئی۔ موٹریں ٹکرانے لگیں۔ کرسیاں اوندھی گئیں میں کہتا ہوں کہ خدا کے لیے لڑو نہیں۔ لیگ ٹوٹی نہیں۔ اجلاس صرف ملتوی ہوا ہے۔ ایک سے دوسرے کو الگ بھی کر رہا ہوں کہ اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو چار پائی میرے اوپر ہے اور میں اس کے نیچے۔ خلافت فنڈ میں تغلب کی تردید جس کی ایک کاپی وہیں ملی تھی وہ بھی گر پڑی ہے واقعہ نوٹ کرنے کا ہے محض اس وجہ سے نوٹ کیا ہے کہ ابھی کوئی خاص بات خواب میں دیکھی نہیں۔ اگر دیکھی ہو تو ذہن کام نہیں دیتا۔

۱۴۔ اے افنس پی اسکوائر پول انڈر اسکوائر روٹ۔ مزے دار پالیسی! ہم سے تو کہتے ہیں گاڑھا پہنو اور ہائے ہائے کیے جاؤ اسی میں ملک کی فلاح ہے۔ خود روزانہ شام کو موٹر میں ہواخوری ہوتی ہے کیپ میں ناز ہوتا ہے۔ ارے اب ہم پاگل نہیں ہیں دیکھیں تو ہم کو سوٹ پہننے سے کون روکتا ہے۔ یادداشت بہت ضروری ہے لہذا نوٹ کی جائے۔

۱۵۔ جب یونان کا بیلا چھپا دتا نہ مادہ رو لڑکا انگلستانی معجون مرد ساز۔ جب کیمبرج امر اکسیر ذہیب وفضہ اور درس شاہنامہ سے مرد

نہ بن سکا اور دوسیزہ منم دخت افراسیاب ہی کہ تاکہ دکھیوں نہ انہیں کی شادی سلطان وحید الدین معزول کے ساتھ کر دی گئی۔ تاکہ خارج از حلقۂ اعتقاد بیرون کا قائم مقام ہو جاتا۔ اور انگلستان کو نان نفقہ بیجا کی تکلیف سے نجات ملتی۔

۱۶۔ خدا بھلا کرے کہ نور چشم بورڈ مسلم کے اس ہیرپرما آف انڈیا میں گرد و غبار کے نامعیر محفلہ ہیں اے کریم کارساز یا تو ایسی ہوا چلا کہ یہ آپ سے آپ اڑ جائیں اور بورڈ کے ممبروں کو تکلیف نہ ہو۔ یا جدید سکریٹری صاحب کو توفیق خیر عطا فرما کہ جلد از جلد اس طرف توجہ فرمائیں۔ ماہ رمضان اور آب رسانی کے لیے جداگانہ یادداشت کی ضرورت نہیں۔ اندھا چاہے دو آنکھیں چوک کی سڑک خود جاذب توجہ ہے۔ لوگ الم غلم بہت کرنے لگے ہیں وسعت نظر کی ضرورت ہے۔

ائی ڈیر پنچ شانزدہ روزہ ڈائری تو حذف ادا کر کے نقل کر دی۔ باقی یار زندہ صحبت باقی۔ ممکن ہے کہیں الفاظ یا فقرے رہ گئے ہوں اس سے چشم پوشی کریں۔ قصداً تحریر نہیں کیے گئے ہیں۔

راقم ——————— ت

خداوندا بلائے جان ہوئی ہے میری دانائی
بحق جذبۂ الفت بنا دے مجھ کو سودائی

بہ ——————— سلو

دیکھیے حضور پھر پاگل بناتے ہیں

الف لیلہ کے الہ دین کا خط

بنام لارڈ ریڈنگ وائسرائے کشور ہند

سنا صاحب سحر و ساحری طلسم نیرنگ شعبدہ، سیمیا سے آج کل کے عالموں کو باپ مارے کا بیر ہے (وہ کیا کریں یہ زمانہ ہی ہر بات سے انکار کا ہے) مشہور خلاف قیاس افسانہ نویس

مس مریم کرولی کے مریدان خاص جو معدودے چند نفوس کسی کونے کھترے میں پڑے ہیں۔ تو وہ کس قطار میں ہیں ان کو دنیا کی طرف سے سست اعتقادی، ضعف ایمان۔ خوش اعتقادی اور سفاہت کا خطاب مل چکا۔ بیچارے سُسٹ مارے۔ غنڈہ یا مٹھو ڑے اس طرح پڑے ہوں گے جیسے سنہ اس میں میرا رقیب چراغ کے مؤکل کے ظلم سے رات بھر کھڑا رہا تھا۔ ان کی سنتا ہی کون ہے جو وہ زبان ہلائیں اور کچھ کہیں بھی تو کس سے کہیں اور کس منہ سے کہیں۔ گنوار و مثل ہے۔

کہ پر کروں سنگار پھر کوہ سے آندھے
اندھے کے آگے روئے اپنی آنکھیں کھوئے سہ
گونگے کا سا سپنا کہ سمجھ سمجھ پچھتائے

لیکن لاکھ کوئی کچھ کہے حال کی سائنس پرانی روحانی سائنس کے مقابلے میں طفل مکتب ہے۔ مخفی رموز و خواص و اسرار علوم کی باریکیوں تک پہونچنے کی سکت اس کے بازوؤں میں ہرگز نہیں۔ کم از کم دو شخص موجود ہیں جن کو اس کا عینی تجربہ ہے۔ ایک میں ہوں مجھ کو دیکھیے چین کے ملک میں آوارہ گرد لونڈوں کے ساتھ مارا مارا پھرتا تھا دفعتہً لارڈ کارزن کے ساتھی چچا ساحر افریقی مل گئے اور انھوں نے نوتن خاموں کے مقبرے کی طرح ایک مخفی خزانہ ڈھونڈھ نکالا اور مجھے اس کے اندر پہونچا دیا۔ اہاہا کیا کہوں جب میں نے عقیق کے ایک ڈال پر لٹکے ہوئے شجر زمرد کے برگ ترنیلم کھپراج ہیرے یاقوتی کے ثمر دیکھے تو میری کیا حالت ہوئی۔ مگر میں اصلی مقصد کو بھولا نہیں تھا۔ چچا نے سبق دیا تھا کہ جس طرح بنے چراغ آستین میں رکھ لینا۔ میں نے یہی کیا۔ قصہ مشہور ہے کون دہرائے جو بچے میں کچھ لکھے ہوں وہ ان واقعات کی تلمیحات سے خالی نہ ہوگا جو انگریزی عربی فارسی الف لیلہ میں تحریر اور ناٹکوں کی بدولت کھاتے ہوئے ہیں۔

دوسرے تم ہو۔ میرا مصنوعی چچا ساحر افریقی تھا۔ افریقہ سے چین میں آیا رصد کی ہدایت سے میری

جنتر میں مصروف ہو اگر میرے ناشناسا دوست!
تمہیں تمہارے اہل وطن نے بعض خدمات کا اجر
ادا کرنے کے امریکہ بھیجا۔ بخت و اتفاق نے مساعدت کی۔
کام بن پڑا۔ افریقہ بھی اب گوری نوآبادی ہے
اور امریکہ بھی اب خدا جانے کسی ساحر امریکی کے
عمل کرتب نے یا کسی کاہن انگلستانی کی مردود
لوح نے کرسی انصاف کے تاریک نشیب سے
دفعتہً کوشلہ کی چوٹی پر پہونچا دیا ... دین
ہے۔ کروڑہا مخلوق خدا کی جان و مال کی قیادت
کیا اور انگلستان کی قانونی سربراہکاری کیا۔
کیا یہ کرشمہ میرے عجیب و غریب چراغ سے کچھ
کم ہے؟ ہرگز نہیں۔ میرے مشکلات کی کلید میرا چراغ
تھا۔ ادھر رگڑا ادھر عقدہ حل مشکل کا پہاڑ پانی
ہو لیا۔ تمہارے قبضے میں صدہا لوحیں ہیں قانون
تعزیرات ہند کی ہر دفعہ ایک لوح ہے جس کے
رگڑتے ہی موکل حاضر ہو جاتے ہیں۔ اعلان مارشل لا
کا اختیار دوسری لوح ہے جس کے قبضے میں
یہ لوح ہو اُسے "اقتدار یا مریخ" کا عمل پڑھنے کی
حاجت نہیں۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ
۷۲ الف تیسری لوح ہے یہ لوح تم نے دو تین مرتبہ
رگڑی ہے اور اُس نے پورا اثر دکھایا ہے۔
قانون تحفظ والیان ریاست اسی لوح کی بدولت
پاس ہوا۔ نمک پر دونا محصول عائد کرنے کا
قانون اسی لوح کے تصدق میں پروان چڑھا۔
میں نے جو چراغ پایا تھا اُسے چھپائے چھپائے
پھرتا تھا۔ تمہارے پاس ایسے چراغ ہیں کہ بانٹتے
پھرتے ہو اور پھر بھی تمہیں کوئی ضرر نہیں پہونچا
ان صدہا لوحوں میں سب سے بڑھی چڑھی لوح جو
اقتصادی تجارتی صنعتی مالی قومی اخلاقی ایمانی
غرضکہ ہر قسم کی صعوبت کو نمک کی کنکری کی طرح
اپنے سیل سے بہا دیتی ہے۔ وہ ٹیکس کی عظیم الشان
لوح ہے۔ لوح کہوں یا مرہم زنگار جو بدگوشت
ایسا اصلی گوشت بھی جسم پر رہنے نہیں دیتا ہر الٹی
بہ آسانی ہو جاتی ہے۔ دنیا میں جو لوگ سحر
و ساحری معجزہ کرامت خرق عادت فوق الفطرۃ
امور کو تسلیم کرنے سے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں
ان کو ٹیکس کے گنڈے تعویذ کا اثر دکھانا چاہیئے
میرے انجان دوست تمہارا قول ہے کہ جب
تم نے سفر ہندوستان کے واسطے گٹھری مٹھری
باندھی اور پا تراب کیا تھا اُسی وقت سے
تمہارا ارادہ تھا کہ ہندوستان کی مالیات کو
پختہ اور مضبوط بنیاد پر قائم کرنا چاہیے۔ ۹۰
کروڑ کی بجٹ میں کمی ہوئی محصول ڈاک اور کرایہ
ریل میں زیادتی کی گئی۔ مگر کمی نہ پوری ہوئی
نمک پر محصول کا اضافہ اسمبلی نے منظور نہ کیا
بجائے نمک کے کوئی دوسری شئے تلاش سے
نہ ملی کہ اُس سے بجٹ میں بچت ہوتی۔ اسمبلی کے
ممبر بھی نمک کا بدل بتانے سے قاصر رہے۔
لوگوں کی اُجرتیں اچھی ہیں کھانے کی چیزیں
خوب پیدا ہوئیں۔ اُمید کی کھیتیاں لہلہا رہی
ہیں۔ نمک کا خرچ ایک فی صدی کا دو ... ہے
لہٰذا نمک کا محصول کسی کو کھل نہیں سکتا۔
محسوس بھی نہ ہوگا۔ ان توجیہات کی ضرورت
نہ تھی وزیر شاہ چین نے میرے مقابلے پر اس
قسم کی کئی کٹھ حجتیاں کی تھیں۔ مثلاً میں ایک
بے نام و نشان شخص ہوں۔ ساحر ہوں شاہزادی
کا نکاح میرے ساتھ نہ ہونا چاہیے مگر خدا سلامت
رکھے چراغ کو اس نے ساری اندھیری کافور
کر دی۔ وزیر زادے صاحب کو ایسا سبق دیا
گیا کہ یاد ہی تو کرتے ہوں گے۔ میری رائے ہے
کہ تم بھی اسمبلی یا کونسل کے ممبروں کو یہی سبق پڑھا دو۔
جس کسی کے پاس میرے سے صدہا چراغ
یا لوحیں ہوں اُسے نہ اسمبلی کی ضرورت ہے
نہ کونسل کی۔ ملک میں صنعت نہیں تجارت نہیں
صرف پیداوار ہے۔ یہی پیداوار سب بار کے
اٹھانے کی ذمہ دار ہے۔ میرے پاس کچھ بھی نہ تھا
مگر شاہ چین کو تحفہ دینے کے لیے نایاب نادر جواہر
موکلوں نے حاضر کر دیئے۔ مکان نہ تھا وہ بھی موکلوں
نے بنا دیا۔ غرض جو چیز درکار ہوئی موکل کو حکم دیا
اور حاضر ہو گئی۔ تم نے خوب کیا جو ٹیکس کی
لوح سے کام لیا۔ اگر تم اس لوح کو بھی
ناکارہ رہنے دیتے تو یہ کہا جاتا کہ تم نے ہندوستان
میں کوئی کار نمایاں نہیں کیا۔
قانون اصلاحات یعنی گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ
اپنی اس دفعہ کی وجہ سے یقیناً ایک آزادی بخش
قانون کہلائے جانے کا مستحق ہے جو ہندوستان
کو تو نہیں مگر وائسرائے کو مطلق العنان اور مالک
لوح قرار دیتا ہے۔
بایزید بسطامی ایک عارف صوفی تھے ان کے
پاس ایک حکیم آیا دیکھا تو عارف صاحب ذکر
و ورد میں مشغول تھے۔ حکیم نے سوال کیا۔
"آیا جنبش لبہائے مبارک بتا ورکہ بوقت دمیدن
شے ہم مدخلے می دارد؟"
عارف سمجھے کہ دعا پر طعن ہے۔
عارف: "پر سگ چہ میگوئی"
حکیم صاحب بیچارے مارے غصے کے پسینے پسینے
ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد عارف بسطامی نے
دریافت کیا کہ شاید آپ کو میرے گالی دینے پر
بہت غصہ آگیا۔
حکیم: "بلے۔ واللہ اگر خنجری بود نفس تو دم را
جوہری کردم"
عارف: "خوب! حالا ہم در تاثیر الفاظ و جنبش
لب سخنے ہست؟ بلے کہ از یک جنبش لب تو حکیم
بزرگ یا بقتل نفس محترم و خون ریختن مجرم
آمادہ می توانند کرد آیا در کلمہ نیت و صلیبت شے
مدخلے نمی دارد؟"
افسوس ہے کہ یہ تمہارا اجنبی دوست اب
تمہاری دنیا میں نہیں آسکتا۔ مگر جناب برٹش
گورنمنٹ تم موجود ہو۔ منکرین فن سحر و سیمیا و نیرنگ
کو عارف بسطامی کا لاجواب دے سکتے اور اپنی
عمدہ ترین لوحوں کی تاثیر دکھا سکتے ہو۔
والسلام۔
راقم
اورنگ چین

جلد ۱۹ نمبر ۲۵

مضامین

(مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۳۴ء)

دہ روز مہر گردوں افسانہ است و افسوں
نیکی بجائے یاران فرصت شمار یارا

ارباب بست وکشاد نے "امین الدولہ پارک" عالم وجود میں لاکر تفریح طلب پبلک کے لیے نت نئے سامان دلچسپی پیدا کر دیے۔ فدائی فوجدار کانگرسی جماعت نے گاندھی کیپ کے زیر سایہ اپنی اپنی زبان تیغ کے جوہر اسی میں دکھائے۔ امامیہ حضرات نے میلاد مبارک سے اسی زمین کو چرخ چہارم بنایا ہمہ تن سودیشی بازاروں نے اسی کی آغوش میں گندم نمائی جو فروشی کی اور فی الحال "بہار ریلیف فنڈ" کے سلسلے میں "ایک لگاوے چار پاوے" یاد و درِ دُنیا و بہشتاد در عاقبت کی آنکھ موندی دھپ اسی میں کھیلی گئی۔ آخر یہ آئے دن کی ہنگامہ آرائیاں رنگ لائیں، طاہر ابن العلا کی روح جن کا ذکر الف لیلہ میں ہے اس دمامہ چوکڑی سے چونک پڑی اور —

هفت صد هفتاد قالب دیده ام
هم چو سبزه بار ها روئیده ام

کہتی ہوئی "حسین رہگذر ہے" اور اس پارک کے فرزند نوتولد "یونیورسل ٹاکیز" یا "سرود خانۂ ہمسایہ" کا مطلع۔ اٹھلانے عالم علوی سے عالم سفلی پر تشریف لے آئی۔ مگر اس ساون بھادوں میں اب یہاں کیا رکھا ہے یہ شب عیش کا تڑکا ہے —

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

اب تو آہنی چہار دیواری دل عاشق کی طرح ہر طرف سے شق اندر سا ہر کے نقوش و اشگاف دکھلاتی ہے شامیانے بالے میاں کے جھنڈوں کی صورت سر بسجود ہو رہے ہیں۔ نہ خاصدان ہیں نہ پاندان نہ حقے باقی ہیں نہ ساقی بیت الخلاء لیے خالی دوکانیں یا دلِ دردمند دبانِ حال سے کہہ رہی ہیں

اجاڑا موسم گل ہی میں آشیاں میرا
الٰہی ٹوٹ پڑے تجھ پہ آسمان صیاد

روح کوئی معمولی روح نہیں تھی کیونکر پیش بینی نظر بر حالات اسی پامال ردیف و قافیہ میں مینا بازار لگانے کا حکم دے دیا۔

"جھنڈا" اور "چوکڑی" کی آبادی بڑی مردم خیز ہے اور اُس کی خاک ناپاک نے بڑے بڑے لوگ پیدا کر دیے ہیں ننگ خاندان بر باد الملک راجہ اولٹام بہادر رنیل بیو نہ نواب دھر گھسیٹ بہادر۔ مسٹر دیسکی بیرسٹر، لالہ ہتھڑ ایڈوکیٹ، لیڈی جھلو خانم مسز ہر جائی غرض یہی سب لوگ اپنی گھریلو یا خانگی مستورات، غنچہ ہائے ناشگفتہ سے لے کے کھلکھلاتے پھول تک دوکانات کی زینت افروزی کے لیے بھیجیں گے۔ خورشاہ کا محل۔ اندر کا اکھاڑا پیرس کی تفریح گاہیں سب اس کے سامنے ہیچ ہوں گی۔ مینا بازار کے چار حصے ہوں گے۔

پہلا حصہ

اس حصے میں صرف دوشیزہ لڑکیوں کی دوکانیں ہوں گی۔ ان دوکانوں کی سجاوٹ قابل دید اور ان کا مال انمول ہوگا منھ مانگے دام دینا پڑینگے۔ کسی چیز کو دریافت کر کے نہ خریدنے کا تو سوال ہی بیکار ہے صرف دوکان تک جانے کے یہ معنے ہوں گے کہ نقالیعن البدلین منظور ہو۔ کھانے پینے کے علاوہ دنیا کی چیز ان دوکانوں میں ملے گی۔

دوسرا حصہ

اس حصے میں شادی شدہ نوجوان عورتیں دکان لگائیں گی اور نئے نئے قسم کی مٹھائیاں، نمکین اور سلونی، کھٹ مٹھی، چٹ پٹی، چیزیں ترازو نے نظر میں تول تول کر ہر آیند و روند کے ہاتھ فروخت کریں گی۔ پوا کا مربہ، ملائی کے ٹکڑے۔ برفی سنبوسے، خیالی نانپاؤ خصوصیت کے ساتھ اپنی لذت اپنے مزے میں لاجواب ہوں گے۔ کھانے والے منھ پیٹیں گے نہ کھانے والے پچھتائیں گے۔

تیسرا حصہ

اس حصے میں بیوہ عورتیں دوکانیں لگائیں گی ان دوکانوں پر ہر قسم کا دیسی اور ولایتی پانی فروخت ہوگا۔ پینے کا۔ دھونے کا۔ چڑھانے کا۔ بہانے کا۔ ہر آبرو دار کو یہاں آنا اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق زیر آب اور آب آب ہونا پڑے گا۔

چوتھا حصہ

اس حصے میں بیت بازی ہوگی اور جیتنے والوں کو میڈل اور تمغے دیے جائیں گے۔ فینسی ڈریس بال کی طرح بھیس بدل بدل کر لوگ آئیں گے مگر شرط یہ ہوگی کہ عورتیں مردانے لباس اور مرد زنانے لباس میں ملبوس ہوں۔ ایک اندھے حافظ جی جوڑوں کا انتخاب کریں گے اور یہ مصرع پڑھ کر بیت بازی کا افتتاح فرمائیں گے۔

ہنگامہ تنگ دستی در عیش کوش و مستی

یہاں کا داخلہ ڈہ ٹکے کے ٹکٹ سے ہوگا۔ امید ہے کہ پبلک قدر کرے گی اور بغیر چون و چرا اس مینا بازار میں آیا جایا کرے گی۔ بازار اُس وقت تک قائم رہے گا جب تک مندرجۂ بالا دوکانیں اپنے البیلے دوکانداروں کے ساتھ قائم رہیں۔ اس بازار کی کل آمدنی اُن تدابیر میں صرف کی جائے گی جس سے ہیضے کی وبا جو لکھنؤ میں کبھی پھوٹ پڑے تو نیست و نابود کی جائے۔

بھ ——— تلمہ

زار مہذ لکھنوی

ضروری گزارش جن حضرات کے نام وی پی روانہ ہو چکے ہیں وہ براہ مہربانی وصول فرمالیں۔ باقیدار اصحاب قیمت کا منی آرڈر جلد از جلد ارسال فرمادیں۔ "منیجر"

مہاتما کی مونچھ عورت کے ہاتھ

میرے سامنے ۱۱ جولائی ۱۹۳۴ء کا لیڈر ہے جس میں ایک سرخی ہے:-

"حجام کی عورت کی وفاداری مہاتما کے ساتھ"

قصہ یوں ہے کہ مہاتما جی کو داڑھی اور سر منڈانے کی ضرورت ہوئی تو بجائے اس کے کہ نائی آئے اور اس خدمت کو انجام دے۔ نائی صاحب کی ساہ جنبی اپنی کسبت لیے موجود۔

خلاف امید مہاتما جی نائن کو دیکھ کر ہنس پڑے بہرحال میری نظروں سے ولایت میں لیڈی باربر سیلون گزرے ہندوستان میں کہیں کہیں سنا ہے کہ یہاں بھی ولایت کے لیے سیلون قائم ہوئے مگر کسی دیہاتی نائن کو ایسی ہمت کرتے نہ سنا نہ دیکھا حالانکہ جب معزز شرفا کے خاندان کی خواتین بے تکلف پردے سے باہر نکلکر اصناف ذکور کے دوش بدوش سیر و تفریح کرتی ہیں اور صحبتیں ان سے گرم رہتی ہیں تو غریب نائن جس کا تعلق پردے سے نہیں ہے گروہ مردوں کے سامنے آئے تو کیا کرے اس کے حجامی کے فرائض اس کو مجبور کرتے ہیں یوں تو چھوڑئیے وہ جسے چاہے مونڈے مگر کفنے میدان اس نائن کی شوخی کی داد دیتا ہوں گاندھی جی کی داڑھی مونڈنے میں ان کی للچائی ہوئی نظر اس عورت پر پڑی۔ توبہ توبہ کوئی بری نیت سے نہیں آپ کے سن و سال کے اعتبار سے یہ خیال ہی ناممکن ہے۔

آپ کی نظر اس کے زیور پر پڑی کیونکہ پبلک کام کے لیے وصولی کرتا اور وصول لینے میں آپ کو تکلف نہیں چاندی سونا اگر مل جائے تو پھر کیا کہنے ہیں بڑا ملتا ہی رہتا ہے۔ کسی کی ناک کی کیل کسی کے کڑے وغیرہ وغیرہ۔ آج کل مہاتما جی ہریجن کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بغیر زر علیہ السلام دنیا کیا بہت سے عقبیٰ کے کام نہیں بنتے اس لیے آپ کی نظر زیوران پر پڑی کہ شاید وصول ہو جائے۔ گاندھی جی کے سوالات پر کہ ان زیوروں سے تم کچھ زیادہ خوبصورت نہیں ہو گئیں یہ بعد سے بصورت بد نما ہیں اور ان میں میل جمع ہو تا ہے اس پر وہ عورت کسی قدر رنجیدہ ہوئی اور اس نے کہا کہ میں نے اس موقع مبارک کے لیے اتار لیا تھا اب تو گاندھی جی چپ ہو گئے اور اس نائن نے ادا اور مسکراہٹ کے ساتھ چار مصنوعی زیور مہاتما کی نذر کیے۔

رباعی

بھاگ ایسے میرے ہیں آپ کا منہ چھیتی ہوں
جتنی منڈتی ہے مری اتنا ہی مزہ کھوتی ہوں
آپ بوڑھے ہیں یہ ہمت ہیں جو انمونہ ہیں
بلبل ہند اگر آپ ہیں میں طوطی ہوں

راو

لیڈر کا ایک ناظر

(عبارت از رسالہ نامہ صداقت دہلی)

گراموفون کے ذریعہ تبلیغ اور علماء کرام کا فتوےٰ

علماء کرام کے فتوے کے متعلق خواجہ حسن نظامی نے خبار منادی میں کس طرح دھوکا دینے کی کوشش کی

مسلمان ایسے پر فریب ابن الوقت کیساتھ کیا سلوک کریں؟

برادران اسلام ابھی حال میں ایک فتویٰ جو مفتی صاحب قبلہ (مولانا کفایت اللہ صاحب) سے لیا گیا تھا۔ جس میں تقریباً بیس علما کے دستخط تھے۔ شائع ہوا تھا۔ اس میں ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں یہ بتایا گیا تھا کہ گراموفون کے ذریعہ تبلیغ از رو ئے شریعت جائز و درست نہیں ہے۔ لہذا مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے

واضح ہو کہ ۸۔ جولائی ۱۹۳۴ء کے منادی میں (جو خواجہ حسن نظامی کا اخبار ہے) یہ خبر غلط شائع کر کے مسلمانوں کو ایک زبردست مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش ہے کہ جو فتوےٰ گراموفون کے متعلق شائع ہوا تھا۔ وہ ان لوگوں کی کارروائی ہے جو حسن نظامی صاحب کے یہاں سے خطوط اجرا ہونے کی بنا پر نکال دیے گئے تھے۔ اگرچہ اس میں مفتی صاحب کے دستخط ہیں مگر مجھ کو مفتی صاحب کے دستخط ہونے میں شبہ ہے"

محترم دوستو! اس اخبار کی تحریر کا یہ مطلب ہے کہ وہ فتویٰ علما کا نہیں ہے بلکہ بناوٹی ہے۔ میں نہایت خلوص کے ساتھ ان حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ جو غلط خبریں شائع کرنے والے ہیں کہ وہ بغیر تحقیق کیسے بے بنیاد اور جھوٹی خبریں شائع کر کے پبلک اور خصوصاً مسلمانوں میں فساد پیدا نہ کریں۔ جس کو حضرت حق نے بار ہا مختلف جگہ منع فرمایا ہے

سنیے میری انجمن بنام جوہر اسلام یا جمعیت تبلیغ الصلوۃ میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں ہے جو حسن نظامی صاحب کا ملازم ہو یا وہاں سے نکالا گیا ہو۔ یہ بالکل غلط ہے۔ آؤ اور معلوم کرو۔ صحیح ہے یا جھوٹ کہتا ہوں۔ سمجھیے اور غور سے پڑھیے کہ وہ فتویٰ بالکل صحیح ہے جعلی یا مصنوعی نہیں ہے۔ میرے پاس اصل فتویٰ جس میں علمائے کرام و مفتی صاحب کے دستخط بھی ہیں موجود ہے۔ جن حضرات کو شبہ ہو وہ میرے پاس تشریف لا کر دیکھ سکتے ہیں۔

میرے ملنے کا مقام دفتر بزم جوہر اسلام یا دفتر جمعیت تبلیغ الصلوۃ یا حوض قاضی حویلی جنسہ بیگم میں ہے۔ اگر مزید اطمینان کی ضرورت ہو تو جناب مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مدظلہ العالی صدر مدرس مدرسہ امینیہ سے جا کر معلوم کرو۔

المشتہر (مولانا محمد رفیق صدر بزم جوہر اسلام و نائب صدر جمعیت تبلیغ الصلوۃ دہلی)۔

(علماء کرام کے اس فتوے میں جس میں ہر خیال کے علما شریک ہیں یہ بھی تحریر ہے کہ:-

---

حکم قرار دیے جانے دیوالیہ

(دفعہ ۲۔ ایکٹ ۵ سنہ ۲۰ء)

بعدالت جناب منشی ہمایوں مرزا صاحب جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۱۲ سنہ ۱۹۳۴ء

بمقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمیٰ جاندکا پرشاد ولد کالکا پرشاد کلوار ساکن محلہ عیش باغ لکھنؤ۔

جاندکا پرشاد کی درخواست دیوالیہ مورخہ ۱۷۔ فروری ۱۹۳۴ء کو پڑھنے اور فریقین کے بیانات کو سننے کے بعد یہ حکم دیا جاتا ہے کہ مدیون مذکور دیوالیہ قرار دیا گیا اور وہ چھ ماہ کے اندر اپنی درخواست بریت گزرانے۔

المرقوم ۵۔ جولائی ۱۹۳۴ء

بحکم عدالت

بشمبھر دیال منصرم عدالت جج خفیفہ لکھنؤ

۱۱۔ جولائی ۱۹۳۴ء

مہر عدالت

ریکارڈ کے ذریعہ تبلیغ کرنی بھی ایسی ہی ناجائز ہے جیسے بازاری عورتوں کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی تھی اور وہ بھی ناجائز تھی۔

اس کے متعلق خواجہ حسن نظامی نے تحریر کیا ہے کہ۔ "بازاری عورتوں والی عبارت بعد میں شامل کی گئی ہے" یہ خیال بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ اور ہم نے خود فتوے کو دیکھا ہے۔ اس میں یہی عبارت درج ہے۔

"نیز یہ فتویٰ خود مفتی کفایت اللہ صاحب نے اپنے قلم سے تحریر کیا ہے اور دیگر علما کی تصدیق و تصحیح" خواجہ حسن نظامی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ آریوں نے بازاری عورتوں کے ذریعہ تبلیغ اسلام کرنے کا الزام مجھ پر لگایا تھا۔ لیکن ان کی کتاب داعی اسلام کے پہلے اڈیشن میں یہ چیز موجود ہے۔ اور راقم کے ساتھ انھیں شاید یاد ہوگا کہ اسی مسئلہ پر مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب مرحوم کے یہاں ارباب علم کی گفتگو ہوئی تھی اور وہاں خواجہ حسن نظامی مجرم کی طرح آئے تھے اور بہت کچھ ملامت کے بعد انھوں نے اقرار کیا تھا کہ میں آئندہ اڈیشن میں اس کی اصلاح کر دوں گا۔ اگر علی حسن عرف خواجہ حسن نظامی کو اب کچھ یاد نہیں رہا تو داعی اسلام کا پہلا اڈیشن ابھی دنیا میں موجود ہے اور اس منظر کے دیکھنے والے لوگ زندہ ہیں جب شریف منزل میں وہ ایک ملزم کی طرح داخل ہوئے تھے۔ ملزموں کی سی شرمساری و لعنت اپنے ہمراہ لے کے نکلے تھے۔ (وحدت)

سچ۔ دہلی کے روزنامہ وحدت سے ہمیں یہ مضمون چھاپنے کے واسطے بھیجا گیا ہے اور اس پر اصرار ہے کہ ہم ضرور شائع کر دیں۔ یہ فریب، بین ثبوت لعنت وغیرہ کے الفاظ اگر اس میں نہ لکھے جاتے تو مطلب میں کوئی کمی نہ ہو جاتی۔ مگر اسے کیا کیجیے کہ مناظرہ کرنے والوں کا لہجہ بگڑ چکا اور کسی طرح سنوارے نہیں سنور سکتا۔

"وحدت ہمارے پاس آج کے سوا اور کبھی نہیں آیا۔ جو ہمیں "گراموفون کے ذریعہ تبلیغ" کی بحث کے مبادی سے اطلاع ہوتی۔

باطل کو خدا جانے کیوں حق کے ساتھ ایسا لگاؤ ہو گیا ہے کہ چھپا ہی نہیں چھوڑتا۔ جہاں حق صاحب نے سر اُبھارا میاں باطل کنٹوپ پہن کے اُس پر چھا گئے۔

حضرت پولوس مقدس نے فرمایا کہ خدا کے لیے جھوٹ بولنا کچھ برا نہیں۔ جناب قاضی باطل الحق صاحب نے مسجد کے مصارف اور حضور قلب مومنین کی نیت سے ایک در میں شراب مطہر کے سبو رکھوائے دوسرے میں سکتے کے بچے بند ہوائے تیسرے میں شطرنج کی بساط یعنی مہروں کی صف بچھائی۔ جوے میں نال جو پڑتی تھی وہ مسجد کی مرمت میں کام آتی تھی شراب کے قطع سے مؤذن اور امام کی تنخواہ ادا ہوتی تھی اور حضور قلب ممکن نہ تھا بھلا کون ایسا ہے جو لاتقبل الصلوۃ الا بحضور القلب (نماز بغیر حضور قلب قبول نہیں ہوتی) کی تعمیل میں سینہ چاک کر کے دل محراب میں قندیل کی طرح لٹکائے پس "قلب" نہیں تو "کلب" ہی سہی۔ تعمیل بہر حال فرض ہے۔

اس منطق پر عمل کرنے والے اگر یہ تجویز کریں کہ گراموفون کو تبلیغ مذہب کا آلہ بناؤ تو کیا عجب ہے تبلیغ میں تو شاید مواعظ اور لکچر ہوں گے ترقی تہذیب متقاضی ہے کہ مؤذن ہر مسجد کا موقوف ہو۔ آلہ ناقل الصوت یا ناشر الصوت ہر مسجد میں لگاؤ اور مکہ معظمہ کے خوش گلو مؤذن کی آواز یہیں بیٹھے سُن لو اگر کسی ایسے امام کا لہجہ نماز کا پسند ہو جو لکھنؤ کے مشرق میں ہے تو "نماز پڑھتا ہوں میں آگے اس امام کے جو میرے پیچھے بارہنکی میں نماز پڑھا رہا ہے فرض قربۃً الی اللہ تعالیٰ اللہ اکبر" کہا اور صف باندھ لی۔ چلیے امام کی جھنجھٹ سے بھی نجات کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ گاڑی کے پیچھے گھوڑے (دُم کی طرف سے نہیں منہ کی طرف سے) جوت لیے جائیں۔ اور ریم سائیس اپنی گردن پر رکھ لے؟ ابھی اس بیسویں صدی میں سب کچھ ممکن ہے۔

بات یہ ہے کہ یہ زمانہ ہے مشین کا جملہ فرائض انسانی مشینیں ادا کرتی ہیں تو مذہبی فرائض اس نعمت سے کیوں محروم رہیں؟۔

گراموفون کی قرآن خوانی میں ایک حسن اور بھی ہے کہ آیت سجدہ پر سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ امام صاحب نے مشین رکھ دی مسجد میں۔ کرم ہوئی افطاری رکھ لی سامنے۔ نماز تراویح کے واسطے لوگوں نے صف جمائی۔ اب امام صاحب کی خدمت صرف یہی ہے کہ ایک طرف ریکارڈ پر ریکارڈ بدلتے رہیں دوسری طرف افطاری کے پھنکے لگاتے جائیں۔ رکوع میں جاؤ۔ سجدہ کرو۔ ٹھہرو سوئی بدل لینے دو۔

یہ احتمال کہ مشین کے بگڑ جانے پر نمازیوں کو توقف کرنا پڑے گا بیکار ہے۔ اکثر امام صاحب ایسے گزرے ہیں جن کے دماغی گراموفون کی سوئی حافظے کی پلیٹ پر اٹک گئی ہے۔ چنانچہ ایک صاحب نماز پڑھا رہے تھے۔ ابتدا کی انا ارسلنا نوحا الی قومہ" (ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا) آگے کسی طرح نہ یاد آیا اسی کو دہراتے رہے تو ظریف نمازی پٹ سے بول اٹھا ارسلنا غیرہ یرحمک اللہ وارحنا و نفسک (اور کسی کو بھیج تجھ پر رحم کرے اب نوح نہیں تو کسی دوسرے کو بھیج کہ ہماری اور تیری جان راحت پائے)۔ دوسرے امام صاحب کا ذکر ہے کہ حضرت فلن ابرح الارض حتی یاذن لی ابی (میں تو اس سرزمین سے نہ ٹلوں گا جب تک میرا باپ حکم نہ دے) پر اٹکے۔ ایسا کہ پھر جنبش نہ ہوئی۔ جب قوم نے تھوڑی دیر صبر کیا پھر چلا کے پکارا ان لم یاذن ابوک فی ہذہ اللیلۃ نظل وقوفا الی الصباح" (اے اوفقیہ اگر آج کی رات تیرے باپ نے تجھے حکم نہ دیا تو ہم بیچارے صبح تک کھڑے کھڑے مر جائیں گے) یہ کہا اور اپنی راہ لی۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ جب ایک انسان ذی روح کا اٹکنا قابل گرفت نہیں تو حضرت امام گراموفون صاحب قبلہ مد ظلہ کا نسیان جو کہ ذی روح نہیں کب اندیشے کے قابل ہو سکتا ہے؟۔

جو لوگ نماز پڑھنے میں کاہلی کرتے ہیں اور یہی خبط ہے کہ دنیا نہیں نمازی سمجھے وہ ہمارے دل کے

ہم یہاں نماز کا ریکارڈ بھی کے پلنگ کے پاس رکھیں صبح کا وقت آیا اذان کی آواز کان میں پڑی نیند اُڑی اور جھٹ سے لحاف کے اندر سے ہاتھ نکالا جمائی دی اور پھر سو رہے۔ چلیے فراغت ہوئی۔ ذکر خدا کا ثواب لوٹا۔ ٹھنڈے پانی سے وضو کی زحمت بھی نہ ہوئی نمازیوں کی فہرست سے نام بھی نہ کٹا۔ محلے والے گواہ ہیں "ہاں جناب ہم نے نماز کی آواز اُن کے کمرے سے سنی تھی۔"

خیر حضرات آپ دین میں ساری دنیا کے کھیل ملا دیجیے کوئی مضائقہ نہیں نہ بازپرس کا ڈر۔ فقط ـــ

جامع اللغات

(نمبر ۵۰)

بی جامع اللغات فرماتی ہیں: "اضافہ (ع ۔ مؤنث) بیشی ۔ ایزاد ۔ الحاق ۔ افزائش ۔ ترقی ۔ زیادتی (اضافت ۔ ملانا) اضافہ کرنا (متعدی) ہونا (لازم) تنخواہ بڑھنا ۔ ترقی ہونا ۔"

اندھیر دیکھیے کہ اس اضافہ نے انڈے بچے بھی دیے ہیں ایک بچہ ہے اضافی پھل جسکے معنے ہیں "وہ پھل جس میں "بیضہ دان" کے ساتھ کوئی زائد عضو ہو۔ (۲) اضافی غنچہ وہ زائد کلی جو اصلی کلی کے ساتھ پیدا ہو جائے" (خدا ہی کو علم ہے کہ پھل کا "بیضہ دان" کہاں رہتا ہے اور پھل کا زائد عضو کیا چیز ہے ۔ علی ہذا القیاس اضافی کلی کس کلی کی دم میں پیدا ہوتی ہے اور کون ان الفاظ کو استعمال کر کے اپنے جھک مارنے کا ثبوت دیتا ہے) ۔۔

شاید کسی ہندوستانی نژاد عرب کی روح اس لغت میں گھس گئی ہے جو ہر اُردو لفظ کو عربی ہی سمجھتی ہے ۔ اگر کوئی اصلی نسل کا عرب اسے دیکھے تو شاید خودکشی کر لے۔

عربی میں اضعاف بالکسر کے معنی دو چند کے ہیں ۔ جس سے المضاعف بمعنی دوچند نکلا اور ... زبان ...

خاص و عام ہے ۔ اضافہ کے معنی جھکانے اور مائل کرنے کے ہیں جس سے مضاف نکلا یعنی جھکا یا ہوا یا نسبت دیا ہوا کسی مقام پر اضافے کے معنی زیادت یا افزائش کے نہیں ۔ یہ اردو ہے اور شکل اس کی عربی رکھ لی گئی ہے تو اسے رسم الخط کے حوالے کیجیے ۔ یہ مذکر ہے ۔ کبھی یوں نہ کہیں گے کہ "تنخواہ میں اضافہ ہوئی" ۔ "ایزاد" جہلا کی زبان ہے شریف اور پڑھے لکھے بجز نقل قول کے "ایزاد" کبھی نہیں بولتے ۔ حضرت مؤلف کا جہل دیکھیے کہ بیشی وغیرہ کے ساتھ "الحاق" بھی معنی کی دم میں ٹھونس دیا ۔ معلوم ہوا کہ حضرت "الحاق" کے معنی بھی نہیں جانتے ۔ مگر اب تو وہ لغت کے مصنف (مؤلف نہیں) ہیں دُنیا اندھی ہے اور پنجاب وہ مقام ہے جو وطن دوستی کے تعصب پر اُردو زبان کی سی دو سو زبانیں تصدق کر سکتا ہے ۔ اُسے صرف اتنی سی بات پر ناز ہے کہ ہمارے صوبے سے اُردو کی دو ہزار کتابیں ایک ہی سال شائع ہوئیں ۔ دلّی کیا چیز ہے وہ تو مٹ چکی ۔ رہا لکھنؤ تو وہ زنانوں کا مسکن ہے وہ سو کتابیں بھی نہیں مہیا کر سکا۔

بعض صحیح النسب افراد لکھنؤ کے جوار میں رہتے ہیں مگر چونکہ نہ زبان پر قادر ہوئے نہ نظم و نثر میں پھلنا پھولنا نصیب ہوا لہذا ب نام نمود کا یہی ایک ذریعہ رہ گیا کہ چند بیرونی بازار زادے جو لکھنؤ میں صرف استاد کشی کا حق ادا کرنے تشریف لائے ہیں اور جن کے گھر میں آج تک "سکر سروا" کی آوازیں آتی ہیں اُن کے شریک حال ہو گئے "لکھنؤ نے زبان یا شاعری کی کس قدر خدمت کی" ایک سوال خود ہی پیدا کیا اور زبان خبیث سے دُہرا "اغلاط کچھ نہیں بلکہ زبان ستیاناس کر دی اور شاعری کی مٹی خراب کی" خود ہی جواب دے دیا ۔ خیر یہ ایک علیحدہ قابل بحث بات ہے ۔ اسے چھوڑیے، اور بی لغت جان کی جانب رجوع فرمایے ۔ فرماتی ہیں ۔ اضعافاً مضاعفاً دگنا

تگنا" یہ "اضعافاً مضاعفۃ" کی گت بنی ہے جو قرآن کی آیت کا جزو ہونے کے باعث ہندوستانی مسلمانوں کی زبان پر جاری ہے ۔ یوں بھی شرفا بولتے ہیں "ارے میں ہم تو اپنی اجرت سے المضاعف پا گئے"

ضعف ضعف دو ہی لغتیں ہیں ۔ پہلے کے معنے ناتوانی اور دوسرے کے معنی دوچند کرنا ۔

اجتہاد فرماتی ہیں بی جامع اللغات: "اضبط کھبا جو بائیں ہاتھ سے کام کرے ۔"

عربی میں تو اضبط اُس شخص کو کہتے ہیں جو دونوں ہاتھوں سے کام کرے ۔ کھبا وہ ہے جو داہنے ہاتھ سے کم کام لے ۔ اور جو کام عموماً داہنے ہاتھ سے کیے جاتے ہیں مثلاً لکھنا سینا وہ بھی بائیں ہاتھ سے انجام دے ۔ یہ ہے تہمت اللغات کا اجتہاد ۔

پھر ارشاد ہوتا ہے: "اضحی (ع ۔ مذکر) ۱ قربانی کا دن (یہاں تک تو درست ہے) ہاں دوسرے معنی "قربانی کے جانور" ہماری نظر سے کسی لغت میں نہیں گزرے ۔ کوتاہی نظر کی شکایت کے سوا اور کیا کہیں ۔ نہ یہی دکھائی دیا کہ "ضحی ۔ دوپہر کو جانور قربانی کرنا) ۔

پھر عنایت فرماتی ہیں ۔ "اُضحیہ (ع ۔ مذکر) وہ جانور جو عید الضحیٰ کے موقع پر قربانی کیا جائے" ذرا ہی خیال تو کیجیے اول تو اضحیہ کے الف کو زبر نہیں وہ اُضحیۃ ہے ب الف مضموم و یائے مشدد اور اس کی جمع اضاحی ہے دوسرے وہ مذکر نہیں تیسرے "عید الضحیٰ" غلط ہے عید اضحیٰ لکھا جائے ۔ چوتھے اضحیہ کے دو معنی ہیں ایک بیان کیے گئے دوسرے وہ جانور جو چاشت کے وقت یا روز اضحیٰ ذبح کیا جائے ۔ ضحیہ گوسپند قربانی کو کہتے ہیں اور اس کی جمع ضحایا ہے ۔

اس حالت میں تہمت اللغات نے اُردو کی قربانی اپنے مصنف یا مؤلف ہونے کے شوق میں کی یا نہیں ؟ ۔ آپ کا عدل فیصلہ کرے گا ۔ ہم ٹھہرے زنانی زبان والے جانور قربانی کا

ولائتی خطرے: ”او بالم نیا ڈگامگ ڈولے“

حکومت ہند: ”جھجو بھلے بھائی جھجو بھلے.....الخ“

”دیکھیے یہ تماشا کب ختم ہوتا ہے“ پنچ

عوام دیکھ کے دیلے جاتے ہیں۔ لکھنؤ کے اطراف تمام یا لکھنؤ کے علاوہ جو عرض رہتے ہیں وہ مردانے ہیں بلکہ ان کی عورتیں بھی مردانی ہیں — ہم ان کے مقابلے میں ہیچ۔
تمۃ اللغات صاحب ارشاد کرتی ہیں:۔
"اطابت (ع۔ مؤنث) خوبصورت۔ خوشبودار۔ نرم یا نازک بنانا۔ مسلمانوں کی طرح بدن کو صاف کرنا۔ طیب۔ خالص یا اچھا ہونا"۔
اول تو اطابت بولنے والے ہیں کتنے؟ دوسرے خوبصورت بنانے کی مشین اس وقت تک ہندوستان میں نہیں آئی۔ تیسرے مسلمانوں کی طرح بدن کو صاف کرنا کسی لغت میں نظر سے نہیں گزرا۔ جو بھئے اگر عربی لفظ بھی لکھنے کا شوق تھا تو کل معنی لکھ دیے ہوتے۔ مثلاً کسی کو خوش کرنا اسی سے مطایبہ نکلا ہے یعنی ایسی باتیں کرنا جو سننے والے کو بھلی معلوم ہوں۔ فارسی میں اسے خوش طبعی کہتے ہیں)۔ حلال و پاکیزہ کرنا۔ کھانا اچھا پکانا۔ اچھی طرح دھونا۔ اچھے لڑکے جننا۔ زن حلال سے نکاح کرنا۔
پانچویں طیب پر اعراب دینا چاہیے تھا۔ ایک تو ہے طِیب بالکسر جس کے معنی ہوے خوش و حلال کے ہیں یا ایک ہے طَیّب بفتح طا و تشدید یائی مثناۃ تحتانیہ مکسورہ۔ جو کہ ضد خبیث ہے اور جس کے معنے صرف پاک و حلال کے ہیں۔ ان دونوں معنی میں اچھائی تو شامل ہے مگر "خالص" کو خالی ...

سمجھنا چاہیے۔
پھر ارشاد ہوتا ہے "اطاعت (ع۔ مؤنث) مطابعت"!
بے بھلا کس کے سر پر ہم تمۃ اللغات کی موٹی سی جلد دے ماریں۔ اندھیر ہے۔ اسکول کے بچے بھی "متابعت" کا صحیح املا جانتے ہیں۔ مگر نہیں جانتے تو مؤلف جامع اللغات۔
ایک جگہ اطالیق لکھا ہے۔ اسے عربی قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں دیکھو "اتالیق" گویا یہ (ع) ہے عربی لفظ ہے اور اسے بطائے حطی بھی لکھ سکتے ہیں۔ دوسری جگہ اطریفل طائے حطی سے لکھتے اور فرماتے ہیں کہ ہندی ہے بھلا ہندی میں "طا" کہاں اور "طا" کے ساتھ "پ" مع ہائے مخلوط کہا ہے۔ اطریفل لکھتے اور شرح کر دیتے کہ یہ معرب ہے "تریپھلے" کا۔ تریپھلا کہتے ہیں ہڑ بہیڑے آنولے کو۔ یہی دوسرے صاحبان لغت نے لکھا ہے تو درست ہوتا۔ مگر صاحب جو لوگ مصنف لغت ہیں وہ کہیں

دوسروں کی پیروی کرتے ہیں؟ استغفر اللہ۔
صاحبو! آج کا مضمون صرف ایک صفحہ کی غلطیوں پر ختم ہوتا ہے۔ اور ہم بکلف عرض کرتے ہیں کہ ابھی اسی صفحے میں کئی فروگزاشتیں ہیں۔ لکھتے لکھتے قلم اکتا گیا۔
خدا اس نامعقول کتاب کو شرمائے اور کیا کہیں۔
(باقی آیندہ)

راقم
خاکسار ادبار الانبات

موہن پنچ کا پولیٹیکل ...

ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔
"ابی پنچ صاحب! آپ تو مہاتما گاندھی کے بڑے طرفداروں میں تھے مگر اب ہوا کیوں پلٹ گئی"؟
ہم عرض کرتے ہیں کہ حضرت بڑی دور کی کوڑی لائے۔ اینجاب نے طرفداری کے خلاف کچھ کیا ہو تو بتائیے۔ گاندھی جی ایک پولیٹیکل مجتہد ہیں اور اینجانب بھی۔ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی رائے سے اگر اتفاق نہیں کرتا اور وجوہ بھی بیان کر دیتا ہے تو اس میں برائی کیا ہے۔ گاندھی جس طرح پہلے ہماری نگاہ میں ممدوح تھے آج بھی ہیں۔ ہم اب بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ شخص فرد فرید ہے اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ رہ گیا بدگمانوں کا خیال۔ تو بندہ ابھی ان سے بچ نہیں سکتا۔ ہم کیا چیز ہیں کل ایک دوست ناقل تھے کہ ان پر عجیب قسم کا اعتراض ہوا۔ انھوں نے اپنے والد کے دیسے کی مجلس کی یہ مجلس پہلے ان کے مرحوم بھائی کے اہتمام سے

"تقسیم جدید"
قاؤں قاؤں قاؤں قاؤں۔ (کووّں کی مہمانی)

جلد نوزدہم

اودھ پنچ ۱۰

رجسٹرڈ نمبر اے ۸۳

REGISTERD No A 703
LUCKNOW,
OUDHPUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
دس روپیہ
قیمت فی پرچہ
دو آنے
(۲/)
قیمت پیشگی اندرون ملک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
A. B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCK W

قواعد و ضوابط [illegible]

(۱) بفضل خدا یہ اخبار ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں محض ملکی خبریں نہیں چھپتے اور نہ بے تکے مضامین ہوتے۔ یہ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور ہنر لاف سے بے نیاز ہے۔

(۳) [illegible] کی پالی پر منہ نہیں لگاتے۔ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھانے والے [illegible] میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت [illegible] کی صلابت [illegible] عایت نکتہ چینی صحیح قانیہ و لغات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی سیاسی ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے [illegible]پ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی [illegible]سرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) مدرسہ یہ شاگردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجئے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جا سکے۔

(۷) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ:۔ جو حضرات [illegible] ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

مینیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱)۔ صرف روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲)۔ رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر روپیہ جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۳ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

خواب پریشان

بندہ اور ہندی کی دلچسپ گفتگو

ہول و اوقات بیداری میں نہیں تو خواب ہی میں کسی انڈین لیڈی صاحب سے ملاقات ہو ہی گئی۔ لہنگے میں سیکڑوں پیوند۔ ہاتھ میں جھاڑو۔ آدھا منہ کالا آدھا گورا دیکھ کے بندے کے اوسان گھسے کے سینگ کے اپڑی کا تنگ ہو گئے۔ مگر پھر بھی تگے گزرے جلال و رعب کا دھاسمہانشان باقی تھا جس نے بات چیت کی جرات دلائی۔

بندہ :- "اسم مبارک ؟"

بی صاحب :- "ہندی کا نام ساری دنیا جانتی ہے۔ ایک نام ہو تو کوئی بتائے۔ کوئی بھارت ماتا کہتا ہے۔ کوئی مادر وطن کہہ کے پکارتا ہے — جب سے انگریزوں کے قبضے میں آئی انڈیا کہلاتی ہوں۔ اس غریبی میں بھی حکومت ہند اور گورنمنٹ آف انڈیا نام بتا کے رعب جھاڑتی نقشہ جماتی ہوں۔"

بندہ :- "زہے نصیب کہ آج تمنائے دیرینہ برآئی۔ تشریف رکھیے۔"

ہندی :- "جی نہیں اب جاؤں گی۔ جھاڑو بہارو کو دیر ہوتی ہے۔"

بندہ :- ؎

ستری سی صاحبی اس پہ یہ ترا گھر کا

گورنمنٹ آف انڈیا اتنا بڑا نام اور یہ ذلیل کام"

ہندی :- "کام کوئی بھی ذلیل نہیں ؎

پیشے میں عیب نہیں رکھیے نہ فرہاد کو نام

آج کل ہندی کا کام خاکساری ہے یعنی لاٹ صاحبی آدمیوں پر تخفیف کی جھاڑو پھیرتی ہوں ان کی خوراک سے جو کچھ بچے گا وہ میرے بڑے بڑے افسروں کے کام آئے گا۔ اور عجب نہیں کہ سدھیانے کے طفیل میں اپنی بھی چلت اتر جائے پیوند زدہ لہنگا تیلی گھر کی نذر ہو۔ میم صاحب کا اترا ہوا سایہ ملے یا سودیشی چرنا لوٹ پی ستر پوشی کر جائے۔"

بندہ :- "اللہ رے تیری دھج۔ بی صاحب جہاں تک میں نے آپ کی حالت پر غور کیا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ قدرت کی فیاضی نے آپ کے بارے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ماشاء اللہ بال بچوں والی ہیں۔"

ہندی :- "قربان ایسے بال بچوں کے نگوڑے آپس ہی میں کٹے مرتے ہیں۔ جو بھی اس قابل ہوتے تو رونا کا ہے کا تھا۔"

بندہ :- "پھر ان کو سمجھائیے۔"

ہندی :- "کس کو سمجھاؤں اندھوں کو؟ پاگلوں کو؟ بہروں کو؟ قابو جیوں کو؟ ارے ان ناشدنیوں میں کون سی صفت ہے!۔ پڑھ لکھ کے دو تین کام کرتے ہیں۔ محرری۔ فرنگستان کی دلالی یعنی بدیشی مال کی تجارت دو بھائیوں کو لڑوا کے اپنا پیٹ پالنا یعنی وکالت۔ مخادیم بنے پھرنا۔ اپنوں سے نفرت۔ غیروں سے رشتہ داری۔ ٹوکری ڈھونا۔ بھیک مانگنا۔"

بندہ :- "اچھا اولاد کو جانے دیجیے خدا کی عنایت سے آپ مالدار ہیں جو چیزیں آج ادنی ادنی سلطنتوں کو بڑی بڑی طاقتوں سے دبنے جھکنے نہیں دیتیں آپ کے یہاں بافراط موجود ہیں مثلاً کوئلا۔"

ہندی :- "واہ کوئلوں کی سوداگری میں ہاتھ منہ دونوں کالے۔ گورے لوگوں کو یہ کالا دھن ایسا بھایا کہ سب ہڑپ کر گئے ؎

کوئلے کی طرح دل ہے ہمارا اجلا ہوا

بندہ :- "اچھا لوہا تو ہے اور بافراط ہے۔"

ہندی :- ؎

لوہا لوہا سب کہیں اور لوہا بڑی بلائے

جگ آگو پٹ رہے جگ پاچھو پٹ جائے

میاں یہ لوہے کے چنے ہیں جب گورے منہ اسے نہ چبا سکے تو میں بیچاری کس شمار قطار میں ہوں۔ لوہے کی کانیں ساحل سے دور ہیں۔ دوسرے اگر لوہا یہاں نکالا جائے تو باہر کی کمپنیاں لوہا مانگ جائیں اور فاقے کرنے لگیں۔ ہندوستانی آدمی صرف دوسروں کی اچھائی اور محنت پر واہ واہ کرنا جانتے ہیں — خود کوئی کٹھن کام اپنے ذمے نہیں لیتے لیکن میں تو کس واسطے پر ؎

زر نہ بل ہے یہاں نہ بانہہ بل ہے

ان کی وہی مثل ہے" دبدھا میں دونوں گئے مایا ملی نہ رام" یہ لومڑی کی طرح" بیر رہوے تو بل کھو دوں" کہا کرتے ہیں اور جب ہمت آزمانے کا وقت آتا ہے تو" ہلاؤ نہ ڈلاؤ مجھے سکھ سے کھلاؤ" جینے لگتے ہیں۔"

بندہ :- "اچھا سونا تو ہے ؟"

ہندی :- "ارے کس کے پاس ہے! مجھ غریب کے بچے اور سونا! یہ تو ایک صاحب پسند دھات ہے۔ کیسا سونا کیسا روپا ؎

سمجھنے والے کیا قدر زر و گوہر سمجھتے ہیں

اسے مٹی سمجھتے ہیں اسے پتھر سمجھتے ہیں

میں بیچاری کالے منہ کی گھنگچی ہوں سونا مجھے دیکھ کے طعنہ دیتا ہے ؎

سونا کہے سنار سے اوتم میری ذات

کالے منہ کی گھونگچی تلے میرے ساتھ

میں سونے کو طعنہ دیتی ہوں ؎

لالوں کی میں لاڈلی لال ہی میرا رنگ

کالے منہ کی جب ہوئی تلی نیچ کے سنگ

چلیے میں اپنی طرف خوش سونا اپنی طرف خوش"

بندہ :- "چہ خوش! خیر ان سب کو جانے دیجیے۔ مٹی کا تیل تو ہے ؟"

ہندی :- "ہوگا جس کے لیے ہوگا میری جانے جوتی۔ اتنا معلوم ہے کہ در و دیوار سیاہ۔ ناک کے نتھنے تک اندر سے کالے ہیں۔ باقی اللہ اللہ خیر صلاح تمہاری عقل تو کوکوے لے گئی ہے۔ بھلا ولایت کے سرمایہ داروں سے کوئی شے بچ رہی ہے! روئی کے کارخانوں میں ایک تہائی کے وہ حصہ دار۔ جیوٹ اور سن کی تجارت انھیں کے قبضے میں۔ اون بانی۔ کاغذ سازی۔ شراب کشی۔

ظروف سازی ۔ ریشم بافی ۔ روغن گری ۔ پیلگری کے
کام ہیں جن میں چوتھائی کے وہ مالک ۔ سوائے
ان کاری گروں کے اور کوئی سی صنعت یا تجارت
یا دھندا ہے جسے میں اپنا کہوں ۔ چند سال سے
دو ایک بیمہ کمپنیاں کسی قدر چلنے کا کاروبار اور
تجارت ایک آدھ ساہوکارے کی کمپنی ہندوستانیوں
کے ہاتھ لگی ہے ۔ ورنہ یہ حال تھا ۔

مورا ستا کہرواجال بینے رے
سات کو مارے مچھلی ان کو بینے جال
مورا ستا کہرواجال بینے رے

کھیت گوڑ نا دیہ میں موسے بچا موسے آئے
لوٹنے کھا گئے ۔ سو وہ بھی اپنی قسمت سے
قدرتی پانی کا محتاج ۔ اور سرکاری مالگزاری کا
زیر بار ۔"

بندہ ۔ "بی صاحب یہ تو بڑی ناشکری ہے آپ
کو شکر کرنا چاہیے کہ سودیشی تحریک کے طفیل
اب بہت سے کام جاری ہو گئے ہیں ۔ پنسلیں
بنتی ہیں ۔ گاڑھا تیار ہوتا ہے ۔ دیا سلائی کا
کام جاری ہو گیا ۔"

بندی ۔ "ارے ہوش کے ناخن لو ۔ آئے
وہاں سے باتیں بنانے ۔ ولایت کے مقابلے
میں یہ کام بھلا کیا پنپ سکیں گے ۔ کچے ہاتھ
کچی مشین ہے ۔ دوسرے ولائتی کاریگروں نے
جیوڑا امر بیدار بنا دیا ہے کہ ہر کی بھدی کچی
کاریگری کیون دل کو بھائے گی ۔ طبیعتوں کا
حال تو یہ ہے کہ نیچے ریشم کی باریک ولائتی
بنیان پہنتے ہیں اور پر سے موٹا کھدر لگا دیا ۔"

بندہ ۔ "اچھا مویشی اور جنگل تو ہیں ؟"

بندی ۔ "اے خاک ۔ مویشی کا بیچ تو خاتمہ سالی
دانہ چارے کی کمی سے مارا گیا ۔ جنگل سرکاری
ہیں ۔ نہ چراگاہ بن سکتے ہیں ۔ نہ ایندھن کے
کام آسکتے ہیں ۔ اور اگر جنگل میدان بنا دیے
جائیں تو بارش موقوف ہوئی جاتی ہے ۔"

بندہ ۔ "اچھا ریلیں تو ہیں ؟"

بندی ۔ "تو ریلیں کوئی تمھارے باپ کی ہیں ؟
ہوں گی جن کی ہیں [illegible] تمھارے بچے آج ان
خالی [illegible] جاوٹ کے [illegible]
اٹھا کر ۔ ان کے سرمایہ دار سب باہر والے
ہیں ۔ ان کا احسان مجھ غریب کے ملنے سے ۔
اور فائدہ باہر والوں کے لیے [illegible]
میں بھری ہوں ۔ ساتھ کے آپ بھیری عمر بھر
بھرتا جاتی ہے اور ہر صبح وہ بہت سے اڑ کے
ہیں ۔ ۱۷ ، ۹۹ فی صدی منافع ولایت روانہ ۔
اگر آج یہ من سلوی بند ہو جائے تو ولایت
والے ان بیچارے حاکموں کا ناطقہ تنگ
کر دیں ۔"

بندہ ۔ "تو حاصل کلام یہ ٹھہرا کہ اب ایسے ملک
کو کبھی اس قابل نہ بنا سکیں گے کہ صنعت اور
تجارت زراعت حرفت کی ترقی اور آمدنی
کی زیادتی سے گری ہوئی حالت کو سنبھال سکیں ۔
بجٹ میں ہمیشہ ٹوٹا ۔ آمدنی میں سدا خسارا ۔
خزانے میں مدام بھیروں ناچتا رہے گا ۔
باہر والے گراں اجرتوں پر چند روز کے
لیے بلائے جائیں گے اور چند سال کے بعد
بھاری پنشنیں لے کر سدھار جائیں گے
جب ہر بچے گا تو کمیشن بیٹھیں گے اور وہ
انڈا بسکٹ کھانے اڑانے کے بعد کاغذ پر
دو بول لکھ دیا کریں گے ۔ خرچ گھٹاؤ ۔
آمدنی بڑھانے سے پہلے خرچ گھٹاؤ ۔
خرچ گھٹنے کی وبا میں ہمارے لاشی پاشی
ملازم مبتلا ہوتے رہیں گے اور آپ کے ہاتھ
میں یہی جھاڑو دیتے رہے گا ۔"

بندی ۔ "نگوڑے جتنی نفری بھی تو اور کیا
چاہتا ہے ؟ ارے سارے انتظام کا خلاصہ
دو حرفوں میں ہے ۔ تخفیف کی "ت" اور ٹیکس
کی "ٹ" ۔ تجھ کو خدا نے اعتراض کرنے کے
لیے پیدا کیا ہے ۔ مفسد باغی ٹھہر تو جا ۔ ت
ٹ ت ٹ ت ٹ ت ٹ ت ٹ ۔"

"ارے تو سہا ہوا ہے منھ سے ت ٹ
کہتی جاتی ہیں اور ہاتھ سے جھاڑو کا وار
کر رہی ہیں ۔ [illegible] کی تنائی
چھتا لی [illegible] عقب میں جان پڑ گئی
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
کی جھاڑو سے خوب بجایا ۔ ورنہ تان کے
ساتھ جان کی تخفیف بھی ہو جاتی ۔

راقم

روشنی طبع

لطائف

پیشہ نہیں مرض

"کیوں میاں صاحبزادے تمھارے ابا کا
کیا پیشہ ہے ؟"
"جی ! وہ شاعر ہیں ۔"
"اوہو ! تو یہ کہو وہ بیچارے دائم المرض ہیں ۔"

لڑکا ۔ "کیا منھ دھونا ضروری ہے ؟"
ماں ۔ "بیشک ۔"
لڑکا ۔ "کیوں ؟"
ماں ۔ "میل کچیل چھوٹ جاتا ہے منھ صاف
صاف ہو جاتا ہے ۔"
لڑکا ۔ "مگر تم تو منھ بھی دھوتی ہو اور پوڈر
بھی ملتی ہو ۔"

تعلق کی تشریح

(۱) "او ڈلے کہتا ہے کہ اس کا پردادا کسی
لارڈ کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا ۔"
(فخریہ) ۔
(۲) "جب ہی میں نے سنا تھا کہ ایک بیچارا
بڑھا مٹوئی (معمار) کسی لارڈ کے ہاں
مرمت کرتے کرتے کوٹھے سے نیچے آرہا اور
بیچارا مر بھی گیا ۔ خدا بخشے ۔"

جلد ۱۹ نمبر ۲۷

مضامین

(مولوی سید ...)

کیفیات

(۱) یہ ایک ہفتے کے قریب ہوتا ہے کہ موتی محل مہاراجہ محمود آباد کے قدوم میمنت لزوم سے گلستان بوستان بنا ہے۔ لوگ کہتے ہیں ؎

اسی باعث تو قتل عاشقاں سے منع کرتے تھے
اکیلے پھر رہے ہو یوسف بے کارواں ہو کر

سارنگ کا قول ہے ؎

شدہ ام خراب و بدنام و ہنوز امیدوارم
کہ بہ زہد خلوص یابم بہ عاے نیک نامے

راجہ صاحب نانپارہ فرماتے ہیں ؎

ہنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی
کیں کیمیاے ہستی قارون کند گدا را

پنچ یوں زمزمہ سنج ہے۔

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

(۲) سنا جاتا ہے کہ ۲۵۔جولائی ۱۹۳۴ء کو صلاح الملک رغم الملت والدین مہاتما گاندھی

بیا اے شیخ در خم خانۂ ما
شرابے خور کہ در کوثر نہ باشد

کہتے ہوئے لکھنؤ آنے اور یہاں کی پبلک کے کھدر پوش ہوجانے پر دوش بنانے والے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ زنانہ پارک میں ایک مخصوص فرقہ پر مہاتما گل افشانی کریں گے۔ جب پردہ باقی نہیں تو اس پردہ داری سے کیا حاصل۔ مبصرین کی رائے ہے کہ دونوں فقروں سے بیک وقت بہ آوردنی ابھی رہیگی کیونکہ بہت ممکن ہے کہ ہوا اے دور اپنی خوشگواری سے بہت زنانہ کو ناشگفتات دکھلا کر فرقۂ ذکور کی افسردہ دلی کو مبدل بہ زندہ دلی اور ان کے پست ہمت ہمدرد شکستہ امد سر اندر چادرکو ذرا دراز اور کشادہ کرے۔

اسی سلسلے میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سنٹرل کانگریس اور بہادر تعیین کی اتباع میں پبلک ڈھول دھمکے ساتھ تیل یا نمک کا اتار کرنے والی ہے اور عورتوں نے طے کر لیا ہے کہ زیور بہ تن ہرگز نہ آئیں گی کیونکہ اول تو ؎

سادگی زیور ہے ہر زن کے لیے

دوسرے زر کیمت آنا اور اسستا پڑے گا۔ بہر حال دو ایک دن ہنگامہ آرائی ابھی رہے گی اور لکھنؤ اکڑ ہی میں ابال بھی آجائے گا۔ پنچ خیر مقدم کرتا اور کہتا ہے ؎

آب و آتش بہم آمیختۂ از لب لعل
چشم بد دور کہ بس شعبدہ باز آمدۂ

(۳) کسی نہ کسی کیا یقیناً خوش قسمت امین الدولہ پارک میں پھر سودیشی نمائش کا چرچا چلنے اور یہاں کے درختان سرو قد کو ساریاں پہنانے والا ہے۔

اکثر تجربہ کار زمانہ شناس لوگوں کی رائے ہے کہ اس مرتبہ نمائش میں ایک آرٹ گیلری ضرور ہو۔ جس میں دو دستی تصویریں دونوں کناروں پر اور ایک بیچ میں اس طرح لگادی جائے کہ انھیں کے درمیان ہو کر ناظرین گزریں۔

داخلہ کی تصویر ایک نہایت حسین و جمیل عورت کی ہو جو ہمہ تن لباس عریانی میں ٹانگیں پھیلائے کھڑی اور اپنے چھوٹے بڑے اعضا کو لوح تشریح الابدان کیے ہو۔ ٹانگوں کا درمیانی فصل اتنا ہو کہ ڈھینڈرے ایک چھڑا بآسانی نکل جائے۔ ایک ہاتھ میں جام دوسرے میں صراحی ہو۔ پیشانی پر لکھا ہو ؎

فریاد کہ ناخداے کشتی
کشتی کو مری ڈبو رہے ہیں

بیچ میں قوس و قزح کے طرز کی ایک کمان ہو جس کے ایک طرف لکھا ہو ؎

لیتا جا تو ادھر سی تھمت میرے نکلنے سے

دوسری طرف لکھا ہو ؎

آ کے شیشے کو ملا دیتی ہے نکلنے سے

دوسرے کنارے یا باہر نکلنے کے مقام پر ایک مادر نامرد کی تصویر ہو گر غم سے نڈھال و دلفگار ہاتھ ملتی منحوس صورتی پیشانی پر لکھا ہو ؎

قرۃ العین من آں میوۂ دل یادش باد
کہ خود آساں بشد و کار مرا مشکل کرد

پنچ

زنار بند لکھنوی

جامع اللغات

(نمبر ۱۵)

ارشاد فرماتی ہیں بی جامع اللغات اپنے صفحات کشادہ میں۔

اطلاق (ع۔مذکر) ۱۔ آزاد کرنا۔ چھوڑنا۔ کھولنا ۲ کہنا بولا جانا۔ ایک چیز کا دوسری پر عائد کرنا (کرنا ہونا کے ساتھ) (طلاق چھوڑنا عورت کو)۔

اطلاق رکھنا (متعدی) الگ رہنا تعلق نہ رکھنا۔ آزاد ہونا ۔۔۔

اینجانب التماس کرتے ہیں کہ اطلاق کے جتنے معنے اوپر لکھے گئے اُن میں سے کوئی بجز ایک معنے کے (یعنی استعمال و دلالت) اور کوئی معنی اُردو میں مستعمل نہیں۔ مثلاً کہتے ہیں فلاں کلے کا اطلاق فلاں کلمے پر بھی ہو سکتا ہے یعنی دونوں کا استعمال یکساں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں بولتا کہ میں نے اپنے غلام کو اطلاق کیا (آزاد کردیا) میں نے کھانا اطلاق کیا (چھوڑا) میں نے گھوڑا اطلاق کیا (کھولا) میں نے فلاں بات اطلاق کی (کہی یا بولی) میں اُن سے اطلاق نہیں رکھتا (تعلق نہیں رکھتا) میں اُن سے اطلاق رکھتا ہوں (الگ رہتا ہوں) بندہ اطلاق ہوں (آزاد ہوں)۔ اس کے علاوہ طلق اور طلاق میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے (بقول بی جامع اللغات) طلق بالتحریک کے معنی عورت کو طلاق دینے کے ہرگز نہیں طلاق ایک فقہی اصطلاح ہے جو ماخوذ ہے طلق (دور ہونا)

[illegible] کا لقب [illegible]
خدا جانے [illegible]
اتنی تہمتیں رکھی گئی ہیں۔ یہ [illegible]
ہے۔ بے [illegible] ہے۔ [illegible] سے [illegible]
[illegible] استعمال کریں [illegible]
[illegible]
ہے۔ [illegible] کا [illegible]
کے دوسری کتاب میں یا اُردو بولنے والوں کی زبان
میں نہ ملے گا۔ ہاں اگر اسے غلط نہ قرار دیں تو ایک
واضع اللغت کہہ سکتا ہے۔

ارشاد ہے "[illegible]" کوئی شخص جس نے فصول اکبری
بھی پڑھی ہے ایسی غلطی نہیں کر سکتا۔ اس لیے
کہ ابواب کی خاصیات سے وہ ضرور واقف ہوگا۔
اطماع کے معنی لالچ دلانے امید وار بنانے کے ہیں۔
کہاں لالچ دلانا کہاں سخت خواہش یا طمع۔ خدا
جانے سخت خواہش کس ماری کے تھیلے سے
نکلی ہے۔ خواہش اور لالچ میں بھی زمین آسمان کا
فرق ہے۔ آخر عربی بولنے کی بی جامع اللغات
کو ضرورت ہی کیا ہے کوئی اُن سے پوچھے کہ اطمینان
کے معنے جو آپ نے طمانیت کے بتائے ہیں یہ
طمانیت ہے یا طمانینت؟

ارشاد ہوتا ہے "اطناب (ع) کس طناب کی
جمع۔ تنبو کی رسیاں"

اطناب جمع طُنُب کی ہے یہ مسلّم۔ مگر اردو میں اطناب
کوئی نہیں برتتا۔ طنابیں بصیغۂ جمع مستعمل ہے۔
البتہ اطناب (بکسر اول) تا عام مروج ہے۔ مگر
صاحب بی جامع اللغات صاحب مشہور ہیں عربی کی لغت
انھیں اُردو کنیز کی پروا کیوں ہو۔ اطناب کے
معنے ہیں نہر کا بہت لمبا ہونا۔ اور اسی اطناب سے
ایک اصطلاح وضع ہوئی ہے جس کی حد یہ ہے۔
"متعارف عبارت کی بہ نسبت بہت زیادہ الفاظ
لکھ کر کسی مطلب کا ادا کرنا یا اصل مراد سے زیادہ
[illegible]
نظم میں [illegible] کی زیادت مطلوب ہو۔"

[illegible] کا ترجمہ کچھ یوں "استعمال" [illegible]
[illegible] معلوم ہوا کہ مدد کرنا اور مدد مانگنا ایک
[illegible]
[illegible] لغزانی ہیں یہ۔
[illegible] - اثر - خوبی - جوہر - عزت یا اعزاز
[illegible]
[illegible] اعزاز کے معنی ہیں صاحب عزت
ہونا [illegible] ارجمند ہونا۔ نیکنام ہونا۔ عزت کرنا
اور یہ مشتق عزۃ و عزازۃ سے نہ عز سے اس لیے
کہ [illegible] کوئی مصدر نہیں۔ بھلا کوئی اعتزاز و عز
کے جو معنی بی لغت خانم نے تحریر فرمائے ہیں
کسی کتاب میں دکھا تو دے۔ جو معنی ہم نے لکھے ہیں
ان کے سوا اُردو میں اعتزاز اور کسی معنی میں مستعمل
نہیں۔ اور عزت (بالکسر) کے معنی قوت و شدت کے
نہ "عز" کے۔ باب الاعتزاز تا بہ الافتخار بکثرت
بولا جاتا ہے۔ ارے کہیں کوئی اُردو کمبخت کے
سر پر آرہ نہ چلا یا ہوتا۔

آگے چل کے صفحۂ قرطاس یوں روسیاہ ہوتا
ہے: "اعتزال" علٰحدہ ہو جانا۔ الگ ہو جانا۔
اختلاف۔ ناموافقت۔ نوکری چھوڑ دینا تخت
یا گدی سے دست بردار ہونا"

کنارہ گیری اور یکسوئی۔ دور رہنا۔ باز رہنا
تو اصل معنی ہوئے۔ خدا جانے نوکری اور
گدی کس معنے کی جڑ سے پیدا ہو گئی عربی
میں صرف یہی معنی لیے جاتے ہیں۔ اُردو میں
بھی معزول ہونے یا کرنے کی جگہ اعتزال کوئی
نہیں بولتا۔ جاہلوں کی بات دوسری ہے۔
اس لفظ کے اصطلاحی معنی دو ایک اور بھی ہیں
مثلاً آب مرد کو زمین پر اس ارادے سے گرا دینا
کہ عورت کو پیٹ نہ رہے۔

یا دین اعتزال مشہور ہے جو دعوے دار ہے کہ
اہل سنت اور خوارج کو اُنہوں نے اپنے حلقے سے
گمراہ سمجھ کے خارج کر دیا۔ اُردو کتابوں میں خصوصاً
مذہبی کتابوں میں دین اعتزال و فرقۂ معتزلہ کا
نام بکثرت آتا ہے۔ مولانا ابو الکلام آزاد کو

اس فرقے سے خاص دلچسپی ہے پہلے پہل (غالباً)
جب وہ مضمون نگاری کی طرف مائل ہوئے تو
کلکتے سے "لسان الصدق" نام کا ایک اُردو پرچہ
نکالا۔ اشاعت عقائد معتزلہ اس کا خاص موضوع
تھا"

بی جامع اللغات خانم رقمطراز ہیں "اعتصار۔
گلے میں لقمہ اٹکنے کے بعد گھونٹ گھونٹ پانی پینا
(عصر۔ دبانا)۔

ظاہر ہے کہ یہ معنی صرف عربی میں ہی مروج
ہیں لہٰذا ان کے تذکرے کی ضرورت نہ تھی۔
البتہ نچوڑنے کے معنی میں یہ لفظ پڑھے لکھے
آدمیوں کی زبان پر جاری ہے جو بی لغت خانم
صاحب کو سوجھائی نہ دیے۔ اسی سے ماخوذ
ہے عصارہ جو کہ یونانی دوا خانوں میں عام طور
پر زبان زد ہے اور جس کے دو معنی ہیں۔
ایک تو شیرہ کسی نچوڑی ہوئی چیز کا دوسرے
ثفل (پھوک) یہاں عموماً تیلی کو "عصار" کہتے
ہیں۔ کیونکہ وہ دانے سے تیل نچوڑتا ہے۔
(دبانا عام ہے جس سے نچوڑنے کا مطلب اچھی طرح
واضح نہیں ہوتا) ضروری چیز چھوڑ کے بی لغت
جان نے ایسے معنی بتا دیے جو کسی اُردو دان
کے مطلب کے نہیں۔ یہ کیا اندھیر ہے کاش
عربی لغت میں جتنے معنے تھے وہ سب لکھ دیتیں کہ
جو قابل اظہار بات تھی وہ بھی غیر ضروری کے
تصدق میں کھل جاتی۔ مگر سلیقہ کہاں سے آتا؟

افسوس ہے ہر ورق میں نئے قسم کی غلطیاں
نکلتی ہیں۔ لوگ اس تصحیح پر بہت چراغ پا ہیں۔
خدا جانے ان کا مطلب کیا ہے۔ چاہو کیا؟
آپ کی خاطر سے ہم اصلاح موقوف رکھیں اور
اس مجموعے موتیوں کے خزانے کو سچے موتیوں
کے مول فروخت ہونے دیں۔ بھلا خیال تو کیجیے
یہ کیسی نازک طبعی ہے۔ خدا تو کہے لیهلک من
هلك عن بينة (مرنے والا دلیل ہی سے مرے اور
جینے والا دلیل ہی سے جیے) اور آپ کہیں نہیں
صاحب آپ نور اللغات اور جامع اللغات سے

درمیں دریائے دل لعل تجھ کیچڑ لئے بے پایاں ❁ دل لگا کند بسم اللّٰہ مجریہا و مرسٰہا

"چل میری بیلچ بیڑا پار لگا دے۔ کچھوے کو دعا دی تھی شیخ نے۔ مگر بیلچ کو.........!"

اودھ معدہ علمیہ میں انقلاب ہوا۔ جو مضامین لغات اُردو پر لکھے جا رہے ہیں ظاہر ہے کہ اُن سے مراد محض خدمت ادب اُردو اور اصلاح اُن حضرات کی تحریروں کی مقصود ہے جو باوجود عدم اہلیت جمع لغات کا سا مشکل فرض ادا کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور اُنھوں نے یہ نہ دیکھا کر بغیر تحقیق و تفتیش و وقفیت ہم ایک فن پر مستقل کتاب لکھ رہے ہیں اور اس کی اشاعت بھی کر رہے ہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ اسی فن کو کیا نقصان پہونچے گا۔ اودھ پنچ نے اب تک کوئی غیر وارد و بیجا اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ ہر اعتراض کے ساتھ ہی صلاح کی عبارت بھی لکھ دی کہ یوں لکھو تو سمجھ میں آئے۔ یہ ایک خشک بحث تھا لیکن ظرافت کے پہلو کتاب میں نکل آئے۔ ظرافت اینجانب کا حق ہے۔ کتاب کے علاوہ مؤلفین کی ذات سے کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ محنت کی توصیف کی۔ اب اور کیا کرتے۔ سلسلہ جاری ہے اور شاید مدتوں اس وجہ سے جاری رہے گا کہ ہماری قوم میں کوئی بات کا دھنی جلدی سے کوئی درست اور معتبر کتاب اس فن کی شائع کر دینے والا نظر نہیں آتا۔ زہر غلطی کا معمولی نہیں ہوتا۔ مدرسوں، مکاتب پر متجوزگی مدارس پر، کچہریوں پر، دستاویزوں پر۔ درسی کتابوں پر اس غلط کاری کا اثر بہت بڑا پڑیگا جو کچھ ہم سے اصلاح ہو سکے رعایت و مروت

کے بغیر کرتا ہیں۔ شاید کبھی وقت آئے اور کوئی امیر مستطیع (بظاہر شاعر) تھیٹر سینما یا کسی سیر بہاروں کی تفریح زنڈیوں سے دل بہلانے کے بعد ادق میں جمع و تالیف لغات پر بھی متوجہ ہو جائے۔ تو ہماری شائع کی ہوئی اصلاح اُس کے کام آجائے۔ پچاس سے زیادہ ہفتے اس کام میں اب تک صرف ہو چکے ہیں۔ [illegible] پردہ نازک دماغوں نے اس پر ناک بھوں چڑھائی۔ مگر ہمارے نزدیک اعتنا ایسے محل پر حرام ہے۔ یہ لوگ تھے ذری قوی الہاضمہ چپ رہے۔ مگر پچاس نمبروں کا قفل بھلا میاں حقیقت صاحب کا

ایلاؤس زدہ معدہ جو ہمیشہ دشمن علم رہنے کے باوجود کبھی علمی یا سیاسی یا اخلاقی استعداد کی بانگی کسی مضمون میں دکھا ہی نہ سکا۔ کیونکر برداشت کرتا معدے میں انقلاب ہوا اور مواد فاسد لپنے جامے میں گرانے لگا۔ اُسے اودھ پنچ پر اد کسی علمی اعتراض کی توفیق خدانخواستہ کیوں ہوتی غالباً یہ مادہ فاسدہ میاں حقیقت کے کسی نامہ نگار صاحب کو بند آگیا۔ جس قدر [illegible] [illegible] بیٹھے۔ ہمیں ضرورت اُنکے نقل قول کی نہیں۔ ہم صرف اتنا کہتے ہیں کہ ہم کسی شیعہ مجتہد سے ڈرے نہ شاعر سے [illegible] نہ حکیم سے نہ [illegible] سے علیٰ ہذا القیاس نہ سنی عالم سے نہ مفتی سے نہ قاضی سے نہ لغوی سے نہ مولف سے نہ مصنف سے ہمیں مذہب سے واسطہ ہی کیا۔ غلط کار کوئی بھی ہو "زیر ران فارس قلم بندہ است"۔ میاں حقیقت کو اگر علم و صدق سے کوئی واسطہ میسر ہوتا اور معدہ منقلب نہ ہو جاتا تو شاید خود ہی نوٹ بایں الفاظ لکھ دیتے کہ اودھ پنچ مذہبی پرچہ نہیں۔ نہ کوئی صاحب لغت مذہبی حیثیت سے کسی مسند پر متمکن ہیں۔ وہ ظریف ہے جیسی شدید غلطی کوئی کرتا ہے ویسی ہی سخت نکتہ چینی ہوتی ہے۔ یہ اعتراض بالکل خلاف واقع ہے۔ ہاے ایلاؤس تو اینجانب

"زور لگا دے بیٹا"
"ارے گھلے گھلے گھلے"
"پھر شکایت کاہے کی۔ ایسی موت مبارک ہے"

جلد [illegible]

اودھ پنچ

رجسٹرڈ نمبر اے ۸۳

مجلدات اودھ پنچ بابت ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات خزینہ
علم و ادب ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں
ہر کتب خانے میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت
فی جلد سے مع محصول۔ سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد
خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ
سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائیگی۔
نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۲ء علی قیمت
فی جلد سے محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔
جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنو
حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو
حصہ دوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائیگی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۳۰ء اور اُسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے
فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ
خریدار۔

منتخبات اودھ پنچ حصہ اول

دور ثانی کی قدیم جلدوں کے منتخب شدہ علم و ادب
کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ او
سبق آموز خزینہ $\frac{۲۰ + ۲۶}{۱ - ۳۰}$ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع
کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت فی جلد عہ
علاوہ محصول۔
نیز حصہ دوم مشتمل بر ۹۰ صفحات مجلد عہ
محصول ڈاک علاوہ۔
حصہ سوم۔ ضخامت بشرح صدر مجلد عہ
علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ لکھنو

REGISTERD No A 785
LUCKNOW,
OUDH PUNCH
۱۹۳۴
1934
DOGAWAN LUCK W

دولت کا مصرع پڑھا ہو گیا۔ شاید کاتب نے غلطی کی ہو۔ اور دونوں "تمھیں" ہوں لیکن باعتبار معانی ایک مصرعے کو دوسرے سے لگاؤ نہیں صرف قافیہ پیمائی کا فرض ادا کیا ہے۔ یہ بیں عبارت کو اس رقصاں حماقت سے کیا علاقہ؟ بے معنی الفاظ کا جمع کر دینا اگر شاعری ہے تو دلدار صاحب بھی شاعروں کی فہرست میں سب سے پہلے لکھے جانے کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنے ایک دوست مسٹر ناگش کی بہن "دوست من یک آثار خاک بیاے من دوست" انور ہمارے شاعر صاحب کی نظم لکھنے کے واسطے لالہ کے دوست کا دماغ درکار ہوگا۔ جس نے خاک کو آلات کے کام بنا لیا اور آخر کا مراد نے "محل" قرار دیا۔ "محل" کو آلات کے "لحم" فرض کیا اور لحم کا ترجمہ گوشت کر کے سیر حجر گوشت اپنے دوست کو بھیجدیا۔

پانچواں شعر ہے ؎

تیری ہستی پیرہن عریانی عالم کی ہے
میرے مٹ جانے سے رسوائی ہے تری دم کی

مطلب اس شعر کا خالص اردو میں یہ ہے کہ مسلم عالم کی لنگوٹی ہے۔ پیرہن کے لیے مٹ جانے کی لفظ نامناسب ہے یوں کہیے پھٹ جانے سے رسوائی ہے آدم کی ہے" لیکن کاتب کو تاکید کر دیجیے کہ ذرا توجہ کے ساتھ یاے معروف یاے مجہول لکھے۔ اکثر شاہی زمانے کے کاتب یاے معروف و مجہول کو ایک ہی سمجھتے ہیں یہ انکی غلطی ہے۔ بندہ نواز۔ عریانی پوش پیراہن سواے لنگی پاجامہ تنبان پتلون جانگیا تہمد لنگوٹی کے اور کیا ہے؟۔

چھٹا شعر ہے ؎

قسمت عالم کا مسلم کوکب تابندہ ہے
جسکی تابانی سے افسون سحر شرمندہ ہے

مصرع ثانیہ میں افسوں کی لفظ حشو قبیح ہے افسوں نہ تاریک ہوتا ہے نہ تابان آپ کا مقصود تو یہ ہے کہ عالم کی قسمت کا ستارہ ذات مسلم ہے جس کی چمک صبح کی روشنی کو شرمندہ کرتی ہے بھلا بتائیے تو سہی یہ افسوں کی لفظ کس نورانی مطلب کا اظہار کرتی ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ لغت میں افسوں بمعنی نور ہو تسلیم لے لیجیے۔ کتب لغات کا جائزہ لیا اور نہایت توجہ سے لیا افسوں کے معنی نور یا روشنی کے کہیں نہ نکلے۔ اجی یہ شاعری ہے یا شاعری کا سر۔

ساتواں شعر ہے ؎

آشکارا ہیں مری آنکھوں پہ اسرار حیات
کہہ نہیں سکتی مجھے مایوس پیکار حیات

اس شعر میں "آنکھوں" پر حشو ہے۔ آنکھوں کی قید کا کوئی فائدہ نہ دوسرے مصرعے میں ہے نہ آخر تک کسی شعر میں ہے۔ بظاہر شاعر صاحب کا مقصود یہ ہے کہ جس کسی پر راز ہستی آشکارا ہے اس کو مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ لہٰذا پیکار کا لفظ بھی فضول۔ حیوٰۃ میں کوئی جھگڑا بکھیڑا۔ کارزار و پیکار نہیں ہوتی۔ شئے واحد میں تصادم و پیکار کیونکر ممکن ہے؟-

آپ کو صاحب "الفلاح" نے مجدد عصر کا لقب عنایت کیا ہے مگر اس ترکیب اضافی میں ایک لفظ شاید کاتب سے رہ گئی یعنی مجدد دیوج گوئی عصر رہا یہ کہ پیکار حیوٰۃ سے مشہور مسئلہ تنازع للبقا مراد ہے تو بقا و حیوٰۃ میں اصطلاحی فرق ہے اور محض پیکار حیوٰۃ کہہ دینے سے اس مسئلہ کی جانب انتقال ذہنی نہیں ہوتا ایک ایسے شخص کے لیے جیسے ڈاکٹر آف فلاسفی کا خطاب مل گیا ہو اصطلاحات کا ضبط و انضباط نہ کرنا حد درجہ معیوب ہے۔

گیارھواں شعر ہے ؎

یاد عہد رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

ابطال کا عیب تو خیر ذری ہے تو بتائیے کہ متن مقدم ہوتا ہے یا شرح۔ پھر ماضی کیونکر مستقبل کی تفسیر بنا۔ اس اضمار قبل الذکر نے اور بھی شعر کی لطافت خاک میں ملا دی۔ انے حضرت مستقبل کو تفسیر ماضی بنائیے۔ بنیاد سے قبل دیوار نہ تعمیر فرمائیے۔ اصل مقدم ہے فرع مؤخر ہے۔ تالی کو مقدم کہنے والا اتباد کس کون ہوتا ہے۔؟

راقم

ادبار الشعر والشعرا

تخفیف

یہ مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ تخفیف کی زد میں آنے کے واسطے کو ہندوستانی ہیں اور تضعیف کے واسطے (خواہ باعتبار افراد ہو یا باعتبار مشاہرہ) دوسرے موزون ہیں چنانچہ ہمارے صوبے کی گورنمنٹ کے قلم نے جب سکرٹریٹ پر خط نسخ کھینچا تو اتفاقاً آٹھ ہندوستانی اسسٹنٹ سکرٹری اس لکیر کی شہتیر کے نیچے دب گئے۔ اللہ رکھے سکرٹریوں کی نسل و تعداد حشرات الارض کی تعداد سے کچھ کم نہ تھی لہٰذا نفس تخفیف سے ہمیں کوئی بڑا اختلاف نہیں مگر ملال ہے تو اس کا کہ ؎

اور تو سب تری محفل میں جمے بیٹھے ہیں
بار بار اٹھنے کو کہتا ہے ہمیں سے کوئی

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ محکمہ جات کتب خانہ۔ محافظ خانہ۔ تقررات عام امور پولیٹکل اور پولیس مالگزاری۔ عدالت جنگل جیل۔ پریس۔ تعلیم صنعت۔ حرفت۔ زراعت۔ علاج مواشی کوآپریٹو قرضہ۔ صحت۔ افیون۔ شراب۔ انکم ٹیکس۔ نمک۔ اسٹامپ۔ تصریف الریاح انتقال الارواح۔ تولید الحشرات تفتیح السدد۔ تلاطم الامواج۔ تراکم الامطار۔ جوتی کی چٹاپٹ گاڑی کی چوں چوں۔ بچوں کی ٹھوں ٹھوں۔ زچہ کی آہ آہ۔ شاعر کی واہ واہ۔ بجلی کی چمک۔ رعد کی گرج۔ ٹٹو میاں کی ریں ریں گھوڑوں کی ہنہناہٹ۔ گدھوں کی سیپوں سیپوں۔

آزادی

"کیے حضرت! آپ کی میم صاحب تو چلی گئیں اب کیونکر بسر ہوتی ہے؟"

"نہایت مزے سے۔ جب جی میں آئی چار ایک طرف سے پی۔ جب جی چاہا دوسری طرف سے۔ کوئی اعتراض کرنے والا نہیں۔"

تقریب ملاقات

سائل: "کیوں میڈم آپ نے اپنے دوسرے شوہر سے کس طرح ملاقات پیدا کی؟"

مجیب: "نہایت دلچسپ طریقہ سے۔ شوہر مرحوم کے ساتھ سہل قدمی کے لیے نکلی تھی کہ اتنے میں دوسرے شوہر کا موٹر آگیا اور پہلے شوہر صاحب بیچارے موٹر کی جھپیٹ میں آکے جان بحق ہوگئے۔"

عقلمندی کا ثبوت

معلمہ: "لڑکے سے حضرت سلیمان دنیا میں سب سے زیادہ عقلمند کیوں تھے؟"

لڑکا: "اُن کی سیکڑوں بیویاں تھیں جو اُنھیں نیک مشورہ دیا کرتی تھیں۔"

معلمہ: "ہر چند کہ یہ سبب تمھاری کتاب میں نہیں لکھا ہے۔ پھر بھی معقول سبب ہے لہذا اول نمبر میں پاس۔"

تمثیل اتفاقی

ایک خاتون تحت الارض ریلوے اسٹیشن سے باہر ہوئیں اور کسی وجہ سے ایک جھاڑی کے قریب گھاس پر لمبی لمبی لیٹ گئیں سامنے چند قدم کے فاصلے پر ایک اشتہار چسپاں تھا جو غالباً دانتوں کے منجن کا اشتہار تھا۔ اس پر جلی قلم سے لکھا ہوا تھا۔

"ٹیوب سے نکلتا ہے اور برش پر لمبا لمبا لیٹ جاتا ہے۔"

اقتباس

ایک ہیڈ ماسٹر صاحب کا تام تی تھا۔ دیباسے معروف طلبہ سے کہنے لگے کہ اسپین میں جب کوئی شخص شہرت حاصل کرتا ہے تو اس کے نام کے قبل "ڈان" کا لفظ لگاتے ہیں۔ فرض کرو کہ تمھارا ہیڈ ماسٹر اسپین کا ایک مشہور شخص ہے تو اسے کیونکر پکاریں گے۔ لڑکے: "ڈان تی۔ ڈان کی (ڈانکی یعنی گدھا)"

ایک لکچرار صاحب تحریر فرمانے لگے: "کون ہے جو میرے سامنے میرے مقابلے میں زبان کھولے آواز نکالے۔"

حاضرین جلسہ خاموش رہے مگر اتفاقاً ایک گدھا چلانے لگا۔ سیپوں سیپوں سیپوں۔ اس پر زعفرانی قہقہہ پڑا۔ مگر لکچرار تھا حاضر جواب کہنے لگا۔ "شکر ہے اتنوں میں ایک تو بولا۔"

نیچرل شاعری

افیم اور تمباکو دونوں کڑوی چیزیں ہیں مگر لوگ جان بوجھ کے ان کی عادت ڈالتے ہیں ایسی ہی چیزوں میں شاعری کا بھی شمار ہے خدا نہ کرے کہ یہ سودا کسی سر میں سمائے ادھر یہ ہوا کانوں میں بھری ادھر عیب محبوب ہوا اب لاکھ لاکھ کوئی سمجھائے کہ حضرت آپ کے فلاں شعر میں فلاں عیب ہے مگر شاعر صاحب کسی طرح سماعت نہیں فرماتے۔ ایک تجربہ کار کا قول ہے کہ شاعری اور عشق دونوں کے معنے ایک ہیں عشق کی تعریف یوں کی گئی "عمی الحواس عن ادراک العیوب"، یعنے عشق ایک موتیا بند ہے جس کو یہ مرض ہوتا ہے اُسے عیب سجھائی نہیں دیتا۔ لہذا شاعر بھی اس مرض سے بری نہیں۔ چنانچہ ہمارے پرانے دوست ڈاکٹر سر اقبال بھی شاعر ہیں باوجود دوستانہ تنبیہ کے آپ صحت الفاظ کی جانب سے اسی طرح بے پروا ہے جس طرح کہ لارڈ ریڈنگ

انصاف کی طرف سے۔ کادا ہمیں بیگے "الفلاح" جالندھر میں آپ کی ایک نظم بعنوان "مسلم" شائع ہوئی ہے بقول "الفلاح" آپ فرماتے ہیں۔

ہم قطعین مسلم نہاں میں توحید کے سوالی ہوں میں
اس صداقت پر ازل سے شاہد عادل ہیں ہم

اے حضرت توحید کوئی پہیلی نہیں یا رہیں اس کا حل کیسا سوائے توحید کتاب توحید یا اور کوئی مستعار لفظ اس کے قبل لگنی چاہیے تھی تاکہ حل کا اطلاق صحیح ہو جائے دوسرے مصرع میں صداقت کا لفظ سچائی کے معنے میں لیا گیا ہے۔ ہمارے شاعر صاحب غالباً ناواقف نہیں ہیں کہ صداقت کے معنے دوستی کے ہیں اور صدق کے معنی سچائی۔

دوسرا شعر سے

بعض موجودات میں رقصاں حرارت بھی ہے پر
اور مسلم کے تخیل میں حرارت اس سے ہے

مثنوی گلزار نسیم میں تاج الملوک نے اپنا ایک خواب بکاؤلی سے بیان کیا۔

شعلہ جو انجمن میں رقصاں

بکاؤلی نے تعبیر دی سے

بولی وہ کہ شعلہ میں پری ہوں
جو ناچ نچاؤ ناچتی ہوں

ہمارے شاعر صاحب کو اس سے کوئی بحث نہیں کہ "رقصاں" کی لفظ بر محل صرف ہو۔ آپ نے گتے گھر لگائے ہیں غالباً آپ نے قیاس فرمایا کہ شعلہ کی طبیعت میں حرارت داخل ہے اگر شعلہ کے لیے رقصاں کی صفت مناسب ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ حرارت کے واسطے نامناسب ہو۔ لہذا آپ بعض موجودات کے تھیٹر میں حرارت کا طائفہ نچانے لگے۔ بعض کی صورت سانپ کی ہے اور سانپ تو بین کی آواز پر ناچتا ہے جو چیز اُسے نچاتی ہے وہ اُس کی زندگی ہے زندگی حرارت سے تعلق رکھتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہی پیچیدہ تخیل ہمارے شاعر صاحب کو حرارت کے ناچ کا تماشا دکھانے لگی ہو۔ دوسرے مصرعے میں

دکھلانے سے صحت درست اور قوائے جوانی کثرت نظارہ کے باعث معتدل ہو جائیں گے اور کوئی زیادہ بیمار نہ ہوگا دا آپ سے) ہر ہندو مسلمان کوئی اس کی شاید شکایت بھی نہ کرے گی بلکہ ہندوؤں کے مہاتما گاندھی نکلے اور دشمنوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کی کے باہم آشتہ رست کیا نہ وہاں دو اس دیتے ہیں اور مسلمانوں میں حکیم محمد ہادی رضا صاحب ماہر کا الطیب سلسلہ تندرستی عریانی کی تاریخ لکھ کر گویا اس طرف لوگوں کو دعوت دے رہے۔

اس کانفرنس کے ممبروں سے آمدنی پر دو آنہ فی روپیہ فیس قرار پائی ہے خزانچی سکریٹری وغیرہ اعلان بذریعہ رسالہ عریانستان مشتہر کیا جائے گا۔

زار ہند لکھنوی

اُردو اور معلومات

مولانا یحییٰ ۔ تازہ نمبر "المعلومات" مجہائی ٹولہ شریف لکھنؤ کا غالباً جناب نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ نہیں کیا تو اب دیکھیے "اُردو زبان اور اُردو کلچر" کے عنوان سے حکیم عبد الولی صاحب نے عجیب وغریب مشورے دیے ہیں۔

یہ تو صحیح وبجا ہے کہ اُردو زبان نہ ہندوؤں کی پیدا کی ہوئی ہے نہ مسلمانوں کی۔ جہاں ہندوستان کی تمام کھیتیں اپنے وجود میں بخت واتفاق کی رہین منت ہیں وہاں اُس کی سب سے زیادہ مشہور زبان بھی۔ برج بھاکھا اس کی ماں اور مختلف مقامات کے پردیسی اس کے باپ ہیں۔ بخت واتفاق کو دخل اس کے وجود میں ہے بعد ضرور ہے لیکن اس میں شک کرنے والا احمق ہے کہ اس کی درستی واصلاح خواص کی جدوجہد کی احسانمند ہے دکن میں شاعروں نے اس کی اصلاح میں سر کا پسینا ایڑیوں سے بہایا اور اپنی محنت کا اظہار اپنے منظومات میں بھی کرتے رہے پھر دہلی کے اساتذہ نے آنکھوں کے تلوں کا تیل نکال کے اردو کے چراغ روشن کیے۔ بعد الاں لکھنؤ والوں نے انتہائی کوشش اس کی حد بندی میں کی۔ پنجاب یہ دعوے کرسکتا ہے کہ اردو مطبوعات کی تعداد جتنی اس نے بڑھائی اس میں کوئی صوبہ اس کا مقابل نہیں ہو سکتا۔ دکن دعوے کرسکتا ہے کہ آج ہم اس کے سنگھار کا جس قدر زیادہ اہتمام کرتے ہیں کوئی مقام ہرگز ہم سے بازی نہیں لے جاسکتا۔ علی گڑھ بھی بجا طور پر کہہ سکتا ہے کہ بہت سے اردو کے قابل مصنف اس نے نمایاں کیے۔

جن لوگوں کے منہ پر آنکھیں ہیں وہ ہرگز ان دعاوی کو غلط نہیں سمجھتے

یہ خیال بھی باطل ہے کہ لکھنؤ یا دلّی کے اساتذہ صرف اپنے ہی لیے اس زبان کو مخصوص رکھنا چاہتے ہیں بخلاف اس کے بخیر خواہوں کے دل سے لگی ہوئی ہے کہ یہ زبان قبر میں فرشتوں کی بھی ہو جائے۔ (حالانکہ بحسب اعتقاد اہل اسلام عربی ہوگی) پھر جو حکیم صاحب نے سہرو لعز مذہب بننے کے لیے یہ فرمایا تو کیا سمجھ کے۔ اس زبان کے متعلق جو بحثیں کی جاتی ہیں وہ نہایت کم نظری کے ساتھ کی جاتی ہیں۔ "دہلی اور لکھنؤ کی بولی اور شاعری کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ دہلی والے اپنی جگہ اہل زبان بن رہے ہیں اور لکھنؤ والے اپنی جگہ۔"

حکیم صاحب پر موقوف نہیں اب تو ہر ایک اسی کا قائل ہے کہ کیا پنجاب دکن اور علی گڑھ والے اب اہل زبان نہیں بنتے؟

معلوم ہوتا ہے حکیم صاحب نے ان کے دعاوی ملاحظہ نہیں فرمائے۔ اور نہ یہ امر پیش نظر ہے کہ زبان نے رواج کہاں سے پایا۔ اور کن مقامات پر اس کا رواج اب تک عام ہے کہ زن ومرد اندر اور باہر ایک ہی لہجہ رکھتے یکساں الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

نہ اسی پر توجہ فرمائی کہ روز افزوں اجنبی الفاظ کی زیادت کے باوجود زبان کی اصلیت برقرار رکھنے کی سعی کہاں ہوتی ہے۔

حضرت جتنی زبانیں زندہ ہیں کیا بغیر تدوین قواعد وضبط محاورات زندہ ہیں۔ دہلی اور لکھنؤ کے سوا اور کون سا مقام ہے جہاں یہ سعی ہوئی اور آج تک جاری ہے۔ ان عزیزوں نے محاورات جمع کرنے میں عمریں صرف کیں کتابیں لکھیں۔ مثالیں پیش کیں۔ الفاظ ترک واختیار کیے۔ جب کہیں بھی اُردو جان کو خلعت قبول عام نصیب ہوا۔ اُنھیں کے بولے جانے محاورے تو ہیں جو چاروں طرف آج پھیلے ہوئے ہیں۔ یا کسی اور مقام کو بھی یہ فخر نصیب ہوا تھا۔ جو آپ ادھار لی آج ہے کہ یہ نیم نانیوں کے اگلے ناظموں یا ناثروں کی محنت پر پانی پھیر رہا ہے معنوا بد شکنی ہوتی۔ انانیت سر پر سوار ہے کہ قاعدہ کیا اپنی ایسی تیسی میں ہم جو جی چاہے گا لکھیں گے۔ اگر یہی رہی تو کاہے کو آج اس زبان کو آثار رواج ہوتا۔ جہاں کہیں یہ زبان الکتابا پہونچی اور صرف کا غذ پر اس کا وجود ہے وہاں دہلی ولکھنؤ کے مقرر کیے ہوئے قواعد بھی ساتھ ہو نچے۔ اگر انکار صرف دہلی اور لکھنؤ کی استادی سے ہوتا تو کوئی مضائقہ نہ تھا۔ یہ قواعد شکنی کس صحیح الدماغ سے دیکھی جائے گی کہ اصول اولیہ بدلتے چلے جائیں۔ کیا انگریزی کے ساتھ فارسی کے ساتھ عربی کے ساتھ ہندوستان میں یہی برتاؤ ہوا؟ حکیم صاحب کے دہان قلم سے یہ کیونکر نکلا کہ

"خونخوار کتے چھوٹے ہوئے ہیں مقامی محاورہ بولا کاٹنے کے دوڑے"

وہ بھلا کوئی زبان ہے جو اپنے محاورات کو مضبوطی کے ساتھ قائم نہ رکھے۔ بھلا آپ انگلستان میں (جہاں کی انگریزی مشہور ہے) جاکے انگریزی محاورے کی خلاف ورزی کیجیے تو سہی دیکھیے تو وہی خونخوار کتے (بقول آپ کے) ٹانگ لیتے ہیں

کاریگر درزی

کانگریسی بورڈ:- ارے؟ خود ہی بیونتا خود ہی کتے ہو بیڈھنگا بنا انگا۔ ہوش میں آ مردوے۔

مالوی اینڈ کو:- بی صاحب اب تم جانو اور یہ جانیں۔ میں نے تو اپنے نزدیک ٹھیک بیونتا تھا اب مجھے کچھ واسطہ نہیں۔

فضول خرچی کی نئی ادا

ان فضول خرچیوں کو چھوڑ کر جو مال و دولت برباد کر کے بھنگ ہو جاتے ہیں آج ہم ناظرین اودھ پنچ کو ان فضول خرچوں سے انٹروڈیوس کراتے ہیں جن کی فضول خرچی کا اثر دوسروں کے دماغوں کو دیوالا نکال دیتا ہے۔ یہ لوگ داموں کی جگہ لفظوں کی فضول خرچی کرتے ہیں۔ مثلاً ایک صاحب پیدا ہوئے تو ان کا نام طفیل تھا جب ذرا سیانے ہوئے تو طفیلی کہلائے اور جب اردو کے مدرسے میں نام لکھایا تو طفیل الدین ہوئے اردو مڈل پاس ہو کر طفیل الدین احمد ہوئے۔ نقل نویس ہوئے تو طفیل الدین احمد حسن ہوئے۔ اب منصرم نقل ہیں تو طفیل الدین احمد حسین میاں ہیں۔ آج بدنصیبی سے وہ ہمارے جلسے میں آ گئے اور اپنے دوست اور ہمارے ہم نشین عاقل صاحب سے جو باتیں کیں اُن کو ایک صاحب نے برابر کے کمرے میں بیٹھ کر بڑی احتیاط سے حرف بحرف لکھ لیا۔ ناظرین اودھ پنچ بھی لطف اندوز ہوں۔

طفیل۔ السلام علیکم۔ عاقل صاحب کیا کہا جاوے خدا آپ کو نیکی دیوے آپ تو وہ جو کسی نے کہا ہے گا کہیں ملتے ہی نہیں ہیں گے۔

عاقل۔ وعلیکم السلام۔ بھائی صاحب میں اس دوران میں باہر رہا۔

طفیل۔ کیا کہا جاوے خدا آپ کو نیکی دیوے۔ میں تو وہ جو کسی نے کہا ہے گا کئی بار آ کر کے لوٹ گیا ہوں گا جب آپ بڑی مشکلوں سے وہ جو کسی نے کہا ہے گا مل پائے ہیں گے۔

عاقل۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو تکلیف ہوئی۔

طفیل۔ کیا کہا جاوے خدا آپ کو نیکی دیوے۔ تکلیف کرنے کی فرصت ہی وہ جو کسی نے کہا ہے گا کہاں ملتی ہے گی جو کہیں جا کر کے کسی سے ملا جاوے۔

عاقل۔ اب آپ کا مزاج تو اچھا ہے۔ مرض کی کوئی شکایت تو باقی نہیں رہی۔

طفیل۔ کیا کہا جاوے۔ خدا آپ کو نیکی دیوے۔ مرض تو جو کسی نے کہا ہے گا کہاں اچھا ہوا ہے گا۔ روز شام کو بخار آ جاوے ہے گا۔ رات بھر نیند نہیں آوے ہے گی۔ صبح کو جا کر کے وہ جو کسی نے کہا ہے گا ذرا طبیعت ٹھیک ہو جاوے ہے گی۔

عاقل۔ خدا اپنا فضل کرے۔ اور جنگی کا کیا قصہ ہے۔

طفیل۔ کیا کہا جاوے۔ خدا آپ کو نیکی دیوے۔ وہ قصہ اس طرح سے ہے گا کہ میرے محلہ کے وہ جو کسی نے کہا ہے گا جتنے بھر بھی دکاندار ہیں گے اُن سب کی دکانوں کے اوپر گھی۔ تیل۔ دودھ۔ دہی۔ مٹھائی جتنی بھر کھانے پینے کی چیزیں بکتی ہیں گی سب کی سب خراب اور وہ جو کسی نے کہا ہے گا سب کی سب ملاوٹ کی ملا کرتی ہیں گی۔ میں نے تنگ آ کر ہیلتھ افیسر صاحب کے مکان کے اوپر جا کر کے اُن سے کہا کہ آپ چل کر کے معائنہ کر لیویں مگر وہ بھلا وہ جو کسی نے کہا ہے گا کس کی سنتے ہیں گے۔ میں نے چنگی میں جا کر کے عرضی دے دی ہے گی اب اس کا مقدمہ چل رہا ہے گا۔ اب میں نے یہ سوچا ہے گا کہ ایک عرضی کمشنر صاحب کے اجلاس میں جا کر کے اور دے دوں کہ حضور یہ لوگ آرام سے پڑے پڑے مفت کی تنخواہ کھا کر کے اپنی ہیلتھ کو ترقی دینے کے نوکر ہیں گے یا کوئی کام بھی کیا کرتے ہیں گے۔ اول تو ہیلتھ افیسر ہر ہر ضلع میں دو دو ہونے چاہییں ہیں گے ایک وہ جو کسی نے کہا ہے گا ہندو ہونا چاہیے ہے گا اور ایک مسلمان ہونا چاہیے ہے گا۔ مگر نہ ہندو ہیلتھ افیسر مسلمان نانبائیوں کی دکانوں اور مسلمانوں کے ہوٹلوں پر جا کر کے نہ تمام کھانے پینے کی چیزوں کو کھا سکتا ہے گا نہ چکھ سکتا ہے گا اور نہ گوشت کا اچھا برا سمجھ سکتا ہے گا اور اسی طرح سے وہ جو کسی نے کہا ہے گا مسلمان ہیلتھ افیسر ہندوؤں کی دکانوں اور ہوٹلوں وغیرہ کے اندر جا کر کے اُن کا ٹھیک طرح سے معائنہ کر سکتا ہے گا۔ اور علاوہ بریں اس کے وہ جو کسی نے کہا ہے گا ان کے کام کی جانچ کرنے کے واسطے چنگی کے پاس وہ ایسا کون سا طریقہ کار موجود ہے گا جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ اس ہفتے کے اندر یا اس مہینے کے اندر کہاں کہاں کتنا کتنا کام انھوں نے کیا ہے گا کم سے کم وہ جو کسی نے کہا ہے گا یہ لوگ اپنے اپنے کاموں کی ہفتہ واری رپورٹیں تو دفتر میں

بے تعصب اُستاد کی پاک تعلیم

آپ پاک و صاف زندگی کس طرح گزار سکتے ہیں؟

آپ دنیا کے سب عیش و آرام کس طرح حاصل کر سکتے ہیں؟

آپ بچپن کی غلط کاریوں کا خمیازہ بھگتنے سے کس طرح بچ سکتے ہیں

آپ مضبوط عمدہ باز اقبال مند خوبصورت اولاد کس طرح پیدا کر سکتے ہیں

آپ ان تمام باتوں کا جواب قطعی حاصل کرنے کیلیے

ایک کارڈ تحریر کر کے نہایت عمدہ مضامین سے مزین کتاب کام خاستر بالکل مفت طلب کریں۔

پتہ۔ آتنک نگرہ فارمیسی جامنگر کاٹھیاواڑ

بعدالت صاحب مہتمم نیلام بہادر ضلع اعظم گڑھ

مقدمہ اجرائے ڈگری نیلام نمبر ۳۵۲

شیخ محمد مسعود بنام شیخ رجب علی

اطلاعنامہ

بنام شیخ رجب علی پسر شیخ امانت ساکن اجان شہد بند حویلی پرگنہ سگری ضلع اعظم گڑھ

چونکہ منصفی محمد آباد گوہنہ نے واسطے نیلام حقوق دراقت تم شیخ رجب علی مدیون ڈگری واقع موضع امان شہد پرگنہ سگری سے ہدایت کی ہے لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ ۱۱۔ ماہ اگست ۱۹۳۲ء واسطے سماعت اُن عذرات کے جو تم کو نسبت طریقہ اجرائے ڈگری کے کرنا منظور ہو مقرر ہوئی ہے اگر تم تاریخ مذکورہ بالا کو حاضر نہ ہو گے تو معاملہ تمھاری غیر حاضری میں طے ہو جائے گا اور بعد ازاں اس معاملہ کی نسبت تمھارا کوئی عذر سماعت نہ کیا جائیگا۔ آج بتاریخ ۲۶۔ ماہ جولائی ۱۹۳۲ء کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت دستخط حاکم

سفید بال جڑ سے کالا

یک شیشہ نصف تک شراب سے زیادہ عطر کے تیل ... بچے کا بال کالا پیدا ہو ... بالکل لا ...

مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب و ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانے میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد مع محصول۔ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ و ۱۹۳۲ء کی قیمت

فی جلد مع محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔ جلد ۱۹۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنو حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد ۱۹۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

۱۹۳۰ء اور اسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد عہ محصول بذمہ خریدار۔

منتخبات اودھ پنچ حصہ اول

دور ثانی کی قدیم جلدوں کے منتخب شدہ علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز خزینہ $\frac{۲۶+۲۰}{۱-۳}$ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت فی جلد عہ علاوہ محصول۔

نیز حصہ دوم مشتمل بر ۹۰ صفحات مجلد عہ محصول ڈاک علاوہ۔

حصہ سوم۔ ضخامت بشرح صدر مجلد عہ علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ لکھنو

نمبر ۲۸-۲۹

جو آپ نے مجھے دکھائی تھیں۔ ہندوستانی صاحب جب لندن پہنچے تو ایک انگریز سے ملے۔ اتفاقاً وہ اپنے باغیچے میں اسی درخت کے قریب کھڑا تھا جس کا حال دریافت کرنے کی ان سے فرمائش کی گئی تھی۔ انھوں نے سلام اور شیک ہینڈ کے بعد یہی سوال کیا۔ انگریز نے کچھ سوچ کر بے ساختہ کہا: "او ویل اٹ از دی سیم"۔ ہندوستانی صاحب کو اس ذریعے سے معلوم ہو گیا کہ اس کا نام سیم ہے۔ چنانچہ جب وہ ہندوستان واپس آئے تو اس پھلی کے بیج اور نام اپنے ساتھ لیتے آئے اور اب تک ہندوستان میں اس کو سیم کہتے ہیں۔

لوبیے کی وجہ تسمیہ۔ لوبہ ہندی میں لالچ کو کہتے ہیں۔ شروع زمانے میں جب کاشتکاری کی ابتدا ہوئی تو اس کے لیے مزدور نہیں ملتے تھے۔ اتفاق سے ایک کاشتکار کسی ایسے مقام پر پہنچا جہاں ہر قسم کا بیج فروخت ہوتا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ ایک دکاندار ایک غلہ کی تعریف میں کہہ رہا تھا کہ یہ فصل خریف کی پیداوار ہے اور پیدا ہونے اور تیار ہونے کے بعد تک مختلف طریقوں سے استعمال کیا جاتا ہے۔ شروع شروع میں اس کے پتے ساگ کی صورت میں استعمال ہوتے ہیں۔ پھلیاں آتے ہی کچی بھی کھائی جاتی ہیں اور بھون کر بھی کھائی جاتی ہیں۔ اس کے بعد جب پھلیاں پک کر غلہ کی صورت میں آجاتی ہیں تو اس کو اُبال کر کھاتے ہیں، دال بنا کر پکاتے ہیں۔ پیس کر آٹا استعمال کرتے ہیں۔ کاشتکار نے یہ تعریفیں سن کر اس کو خرید لیا۔ اور اپنے کھیت میں لا کر بویا۔ جب وہ ساگ کے قابل ہوا تو لوگوں میں تقسیم کیا۔ جب پھلیاں آئیں تو پھلیاں کھلائیں۔ فصل تیار ہو گئی تو لوگوں کو اُبال کر کھلائیں، پھر آٹا پسوا کر روٹیاں کھلائیں۔

اس کے بعد کہا کہ اگر لوگ اس غلے سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو میرے ساتھ کھیتی کا کام کیا کریں، میں انھیں معاوضہ میں یہ غلہ دیا کروں گا جو سال بھر تک ان کے کام آسکتا ہے۔ لوگ اس لالچ میں مزدوری کرنے پر رضامند ہو گئے اور اس لالچ یعنی لوبہ کی وجہ سے اس کا نام لوبیا ہو گیا اور کثرت استعمال سے اب اس کو لوبیا کہتے ہیں۔

لڑکا اور لڑکی کی وجہ تسمیہ۔ عربی میں جس چیز کو سلک کہتے ہیں اردو میں اس کو لڑی بھی کہتے ہیں اور اس ڈورے کو بھی کہتے ہیں جس میں موتی پروئے جائیں۔ اور فارسی میں ڈورے کو رشتہ کہتے ہیں۔ اسی بنا پر جب یہ کہنا ہوتا تھا کہ فلاں شخص ہمارے سلسلے کی ایک کڑی یا ہماری اولاد ہے تو مذکر اولاد کو اپنی "لڑی کا" اور مؤنث کو اپنی "لڑی کی" کہتے تھے۔ رفتہ رفتہ جس طرح لڑی کو لڑ کہنے لگے اسی طرح لڑی کا کو "لڑکا" اور لڑی کی کو "لڑکی"۔

یہ سب کچھ کہنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ آپ حضرات کے نزدیک میری یہ کوشش تحقیق میں شمار ہوگی یا تصنیف میں۔

ناظرین اودھ پنچ بتائیں کہ اس کا کیا جواب ہے۔

راقم—

کھلے رستم از بدایون

بے تعصب اُستاد کی پاک تعلیم

آپ — پاک صاف زندگی کس طرح گزار سکتے ہیں؟

آپ — دنیا کے سچے [illegible] تمام کس طرح حاصل کر سکتے ہیں!

آپ — بچپن کی غلط کاریوں کے نتائج سے بچنے کے کس طرح بحال ہو سکتے ہیں

آپ — صحیح ازدواجی [illegible] اولاد کس طرح پیدا کر سکتے ہیں

آپ — ان تمام باتوں کا جواب تفصیلی حاصل کرنے کے لیے

ایک کارڈ تحریر کر کے نہایت عمدہ مضامین سے مزین کتاب کام شاستر بالکل مفت طلب کریں۔

پتہ:— اٹھنگ نگرہ فارمیسی جامنگر کاٹھیاوار

دل میں جم جائے کبھی یہ خیال اچھا ہے
رنگ کچھ ازلی ہے پہ وبال اچھا ہے

پیاری بیگم جان۔ جگ جگ جیو۔ ہمیشہ لڑکیاں جنو۔ برآمد ہو ساختہ پرداختہ۔ رسموں کی دُم فاختہ۔ کھیلی کھائی۔ پلی بلائی۔ حمنی پڑھائے پیدا ہو۔ تولد ہوتے ہی ہاتھ ٹھائے۔ روزی روز افزوں کشادہ کر دیئے۔ تمہارا گھر دار الضرب ہو جائے۔ کسی سرکار سے ٹھیکا مل جائے۔ چھوٹے بڑے سکّے ڈھالا کرو۔ مزے اڑاؤ چین کرو۔ اودھ پنچ میں تمہارا دعوت نامہ پڑھ کر منہ میں پانی بھر آیا۔ رال ٹپک پڑی۔ تم کو سات پشتوں کا فخر ہے اور بجا فخر ہے۔ اب تو وہ زمانہ لگا ہے کہ دو تین تو بہت ہیں ایک نسلی کسبیاں بھی مشکل سے ملیں گی۔ زمانہ اور سے اور ہو گیا۔ نعبتانِ ارض بنات النعش گردوں سے بھی سبقت لے گئیں۔ غالب مرحوم تو اُن کے رات ہی کو عریاں ہونے پر انگشت حیرت در دہاں تھے۔ یہاں دن دہاڑے بلا قید ہم جنسی ایک ہی حمام میں ننگی ہونے اور مخلوط قسم کا غسل تک کر لینے پر بھی کسی کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ بوالہوسوں نے رہا سہا نسلی امتیاز بھی مٹا دیا۔ کسی کی تفریق آسان کام نہیں رہا۔

پیاری بہن تم کو غالبًا یہ نہیں معلوم ہے کہ میرے خاندان میں غدر ۵۷ء سے اب تک قلم نہیں لگایا گیا۔ ہمیشہ بڑے بڑوں کی حماقت آمیز بوالہوسی گھونگھرو بجاتی رونما ہوتی اور ان کا نام روشن کرتی رہی اب بھی تمہاری دعا اور اپنے گرفتار محبت راجہ اور ان کے مصاحبین کی آپ ڈالن اور جلدی بچپے مداخلت بیجا بخانہ سے میرے لشکری الّان میں اک دم دو عدد دن رات ٹینس کھیلا کرتی ہیں۔ وہ دن دور نہیں ہے کہ دونوں کی دونوں

جلد ۱۹ نمبر ۹

مضامین

(مورخہ ۲۱۔ اگست ۱۹۳۴ء)

کچھ کریں یا کیا کریں دنیا میں یہ سوچا کریں
تو بتائے شغلِ بیکاری کہ اب ہم کیا کریں

ہمارے ایک دوست جو اس پرآشوب زمانے میں بھی اپنی موروثی زمینداری کی بدولت اطمینان کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ جب کبھی دیہات کے دورے پر جانے کو ہوتے ہیں تو کئی روز پہلے سے اُن کو یہ فکر ہوتی ہے کہ یہ فرصت کا زمانہ جس میں صرف چند گھنٹے روزانہ تحصیل وصول کے مشغلے میں صرف ہوتے ہیں۔ کس کام میں صرف کیا جائے۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی اُن کی روانگی سے قبل یہی سوال پیش آیا۔ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ہر شخص نے کچھ نہ کچھ کہا مگر انھیں ہمارے دوست منصور کی یہ رائے پسند آئی کہ اس دورے میں اسماء کی وجہ تسمیہ کا سراغ لگایا جائے۔ غرض اس سلسلہ میں اُن کی سر مغزنی اور دماغ سوزی کا نتیجہ یا ماحصل جو ایک خط کی صورت میں مجھے موصول ہوا ناظرین اودھ پنچ کی دلچسپی کے لیے نذر اودھ پنچ کرتا ہوں۔

اس سے قبل کہ میں اپنی کوششوں کا نتیجہ عرض کروں اپنی کامیابی کا مقابلہ پیش کرنے کے لیے قاضی جلال صاحب سابق پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی تلاش کی ہوئی وجہ تسمیہ کا ایک نمونہ تحریر کرتا ہوں۔ بوٹ کی وجہ تسمیہ کے متعلق قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ لفظ ہندی نژاد ہے اور انگریزی زبان میں اس طرح پہونچا کہ ایک انگریز صاحب بہادر سیاحت ہندوستان تشریف لائے اس زمانے تک انگریزوں کو پہلنے اوڑھنے کا سلیقہ نہ تھا۔ صاحب بہادر نے ہندوستانیوں کو جوتا پہنے دیکھ کر پوچھا اسکا کیا نام ہے؟ کسی نے کہدیا جوتا۔ پوچھا کہاں ملتا ہے؟ کسی نے دکان بتا دی۔ وہاں پہونچکر زری کا بنا ہوا ۔۔۔ سلیم شاہی جوتا خرید لیا۔ جس کی ایڑی اور نوک پر سبز مخمل کی پتیاں لگی ہوئی تھیں۔ اور اس کا نام (جوتا) اپنی نوٹ بک میں درج کر لیا۔ انگلستان تک پہونچتے پہونچتے ایک جوتے کی نوک پر لگی ہوئی مخمل کی سبز پتی گھس کر خراب ہو گئی۔ صاحب بہادر نے انگلستان کے مختلف دستکاروں سے اس کی مرمت کو کہا اور جب مرمت کا کوئی طریقہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا تو یہ فیصلہ ٹھہرا کہ دوسرے جوتے سے بھی یہ سبز پتی الگ کر دی جائے تو دونوں جوتے ایک صورت کے ہو جائینگے چنانچہ اسی عمل جراحی سے کام لیا گیا۔ اب صاحب بہادر کو خیال آیا کہ جوتے میں جو کمی ہو گئی ہے اس کی نسبت سے نام میں بھی کمی ہونی چاہیے۔ اس خیال سے نوٹ بک نکال کر جوتے کی ج کا ابتدائی حصہ نذارد کر دیا اور اب جوتے کی جگہ صرف بوتہ رہ گیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد ایڑی کا بھی یہی حشر ہوا تو آخر کی ہائے ہوز بھی کم کرنی پڑی۔ اور بوتہ سے بوت رہ گیا۔ ت چونکہ انگریزی ابجد میں نہ تھی اس لیے اس کو "ٹ" سے بدل کر بوٹ بنا لیا۔

یہ تو تھا نمونہ جلال صاحب موصوف کی کوشش کا اب میری کامیابی ملاحظہ ہو۔

پیپر کی وجہ تسمیہ۔ جس زمانے کا پروفیسر جلال صاحب نے ذکر کیا ہے اُسی زمانے میں ایک صاحب بہادر ہندوستان میں پھرتے پھراتے ہاپڑ پہونچے تو وہاں ایک شخص پاپڑ بنا رہا تھا۔ پوچھا یہ کیا ہے اس نے کہا پاپڑ۔ صاحب بہادر نے نوٹ بک میں لکھ لیا۔ اب صاحب بہادر چین پہونچے تو وہاں ایک دوسرے صاحب بہادر ہم سفر ہو گئے۔ یہ دونوں ایک ساتھ جا رہے تھے وہاں دیکھا کہ ایک شخص پتھر کی چٹان پر بیٹھا ہوا کاغذ بنانے کی ابتدائی مشق کر رہا تھا اس کو دیکھ کر نئے ہمراہی نے پوچھا یہ کیا چیز ہے۔ تجربہ کار صاحب بہادر نے جو ہاپڑ میں اسی طرح پاپڑ بنتے دیکھ کر اس کا نام اپنی نوٹ بک میں درج کر چکے تھے فوراً کہہ دیا پاپڑ۔ اسی طرح یہ لفظ انگلستان میں پہونچ کر انگریزی کی الف ب میں رائے ہندی نہ ہونے کی وجہ سے بجائے پاپڑ کے پاپر ہو گیا اور رفتہ رفتہ کثرت استعمال سے گھس گھسا کر پیپر بنا۔

پنکھے کی وجہ تسمیہ۔ چونکہ ہندی میں پن دست کے باد کو کہتے ہیں اور باد کو جنبش دینے سے ہوا لگتی ہے اس لیے ہوا دینے والی چیز کا نام پنکھا ہو گیا خواہ وہ دستی ہو خواہ فرشی خواہ بجلی کا۔

کافی کی وجہ تسمیہ۔ ایک انگریز ایران کا سفر کر رہا تھا۔ ایک ایرانی مسافر خانے میں قیام کیا وہاں قہوہ کا دور چل رہا تھا اور ایک شخص جو فنجان میں قہوہ ڈالنے کے بعد جب شکر ڈالتا تھا تو پوچھتا تھا کافی یعنی کافی ہے۔ جواب میں کہدیا جاتا تھا کافی۔ وہ آگے بڑھ کر یہی کہتا تھا اور یہی جواب ملتا تھا۔ قہوے کے دور کی اس گردان کو سن کر صاحب بہادر نے قہوہ کا نام کافی سمجھ کر نوٹ بک میں درج کر لیا اور اسی بنا پر انگریزی میں قہوہ کا نام کافی مشہور ہو گیا۔

سیم کی وجہ تسمیہ۔ ایک ہندوستانی یورپ کے سفر کو جا رہے تھے۔ راستے میں ایک اجنبی سے جان پہچان ہو گئی۔ جب وہ ان سے علٰحدہ ہوا تو اس نے اپنے ایک انگریز دوست کا پتہ لکھ کر دیدیا کہ اُس سے یہ دریافت کر لینا کہ وہ بیج جو ہم نے آپ کو بھیجے تھے آپ نے اپنے باغیچے میں بوئے یا نہیں۔ اور اگر بوئے تو اُن میں پھلیاں اُن پھلیوں سے بڑی آئیں یا چھوٹی۔

کام ٹیکس لگانے سے نہیں چل سکتا۔ جیسے آدمی کمائی جونپوں نے کھائی آدھی گھوں نے اڑائی۔ دشنت شالا۔

اجی جناب مہذب آدمی علوم سے ماہر بھی ہوتے ہیں۔ ہاں ہاں ٹھیک ہے اکسفورڈ یونیورسٹی سے ایک معلم الملکوت کو طلب کرو۔ اس کی تنخواہ صرف ایک لاکھ روپیہ ماہوار ہوگی۔ آپ آئے اور بڑی دھوم دھام سے آتے لیبوریٹریاں جاتیں رصدگاہیں آراستہ فرمائیں۔ علم البرق کے کرتب دکھائے۔ مقناطیس کے شعبدے کیجیے۔ یونیورسٹیاں ٹوٹیں۔ تعلیم گاہیں دیکھیں مشورے کیجیے۔ کمیٹیاں بنائیں۔ مگر جنہوں نے تعلیم حاصل کی تھی اُنھیں ایک انجمن بھی بنانی نہ آئی۔ جب شکایت ہوئی تو بگڑ بیٹھے۔ ہائے ہائے سب کیا دھرا خاک میں ملا جاتا ہے۔ خدا کے لیے کوئی فریاد کو پہونچو۔ تو لے میرا بھائی تو دوڑ میں دوڑ یہاں سوال ولایت میں جواب۔ حاصل جواب و سوال یہ ہوا کہ رات تھوڑی سوانگ بہتیرے۔ بھئی اگر ولایت کی سی تعلیم اور یورپ کے سے صنائع درکار ہیں تو پھر مہذب ہو۔ لیجئے۔ اجی وہی ڈراہی بات۔ صاف صاف فرمائیے۔ اُف تم تو سمجھتے ہی نہیں اپنی عقل تعلیمی پر ٹیکس کی جلا دو۔ حکومت کے پاس روپیہ نہیں۔ تم چھری تلے دم نہیں لیتے۔ اور ہمیں بھی اب تمھیں مہذب بنا دینے کی جلدی ہے تاکہ انجمن تہذیب میں تمھیں بھی جگہ مل سکے۔ ارے صاحب آج تک تعلیم پائی اور جاہل رہے اب کون سی شاخ زعفران لگ جائیگی۔ معاف کیجیے۔ رحم فرمائیے۔ نہیں نہیں تم کو مہذب بننا پڑے گا۔ بھلا ہمیں دنیا کیا تھوکے گی کہ ڈیڑھ سو برس تک تمھیں مہذب نہ بنا سکے۔ یہ داغ ہمارے مقدس دامن میں نہایت بدنما معلوم ہوگا۔ اجی سرکار کوڑی نہیں بچتی۔ ایک وقت کھاتے ہیں۔ پیوند پارہ کر کے تن ڈھانکتے ہیں۔ نیا ٹیکس کہاں سے دیں۔ نہ ادھر اُدھر نہیں

کچھ پروا نہ کرو۔ سالانہ آمدنی میں سے صرف ۱۰ فی صدی کوئی بڑی بات نہیں۔ اتنا تو تم تھیٹر دیکھنے پان کھانے کنکوا اڑانے میں صرف کر دیتے ہو۔ بہت ہار جاتا جُوا ہے۔ تمھاری فیاضی ضرب المثل ہے۔ اگر تم نے اس ٹیکس کو منظور کرنے سے جی چرایا تو ہم سمجھیں گے کہ ملک کی قسمت ہے اور مہذب دنیا میں اسے کوئی اہمیت حاصل نہیں۔

ملک الموت غریب پر مفت کا اتہام ہے جب غیر طبیعی وجوہ موجود ہیں یعنی مفلسی تباہ حالی۔ مقاومت مرض کی طاقت نہ ہونے کے باعث اموات میں ترقی پیدائش میں کمی ہوئی سے

تری گلی سے سدا اے کشندۂ عالم
ہزاروں آتی ہوئی چارپائیاں دیکھیں

تو گھر ماتم خانے بن گئے مہلک بیماریاں سے اپنے نفس کا بچاؤ بدنامی کا خوف۔ غیر معمولی پرسش یا رحم و کرم نے مجبور کیا کہ وجوہ مرگ کی تلاش کی جائے۔ بخمہ ہوا اتفاقاً مر گیا۔ ہاں بہت کھا گیا ہوگا۔ بہت کمانے کو کسے میسر ہے۔ خراب قسم کی غذا میسر ہے فاقہ غریب کو ملی وہ بھی آدھے پیٹ۔ معدے نے قبول نہ کی۔ بخمہ ہوا طاقت برداشت نہ تھی کمبخت بھیلی۔ بخمہ نے ہیضے کا چولا اختیار کیا۔ چلیے خدا گنج رواں باشد۔ نہیں جی طاعون ہوا طاعون۔ پلیگ۔ پلیگ۔ یہ نمناک مقامات میں رہنے کا اثر ہے۔ کمبخت ولایتی جوتا نہیں پہنتے ننگے پاؤں پھرتے ہیں۔ طاعونی جراثیم ٹھہرے مہذب وہ کسی کو ننگے پاؤں پھرتے دیکھ نہیں سکتے۔ کیسا جوتا اور کیسے جراثیم۔ جسم میں خون نہیں بخار تیز ہوا رطوبات کھولنے جوش آیا۔ بدھ نکلی مدافعت کا یارا نہ تھا میت نے ہاتھ پاؤں پھیلائے منہ موڑ ہچکی آئی اور لغول بکتے عدم آباد پہونچ گئے۔ اچھا جراثیم خبیثوں کا کیا علاج ہے؟ ارے کوئی ہے ذرا پہچانے زنانہ ڈاکٹر اور یل دم دکھا کو تار دیدو۔ آپ دیر نہ کیجیے۔ ہماری تہذیب میں

رخنہ پڑتا ہے۔ دیر کیسی عزرائیل صاحب کہیں دیر کرتے ہیں سے

اک ہو حکیم حاذق کرے گی طبابت
مردوں کو نہیں جلایا عیسیٰ کی کرامت

آپ بھی آئے تو معارف بڑھاتے ہوئے آئے۔ مختصر سی رائے دی۔ اچھا کھاؤ اچھا پہنو۔ اتنی دیر ورزش کرو اتنی دیر استراحت فرماؤ۔ کافور قیصوری سے تمام مکان کو غسل دو۔ زمین پر سنگ مرمر کے چوکے لگاؤ۔ طاعون کا مسکن یعنی کوئی بل کھلا نہ رہے۔ پانی کے تمام ظرف شیشے کے بنواؤ یہاں نہ ملیں تو ولایت سے منگواؤ۔ گھر میں کوئی مچھر ایک نہ رہنے پائے۔ جب گھر سے باہر نکلو تو مشکوں سے سڑک پر سر کر چھڑکواؤ۔ ٹین کی بنی ایک بو سے میں بھرد اس کے اندر اپنے جسم کو دفن کر دو خالی پاؤں کھلے۔ ہیں عود عنبر ایک انگیٹھی میں سلگا کے گلے میں لٹکا دو۔ دُم میں ایک پیپا باندھ دیجیے میں تارکول یا پرمنگنٹ آف پٹاس کا محلول بھرا ہو سوائے دو آنکھوں کے اور کوئی چیز کھلی نہ رہے۔ جب یہ ساماں مکمل ہو تو سڑک پر اٹھو کرتے چلو۔

چل مرے مٹکے ٹاک ٹوں کہانی بڑھیا کہاں کا تو

بازار سے کوئی چیز مول نہ لو اور خرید کرو تو پرمنگنٹ آف پٹاس کے پانی میں غوطہ دے لو۔ چاہے شکر یا نمک ہی کیوں نہ ہو۔ یا آگ دکھاؤ اور اتنی دیر تک سینکو کہ جراثیم کی زندگی کا احتمال نہ رہنے پائے۔ چاہے دیاسلائی ہی کیوں نہ ہو۔ ان آسان طرق حفاظت جسمانی کے علاوہ تمام شہر کی وسعت اس کی مقتضی ہے کہ تہ زمین گرمی پہونچانے کے لیے آلات خرید کیے جائیں اور بجلی کی قوت سے جراثیم کو پھانسی دیجائے۔ اس لیے کچھ درکار ہے؟ ہائیں ہائیں کیا درکار ہے؟ حضرت! دیتے دیتے جان دے دی اب کیا چاہتے ہیں۔ اوہو کیا جاہل لوگ ہیں کھو جان چڑیل کس کام کی ہے۔ یہاں مال درکار ہے۔ بھلے مانس! حفظان صحت کوئی معمولی بات نہیں۔

غرض دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کی نگرانی سکریٹریٹ کے متعلق نہ ہو۔ لیکن ایک چیز جس کی ترقی گورنمنٹ انگلشیہ کی سلطنت سے بھی سو حصے زیادہ ہو گئی ہے۔ یعنے رشوت خواری و غریب آزاری۔ اس کی نگرانی کا حوالہ کہیں نہیں دکھائی دیتا۔

الائنس بنک صاحب نے اپنا دیوالا نکال کے سیکڑوں کی نیند اور بھوک کا دیوالا نکالا یعنی متمول حضرات بنک کی امانت میں مال سپرد کر دینے کے بعد اُن فقیروں سے سَر ملاتے تھے جن کا قول ہے ؎

پھیلا کے پاؤں سوتے ہیں اس لئے فقیر
دہشت سے جاگتے ہیں تو انگر تمام رات

خیال ہے کہ ابھی کسی قدر دم درود باقی ہے اور اگر لیکویڈیشن کا کام امپیریل بنک کے سپرد کیا گیا تو رقوم امانت کا نصف حصہ وصول ہو جانے کی امید ہے۔

نزلہ بر عضو ضعیف
یعنی
وبائے کفایت شعاری و تخفیف

خدا نہ کرے کہ بقول پنجابیوں کے کوئی بات چل پڑے۔ چلی اور چلی۔ اب روکنے سے رک نہیں سکتی — آپ جانیے خلقت بھیڑیا دھسان ہے ایک بھیڑ کا منہ جدھر اٹھا بس اسی کی دم میں سارا گلہ توڑ تڑا لگائے چل نکلا۔ چنانچہ آج کل کفایت کا سبق بجنسہٖ لارڈ انچکیپ ہر دفتر کے نصاب میں داخل ہے۔ سرکاری محکموں سے نیفہ دار پائجامے سے تو بہ لفافے نکلے ہیں۔ لفافے پر کچھ پتا و تا نہیں لکھا جاتا صرف نیفہ لگا دیتے ہیں۔ اسی پر پتا لکھا ہوتا ہے نیفہ اُکھاڑ لیجیے تو لفافہ صحیح و سالم رہتا ہے۔ اس لفافے کو دو بارہ کام میں لائیے۔

تخفیف ڈاک خانوں کی مہر یا ایک شب کی سیاہی جلن کا انداز بند معلوم ہوتا ہے۔ گرہ پر گرہ سکر پھنڈی پر سکر پھنڈی۔ جلد بند پر جلد بند مہینوں پر غور کیجیے تو تاریخ مہینہ دن کے اعتبار سے شاید جہاں کاغذ بھیجا گیا وہاں کا صحیح نام معلوم ہو۔ ورنہ مہروں کے چاہ بابل میں ہاروت و ماروت کی طرح جکڑے رہیے۔

کاغذی تخفیف کے سلسلے میں اور کوئی نئی تجویز نہیں ہوئی۔ ہم تو منتظر تھے کہ ہر محکمے میں رف پیپر کی جگہ نخاس کی ایک رخی ردی موجود کی جائے گی۔ قلم اور سیاہی کا استعمال یک قلم موقوف و متروک ہوگا۔ پنسل سے تجویزیں لکھی جائیں گی۔ اور اگر کاٹ پیٹ ہوئی تو ربر سے مٹا کے پھر وہی کاغذ مسودہ کا مبیضہ بنے گا شاید بڑے آدمیوں کی تکلیف و زحمت کے خیال نے اس مفید مشورے کو مسترد کر دیا۔ کیا معنے کہ چھوٹے آدمی (ملازم) ہر محکمے سے تخفیف کو سلام آخری کرتے نکل رہے ہیں۔ ربر ہاتھ میں کون لے گا اور سرنوشت ازل کون مٹائے گا "لکھ لٹے کو ٹلوں پھر" کا نباہ بھی اُن ہی غریب لاشی یا خفی دس پانچ روپیہ ماہوار کے ملازموں پر موقوف ہے — پیٹ بھرے۔ مُٹ مرد۔ غیروں کی محنت پر گھی جتانے والے ہر تکلیف سے پہلے بھی آزاد تھے اب بھی ہیں۔ سرکار کہتی ہے چہ غم۔ بڑی تنخواہ والے ملازم کہتے ہیں ہیچ نہ غم۔ مفلس ہا یا کہتی ہے مرے سو ہم۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ کمائیں خان خاناں اُڑائیں میاں فہیم — مصارف بڑھائے حکومت کیوں؟ اپنی ضرورت سے اخذ لانے میں کمی ہوئی آمد کے نام سو ہا۔ خرچ میں المضاعفت فاضل۔ کیوں؟ مہذب مالک کی تقلید۔ یار و کیا تہذیب کی علامت یہی ہے؟۔ اور کیا۔ یورپ سارے کا سارا مہذب یعنی قرضدار ہے۔ جنگ میں شریک ہونا اور قرضدار ہونا دونوں باتیں تہذیب کے خمیر میں داخل ہیں۔ اگر تم بھی مہذب ہو کے بڑے

کافور ہو گئے گورنمنٹ کو تو خبر بھی نہیں ہو سکتی کہ لوٹ کھسوٹ سے قائم ہوا تو قیمت انکی بن جاتی۔ یا جس تہذیب کا نیا طبقہ یا داعی عالم علم الوحش والجیوانات کو ولایت سے۔ آپ آج دنیا میں اپنا نظیر و مثل نہیں رکھتے۔ آپ نے تمام عمر چوہے کے بلوں میں کاٹی ہے۔ آپ خیال فرماتے ہیں کہ ہر چوہیا آدھ سیر اناج روزانہ صرف کرتی ہے۔ بالفعل ایک کروڑ بائیس لاکھ چوہے ہندوستان میں ہیں ہر مہینے ایک چوہیا دو جھول نکالتی ہے۔ ہر جھول میں تین بچے پیدا ہوتے ہیں لہذا ایک کروڑ بائیس لاکھ کو تین میں ہر مہینے ضرب دیتے رہو اور ہر چوہیا کی خوراک میں آدھ سیر اناج گھرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ کس قدر اناج ہر ماہ ضائع ہوتا ہے۔ کون شخص ہے جو اس تجویز کی مخالفت کرے گا۔ یہ وہ ضیر ہوش دس ہزار روپیہ ماہوار پر یانہا توقع بلائے گئے کہ آپ کی ذات سے چوہوں کی جو ڈی میں باڑ ھا لگے گا آپ نے آتے ہی ایک محکمہ قائم کر دیا۔ بلوں میں بانس گھسیڑنے طرح طرح کے آلات ولایت سے منگوائے لیکن نہ اناج بچا نہ چوہے کم ہوئے۔ البتہ آپ نے بل کی جڑ سے ایک عظیم الشان تجویز کا دانہ تلاش کیا۔ وہ کیا؟

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو چوہوں سے بچنا منظور رہے وہ سالانہ اس قدر ٹیکس عنایت فرمائیں تاکہ اُن سے عمدہ نسل کے بلے پالے جائیں۔ یہ بلے خاص الخاص جرمنی میں پیدا ہوتے ہیں اور جس طرح بو شناس کتے قاتل اور مجرم کا کھوج کرتے ہیں اسی طرح یہ بلے ہوشان گزرد کے دانتوں سے دانہ نکال لیتے ہیں۔ یہ بلے نہایت نازک مزاج آرام پسند ہیں۔ ہر ایک بلے کے واسطے لکشا کوٹھی روح افزا قصر تیار رہے۔ اگر فرح بخش یا سلطان منزل ہو تو بہت بہتر۔ آٹھ بلیوں کی منظوری یعنی ان میں سے ہر ایک کی روزانہ غذا ہے۔

... اور باعث ... وغیرہ سے دست بدست ہونے۔ بنگال اور دہلی دونوں بھی پانی سے جانے کی تعداد میں ہی میدان کچھ ہیں۔

بھکن نے بہت اس ... بہ مشکل کر دیا۔ ... راس پار اور ... ر ... دونوں کے ... ملے گئے گر کچھ پروا نہیں شیطان مددگار ہے ... ہے۔ میں بھی دل اور دلی خواہش ہے ... ڈاک ... کتی تھاری ہمت ... دیکھو ... کی لکڑی کی طرح مضبوط پکڑے رہنا ... نہ ہو کہ پیٹ المال لبریز ہوتی ہی چھلک جائے کہیں سے کہیں بھک جاؤ۔ حاجی ... اور ... کی طرح تھالی کا بیگن نہ ہو جانا ؎

صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد

پہ ایمان قائم رکھنا۔ نیت ڈانواں ڈول نہ ہونے پائے۔ ڈھول کے اندر پول کی مثل نہ صادق آنے پائے۔ میرا یہ خیال عرصے سے تھا مگر بے جان تھا اب جان پڑ گئی۔ عمل بھی شروع کر دیا میرے دل دادہ ایک بھرے پُرے راجہ ہیں۔ کشمیر اور منصوری کے سند یافتہ اول درجہ کے آبرو باختہ لندن اور پیرس بھی پاس ہیں۔ کچھ عجب خبط الحواس ہیں۔ جرمن نژاد شگوفہ نہیں شگفتہ مس لائے تھے۔ کرب کے کارخانے کی ڈھنی تھی بار ہا چلی تھی۔ بڑی تیز تھی سر تن ہمہ تن ... کوئی سر باقی نہیں رہنے پایا۔ سب پر دوں پر انگلیاں پھروالیں قریب تھا کہ سہرا ... جس دوام ... کلاس میں نام لکھا جائے۔ گنگا جمنا کی طرح سمندر ... کی مچھلی بھی گھا گراہیں آجائے مگر اتفاق یوں ہوتا ہے کہ ایک نوجوان ... ر نے اس کا اقتدار بہت ... تھا۔ ایک شب راجہ کے یہاں پینے پلانے کا ہیچ پڑ گیا ... کا ٹھیکا دیا گیا۔ وہ سارا ... اٹھالائی سب کے سب بلا نوش تھے راجہ کا نمبر اول رہا معلوم نہیں کتنی پی گئے سب سر جاری ہو گئے تن بدن کا ہوش نہ رہا موقع اچھا تھا ... درپئے ہو گیا ادھر صبح ہوتے ان دونوں کی آنکھ لگی ادھر راجہ کا

... چلا ... چلا اُدھر آیا۔ ... کا قصور چشم پوشی کے قابل قرار پایا اس لیے کہ اس کے سپرد بڑی اہم خدمت تھی دیسی ... کا ... وہی چکھتا تھا۔ مس صاحبہ دریا برد ہوئیں مگر ڈن کی تاریا زی نے ایسا ... جلاب دیا کہ راجہ چیت ہو گئے ... پر کے لئے کئی سال ... بل نکل گیا ذرا ... تھے کہ میں نے ... سمجھا لیا اور اب ہم لوگ اُسی لَے میں الاپ رہے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ خاندانی شرافت اور میرے کارناموں کا خیال کر کے میرا نام سکریٹری شپ کے لیے درج کر لیا جائے گا۔

چندہ جس قدر مانگو گی راجہ سے دلوا دوں گا۔

راحت جان

زار ہند لکھنوی

محاکمہ درمیان ہند جدید کلکتہ و زمیندار لاہور

سمجھا ہوں جو مراد ہے اس حرف ... سے
ناصح کو بھی ہوس ہے کہ ... کوئی

گزشتہ ہفتہ میں زمیندار لاہور نے بہ ذیل "لکھنؤ کا ایک واقعہ" شائع کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) لکھنؤ میں واجد علی شاہی تہذیب کا گو خاتمہ ہو چکا لیکن اس گئی گزری حالت میں نسوانیت کے منا ظر کی ایک آدھ جھلک نظر آجاتی ہے۔

اس کا مطلب ظاہر یہ ہوا کہ واجد علی شاہ باوجود اعلیٰ تعلیم یافتہ سپاہ گری کے ماہر کامل ہونے۔ بکثرت نکاح متعہ کرنے بیسیوں اولادیں جنوانے اور تن تنہا ... برج میں شیر کا کان پکڑ کے کٹہرے میں بند کرنے کے زنخے زنانے ... تھے۔ مسلمان بھی نہیں جو ان کے کردار پر کوئی پردہ ڈالا جائے چاہے نازو روزے کے پابند ہوں۔ چاہے عمر بھر انھوں نے اپنے مذہب کی پابندی کی ہو۔ یا زنا۔ شراب۔ جوئے ... فرزند کشی ... نکاح بالمحارم و آزار رعایا کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ وہ اتنی رعایت کے بھی مستحق نہیں کہ مرنے کے بعد ان کا نام با عزت و بخیر لیا جائے۔ موسیقی کا شوق عفو کرنے کے قابل جرم نہیں۔

(۲) تمام لکھنؤ والے جدھر نگاہ اٹھا کے دیکھیے دوپلی ٹوپی جو کہ ملے شدہ زنانہ زیور ہے (زنانہ پنجہ مردانہ پنجاب کی عورتیں پہنتی ہیں) سفید انگرکھا (یہ بھی زنانے لباس کا مسلم جزو ہے) چست پائجامہ پہنے کھانڈ کے کھلونے دیکھتی بالکل مطابق ہے بنے ادھر سے اُدھر اُچھلتے دکھائی دیتے ہیں .... نازک خرامی کا یہ حال ہے کہ پاؤں تلے چیونٹی بھی دعائیں دیتی ہے الخ۔

(۳) جناب محرر نکاہات صاحب کو ایک مرتبہ (زنانوں کی سیر دیکھنے غالباً) لکھنؤ تشریف لانے کا اتفاق ہوا ...... لاٹوش روڈ پر بہ نفس مذکور ایک سفید ریش (زنانے) میر صاحب عصائے کلیم سے ٹخ ٹخ کرتے چلے جا رہے تھے۔ تانگہ قریب سے گزرا محرر نکاہات کو شرارت سوجھی (میر صاحب لکھنوی ہونے کی وجہ سے مرد تو ہو نہیں سکتے جو کہیں مرد بزرگ کی جگہ سمجھے جائیں پس یہ شرارت ایک ...

بعدالت صاحب بہادر مہتمم نیلام ضلع اعظم گڈھ

مقدمہ اجراء ڈگری نیلام نمبر ۵۷ء
سیو سرن نائک بنام اچھیبر لال وغیرہ

اطلاع نامہ

بنام سنت پرشاد لال ... گھر لال پسر اچھیبر لال و اچھیبر لال پسر ... ساکنان رانی ... پرگنہ نظام آباد

چونکہ منصفی شہر نے واسطے نیلام ... سنت پرشاد لال و اچھیبر لال ... ڈگری واقع رانی ... پرگنہ نظام آباد ... ہدایت کی ہے لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ ۲۳ ماہ اگست ۱۹۳۴ء واسطے سماعت اُن عذرات کے جو تم کو نسبت طریقہ اجرائے ڈگری کے کرنا منظور ہو مقرر ہوئی ہے۔ اگر تم تاریخ مذکورہ بالا کو حاضر نہ ہو گے تو معاملہ تمھاری غیر حاضری میں طے ہو جائیگا اور بعد ازاں اس معاملہ کی نسبت تمھارا کوئی عذر سماعت نہ کیا جائے گا۔

آج بتاریخ ... ماہ اگست ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

وقت حاضری ... ا بجے سے ۴ بجے تک

رحم مجسّم

ہر ہٹلر:۔ ”حق اللہ۔ پاک ذات اللہ۔ کمزور کو مار ڈالنا مین رحم ہے“

یورپ:۔ ”خدا برکت دے بیٹا۔ ....“

بسرپرستی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ

جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء — ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ — تار کا پتہ "حنا" لکھنؤ

حصول ایجنسی حسب قواعد جدید کارخانہ

اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا [illegible] لکھنؤ

باقاعدہ تجارت کو فروغ دینے کیلیے نفع بخش کامیابی کا بہترین موقع ہے

 قنوج — حیدرآباد دکن — دہلی — منصوری

رنگونی چاولوں کی !

(اڈیٹر صاحب حقیقت کی تصحیح)

ایک صاحب جو اودھ پنچ کے خریدار بھی نہیں صرف اپنی عنایت تعصب کی عینک سے ملاحظہ فرمانے کا احسان غریب اودھ پنچ پر فرماتے رہتے ہیں رنگونی اور دوسرا حقیقت تعصب لینے کے بعد نورالللغات اور جامع اللغات کے بارے میں کچھ گہر ریزی فرماتے ہیں۔ پہلا حصہ تو اودھ پنچ کے تعصب کے متعلق ہے جس کا جواب خود فاضل اڈیٹر حقیقت نے دے دیا۔ باقی مضمون کے تین حصے ہیں۔

(۱) اس حصے میں بعض مشاہیر معاصرین کے نام لیے گئے ہیں جن کے خلاف اودھ پنچ میں مضامین شایع ہوئے۔ یعنی بحسب حیثیت مضمون نگار یہ لوگ برے ناموں سے یاد کیے گئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اودھ پنچ نے قبلہ و کعبہ کس کو بنایا؟ یہ پرچہ تقریباً ساٹھ سال سے جاری ہے اور اس مدت مدید میں سے

سر بریدہ فراواں بود بخانۂ ما

کے سوا کوئی سروالا زینت محفل نہیں دکھائی دیتا۔ جن لوگوں کا نام رنگونی صاحب نے لکھا ہے اُن میں فتح اللہ صاحب آزاد کی صرفی نحوی غلطیاں جو انھوں نے اپنی ایک عربی نظم میں کی تھیں اودھ پنچ میں شائع ہوئیں تھیں۔ دو بارہ اُن کا نام ممکن ہے کہ کسی غلطی کے ذیل میں پھر آیا ہو۔ وہ کوئی بڑے عالم نہیں۔ اور عالم بھی ہوں تو غلط کی مدح سرائی اودھ پنچ کے نزدیک جرم ہے۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب جو قائم ہیں اُنھیں کوئی شکایت اودھ پنچ سے نہیں۔ اگر ہوتی تو وہ خود اڈیٹر اودھ پنچ کے احباب میں سے ہیں۔ کتابت کا سلسلہ باہمی رہ چکا صاحب قلم ہیں۔ جواب دینے میں بھی ہیٹے نہیں۔ حاجی محمد علی (مولانا) مرحوم سے بالکل دور سے نہ پہنچے تو اودھ پنچ کی رعایت کیوں کرتے؟۔ علم و ادب اور حریت محمد علی مرحوم جب تک زندہ رہے اُن کی غلطیوں پر نکتہ چینی ہوئی۔ مقام شہادت یا شمار واقعہ جو مبہوت ہے جس میں جانی اور خلاف ہوا آگے اب ہم اُن کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ پیوستہ کہتے ہیں۔ ان سے اور اڈیٹر صاحب اودھ پنچ سے بھی کافی ملاقات تھی مگر ایک طرف اودھ پنچ کی دل لگی جاری تھی دوسری طرف بغلگیری تھی جب قلم اک جنبش نہ کرنے کے باعث ملاقات ہوتی۔ اللہ ڈاکٹر انصاری صاحب جنھیں ہم یعنی اڈیٹر صاحب اودھ پنچ سے دوستی ہے صاحب سلامت ہے۔ مگر اُن پر غیر معقول اعتراض اودھ پنچ نے وارد کیا ہو تو وہ جواب دے سکتے ہیں۔ اب رہے حاجی شوکت علی صاحب تو اُن کے پولیٹکل حالات بالکل غیر قابل اعتماد اور نہایت نامناسب و غیر ناسی پرچہ میں ہیں ایسے حصہ میں غیر موزوں باقی رہے تو وہ گئے اپنی ایسی تیسی میں جب اُنھیں کوئی سامنے لائے گا تو جو بھی رسالہ ہے اُس کے اظہار میں کوتاہی نہ ہوگی۔ ان حضرات کے موجود ہوتے ہوئے جو خود اودھ پنچ سے بازپرس کر سکتے ہیں۔ آپ کا دخل دینا ہیچ اور غیر قابل التفات ہے۔

(۲) دوسرا حصہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ مضمون نگار صاحب نوراللغات کو کامل نہیں تصور فرماتے مگر صاحب نوراللغات کی جانکاہ محنت کے مداح ہیں۔ اودھ پنچ نے اُنھیں محنت کا صلہ نہیں دیا جہاں تک ظرافت کا تعلق ہے وہ بھی محامد اور محاسن سے ہے نہ ذمائم سے۔ خامیوں کی اصلاح کا یہ طریقہ نہیں جو اودھ پنچ نے اختیار کیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شبانہ روزی محنت کی داد بارہا دی گئی ہے۔ یہ تبصرہ موجود ہے۔ تعصب کی پٹی اُتار کے دیکھنے والے کو یہ داد محسوس ہوگی۔

(۳) اس حصہ میں رنگونی صاحب اڈیٹر صاحب اودھ پنچ کو (مجھے نہیں) ہدایت فرماتے ہیں کہ یا تو آپ ایک صحیح لغت جمع کیجیے یا نوراللغات کے مصنف کو برا کہنے سے باز آئیے۔ اس کے بعد رنگونی صاحب نے وہ القاب جمع کیے ہیں جو برسبیل موقع نوراللغات کو اودھ پنچ نے دیے ہیں (بندہ اور بار نے خدانخواستہ)

اس کا جواب یہ ہے کہ ڈیڑھ یا تو میری چھنگی ڈال دو یا کٹے کا ہو تا کوئی منطقی انحصار نہیں ہم کو حق ہے کہ قابل ظرافت عبارت سے برسبیل اقتباس جو لقب کتاب کو (مؤلف کو نہیں) ہم دے سکیں گے دیں گے تاکہ غلطی کی وقعت ٹوٹ نہ پائے۔

یہی خدائی عنوان گمراہی سے نفرت دلانے کا ہے اور یہی اخلاق۔ ظرافت انھیں عنوانوں کے مختلف اور لطیف طرز سے اختیار کرنے کا نام ہے۔ رنگونی صاحب ظرافت کے استاد نہیں ہیں لہذا آیندہ اُن کی منصب شناخوانی کا جواب نہ دیا جائے گا۔ رنگونی صاحب اڈیٹر صاحب اودھ پنچ سے پوچھتے ہیں "آپ ہی انصاف سے بتائیے کہ کیا یہ وہی شریفانہ رویہ ہے جس کی داد فصاحت آپ ڈنکے کی چوٹ پر دے رہے ہیں الخ" حالانکہ یہ سوال خاکسار ادبار اللغات سے متعلق ہے۔ اور اس کا جواب بات بڑھنے پر ممکن ہے دیا جا سکے۔ ہم نے تو نیک نیتی کے ساتھ اعتراض کیا ہے۔ اگر ہم کسی ضروری کتاب یا مضمون میں اس قسم کی غلطیاں کریں اور وہ غلطیاں عربی فارسی قانونی درسی معاملتی تحریروں کو اپنے دامن میں لپیٹ لینے والی ہوں تو ضرور دوسرے کو حق ہے کہ وہ بقدر تسامح ہماری تحریر کو لقب دے۔ جیسا کہ ہم نے غلطی کو کسی حکایت سے مطابق پانے کے بعد اُس غلطی یا کتاب کا نام رکھا۔

آخر میں رنگونی صاحب نے نوراللغات کے ساتھ ستھ سے زائد ایسے لفظ لکھے ہیں جن پر خاکسار ادبار نے تبصرہ کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ ان الفاظ کے معانی بہار ہند، سرمایہ زبان اردو، جامع اللغات، فرہنگ آنند راج سے نقل کیے گئے ہیں لہذا نوراللغات کا مؤلف بےگناہ ہے۔

اینجانب عرض کرتے ہیں کہ ہم نے بھی ان تمام الفاظ کو جانچا ہے اور نوراللغات کے محترم مؤلف صاحب کو بھی جانچنا چاہیے تھا۔ یہ دفاع کہ "نقل راچہ عقل" اہل تحقیق کے مناسب حال نہیں۔ اگر یہ بڑے بڑے آدمی بھی ایسی ہی غلطی میں مبتلا ہو گئے تو افسوس ہے کہ غلط کاروں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ یہ کوئی خوش قسمتی کی بات نہیں جس پر کوئی ناز کرے۔ جب تک ہر لفظ کے ساتھ مستند کرہ یا لاکتب کی عبارت ہمارے پیش نظر نہ ہو ہم رنگونی صاحب کے اس بیان کو کیونکر مان لیں کہ ہوگا بھی۔ اب تو ہمیں دیکھنا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھی اودھ پنچ کے خلاف کتنے غیر صحیح اور عامیانہ نظریے اختیار فرماتے ہیں۔ کیا معنی کہ شاید ہر ہفتے ایک ہی

ٹیکس کالا زمی لازمہ ہے جس کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا ورنہ
بدنصیبی وحشت بد تہذیبی عدم قابلیت اختیارات
کا ثبوت لوگوں کو مل جائے گا۔ پھر عوام اپنے کو مہذب
کہہ نہیں سکتے پاؤ گے۔ سدا گات باہر برادری
سے خارج رہو گے استغفراللہ

الغرض ٹیکس کے دو پاٹ ہیں ایک طرف تضعیف
ہے ایک طرف تخفیف ہے دونوں کے بیچ میں عالم
رعایا ہے۔ آمدنی کے ذرائع بڑھیں یا گھٹیں بہر
بہر نہج نصیب عوام۔

آمدنی بڑھنے کا کوئی سامان نظر نہیں آتا۔
بھلا کیونکر بڑھے؟ کیا ان نسلوں سے؟ جو اپنوں
کو راضی رکھ سکتی ہیں نہ غیروں کو بیسو خوش نہ خاندان
یا ان وزیروں سے؟ جن کے افعال سے نہ رعایا
خوش نہ حکام بالا مطمئن و موافق۔ یا ان گورنروں
سے؟ جن کی ذات رعایا کی خیر خواہی کا کوئی ثبوت
نہ دے سکی۔ یا ان امن سبھاؤں سے جنکی تبلیغ
گوزہ اگرزٹ کے بےستم پالستان جلا کرتے ہیں۔
یا ان وکلا سے؟ جنہوں نے ڈرامٹک کلب کھولا۔
کچہری میں ایکٹ دکھاتے دکھاتے اسٹیج پر ایکٹ
کرنے لگے۔ حاکم ضلع اور انکی میم صاحب کو تماشا
دکھایا۔ اچھلے کودے کو لے مٹکائے۔ رات بھر میں
ڈیڑھ ہزار کی رقم کمائی کچھ کھیا پاٹ شالے
کے نذر کی کہ لو یہ بھی تمہارے کارن وہ کام کیا
جو اس تہذیب کے زمانے میں ہندیوں کا پیشہ ہے
مگر اگلے زمانے میں بھانڈ بھگتیوں کتھکوں کا کام تھا۔
اور کچھ رعایا خانے کے حوالے کی کہ تیل کالے والے
اچھی لگی گھٹی میں صرف ہو۔ بقول مولانا پنچ ہم
غریبوں کی آمدنی زراعت اور نوکری یا دلالی
فرنگ پر موقوف ہے۔ آگے آئی آیت۔ ان
ذرائع میں ایسا گولر کا پھول نہیں پڑا ہے کہ
مہذب سازی کا لنگر اٹھائے اور ٹیکس کا دہ نرخ
باندھئے۔ البتہ نہ جلسے اور کورٹ فیس کی
دونی رقم حوالے کرے۔ نئے نئے محکمے کھولنے
اور اس کے وابستگان دامن یعنی کم قیمت اور
ساقط الایمان ملازمین کو رشوتیں دے۔ جو لوگ

دلالی فرنگ میں مبتلا ہیں ان کی آمدنی بیرونی مال
کی زیادتی پر ترقی کرسکتی ہے مگر بالشت بھر زمین
بڑھائے نہیں بڑھ سکتی۔ ساڑھے سات روپیہ
تنخواہ میں چار آنے بھی مزید مال میں شامل
نہیں ہو سکتے۔ بس یہ دیہی شل تو ہوئی کہ منزلہ
بر عضو ضعیف می ریزد جو مصیبت آسمان سے
نازل ہوتی ہے وہ بانٹ ہو سکتی اور ہماری چندیا
تاکتی ہوئی آتی ہے۔

تیل کوئلہ گندھک لوہا اور دیگر معدنیات
ریلوے کے اجارے اگر ہمارے ہم وطنوں کے
حوالے کیے جائیں تو ہماری صنعت میں ترقی ہو۔
ہم ہر ایک واجبی ٹیکس کو اپنے سر اور آنکھوں پر رکھ
امید ہے کہ ٹیکس اور تخفیف کے چلتوں ہماری
جان بھی تخفیف میں آ جائے گی۔ جزوی تخفیف
کے تحت میں بچہ بھی تخفیف کے زیر نگرانی۔ پھر
ہم مخفف کھاتا بھی مخفف پہنتا بھی مخفف۔

اللھم خفف عنا العذاب

الملتمس

ثقیل

بعـــــــلم

سرتاقدم ہم ہیں اگر کچھ بھی نہیں ہم
یہ کیا ہے کہ سب کچھ ہیں مگر کچھ بھی نہیں ہم

نمک

مولانا اودھ پنچ آداب تسلیم کورنش مجرا وغیرہ
وغیرہ کا پلندہ پیش کش ہے۔ قبول باد جناب ہی نہیں
بلکہ تمام اخباری دنیا میں ہلچل ہے کہ نواب گورنر جنرل
بہادر بالقابہ نے تجاوزیں کے کھٹے کچالووں میں
(افزائش محاصل کا) نمک ملا دیا۔ نمک خوار ان
کونسل لاکھ لاکھ چٹخارے لیتے رہے مگر سرکار کے
آگے ایک نہ چلی۔ اب کوئی کہتا ہے کہ شورش کی
زیادتی بغیر بے نمکی کے وقوع نہیں ہو سکتی تھی۔
کوئی نمک ریز متکلم ہے کہ حق نمک کی قدر افزائی
کا یہی وسیلہ تھا۔ کوئی صاحب کٹے پہ یوں نمک چھڑکتے

فرماتے ہیں کہ یہ دنادر ریفارم کا ثمر ہے۔ شاہ انگلستان
جب بہ زمانِ ولیعہدی یہاں تشریف لائے تھے
تو انہوں نے نمک کا محصول معاف کر دیا تھا۔
انس علیہ شاہنشاہی سے لوگوں نے نا جائز
فائدہ اٹھایا۔ نمک پر ایسا ٹوٹ پڑے کہ بہتوں
کو جذام نے گھیرا اور لگا پھوٹ پھوٹ کے نکلنے۔
ہمارے ریڈنگ صاحب ٹھہرے ڈاکٹر۔ آپ
جانتے ہیں فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ۔ بھلا طبیعت نصاریٰ
کیوں گوارا کرتی کہ جذام کو ترقی ہو اور آپ بیٹھے
دیکھا کریں۔ لہذا آپ نے محصول بڑھا دیا کہ نہ ہوگا
بانس نہ بجے گی بانسلی۔ دہانِ زخم ہونٹ چاٹتے
ہی رہے مگر آپ نے نمکدان میں ڈانٹ لگا دی۔
اس حرکت پر اگر کسی کے مرچیں لگیں تو یہ اس کی
طبعی بدمزگی ہے حضرت کا کوئی قصور نہیں۔

بوالفضولین بجٹ کے توازن کا مسئلہ یوں حل
کرتے ہیں کہ نگوڑی مرچوں کو بھی دن لگے ہیں۔ آئے
سیر بکتی ہیں۔ اکیلا نمک کس کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا
خوب کیا جو محصول بڑھا دیا۔ بی بی مرچ نہیں ہیں
تو میاں نمک کیوں ہوں بھٹیل نگوڑا۔ یا تو کسی کو مرچ
ڈاکٹر لوگ بھی دنیا کو نمک اور مرچ دونوں کے
استعمال کی اجازت نہیں دیتے۔ اور فرماتے ہیں
کہ نہ نمک انسان کی غذا ہے نہ مرچ۔ سوا طوطے
کے مرچ کوئی جانور نہیں کھاتا۔ اور سوا موتی
اور شلغم کے کوئی ترکاری نمکین دکھاری، دنیا میں
مروج نہیں۔ لہذا قدرت کا یہ منشا ہی نہیں کہ کوئی
نمک اور مرچ کھائے۔

مولانا مالح الدین کا ارشاد ہے کہ نمک کے زیادہ
استعمال سے شورہ زار جسم میں داڑھیوں کی جھنڈیاں
چھدری ہو گئیں گھنی اور گھنیری نہ رہیں۔ لہذا جو چیز
کہ سنت کو مضر پہنچاتی ہو اسکا استعمال قطعاً ناجائز ہے۔
اگر سرکار والا تبار نمک کے دار مرچ آثار نمک کا رواج
قانوناً ممنوع فرمائے تو یہ حکم بالکل شرع
کے مطابق ہوگا۔ بایں معنی کہ ہر صغیرہ اصرار (کثرت
ارتکاب) سے کبیرہ ہو جاتا ہے ممکن ہے کہ لوگوں
کی نگوڑی آیندہ نسل کو داڑھیوں کی نعمت سے

جلد ۱۹ نمبر ۲۹

مضامین

(مورخہ ۱۹۔ اگست ۱۹۳۴ء)

غزل

(از دانشمند یگانہ شاعر جناب مولانا آتش ؟؟)

قیامت تک کے منصوبے بنا بیٹھا ہے انساں بیچارہ
اگرچہ ہے فقط دو دن کا ہے مہمان بیچارہ

بتوں سے دیر میں جب شیخ جی نے تعلق چاہا
پھیلا کر ہاتھ ؟؟ بیٹھا رہا ایمان بیچارہ

چلو اے مے کشو بس تک ؟؟ ساقی کی رگ رگ دو
پکڑتا ہے ہمیشہ کے لیے اب "کان" بیچارہ

جو کچھ کرتے ہیں ہم کرتے ہیں اس کا کیا قصور اس میں
خدا معلوم کیوں بدنام ہے شیطان بیچارہ

جوانی میں کبھی تقویٰ سلامت رہ نہیں سکتا
اسی میدان میں پاتا ہے شکست ایمان بیچارہ

بہت سی ہیں وہ باتیں جن میں انسانوں سے ؟؟
خدا اک عقل سے معذور ہے حیوان بیچارہ

خدا کے واسطے اے چرخ تھوڑی سی رعایت بھی
بہت کچھ لٹ چکا ہے اب تو ہندوستان بیچارہ

رہا ہوں ہم نوالہ ہم پیالہ جو کبھی برسوں
خدا کی شان پائے نہ اب اک پان بیچارہ

نہ پوچھو آتش شوریدہ سر کا مشغلہ یارو
مرتب کر رہا ہے آج کل دیوان بیچارہ

بہر رنگے کہ خواہی لیڈری کن
من اصل مدعایت می شناسم

خاص خاص نمایندوں اور لیڈروں کو چھوڑ کر جو النادر کالمعدوم کی تعریف میں آتے ہیں نمایندگی اور لیڈری ذاتی ہو یا اتفاقی یعنی اپنے ارادے سے اور اپنی طرف سے ہو یا دوسروں کی تحریک و تجویز پر منحصر ہو۔ ظاہری اور فرضی مقاصد کے علاوہ اس کی اصل غرض کچھ نہ کچھ ضرور ہوتی یا ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں ہندوستان کی بے چینی اور بے اطمینانی کسی نہ کسی قدر بڑھ کر ہی رہتی ہے۔ اور ہندوستانیوں کو "ایں ہم بر علم" کہنا ہی پڑتا ہے۔ فلاں سر محمد یعقوب صاحب کی نمایندگی کہ اسمبلی میں برادران وطن کی طرف سے کمسنی کی شادیوں کا انسداد ہوتے دیکھ کر ایک دم اُٹھے اور کہہ دیا کہ لی مینڈکی بھی حاضر ہیں۔ گھوڑوں کے ساتھ اُن کی بھی نعل بندی کر دی جائے۔ چنانچہ مصیبت زدہ اور پریشان حال مسلمانوں کی قسمت میں ایک نئے غم کا اضافہ

اور ہو گیا۔ ابھی ناگہانی آفت کا ماتم ختم نہ ہوا تھا کہ ایک تحریک یہ اور پیش ہو گئی کہ آیندہ سے نکاحوں کی رجسٹری ہونی چاہیے۔ اور مولانا شوکت علی نمایندگی کے فرائض ادا کرنے کی طرف جھپٹ رہے ہیں ان سے یہ اندیشہ ہے کہ ہر ہندوستانی مسلمان پر ایک یورپین لیڈی سے شادی کرنا قانوناً فرض نہ کرا دیں جس کا مہرسیاں کی چشم پوشی و رواداری اور جیب۔ بیوی کی آزادی و خود مختاری ہو۔ اور تو اور سب کے بوجھ بجھکڑ پبلک کے لیڈر اور کانگریس کے نمایندہ گاندھی جی کو دیکھیے کہ چلے کہاں سے تھے جا کہاں رہے تھے اور پہونچے کہاں۔ ہندوستان کو غلامی سے آزاد کرانے کے لیے اُٹھے تو عدم تعاون کی تحریک کا ہتھیار چمکار کر کہتے تھے کہ صرف پیٹ بھرنے کے لیے نوکریاں چھوڑ دو۔ اسکول خالی کر دو۔ خطاب اور پنشنیں واپس کر دو اور سمجھ لو کہ سوراج مل گیا۔ اس کے بعد ایک بار نہیں کئی بار مدت میں توسیع ہوئی مگر "نتیجہ ہنوز روز اول" سے آگے نہ بڑھ سکا۔ تو سوچے کہ یہ بیل منڈھے نہ چڑھی اب خالی بنیا کیا کرے اس کوٹھری کے دھان اُس کوٹھری میں بھرے۔ نان کو اپریشن کا ٹوٹا ہتھیار پھینک اور ریت کا زنگ آلودہ پستول سنبھال فوراً ہریجن شدھار کے میدان جنگ میں کود پڑے پھر کیا تھا ہندوستان کی شاہین جو ہمالیہ کی گھاٹیوں میں ان جھیلوں کی منتظر ہی رہتی ہیں اپنے سنترے سے کوئک مارچ کہہ کر نکلیں اور چاروں طرف پھیل گئیں۔ اب ہندوستان بھر میں ایک شور مچا ہے کوئی کہتا ہے بھئی بات تو ٹھیک ہے انسان انسان سب ایک سے۔ ایک باپ کی اولاد میں چھوت اچھوت کی تفریق کے کیا معنی۔ دوسرا کہتا ہے جھک مارتے ہیں جو یہ کہتے ہیں۔ کہنے کو تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ "دھان دھان سب ایک سے" مگر سب دھان باسمتی بنسیری کے کہاں ملتے ہیں۔ ایک ہی درخت کے پھلوں میں کوئی چھوٹا ہوتا ہے کوئی بڑا ہوتا ہے۔ کوئی کچا ہوتا ہے کوئی پکا۔ کوئی کانا ہوتا ہے کوئی گدرا۔ کسی پر گلہری دانت مار دیتی ہے کسی کو چمگادڑ جھوٹا کر دیتا ہے۔ کسی کو سانپ سونگھ جاتا ہے تو وہ سب ایک حیثیت کے کس طرح ہو جائیں گے۔ تیسرا کہتا ہے کہ اس بحث کو بھی چھوڑیے۔ ایک شخص کی رائے ہے کہ کچا ہو یا پکا۔ اچھا ہو یا بُرا۔ بد بو آتی ہو یا خوشبو میں سب پھلوں کو ایک ہی جانتا ہوں تو اس کو اختیار ہے وہ ایسا ہی سمجھے لیکن دوسروں کو اپنی ہم خیالی پر مجبور کرنے کا اُسے کیا حق ہے۔ چوتھا کہتا ہے کہ سو بات کی ایک بات تو یہ ہے کہ اگر گاندھی جی اچھوتوں کو ترقی کے بانس پر چڑھانا چاہتے ہیں اور جن اعلیٰ خصوصیات سے یہ ادنیٰ طبقہ محروم ہے اُن سے اس کو بہرہ ور بنانا منظور ہے تو ہر سفر میں جو تھیلیاں جمع کرتے پھرتے ہیں جن کی رقم ۲۸۔ جولائی کے تیج میں بنارس کے علاوہ ۷ لاکھ ۹۵ ہزار بتائی گئی ہے اس سے جگہ جگہ اچھوتوں کے لیے مندر کنوئیں اور مدرسے بنوا دیں۔ اور ان کی ظاہری حالت سنبھالنے کے لیے کچھ زر نقد ان میں تقسیم کر دیں

صاحب ادبا ایک مقام پر لکھتے ہیں "... یہ سب حضرات کلیسا سے بازرس میں پہونچے۔ یہاں اور دوسرے مسیحی خواتین برکتیں حاصل کرنے کے لیے آیا کرتی تھیں جس طرح جاہل مسلمان۔ اجمیر۔ پیران کلیر اور نظام الدین دہلی جایا کرتے ہیں الخ"

ایڈیٹر اخبار الجمعیۃ کے نام کی ہمہ گیری اور ذمہ داری کو ملحوظ رکھ کر اس بے موقع اور بے تکی مداخلت پر غور فرمائیے تو بے اختیار یہ کہنا پڑتا ہے کہ واہ رے حکیم کہاں کا مواد کہاں نکالا ہے۔

زمانے کے موجودہ حالات کی نازکی تو یہ چاہتی ہے کہ جہاں تک بھی ممکن ہو اور جہاں تک بھی بس چلے مسلمانوں کو باہمی اتحاد و رواداری سے بغض و نفاق کی تباہ کن خلیج پاٹنی چاہیے اور ہر گروہ کالگو کے منتشر اجزا کی شیرازہ بندی میں کوشش کرنا چاہیے۔ ورنہ بڑھتی ہوئی متحدہ قوتیں عنقریب انہیں اپنی طوفانی موجوں کے تھپیڑوں سے فنا کر دیں گی۔ اور اخبار الجمعیۃ تعصب کے تیر دل آزاری کے زہر میں بجھا کر اپنے کارناموں کی داد ان لفظوں میں حاصل کرنا چاہتا ہے "این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"

خلاصہ یہ کہ ہندوستان کا جو لیڈر۔ جو نمائندہ۔ جو اڈیٹر اور جو مضمون نگار ہندوستانیوں کی ہمدردی کا بیڑا اٹھا کر میدان میں آتا ہے وہ کسی نہ کسی طرح ان کی مصیبتوں میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہی کرتا ہے۔

ان حالات پر اگرچہ ناظرین اودھ پنچ کو رونے کی عادت نہیں ہے اس لیے رونا نہ آئے تو نہ آئے ہنسی تو ضرور ہی آئے گی۔

مرا —

کھلے رستم از بدایون

مجلدات سنین گزشتہ اودھ پنچ و منتخبات ہر سہ حصہ جن کا مفصل اشتہار بہ ذیل مشتہرات ہے جلد طلب کر کے ماہر ادب اردو بنتا جائیے۔

منیجر

قانون معاشرت

یہ چند تولے گوشت جو عورت مرد کی رانوں کے بیچ میں خالق عز و جل نے پیدا کیا ہے کہنے کو تو ایک گندی ایک مخرج کثافات اور بے حقیقت چیز ہے لیکن ہے درحقیقت یہی دنیا کی جڑ۔ لیے خواہ مخواہ فحش کہیے مگر ڈھونڈھنے سے بھی کوئی مقدس بزرگ ایسا نہ ملے گا جو اس مضغۂ گوشت سے بے تعلق رکھا گیا ہو۔ یہی جان اخلاق ہے یہی بنائے قوانین شرعیہ ہے۔ یہی وجہ ایجاد اصول تمدن ہے یہی علائق کے سلسلے کی کڑی ہے۔ یہی بندوں کی مردم شماری بڑھانے کا آلہ ہے۔ یہی نظام کائنات کے وجود کا اصلی سبب ہے۔ انبیا اسی کے درست استعمال کی تدبیریں بتلانے کے لیے معین ہوئے۔ قاضی اور مفتی اسی کی دیکھ بھال پر متعین ہوئے۔ حقوق اور تفوق کی چاٹ اسی نے پیدا کی۔ کچہریوں میں کرسیاں اسی نے پر کروائیں۔ خون کی ندیاں اسی نے بہائیں۔ اپنے اور پرائے کا احساس اسی کی بدولت ہوا۔ دولت جتنی ہے اسی پر صرف ہوتی ہے۔

اللہ ری تیری شان۔ خالق حقیقی کی جگہ حاصل کر لی اب اور کیا چاہیے؟ کئی فرقے اعتقاداً شبانہ روز پوجتے ہیں۔ باقی جو رہ گئے وہ عملاً اسی کے مطیع و منقاد ہیں۔ شاعروں کی زبان کا مزہ ہے۔ فلسفیوں کے فلسفے کا مرجع ہے ڈاکٹروں اور طبیبوں کی روزی کا ٹھیکرا ہے۔ وکیلوں کے پیٹ بھرنے کا وسیلہ ہے۔ تاجروں۔ صناعوں۔ حرفہ وروں۔ منشیوں۔ اڈیٹروں مصنفوں پر اسی کی حکومت ہے۔ جب یہ ایسی مہتم بالشان چیز ہے تو پھر دنیا کیوں نہ ہر وقت اسی کی دھن میں رہے۔ ہاں اس کے غلط استعمال سے زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ مبارک ہیں وہ جو اس پر رحم کھاتے اور اس سے عقلی منفعت اٹھانے کی تدبیریں سکھلاتے ہیں۔

چنانچہ بالفعل عالیجناب امیر الاطبا ڈاکٹر فضل مبین احمد صاحب دہلوی نے ایک عام فہم جامع و مانع کتاب بنام "قانون معاشرت" نہایت عمدہ کاغذ پر مع تصاویر چھپوائی ہے اس کتاب میں ایک حصہ (یعنی جزو علمی) تو ہے مجمل لیکن جتنا ہے وہ نہایت آسان زبان میں سمجھا کے لکھا ہے معمولی شد بد رکھنے والے بھی اسے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ یہ حصہ ان اعضا کی اندرونی شکل۔ اور اجزائے ترکیبیہ اور ہر جزو کے خدمات و وظائف (فزیالوجی) پر مشتمل ہے اور جابجا حفظ صحت کے اصول سے بھی بحث کی ہے مگر اتنی ہی جتنی کہ مبادی تشریح و طب کے جانے بغیر سمجھ میں آ سکے۔

اور دوسرا حصہ نہایت مفصل ہے جس میں خدا جانے کن کن کتابوں سے نسخے تلاش کر کے لکھے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے اور مصنف کی محنت کشی پر تعجب ہوتا ہے۔ امراض بھی وہ چن لیے ہیں جن کا علاج طبیب و ڈاکٹر سے رجوع کیے بغیر صرف علامات پر وقوف حاصل کرنے کے بعد (جو کہ اس کتاب میں واضح طور پر لکھ دیے گئے ہیں) ہر مریض خود ہی تجویز کر لے۔ کوئی دوا جو کیمیاوی ترکیب و عمل سے تیار ہوتی ہو بدون توجیہ و تفصیل نہیں چھوڑی ہے۔ ایسے امراض جن میں ڈاکٹر اور جراح کی دستکاری درکار ہوتی غالباً عمداً اس میں نہیں لکھے گئے۔

زنانے اور مردانے میل جول کسر و انکسار حل و عقد قبض و بسط سے جو تیسری چیز بطور ترکیب کیمیائی وجود میں آتی ہے یعنی وہی جسے لذت کا لکھا تا۔ شادی کی دستوری یا شامت اعمال کا نہا لیجیے پر ہاتھ پاؤں مارتا اور "میں ٹی بوں" کی صدا گھر بچے ستانے میں گھا گھی اور چہل پہل پیدا کرتا ہوا جیتا جاگتا نتیجہ کہتے ہیں۔ اس کتاب میں عمداً انہیں سے مطلب ہے کہ ان عمدہ سہل الحصول انگریزی و یونانی قوی اور مجرب والکلد سے بیٹے میں قرار پانے خیر کی یہ کتاب ذمہ دار ہے۔ آگے آپ جانیے اور آپ کا کام جانے یا دائی اور قابلہ۔

اس کتاب میں ایسے نسخے بھی ہیں کہ اگر بیر و رگ بالنا منظور ہو یا مجبول تولنا از روئے اصول طب

مالوی جی

وہ اب لے رکھ دے سر بوٹے پر"

پھر ارشاد ہوتا ہے (جس کو تحقیق سے کوئی لگاؤ نہیں) جیسے بالارادہ یا تحقیق۔ سا دل میں لام کی اطلاع ہے دوم میں کوئی آواز نہیں ہے۔ فارسی ترکیبوں میں حسب ذیل معانی ہوتے ہیں اور ہمیشہ مفتوح ہوتی ہے "کوئی آواز کی جگہ" دونوں میں سے کسی کا اظہار نہیں ہو سکتا چاہیے تھا۔ اور "فارسی ترکیبوں" کے ساتھ یہ تفصیل ہوتی چاہیے تھی کہ "ب" ان فارسی الفاظ میں جو کہ اردو ہو گئے ہیں یا اردو میں مستعمل ہیں ہمیشہ مفتوح ہوتی ہے۔ ورنہ فارسی میں اس "ب" کی دو قسمیں مانی گئی ہیں۔

(۱) بسیط جو کہ نو معانی کے لیے آتی ہے ظرفیت۔ تعلیل و سببیت۔ رابطہ۔ الصاق۔ قسم۔ استعانت۔ استعلا۔ زائد۔ تحسین۔

(۲) مرکب اس کی جو قسمیں ہیں ان کے بیان کی یہاں ضرورت نہیں اس لیے کہ وہ مختص ہے فارسی زبان کے ساتھ۔

یہ باے بسیط فارسی میں مطلقاً مکسور بولی جاتی ہے۔ اہل ہند اسے مفتوح بولتے ہیں اور یہ باعتبار قواعد فارسی خطا ہے۔ یہ "ب" فارسی اور عربی میں مشترک ہے علاوہ "باے امر" کے جس کا وجود عربی میں نہیں۔ یا باے ربط کے (مثلاً لب بہ لب) جو کہ دو کلموں کے درمیان آتی ہے۔

ایک مہذب تالیف و تدوین میں تا نغا ہوا اڑا تو ہوتا نہیں سمجھانے کے لیے قواعد (مختصراً) لکھ دیے اور ہر قاعدے کے ماتحت جتنے الفاظ مروج ہیں وہ درج کر دیے۔ مگر یہ زمزم اللغات خانم کے منہ میں وہ بکواس ہے کہ اشتر تیری پناہ۔ سات آٹھ صفحے سیاہ ہیں اور کوئی ترتیب ملحوظ نہیں رہی۔ بقول بو الضیبین کے "الطاف بی بی ہو نٹھا۔ کہنے کا کہنا ہو نڈا"۔

یہ اعتراض تو ہوا طرز ادا سے مطلب پر اعتراض نیا نہیں پڑتا ہے۔ آئندہ بحث الفاظ کے غلط معنی اور غلط تعبیر سے کی جائے گی چاہے مؤلف صاحب کے بھلے کے خوش ہوں یا ناخوش۔ یہ مسئلہ درپیش ہے کہ مؤلف صاحب کے نام

سے قبل شمس العلما ضرور ہونا چاہیے۔ ہم ہر خطاب کو بیکار سمجھتے ہیں لہٰذا اس سے تعرض فضول ہے۔ خدا کرے وہ علامہ ساز علامہ اور حکومت ساختہ شمس العلما ہو جائیں ہمارا کیا نقصان ہے اگر مولانا صاحب کو اپنے لیے اپنے ٹکا فخر حاصل ہو جائے۔ ایسے کئی شمس العلما موجود ہیں تو ہمارا کیا لیتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

ساحر

ادبار اللغات

سیلاب تبسم و طوفان تبسم

ملک کے انشا پرداز حضرت شوکت تھانوی جن کے قلم کا تبسم اس قیامت کا ہے کہ خواہ مخواہ دوسروں کو کھل کھل کھل کھل ہنسا دیتا ہے اپنی شہرت کی وجہ سے کسی تعریف کے محتاج نہیں۔ یہ مجموعے ان کے مزاحی افسانوں کے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی صاحب ذوق کتاب کے مطالعے ہی سے تفریح حاصل کرنا چاہتا ہو تو یہ چھوٹی چھوٹی کہانیاں جن کے موضوع خود ان کی پیشانی پر چاند سکی بنے ہوئے جگمگا رہے ہیں اس کے دل بہلانے اور فکری قوتوں کو تعب مزید کے بار سے محفوظ رکھنے کا بہترین وسیلہ ہیں۔ دل آزاری "بلغ العلائیت" (یہ نئی اصطلاح ہے) اور افسردگی سے دور۔ شوخی اور ظرافت (فی الجملہ نصیحت بھی) سے بالکل نزدیک۔ بیان کا طرز ادائے مطلب کا ڈھنگ نہایت سہل دلچسپ عام فہم۔ حدود تہذیب کے اندر۔ پڑھتے جائیے۔ ہنستے جائیے۔ غبار فکر۔ گرد تکدر آئینہ خاطر سے رفع ہوتا جائے گا۔

یہ افسانے ندرت سے بھی خالی نہیں اور حق تو یہ ہے کہ مصنف صاحب اپنے رنگ کے خود ہی ایک واحد ہیں۔ اس رنگ کے مقبول ہونے کی یہ دلیل ہے کہ بکثرت اس کے مقلد پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ حضرت یہ کوئی ادنیٰ درجے کی سعادت نہیں۔ سیلاب تبسم کی قیمت (مجلد) ۲ اور طوفان تبسم (مجلد) ہے چھوٹے بھی نہایت مرغوب ہیں۔ چاہے صدیق بکڈپو امین آباد لکھنؤ سے منگا لیجیے یا شوکت بکڈپو لکھنؤ سے یا دفتر سرپنچ لکھنؤ لاٹوش روڈ سے۔ بہرحال آپ کو کتاب مل جائے گی۔

ٹین شدن بجز فراموش کلام وم لادی

کہتے ہیں کہ کسی سیاح کا گزر جنگل میں ہوا دیکھا کیا ہے کہ ہزاروں طوطے ہیں اور ان میں ایک طوطا نہایت خوبصورت ہے جو ان سب کا لیڈر یا بادشاہ ہے۔ طوطا اس قدر سمجھداری کی باتیں کرتا ہے کہ ہماری اسمبلی کے ممبر کیا کریں گے انھیں دیکھتے ہی وہ کہنے لگا "آداب بجا لاتا ہوں حضرت مجھے پکڑیے گا نہیں"۔

مسافر طوطے پر عاشق ہو گیا چلتا ہوا آخر ایک دن ایک رات کی جدوجہد سے میاں مٹھو پھندے میں پھنس ہی گئے۔ بڑی خوشی خوشی مسافر صاحب اپنے گھر آئے۔ مٹھو میاں پنجرے میں آ کا کھانے اور باتیں کرنے لگے۔ تھوڑے زمانے کے بعد انھیں پھر ضرورتاً سفر درپیش ہوئی چلتے وقت انھوں نے مٹھو میاں سے پوچھا کہ تمھارے لیے کیا سوغات لائیں مٹھو میاں بولے حضور کا دیا سب کچھ ہے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر میرے وطن کی طرف آپ کا گزر ہو تو اہل وطن کو سلام کہہ دیجیے گا۔ انھوں نے یہ پیام سن لیا اور چل کھڑے ہوئے۔ جب اسی جنگل میں وارد ہوئے تو وہاں طوطوں کا جھگھٹا تھا انھوں نے بلند آواز سے پیام پہونچایا کہ تمھیں سبز علی نے سلام کہا ہے معاذ اللہ سلام تھا یا قضا کا پیغام۔ دفعۃً بیک زبان سب طوطوں نے

"ٹیں" کہا اور گردنیں زمین پر ڈال دیں۔ ایک میاں بھی دم درود نہ رہا۔ انھیں بہت افسوس ہوا۔ مگر قضائے الٰہی سے چارہ ہی کیا تھا۔ دل میں رنج کرتے گھر پہنچے۔ آخر لکھنؤ۔ یا ان کی مسافرت اشپت سے اُتارا۔ طوطے نے اہل وطن کی خیریت پوچھی اُنھوں نے بہت ہی رقت آمیز لہجے میں قصۂ یاران وطن کہہ سنایا۔ قصہ سنتے ہی سبز علی نے بھی اسی طرح قفس آہنی کی کھڑکی پر چونچ ٹکائی اور کہا سے "ٹیں" نسبر میں کہتے ہی بظاہر جنت کی راہ لی۔ یہ بیچارے بہت کڑھے آخر پنجرہ ہاتھ میں لیا۔ پالو جانور کی محبت۔ لاش گھورے پر نہ پھینک سکے کھڑکی کھولی۔ جھٹکے دینے سے ایک چھوٹی سی لحد کھودنے لگے۔ میاں مٹھو نے چپکے سے آنکھوں کی کھڑکیاں کھولیں موقع پا کے فرراً اُبھرا۔ اب ان کی سمجھ میں آیا کہ "ٹیں" میں رہائی کا راز پنہاں تھا۔ لاحول ولاقوۃ۔ ان متفنیوں نے مگر بیٹھے اپنے دوست کو مخلصی کا بہانہ سکھا دیا۔ جب سے یہ حکایت مشہور ہوئی۔ اسی وقت سے "ٹیں ہو جانا" مرنے کا بہانہ کرنے یا مر جانے کا اور غش کھانے سے کنایہ ہو گیا۔

ہمارے ترکی زار روآغا ٹیں ہونا بھول گئے تھے۔ لوگوں نے غصہ دلا کے آخر یاد دلایا ایک سو ستاون سال کی عمر میں جنت سدھارے اب سنتے ہیں کہ اُن کی ایک بہو بیٹھیں جن کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔ منگنی ہو کے چھوٹ گئی تھی لیکن محبت کا علاقہ باقی تھا اور یہ بھی ٹیں ہونا بھولی ہوئی تھیں جب زار روآغا چل بسے اور انھیں اُن کے مرنے کی خبر ملی تو انھیں بھی ٹیں ہونا یاد آ گیا۔ کمزور دل ہم جیسے بہت سنانی سنتے ہی ایک ہائے کا نعرہ مارا دل کا لوٹنا چلتے چلتے رکا اور یہ بھی مرحوم ہو گئیں۔

سیکھم سیکھ پڑوسن سیکھ

بھلا جہاں کی حکومت محصولوں کے بڑھانے میں ایسی شیر دل ہو وہاں کی میونسپلٹیاں کیوں آمدنی بڑھانے اور کام میں ہیچھے رہنے کا سبق نہ پڑھیں۔ سنتے ہیں کہ ہمارے شہر کی میونسپلٹی حتی الوسع طرح طرح کے ٹیکس

آمدنی سے وصول کر لیتے شہر کی سڑکوں کو تابوت نما بنا کے صفائی کا سقا یا ہونے کے باوجود ایک جدید قاعدہ نافذ کرنے والی ہے جو تجارت کے حق میں بہت ہی مفید ہوگا۔ یعنی یہ جو اشتہاری لمبے چوڑے کاغذ دیواروں اور مکانوں پر چپکائے جاتے اور انھیں حضرت غالب کے بقول "فریادی" بناتے رہتے ہیں اُن پر بھی میونسپلٹی کو غصہ آ گیا ہے۔ بعض ارکان ان فریادی دیواروں کے زبردستی ہمدرد ہو گئے ہیں اور نہیں چاہتے کہ دوسرے آبلہ زدہ کی طرح تمام دیواروں پر مرہم کے پھاہے چپٹے نظر آئیں جیسا کہ ہمدردوں کے دل میں خدا نے جانوروں کی ماتما ڈال دی کہ مچھر اور کھٹمل مارنے والے کا خون چوسنا اُن کے نزدیک مباح ہو گیا۔ پکڑا اور جرمانہ کر دیا جیل خانے بھجوا دیا۔ ٹھوکریں رسید کر دیں۔ بس چلتا تو پھانسی تک دیتے۔

دیواروں کے ہمدرد ایک قدم ان سے بھی آگے بڑھ گئے۔ یہ دیواریں یہ کچے یہ دروازے نہ سہی

مکان سہی گرچہ ہم تو موجودات میں شامل ہیں جیسے کہ گوز ہر پالیسی کا پلاسٹر ان کے رو سے زیبا ہے چونکہ کاغذ کا بھیانک ان پر چپکے۔ چپکنے کے بعد سوکھے یعنی کے بعد خشک ہو۔ ایک ہلکا سا پپڑے کے جھٹ سے پھوٹ پڑے اور ان کی حالت پر گریہ نہ کئے واللہ وہ دل انسان کا دل نہیں ہو سکتا۔ ہائے اب میری گچ اور چونے کی خوبصورت دیواروں پر لگاؤ دیکھ کے کبھی دیوار کی طرح آنسو کی سیل میں دل بہا جاتا ہے۔ جگر میں اتنے داغ پڑ گئے کہ زخم بعدی ممکن ہے نہ مرہم ہی۔ چنانچہ جناب کسی نے بڑے بڑے اشتہاری کاغذ ان پر چپکانے بند ہم خود چاہتے ہوں اپنی تختیاں نصب کر دیں گی ان پر بیاپار مناسب دستخط اور مہر اشتہاری کاغذ لگا دیے جائیں۔

ہونگے ایسے مالک مکان بھی جو اپنی دیواروں کے ساتھ یہ گستاخی نہ پسند کرتے ہوں۔ تو انھیں قانونی اختیار اسکے روکنے کا بھی حاصل ہے۔ وہ ایک تختی لکھ کے لگا سکتے ہیں کہ خبردار جو ہماری دیوار کے ساتھ دل لگی کی۔ اشتہار باز اس ممانعت کی پابندی نہ کریں گے تو خمیازہ اُٹھائیں گے۔

عدالت اڈیشنل منصفی بنارس

مقدمہ نمبر ۲۳۴ ہوسٹلہ ۱۹۳۲ء
فتح اللہ بنام نذیر حسین وغیرہ

اشتہار عام

ہر خاص و عام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ایک قطعہ نالش نمبری ۲۳۴ سنہ ۱۹۳۲ء از منصفی شہر بنارس فتح اللہ وغیرہ مدعیان بنام نذیر حسین وغیرہ مدعا علیہم حسب آرڈر (۱) قاعدہ (۸) ضابطہ دیوانی رجوع ہو کر مقدمہ مذکورہ بذریعہ انتقال عدالت اڈیشنل منصفی بنارس میں بغرض فیصلہ آیا ہے۔ دعویٰ مدعیان اس بیان کے ساتھ ہے کہ مسجد واقع محلہ دوشی پورہ شہر بنارس کے متعلق زمین افتادہ قدیم سے آبادی نمبر قبل تخمیناً سو سوا سو برس بلا روک ٹوک علانیہ طور سے بغرض ذیل مستعمل ہوتی چلی آتی ہے جس پر مدعیان و مسجد روا جا مستقل ہو گیا ہے اب اُنہیں کسی کو منصب اعتراض و دست اندازی کا نہیں ہے۔

تفصیل اغراض۔ (۱) بیان عالم (۲) عید و بقر عید میں دوکانات رکھی جاتی ہیں جن کی جبری وصول کی جاتی ہے اور وہ پیسہ مسجد کے کاموں میں خرچ ہوتا ہے اور اسکے نیچے شامیانہ لگا کر سبیل چلاتے ہیں (۳) رمضان کے مہینے میں تراویح و ختم ہوتا ہے اور کھانا تیار ہوتا ہے اور اسی زمین پر کھلایا جاتا ہے (۴) شادی بیاہ کی تقریبوں میں دعوت برادری اسی جگہ پر ہوتی ہے اور جو حق ملتا ہے وہ مسجد کے کام میں صرف ہوتا ہے (۵) غازی میاں کا میلہ بھی اسی زمین پر ہوتا ہے اور دوکانات سے جو جبری وصول ہوتی ہے مسجد کے کاموں میں صرف ہوتی ہے (۶) غمی میں جنازے کی نماز پڑھی جاتی ہے اور دوسرے محلہ کے میت والے بھی اسی جگہ نماز پڑھتے ہیں اور مسجد کے کنوئیں سے پانی لیتے ہیں اور محلہ والے غمی کے زمانے میں اسی جگہ ٹاٹ بچھا کر بیٹھتے ہیں (۷) بڑے پیر صاحب کی گیارھویں اسی زمین پر ہوتی ہے اور کھانا پکتا ہے و جلسہ ہوتا ہے (۸) پنچایت وغیرہ محلہ والوں کی اسی جگہ ہوتی ہے (۹) محلہ والے تانا بھی اسی جگہ تنتے ہیں۔ اور بمقابلہ مورث مدعا علیہم عدالت سے پہلے یہ طے ہو چکا ہے کہ متصل کے جو مسجد ہے مدعا علیہم اپنا تعزیہ رکھیں اور اسکے سامان میں بوقت بھانے تعزیہ کے مرمت کریں اور جو تعزیہ پر ۱۱۳۴/۲۴۴ پڑا ہوا ہے اور یا ابو کے نام سے غلط طور پر مشہور ہے اس کے قریب کی زمین ہر صرف تاریخ ۹ و ۱۲ محرم کو تعزیہ کریں اس سے زیادہ مورث مدعا علیہم کو حق نہیں دیا گیا ہے اور نہ اُن کو اجازت ہے اور نہ اس کے خلاف مدعا علیہم کو کوئی کام کرنے کا اختیار منصب ہے۔ دعوی واسطے استقرار حق و اجرائے حکم امتناعی کے منجانب جملہ مسلمانان ممبران سنت جماعت بذریعہ مدعیان بمقابلہ مدعا علیہم منجانب جملہ مسلمانان ممبران اہل تشیع کے ہے لہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ جو مسلمان اہل سنت و جماعت یا جو مسلمان اہل تشیع فریق مقدمہ بننا چاہیں و پیروی مقدمہ کرنا چاہیں بذریعہ درخواست بحیثیت مدعی یا بحیثیت مدعا علیہ شامل دعوی ہوں۔

تفصیل نمبران متعلق مسجد واقع محلہ دوشی پورہ شہر بنارس
نمبرہ ۴ و ۴۲۳۲ و ۴۲۴۷ و ۹۹۹۲ و ۲۰۴۲ و ۲۴۴/۱۱۳۴

مہر عدالت — دستخط حاکم بخط انگریزی

اودھ پنچ
رجسٹر نمبر اے ۷۸۳

LUCKNOW
۱۹۳۴
قیمت فی پرچہ
دو آنے
(۲/)
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
دس روپیہ
قیمت پیشگی اندرون ملک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی

قواعد و ضوابط ادارہ ہذا

(۱) بفضل خدائے عزوجل ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

(۲) اودھ پنچ میں ملکی خبریں نہیں چھپتے اور نہ تبصرہ مضامین ہوتے۔ یہ صرف اپنی بضاعت پر قائم اور تنقیدات سے بے نیاز ہے۔

(۳) قیمت کی بابت یہ سمجھ لیجیے۔ ہم کسی کو یہاں پر چہ لے لیجیے کہ گو ہر نمبر میں فرق ہے بلکہ افادات کی حیثیت سے کل سال بہ دور رعایت نکتہ چینی صحیح مقالوں واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی سیاسی ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ پیشگی لی جاتی ہے۔

(۵) مدرسے شاگردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر پرچہ کی سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ دیا جا سکے۔

(۷) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ:- جو حضرات خریدار ہیں بذریعہ خطوط او منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ کا لازمی ہے۔

منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) زر ضمانت روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲) زر جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر روپیہ جمع کردینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کردی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) حساب و آمدنی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چار رم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پڑا نے پرچے واپس نہ لیے جائینگے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۔ نمبر ۳۰

مضامین

(مورخہ ۔ اگست ۱۹۳۴ء)

غزل

(از حضرت مرزا بانکے شاعر جلیل و یگانہ آتش پرستی)

شیخ اور اُن سے خیمہ میں تخواہ ۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ

بیچے ہو اسے بد خصلتوں کی ۔ مجھ کو سمجھے اپنا ہوا خواہ

کرتا ہوں دل کو وقف محبت ۔ با عقل و صحت بے جبر و اکراہ

کیا پوچھتے ہو شرحِ جدائی ۔ چشمے وصد نم، جانے وصد آہ

آخر کو توڑا کفر اس صنم کا ۔ فتح قریب، نصر من اللہ

بندے شکم کے ہوتے ہیں جتنے ۔ قوم و وطن کے ہوتے ہیں بدخواہ

نوکر بنو تو اپرینٹس ہو ۔ اول باُمید آخر بہ تنخواہ

کیسا زمانہ بدلا ہے یارب ۔ جو شیر تھے کل ہیں آج روباہ

دیکھا جو مجھ کو تو اک ادا سے

وہ شوخ بولا، احمق ہیں، اخاہ!

سختے بدا ز دل گزرد ہر کہ زپیشم
من قاش فروش دلِ صد پارہ خویشم

اس مٹے پر بھی لکھنؤ میں وہ جو کہتے نہیں کہ کیا نہیں ہے۔

چوک ہے۔ جہاں ایک طرف اگر نڈیاں کسبیاں۔ طوائفیں بن ٹھن کر دن رات اپنی تاک دھنا دھن۔ پکڑ کود۔ دھینگا مشتی۔ اسے پکڑ۔ اُسے چھوڑ سے ہنگامہ برپا کرتی اسٹیشنوں کے سگنل کی طرح ذرا سے اشارے میں آپ سے ڈاؤن اور ڈاؤن سے اپ ہوا کرتی ہیں وہاں دوسری طرف چھوٹے بڑے جوہری۔ مادر زاد نجیب الطرفین دلال۔ بھانت بھانت کے نوادر دجانوروں تھا یا کی ہی پر چڑھے ہوئے نواب زادوں۔ مگر یونک تماشا دیکھنے والے تماشبین رئیسوں۔ زمینداروں کو اپنی سود پرور عقل کی کسوٹی پر کستے۔ میٹھے بولوں کے اوزاروں سے ترازوئے نظر میں تولتے۔ تولہ۔ ماشہ۔ بھری میں رتیوں کے ایرپھیر سے ادھر کی کسر اُدھر اُدھر کی کسر ادھر نکالتے حساب کتاب سے

ہمیشہ بائی بھائی رہتے ہیں اور ایسا پیچھا لیتے ہیں کہ جان چھڑانا دشوار ہو جاتا ہے۔

اپنے بھائی بندوں کو ساتھ لیے امین آباد ہے جہاں مندرجہ بالا چیزوں کے سوا سب چیزیں فروخت ہوتی ہیں اور سودیشی پالیٹکس کے شجر بے ثمر کا ہر ظاہر باطن سے خالی نصیبِ دوستاں اور نصیب دشمنان ہوا کرتا ہے۔

حضرت گنج ہے۔ جہاں شان مغربی ایشیائی برقع میں جہاں چنیں کہ کے ہیٹ پوش پتلون پوش اکابران ملت کی نیت ڈانواڈول کرتی اور "کہہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے" کا سبق پڑھایا کرتی ہے۔

قیصر باغ ہے۔ جہاں تاج الملوک لوگوں کی بدولت صبح بنارس اور شام اودھ کا اکثر اتصال ہوا کرتا ہے اور زیر بریں خوان نعماء چہ دشمن چہ دوست کا منظر پیش ہوتا رہتا ہے۔ ٹکسالیں ہیں۔ جہاں کس نی پرسد گریجویٹ۔ گویا لقمن طمن وکیل۔ جراثیم اور راہل جراثیم کش ڈاکٹر۔ مزاج ناشناس حکیم۔ تنانا تنوم تن مٹن مغنی ہر سال کافی تعداد میں بصورت تلبیس ضرب ہوتے ہیں۔

زنانے اور مردانے اسکول ہیں جہاں گدھا گدھا بھر کتابیں ہر لڑکے اور ہر لڑکی کو چینا کرائی جاتی ہیں اور جذبات ہر رگ و ریشہ سے اظہار فی البدیہہ طریقے ایکٹ کرائے جاتے ہیں اور جہاں بارہ مہینے کا تمام زمانہ تعطیلات کے حوادث سے چند مہینے میں ختم ہو جایا کرتا ہے۔

ایوان ہیں۔ جہاں ولائتی ڈپلومیسی اور تدبر کے دھار دار او زار ہزار داستان زبانوں پر رواں کیے جاتے ہیں اور سودیشی کوکین سے بے حسی پیدا کر کے بڑے بڑے انتظامی پھوڑوں کا آپریشن کرنا اور راحت افزا رسنگ اور خوشگوار ڈریسنگ سکھائی جاتی ہے۔

شیش محل ہے۔ جہاں یادگار شاہان اودھ "زمانہ باتو نہ سازد تو بازمانہ بساز" کی چادر اوڑھے گو چراغ تہ داماں ہے مگر ہوا کے دور کے ہر جھونکے پر اب بھی بھڑک اٹھتی ہے۔

البتہ ایسے خانگی کارخانے بھی ہیں جہاں زبان و قلم کے تصرف کا سامان آب و آتش کے کیمیائی اتصال سے بنایا جاتا ہے۔ ایک طرف نباتات و جمادات شرم و حیا سے پانی پانی ہو کر اپنا قالب تبدیل کرتے مختلف جون میں آتے آواگون کو الم نشرح کرتے ہیں، دوسری طرف حیوان ناطق جا بکدست خرادیوں کے حیا سوز بھنڈے ناخراد پر چڑھ کر ایک ہی دو چکروں میں حیوان مطلق بن جاتے ہیں اور بہ آواز بلند گڑ گڑوں کوں اور سیپوں سیپوں کرنے لگتے ہیں۔

اتنی ملے ہوئے شہر میں بی دلمتنا دس نفر بتے ہوئے فقیر وارد ہوئے ہیں۔ صورت سب کی فقیرانہ ہے مگر انداز شاہانہ ہے۔ کرایہ کا مکان ہے۔ باورچی ہے خدمتگار ہے۔ گو دن بھر کاسہ بدست شہر بھر میں گھومتے تیری میری چوکھٹ چومتے پھرتے ہیں۔ مگر رات مزے میں کٹتی ہے۔ خوب کھاتے اور خوب انیڈا اینڈا کر سوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ناواقف ہیں۔

اس لیے آپس میں مصلاح ہوئی ہے کہ ہر شخص آپ بیتی کہا کرے۔ رات کا کچھ حصہ اسی طرح بھی کٹا کرے۔ ہم نے بھی اپنا مختصر تو لیس تعینات کر دیا ہے۔

"وہ درویش"

کے عنوان سے ہر درویش کی سیر حیات و ازدواجی ... جاری رہے گی۔ (باقی آئندہ)

زار ہند لکھنوی

داستان حیرت بیان

یادش بخیر انیسویں صدی کا ذکر ہے کہ مرزا عباس حسین ہوش کی ایک متعلہ نے افسانۂ نادر جہاں کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جہالت کا زمانہ تھا لوگوں کے قلوب فادسٹ اور ورتھر کے بجائے عمرو اور امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محیر العقول کارناموں کی طرف مائل تھے پھر بھی لوگوں کو ۹ برس کی عمر میں نادر جہاں کا علامۃ الدہر بنجانا کچھ جچا نہیں اور اودھ پنچ کے صفحات میں مصنفہ اور اُن کے اُستاد پر دل کھول کے اعتراض کیے گئے۔ یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب بقول مصنف روح تنقید ہندوستانیوں کو تنقید اور تنقید سے کوئی دور کا لگاؤ بھی نہ تھا۔ لیکن بیسویں صدی میں تنقید کا معیار اتنا بلند ہو جانے کے بعد ایک طلسم ہوشربا کو بالائے طاق رکھنے والی کتاب لکھی جاتی ہے اور نقاد کے بجائے بڑے بڑے اہل زبان "پاکیزگی زبان اور اخلاقی خصوصیات" کی وجہ سے اس کو ایک قابل قدر اضافہ فرما دیتے ہیں۔ پاکیزگی زبان اور اخلاقی خصوصیات پر تو آگے چل کے بحث کی جائے گی پہلے بالاجمال قصہ کا پلاٹ سن لیجیے آغا احمد کی صاحبزادی شوکت آرا بیگم اپنی ماں کے انتقال کے بعد اسکول میں داخل ہو کے اپنی قابلیت کے جوہر دکھاتی ہیں۔ بادشاہی بیگم اپنے

لڑکے پیارے کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہیں لیکن شوکت آرا کی سوتیلی ماں صغیرہ اس نسبت پر راضی نہیں ہوتیں بادشاہی بیگم آغا اور شوکت آرا کے شوہر ڈاکٹر مشتاق پر جادو کر دیتی ہیں جس کی وجہ سے ڈاکٹر اپنی بیوی کی صورت دیکھے بغیر نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد اُن کے مرنے کی خبر آتی ہے اور آغا یہ سن کر اپنی تعلیم یافتہ بیٹی پر پیارے کے ساتھ عقد ثانی کرنے پر اتنا اصرار کرتے ہیں کہ شوکت آرا جوگ سادھ کے نکل کھڑی ہوتی ہیں۔ جزیرۂ سیرم میں ڈاکٹر مشتاق سے ملاقات ہو جاتی ہے اور دونوں اپنے وطن واپس آجاتے ہیں مگر فلک کج رفتار یا یوں کہیے کہ جناب مصنفہ کا قلم انھیں کب چین سے بیٹھنے دیتا ہے ملائے سو مالی لینڈ کے کارکن ڈاکٹر مشتاق کو پکڑ لے جاتے ہیں۔ اودھر میاں پیارے شوکت آرا کو اُڑا لے جاتے ہیں۔ بالآخر شوکت آرا کی سہیلی سروری بیگم

سپرنٹنڈنٹ پولیس بن کر جاتی ہیں اور شوکت آرا کو [illegible] سے رہا کرتی ہیں [illegible] ڈاکٹر مشتاق بھی واپس آجاتے ہیں اور سب خوشی خرم رہنے لگتے ہیں۔ جادو ٹونے کے متعلق مصنفہ نے یہ تحریر فرما کر کہ حضرت انسان مجموعۂ مرکب ہیں اُن کے قوت خیال میں بڑی قوت ہے مسئلے کو روحانیت اور کرامات کے حوالے کر دیا ہے۔ اس لیے اس لاجواب استدلال کے بعد اس موضوع پر کچھ لکھنا بیکار ہے۔ مگر اتنا ضرور عرض کر دوں گا کہ جب قوت تخیل اتنی ہی ظہور راور سیہ ... ی میں بھی قابل اعتقاد ہے تو پھر ڈال پری ادال اور اخضر مروارید پر کیوں اعتراض فرمایئے! خیر اس جادو ٹونے اور سروری بیگم کے بھیس بدلنے کو چھوڑیے مگر کیا کوئی صاحب یہ بتانے پر آمادہ ہوں گے کہ اسکول کی پڑھی ہوئی کپتان جہاز اور دیگر انگریزوں سے باتیں کیے ہوئے بنارس کی رہنے والی شوکت آرا اس قدر شرمیلی کیوں ہو گئی

سمن بغرض انفصال مقدمہ

نمبر مقدمہ ۹۰۴ سنہ ۱۹۳۴ء

بعدالت جناب ڈسٹرکٹ اسسٹنٹ جج صاحب بہادر خفیفہ لکھنؤ

ٹھاکر دین ولد امانت قوم کوری ساکن نجیباپرگنہ و تحصیل موہن لال گنج ضلع لکھنؤ مدعی

بنام

مسماۃ جیتا وغیرہ مدعا علیہم

نام ۱۔ مسماۃ جیتا بیوہ بہاری و ۲۔ درگا ولد شنبھو اقوام کوری ساکنان حال ... تحصیل حیدرگڑھ ضلع بارہ بنکی

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت دلا پانے ‎-/8/102 روپیہ کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۴ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔ مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۴ ماہ اگست سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

وقت حاضری بدفتر ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

دستخط حاکم بخط انگریزی | مہر عدالت

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

(آرڈر ۵ قاعدہ ۵)

نمبر مقدمہ ۵۲ سنہ ۱۹۳۴ء

عدالت منصفی بستی ضلع بستی

بابو گنگا پرساد سنگھ ولد بابو ... سنگھ ساکن موضع ... پرگنہ رسول پور منصفی بانسی ضلع بستی ڈاکخانہ ... مدعی

بنام بابو ... سنگھ

ٹھاکر بہادر سنگھ ولد ... بہادر سنگھ پسران بانکے سنگھ عرف ... سنگھ ساکنان موضع ... پرگنہ رسول پور منصفی بانسی حال مقام ... ریاست ... ضلع ... رسول ... مدعا علیہم

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت ... کے دائر کی ہے لہٰذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۰ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دہی دعوے کی کریں اور آپ کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کریں جن پر آپ بتائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہوں آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ... ماہ اگست سنہ ۱۹۳۴ء جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی | مہر عدالت

"بڑی دھوم گجر سے آیاری بنا"

کہار۔ —— "کھم کھم ڈولی —— ہیو —— دھمک ہے۔ جالی ہے۔ بھنگا ہے — ہوں — ہوں"

کرنا کہ مشتاق کو جھوڑکی موجودگی میں اس کے پاس کسے نکلنے کی ہمت نہ ہوئی اور مصنفہ بیچاری کو یہ لکھنا ہی پڑا کہ گھبرا ہی کے پاس ان کی موجودگی میں جوا کھیلنے کا موقع نہ تھا لیکن خود شوکت صبا کی عورت اس طرح گھر سے بھاگی کیوں تھی تو شوکت آرا بیگم حصہ دوم صفحہ ۲۲ ۔ کیا جناب مصنفہ با این ہمہ فضل و کمال جانتی ہیں مدراس اور حیدرآباد کو شہر کا درجہ عطا ہیں فرمانا چاہئیں؟ ۔ اسے بھی جانے دیجیے۔ سروری بیگم شوکت کو تلاش کرنے کے لیے انگریزی کپڑے پہن کر کپتان پولیس بنتی ہیں اور نزاکت یا انداز قد و قامت کے باوجود پولیس کے سپاہیوں کو جُل دے جاتی ہیں۔ آمنّا و صدّقنا۔ مگر شوکت آرا پر کیا خدائی مار تھی کہ برسوں ساتھ رہنے کے باوجود نہ تو سروری کی صورت پہچانی اور نہ اس کے لب و لہجہ پر غور کیا بلکہ سوال وصل پر کرتی پھیلا کے دعائیں مانگنے لگیں کہ بار الٰہا اس موئے فرنگی سے میری عزت بچانا۔ یہ تو ہوئیں پلاٹ کی چند سطحی خامیاں اب ذرا "پاکیزگی زبان اور اخلاقی خصوصیات" پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے۔ صفحہ ۷ پر ارشاد ہوتا ہے "صرف اس کا بارھواں سال ہے" مراد یہ ہے کہ ابھی شوکت ۱۲ برس کی بچہ ہیں۔ صفحہ ۵۳ پر فرماتی ہیں "مشتاق اگر تو بے اجازت میری کہیں چلا گیا تو یاد رکھ تیرے اوپر اپنی جان دے دوں گی" سمجھ میں نہیں آتا کہ مشتاق کی چچا زاد بہن خاتون مشتاق کے بھاگ جانے کے بعد اس کے اوپر کیونکر جان دے سکتی ہے؟ اسی صفحہ پر میاں مشتاق آبدیدہ ہو کر فرماتے ہیں "محبت اور دشمنی کی ڈانٹ و مار میں بڑا فرق ہے" کیا لائق مصنفہ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ واو عطف کا استعمال کن مواقع پر ناجائز ہے۔ اخلاقی خصوصیات اتنی زیادہ ہیں کہ ہم ایسے قدامت پسند ان کا احصا نہیں کر سکتے۔ مگر ناظرین کے تفنن طبع کے لیے بعض اخلاقی خصوصیات نقل کی جاتی ہیں۔ جمال آرا بیگم ایک شریف گھرانے کی بیٹی اور ایک شریف کی بیوی ہیں۔ شوکت کے عقد کا تذکرہ شروع ہوتا ہے یعنی جمال آرا بیگم صاحبہ (جن کی تربیت سے شوکت شوکت بنی) اپنے میاں سے ارشاد فرماتی ہیں "اے مردوے کہہ کے گا کبھی آخر ارادہ کیا ہے" یہ واضح رہے کہ جمال آرا کچھ کم بخت خدا نہ کردہ دہقانی نہ تھے بلکہ جمال آرا بیگم صاحبہ آغا صاحب کے چچا کی صاحبزادی اور بنارس کی رہنے والی تھیں۔ شوکت آرا بیگم صاحبہ کی ایک سہیلی حصہ دوم کے صفحہ ۳۰ پر اپنے شوہر مقدس کی نسبت اکثر مشتاق سے ارشاد فرماتی ہیں کہ "کیا صورت ہے اس مُوئے کی وہ آپ ہماری سرکار میں ناک رگڑتا ہے"۔ اگر صاحب تقریظ ہندوستانی عورتوں میں اس طرح کی اخلاقی خصوصیات دیکھنا چاہتی ہیں تو اُن کو اختیار ہے وہ تعریف میں دفتر کے دفتر سیاہ فرمادیں۔ ورنہ انصاف کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ اودھ پنچ کی طرح بے لاگ تنقید فرمائیں اگرچہ ہمیں بے لاگ تنقید سے عوام الناس کے برہم ہو جانے اور صاحب تنقید کے متعصب مشہور ہو جانے کا اندیشہ قوی ہے۔ شوکت آرا بیگم حصہ سوم ان دو حصوں سے بہت زیادہ بے لگا ہے۔ مگر ہم لائق مصنفہ کی آزردگی کے خوف سے اس مضمون کو یہیں ختم کیے دیتے ہیں ورنہ سخن بسیار است۔

راقم

طالب صفوی

"علم دریاؤ"

قسم لے لیجیے جو آج تک ہماری سمجھ میں یہ بات آئی ہو کہ دام بڑھا دینے میں کس قسم کی اور کتنی لیاقت درکار ہوتی ہے۔ نہ یہی پتا لگ سکا کہ ملازم وہی ہیں تنخواہیں وہی ہیں مصارف وہی ہیں جو لگے سال تھے۔ پھر جوا کی سال ڈاک خانے کی آمدنی بڑھانے کے لیے۔ پانچ پیسے فی لفافہ بھی باقی رہا چار پیسے فی لفافہ بھی باقی رہا اور دو پیسے میں جو کھلا پیکٹ جاتا تھا اُس کے دام بڑھا کر تین پیسے کر دیے گئے یہ کون سی بہادری ایمانداری یا علمی حکمت عملی کی بات ہوئی۔ اے صاحب! ڈاک خانوں میں جو جنس بکتی ہے اُس کی پیداوار کے مالک آپ ہیں اور کسی کھیت میں یہ جنس پیدا نہیں ہوتی کسی سے مشورہ لینے کی ضرورت آپ کو نہیں۔ ابتدا میں آپ نے قلت آمد کا عذر کیا (آپ نے عذر کیا ہو یا ڈاک خانے کے ملازموں نے تنخواہیں بڑھانے کا عذر کیا ہو) اور آپ کو "نرخ بالا کن" کا موقع مل گیا۔ پیسے والا پوسٹ کارڈ دو پیسے کا ہو گیا دو پیسے کا لفافہ چار پیسے کا ہو گیا پارسلوں کا محصول بڑھا۔ قیمت طلب پارسلوں کی رجسٹری فرض ہوئی۔ غرض کوئی گوشہ دنیا کو ستانے یا با الفاظ مہذب آمدنی بڑھانے کا آپ نے نہ چھوڑا۔ دنیا خواہ (؟) رہی کہ ہو گا بھی ضرورت آن پڑی ہے۔ نقصان پہونچے گا تو ہماری تجارت کو۔ اشتہار و شہرت کے وسائل گراں ہو جائیں گے تو خیر آپ کا خزانہ تو بھر جائے گا۔ دونی قیمت کے معنی دونی آمدنی کے ہیں۔ (بعض صیغوں میں چوگنی قیمت بھی ہے) مگر اس پر صبر نہ ہوا چند روز کے بعد لفافہ کے چار پیسے سے پانچ پیسے ہو گئے۔ کھلا پیکٹ کا غذ دل کا صرف چھوڑ دیا اور پوسٹ کارڈ کی قیمت تین پیسے کر دی۔ پیکٹ غالباً اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ "آئندہ دیدہ خواہد شد"۔ اے چند ہی مہینے گزرے تھے کہ پیکٹ پر بھی رال ٹپکی۔ نرخ بڑھانے کی وجہ تو آپ سے کوئی پوچھ نہیں سکتا۔ نہ آپ از راہ ایمانداری بتاتے ہیں۔ نہ یہ صیغہ رعایا کے لیے قابل چون و چرا ہے۔ تعمیل ہو گئی اور ہوتی رہے گی۔ کارکن آدمیوں کو گھٹاتے جائیے۔ چار ڈاکیوں کی جگہ تین ہیں اور چار وقتوں کے عوض تین ہی وقت ڈاک بٹے۔ قیامت کا بوجھ ملازموں پر بڑھاتے جائیے۔ ایک آدمی پر دو آدمی کا کام لدے۔ وی۔ پی پر رجسٹری ہو۔ اور اُس کا فائدہ وی۔ پی کرانے والے کو اتنا سا

اطلاقت الغیب شہادت کے درجے پر نہ پہونچا دے۔ بالکل بنیادی دنگل کا سبوی بخار کیے دو باپیل نہ جا سکے۔ دوستو! بہت بڑی بڑی بیماریاں تو ابھی پیدا ہوئی تھیں اور روزے بھی نئے نئے نکل پڑے۔

فاقہ شہ

میاں فریدوں

(تیرہ ابحمہ ۵۔ جولائی ۱۹۳۳ء)

جلد ہی اعظم کی جگہ رئیس الدولہ ہو گیا۔ فریدوں کا صحنخانہ چھوڑ کے اور کہیں جانے کا نام نہیں لیتا۔ دیکھیے حضرت! آج پھر اس بری خانے میں چہل پہل نظر آرہی ہے تو وجہ کیا ہے؟ دعوتی رقعے تقسیم ہو چکے۔ مختصر سامان دعوت خانہ بلغ میں میزوں پر چنا جا چکا۔ پہلے ایک دو اسپہ گاٹرین گاڑی آئی جس میں سے رئیس الدولہ پیدا ہوئے۔ بعد ازاں ایک اسپ سوار صاحب تشریف لائے۔ یہ مجنو صاحب تھے۔ صاحب خانہ منتظر تھے ہی۔ دونوں کا استقبال کیا۔ پھر وہی چپے ہرے نام اڈیٹر صاحب جن کا تذکرہ ابتدائے داد رہ افسانہ ہو چکا نازل ہوئے۔ ان سب کے بعد ایک سفید پوش داروغہ جی (دیمی پہیمیت) بعد لق افروز ہوئے۔ بس مہمانوں کی آمد ختم ہوئی

صاحب سلامت ہونے کے بعد ہمارے میاں فریدوں بطور ایک مقرر و مصلح کے استادہ ہوئے اور فرمایا:۔

"معزز حضرات! میں نے آج آپ لوگوں کو اس لئے زحمت دی ہے کہ کرم دوست جناب مجنو صاحب سے اور معزز رئیس جناب رئیس الدولہ بہادر سے کچھ ان بن ہو گئی ہے۔ ہم لوگ آپس میں دوست ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ اگر دو دوستوں کے مابین کچھ رنج ہو گیا ہو تو اُسے دفع کر دیں۔ مل بیٹھنا اور دو چار گھڑی ہنس بول لینا اس زمانے میں بہت غنیمت ہے۔ اور قرآن پاک میں بھی "والصلح خیر" آیا ہے۔ لہٰذا میں اپنے دوست مجنو صاحب سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ رئیس الدولہ بہادر سے معانقہ فرمائیں گے اور رئیس الدولہ بہادر سے ملتجی ہوں کہ جو زنگ کدورت اُن کے آئینۂ خاطر پر مجنو صاحب کی طرف سے ہے اُسے اخلاقی رومال سے پاک فرمائیں گے۔"

کچھ مجنو صاحب کے کسی قدر رئیس الدولہ بہادر نے جنبش کی اور صوری گلے قبول ہو گئی۔ اگرچہ رقابت یعنی بنیاد فساد میں کوئی زلزلہ نہیں آیا۔ عمل صلح تا مکمل تھا کہ داروغہ جی نے زبان کھولی۔

"حضرت صلح تو ہو گئی اور اس سے ہم لوگوں کا دل بھی خوش ہو گیا۔ مگر جو رپورٹ مجنو صاحب نے لکھوائی ہے اس کا حشر کیا ہو گا؟"

ابھی داروغہ جی کا اعتراض بے جواب تھا کہ اڈیٹر صاحب نے فرمایا:۔

"اُئے اُئے! ستم ہو گیا۔ فریدوں صاحب آپ نے غضب کیا۔ اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو میں قلم کو روکتا۔ اب مشکش و پنج میں ہوں کہ گھوڑدوڑ والے واقعے کی رپورٹ اخبار میں چھپ چکی اور کل پرچہ ڈاک میں ڈالا جائے گا۔ اے دیکھیے یہ ہے پروف، سنائی مضمون؟"

مستغنی

شاباشی بر غیبت خود

مستغنی

لعینہ مراسلات
"گھوڑدوڑ کا ایک عبرت ناک واقعہ"
(اڈیٹر کا نامہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں)۔

دنیا میں بدکاری اور بیہودگی کا رواج کچھ ایسا عام ہو گیا ہے کہ نیکی بدی میں امتیاز دشوار ہے۔ سو رعل خان خانوں سے نکل کے مسند نشین بزم عام ہو رہا ہے۔ اس بے امتیازی کی ذمہ داری عموماً طبقۂ امرا کی گردن پر ہے جنھیں شیطان نے بری طرح انگلی دکھائی ہے اور جن کے لیے گھر کے گوشۂ تنہائی میں اپنی سیاہ کاری کو مخفی رکھنا دوبھر ہو گیا ہے۔ اب تو سر میدان ناگفتہ بہ معاملات رو براہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ دوشنبہ کو ہمارے شہر کے ایک معزز نوجوان رئیس نے عجیب حرکت کی۔ جان بوجھ کے اپنی گاڑی ایک بند گاڑی سے متصل کھڑی کی جس میں ایک پردہ نشین بیگم گھوڑدوڑ کی سیر دیکھ رہی تھیں۔ ہمارے شہر کے معزز روشن خیال باغیرت ہوشمند نواب زادے سنے

جن کا اسم گرامی نواب اخلاق حسین خاں عرف منجھو صاحب ہے۔ رئیس مذکور پر شریفانہ الفاظ میں اعتراض کیا تو رئیس موصوف بجائے شرمندہ ہونے کے فساد پر آمادہ ہو گئے۔ نوبت ہشت مشت تک پہونچنے والی تھی کہ رئیس مذکور کے ایک بزرگ ہمراہی نے رفع دفع کر دیا۔ اخلاق حسین خاں صاحب کو رئیس مذکور کی زبان سے صرف چند گالیاں سنی پڑیں جنھیں وہ برداشت کر گئے۔ ممکن ہے کہ معاملہ کچہری تک جائے اس لیے کہ گواہ معتبر موجود ہیں ......"

فریدوں: "بس جناب ختم کیجیے۔"

رئیس: "واقعہ بالکل برعکس ہے۔"

اڈیٹر: "میرا رپورٹر معتبر ہے۔"

فریدوں: "پھر بھی آپ کو مجھ سے مشورہ کر لینا تھا۔"

داروغہ: "ابھی میرے تھانے میں بھی ایسی ہی رپورٹ لکھوائی گئی ہے۔"

فریدوں: "ارے بھئی یہ تو اندھیر ہے۔ اڈیٹر صاحب آپکو میرے سر کی قسم اس مضمون کو شائع نہ ہونے دیجیے۔ اور داروغہ جی بھئی اس معاملے کو دبا دو۔" یہ نہ سمجھنا کہ ان جھوٹی رپورٹوں سے فریدوں دب گیا۔ استغفر اللہ۔ مگر معاملہ ہے دوستوں کا اور اب تم دیکھ رہے ہو کہ آپس میں مصالحت ہو گئی ہے۔ پھر بات کا تبنگڑ کیوں بناؤ۔"

اڈیٹر: "فریدوں صاحب کثیر نقصان پڑیگا۔ پرچہ تیار ہے۔ رد کرنا پڑے گا مضمون کا ورق ضائع کرنا ہوگا۔"

فریدوں: "لاحول ولا قوۃ۔ کون سی بڑی بات ہے یہی نہ کہ پچاس ساٹھ روپیہ کا نقصان ہوگا تو بھائی یہ نقصان میرے ذمے۔ میں گلے پائی ادا کر دوں گا۔"

داروغہ: "اور اس رپورٹ کا کیا حشر ہوگا۔"

فریدوں: "واہ داروغہ جی۔ آخر کوئی یہ معاملہ دست اندازی پولیس کے قابل تو ہے نہیں۔ اسے داخل دفتر کر دو۔ اگر فریقین کچہری جانا چاہیں گے اور تم سے رپٹ مانگیں گے تو دیکھا جائے گا۔"

داروغہ: "واہ جناب! ایسے وقوعوں میں ہم کو حکم ہے کہ رجسٹر نمبر دس میں نام لکھو۔"

رئیس الدولہ: "اس سے کیا مطلب؟"

داروغہ: "میں نے جو کچھ عرض کیا اُسے فریدوں صاحب سمجھ گئے۔"

فریدوں: "(کان میں) بدمعاش۔"

یہ معلوم ہوا کہ ناتجربہ کار کمسن رئیس الدولہ کے تمام جسم کا خون کسی نے نچوڑ لیا۔ رنگ تیم کا گابھا ہو کے رہ گیا۔ پسینے پر پسینے آنے لگے۔ بوکھلا کے فریدوں سے لپٹ گئے۔

رئیس: "دیکھیے بھائی صاحب میں آپکو اپنا بزرگ سمجھتا ہوں۔ یہ عزت کا معاملہ ہے۔ اس وقت مدد کیجیے۔ اگر یہی ہے تو پھر مقدمہ لڑ لینا چاہیے کہ ان جھوٹی رپورٹوں کا معاملہ صاف ہو جائے۔ ڈر اسی وقت تک ہے جب تک بات ڈھکی ہے۔"

فریدوں: "بھائی صاحب! بھلا فریدوں کی زندگی میں آپ کی عزت پر حرف آسکتا ہے؟ لاحول ولا۔ اجی اڈیٹر صاحب بھول یا داروغہ جی واللہ وہ تبنگڑ کا لیں کہ وہ کھنا بھول لیں اور یہ پولیس کی چاپلیا بات کا تبنگڑ بنا لیں گے تو پچھتائیں گے۔ اور یوں تو بھئی تیس روپیہ کا لالچ ہے۔"

فریدوں: "ٹھہرا دوستی اور عزیزداری کا معاملہ۔ عزت کا صدقہ مال ہے۔ تمہاری تقدیر کی ...

دو چار سو روپیہ اس کی دلیری سے بات سے ٹل جائے۔ مجھے اور مل رہیگا۔ خدا دیتا ہی رہے۔ ایسے بھائی کے سر پر چاندی کی جوتی لگاؤ۔ بس مزے مزے دوست ہو جائیں۔ غلیہ میں گفتگو کا نتیجہ ایک چیک کی صورت میں تھا جو ڈھائی سو روپیہ کی تھی۔ اصلیت نہ مضمون کی تھی نہ رپورٹ کی ایک پچاسے میں دونوں راضی سے

دل سے تری نگاہ جگر میں اتر گئی
دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

ادھر یہ معاملہ اختتام کو پہونچا اُدھر عروس قاب کے چہرۂ زیبا سے میز پوش کا مقنع اُٹھا۔

"واللہ آپ۔ نہیں جناب آپ۔ یہ لیجیے مرغ مسلم۔ اہاہا۔ بھئی کیا معقول اور کاریگر باورچی ہے۔ کیا خوب کھانا پکایا ہے۔" وہی مثل ہے "ہنس ہنس کے کھائیے پھوہڑ کا مال" ایسی زر ریز و زر خیز دعوتیں کب اور کسے میسر آتی ہیں۔ (باقی آئندہ)

م۔ ح۔ سیتاپوری

اودھ پنچ

رجسٹر نمبر اے ۳۴۸۷

سفید بال جڑ سے کالا

ایک شیشہ تیل ... تک ... سے زیادہ ... کے
تیل ... کا بال کالا پیدا ... تک ... ہے
تو ... بال کالا ... سٹ ... سمری (پنجاب)

مجلدات اودھ پنچ لکھنو ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانے میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۵ع محصول۔ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ و ۱۹۳۲ء علی قیمت فی جلد ... محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔ جلد ۱۹۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنو حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد ۱۹۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

۱۹۳۰ء اور اُسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار۔

منتخبات اودھ پنچ حصہ اول

دور ثانی کی قدیم جلدوں کے منتخب شدہ علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز خزینہ ۱۸۷۷ء تا ۱۸۸۰ء یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت فی جلد عہ علاوہ محصول۔

نیز حصہ دوم مشتمل بر ۹۰ صفحات مجلد عہ محصول ڈاک علاوہ۔

حصہ سوم۔ ضخامت بشرح صدر مجلد عہ علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ لکھنو

LUCKNOW
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
دس روپیہ
قیمت فی پرچہ
دو آنے
۱۹۳۴
قیمت پیشگی اندرون ملک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی

قواعد و ضوابط ادارہ ہذا

(۱) [illegible] سے اردو میں ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) اودھ پنچ میں مرحوم [illegible] کی طرح [illegible] رہے نتیجہ مضامین نہیں

(۳) [illegible] اپنی ضخامت پر [illegible] سے بے نیاز ہے۔

(۴) [illegible] ہمہ پہلی پر تحوریاں پہلے ایسے زیور سے آراستہ ہے بلکہ افادات کی حیثیت سے اسکی صداقت [illegible] کہ جس میں صحیح تاریخی واقعات و دنیاوی معلومات اخلاقی و سیاسی امور پر نظر رکھیے انشاءاللہ سال بھر کے مجموعے آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائیں گے جن کا ثانی کسی [illegible] خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) طلبا یعنی شاگردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر پرچہ کی سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جاسکے۔

(۷) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ:- جو حضرات [illegible] خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) صہ روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید صہ جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۲ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

کیونکہ ... سوالات میں کافی بہتری ہو گئی ہے۔ عقلات
دیار رسانی کا یہ عالم ہے کہ دور کی کچھا اور نزدیک کا فرزند
کو بھی بہ [illegible] سے دیکھنے کی قابلیت بالکل سلب
ہو گئی ہے۔ حقیقت بھی ہوں ضعیف بھی ہوں مسکین بھی
ہوں مشیت و حیثیت بھی ہوں۔ کمزوری کا یہ عالم ہے
کہ چہ پائی کی زبان اور ماتھے کا پسینہ لا ایک مرتبہ کھا لیا
تین دن کھانے کی زحمت سے محفوظ رکھتا ہے اور
جب چار دن کھانے ہضم نہیں ہوتا۔ پہروں ایک ہی کروٹ
پڑا رہتا ہوں۔ بستر کو آیا نہیں دیتا۔ اگر چندے
یہی حال رہا تو جسم روح کے بار سے سبکدوش
ہو جائے گا۔

چلئے صاحب جان سے ہم کسی سے ہم نے لیا دیا

آپ کے بتائے ہوئے شغل بیکاری نے کفایت و آرام
کی حد کر دی اہل غرض دوستوں کا گھر پر مجمع نہیں رہتا
اس لیے کسی وسفارش کا یوتا نہیں۔ شادی بیاہ
میں فضول خرچی اور نیوتے کی رقم تو فیر [illegible] ہو گئی ہے
اس واسطے کہ بستر سے ہلنے کا یارا نہیں۔ جو کوئی ہو ملے
بستر پر آ جاتا ہے تو امام ضامن کا روپیہ بازو پہ
باندھتا ہے میری گرہ سے کچھ نہیں لے جاتا۔
خالی خولی بک بک جھک جھک غیبت و بدگوئی کے
بجائے کلمات عیادت و تسلی زبان پر لاتا ہے۔
مہمان نوازی کی توقع نہیں کرتا کیا معنی کہ از دست
شکستہ چہ خیزد واز ظرف خالی چہ ریزد۔ ابھی تک
تو لوگ عیادت کو آتے ہیں خدا وہ دن کرے
کہ تعزیت کو آئیں اور آپ کا یہ شاگرد بستر نواز
بہ آرام تمام اصلی آرام گاہ یعنی قبر میں ٹانگ پھیلا کے
سو رہے۔ باقی کیا عرض کروں خدا آپ سے سمجھے۔

(۲) جناب من سلام شوق بعجب بہ شور جناب
آپ کے شاگرد یعنی کاتب الحروف نے ایک امیر کبیر
کو نہایت کوشش و سعی سے بہم پہنچایا امیروں
کی دنیا میں کمی نہیں ہے ایک گداگر کی صدا ہے
" ولا غنی تحت اللہ گھر غنی لعنۃ اللہ" میرا
مطلب یہ ہے کہ میں نے جس امیر کو تاکا وہ صرف
گھر ہی کا غنی نہیں بلکہ اس کا دل بھی غنی ہے۔
اور بالکل تمام غالب مرحوم کے اس شعر کا مطلب

اُسے سمجھانے پہ قادر ہوا سے

مے سے غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

یہ رئیس صاحب فی الواقع بہت چست و چالاک
ہنگامہ پسند تھے میونسپلٹی کی ممبری سے لے کے
کونسل کی ممبری تک جتنے مشاغل بیکاری نیا
کیا ہو سکتے ہیں یا سب پر کامیاب حملے کر چکے۔
کوئی انجمن کوئی سوسائٹی کوئی کلب کوئی لیگ
ایسی نہیں جس کے شرکاء کے ارکان میں حضرت کا
نام نامی نظر نہ آتا ہو اندریں حال آپ سے
داد طلب ہوں کہ کیسے چھتر سے جنگل میں مجھ کو
کھانا لگانا پڑا۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح گھس بیٹھ
کے ان کے مصاحبین خاص میں داخل ہو گیا۔
آپ نے بندے کو شاید کبھی نہ دیکھا ہو گا اس لیے
جس قدر قلم سے نکلے ہوئے حروف تعریف کھینچ سکتے ہیں میں
لکھتا ہوں۔ میں ایک سیب لٹکا لگا ہوں۔ کاہلی
و کسالت میں ابو محمد کسلان کا دادا ہوں۔ بال ترشوانے
خط بنوانے ناخن ترشوانے میں تضیع اوقات کبھی
گوارا نہیں کرتا۔ نہانے دھونے کپڑے بدلنے
سے مجھے انتہائی نفرت ہے۔ منہ کبھی دھویا نہیں۔
حقے کی عادت ہے۔ چلم بھر لیتا ہوں۔ نیچہ تازہ
کرنا یا پانی بدلنا میرا معمول نہیں۔ چلم بھرنے انگلیاں
حقے کے سر سے ہو کے گئے سے پونچھ لیتا ہوں۔
آبدست غیر ضروری چیز ہے لہٰذا تیمم بدل وضو
پینے سکنے کی طرح اجابت کے بعد زمین پر گھس لیا
کرتا ہوں۔ ایک ایسے شخص کا وجود جیسا کہ میں
ہوں کسی امیر کی صحبت میں نقل محفل نہ بنے
یہ ممکن نہیں۔

پہلے پہل میرا ہونے دیکھ کے اہل صحبت کی
زبان میں چل ہوئی پھبتیاں کہنے لگے۔ رئیس صاحب
بھی گاہے ماہے اپنے رفقا کے ساتھ پھبتیاں
کہنے میں شریک ہونے لگے۔ ایک مرتبہ مجھ سے
سوال ہوا۔ شیخ صاحب آپ کو افیم پینے میں کیا لطف
ملتا ہے ذری آئینہ لے کے اپنی صورت تو دیکھیے
میں نے داغ کا شعر پڑھا۔

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

پھر مخزن اور میرٹھ امیڈ یکا کے حوالے دینا شروع
کیے کہ افیم کے کیا فائدے ہیں یکسوئی خاطر تجرد خیال
طول عمر۔ نوازل سے نجات۔ تھکن سے چھٹکارا
فروتنی۔ انکسار۔ ہمدردی۔ غصہ سے اجتناب
اشتعال سے تحفظ۔ امراض معدہ سے بچاؤ
جوانی میں طرف تاقی [illegible]
اور نکما بنانے سے برأت۔ [illegible] غلط کرنے [illegible]
رہنے کا سہل نسخہ۔ یہ سب [illegible] کامیابیوں [illegible]
ہیں۔ اپنی آسانی سے بندہ نے ان کو خوب [illegible]
اور رنگا۔ ایک مرتبہ حضرت کہیں اسپیچ دینے گئے تھے
دو تین گھنٹے تقریر کرنی پڑی گھر آ کے آرام کرسی پہ
لمبے لمبے لیٹ گئے۔ ہائے سر میں درد۔ میں نے
ڈبیا سے منہ بھرا ایک گولی نکالی اور کھلا دی۔ اب
"اچھا ٹٹ پڑی گڑ کیسے سیر آدھ [illegible] کہاں [illegible] درد
غائب غلہ۔ حواس قائم۔ اگر آپ بھی انجانے کی تاویل
نہ ہوتے تو میں بڑا اچھا تھا۔ مختصر یہ کہ اب نہ انجمن بازی
ہے نہ سیر سپاٹا ہے نہ ممبری ہے افیم کی پینک
ہے کمرہ ہے وہ ہیں اور بندہ ہے۔ دونوں آپ
افیم اڑاتا ہوں داستان سنتا ہوں۔ بال بچوں
کی پرورش ریاست کرتی ہے۔ چین لکھتا ہے۔
خدا آپ کو درک اسفل میں جگہ دے کیا تدبیر بتائی
ہے کہ واہ۔ میری رائے ہے کہ لبرل گروہ جو
سرکار ابد قرار کو کبھی کبھی اپنے حقوق طلب کر کے
ستاتا رہتا ہے یا باغی گروہ جو بقول بوائز "وسروں"
کے بہرے جوڑے ملک میں شورش پھیلاتا ہے۔
نچلا نہیں بیٹھتا یعنی بیگم یا ابا ہو تو سے علیک سلیک
کرے تیوروں کے ابال میں کمی ہو جائے آپ
کوشش کیجیے کہ ہماری بیکار کونسل کے ممبر بیٹھے
سے بیگار بھلی لگے ہاتھوں ایک رزولیوشن پاس
کر ڈالیں کہ تعلیم کے مفت و جبری ہونے سے پیشتر
افیم کا رواج عام ہو جائے۔ آجکل امن سبھائیں
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھی ہیں کیا اس مبارک قاطع السعادۃ
ہادم العداوۃ شے سے متعلق پروپیگنڈا اور رک

ذلیل و شناعت نہیں کر سکتیں۔ آخر جب اُن کا منصب یہی ہے کہ ملک کو امن و امان کی جانب غب کریں تو کیوں اپنے منصب کو بھول گئیں۔

راقم آثم پینک الدولہ۔

(۳) جناب قواد الملک بنام میجر صاحب سرشتہ بیکاراں۔ واضح ہو کہ جناب والا کے اس مشورہ نے سبب نفع پہونچا یا حسب تحریک جناب بندہ نے ایک بڑی اونچی نالکہ سے آشنائی کر لی۔ الحمد للہ خوب گزرتی ہے تو جہاں ابا اباکستی ہیں ان کے آشنا نہایت ادب سے سلام کرتے اور ہر فرمائش جو بادنیٰ جنبش ابرو کی جائے نہایت مستعدی سے پوری کرتے ہیں۔ رؤسا امرا بے حد و بے شمار گھر پر دوڑ کے آتے اور خوشامد کرتے ہیں فصلی میوؤں کا گھر میں انبار لگا رہتا ہے۔ شادی بیاہ کے کھانوں سے گھر اچھا خاصا نعمت خانہ ہو گیا ہے۔ جب کسی نوچی کے واسطے کہیں سے عمدہ گرنٹ آتی ہے تو بندے کی شیروانی کا حق اضافہ کروا کے آتی ہے۔ ہر وقت اچھے سے اچھا دھاڑی ملار بنگالا تا اور کان کے گھونگھے کو گراموفون کا بھونپو بنا تار ہتا ہے۔ غم پاس نہیں پھٹکتا۔ کبھی تھیٹر میں شب گزاری کبھی سینما میں رات کاٹی۔ بوڑھا نخرہ جنازہ سے کے ساتھ ہے یعنی نائکہ جی ہر وقت بغل گرماتی ہیں۔ امیر امراسے چوسر اور تاش کھیلتا رہتا ہوں۔ بڑے بڑے ممبران کونسل و وزرائے سلطنت سے بے تکلفی بڑھ گئی ہے تخلیہ کی صحبت میں شرکت ہے۔ اس یارانہ گانٹھنے کی بدولت اکثر بی۔ اے اور ایم۔ اے سفارش کروا لیتے اور عہدے پاتے ہیں۔ بلکہ کئی ایک پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل ایسے عہدے پا گئے جن میں فنوں علم کی ضرورت اور بھوؤں نوکروں وسعت نظر کی حاجت ہے۔ رئیسوں کے ملازم خاطر داری کرتے ہیں کہ بھائی خاں صاحب ذری نواب تیلی راجہ شناعت زدہ ٹھاکر بدچلن سنگھ چودھری نحوست الزماں خاں مولوی لعنۃ اللہ کنور کچیال

بہادر رما ستیا ناسی ہوڈ کو انھیں جیسا اوں میں مشغول رکھا اس غفلت کی بدولت جو کچھ فائدہ ہم اٹھائیں گے اس میں چہارم کے شریک تم ہو۔ اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں تو واللہ جو سر کھپانے وقت پائیں..... جہان سے استعفا ملے کے وقت ایسی چڑیوں کو میاں نکال دیے جائیں۔ آپ کو ایجنسی کا مشورہ کا ہے کو ہوہنی کا منتر ہے تسخیر کا عمل ہے دست غیب کا اثر ہے کیمیا کا نسخہ ہے۔ قدر و منزلت کی جان ہے۔ ابھی کل کا ذکر ہے نواب ادھگھر طلوید کے دستر خوان پر بندہ بھی تھا اور نواب صاحب کے بعض عزیز بھی تھے راجہ صاحب اپنے سامنے سے قاب پر قاب میری ہی طرف بڑھاتے تھے عزیز اور دوست منہ دیکھ کے رہ جاتے تھے اب چاہے نواب صاحب کو وہ اپنے دل میں کچھ تمیز کہیں یا نواب صاحب کو ذلیل کر کے اپنی عزت بڑھائیں مگر بندے کی قدر و منزلت مزید سوا ہو بڑھ گئی۔ نواب بہنگالا نواب صاحب کے سگے سالے جوتیاں چٹخاتے چلے جاتے تھے اور میاں نواب صاحب کا سوتیلا خسر انواب صاحب ہی کی موٹر پر دندنا رہا تھا۔ بیٹیا نگر کے تعلقدار نے اپنے بھتیجوں کا گزارہ ابکی سال نہیں دیا۔ مگر بی نوٹن جان سلمہا کی تنخواہ اُن کی والدہ یعنی میرے منہ بولے گھر کے لوگوں کے پاندان کا خرچ۔ میری بائیسکل کی قیمت اور جو کچھ مجھ سے جوے میں ہارے تھے یک مشت گھر پر بھیج دیا۔ اب چاہے بھتیجے فاقوں مریں یا حقدار ترسیں انگارے برسیں۔

(۴) حضرت آپ نے کہا تھا کہ جب تم صدف خانہ میں گوہر یک دانہ رکھتے ہو تو فکر آب و دانہ میں کیوں طول رہتے ہو۔ تم چاہو تو بے منت خلق قورمے پر لٹے پلاؤ شیرمال پر ہتھے مارو۔ فکر آب و آزوقہ میں ڈانواں ڈول پھرنے سے تمہاری بلا۔ واللہ اینجانب اس رمز کو سمجھے ہمشیرۂ عزیزہ کی شادی بغیر درخواست کے

رئیس مذوجہ اختیاری کے ساتھ کر دی گئی ابتدا چندروز رئیس مذکور کے یہاں ناخواندہ مہمان بنا کے بھیجنا پڑا یہ ذری ناگوار بات تھی مگر انجام خوب ہوا۔ اب عزیزہ موصوفہ زوجہ اعلیٰ کی پوری جوڑی دار ہیں۔ خورد محل کہلاتی ہیں۔ مگر جسے پی چاہے وہی سہاگن کلاں محل کی زندگی بن بیٹھی ہیں۔ ولد اکبر ریاست سے بے دخل ہوا ہمشیرہ زادہ وصی مطلق ہے۔ اینجانب گھر میں بیٹھے یاد خدا کرتے ہیں۔ مزے اڑاتے ہیں جامدانی کے انگرکھے بین کے بچار سے کو منتظم موٹر لینڈ و سواری کو حاضر ہے سالا جنگ بہادر خطاب ملا ہے۔ کبھی کبھی بہنوئی صاحب بہن..... سالا..... کہہ لیتے ہیں اول تو سچی بات ہے برا کون مانے دوسرے دودھاری گائے کی دولاتیں بھی بھلی۔ بلا سے شغل بیکاری تو قائم ہے۔ راحت کا سامان تو مہیا ہے۔ دوڑ دھوپ سے تو نجات ہے۔ افسوس ہے کہ خاندان میں عورتیں تو بہت ہیں مگر ایسی فرمانبردار ایک بھی نہیں جو نصیبا جوان کر دے۔ بندہ آپکا تہ دل سے منت گزار ہے اور دعا کرتا ہے کہ شیطان کی سلطنت جب تک رہے اس وقت تک آپ کی ایجنسی بھی رہے۔ ایسی برجستہ تدابیر بتانے والی کوئی ایجنسی دنیا میں نہیں۔ یہ نسخے ان لوگوں کو یاد نہیں ہیں جو ہزاروں کوس کا فاصلہ طے کرتے پہاڑ کے جگر سے سونا روپا تیل پتھر نکالتے ہیں۔ اگر آج آپ کی شاگردی کرتے تو لالوں کے لال رہتے۔ دل آزاری اور غصب و تغلب کے الزام سے بھی بچتے۔ نہ ہینگ لگتی نہ پھٹکری رنگ چوکھا آتا۔ گھر سا نجر کی جھیل بن جاتا۔

راقمہ فیاذ خوش طالع علی خاں المتخلص سعادت

کوڑیاں ہیں جواہرات کے مول
کیسہ کشا و چشم شامت کھول
خس و خاشاک کے لگے ہیں ڈھیر
لوٹ لو لوٹ لو کہ ہے اندھیر

جلد ۱۹ — نمبر ۳۱

مضامین

(مورخہ ۵۔ ستمبر ۱۹۳۴ء)

کلام

(دانشمند یگانہ حضرت احمق پھپھوندوی)

تا بہ امکان کوشش تہذیب نسواں کیجیے — خود بھی عریاں ہو چکے ان کو بھی عریاں کیجیے
ہر وسی آئی ڈی کا رنمایاں کیجیے — کچھ تو کلک و قوم کی گردن پہ احساں کیجیے
تا کجے آخر یہ خاموشی سوال وصل پر — بت نہ بنیے کچھ تو کہیے کچھ تو ہوں ہاں کیجیے
کٹ مریں گے ہم خود آپ ہیں جناب جان ہی — آپ کیوں ناحق تلاش تیر و پیکاں کیجیے
شکریہ اس لطف بیجا کا مگر بندہ نواز — اب بہت نازاں نہ عاشق کو پشیماں کیجیے
سر بڑھو کیجیے آپ ہیں غضب لے اہل ہند — کیجیے ہاں اپنی بربادی کا ساماں کیجیے
سومنات پالسی کو توڑ ہے محمود وار — اس شگوفے کے مضمون کو مسلماں کیجیے
آپ کے یہ وعدہ ہائے دلفریب و دلربا — خوب گلدستے ہیں زیب طاق نسیاں کیجیے
چھیڑیے آشفتگی زلف کا کیوں سلسلہ — اپنے دیوانے کو ناحق کیوں پریشاں کیجیے

ہو چکی نیلام احمق عشق میں سب جائداد
دل ہی باقی اب اسے بھی نذر جاناں کیجیے

دیوانی مثنوی

مولانا پنچ! ہمارے مضمون کا عنوان دیکھ کر آپ حیرت کے مارے اچھل پڑیں تو عجب نہیں اس لحاظ سے کہ آج کل ادب لطیف والوں نے اپنے معلامہ اور ذہن نخافیوں سے فن شاعری کو ایسا چوپٹ کر رکھا ہے کہ کچھ میں نہیں آتا یہ لوگ کیا کہتے ہیں اور کیوں کہتے ہیں نہ قصیدے ہی اپنے حدود میں ہوتے ہیں نہ غزلیں۔ ہر شعر بظاہر محتشم الفاظ کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے مگر جب معانی پر نظر کیجیے تو سناٹا نظر آتا ہے۔ چند الفاظ گڑھتے ہیں جو طبعزاد ترکیب سے ایک دوسرے سے وصل کر دیے جاتے ہیں۔ مثنوی کتنا کھڑی بات ہے ان میں سے کوئی یہ بھی نہ جانتا ہوگا کہ مثنوی ہے کیا بلا۔ مدتیں گزریں اس کا بیج ہی مارا گیا پھر یہ مثنوی کہنے والا کون پھر اور کہاں سے پیدا ہو گیا۔ حضرت آپ کا تحیر بیک حد تک بجا درست مگر

لیکن دنیا ابھی پچاس سال اُدھر کی پیداوار سے خالی نہیں ایک دم گھٹا بگڑا ہوا ہو نہر کی ترتیب کا کہیں نہ کہیں پڑا ہے جو شعر کو معانی کا لباس پہنائے بغیر قلم نہیں اٹھاتا۔ وہ نہ برقی قسم پاش تکی ترکیب پسند کرتا ہے نہ اپنی جبیں نیاز میں سجدے پھڑکاتا ہے اور کہیں کا تو حال معلوم نہیں۔ ہمارے الٰہ آباد ہی میں خدا رکھے دو ایک فرد ایسے ہیں جو کم سے کم یہاں اس فن کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ انھیں میں سے ایک ذات ستودہ صفات مولوی محمد علی صاحب قاصر کی ہے۔ آپ جناب سید علی عباد صاحب مرحوم نیساں شاگرد رشید منشی نسیر مرحوم سے شرف تلمذ رکھتے ہیں۔ واقعہ یہ ہوا کہ آپ کے ایک برادر نسبتی (منجانب اہلیہ) نے دیوانی میں اشتراک اراضی کا دعوے کر دیا۔ ممدوح کو تمام عمر میں پہلی مرتبہ بحیثیت مدعاعلیہ کچہری کی صورت دیکھنی پڑی۔ وہاں آپ سے فرمائش کی گئی کہ اپنا جواب نظم میں داخل کیجیے چنانچہ مولانا نے جوابدعوے نظم میں داخل کیا اور مدعی کی نالش بھی بلفظہ نظم کر دی جو ۵۔ جنوری ۱۹۳۳ء کو اودھ پنچ میں شائع ہو چکی ہے۔

اب بعد انفصالے مدت اپیل عدالت العالیہ ہائیکورٹ مقدمہ کی پوری کارروائی بصورت مثنوی نظم کی ہے اسی کا نام "دیوانی مثنوی" رکھا ہے اس میں تو شاید کسی کو کلام نہ ہو کہ جس طرح چکی بغیر نیچے اور اوپر کے دونوں پاٹ کے نہیں چل سکتی اسی طرح مثنوی میں بھی یہ دونوں پاٹ ضروری بلکہ لازمی ہیں۔ دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ مولانا نے قانونی کیلے میں نیچے کا پاٹ کیسا چوکس لگا کر مثنوی (ہ) امید اٹھا لا ہے کہ بے ساختہ منھ سے واہ نکل جاتی ہے صحت واقعات کے ساتھ سلاست و روانی زبان کو بھی جو مثنوی کی جان کہی جاتی ہے الگ نہیں ہونے دیا۔ کمال اسے کہتے ہیں کہ ایک روکھے پھیکے مضمون میں ظرافت کا روغن زرد ڈال کر اسکو ایسا خستہ مزہ بنا دیا ہے کہ ہر سن و سال یکساں حظ اٹھا سکتا ہے۔ چونکہ ادبی دنیا میں یہ ایک بالکل اچھوتا اضافہ ہے لہٰذا تحفۃً ارسال خدمت ہے۔ چیز مزے دار ہے ذوق سخن فہمی درکار ہے۔ — م۔ ن

"دیوانی مثنوی"

(سلسلۂ اودھ پنچ ۵۔ جنوری ۱۹۳۳ء)

(مؤلفہ مولوی محمد علی مدعاعلیہ قاصر الٰہ آبادی)

مقدمہ نمبری ۹۲ ۲۲ء ۱۹۳۲ باجلاس ڈسٹرکٹ منصف الٰہ آباد۔ مرزا واحد بیگ بنام محمد علی

"آغاز داستان مولوی محمد علی مدعاعلیہ کا نظم میں بیان تحریری داخل کرنا۔
عدالت کا حکم دینا کہ اس میں بہت سے غیر متعلق امور نظم میں جو لاء ٹیکنیکل سے مغائر ہیں لہٰذا نثر میں بھی ایک باضابطہ بیان تحریری داخل کیا جائے۔
مدعاعلیہ کا نثر میں جوابدعوے داخل کرنا۔ تنقیح قائم ہونا۔ تاریخ پیشی پر فریقین کی شہادت قلمبند ہونا۔ برطبق درخواست مدعی عدالت کا معائنہ موقع کرنا۔

گووں تاب سہتا تھا زاید ز ہیں
یہاں بھی تھا ایسا ہی میں نے کیا
اڑا اُن کی عادت پہ اک قہقہا
اسیلج اودزوں نے ہمسل بکا
شہادت میں اتنی طوالت ہوئی
کہ دوسرے دن بیانات کا
شہادت مری ختم جب ہو چکی
کریں انسپکشن کسی دن حضور
نہیں ہاں یہ کچھ دیر بحث رہی
فریقین کے سامنے وقت شام
بت مدعی سر ٹپکتا رہا
جنھیں اپنی نالش میں لکھا قدیم
مرے گھر میں جانے کا اک راستا
اسی راہداری سے اندر گئے
سمجھنے کو دونوں کی شرکت کا طور
ہراک گھر میں اک ایک پاخانہ ہے
کھلی چھت پہ پہونچا جو یہ جھگڑا
یہ کہنے لگے واحد باشعور
کسی نے یہ اُن کی بہن سے کہا
یہ سنتے ہی بیگم کو طیش آگیا
ارے لال خاں اس طرف جلد آ
خبر پاتے ہی میں گیا اُن کے پاس
ارادہ ہے صاحب خود کچھ کہیں
مگر میں نے سمجھا کے ٹھنڈا کیا
قریب اور فن سے نہیں آتا باز
وہ جو چاہے کہدے سنو تم کھڑے
پڑے گھر میں غزلیں بنا یا کرو
کھڑے ہو بھرے منہ میں کیا گھنگنیاں
کہو جا کے حاکم سے بکتا ہے جھوٹ
مری راہداری پہ ہے کوٹھری
اسی کوٹھری پر بنی ہے یہ چھت
نئی شکل کا آج قبضہ سُنا
عمارت پہ قبضہ ہمارا رہے
کہا میں نے کیسی ہو کیا واہیات

نہ ہوتا خسر دیا اور ہو گئیں
جیسے ۔۔۔ ذرا کم نہیں دی ہے تا
عدالت نے پھر حکم سنا دیا
جسے نقش کرتا ہے بیکار سا
کہ دن بھر انھیں کی شہادت ہوئی
مجھے اور گواہوں کو موقع ملا
تو پھر مدعی نے یہ درخواست دی
نہیں شہر سے یہ مکانات دور
یکم مارچ آخر مقرر ہوئی
عدالت نے دیکھا نزاعی مقام
نشاں کچھ نہ اُن سیڑھیوں کا ملا
کیے پیش تائید میں کچھ ندیم
مقابل میں بے حرف کیونکے بیا
محلے کے کچھ لوگ بھی ساتھ تھے
ہراک جزو تعمیر دیکھا بغور
زنانہ ہے وہ یا کہ مردانہ ہے
وہاں ایک تازہ شگوفہ کھلا
کہ اس چھت پہ ہے میرا قبضہ حضور
کہ لو چھت پہ بھی اس نے قبضہ کیا
سلار و کے لونڈے کو دی یہ صدا
ذرا مولی صاحب کو تو لے بلا
جو دیکھا تو غصے میں ہیں بدحواس
ستم اپنے بھیا کے کب تک سہیں
لگیں کہنے مجھ کو بھی دھوکا دیا
اُڑاتا ہے بیٹھا ہوائی جہاز
تمھاری سید تھائی پہ ٹپکی پڑے
اِدھر کا اُدھر تک ملا یا کرو
تمھارے بھی منہ میں ہے لوگو زباں
الٰہی گرے آسماں اس پہ ٹوٹ
جلا۔ نئی ہے جس میں لکڑی بھری
جڑی جس پہ قبضہ کی تازہ چھت
میاں نی مری پائجامہ ترا
فقط چھت یہ واحد بچا را رہے
تمھیں نے تو ساری بگاڑی ہے بات

کر دیا واس روز کی اپنی ضد
تمھیں نے کہا تھا بنے گی جو چھت
پڑی تھی جو سر پر مصیبت نئی
کسی کی شب وصل سوتے کٹی
کسی طرح سے رات آخر ہوئی
چھڑی ہاتھ میں لے کے گھر سے چلا
بجے دس تو حاکم بھی تشریف لائے
ہوئی بحث پھر بعد تحریر نوٹ
مہینہ جب آخر ہوا مارچ کا
جدا صاف باطل سے حق ہو گیا
لکھوں یاں میں اسم گرامی ضرور
الٰہی کرے اور درجہ بلند

ہوئیں جب کہ بجا وج تمھاری بجد
رہے گی سدا بچاؤنی سے بچت
تو اس شب مری آنکھوں سے نیند اُڑ گئی
یہاں کوستے اور روتے کٹی
دو رکعت نماز فریضہ پڑھی
وکیلوں سے ملتا کچہری گیا
وکیل فریقین خود حاضر آئے
چلی خوب باہم وکیلوں میں چوٹ
عدالت نے صادر کیا فیصلا
مخالف کا کل دعویٰ ڈسمس کیا
ہیں مشہور ریس جج ڈپٹی شہرا حضور
حقیقت میں منصف ہیں اور حق پسند

(باقی آیندہ)

م۔ن الہ آبادی

روزانہ اخباروں کی خانہ پری

ہر طرح سے ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس طرح بھی۔

(بدایڈیٹوریل)

مہاراجہ الور کی تشریف آوری اور تشریف بری۔

مہاراجہ صاحب الور یعنی "پر تھو مہاراج" آئے بھی اور چلے بھی گئے اہل لکھنؤ کہتے رہ گئے "کیا آئے کیا چلے" ؎

نہ بستان سرائے نہ میخانہ۔ ہندستان اسرت کے نہ جاتا نہ ادھر کس پری پیکر کی تیاری بساط۔ جھنگلے نہ گل کدہ باد۔ لمبا دسترخوان بچھاتا۔ شاندار و خوشنما کوٹھیوں اور بنگلوں کو سفرۂ عام بناتا۔ ورد دولت کے سلامی۔ حاضر باش۔ ایرا غیرا نتھو خیرا کی پان حقہ سانی پانی سے مدارات کرتا اس نئی روشنی استری شدہ زمانے میں اسراف بیجا اور بے نتیجہ حماقت خیال کیا جاتا ہے۔ کچھ تو اس لیے اور کچھ اس لیے کہ شہر میں کہیں کہیں ہیضہ رونما تھا مہاراج نے تنور شکم کی دہاں دوزی اس وقت کے لیے اٹھا رکھی جب آئی گئی ہو جائے اور فی الحال اسی پر اکتفا کی کہ رسیا پبلک کی آنکھیں سیر بین اور کان نغمہ نواز بنا دیں۔ مفت کا سینما دکھائیں۔ چوک کی رنڈیاں نظر بہ جام دیکھتی رہ گئیں۔ پانچ عدد گنیاں ایک مجرد مغنیہ سب کر گئی۔ پانیر نے اپنے وانٹڈ کے اونچے سرول میں الاپا تھا کہ مہاراج ایک ایڈیکانگ اور ایک چٹ پٹ نویس (اسٹینوگرافر) چاہتے ہیں۔ وہ ریجمنٹ کی عام عملداری اور اس بداد۔ وہی کساد بازاری میں سنئے رنگروٹ کے لیے اتنی لمبی تنخواہ کی پیشکش

بڑی طرار اکیلی تھی۔ کمانے اور دکھانے کے دانتوں کی جیسی بھیں ہیں یہاں اکثر لوگوں نے ہمارے علم میں اپنی اپنی درخواست نہیں بھیجی۔ سر واشنگٹن کے لیے صاحب درخواست کو اپنی تصویر بھیجنا گیلری سبجکٹ رکھا گیا ہے اس کی غلم یہاں کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ تاچیز اڈیٹر کا حسن ظن ہے کہ مہاراجہ صاحب ملدور جہ کے قیافہ شناس ہیں۔ شریف رذیل۔ لائق نالائق۔ کارگزار و مجہول سب قسم کے تصویر نگاہ روبرو ہوتے ہی ذہن میں آجاتے ہیں۔ گو یا ہر تصویر مہاراج کو دیکھتے ہی پٹر پٹر باتیں کرنے لگتی ہے۔ ایسوسی ایٹڈ پریس یہ پتہ لگانے میں اب تک کامیاب نہیں ہوا ہے کہ کس قدر ٹریڈ مارک کے صاحب درخواست کا گزار ثابت ہوتے ہیں اور وہ اگر ارگس حالت میں ہوتے ہیں۔

(بحر کابوس)

خوف سیلاب۔

دریا دل گنگا میا اس وقت ہردوار کے قرب جوار سے لے کر علیگڑھ تک سب کو بہائے بہائے پھر رہی ہیں۔ اُن کے تیور اچھے نہیں معلوم ہوتے ممکن ہے کہ گومتی صاحبہ بھی مچل جائیں پیٹ سے پاؤں نکالیں اس لیے عام لوگوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ پانی چوس کاغذ کافی مقدار میں جمع کرلیں اور بڑی بڑی تونبیاں زنجیروں میں ڈال کر ہروقت پہنے رہا کریں۔ یہ دونوں چیزیں دافع سیلاب ثابت ہوئی ہیں۔

(بحر لغویات)

دو مشہور بدمعاش بھٹے اور کھیرے۔

شکم شہر میں یہ دونوں غنڈے بڑے گڑبڑ مچا رہے ہیں ہر گلی کوچہ میں اُن کی حکومت۔ نوابی گرسے ہوید پولیس کو توجہ کرکے جس قدر جلد ہوسکے اُن کو اپنے دام میں لانا اور چالان کردینا چاہیے ورنہ امن عامہ میں خلل پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

(بحر متفرقات)

ہمارا نامہ نگار خصوصی متعینہ ممالک سمندر پار بذریعہ آبی اور ہوائی تار مطلع کرتا ہے کہ پریسیڈنٹ ہنڈنبرگ کے آنجہانی ہونے پر جو جگہ خالی ہوئی ہے اس کے امیدوار گو بہت ہیں لیکن اگر ہز ہائینس سر آغا خاں یا ہندوستان کے معلل مہاراجہ مہاراجہ اودھ جو بعض نہ سادان ہوسے نہ بہادر ہوسکے ہیں جو غم تعلقہ داران محض مشغلہ بیکاری سمجھ کر اس جگہ کی خواہش کریں تو اس کا بہت امکان معلوم ہوتا ہے کہ قرعہ فال ان میں سے کسی کے نام پر پڑجائے۔

گرکرڈ ... اس ... گرانی (حروف غائب)، نے ایک اژدہا دیا ہے جو خاکی (حروف غائب وہم پڑھے نہیں جاتے) نال اسپتال میں (حروف غائب) لیڈی ڈاکٹر (حروف چھپڑے چندے) مالامال۔ (ناتمام)

ہمارا خاص الخاص خفیہ نویس دہلی سے ٹیلیفون کرتا ہے کہ سانچے تیار ہوگئے ہیں اور ٹریڈ مارک بھی پڑگیا ہے اکتوبر سے ڈھلائی کا کام شروع ہوکر ۲۰ نومبر تک ختم ہوجائے گا۔ اول۔ دوم۔ سوم۔ ٹیڑھا۔ سیدھا۔ الغرض ہر قسم کی اینٹ نکلنے کی امید کی جاتی ہے۔ ریٹ بھی کھل گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ نیا کیمیاوی اتصال آب و گل کس رنگ روپ میں بازار آتا ہے چیپیان اچھی خاصی دلکش ہیں مگر اینڈھن ذرا گیلا ہے۔ اس کا بہت امکان ہے کہ مال دھواں جائے۔ جگر کچا رہ جائے۔

(بحر خرافات)

ووٹر۔ مہربانی کرکے یہ ذرا سا معاملہ طے کرادیجیے۔ ووٹ لیتے وقت اہل محلہ سے آپ نے وعدہ بھی کیا تھا۔

منتخب شدہ ممبر...... پھیرا کرو۔

امیدوار ممبری۔ اللہ کی راہ پر لیجیے ووٹ دیجیے۔

ووٹر۔ پھیرا کرو۔

(بحر نصائح)

اخباروں کو چاہیے کہ ہر بری چیز کو سنسنی خیز ہر بری خبر کو نشاط انگیز۔ ولولہ خیز ہر لوچ و لچر تقریر کو بصیرت افروز اور ہر فکر کو پروپگنڈا اور بدمعاش کو غنڈا لکھا کریں۔

(بحر مراسلات)

(نامہ نگار کی رائے سے اڈیٹر کا متفق ہونا ضروری ہے نہ غیر ضروری)۔

جناب اڈیٹر صاحب اخبار ضمیر فروش تسلیم میری بیاست آپ کی امداد میں ہمیشہ اپنا دست کرم دراز رکھتی ہے مگر پھر بھی آپ چٹکیاں لینے سے باز نہیں آتے پچھلے ہفتے آپ نے میری شراب خواری کی تردید میں غالب کا یہ شعر لکھا تھا ؎

روز پیتا نہیں پی لیتا ہوں گاہے گاہے
وہ بھی تھوڑی سی مزہ منھ کا بدلنے کے لیے

آپ کو حلف لیکر چشم دید لکھنا چاہیے تھا کہ غالب جناب غفران مآب اس ام الخبائث کو پینا تو درکنار اس کو چھونا حرام سمجھتے ہیں۔ خیر آیندہ سہی فی الحال یہ خط شائع کردیجیے۔

مائی ڈیر فادر ان لا۔

اس وقت نشے میں چور رہوں۔ بہت زیادہ مخمور ہوں قلم چل رہا ہے مگر مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ کیا لکھ رہا ہے آپ کی وہی مثل ہے ؎

خر عیسیٰ اگر بہ مکہ رود
چوں بیاید ہنوز خر باشد

میں نے آپ کی بیٹی سے اس لیے شادی نہیں کی تھی کہ آپ ہر طریقہ پر مجھ سے کسب زر کریں۔ سال پیوستہ ولایت کے سفر میں ہاتھ پیر جوڑ کر آپ میرے ساتھ ہولیے اور گو اس کے لیے میں آپ کا مشکور رہوں کہ آپ نے اپنی بیٹی کی موجودگی میں میرے لیے اچھے اچھے مال فراہم کیے مگر اس کی شکایت بھی ہے کہ ہمیشہ اپنا جھوٹا آپ نے مجھے کھلایا معاذاللہ اگر اس وقت معلوم ہوتا تو آپ کی پتلون ڈھیلی کردیتا۔ ادھر سے مال اگر لی یہ چار ادھر سے لیا اور منہ سے آگ اُڑ لائے خبردار اب نہ کبھی مجھ سے روپیہ مانگنا نہ میرے ساتھ ولایت جانے کی خواہش کرنا جو کچھ دیتا ہوں وہی بہت ہے۔

راقم۔ تمہاری لڑکی کا باضابطہ شوہر۔

نیازمند اڈیٹر معذرت خواہ ہے کہ اس کی غلطی سے مراسلہ نگار کے دونوں خط شائع ہوگئے۔

بقلم زار ہند لکھنوی

بسرپرستی خصوصی سرکار نظام خلد اللہ ملکہ
جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء
شرائط و قواعد ایجنسی مختلف قسم مرتب ہو گئے ہیں۔
تین آنے کے ٹکٹ آنے پر مل سکتے ہیں۔
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
لکھنؤ
تار کا پتہ "حنا" لکھنؤ
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ
شاخیں قنوج حیدرآباد دکن دہلی منصوری

وہ جاتا ہے۔ اُف! تارا ہوگیا

امپائر:۔ "دیکھ لینا۔ اب معراج میں کوئی کسر نہیں رہی"

مجلات معاصرین پر تبصرہ

(۱) انکم ٹیکس ساہیلہ مقام اشاعت گجرات۔ ۱۲ روپیہ سالانہ قیمت۔ ایم دین صاحب اڈیٹر۔ ٹیکس والے پر وہ چیز ہے جیسے طرح طلسم آدمی کھا جاتا ہے کبھی بیکار حکومت اپنی تمام مشکلیں اسی ذریعے سے حل کرتی ہے لہذا حلال مشکلات بھی اس کا نام ہے۔ جس کے سر یہ مصیبت ناجائز طور پر بھی نازل ہو جاتی ہے وہ پیچھا نہیں چھوڑتی۔ چاہے اس صاحب کا عرش ہی کیوں نہ ہلا دے۔ اس لیے بس اس کا لقب "قادر مطلق" بھی ہو سکتا ہے۔

ٹیکس بڑھتا ہے کبھی گھٹنے کا نام نہیں لیتا۔ اس لیے اسے "پیری کا برادر حقیقی" بھی کہہ سکتے ہیں۔

عوام الناس اس کے مالہ و ماعلیہ سے اچھی طرح واقف نہیں حالانکہ واقف ہونا ضروری ہے بدیں سبب اسے "غیبی طاقت" کہیں تو عیب نہیں۔

اس سلسلے میں مولف نے کوشش کی ہے کہ حتی الوسع والامکان دنیا اس کے ناجائز اور رخو نخوار اثر سے محفوظ رہے ٹیکس کے مردار خوار سر خروئی اور ترقی اکثر اپنی کارگزاری دکھا کے حاصل کرتے ہیں۔ "دیکھیے سال بھر میں ہم نے اتنے جھینگر مارے" اور اس اندھا دھند میں جائز و ناجائز نہیں دیکھتے۔

بس ہر کاروباری کو یہ رسالہ ضرور خریدنا چاہیے۔ اس میں دلچسپ طرز سے مفید گر بتائے گئے ہیں۔

(۲) قانون حاجی رحیم بخش ایل ایل بی وکیل لاہور مہتمم اخبار بازار انارکلی لاہور سے یہ ماہوار نکلتا ہے تین روپیہ سالانہ پیشگی قیمت ہے۔

قانون یعنی وہ بچہ جو بغیر بسم اللہ کے پیدا ہوا عجیب چیز ہے اور جس طرح ٹیکس عالمگیر وبا ہے اسی طرح یہ بھی ایک عقلی کابوس ہے جس کے علل و اسباب کا سمجھنا مجبوراً واجب لازم ہے۔ اس رسالے میں مختلف قوانین تازہ فیصلے اور ان کے نکات سے بحث کی ہے۔ قانونی مصطلحات کا حل اور ترجمہ بھی ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ بیکار آمد نہیں؟۔

(۳) طلیعہ۔ بارا عید گاہ ضلع پورنیا (بہار) سے محمد ابراہیم صاحب صدیقی نے اردو فارسی کے لیے ایک ماہوار پرچہ نکالا ہے۔ ایک روپیہ چار آنہ سالانہ قیمت ہے۔ علمی امور و مصالح سے اس میں بحث کی جاتی ہے۔ اچھا نہ خاصا ہے مگر فضول مضامین بھی اس میں ہیں نہ ہوتے تو اور بھی اچھا ہوتا۔ مثلاً "گنگا کے کنارے ایک مہ جبیں دوشیزہ" طالب علموں کو دکھائی گئی ہے۔ پھر کسی قدر فحش بھوت خیر ہے اور "طلیعہ" کو ابھی سے آہ پیاری کہنا سکھاتا ہے۔

اڈیٹر صاحب عرض حال میں فرماتے ہیں "ہم نے کوشش کی ہے کہ اہل پنجاب کے صحافتی نمونے سرزمین بہار میں پیدا کریں"۔

اس کوشش میں وہ ماشاءاللہ ہر اعتبار سے کامیاب ہیں ادبی حیثیت سے بھی اور خیالی حیثیت سے بھی۔

(۴) فطرت (ماہوار) مؤلفہ جناب ضیا رشیدی بی اے مقام اشاعت راجگیر (پٹنہ) قیمت سالانہ ہے۔ ادبی پرچہ ہے۔ جو خوبیاں آج کل کے ادبی رسالوں میں لوگ پسند کرتے ہیں وہ سب اس میں ہیں۔ صرف رنگین ننگی تصویریں نہیں ہیں۔ نہ سرورق ہی تو عاجزانہ میں ہیجان خاص پیدا کرتا ہے۔ مہذب پرچہ ہے۔ ستھرے مضامین ہیں۔ دلچسپ نظمیں ہیں۔ تقریباً پانچ جزو کا حجم ہے۔ بہار کی آب و ہوا مدت سے اُردو کو راس نہیں آتی۔ دعا ہے کہ خدا ارباب ہمت کی سعی رائیگاں نہ فرمائے۔

(باقی آیندہ)

جامع اللغات

(نمبر ۵۳)

(بسلسلہ ۲۶ جولائی سنہ ۱۹۳۴ء)

"اعتنا (ع۔ مونث) غمخواری کرنا۔ ہمدردی کرنا۔ تردد کرنا یا فکر کرنا۔ توجہ۔ پروا۔ خیال۔ لحاظ۔ التفات خاطر۔ مدارات (عنی فکرمند ہونا)"

غارت اللغات یا جامع اللغات کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام معانی ایک لفظ اعتنا کے عربی میں ہیں۔

حالانکہ عربی میں اعتنا کے معنی ہیں: دوسرے کے واسطے رنج و زحمت اٹھانا۔ تیمارداری کرنا۔ ہجوم کرنا۔ عنی ماضی ہے مصدر نہیں جس کے معنی فکرمند ہونے کے لکھے ہیں۔

تمام دنیا کو جناب مصنف اللغات (مؤلف نہیں) سے پوچھنے کا حق ہے کہ آخر جناب والا کے کارخانے میں یہ معانی کیونکر ڈھلے۔ ہر لغت میں "عَنَاءٌ" کے معنی

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۷ بابت سنہ ۱۹۳۴ء

بعدالت جناب حاکم پرگنہ صاحب بہادر ہمیر پور بمقام ہمیر پور ضلع ہمیر پور
اجلاس جناب ٹھاکر ہمیر سنگھ صاحب بہادر حاکم پرگنہ ہمیر پور
ڈھول سنگھ وغیرہ مدعی بنام اونکار سنگھ مدعا علیہ
بنام اونکار سنگھ ولد امر سنگھ قوم ٹھاکر ساکن موضع مولنہ پرگنہ ہمیر پور مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت منافع کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۷ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام ہمیر پور اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۲ ماہ اگست سنہ ۱۹۳۴ء کو جاری کیا گیا۔

وقت حاضری دفتر دس بجے سے چار بجے تک

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

اودھ پنچ

رجسٹرڈ نمبر اے ۸۴۳

نمبر ۵ بحری جناب فقیر صاحب سرپرست بیکاران ایجنسی زاد لطفکم۔

تسلیم۔ آپ کی کاہل پروری کے تصدق جائیے۔ خدا آپ کی ایجنسی کو جہان عصر کے کاہلوں کے سر پر قائم رکھے۔ ہر تدبیر معقول ہے ہر حیلہ کارگر ہے۔ ملٹن نیوٹن افلاطون بقراط بیسیوں فلسفی گزرے مگر او ضاع زمانہ کو ان میں سے کسی نے ایسا نہیں پہچانا جیسا کہ آپ کی ایجنسی نے۔ واقعی بندہ نے اس پیری مریدی کے سلسلے میں دنیا کی خوب دیکھ بھال کی۔ بڑے بڑے پڑھے لکھے ایک جاہل کے بس میں آجاتے ہیں اور جس راہ لگائے جاتے ہیں اُسی راہ چلتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ بندہ کوئی ایسا پڑھا لکھا نہیں ہے مگر آج کئی متمول بیرسٹر اور دو تین درجن متمول آدمی میرے حلقہ بگوش ہیں۔ اگر دن کو رات بتاتا ہوں تو کہنے لگتے ہیں ہاں تھی اندھیرا ہے اور اگر رات کو دن کہتا ہوں تو حرارت آفتاب محسوس کرنے لگتے ہیں۔ طرفہ ماجرا یہ کہ جتنی اکثر لیس بے اٹکل باتیں کہتا ہوں سب کی سب مقبول ہو جاتی ہیں اور یہ بیرسٹر وکیل پروفیسر فلاسفر میرے بے معنی اقوال و ملفوظات میں تصوف کے اعلیٰ نکات پیدا کرتے ہیں ایک روز کا ذکر ہے کہ بندہ نے موج میں آکے مصرع پڑھا ۔

گل نو میدہ کے پھول میں کمیلا نہ ہے کیفی بہر

تعریف و توصیف تحسین و آفرین کی جنس تو ارزاں ہوئی مہر حاضر صحبت کا سر کلاک پنڈلم بن گیا۔ ایک فلاسفر کی توجیہ ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں یا ہو۔ یا معبود عبلاان و قائق و مقامات کو کون سمجھ سکتا ہے۔ جو سمجھے تو پتھر کا ہو جائے۔ دوسرے دوست نے تفصیل کی درخواست کی۔ فرمایا کہ بھائی مطلب یہ ہے کہ نئے کھلے ہوئے پھول کی شراب تیز و تند ہوتی ہے اس کے پینے سے کا نشا لگ جاتا ہے اور اگر کانٹا نہ لگا تو خماری (خواری) ہوتی ہے آدمی بے کیف ہو جاتا ہے آپے میں نہیں رہتا۔ میاں کا ارشاد ہے کہ عشق میں خاکساری چھوڑ دو

پھینچ معشوق ہو ورنہ رسوا و خوار ہو گے۔ نازک معدہ اس ثقیل غذا کو برداشت نہ کر سکے گا۔

جناب فقیر صاحب دیکھا آپ نے یوں بزدرۂ ظلم تفظوں میں معنی ٹھونسے گئے۔ حالانکہ یہاں محض از ناقص عقیدت منظور رکھی۔ شدت ارادت نے بیان کو کہیں تک لے کے لوح محفوظ تک پہنچا دیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ قائل اہل معنی کلام کا زیادہ محکمہ ہے یا دیوانہ پرست معنی پہنانے والا۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اگر فحش فقیح بھی میری زبان پر جاری ہو تو وہ نص صریح کا مرتبہ حاصل کریگا۔ المختصر ایسی کم خرچ بالانشین کوئی تدبیر میرے دماغ میں نہ تھی نہایت تعجب ہوتا ہے جب میں اپنے کام کے ابتدائی سرمایہ پر غور کرتا ہوں۔ ہائیں یہ ڈیڑھ دمڑی کی ملتانی مٹی کا زور ہے؟ جس میں کرتا رنگا گیا۔ کہیں یہ اُس ساحری کا اثر تو نہیں ہے جسے سامری نے اپنے گوسالے پر صرف کیا تھا۔ اُس کا رنگ بھی زرد تھا اور آنکھوں کو بھلا معلوم ہوتا تھا اس میں بھی ایسی کشش تھی کہ اللہ میاں کے حق کا غاصب بن بیٹھا تھا لوگ سجدہ کرتے تھے۔

آپ جانتے ہیں کہ میں اگر کاہل نہ ہوتا تو آپکی جانب کیوں رجوع کرتا کاہلی کا مقتضیٰ تھا کہ داڑھی عشاق کی امید کی طرح دراز ہوتی چلی گئی اور میرے شاہ صاحب ہونے میں پھر کوئی کسر نہ رہی۔ ایک پرانی دھرانی مسجد میں جا بیٹھا۔ ہر وارد و صادر پر اپنی قناعت کا سکہ بٹھانے لگا۔ کنوئیں کا ٹھنڈا پانی پینے کو۔ چاول کے رحم اور ٹکڑے کھانے کو چھالی کی ہر قسم چلم پر دم لگانے کو۔ آٹے کی چوکر اور اُسکے گھی سے بلا زحمت روغنی ٹکیا تیار کی اور ناشتہ کر لیا۔ مسجد کے سامنے ایک دیوار کی پرانی نیو پڑی تھی اُس کی اینٹیں دانت نکالے کھکھیا رہی تھیں بندے نے اس نیو پر تھوڑی سی مٹی ڈال کے مصنوعی قبر تیار کی سر شام تسبیح لے کے اس قبر پر جا بیٹھتا۔ آپ جانیے خلقت بھیڑیا دھسان ہے مجھے بیٹھے دیکھا تو دو ایک فالتو آدمی اور بھی آنے لگے۔ مقام بھی بلند تھا دریا کا کنارہ بھی تھا اب مجھ سے پوچھ گچھ ہونے لگی۔ کیوں صاحب یہ کون بزرگ ہیں؟۔

دہی آپ نہیں جانتے یہ بڑے پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ ان کا نام اینٹیا شاہ ہے اور جو سامنے پتاور نگی دکھائی دیتی ہے وہ پتوراشاہ یعنی اینٹیا شاہ کے والد بزرگوار کا مزار ہے۔ اس بندۂ گنہگار کے والد مرحوم اینٹیا شاہ سے ارادت رکھتے تھے۔ یہ مزار کرامات کا مظہر ہے جو اس کو نہ جانے وہ خر ہے۔ دو ایک گنواروں سے ابتدا ہوئی اور آج اینٹیا شاہ کا مزار فائز الانوار مرجع صغار و کبار ہے۔ مراد مند آتے ہیں اور بامراد واپس جاتے ہیں۔ چڑھاوا چڑھتا ہے وہ یاروں کے کام آتا ہے۔ آپ جانیے اجابت ہوئی اور کام چلا۔ قبر کے ساتھ ساتھ اینجانب کی بھی شہرت ہونے لگی۔ ہر صبح و شام دربار گرم ہے لیکن جو کوئی آیا بموجب آپ کی ہدایت کے بندے نے کبھی اُس کو منہ نہیں لگایا ہمیشہ دُتکار پھٹکار میں رکھا فیل نشین ہو یا تکر گدا سب کو ایک نگاہ سے دیکھا۔ دست طلب کبھی نہ بڑھایا — پائے استغنا ہمیشہ پھیلایا جتنی کج خلقی بد مزاجی ممکن تھی صرف کی۔ اگر کسی نے زر نقد پیش کیا فوراً ٹھوکر ماری کہ تھیلی کا پیٹ پھٹا زر بیچ اُڑے بچے صحن مسجد میں جیوں جیوں نہیں تو چھن چھن بولے۔ نذر دینے والا دل میں ڈر اگو یا اُس سے بڑی گستاخی ناقابل عفو ہوئی۔ توبہ و استغفار تو خیر مگر کفارے کے شرائط یوں پورے کرنے پڑے کہ ایک باغ بیرون مسجد تیار ہوا ریاضت گاہ خلوت خانہ یا باصطلاح خواجہ حسن نظامی صاحب بن ابلسہ یا حجرہ یا آشیانہ بھی ساتھ تعمیر کیا گیا۔ یہ گلشن ہے یہ پنجرا ہے اور یہ آپ کا عاجز باوجود ہیچکاری و کاہلی پرانے تیتر کی طرح اس پنجرے میں بھانت بھانت کی بولیاں بولتا ہے سبحرد کا

عالم ہے اور مریدات باحسن و جمال کا جمگھٹا ہے۔ کوئی تلوے سہلاتی ہے۔ کوئی پاؤں دباتی ہے کوئی زلفوں میں تیل ڈالتی ہے کوئی داڑھی سنوارتی ہے۔ کیا مجال جو کوئی بدگمانی کا اظہار کرے۔ ہر پیشہ ور اپنے سے اچھا تحفہ چھانٹ کے لاتا ہے۔ اس کے عوض میں کچھ گالیاں سنتا اور جھک مار کے چلا جاتا ہے۔ قوال آتے ہیں خوش گلوئی کے کرتب دکھاتے ہیں۔ نقد و جنس کے انبار گھر میں ہیں۔ اگرچہ بندے کا درباری لباس وہی ملتانی مٹی میں رنگا ہوا کرتا ہے مگر خلوتخانہ میں نرم نرم قالین کا فرش ہے۔ جھاڑ فانوس جگمگا رہے ہیں۔ گھی سے آبدست لیتا ہوں۔ مشک و عنبر کی جگالی کرتا ہوں۔ کیسا شغل اور کیسا تزکیہ باطن۔

چند روز کا ذکر ہے کہ ایک خان بہادر نے بندے کی ولایت آبی میں کچھ شک کیا تھا اور تہمت رکھی تھی کہ بندے کا مکان عاشق و معشوق کی ملاقات گاہ ہے اپنی سلیح کے بارے میں اپنی بی بی سے چند ناسزا اتہام رکھے اور مجھے بھی اس میں شریک بتایا بندے نے انھیں کے سالے اور بی بی کو ان کے خلاف ابھار دیا خان بہادر باوصف بہادری لغبی و خطا بی بی بی اور سالے کے ہاتھ سے ایسا پٹے کہ یقین ہے عمر بھر یاد کریں گے۔ میں نے ایک نہایت مرغوب طبع ریاضت کا طریق ایجاد کیا ہے جس میں عورت اور مرد کی برہنگی شرط ہے اپنے مریدین و مریدات میں سے جس شخص کو مسعود بنانا چاہتا ہوں اسے تعلیم کرتا اور خلوت ناز میں جگہ دیتا ہوں۔ اس سے مریدوں میں خدمت پیر کی چوٹ پیدا ہو گئی ہے ایک دوسرے پر سابقت کی فکر کرتا ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ چند میں شکل پر اسے اکل جو سب سے زیادہ بیہودہ شکم حرص کے بھرنے کی فکر کرتا ہے وہی مقبول بارگاہ ہو جاتا ہے۔ افشائے راز کا عہد پہلی ہی منزل پر لینے کا معمول ہے۔ عجب دلچسپ منظر ہوتا ہے جب عمل برہنگی کی مشق کی جاتی ہے۔ بہرحال آپ کی بدولت آرام سے گزر رہی ہے۔

نمبر ۲۔ جناب مولانا روح اعلیٰ مجتہد تحریر فرماتے ہیں۔

بارک اللہ آپ کے فتاویٰ بیماشاء اللہ نہایت خوب و مرغوب و خوش اسلوب میں مخیف بکمال امتنان بعرض قطع عام آپ کو مجاز کرتا ہے کہ آپ اس تحریر پر تحریر حقیر کو معرض اشاعت میں لائیں۔ انشاء اللہ محل اعتراض نہ ہوگا۔ مخیف نے بعد تکمیل علوم دین بارہا باب المکاسب کا مطالعہ کیا تاکہ کوئی ذریعہ معاش اپنے لیے تلاش کروں۔ اذلیس للانسان الا ماسعیٰ مگر پائے نگاہ جستجو شل اور منزل مقصود سے ہنوز دوری و مہجوری تھی۔ بحسب اتفاق جناب کی ایجنسی کا اشتہار دیدہ افروز ہوا اور بہ تعمق نظر ملاحظہ کے بعد جناب کو زحمت مشورہ دی گئی کہ بمشاورت ایجنسی رہنمائے کسلمندان روزگار و بیکاران دیار و امصار مخیف بھی اپنے اقصی المآرب پر فائز ہو۔ للہ الحمد و المنہ جو مشورہ حاصل کیا وہ من کل الجہات مفید ذات کسالت سمات اینجانب ہوا۔ چنانچہ بالفعل مخیف باوصف بطالت و کسالت مرجع خواص و عوام ہے یعنے بندہ نے بہ مساعدت بخت ایک لاوارث ضعیفہ کو تاکا اور بہ حیلہ تیر شرعیہ اس کو اپنی جائداد وقف کرنے کی صلاح دی مومنہ مزبورہ وقف پر راضی نہ تھی تاہم عمل "امن یجیب المضطر" کے ورد نے یہ اثر دکھایا کہ زر نقد و زیور و غیر اثاثہ و مکان مسکونہ بنام مخیف و ضعیف کی تولیت میں آ گیا۔ وقف نامہ میں مذکور ہے کہ زر نقد و زیور مولانا۔۔۔۔ اپنی تحویل میں رکھیں اور واقفہ کی تجہیز و تکفین سے جو کچھ بچ رہے اس کے راس المال سے کوئی قطعہ زمین خرید فرمائیں اس کی آمدنی سے مجالس محرم بپا فرمائیں۔ قبر پر قرآن خوان معین فرمائیں ہو انھا نے امریت کریں۔ بمقتضائے مشیت ایزدی واقفہ نے زیادہ نہیں صرف چند روز اس جہان فانی میں قیام کیا اور طرف عالم جاودانی کے کوچ فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اب متروکہ موقوفہ مخیف کے تصرف میں ہے۔ آپ خوب واقف ہوں گے کہ مخیف ایک گوشہ نشین بستر بہت ہے لہٰذا اہتمام و قیام وصیت کی طاقت نہیں رکھتا ما فوق الطاقہ تکلیف یقیناً ساقط ہے۔ پس زر نقد کے دو حصے کیے۔ ایک حصہ ازدواج میں کہ سنت نبوی ہے صرف کیا دوسرے حصے سے مکان کے گرد دکانیں بنوائیں جن کا مستقل کرایہ قوت لایموت مخیف و نفقہ المیہ موصوفہ میں بے دغدغہ ایام صرف ہوتا ہے۔ نسل افزائی مسلمانان بہر نوع افضل ہے اور اس امر خیر سے تعین قرآن خوان بر قبر و اقامت مجالس یقیناً معقول ہے۔ توقع کہ بندہ مخیف عاجز گوشہ گزین کا یہ فعل وصیت و شرط تولیت کے ہرگز خلاف نہ ہوگا۔ المیہ موصوفہ بچے جنیں گی اور بندہ مصروف دعائے خیر رہے گا۔ آپ ہی کے ہاتھ انصاف ہے کہ ایصال ثواب میت مرجح ہے یا شکم پُری حی۔ والسلام۔

نمبر ۳۔ ایک صاحب لبکٹ آباد سے تحریر فرماتے ہیں:۔

جناب منیجر صاحب چھوٹا عرض ہے۔ بندہ حجام ہے اس لیے خلیفہ کے نام سے مشہور ہے اصلاح طرازی و ناخن گیری سوانح ملاحظہ ہو کہ حجامی کا پیشہ کرتے کرتے اور کوری پیٹھ پچھنے لگاتے لگاتے قاضی جونپور بنا اور وہیں ایک گدھی (عورت) سے شادی کی مبلغ دو نفر کرتے پیدا ہوئے ایک کا نام احمق دوسرے کا مغرور رکھا یہ دونوں اپنے آبائی پیشے سے کارہ و متنفر ہو کے کسالت پسند بطال مفت خورے نکلے۔ دو چار حرف پڑھ لینے کے بعد محل انتقال تعلیم سے گردن چرانے لگے

جاری شدہ ۱۸۳۹ء
نہایت نفع بخش ہچکیاں
حاصل کرنے
کے لیے قواعد
مطبوعۂ جدید
۳ کے ٹکٹ آنے پر
مل سکتے ہیں —
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
لکھنؤ
تار کا پتہ "حنا" لکھنؤ
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ
قنوج حیدرآباد دکن دہلی منصوری

"جست و خیز کی تعلیم"

"ہاں پیاری! تھوڑی ہی سی کسر ہے۔ لے ذری ڈیل ساد ھ کے اس تپھر پر پیر کو تو! بس میں ہاتھ تھام لونگا۔ ہچکچاؤ نہیں"

جلد ۱۹ ۔۔۔ نمبر ۳۲

مضامین عمیر

(مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۴ء)

غزل

(از حضرت فرزانہ شاعر بے مثل یگانہ احمق پھپھوندوی)

بے زر ہے وہ مرد ہو زور آور تو انا ہے ۔۔ پیسے کی حکومت ہے طاقت کا زمانا ہے

غزلیں کہیں کیسی دیں صبح پہ نہیں لاتا ہے ۔۔ معشوق کا پھسلانا بندر کا سدھانا ہے

فرصت تجھے ہوٹل سے ہو جائے تو اے لیڈر ۔۔ فاقے کی مصیبت کا کچھ حال سنانا ہے

عالم متحرک ہے غیرت کی حرارت سے ۔۔ اس قوت پنہاں میں بجلی کا خزانا ہے

جو چرخ کے اوپر تھے اب خاک کے نیچے ہیں ۔۔ یا اک وہ زمانہ تھا یا اک یہ زمانا ہے

ہر تیر کے ان آنکھوں کی پڑتی ہے ہمیں پر زد ۔۔ واں تیر ہزاروں ہیں یاں ایک نشانا ہے

کیوں شیخ سا ناکارہ اس عہد میں ہو زندہ ۔۔ کیا اب بھی بلا پیچ کا دنیا میں ٹھکانا ہے

دو دن کی تو ہے دنیا کیا اسکے لیے زحمت ۔۔ ہم مسلم قانع ہیں بس نان تک کھانا ہے

اس دور جہالت میں کیا پرسش دانائی
عاقل ہے وہ جاہل ہے احمق ہے وہ دانا ہے

دیوانی مثنوی

(تتمہ ۵ ستمبر ۱۹۳۴ء)

آغاز داستان داخل ہونا اپیل کا عدالت صاحب جج بہادر میں اور منتقل ہونا اس کا اڈیشنل سب جج میں سماعت اس کی روبروی آئی ڈبلیو ڈ صاحب بہادر اڈیشنل سب جج کے۔

قلم اور کچھ دیر تو ساتھ دے ۔۔ یہ سچ ہے بہت تھک گیا ہے تو لے

تو ہی لشکر کشندہ ہے اس رزم کا ۔۔ تو ہی اس سفینے کا ہے ناخدا

ابھی پار کرنی ہے اک رود نیل ۔۔ کہ ہے قانون میں نام جس کا اپیل

درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار ۔۔ مگر حق نے چاہا تو بیڑا ہے پار

نہ گھبرا کہ ہیں کھینے والے وہی ۔۔ جنھوں نے مدد پہلی کشتی میں کی

یہ بھی چاہتا ہے لکھوں انکے نام ۔۔ کہ ہو جائے واقف ہر اک خاص و عام

مگر ایک دقت کا ہے سامنا ۔۔ کہ ہے مختلف وزن ہر نام کا

بندھیں جو نہ اس بحر میں صاف صاف ۔۔ سمجھ کر وہ معذور رکھیں معاف

اگرچہ ادھر تھے کئی ہم نبرد ۔۔ مگر تھیں سرے کی فقط تین فرد

ہے اک اُن میں حضرت بہادر کی ذات ۔۔ کرے بولنے میں جو بلبل کو مات

بقیہ جو دو ہیں وہ ہیں سینیر ۔۔ ہر اک اُن میں کامل ہر اک نامور

گیا ادھر سے پرشاد کر کے بہم ۔۔ بناتا ہے اک نام پورا قلم

رہے تیسرے رونق انجمن ۔۔ وہ ہیں سید رضی الدین حسن

کروں کیوں نہ شکریہ سب کا ادا ۔۔ ہر اک موقع موقع سے حاضر رہا

میں ہوں مسٹر عاقل کا احسان مند ۔۔ رہے وہ بھی اس باب میں حق پسند

اگرچہ وہ تھے کونسل مدعی ۔۔ سمجھ کر مگر مجھ کو اک مولوی

عنایت یہ کی بلکہ احسان کیا ۔۔ جرح میں بہت کم پریشان کیا

جو بالفرض کچھ دیر الجھا دیا ۔۔ کیا منصبی فرض اپنا ادا

مگر میرے کچھ دوست ہیں فیلسوف ۔۔ بناتے رہے جو سدا بے وقوف

عنایت سے جن کی یہ دعوی ہوا ۔۔ اشارے سے جن کے یہ نزلہ گرا

اگر ہے تو ان سے شکایت ہے بس ۔۔ نہ بھولوں گا میں تا بہ آخر نفس

انھیں کی بدولت ہوا زیر بار ۔۔ انھیں کی بدولت ہوا دل فگار

محمد علی تم کو کچھ خبط ہے ۔۔ شکایت کو کیا اس جگہ ربط ہے

تمھیں رنگ میں بھنگ لازم نہیں ۔۔ شگفتہ مزاجی نہ چھوٹے کہیں

لکھو مختصر واقعات اپیل ۔۔ ہیں مشتاق بیٹھے تمھارے وکیل

ظرافت کی پٹڑی سے بس کر چلو ۔۔ کسی طرح سے ختم قصہ کرو

جو واحد کے تھے ابتدا سے کفیل ۔۔ کرا ہی دی آخر انھوں نے اپیل

ججی سے ہوئی منتقل سب ججی ۔۔ دسمبر کی انیس پیشی بندھی

تردد تو بڑھتا تھا گھٹتا تھا سن ۔۔ کسی طرح مر مٹ کے کاٹے یہ دن

یہاں تک کہ اک ہفتہ باقی رہا ۔۔ وکیلوں کو تیار کرنا پڑا

رہی آٹھ دن اس قدر دوڑ دھوپ ۔۔ کہ چہرے کا سب اڑ گیا رنگ روپ

ہوئی پیشی انیس کو جب اپیل ۔۔ تو بلوائے میں نے بھی اپنے وکیل

خود اجلاس پر جا کے حاضر رہا ۔۔ وکیلوں کو لینے گئے اقربا

وکیلوں کے آنے میں کچھ دیر تھی ۔۔ عدالت مجھی سے مخاطب ہوئی

کہی دھیمے لہجے میں مجھ سے یہ بات ۔۔ کہ آپس میں لڑتے ہو کیوں واہیات

مناسب ہے ہل مل کے یہ دونوں ہو ۔۔ قباحت ہے کیا صلح گر تم کرو

نہیں جانتا تھا جو میں تین پانچ ۔۔ یہ سمجھا بھلا سانچ کو کیا ہے آنچ

حماقت نے منہ سے نکلوا دیا ۔۔ کہ یہ مدعی سامنے ہے کھڑا

حلف لے کے کہدے یہی اسقدر ۔۔ نہیں بانٹا تعمیر سے پیشتر

تو دعوے سے میں باز آیا ابھی ۔۔ میں کل چھوڑ دوں گا رہے مدعی

کہ اتنے میں آ پہونچے میرے وکیل ۔۔ سنی اس طرح جب مری قال و قیل

[1] تصرف نے ی کو کسرہ دیا یا اور شدہ دیا ز ادی ضاد ساکن ہو گیا ۱۲ [illegible]

ایک شیر سرِ ارمان سے ماضی ہولیا چپ شمعی
چپ سیاہ کی شہرگی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔
دورِ صاحبِ میں ایسے ہی ہنگامہ آرائی ہوئی مگر اس مرتبہ
معاملہ سودیشی رہا۔ سارا تو شفقانہ بیتی جو اجرت کا وغیرہ
سو شعبا ندی کے برتن روتائی میں بالو شاہی کر لے۔
معلوم نہیں کس نے دیے کس نے لیے۔ خالو خالہ
امین قرار پائے۔ میرے کھانے کو جنس اثاث پینے کو
آب انگور، فراط سے تھا طبیعت میں
تھی نہ غم دیدۂ غم کا لالہ کا
مضمون تھا۔ دو تین برس حید ہی
کا معاملہ رہا اس کے بعد گھر کی
مرغی دال برابر ہو گئی۔ مجھے کچھ
اور فکر ہوئی اس ازار بندی
خاندان کو اور فکر ہوئی وارث
تاج و تخت گود میں تھا میری
ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔
سو مزاجی سے کشیدگی ہوئی۔
کھاتنی ہو گئی۔ دونوں طرف
کی کمانیں چڑھ گئیں تیر چلنے
لگے۔ نواب ترچھے مرزا سید
نایاب علی مرزا عتاب بیگ۔
مسٹر شاطر اور مسٹر اجکشن بیرسٹران
فیج اُلٹے بلٹے ایڈوکیٹ۔
شفا را الدولہ حکیم باد آور ڈاکٹر
شفتالو۔ رائے بہادر راندر سرائے
صاحبان مسٹر پٹیو ایم۔ اے
ال سی۔ خریطہ، خرباچہ، ایڈیٹران
اخبار وغیرہ وغیرہ میرے
مشیر کار۔ صلاح کار بنے۔ ہر شخص افلاطون وقت۔
ارسطو زماں۔ غیور و خوددار بہی خواہ و خیر طلب ہونیکا
مدعی تھا ظاہر یہ تھا ہر بڑا آبرو دار تھا مگر ذرا سے
اشارے میں ہو چٹ پٹ کر لے رنڈیاں لانے پر تیار
ہو جاتا تھا۔ آپس کی آپا دھاپی نفسا نفسی بم لائی
طوفان بے تمیزی برپا ہوا ہم کے غم خالی ہونے لگے۔
رنڈیوں نے گھر دیکھ لیا ایک آئی ایک گئی ہے

مدن روز دوستی کر دیا ہے ۔۔۔ اگر
کہ عشق کی تاب لانے لگی جتنی ادنی بند ہوئی عشق کا سایا آیا
بڑھنے لگا پہلے پاؤں پھر سر سے اونچا ہو گیا۔
دشمن گھات میں تھا بسیار خاں نے جو تو مارا تختہ
الٹ دیا۔ سر نیچے ٹانگیں اوپر ہو گئیں۔ گدی گئی
بوریا نصیب ہوا اخراج کا حکم ملا ہے
"جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا"

شرکت نامہ آئینہ دار (ہمسری) آئینہ خود نمائی و خود بینی

"اللہ رے میں"

"آہ! اس آئینے میں بجز میری صورت کے دوسری شکل قبول کرنیکی صلاحیت ہی نہیں"

ایک جنگل بیابان کو دشت بیابان میں گزر رہا "شامیانہ
نشان عز" زیر پہ نیب بسر ہوئی خواب دیکھا کہ دن پھر گئے
دس ہنوز ہم پیالہ جب دیکھا ہوں گے اپنی کہیں گے دو ستر دل
کی سنیں گے تب یہ نحوست دور ہو گی ستارے راہ راست
پر آئیں گے۔ "اللہ بس باقی ہوس"

بقلم

زار ہند لکھنوی

سلسلۂ اصلاحِ لغات

(نمبر ۵۴)

"نور اللغات"

(ایڈیٹر کا اپنے مضمون نگار سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے)

فرماتی ہیں بی زمزم اللغات:۔
"باِلخاصہ (ع) ۔ وہ بات جو ایک ہی شے میں پائی جائے"
حالانکہ عربی میں خاصۃ الشئی کی
تعریف یہ کی گئی ہے "ما
لایوجد بدون الشئی
والشئی قد یوجد بدونھا"
یعنے جو بغیر کسی شے کے نہ
پایا جائے اور شے کے واسطے
یہ ضروری نہیں کہ وہ بغیر خاصہ
کے نہ پائی جائے جیسے الف لام
بغیر اسم کے فعل و حرف پر وارد
نہیں ہوتا مگر اسم بغیر الف لام
کے بھی ہوتا ہے۔ پس الف
ولام خاصہ ہوا اسم کا۔
بی زمزم اللغات کو خدا
جانے کون جاہل عرب مل گیا
جو انھیں کبھی صحیح بات نہیں
بتاتا۔ کیا انکی عبارت سے یہی نتیجہ
ارشاد ہوتا ہے یا یہ
ہیأۃ کذائی ۔ (اردو) اس
وضع قطع سے (فسانۂ عجائب)
کہ جب یا یہ ہیئت کذائی وہ
پروردہ دامن ناز و آغوش شاہی
گھر سے نکلا"
کذائی کا یہ املا البتہ عجیب ہے۔ یہ صحیح ہے
کہ ہیأۃ کذائی خالص عربوں کی ایجاد نہیں لیکن
اس کا املا ذائے معجمہ ہوئے نہیں ہو سکتا۔ "کذا"
مرکب ہے کاف تشبیہ اور ذا (حرف اشارہ) سے
دبذال معجمہ) جس کے معنی ہوئے "ایسا" لہذا
ہیأۃ کذائی کے معنی ہوئے "ایسی حالت یا ایسی وضع"

مجلدات اودھ پنچ بابت ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ مجلدات خزینۂ علم و ادب ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہر کلب خانے میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد سے مع محصول۔ سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ و ۱۹۳۲ء کی قیمت

فی جلد معہ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۱۹۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی مفت اور جلد سنہ ۱۹۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۱۹۳۰ء اور اسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار۔

منتخبات اودھ پنچ حصہ اول

دور ثانی کی قدیم جلدوں کے منتخب شدہ علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز خزینہ $\frac{۲۶ \times ۲۰}{۱۶}$ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت فی جلد علاوہ محصول۔

نیز حصہ دوم مشتمل بر ۹۰ صفحات مجلد۔ محصول ڈاک علاوہ۔

حصہ سوم۔ ضخامت بشرح صدر مجلد۔ علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

REGISTERED No. A 703
LUCKNOW
OUDH PUNCH
۱۹۳۴
قیمت فی پرچہ
دو آنے
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
دس روپیہ
اودھ پنچ
G. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW

جلد ۱۹ — نمبر ۳۳

مضامین

(مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۳۴ء)

غزل

(از محمد مہدی علی صاحب سہروردی تاب وکیل ہائیکورٹ (گلبرگہ شریف دکن)

روشنی شمع کا شاید شوخ وہ پروانہ تھا — گھر میں اُسکے گھس کے دیکھا ہر بلا عریانہ تھا

چاہتا ہے وہ گھلے تیدوں کپڑ مردہ کے ساتھ — گھر کا ٹیما پس پر غروب اسے دڑبانہ تھا

گھر سے چھپا یا مارتا اور اسکو لے جاتا اُٹھا — تجھ میں دلیلی میں کی مجنوں اگر یارانہ تھا

اُن مونوں مجس کہاں تھا تو جوہری بھی کہا — اسقدر بھی جو نہ دیکھا کسقدر دیوانہ تھا

دھر لیے جاتے ہیں ان عشاق ہر اک اکٹ پر — ہر قدم پر چیل تھا ہر بات پر جرمانہ تھا

ہم اُٹھی او نادر یہی ہیں سنا ہاں؟ آنکی ہاں — غل غپاڑے کا مرادف نعرۂ مستانہ تھا

الغرض نرغے میں دیکھا اُسکو تعزیرات کے — ہر گھڑی ہر لحظہ ہر دم کام جو مردانہ تھا

بخت اپنا جاگ اُٹھا جس روز روزی مل گئی — ورنہ روزہ ہم وکیلوں کے لیے روزانہ تھا

یار راحت ہی میں ہیں لعنت کا ٹپکا پا کیے — جب مصیبت آ گئی ہیر آشنا بیگانہ تھا

مبتلائے تنگدستی ہو کے آخر مر گئے — وہ علیہ اللعن دار الضرب جنکا خانہ تھا

مجمع عشاق سے جب تابؔ وہ بیزار تھے
کیوں نہ کھانے میں جوی پاس ہی تو تھانہ تھا

پنچ ۔ زیر کافی تعریف کرانی چاہی ہے وہ منجانب!

غدر ۵۷ء کی یادگار

(حیوۃ الاطبا کا ایک ورق)

مسیح دوران شفاء الشہر حکیم گھوگھا مخلص بہ شغل

ولدیت ۔ ادبار الدولہ حکیم ہتیار بخش۔

سکونت ۔ چوراہہ ملک پنجاب۔

وطن ۔ اصلی یونان حال کھسلر

آپ مشہور خاندان طبیہ سے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب مشہور و معروف حکیم سلطوخودوس سے ملتا ہے جو بعثت سے بہت پہلے یونان میں اپنی کفن بخشی کے لیے مشہور تھا۔ آپ کا خاندان بہت بڑا ہے اور یہ فخر آپ ہی کے خاندان کو حاصل ہے کہ اُس کا ہر فرد یا تو حکیم ہوتا ہے یا ڈاکٹر یا وید۔ چنانچہ آپ کے چچا غسل معفا حکیم میمی چھری المخلص بہ اینا گھا گھرا گھاٹ میں برائے نام اجرت لے کر ہر کس و ناکس کو پار اُتارا کرتے ہیں اور آپ کے خالو ڈاکٹر لیلیابیٹ معروف بہ پورن مگھنتہ بڑھی (بروزن سن بڑھی) بھینس پر اپنے دھار دار آلات سے مسان پور میں مُردوں کا بڑا کامیاب آپریشن کرتے ہیں اور یتیمات کے ماہر ہیں سے ہیں۔ آپ مخلف البطن چار بھائی بہن ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی حکیم فاختہ معروف بہ نسخہ چور گھوفسلا نگر کے راجہ چینی راے کے یہاں بڑی تنخواہ پر ملازم ہیں۔ جہیز ہو میں خرش پیدا کرنے کی خدمت آپ کے سپرد ہی اور اس میں شک نہیں کہ اس مخصوص فن میں آپ کو اپنے والد ماجد سے زیادہ کمال حاصل ہے۔ آپ کے منجھلے بھائی ایک ڈوم ڈن کے عشق میں ہندو ہو گئے اور اب مادر زاد حکیم لال بار تنگ کے نام سے کالی گھاٹ میں مطب کرتے ہیں۔ ہر لاش کی نبض دیکھتے مرض درج رجسٹر کرتے اور فیس لے کے کریا کرم کا اصل نسخہ بتایا کرتے ہیں۔ سب سے چھوٹی بہن آپ کی ہیں جو طبیبہ بدمُہری کے نام سے مشہور ہیں اور سیمیا کیمیا کی ماہر ہیں بلا شوہر اولاد پیدا کرنے کا کیمیاوی طریقہ آپ نے ابھی حال میں پیٹنٹ کرایا ہے جو طبقۂ نسواں میں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہا ہے۔

حکیم گھوگھا صاحب کی علمی قابلیت میں کسی فرد بشر کو کلام نہیں۔ علم رجولیت اپنے بطن مادر میں اپنے والد ماجد سے حاصل کیا۔ اُس کے بعد عربی فارسی جرجت و نحو اپنے نانا بزرگوار علامۂ ہُدہُد سے پڑھی۔ منطق اور فلسفہ میں کامل دستگاہ مجتہد العصر میر پر اٹھا سے حاصل کی اور کلیات قانون اور دوسیات اپنے عم بزرگوار حسکیم سوتے جاگتے مرف تریاق سے ختم کر کے راج وید ڈھنڈ ھبکشا سو لیتے وید سے علم وید ک ۔ ڈاکٹر ملیا میٹ اور ڈاکٹر شفر قرمعاتک سے ڈاکٹری اور سرجری سیکھی۔ اس طرح سے آپ حکیم بھی ہیں۔ وید بھی اور چیر پھاڑ کے ڈاکٹر بھی اپنا ہیڈ کوارٹر آپ نے چوراہہ ملک پنجاب میں رکھا ہے مگر جاڑا کہیں گرمی کہیں برسات کہیں گزارتے ہیں تاکہ خلق اللہ کو آپ سے فیض پانے کے لیے سفر آخرت کے سوا دوسرے سفر کی زحمت نہ اُٹھانا پڑے۔ مذہباً آپ چار مہینے یعنے جاڑوں بھر سنی رہتے ہیں۔ گرمیوں بھر ہندو اور برسات میں شیعہ ہو جاتے ہیں۔ یہ شعر کسی نے آپ ہی کی شان مبارک میں کہا ہے ؎

نہ ہندوم نہ مسلماں نہ کافرم نہ یہود — بہ حیرتم کہ سرانجام ما چہ خواہد بود

آپ کے زرین اقوال

(۱)۔ علاج شروع کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ مریض بلحاظ مرض نہیں بلحاظ مالی حیثیت کتنے پانی میں ہے اور اپنے دل میں اندازہ کر لینا چاہیے کہ اسقدر رقم اس سے حاصل کرنا ہے بس اُسی مناسبت سے علاج کرنا چاہیے جب تک مجوزہ رقم فیس یا قیمت دوا کی صورت سے اپنی جیب میں نہ آ جائے اُس وقت تک مریض کو لگائے رکھنا چاہیے۔

(۲)۔ ایسی ترکیب کرنا چاہیے کہ مجالس کے حصوں کی طرح فیس قبل از زحمت کشی مل جائے ورنہ قبل نسخہ لکھنے کے تو ضرور لے لینا چاہیے —

علاج مشکل قرار دیا اپنے گنتی ملنے والے حکیم، ڈاکٹر اور وید اکٹھا کیے اور صبح و شام کی دو پہری ٹھہری۔ دو پہری تھیں دوا دارو کے فاسد مادے کا اخراج پکڑا بالکے بعد عرق بادیان میں صرف زعفران گھول کر دس روپیہ فی بوتل کے حساب سے دام وصول کیے اور پچاس بوتلوں میں اچھا کر دیا۔

(۲)۔ راجہ راجگان راجہ ٹلو دی پرشاد کی دختر نیک اختر کے جسم میں معلوم نہیں کس بد پرہیزی سے ہشیر یا سرایت کر گئی تھی آپ نے اپنے چچا حکیم مسل مصعاعرت میٹھی چھری کے تخلص انہی کی مدد سے ساری ہشیریا باہر نکال لی ایک فٹ کئی انچ لانبی تھی سارا پیٹ نقارہ ہو گیا تھا مگر آپ کی حذاقت سے بچشم زدن اپنے آپ میں آگیا۔

آپ کے تجربات

خضاب لاجواب۔ لائے سڑک کے ڈالنے والا تارکول اور رکھے اس کو نہایت کند دل کی آگ پر دو گھڑی تین پل ایک ساعت جب پکنے لگے تارکول مذکور تو ڈالے اُس میں بول مادہ دوشیزہ و غیر مستعمل دو تولے تین ماشے دو رتی پھر ملا دے اس میں صمغ ببول آدھ پاؤ اور ہو جائے جب ایک آنچ تو پوتے اُس کو سر اور منھ میں اور باندھے ارنڈ کے پتوں سے۔ صبح اٹھ کر دھو ڈالے شیر بیوہ عورت سے پس ہو جائیں گے بال کالے عمر بھر کے لیے۔ معمول بہ و مجرب ہے۔

جہت زیادتی قوت حافظہ۔ چالیس روز تک اگر روزانہ نہار منھ کسی ہوا کا بھٹیارن کے بائیں ہاتھ سے دس جوتیاں سر پر لگوا لیا کرے تو قوت حافظہ میں نمایاں ترقی ہو سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ بعد جوتیاں کھانے کے سوا اللہ پیسہ کی بالو شاہی بر لذت شاہ کی نیاز بطریق معمول دلوا کے رنڈیوں کو بانٹ دیا کرے۔

برائے ہیضہ۔ لائے ایک پیلی کیلے کی بہت بڑی نیم پختہ اس میں داخل کرے فاسفورس بمقدار ایک تولہ اور استعمال کرائے اُسے بطور شیاف پس تحقیق کہ نہ آوے گا دست بعد اس عمل کے اور اچھا ہو جائے گا مریض بے چون و چرا۔

بــــــــــــــتــــــــــــــلم

زار ہند لکھنوی

غزل

(از حضرت فرزانہ شاعر بے مثل و یگانہ اعمش پھپھوندوی)

جوا تا ان مہذب مبتلائے سار تقاہو کر · ہوئے ہیں مسخ ایسے ہم گئے ہیں بوزنا ہو کر
جو دیوں بھی تمہاری بھی جگالی ہے جاد مرد دیکھ · ضرورت کیا ہے گلو کیا کرو گے تم خدا ہو کر
فرزانہ ما سلاطین سب سلاطین کا نام کی · رفو چکر ہوئی جاتی ہے وہ بھی اب ہوا ہو کر

ملا ہے کر سینہ میں ..... کے کانوں تک · جو تاسے کل تو بلک گئے تھے نارسا ہو کر
فرازی کی بدولت ..... سے جان بری مشکل · یہ دنیا میں جہاں بجلی ہو چلی ہے وبا ہو کر
پیر مغل چواسکے یہ ترتیب بوند چھوڑا سکو · اب انگو کی دم اڑ جائیگا یہ فاختا ہو کر
فنا کر دیگی بیکار و تھی کثرت ملکوں کو · یہ بہتر ہاک تکنے اک دن جان لیگی سنکھیا ہو کر
درعلی ہے نہ کپڑا ہے نہ دولت ہے نہ ہو کوئی · گرہم ہیں جیسے جاتے ہیں عربی بے حیا ہو کر
حیات علم باقی ہے فقط احساس مذہب تک · جو یہ جذبہ مٹا رہ جائینگے ہم بھی فنا ہو کر

ثبات باس کا ان حسین بے نقاب حق
بہت مشکل ہو رہنا بھی میں "پارسا" ہو کر

تبصرہ لغات

(نمبر ۵)

"جامع اللغات"

(سلسلہ ۵ ستمبر ۱۹۳۴ء)

افادہ می فرماید جامع اللغات خانم:

"**اعمال۔** عمل کی جمع۔ ...... جب اکیلا استعمال ہو تو بُرے کام مقصود ہوتے ہیں"

یہ تخصیص خدا جانے کس معدے کی جڑ سے نکلی ہے۔ اصل یہ ہے کہ عمل (خواہ نیک ہو یا بد) بُرے اور بھلے دونوں کے واسطے بولا جاتا ہے۔ عمل ذکر سے بُرائی اور بھلائی کا پتا چلتا ہے۔ جہاں پتا نہیں چلتا وہاں حسن عمل اور سوء عمل کہہ کے ابہام دفع کر دیتے ہیں۔ مگر یہ جامع اللغات خانم کی سی باریک بینی ہم جہلا کو کہاں میسر ہے وہ تو ذکی الحس بہت ہیں۔ شاید کہیں دیکھ لیا ہو کہ عمل جب خالی ہو قید سے تو بُرا ہی ہو گا۔ چاہے اس کی نسبت کسی نیک شخص کی طرف دی جائے یا بُرے کی طرف۔ دیکھا آپ نے؟ یوں اپنے اجتہاد کے ذریعے سے اُردو کی دم میں نمدا باندھتے ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:-

"اعمام (ع۔ مذکر) جمع عم کی"

عم کے معنی کیا ہیں! اس توضیح کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ سمجھ میں آ سکے دادا۔ نانا۔ یا شوہر وہی معنی ہیں۔ واہ! کتنی عمدہ کتاب ہے۔

پھر الفاظ کی دم میں یوں دھاگا باندھتی ہیں۔

"افراز (ف۔ صفت) بڑھایا ہوا۔ تعریف کیا ہوا۔ مرکبات کے آخر میں آتا ہے جیسے سرافراز"

جہاں تک ہماری محدود استعداد مدد کرتی ہے ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ افراز و فراز ایک ہی ہیں جیسے افراختن و فراختن ایک ہی ہیں۔ فرازندہ و افرازندہ فاعل کا صیغہ ہیں۔ اور صفت بھی۔ افراختن کے معنی ہیں بلند کرنا اور اٹھانا۔ اس اعتبار سے سرافراختن کے معنی سر بلند کرنے کے ہوں گے۔

دوسرا افراز یا سرفراز کے معنی سربلند کے، رہا "سر بڑھایا ہوا۔ سر تعریف کیا ہوا"۔ نہ تو ہم نے کسی کو بولتے سنا نہ لکھتے دیکھا۔ نہ کسی کتاب میں ملا۔ مگر صاحب ہم کیا اور ہماری استعداد کیا۔

البتہ ایک تمنا دل میں خود بخود پیدا ہو گئی کہ بڑھایا ہوا کی تفصیل بھی لکھی ہوتی تو خوب ہوتا۔ اگر بڑھایا ہوا سے کیا مقصود ہے۔ طول میں بڑھایا ہوا کہ عرض میں سطح میں یا دور میں عمق میں؟ علیٰ ہذا القیاس "تعریف کیا ہوا" بھی مبہم ہے اگر کوئی مثال مل جاتی جیسے افراز بمعنی "ستودہ" کے اردو یا فارسی میں بولا گیا ہوتا تو اعتراض کی گردن تیغ میں بلاشک چلی جاتی۔ دو معنی لکھے دو لونڈے لنگے غیر معلوم النسب جن کا نہ فارسی میں وجود نہ اردو میں۔ یہ لغات افرازی نہیں تو ہے؟ -

افراز و فراز کے معنی فارسی میں اور بھی ہیں مگر وہ اردو میں غیر مستعمل ہیں۔

پی لغات خانم جبین الفاظ پر یوں افشان چھڑکتی ہیں:-

"افشاں (ف) مونث مُقیش یا گوٹے کے باریک کترے ہوئے ٹکڑے جن کو عورتیں ماتھے پر یا بالوں پر چھڑکتی ہیں"

پی لغات الفنفشی یعنی نور اللغات نے خانم صاحب کو بہکا دیا اور یہ بہک گئیں۔ نور اللغات کے تبصرے میں ہم لفظ "افشاں" پر بحث کر چکے ہیں یہاں دہرانا بیکار ہے۔

اصل یہ ہے کہ یہ فارسی وضع قطع کی لفظ بے شک ہے اور جاہلوں کو ضرور شبہہ ہوتا ہے کہ یہ فارسی ہے۔ حالانکہ نہ یہ رسم ایران میں ہے نہ یہ لفظ اس معنی میں مروج ہے "افشان" چھڑکی جاتی ہے "افشاندن" کے معنی ہیں چھڑکنا لہٰذا ہندوستان کی فارسی نژاد عورتوں نے اس کا نام "افشان" باعلان نون رکھا اور رہتے ہوتے نون صاحب غنہ ہو گئے۔ یہ لفظ باعلان نون اونچے گھرانوں میں اب تک بولا جاتا ہے محتاط شعرا اسے فارسی ترکیب سے نظم نہیں کرتے اگر ایسا ہوا بھی ہے تو یا یں عذر کہ "افشاں" ہے افشان کا اس لیے کہ افشاں چھڑکنے کا دستور ایران میں تو ہے نہیں اب اگر فارسی زبان میں اسے نظم کریں تو کیونکر؟ دیگر اعلام کا جو حشر فارسی میں ہوتا ہے وہی اسکا بھی ہوگا۔

ہم نے اس مضمون میں بار بار اس بات پر افسوس کیا ہے کہ نقالوں کی وجہ سے ہر غلط کار کی غلطی رواج پا جاتی ہے۔ پنجاب کہاں۔ کاکوری کہاں۔ کاکوری میں ایک گھامڑ اللغات مرتب ہوئی۔ پنجاب والوں نے اسے دیکھا۔ نقل کی قوت میں کھجلی ہوئی۔ یہ بھی نظر آیا کہ کام آسان ہے اگر اس نے دنیا کو جاہل خیال کر کے مہمل اجتہاد کیا تو ہم بھی اس پر قادر ہیں۔ جب کوئی صاحب علم اس پر نشتر کا کسی نے کان نہ ہلایا۔ تو ہم سے کون تعرض کرے گا۔ اس کی مدح و ثنا ہوئی ہماری بھی ہوگی۔ اور ضرور ہوگی۔ ہاں صاحب ہوئی مگر اردو کمبخت مٹ کے رہ گئی "خاک در دہان مداحین"، ایک حدیث کا غالی ترجمہ ہے۔ (باقی آئندہ)

مراقب

ادبار اللغات

مساوات اسلامیہ

"مؤلفہ جناب مولوی شیر محمد صاحب قادری کاکوری مشین ساز و پرزہ مرچنٹ نظیر آباد لکھنؤ قیمتی ۶ / "

اس نام کی ایک مختصر کتاب ہمارے پاس "تقریظ" کے واسطے آئی ہے اصل تو یہ ہے کہ اضافی اور نسلی مفاخرت نے اسلام کو ضرر پہونچایا اور بہت پہونچایا۔ شرف ذاتی کچھ نہیں تو "فلاں ابن فلاں" بھی کچھ نہیں مرد وہی ہے جو کہہ سکے کہ میں ایسا ہوں۔ نہ وہ جو کہے "پدرم سلطان بود" دونوں شرف اگر کسی ذات میں جمع ہو جائیں تو پھر کیا کہنا۔ یہ خدا کا ایک فضل ہے جس میں اولاد اپنے آبا و اجداد کی شریک ہوگی۔ مفاخرت کی جائز صورتیں بھی صلحا کی سیرت سے نکلتی ہیں۔ مثلاً رجز خوانی میں لڑائی کے وقت۔ یہ کبھی جہلتوں پر مبنی ہے۔ (۱) آبا و اجداد کے مفاخر یاد کرنے سے دل میں جوش پیدا ہوتا ہے (۲) آبرو پر جان قربان کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے (۳) دشمن کو خوف ہوتا ہے کہ بڑا نامی گرامی شخص ہے لڑنے میں احتیاط لازم ہے (۴) فصاحت و استعداد علمی بھی ظاہر ہوتی ہے (۵) شرکا تقلید پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یا خلاف دشمن کی تکذیب یا درکسی اتہام کا ابطال مقصود ہو۔ یا گواہی کا محل جس میں انکسار بے تدلل فضول بلکہ داخل دروغ سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی درحقیقت شاہزادہ ہو تو مقام استفسار یا شہادت میں وہ انکسار اً یہ نہیں کہہ سکتا کہ جی میں تو آپ کا غلام خانہ زاد ہوں۔ اسی طرح عالم یا مجتہد یا امام یا رسول ہو تو [illegible] انکار نہیں کر سکتا۔ علیٰ ہذا القیاس درصورت احتجاج۔

لیکن اس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ پیرزادگی کے زعم میں آپ کسی کو میں ڈال لیے۔ اور زمین پر قدم نہ رکھیے۔ چنانچہ خود پیمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے "انا سید اولاد آدم ولا فخر"، مطلب اس کا بالکل صاف ہے کہ میں بنی آدم کا سردار ہوں مگر اتنے بڑے شرف پر بھی مجھے غرور نہیں۔ عرب کی ساری قوم ڈینگ مارنے کی خوگر تھی۔ ان کو یہ تعلیم نہ دی جاتی تو شاید رسالت ہی غیر مکمل رہتی۔ بھلا یہ بھی کوئی فخر کی بات ہے کہ ہمارے مردوں کی تعداد زیادہ ہے اس لیے ہم تم سے افضل ہیں۔ مگر تکرار اسی بات پر بڑھی اور

M.B.K

نیند آتی ہے نہ آتا ہے وہیں سے کوئی
ڈھونڈ لائے تجھے اے موت کہیں سے کوئی

"ممی! ٹیوٹ کی چہ چہ بھی ہے۔ گھڑی کی کھٹ کھٹ بھی ہے۔ مگر سوکھے ہوئے اُمید کے درخت میں بہار کی آمد کا وقت ہی نہیں آتا۔"

اور قبریں گھٹی جانے لگیں۔ سورۂ تبارک نازل ہوا اور اس نے فیصلہ کر دیا کہ شمر وغیرہ جیسے خاندان کبھی لہو میں بہت ہوں۔ تھے وہ سب کافر کبھی خاندان کے کافروں کی بڑی تعداد ہونے کے یہ معنی بھی نکلتے ہیں کہ حبشیوں کی گنتی بھی ان سے زیادہ ہے۔

الحاصل مولوی شبیر محمد صاحب قادری نے بالکل برمحل یہ کتاب لکھی اس کی زبان عام فہم ہے بلحاظ ظرافت ہمیں مؤلف محمدح کی ایک رائے سے اختلاف ہے کہ اہل اسلام کی غالب تعداد (جو امیر ہے) انکسار فروتنی سے ہر محل پر دور بھاگتی ہے۔ اور غربا پر فوقیت جتاتی رہتی ہے۔ نہیں صاحب۔ برخلاف اس کے ایک موقع ایسا بھی لگا ہے گا ہے آجاتا ہے کہ بڑے بڑے امیر منکسر مزاج نظر آتے ہیں۔ پوچھیے کس وقت؟۔ بس حضرت۔ خدا کسی کو ووٹ (ووٹ نہیں) کا محتاج نہ کرے بڑے بڑوں کو ایک پرچۂ کاغذ کے لیے بھوسو چمار، کلو الودھو، بدھوں پاسی، بدلو مہتر، لکی کوری، ختو انائی، بھجو کنجڑا، لقائی کبڑیلے، اللو قصاب، اخینا فسس جیسا کے قدموں پر گرتے اور گڑگڑا کے یہ دعا مانگتے سنا ہے:—

"تم اچھا ہو۔ تم خالو ہو۔ تم نانا ہو۔ تم دادا ہو۔ تم بھائی ہو۔ تم بہنوئی ہو۔ ہم تمہارے غلام ہیں غلام ہیں احکام میں۔ دیکھو اتنا سمجھ کے ووٹ (دل میں سسرے آج آیا ہے باپ بنانا کل تیری ڈیوڑھی پہ گئے تھے تو دُتکار بتائی تھی۔ ہم سے مکاری نہ کرو۔ نہیں تو ایک جوتا ماریں گے کھوپڑی ٹوٹ جائے گی)۔ تو یقین مانیے فوراً جناب امیدوار ممبری صاحب اپنی چندیا ننگی کر دیں گے اور کہیں گے بھائی معاف کرو تم بزرگ ہو۔ بزرگوں کی مار ہمیں کو دینا"

تمہیں مانئے اس وقت وہ کتنی ہی بدزبانی کرے پاکستانی کا مرتکب ہو۔ مثلاً یہ کرے: "دعا سسر کنہ کے اب آئے ہو باپ بنانے۔ کل تمہارے دوار گئے رہیں تو دھتکار دیے رہو۔ ہم سن مُراہی نہ کرو تا ہمیں تو ناراب ایک نہیں کپار پھاٹ جائی"

کیسے نصیب؟ تم خوشی سے اس معصوم شفاف ساری چندیا پر چڑاؤ کام کرو۔ مگر ووٹ ہمیں کو دینا۔ دعا ہے کہ مؤلف صاحب کی سعی مشکور ہو۔ فقط

"ہفتہ وار مسند"

مؤلفہ جناب مولوی عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی۔

کلکتہ سے یہ نیا ہفتہ وار دو ہفتے ہوئے کہ نکلنے لگا ہے۔ مؤلف ایک مشہور ذی علم دوست اہل قلم ہیں۔ لہٰذا یقین رکھنا چاہیے کہ یہ ہفتہ وار ایک علمی پرچہ ہوگا۔ یادش بخیر علم کا پرچا مدت ہوئی کہ ٹھٹی ملے نویسوں کی ٹلے نویسی پر تصدق ہو گیا۔ "ٹلے نویسی" کی شرح اودھ پنچ میں کبھی شائع ہو چکی ہے۔ یہاں اس لیے دہراتے ہیں کہ ہمارا مطلب لوگوں کی سمجھ میں اچھی طرح آجائے۔

خدا بخشے شاہی زمانے کو۔ عجب دلچسپ زمانہ تھا۔ سنتے ہیں ایک تھے لالہ قلمدان پرشاد۔ بتلاش وسیلۂ معاش بیسیوں ڈیوڑھیوں پر دوڑے مگر کہیں جگہ نہ ملی۔ آدمی تھے زمانہ شناس دریا کے کنارے چیدیا بچھا کے بیٹھ گئے قلمدان سامنے رکھ لیا۔ ٹھیک میں کھپڑ سلگائے۔ چلم ذرا پر (ناریل) تمباکو ٹھیک کے پاس چن دیا۔ غرض اجلاس آراستہ کرنے کے بعد بہ نگاہ حکومت دریا کو دیکھنے لگے گویا ہر موجہ آپ کے زیر حساب ہے۔ ادھر کوئی ناؤ لکڑی تربوز آم سے

پنچ: ہاں تمہاری صورت گری میں کچھ شک نہیں۔ مگر پیتا یہ کمبخت ہے ٹنڈی اور ٹنڈی ہی رہے گی۔"

ممکن ہے کہ بندہ بشر ہوں مجھی سے خطا ہو گئی ہو۔ شب کو میں چراغ میں تنکا جلا رہا تھا۔ فرمایا "دیکھو پھر رات کو موتو گے" ماما ئیں اپنی زبان سے کہتی ہیں یہ شاباش ہے اپنے بخرے کو موتے کاپ لگانے لڑکے کو۔ بہرحال اس مثل میں صرف ایک ہی نقص ہے یعنی اگر خدانخواستہ شیطان کے کان بہرے بڑی بی کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو کیا ہوگا۔ مگر کا بلی کہتی ہے کہ آئندہ کا خیال فضول ہے بڑی بی کی دولت کا اکلوتا وارث میں ہی ہوں دولت حلال مشکلات ہے۔ بہت سی بڑھیاں مل جائیں گی۔ جوان نہیں وہ تو خم ٹھونک کے چھاتی پر چڑھ بیٹھیں گی اور کہیں گی شادی خالی بیٹھے رہنے کے واسطے نہیں ہوتی۔ آخر ہمارے بھی دل ہے۔ اے میری توبہ! ناصاحب ہرگز جوان جہان عورت سے بندے کا نباہ نہیں ہو سکتا۔ اُس کے لیے آرائش جسمانی و آسائش روحانی کا انتظام میرے باپ کے ہوتے بھی نہ ہو سکے گا۔ غمزہ ہائے جانستان کی برداشت اور قدردانی فرصت چاہتی ہے۔ ایک میوہ فروش کے واسطے الٹ پھیر کی ضرورت ہے پھر ان فضولیات کی یہاں گنجائش کہاں۔ ہائے اگر ایک کنگھی کی فرمائش بھی اُس نے کر دی کہ جاؤ میرے پیارے بازار سے لا دو۔ تو بھلا کیونکر اُٹھوں گا۔ جوتا پہنوں گا کپڑے پہنوں گا ہاتھ میں چھڑی لوں گا بازار جاؤں گا دکان ڈھونڈوں گا کنگھی انتخاب کروں گا۔ پھر وہاں سے آؤں گا۔ دکھاؤں گا پسند ہوئی تو خیر ناپسند ہوئی تو پھر بیچارے کی آفت۔ یہاں اتنی ہی تکلیف جان لیوا ہے۔ ہاں بڑھیا کے عوض بڑھیا محبت اور رانتا چپڑی اور دودھ بھر جھاڑ منہ پھاڑ شک اور بدگمانی سے لگاؤ نہیں۔

نمبر ۹۔ نامۂ شکایت بنام منیجر ایجنسی سرپرست بیکاراں و مربی کاہلان جہاں۔

میری سرگزشت

شیخ سے میر ہوئے میر سے دلگیر ہوئے
آخرش کچھ نہ ہوئے ماتم شبیر ہوئے

مکرمی جناب منیجر صاحب تسلیم۔ آپ نے مشورہ دیا تھا کہ یہاں کوئی مدرسہ مرثیہ خوانی و سوزخوانی کا نہیں ہے اگر تم کو خوش گلوئی کا شوق ہے تو محرم میں مرثیہ خوان بن جایا کرو چالیس دن کماؤ اور سال بھر گھر بیٹھے مزے سے کھاؤ۔ بٹیر لڑانے کا شوق بھی نبھے گا دیندار بھی کہلاؤ گے ثواب بھی ہوگا۔ مشورہ بظاہر نہایت معقول ہے اکثر آدمی اس پیشے سے بھلا چنگا نفع اٹھاتے ہیں۔

گلیم بخت کسانے کہ بافتند سیاہ
بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد

مثل مشہور ہے جاؤ پوت دکھن وہی کرم کے لچھن۔ میں نے پہلے ہی مرحلے میں جو مصیبت اٹھائی ہے اس کا کچا چٹھا سناتا ہوں براہ نوازش کوئی دوسری تدبیر بتائیے کہ عیش بے نیش سے ہم آغوش ہوں۔

ہلال محرم ابھی محاق میں تھا کہ فصلی بٹیروں کی بھیر یعنی مرثیہ خوانوں کی ایک کھیپ نے گٹھری گٹھری ہاتھی مرثیے کا بستہ بغل میں دبایا اور شتر بے مہار گستہ کی طرح جدھر منہ اٹھا چل کھڑے ہوئے شتر گربہ کی طرح بندہ بھی اس بھیڑ کی قطار کے ساتھ ہو لیا۔ واضح رہے کہ دیہات میں اکثر ایک ہی دن کی تعزیہ داری ہوتی ہے (شاذ و نادر ساتویں سے لے کے عاشورہ تک) پس ہم لوگوں کا سفر بظاہر قبل از وقت تھا لیکن جب خواندگی کی کوئی جگہ معین نہ تھی تو تلاش کی غرض سے چند روز قبل سفر کرنا ہی مناسب معلوم ہوا۔ ستو کی تھیلیاں۔ کوئلے تمباکو کا تھیلا۔ بستر۔ مرثیوں کا بستہ۔ کپڑوں کا بیگ۔ بٹیروں کی کابک۔ افیم کی ڈبیا۔ لوٹیا ڈور۔ ہر شخص کے ساتھ قریبًا اتنا ہی سامان تھا۔ لدے پھندے ناکے باہر نکلے۔ سارا رستہ سنیچر مناتے ناہموار کھیتوں کی مینڈیں پھلانگتے تین چار روز میں چالیس کوس کا فاصلہ طے کیا۔ منزل کا روز ہنوز نامعلوم چلچلاتی دوپہر کی دھوپ چند یا چٹخا رہی تھی۔ کھیتوں کی عرق آلود چہرے پر جمی ہوئی گرد خاک نژادی کا ثبوت۔ بل بانٹتے کودوں پھانکتے راہ پیمائی میں مصروف تھے۔ اتفاقًا گاؤں کے ٹھاکر صاحب اپنے بوڑھے دڑیوڑھی میں رونق افروز تھے۔ ہم مصیبت زدوں کو دیکھا آدمی تھے رحمدل پاسی کو بھیجا کہ ان مفلوکوں کو بلاؤ۔ دیکھو تو کون ہیں۔ کہاں جاتے ہیں کس ارادے سے آئے ہیں۔ یہاں پنجہ ٹکانے دوپہر یا منانے کے لیے خود ہی جائے پناہ کی ضرورت تھی پاسی نے مژدہ طلب جو سنایا تو دم میں دم آیا۔ حاضر دربار ہوئے مجرا اسلام بندگی کے بعد ٹھاکر صاحب نے آوارہ گردی کا سبب پوچھا۔

بندہ "حضور ہم لوگ مرثیے خوان ہیں آج چھ سات روز سے مجلس و ماتم کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔"

ٹھاکر "اب آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

بندہ "جدھر آب و دانے کی کشش لے جائے۔"

ٹھاکر "پھر و یہاں مجلس ہوت ہے مدا ایک دن ہوت ہے۔ آپ کا جی چاہے تو ہیں (یہیں) ٹھہریں۔"

اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ ہم لوگ فورًا آمادہ ہو گئے۔ بر وقت کے سامنے ایک کچا مکان تھا وہیں ہم سب فروکش ہوئے دری بچھ گئی۔ ہاتھ منہ دھویا اتنے میں سلمان نائی آیا اور اپنے ساتھ گرما گرم روٹیاں ماش کی دال اور مسکہ گھی لایا۔ ایک ہفتے کے بعد روٹی دال کی صورت دیکھی گویا ڈوبتے کو دریا کا کنارہ ملا۔ خوب بھتے مارے اور پڑ کے سو رہے شب کو معمولی کھانے کے علاوہ چند طبق مٹھائی کے آئے ہر طباق کے ساتھ ایک ایک روپیہ۔ مٹھائی اور روپیہ سراسم تقسیم ہوا۔ لالہ بھی ہمراہ تھے۔ سب کے نام لکھ لیے گئے۔ سب اپنے دل میں خوش تھے کہ بانگی اچھی ہے۔

ایک بڑے میاں نواب افیم گھولنے اور اپنے ٹٹو کے چارے کی فکر میں مشغول تھے۔ سائیس کو حکم احکام دینے کے بعد فرمانے لگے:۔

"بیٹاں بیہ اپنے اپنے یہاں کا دستور ہے یہاں مٹھائی کے ساتھ روپیہ بھی بانٹے جاتے ہوں گے۔"

ار پیٹ بھلا کیا اثر کرتی بصحت اور عقل توم ہو ملا
کے اثر نکالتے دونوں کو بالکل ہوشمند و ہوشیار
بنا دیا۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے
دونوں کی طبیعت کے موافق پیشہ تجویز فرما دیا
بڑا یعنی احمق بالطبع تکیا یا وہ گو بد لگام ہے
لہذا اس نا ہنجار نا فرجام کو بمشورہ جناب والا
نثر مضمون لکھنے کی مشق کرائی گئی۔ دوسرے کو
نظم سے ذوق ہے۔ سیکڑوں دوہے کھنڈ مرزا پور
کی کجریاں اس کو یاد ہیں۔ بیاہ نوازش ان دونوں
کے لیے کوئی ایسا کام نکالیے کہ کاہلی کے سنوطان
بھی نہ ٹوٹیں اور پیٹ نے پلنے کا سہارا بھی ہو جائے۔
نوٹ۔ دمنجانب بیچری جناب خلیفہ صاحب بڑے خوزادہ
(خرزادہ) سے کہیے کہ فائدہ ملکی و مالی و اخلاقی سے
علاقہ نہ رکھے اور ایسے مضامین لکھا کرے جن میں
سوائے حماقت کے کچھ بھی نہ ہو۔ خر نوازی زمانہ و
احمق پروری ملک سے قدر افزائی کی امید ہے۔ ان
بچوں کا پیٹ بھر جائے گا اور آپ کو زحمت نہ کرنی پڑیگی
اُسے ہدایت کیجیے کہ اپنا مخفف نام صرف د۔ ح یعنی
ولد الحمار یا۔ ح لکھے تاکہ لوگ ابن الحمار ابن الحرام
اور ابن الحجام ہو جائیں پڑھ لیں۔ رہا دوسرا بے تمیز
اس کو شاعر الحکومۃ کا خطاب دلوا کے دیہات میں
بھیجوا دینے کی فکر کی جائے گی تاکہ فیاض حکومت کا
ساونی دور جب شروع ہو تو کجری گا کے رجھائے اور
پیٹ پالے۔ دُنیا میں "انکر الاصوات" کے قدر دانوں
کی کمی نہیں اور پھر آپ کی اہلیت و شہرت بھی کچھ
نہ کچھ آڑے آئے گی۔ کجری

آیا ساون کا مہینہ سب سکھی کھیلیں کجری
صفروگر میلا بن کے کیسا پڑھتی منائے تم ری
باٹ بازار میں تمرے گن گئے نکسے ہتری نگری
کجری بھی کھیلیں مٹی بھی بنا دیں نے سیکھا ڈ کجری۔
آیا ساون کا مہینا . . . .

نمبر ۸۔ مخدومی جناب اڈیٹر صاحب۔ تسلیم۔ شکر یہ
باری تعالےٰ نے وہ اعضاے رئیسہ جو بقاے نوع
اور سلسلۂ توالد و تناسل کے قیام کی غرض سے خلق
فرمائے تھے کسے گمان ہو سکتا ہے کہ جناب ان سے

کسب معیشت کا کام لے سکتے ہیں۔ واقعی جب
ایک لنگڑا اپنی ٹانگ دکھا کے بھیک مانگتا ہے
ایک اندھا اپنی آنکھوں کا واسطہ دلا کے ٹکے وصول
کرتا ہے۔ ایک منڈا اخیرات طلب کرتے وقت اپنے
دست بریدہ کا ٹھونٹھ دکھاتا اور دنیا کو اپنی طرف
متوجہ کر لیتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم سے بستر پرست
کاہل وجود ان ہی اعضا کو روزی کا ظلیکرا نہ بنائیں
لطف جنوع بھی اُٹھائیں اور کاہلی کو بھی نباہ لیجائیں
واللہ میں تو پھڑک اُٹھا جب آپ کا خط پہونچا کہ
سمجھ میں کھاؤ پھر ایک مشاطہ سخن شناس بہم
پہونچاؤ اور کسی اونچے گھر کی بیوہ ڈھونڈھ نکالو۔
تلاش و جستجو میں جو وقت صرف ہوگا وہ تو کاہلی میں
خلل انداز ہوگا لیکن باقی عمر۔ اوہی چین لکھتا ہوں۔
راقم اگرچہ کاہل ہے تاہم دُھن کا پکا ہے آخر
ایک اسّی نوّے برس کی نوجوان متمول بیوہ ڈھونڈھ
نکالی۔ شب کو مادر مہربان کی طرح تھپک تھپک
کے سلاتی ہے۔ صبح کو تھن تلے کا دودھ پلاتی اور
ترمال کھلاتی ہے مجھے خبر نہیں ہوتی کہ صبح کدھر
ہوئی اور شام کہاں گئی۔ اینڈا اینٹھ کے سوتا
ہوں۔ مادر مرحومہ کی وفات کو دس برس گذرے
گویا دس برس سے ممتا کا سایہ دور ہو گیا تھا
اب ایک ناز اُٹھانے والا مل گیا۔ اللہ کرے
پیر زال دنیا جب تک عروس ہزار داماد کے
لقب سے ملقب رہے آپ کی انجمنی پروان
چڑھے اور مزے اُڑائے۔ راقم الحروف آپکا
شکر گزار ہوا اور جب تک زندہ رہے گا انجمنی
کا ترقی خواہ دعا گو رہے گا۔ قبر سے ہم آغوشی کا
لطف آتا ہے وصل اور وصال دونوں ایک
ہی دھڑے میں بندھے ہیں جب باہر نکلتا ہوں
(اتفاقاً) تو بیگم صاحبہ امام ضامن کا پیسہ بازو پر
باندھتی سورۂ حمد پڑھ کر دم کرتی ہیں۔ جب باہر
سے آتا ہوں تو فوراً پیٹ ٹٹولتی ہیں۔ اے ہے
بھوک لگی ہوگی بس صرف "میرا بچہ" کہنے کی کسر
رہ جاتی ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ جو رو
نہیں نانی اماں کی روح بول رہی ہے —

بھر پان بھرے ہوئے انجیر خشک یعنی ہونٹ بوسے
تحفے لینے کے واسطے جب ان جانب سے گالوں
کی جانب بڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی دن کا
سڑا ہوا اُگالدان کسی نے منھ پر اوندھا دیا۔
جب میں اپنی کاہلی کے باعث خاصدان سے
پان نکال کے نہیں کھاتا اور منھ خشک ہو جاتا ہے
تو وہ خود اپنے ہاتھ سے نکالتی اور پوپلے منھ میں
اس طرح دباتی ہیں جیسے گھوڑے کی بد ہضمی کی لید
پھر کانپتے تھرتھراتے لب میرے لب کے قریب
لاتی اور کچھ میں ہونٹ لوہیا سے پان کھلاتی ہیں اس وقت
کیا کہوں کون بزرگ سامنے کھڑے دکھائی دیتے
ہیں۔ جاڑوں میں حلوا مغزی گاجر کا حلوا اسقنقور کا
حلوا بیضہ مرغ کا حلوا۔ بادام کی لوز۔ معجون مغز کنجشک
معجون لبوب۔ میتھی کی کھچڑی کا انتظام رہتا ہے۔
گرمیوں میں تہخانے کی قبر ہوتی ہے اور ہم دونوں
اُس میں زندہ درگور رہتے ہیں شیر فالودہ اور
افشردہ ہر وقت تیار۔ بیچاری بڑھیا میر اسب کام
مارے ممتا کے اپنے ہاتھوں کرتی ہے۔ اگرچہ
کبھی کبھی اس محبت سے تکلیف بھی ہوتی ہے مثلاً
ہاتھ کانپا اور کٹورا گرا لباس تر بتر یا بات کہنے میں
کٹے ہوئے پان کا اُگال دہن کی پن کٹی سے اچھلا
اور سفید پوشاک پر گلکاری اور نقاشی کر گیا۔ لیکن
کاہلی کے باعث مجھے کوئی زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔
چُپ پڑا رہتا ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس سن رسیدگی
میں ماسکہ کا ضعف ہوتا ہی ہے۔ مثانہ خطا ہو گیا
اور توشک نہالچہ بن گئی۔ تو پھر کیا کروں دودھاری
گالے کی دولائیں (دو دھاریں) بھلی۔ ماما ئیں صبلیں
موجود ہیں۔ پہننے اوڑھنے بچھانے کا سامان با فراط
ہے۔ فراش تبدیل لباس موجود۔ میں خیال کرتا
ہوں کہ اگر بزرگوں میں سے کوئی زندہ ہوتا اور
اُس کی داشت مجھ کو کرنی پڑتی تو آخر بار اٹھاتا یا
نہیں۔ یہ بیچاری مجھ سے کوئی خدمت نہیں لیتی۔
اپنی طبعی کمزوریوں پر شرما جاتی ہے۔ اگر میں کہتا
ہوں اور توشک لحاف موت میں تر بتر ہو جاتا ہے
تو وہ فرماتی ہیں اسے ہے دیکھو تم نے موت دیا۔

جلد نوزدہم
اودھ پنچ
رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERED No
LUCKNOW
OUDHPUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
دس روپیہ
قیمت فی پرچہ
دو آنے
قیمت پیشگی اندرون ملک
سالانہ صہ
ششماہی ے
سہ ماہی عہ

دوسرے دال روٹی چلنے کے بعد شکم آزمائیاں ہو میں

آٹھویں تاریخ ٹھاکر صاحب نے طلب فرمایا۔

چچا نواب: "کیا حکم ہے۔"

ٹھاکر: "آپ لوگن کو تکلیف تو ناہیں ہے۔"

چچا: "نہیں ٹھاکر صاحب آپکے اقبال سے بہت آرام ہے۔"

ٹھاکر: "ہم چاہت ہیں کہ آپ کچھ پہلے سنائے لیں تو ہم جانی کہ کس کس پڑھت ہیں۔"

چچا: "بہت خوب۔ اکثر ڈاکٹر حکیموں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ پہلے سن لیتے ہیں۔"

دری بچھ گئی تکیہ سامنے رکھا گیا جوڑیں اپنی اپنی گنگے بازی کا امتحان دینے لگیں چچا نواب تجربہ کار پر اسنے مشتاق جو اپنے بازو کو ساتھ لے کے بیٹھے تو نام پاسی چمار نائی دھوبی کنجڑے جلاہے بہت خوش ہوئے۔

(۱) ارے بوگیڑ موٹا ایکی ہتاری (ڈگلی) اس چھپات ہے (چھینٹا ہے) کہ جیونکا رہے لیت ہے۔"

(۲) کس کس بتیات ہے ساس بتر با (رنڈی) کا بتائی۔"

ٹھاکر: "اب آپ لوگ جائیں آرام کریں کل امام صاحب کا چبوترہ لیپا پوتا جائی تو آپ لوگ پڑھیں۔ ہم بہت کھوس بھئے ایکی ہا رحم آپ لوگن کی مہردانگی (مہربانی) سے بہت اچھا ہوئی جائی۔"

راقم الحروف کو چچا نواب نے آس دینے کے لیے اپنا بازو مقرر فرمایا تھا۔ لہذا اس توصیف و تحسین میں بندہ بھی شریک اور اپنے اس حملۂ اول کی کامیابی پر پھولوں نہ سماتا تھا۔ مگر ہائے ہائے یہ خوشی بری طرح گلے پڑی۔ خدا اس گھڑی کو غارت کرے جب امتحان لیا گیا۔

رات ایک پہر ختم ہو چکی تھی ہم لوگوں نے اپنی فرودگاہ کا دروازہ بند کر لیا تھا۔ کھانے پانی سے فراغت کر لی تھی کہ اتنے میں دروازے پر دو ایک لٹھ پڑے "ئے بھیسے کہاں اے لیؤ اپنے سے بہوڑ رہیو (ابھی سے لیٹ رہے) دروجا کھولو تمھارینی کی ...... (گالی)۔"

چچا نواب: "ارے یار کرتے بھائی دروازہ کھول دو [illegible] صاحب [illegible] ہی ہوگی۔ آج بہت خوش ہیں۔"

دروازہ کھلا آگے آگے لالٹین لیے دو آدمی پیچھے [illegible] کا لڑکا۔

پاسی: [illegible] ٹھاکر صاحب ہے ہم لے جو (لیجیے) انھیں ٹھاکر صاحب گرمان تربیعہ (تعریف) کین تو ای لیورونے لاگے کہ ہم ہونشنگ (نہیں) سکا انھو ان کا مرثیہ سنا کو۔"

میں: (چچا کے کان میں) "لیجیے مٹھائی آگئی۔"

پاسی: "اودو (وہ) پڑھونا سنسر کہاں گوا۔ اسے اٹھو پڑھو کا ہے مراہی کرت ہو۔ بیٹوا ٹھاڑ ہے۔ (لڑکا کھڑا ہے)۔"

چچا نے افیم پی کے روٹی کھائی تھی حقا منہ سے لگائے پینک کے مزے لے رہے تھے اور آج مرثیہ خوانوں کے اکھاڑے میں پالا انھیں کے ہاتھ رہا تھا اس پر بہت خوش تھے۔ چار ناچار اٹھے محفل جم گئی۔ لڑکا آکے بیٹھ گیا۔ سوز شروع ہوا۔

آ ...... یا کنارے بانو بی بی ...... الخ

دو ایک سوز پڑھنے کے بعد چپ ہوئے لڑکے نے پاؤں پھیلائے "ہم تو اور سنیں گے۔"

پاسی: "مارے مراہی کے پڑھو نا مرا جات ہے پڑھو تو پڑھو ناہیں تو مرہیوں لاٹھی ...... بھات جائی (گالی)۔"

چچا: "ہاں بھائیں (بھائی) ہم تو مظلوم سید ہیں (روکر) تمھارے مہمان ہیں جاہے گالیاں دو چاہیں (چاہے) مارو۔ اب تو تمھارے بس میں ہیں۔ شریف گردی کا زمانہ تو ہے ہی۔"

پاسی: "بے پڑھو پڑھو بہت باتیں نہ بناؤ۔"

پھر چند سوز پڑھے یارے خدا خدا کر کے صاحبزادے ٹلے۔ دروازے کی کنڈی بند کی گئی گیارہ بجے بچھونے پر لیٹے۔ ابھی پیٹھ بستر پر اچھی طرح ٹکی نہ تھی کہ پھر دروازہ کھڑکھڑایا۔

چچا: "ہائے پھر کوئی آفت آئی۔ یارو اب کی روا (؟) نہ کھولنا (دھب دھب دھب) کیسے جاؤ دھب دھب

میں تو نہیں کھولوں گا۔

پاسی: "بھیسے کہاں او بھیسے کہاں۔ (ہجر) کا سانپ سونگھ گوا۔ ارے کھولو کنو اڑے اپنے (ابھی) سانجھ (شام) بھئی ناہیں اور جیو نکسے لاگا۔ سنسر نکلوا آئے ناہ۔"

چچا: "ہائے ہائے یارو کیا قہر ہے کیا اندھیر ہے۔ آج رات بھر پلک جھپکانے کی مہلت نہ ملے گی خیر بھئی کھول دو دروازہ۔"

پوچھنے سے معلوم ہوا کہ ٹھاکر زادہ خوردسال نے گھر پہنچتے ہی اپنی پھوپھی صاحب سے خوش گوئی کی ثنا و صفت فرمائی۔ پھوپھی صاحب نے خیال فرمایا کہ ایسی عجیب و غریب چیز سے میرا لڑکا محروم رہ جائے۔ اور بھتیجا جاکے سنے بڑی تنگی کی بات ہے۔ ٹھاکر صاحب سے شکایت کی۔ انھوں نے فوراً دو سپاہی ساتھ کیے بھانجے صاحب سو رہے تھے جگائے گئے اور بھیجے گئے۔ از سر نو مجلس برپا ہوئی۔ چچا اپنی جان سے عاجز ہو کر سر نکالتے کہیں سے ہیں اور رجاتا کہیں ہے۔ آواز بھرائی ہوئی۔ مگر قہر درویش برجان درویش دوسرے ساتھیوں نے بڑھے کے سر آفت آتے دیکھ کے چاہا تھا کہ سو ن کھینچ جائیں مگر لاٹھی کے ہونے اور عمدہ لغات بھری (گالیوں) سے تواضع کی گئی تو اٹھے اور شریک مجلس ہونا پڑا۔ دو گھنٹے تک ان بھینے (بھانجے) صاحب نے نوکری لی، آخر سدھارے۔ اب ایک بج چکا ہے دو کا عمل ہے کہ چھوٹے بچوں کا دور ختم ہوا اور بڑوں کی باری آئی۔ یعنے ٹھاکر صاحب کے ولیعہد یا صاحبزادۂ کلاں جن کی عمر ۱۸۔۱۹ سال کی ہوگی تشریف لائے اور تزک و احتشام سے تشریف لائے۔ قیامت کا آنا اور آپ کا آنا برابر۔ دروازے کی چولیں ہل گئیں۔

"او بھیسے کہاں! تمھارہتاری کی تمھارینی کی ...... اٹھو۔ لیؤ پھر منڈ یا مروڑ لیں بھیا آئے ہیں تنک ان کا سنائے دیو۔"

معمولی بات نہ تھی وارث سلطنت صاحب تشریف لائے زہے نصیب۔ بڑے میاں اب کی

خواہشوں کا اختلاف اور قومی ناؤ

لیڈی انگلستان :- "اے میں چاہتی ہوں اطاعت"
انڈیا جان :- "مجھے مرغوب ہے حریت"
مذہبی نفاق :- "نہ آزادی نہ اطاعت - اسکے وحشت - حماقت - فساد - کھیڑا"

اودھ پنچ
رجسٹر نمبر اے ۸۳

REGISTERED No. A 713
LUCKNOW
OUDH PUNCH
1934
M. B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCK

خیال بھی نہیں گزرا تھا۔ ان کی یہ عادت تھی کہ جہاں دو شخصوں کو کسی مسئلے پر لڑتے دیکھا تو فوراً یہ کہہ دیتے تھے کہ اچھا ہم فیصلہ کر دیں۔

قاضی فیصلے کے اجلاس کا نمونہ دیکھنے کے لیے گزشتہ کل کی رات کے اجلاس کی کارروائی ملاحظہ ہو۔

اجلاس عام

قاضی صاحب کہیے آج کیا معاملہ در پیش ہے۔

نمبر ا۔ حضور آج کے اخبار میں ایک مضمون تھا کہ آئندہ سے ہمارے صوبے کی تعلیم میں صنعت و حرفت بھی شامل کر دی جائے اور کچھ اسی قسم کی باتیں تھیں۔ ان کے متعلق میں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ اب ہندوستان کے دن پھر جائیں گے اور بیکاری کی شکایت رفع ہو جائیگی۔

نمبر ۲۔ کو میری اس رائے سے اختلاف ہے۔

قاضی صاحب۔ اچھا ہم فیصلہ کر دیں گے۔ ایک صاحب اپنا دعویٰ پیش کریں اور دوسرے صاحب اس کی تردید کریں۔

نمبر ا۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ تعلیم کی کثرت نے ملازمتوں کا دروازہ بند کر دیا ہے اس کا اثر ہے کہ تعلیم یافتہ حضرات ملازمت کا نام سن کر ایسے دوڑتے ہیں جیسے پتنگ بازی کے میلے میں کٹی ہوئی پتنگ پر ٹوٹ پڑے۔ مگر تعلیم کی طرح جب صنعت و حرفت عام ہو جائیگی تو لوگ مختلف پیشوں سے اپنی گزر کریں گے۔

نمبر ۲۔ میرا یہ اعتراض ہے کہ جس طرح اب پڑھے لکھوں کو نوکری نہیں ملتی اسی طرح جب صنعت و حرفت عام ہو جائیگی تو صناع اور پیشہ ور بھی مارے مارے پھریں گے اور نتیجہ اس سے بدتر ہوگا کیونکہ ابھی تو تعلیم یافتے کی جان مصیبت میں ہے پھر صنعت والے بھی اسی نحوست میں گرفتار ہو جائیں۔ مثلاً ہندوستان میں اس وقت بھی یہ شکایت نہیں ہے کہ بڑھئی معمار۔ درزی۔ حجام۔ [illegible] ڈرائیور۔ انجنیر وغیرہ دستیاب نہیں ہوتے جتنا کام ہے یا جتنی ضرورت کام والوں کی اس سے کچھ زیادہ ہی یہ لوگ موجود ہیں لیکن جب ان کی تعداد مضروب در مضروب ہو جائیگی تو اس ملک کی آمدنی بھی چور چور ہو جائیگی۔ اس وقت اگر ایک صناع یا پیشہ ور چار آنے سے لے کر پانچ روپے تک پیدا کر لیتا ہے تو کل چار آدمیوں کو ایک آنہ اور پانچ آدمیوں کو ایک روپیہ کا ملنا مشکل ہو جائیگا اس لیے ہم مرتے ہیں انہیں کیوں پیدا کرتا ہے اس کوشش کی کیا ضرورت ہے کہ جن کی زندگی باقی ہے ان کو بھی مار ڈالا جائے۔

نمبر ا۔ یہ آپ کا خیال ہے جب یہاں کے کارخانوں میں اور کارگیری میں اضافہ ہو جائیگا تو جاپان وغیرہ کی طرح یہاں کا مال بھی ملک ملک کی سیر کرے گا اور چاروں طرف سے روپیہ کھینچ کھینچ کر ہندوستان کو پاٹ دے گا۔

نمبر ۲۔ درست ہے۔ ہندوستان کی بنی ہوئی دیا سلائی نے شکر نے۔ بیڑیوں نے اور پنسلوں نبوں وغیرہ وغیرہ نے بہت ہندوستان کو روپیہ سے پاٹ دیا جو آنے والی صنعتوں سے امید کی جائے۔ ہندوستان کی موجودہ خام پیداوار ہی کو اب کوئی نہیں پوچھتا اسی کی قیمت کے لالے پڑے ہیں پہلے اس کو تو سنبھالیے اصل واقعہ یہ ہے کہ جس کی گانٹھ میں دام وہی چلائے کام اول تو یہاں بڑے بڑے کارخانے قائم کرنے کو روپیہ کہاں ہے

بے تعصب اُستاد کی پاک تعلیم

آپ	پاک و صاف زندگی کس طرح گزار سکتے ہیں؟
آپ	دنیا کے سچے عیش و آرام کس طرح حاصل کر سکتے ہیں؟
آپ	بچپن کی غلط کاریوں کا خمیازہ بھگتنے سے کس طرح بری ہو سکتے ہیں
آپ	مضبوط و عمر دراز اقبالمند خوبصورت اولاد کس طرح پیدا کر سکتے ہیں
آپ	ان تمام باتوں کا جواب قطعی حاصل کرنے کے لیے ایک

کارڈ تحریر کر کے نہایت عمدہ مضامین سے مزین کتاب کام شاستر بالکل مفت طلب کریں:—

پتہ۔ آتنک نگرہ فارمیسی جامنگر کاٹھیاواڑ

اور اگر ہو بھی تو اس کو پولیٹکل اضافہ محصول اور معلقی ضابطوں کی زد سے کون بچائے گا ولایت کی بنی ہوئی مشینیں خرید کر آپ چلانا چاہتے ہیں تو سرکاری انسپکٹر کے معائنہ اور منظوری کی ضرورت پڑتی ہے اگر وہ کہہ دے کہ آپ کے کارخانے کی چمنی ٹھیک نہیں ہے یا عمارت غیر موزوں ہے تو ساری کوشش اور رقم بیکار رہ گئی ہے اور تو اور بڑے بڑے سرکاری محکمے تو درکنار بنی جنگی خام کے مختار کل عہدہ دار مولانا سہلیقہ افیسر صاحب اگر چاہیں تو ان کے ایک اشارے میں آپ کا بڑے سے بڑا کارخانہ جان بحق تسلیم ہونے یعنی انتقال کرنے پر مجبور ہو سکتا ہے۔ اس کو بھی جانے دیجیے مسماۃ جنگی خام جس وقت جس محصول کو چاہیں ڈبل اور سہ ڈبل کر سکتی ہیں۔ علی ہذا ڈسٹرکٹ بورڈ۔ آپ نے شاید یہ نہیں سنا کہ اب ہمارے یہاں بھی سائیکل پر ٹیکس عائد ہونے والا ہے میونسپلٹی کے اندر جو شخص سائیکل رکھے گا اسکو ٹیکس ادا کرنا پڑیگا۔

سمن بغرض قرار داد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۱۰ سنہ ۱۹۳۴ء ابتدائی سمعی

عدالت جناب سید ابو القاسم زیدی صاحب بہادر منصف گونڈہ

مسماۃ مہادیئی و مسماۃ کملا وتی بیوگان چیدو دھوکھس تیواری اقوام برہمن کاشتکاران (۳) مسماۃ [illegible] دیئی بیوہ جگناتھ } موضع رواپرگنہ و ضلع گونڈہ مدعی

بنام

مسہری امر ناتھ وغیرہ مدعا علیہم

بنام ۱۔ بدلو ولد رام پرکاش ساکن [illegible] پرگنہ و ضلع گونڈہ
۲۔ شیو سندری عرف شیو سنکر ولد ٹھاکر پرشاد ساکن [illegible] ضلع گونڈہ
۳۔ مسماۃ سنواری زوجہ سرجو بھرت ساکن برلیاپارہ پرگنہ و ضلع گونڈہ

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت استقرار حق کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۴ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۴ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوے مدعی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم تائید اپنے جواب کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بلغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۴ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری بتاریخ ۲۰ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۴ء تک گزرانو۔

مہر عدالت — دستخط حاکم بخط انگریزی

"نہ روٹھو چاہے روٹھے زمانہ"

تیری مروت پر سے قربان کانگریس گئی اپنی ایسی تیسی میں ۔ وہ چھوٹ جائے مگر تجھ سے منہ نہ موڑوں گا ۔

(خلاصہ تحریر بنام لالہ دُنی چند ایڈوکیٹ انبالہ منجانب مہاتما گاندھی)

ہو دشمن [illegible] شیر [illegible] مرنے والا تم
جانے کے دن آیا ہے"
چچا: ارے کیوں دشمن تھا؟"
لالہ: جی نہیں بیمانہ تھا تحمل نرم کرم حضرت سعدی
شیرازی کا ہے

کوئی با بدان کردن چنان است
کہ بد کردن بجائے نیک مردان

یعنی نادانستگی سے انسان ضرب النعلین کا
مستحق ہوتا ہے"
ہائے مر گئے ۔ آس لگی تھی عشرہ محرم آتا ہے
ایک روپیہ میں سال کیونکر بسر ہو گا۔
میں نے چچا صبر کیجیے۔ اب تو شام ہو گئی کل یہاں
سے کوچ ہے اللہ مالک ہے کوئی اور سہارا لگاؤں گا
لالہ نے یقین فرمائیں کہ بھری سرکار میں نقد اور
پیشگی کا معمول ہے"
چچا: ارے خدا غارت کرے اس نقد اور پیشگی کو"
بھتیجا: (ولیعہد) ارے کوستے ہو کس کو، کیا ہے)"
چچا: نہیں صاحبزادے بھلا میں کیا کوسوں گا۔
اپنی جان کو کوستا ہوں"
جھکے بیٹھے نصیبوں کو روتے فرودگاہ واپس
آئے دل میں سناٹا کر دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ رخصتی
کے بعد سے دھشک غل اور کھانے کو ستو نہیں۔
پیٹ میں چوہے قلابازیاں کھا رہے ہیں کیسی نیند
اور کیسا سونا۔ کروٹیں بدل رہے تھے رونے کی
آواز کان میں آئی ۔
چچا: یہ بھائیوں یہ کیسا غل ہے آنغا دا آ، ذری
خبر تو لانا"
آدھی رات سے زیادہ گزر گئی تھی سالا (یعنی بیٹا)
زبردستی بھیجا گیا کہ غل کا سبب دریافت کرے ۔
آواز کاشانہ ٹھاکر سے بلند تھی معلوم ہوا کہ
ٹھاکر صاحب دفعۃً قلب کی حرکت بند ہو جانے
کے باعث بیکنٹھ سدھارے اعزا اموات ماتم
ہیں۔ ولیعہد بہادر باہر کھڑے ہوئے گر گرتے
جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں۔
"ارے ان سارے (سالے) سید کا مرثیہ [illegible]
کو جانے دو ۔ یہ دیہ ہمارے کوس کوس کے
ٹھاکر کھا گئے (دیکھو ہم دونوں بھیجے ہیں)
کوئی جانے کا نہ پائے ۔ ہم ایک ایک کا گلی کاٹ
ڈالیں۔ جو ہو سو ہو"
وائے غضب معدے کی جڑ سے مارے ڈر کے
رقیق مادہ بہ نکلا دوڑتا ہوا چچا کے پاس گیا ۔
"چچا بھاگو۔ نہیں تو جان کی خیر نہیں"
بوڑھا بڈھا اٹھ کھڑا سنبھالا سر پر پاؤں رکھ کے
بھاگے ۔ کتوں نے بھاگتوں کا پیچھا کیا ۔ ایک
ادھم یاسی سمجھا کہ چور بھاگے جاتے ہیں۔ اب مصیبت
کی انتہا نہیں ۔ وہ گرتا ہوا کھیت وہ گھبراہٹ۔
وہ قدم قدم پر گرنا۔ وہ چچا کی آہ و زاری "یارو
محرم کا زمانہ ہے میں سید ہوں۔ یہ دہشت مار رہی
ہے۔ آج شہادت بدی ہوئی تھی۔ افسوس گور
گڑھے سے بھی محروم رہے۔ بھاگتے بھاگتے
پھیپھڑی پھول گئی۔ ارے ذرا سا پانی دو"
جناب منیجر صاحب کہانی ختم ہوئی بندہ ذلیل
کاہل کو یہ پیشہ پسند نہیں ہے کوئی اور کام تجویز
فرمائیے ۔ ورنہ ایکی اُسی گاؤں میں آپ کو بھی
ساتھی بنا کے لے جاؤں گا۔ اگر آپ کو بھی
ایسی مصیبت کا سامنا ہو تو خطا معاف۔

التماس منیجر سرپرست کاہلان ایجنسی

حضرات! سلسلہ وار سرٹیفکیٹ آپ کی خدمت
میں پیش کیے گئے۔ ان اسناد میں سوائے مرثیہ خواں
صاحب کے سرٹیفکیٹ کے اور کوئی شکایت
ہماری ایجنسی کے مشورے کی کبھی سنی نہیں گئی۔
یہ وقت اور اتفاق کی بات ہے کہ پہلے ہی مرحلہ
میں ہمارے مرثیہ خوان صاحب دیہات میں
پھنس گئے۔ ورنہ آج ہزاروں مرثیے خوان
حدیث خوان محرم سے قبل گھر سے نکل جاتے
اور سال بھر کی روٹیوں کا سہارا کر لاتے ہیں۔
اگر ہمارے مرثیے خوان صاحب بادیکار یکی دلسا
طبع کسی دوسرے پیشے کی جانب متوجہ نہ ہوئے
تو وہ بھی تجربہ کار ہو جائیں گے۔ البتہ بعض حامی
از مغربی دانہ ہم پر معترض ہیں کہ ہم نے کاہلوں کا
دڑبا کھول رکھا ہے اور کاریاری اشخاص اس
ایجنسی کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ ان اعتراض گاروں
نے غور و تامل کے ساتھ دنیا کی کارروائیوں کو
نہیں دیکھا ورنہ بھر منہ ایسی بات کبھی منہ سے نہ
نکالتے۔ دنیا میں روز بروز ایسی ایجادیں
ہو رہی ہیں جو بطالت و کسالت کو بڑھاتی جاتی
ہیں۔ معترضین نے کبھی برقی روشنی اور پنکھا ایجاد
کرنے والے کو یہ الزام نہیں دیا کہ اُس نے
کاہلوں کا دڑبا کھول دیا۔ نہ مچھلیوں پر یہ اعتراض
کیا کہ اس نے کاہلی کی پرورش کی۔ نہ گاڑی ریل
تار کو یہ اُلٹا دیا کہ انھوں نے کاہلی کو ترقی دی۔
نہ حکومت وقت پر یہ اعتراض ہوا کہ اس نے
راحت طلبی کو بڑھا دیا کیا معنی کہ وثیقہ بھی کاہلوں
کی مردم شماری بڑھاتا ہے پنشن بھی۔ امن کا
ٹھیکہ لے لینا بھی۔ پولیس کا تقرر مال کی نگرانی بھی۔
بیان سے کیسے کیا۔ وصدی اُدھر دنیا ایسی ہی تھی کھوار
تھی جیسی کہ آج ہے؟ دو صدی تو بہت ہے
پچاس ساٹھ سال اُس طرف جبکہ بینک نہ تھے
روپے والے کو کتنی زحمتوں کا سامنا ہوتا تھا۔
جھالیاں تالیاں کمیں گاہیں سرنگیں تہ خانے
چور خانے چور دروازے ہر گھر میں تھے۔
ہر دروازے پر پہرہ چوکی دینے والوں کی
معقول تعداد رہتی تھی۔ ہتھیاروں کی خریداری
برابر جاری تھی۔ ایک شخص کئی کئی تلواریں تیغے
قرابینیں۔ کٹھے۔ کمانیں۔ تمنچے مہیا رکھتا تھا۔
آج یہ عالم ہے ہتیار دیکھ کے روح فنا ہوتی ہے
جس کے پاس روپیہ ہے مزے سے بینک میں
جمع کر دیتا ہے اور چیک بک میز پر رکھ کے
خراٹے لیتا ہے۔ پس کاہل سازی و کسالت پروری
کا الزام آج ہر ایک متمدن قوم پر وارد ہو سکتا ہے
ہماری ایجنسی تو صرف خلقی کاہل الوجود اشخاص کی اعانت
کرتی ہے مگر بانیان تمدن دنیا بھر کو کاہل الوجود بنائے
چلے جاتے ہیں۔ موجدہ فونوگراف نے گھر میں بجلی ہوئی نغمہ
کی طرح کام کرتی ہے۔ جو تا وہ صاف کرے
کنواں سے پانی کھوسے جلسے وہ بنا لے [illegible]

... وہ دے جانے آنے جانے والے کی اطلاع وہ دے۔ پنکھا وہ جھلے۔ پانی وہ گرم کرے۔ جھاڑو بہارو برتن مانجھنا بوجھ اُٹھانا غرض کسی کام کا اہتمام صاحب خانہ کو نہیں کرنا پڑتا۔

راحت و آرام کی جو چاٹ آج کل پیدا ہو چلی ہے اُس پر نظر کرنے سے ہمیں تو یقین ہوا جاتا ہے کہ ایک دن بچہ جننے اور نسل بڑھانے کا کام بھی بجلی جان کے حوالے ہو جائے گا۔ بس اگر دنیا بھر کے موجد اہل دولت کے لیے سامان راحت بہم پہونچا کے انھیں اپاہج بنا رہے ہیں تو ہم نے غریبوں کو مشورہ دے کے کوئی بڑا گناہ نہیں کیا۔

ہاں یارو۔ اگر کاہلی کے چلتوں گھر بار مال ملک سے ہاتھ دھو چکے ہو تو پھر اسی بات پہ جمے رہو "قول مرداں جان دارد و سخن مرداں اعتبار" دن بھر مزے سے ٹانگ پھیلا کے سوؤ یا تاش گنجفہ کھیلو۔ شام کو ردی کاغذ کے ٹکڑے جمع کرو انھیں تعویذ کی طرح تہہ کرو اور سر راہ درخت کے نیچے کھڑے ہو جاؤ۔ پہلے کچھ نظم پڑھو۔ کچھ غزلیں گاؤ جب راہ گیر جمع ہو جائیں تو اپنا وعظ شروع کر دو۔

صاحبو! یہ تعویذ خاص الخاص شیخ سدو کا عنایت کیا ہوا ہے۔ تسخیر کا عمل جسے دیکھنا ہو آزمائے۔ لاکھوں خرچ کرو گے تب بھی یہ دولت ہاتھ نہ آئے گی۔ منگل کے دن دوپہر کے وقت گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کے کولے مٹکاؤ۔ سات مرتبہ رکوع کرو آٹھویں مرتبہ مرچوں کی ناس لو اور یا معبود کہہ کے تعویذ آگ میں ڈال دو۔ اگر شیطان یار و مددگار ہے تو محبوب مطلوب سے ہاں نہ ہو گے۔ قبر میں بھی ہوگی تو کفن پھاڑ کے ننگے پاؤں دوڑتی ہوئی تمھارے پاس پہونچے گی جھوٹے پر خدا کی مار۔ یہ حلف اور ایمان کا سودا ہے اگر اس کے خلاف اثر ہو تو مجھے مسلمان نہ سمجھنا ایک پیسہ فی تعویذ نذرانہ مقرر ہے۔ صاحبو مجھے اس تعویذ فروشی سے کوئی نفع نہیں جو قیمت تم دو گے وہ شیخ سدو کی کڑاہی میں لگ جائے گی۔

اگر میں ایک پائی بھی اس میں سے صرف کروں تو گو یا سُور کھایا۔ جس دن سے تعویذ کا انچھا رہے مرشد ناراض ہو جائیں گے"

اگر مخاطبین میں جوان نہ ہوں یا بڈھے زیادہ ہوں تو فوراً رد سخن بدل دو:-

"یہ وہ تعویذ ہے جسے پگڑی میں رکھ لو تو جس مہم پر جاؤ معبود کے صدقے سے فوراً سرانجام پا جائے اگر حکام سے سامنا ہو تو وہ سر وقد تعظیم کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ معاملہ مقدمہ تمھارے حسب مطلب طے ہو جائے۔ یارو پیسہ ہاتھ کا میل ہے ایک پیسہ کدھر آتا ہے کدھر جاتا ہے۔ فقیر یہاں کا رہنے والا نہیں کبھی کبھی پھیرا ہو جاتا ہے۔ پہاڑوں کے غار فقیر کا گھر ہیں۔ جدھر مرشد کا ارشاد ہوا اُدھر روانہ ہوا۔ ایک ہفتے سے آغا میر کی سرا میں ٹھہرا ہوں"

اگر عورتیں گرد جمع ہو جائیں تو جھٹ سے پوت خصم کا ڈھکوسلا لے بیٹھو:-

"میرے پاس موہنی ہے جس کا جی چاہے آزمائے اگر خاوند یا مرد بس رہے تو جھوٹا سمجھنا۔ کیا بات ہے میرے تعویذ کی سوت کا جلاپ رہنے ہی نہیں پاتا۔ بس ایک تعویذ لوبان کی دھونی دے کر ناک میں باندھو ایک چوٹی میں۔ لٹھوا رسے کے اندر سوت کی ناک چوٹی جڑ پیڑ سے غائب ہو جائیگی"

غرض جیسا موقع ہو ویسی بات چیت شروع کر دو۔ احمقوں سے دنیا خالی نہیں تو پیسوں سے تمھاری جیب خالی نہیں رہ سکتی گھنٹہ دو گھنٹہ میں کھانے بھر کی قیمت ضرور وصول ہو جائے گی۔ ہمارے شاگردوں نے چولھے کی راکھ کا منجن فی پڑیا چار آنے کے حساب بیچ کے محل کھڑے کر لیے۔ لطف یہ کہ شہرت بڑھتی جاتی ہے جسے دیکھیے نثر میں قصیدہ خوانی کر رہا ہے "واللہ اُن کے پاس خدا جانے کس حکیم کا مجرب نسخہ ہے ادھر ملا اور اُدھر دانتوں کا درد کافور۔ نانی اماں نے خالی مسوڑھوں میں ایک انگلی ملی تھی چوتھی مرتبہ دانت نکل آئے۔ خبر سو ٹھے تو دانت نکلنے کی جگہ میں اب بھی انگلیوں میں ابھی کچلیاں بہت نکلیں جس سے منجن ملا تھا۔ اب وہ انگلی ہے بھی حفظ کرتے وقت حکمت لگا بیٹھی ہیں۔ فرماتی ہیں منجن کا اثر تمام انگلیوں میں پہونچ گیا ہے۔ سب انگلیاں فعلیاں رکھ رہی ہیں۔ بالمسکل کے بیجوں اور پریس کی جو لوں میں سے چکنائی کی کیٹ نکالی اور نخاس میں مجلی نظر نور بصر انجن نام رکھ کے فروخت کر ڈالی۔ شکایت تو شے دیگر ہے ہر زبان پر واہ واہ ہے اسے بھی اُن کے انجن کی کچھ نہ پوچھو جوتے کے کمیوے پر اتفاقاً ٹپک پڑا۔ کمبوا لنگا چکر مکر کرنے۔ کٹھل کے کوٹ آنسی انگلی سے جھپٹے ہر ایک کو یا لنگا گھورنے۔ ناخن کی کور بینا ہو گئی۔ خاک دھول بکائن کے پھول۔ آم گھانس کوٹ چھان کے پھنکی بنائی اور دنیا بھر کے نامردوں کو صاحب اولاد بنانے کا ٹھیکہ لے لیا جناب رطب اللسان ہیں اے سبحان اللہ اُن کی پھنکی بھی عجب شے ہے کہ گلی کوچک والیوں کو تماشبین کی ضرورت نہ رہی۔ اب وہ خود تماش بینی کرتی ہیں۔ نواب جان نواب خاں کہلاتی ہیں۔ نور نورا حسنو (بواو مجہول) حسنو (بواو معروف) بنی ڈنچو ڈانچو پکارتی ہے۔ نادری نادر شاہ ہے۔ تارا اختر دنبار ذرہ منیر کو مسٹر منیر کا خطاب ملا ہے چھیٹن چھو ٹے صاحب ہے۔ عنقریب اجتماع رجولیت و نسائیت کا گل کھلائے گا پیٹ پھلائے گا بن بیاہے کے ازہیتیم پیدا ہونے شروع ہوں گے۔ ذات ہلا سے صلبی و رحمی شفقت پھوٹ بہے گی جو لوگ لڑکیوں کی کثرت سے نالاں ہیں ہمارے دوستی پھنکی پھکائیں چند روز میں یہی لڑکیاں بہو بیاہ لائیں گی دلہن و جہیز (جہیز) سے گھر پاٹ دی گی۔

ہمارے ارادتمندان خاص میں سے بعض ایسے کاملین کامل الوجود کا ذب القول آج بھی موجود ہیں جنھوں نے بن کوڑی پیسے رنڈی بازی کا سانپ کام کیا اور برسوں نبا ہا۔

اور باربرداری کے مصارف اس کے علاوہ برداشت کرے تو اب دوسو روپے کا مال کتنے میں بیچے جو اسے چار پیسے بچیں۔ اور قیمت کے اس ناجائز اضافے کا اثر جو پبلک پر پڑے اس کا ذمہ دار کس کو سمجھا جائے۔ فلہذا ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

قاضی صاحب۔ اچھا اب ہم فیصلہ کردیں۔

فریقین۔ بسم اللہ۔

قاضی صاحب۔ سمجھی سوچنے کی بات یہ ہے کہ میونسپل بورڈ اور ڈسٹرکٹ بورڈ کس کے؟ ہمارے۔ ہم کس کے؟ ملک کے۔ ملک کس کا؟ گورنمنٹ کا۔ اس لیے گھی کہاں گیا؟ کھچڑی میں۔ کھچڑی کہاں گئی؟ یاروں کے کلیجے میں۔ اللہ اللہ خیر صلا۔

مراقب

کھلے ستم از بدایون

تبصرۂ لغات

(نمبر ۵۶)

"نور اللغات"

لغات میں مستشنی ناقل ہے:۔

با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

واقعی خدا انھیں سلامت رکھے فارسی کی ہما انھیں خوب معلوم ہیں۔ ہاں کسی کو یہ حق نہیں کہ سند مانگے۔ سند کی نثر عبارت فارسی یا اردو میں تو ملے گی نہیں البتہ حافظ شیرازی کا ایک شعر پیش کیا جائیگا۔

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام
با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

لوگ زینت کلام کے لیے مناسب محل پر یہ پورا شعر پڑھتے ہیں یا بطور مثل کسی دوسرے فارسی شاعر نے بھی اس مصرعے کی تضمین کی۔ اردو کی بات چیت میں کوئی کبھی نہیں لاتا

اس جرح کا اثر یہ ہوا کہ باہم میں آگیا اور نور اللغات صاحب کو "با" کے ساتھ کوئی شکل ڈھونڈنے نہ ملی بحث میں مصرعی کی چوٹی موٹے کی شکل کی لونڈیوں میں بھرتی فرمالیا۔ آپ جانتے اردو کی توسیع ایسی ہی حرکتوں سے ہوئی ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے "باہم دن۔ یعنی غم میں شریک ہمتہ بہ تشدید میم تھا فارسیوں کے یہاں بغیر تشدید مستعمل ہے اور یکجا کے معنی ہیں"۔

"نہ ختم ہونے والی مصیبتیں"
لال منھ ہو گیا جیسے نکل آئیں آنکھیں

اسے کیوں نہ ہو کیا کہنا اس تحقیق کا مطلب ہوا کہ "باہم" مرکب ہے "با" معنی فارسی بمعنی معیت مصاحبت اور "ہم" المشدد الآخر یعنی ریج۔ لائق ولوکی ترویج غیر شرعی ہے "باہم" سے ہمہ ہوا۔ جسکے معنی یکجا کے ہوگئے۔ کثرت استعمال سے میم کی تشدید گرگئی "باہمہ" "باہم" ہوگیا۔

دیکھا آپ نے تحقیق اسکا نام ہے۔ گویا فارسی میں "ہم" مخفف کا کوئی وجود نہیں رکھتا نہ اسکے کچھ معنی ہیں نہ یہ ترکیبیں

آتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر "ہم" جسکے معنی زنج کے ہیں اور جسکی میم مشدد ہے فارسی ہے۔ حالانکہ آج تک اسے دنیا عربی سمجھتی رہی اور وہ عربی کے اعتبار سے اسکی جمع ہموم بناتی رہی۔

ممکن ہے کہ اس غلطی یا صحت کی سند ہمارے دوست ریاض خیرآبادی مرحوم انتقال سے قبل بطور وصیت فاضل مصنف نور اللغات کو تحریراً بتا گئے ہوں پھر بھی دنیا جب فارسی لغت کی جانب رجوع کریگی تو اُسے معلوم ہوگا کہ "ہم" بالفتح مخفف ہمہ فارسی ہے تیز۔ ایضاً۔ ساتھی بھی۔ ہمہ۔ یکجا۔ یکدیگر۔ اُسکا ترجمہ ہے صدہا الفاظ میں بطور پیشتر کلمہ سوا وائل کلمہ پیکس مستعمل ہے۔

ہم آواز۔ ہم آواز۔ ہم آورد۔ ہم آوردہ۔ ہم بلد۔ ہم باز۔ ہم بر۔ ہم پلے۔ ہم توے ہمتا۔ ہم تازیانہ۔ ہم ترازو۔ ہم پہلو۔ ہم نشین ہم تک ہم چشم۔ ہم خوانہ۔ ہم داستان ہم بہقر۔ ہم زبان۔ ہمدست۔ ہمدم۔ ہم دستان۔ ہم دوش ہمسر۔ ہم راہ۔ ہم زاد ہم سال ہم شکم۔ ہمگنان۔ ہم کن۔ ہم گرز۔ ہم گاف ہم صفت۔ ہمگین الی غیر النہایۃ۔ اور یہ بھی سمجھے گی کہ "ہم" مشدد کو اس "ہم" سے کوئی علاقہ نہ تھا نہ ہے نہ ممکن ہے۔

ہم حکومت سے فاضل مصنف کی سفارش کرتے ہیں کہ بایں علم و فضل ضرور انھیں شمس العلما کا ہم لقب بنادے۔ واقعی انھوں نے مغالطوں اور یاوہ گوئی سے علم میں مسٹر چرچل کے بھی کان کاٹے ہیں۔ بھلا اس قابلیت اردو کشی پر بھی حکومت کو رحم نہ آیا تو کب آئیگا۔

"افسوس محکمہ تعلیم میں اردو کی غلط کتابیں اور بیہودہ شرحیں شامل کر نیوالوں کو تو لقب دیے جائیں اور نہ دئے تو ہمارے فاضل مصنف نور اللغات کو جنہوں نے اردو کی غارت گری کا مستقل و مکمل سامان کر دیا ہے۔

آگے چل کے فرماتے ہیں بی بی جان اللغات:۔

"باپ نہ دادے۔ بارخواے ساس بے حقیقت آدمی کی نسبت کہتے ہیں جو فخریہ دعوی کرے اور نودولتوں کی نسبت بھی کہتے ہیں"۔

اودھ پنچ
رجسٹر نمبر اے ۷۸۳

REGISTERED No. A 783
رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳
LUCKNOW,
OUDH PUNCH
قیمت پیشگی سالانہ بیرون ہند دس روپیہ
قیمت فی پرچہ دو آنے (۲/)
۱۹۳۴
قیمت پیشگی بیرون ملک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
اودھ پنچ
1934
DOGAWAN LUCKNOW

قواعد و ضوابط ادارۂ ہذا

(۱) بفضلہ تعالیٰ یہ عزیز اخبار ہر مہینے کی ۵-۱۲-۱۹-۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اس میں تازہ خبریں نہیں چھپتیں اور نہ تجارتی مضامین نہیں

(۲) یہ صرف اپنی بضاعت قلیل اور منقولات سے بے نیاز ہے

(۳) اس کی پالیسی ہے مضمون بنانے کے۔ مگر کسی پر تیوریاں چڑھانے کے لیے نہیں۔ اس کو صرف عوام کی تفریح سے غرض نہیں بلکہ افادات کی جدت، اسکی صلابت ہے۔ رواداری، حقائق صحیح نتائج واقعات اور بنیادی صداقت اخلاقی و سیاسی اور ادبی پر نظر رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۴) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) مدرسوں، سکولوں، مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا ہیڈ پرنسپل سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۵ دن کے اندر دیجیے ورنہ بعد میں ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جاسکے۔

(۷) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ۔ جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) صہ روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید صہ جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۲ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چار رم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

ان حضرات کے پاس از قسم لباس ایک جاڑوں کی اچکن ہے۔ ایک پاجامہ لٹھے کا رکھا۔ دو اور بھی گھٹنے ہیں ایک چکن جالی کا کرتا ہے ایک بابا آدم کے وقت کا شالی رومال ہے۔ اس مختصر سامان کو دیکھیے اور وضعداری کو دیکھیے صبح کپڑے پہنے کسی متمول دوست کے گھر پہونچے اور موہنی کی مشق پر داد واہ کی۔ شوقین امیر زادے کا دل بہلایا کھانے کا وقت آیا اٹھے اور چلنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

"اے حضرت کہاں کا ارادہ ہے؟"

جی۔ اب خاصہ تناول فرمانے کا وقت ہے۔ بڑی سرکار یعنی نانی اماں دسترخوان بچھائے انتظار کرتی ہوں گی۔

"اے بھئی کہاں جاؤ گے ٹھہرو آج ہمارے ساتھ کھا لینا"

"نہیں دیر ہو جانے گی تو نانی اماں ناراض ہوں گی"

"اجی کوئی بہانہ کر دینا"

غرض اقرار و انکار ظاہری کے بعد کھانا کھایا اب اور کوئی کام ہی نہیں ہے پڑ کے سو رہے۔ یا چوسر کی ایک آدھ بازی کھیلی۔ ہوحق میں شرکت فرمائی۔ چار بجے۔ شام ہوئی رئیس زادے کے ساتھ بن ٹھن کے چوک تشریف لائے ہر کوٹھے کے جالے لیتے پھرے آخر ایک چھتری پر دم لیا گانے بجانے کا شغل شروع ہوا۔ ہر سم پر آپ ہر تان پر واہ کرنے لگے۔ چلتے وقت رئیس زادے صاحب نے انعام دینے کے ارادے سے دس روپے نکالے آپ کی سیرچشمی بھلا اس قدر قلیل کو کیا خطرے میں لاتی۔ جھٹ رئیس زادے صاحب کے آباو اجداد کی فیاضیاں یاد دلائیں "اجی کیا دس روپے دیتے ہو تمہارے باپ نے بسم اللہ جان کو بسم اللہ جان بنا دیا۔ یہ کوٹھیاں یہ مکان یہ گاڑی گھوڑا یہ گاؤں گراؤں سب انھیں کی جوتیوں کا طفیل ہے۔ کلو والی نظیر کا ایک مجرا سنا تھا ہاتھ سے شتر مرغ کے انڈے برابر الماس کی انگوٹھی اتار کے حوالے کر دی۔ بھلا پچاس روپیہ تو دو۔ واللہ اس شخص کی تانی اگر آج مرا ہوتی تو روپیوں کا ڈھیر لگا دیتا۔

اہا ہا کیا سریلی تانیں لگائی ہیں کبھی لوٹ پوٹ ہو گیا یعنی نواب واللہ جو ہماری بات مانو تو اسے نوکر رکھ لو۔ صورت شکل کی بھی اچھی ہے اور ہیں تو اس کے گانے پر جان دیتا ہوں کمبخت کا گلا ہے یا بانسری ہے۔ ابھی باگیشری گائی تھی سماں باندھ دیا تھا۔ اب تک کان میں تانیں گونج رہی ہیں۔

پشتینی فیاضی کی یادگار قائم رکھنے کے واسطے انعام رئیس صاحب نے دونی کر دی۔ رنڈی شکر گزار ہوئی کہ حضرت نہایت خیر خواہ ہیں۔ اتنی سی سفارش نے آمد و رفت کا دروازہ حضرت کے لیے کھول دیا آمد و رفت شروع ہوئی آج ایک رئیس زادے کے ساتھ آئے تھے کل دوسرے کو ساتھ لائے۔ اس سے بھی انعام دلوایا۔ جیتا جاگتا چلتا پھرتا بولتا چالتا شریف صورت اشتہار موجود ہے تو اجابت میں دیر ہی کیا لگتی ہے۔ حضرت کو نقد کمیشن کی ضرورت نہیں اظہار عشق کے بعد کار گزاری کے صلے میں جان و مال کی مختاری مل گئی۔ خالی شب آپ کے پاس نام کر دی گئی ع

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

اعتقاد کا یہ حال کہ جب بی صاحب مجرے جاتی ہیں گھر بار ان کے سپرد کر جاتی ہیں۔ ان کو کام ہی کیا ہے۔ مزے سے حفاظت کے بہانے کاہلی کی دوضع نباہتے ہیں۔ ہمارے ایک شاگرد نے تین چار روپے کے سرمایہ سے اپنا کام شروع کیا اور آج تک مزے سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ چھت میں موم لگا کے ایک ٹکیا چاندی کی اس میں چپکا دی۔ ایک طامع نواب پر ظاہر کیا کہ میں چاندی بنانا جانتا ہوں۔ نواب صاحب کو جو ہوس نے گھیرا تو لگے خوشامد کرنے۔ آپ نے کٹھریا میں انھیں کے ہاتھ سے نیو اکنڈے کا الاؤ لگوایا دکھانے کے لیے میدان سے ایک بوٹی توڑی اور انھیں کے ہاتھ سے پارے میں اس کا عرق ڈلوا دیا۔ دروازے بند کر دیے آنچ کی حرارت سے موم پگھلا ٹکیا الاؤ میں گری چلیے چاندی تیار۔ اعتقاد قائم۔ دونوں وقت نواب صاحب کے یہاں سے کھانا آتا ہے خاطر داریاں ہوتی ہیں۔ آپ نے نواب صاحب کو بھرا دیا کہ اس نسخہ کا برتنے والا اولاد سے محروم رہتا ہے۔ چنانچہ بندے کو دیکھیے ابھی تک بے اولاد ہے۔ نواب صاحب خوش اعتقادی کے مارے یہ اعتراض بھی نہیں کرتے کہ حضرت آپ کی شادی ہی نہیں ہوئی تو اولاد کیسی اور انتظار کر رہے ہیں کہ بیگم کے پیٹ سے تین چار چینگی پوٹے نکل لیں تا ٹھیک ہو جائے تو پھر اس نسخے سے چاندی کی دیواریں کھڑی کر لیں گے۔

ہماری ایجنسی نے سرکاری حاکموں کو بھی بتی پڑھائے ہیں جن میں بڑے بڑے ڈپٹی کمشنر۔ وزیر مشیر بھی شامل ہیں۔ مثلاً ایک صاحب ڈپٹی کلکٹر ہیں مگر کاہلی کا گھونٹ گھٹی کے ساتھ پی چکے ہیں۔ انھوں نے سوال کیا کہ کاہلی کا نباہ نوکری کی حالت میں کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہم نے جواب دیا کہ منشی سررشتہ دار بہم پہونچاؤ تمام کام اس کے سر تھوپ کو اور دورے کا زمانہ آئے تو رخصت لے لو۔

علیٰ ہذا القیاس ایک حکیم کاہل نے استفسار کیا کہ بہت دوڑ دھوپ کرنا پڑتی ہے کیا کروں۔ ان کو یہ نسخہ بتا دیا گیا کہ مطب چھوڑ کے کسی رئیس کی نوکری کر لو اور اس رئیس کو اپنی خدمات سے کبھی بے نیاز نہ ہونے دو۔ ادھر صورت دیکھی اور جھٹ نبض پر ہاتھ ڈال دیا چاہے ڈنڈ پیل رہا ہو مگر تم یہی کہے جاؤ دوا فوہ کس غضب کی حرارت نبض میں ہے اور آج کچھ چہرے پر تشنج کے آثار بھی ہیں۔ آپ کوئی گرم اونی کپڑا پہنیے چاہے شبنم گرتی ہو یا نہ گرتی ہو صحن میں ہرگز نہ سوئیے۔ گھٹن اور اونی کپڑوں کی گرمی کچھ نہ کچھ رنگ لائے گی

ایسی ہو بہو ہمارے اختیاج کو کم نہ ہونے دیں گی دن بھر میں ایک آدھ مرتبہ حاضری دینا باقی وقت مزے سے کاہلی کا نباہ کرنا۔

ایک جگت آشنا صاحب نے مشورہ لیا کہ احباب کی فہرست طولانی ہوگئی ہے دن بھر میں کسی تقت جان نہیں چھوٹتے۔ ان کو پٹی پڑھائی گئی کہ ہر ایک وسعت فرمائش کردو۔ بھائی آپ سے ایک کام ہے ذری ڈپٹی کمشنر سے سفارش کر دیجیے کہ میرے لڑکے کو نائب تحصیلداری کے لیے امیدواروں میں لکھ لیں۔ جناب خاں صاحب آپ تو ریلوے آفس میں ملازم ہیں نہ ہو میری انا کے لڑکے کو اسٹور کیپر کروا دیجیے بڑی عنایت ہوگی۔ یار نواب ذری منڈی سے آموں کا ٹوکرا بھجوا دو۔"

اگر فرمائش کی بھرمار ہوگئی تو سمجھ لو کہ حلقۂ احباب خزانۂ ہند کی طرح تنگ اور کیسۂ مکان زرِ محبت خالص العیار سے بالکل خالی ہو جائیگا مسٹر لائڈ جارج تو کثرت کار کی وجہ سے مستعفی ہو گئے۔ اب دیانی سکے بے لڑا تے پھرتے ہیں اور مزے سے کاہلی نباہ رہے ہیں۔ لارڈ کرزان وزیرِ خارجہ انگلستان کانفرنسیں کرتے اور ناتمام بے نتیجہ تجویزیں پیش کرتے رہتے ہیں یہ سب کچھ بمشورۂ ایجنسی سرپرست کاہلان و بیکاران ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک مزے اڑاتا ہے۔ کمائیں خان خاناں اور اڑائیں میاں فہیم۔ گورنر اور گورنر جنرل گرمیوں میں شملے۔ سپا لو نینی تال پر رہتے اور کھولت پرستی کا نباہ کرتے ہیں۔ اور جب کسی قدر سردی پڑنے لگتی ہے تو کونسلوں کے اجلاس شروع کر دیتے ہیں ان جلسوں میں کاہلی کی برقی رَو برابر کام کرتی رہتی ہے۔ ادھر ایجنڈا سوال کسی نے کیا اور کہدیا گورنمنٹ اس بات کا جواب دینا نہیں چاہتی۔ فلاں امر زیرِ غور ہے فلاں امر کی اطلاع فلاں ذمہ دار محکمہ میں دی گئی ہے۔ فلاں مسئلہ زیرِ بحث ہے۔ آنریبل ممبر نے جو سوال کیے۔ پہلے کا جواب نفی ہے دوسرے کا اثبات۔ تیسرے کا نمبر ٹل۔ چوتھے کا غیر متعلق۔ پانچویں کا تحقیق طلب۔ چھٹے کا آیندہ اجلاس تک ملتوی۔ ساتواں سوال واپس لینا چاہیے۔ آٹھواں خارج از ذمہ گورنمنٹ۔ نواں بے ضابطہ۔ دسواں نامعلوم گیارھویں کے متعلق گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی تھی کوئی مناسب ممبر اس کے متعلق آنریبل ممبر نے نہیں بتائی۔

الحاصل کاہلی کا سلسلہ نامتناہی جھونپڑوں سے لے کے عالیشان قصرِ شاہی تک ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہماری ایجنسی اپنے کاروبار میں ترقی نہ کرے۔ لہذا بذریعۂ اشتہار ہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ دنیا میں مثل دست غیب کا عینی و حقیقی وجود کہیں ہے تو وہ ہماری ایجنسی میں ہے۔ نظر توجہ سے ہمارے اسناد ملاحظہ فرمائیے اور ریجان و دل ہمارے حلقۂ عمل کی توسیع میں شریک ہو جائیے جادو بیجا اعتراضات کی خدمت اخبار نویسوں اور خدائی فوجداروں کے سپرد کیجیے عالم پسند حاکم پسند شاہ پسند گدا پسند عامل پسند پیشہ ور پسند عابد پسند زاہد پسند بلکہ دل پسند دنیا میں سوائے ہمارے کام کے اور کوئی کام نہ ہے اور نہ ہوگا۔
وما علینا الا البلاغ۔

راقم

ملتا تھا میرے پاس سے او کاہلی تجھے
کمبخت تو تو آ کے یہیں ڈھیر ہو گئی

ولایتی دولھا اور امریکن نامہ نگار

غدر سے قبل کا واقعہ ہے کہ ایک بیگم دلی میں رہتی تھیں اُن کی دو لڑکیاں تھیں۔ بڑی لڑکی کا عقد بیگم نے اپنے بھانجے کے ساتھ کر دیا اور چھوٹی کی شادی ایک تازہ ولایت ایرانی سے ہوئی۔ بیچارہ ولایتی دولھا اجنبی آدمی تھا لہذا ساس کا مزاج شناس نہ ہو سکا۔ ساس کی عنایتیں زیادہ تر بھانجے پر مبذول ہوتے دیکھیں تو اپنے جی میں کڑھنے لگا۔ ادھر سالے صاحب (بڑے داماد) رقیب حقیقی تھے۔ آغا کو جو فعل در آتش دیکھا تو لگے چھیڑنے۔ آغا من ہندی تمام شد مرد ایرانی ہستید شما دریں خانہ بچون کہ ہیچ مرتبہ رسیدن نمی توانید"

آغا بہت جلایا اور ایک روز جب کہ شکوہ و شکایت کا دفتر کھلا ہوا تھا ساس سے کہنے لگا "انصاف انصاف۔ اے مالک دیرینہ روز بندہ مرد غریب ہستم انچہ کہ تو من می کنی انشاء اللہ روزِ قیامت خصم تو می شوم آں روز خواہم دید کہ پیش خدا چہ جواب می دہی"

خصم کے لفظ میں ایک دل لگی ہے یعنی یہ لفظ عربی میں بمعنی دشمنی مستعمل ہے اور اردو میں بمعنی یار آشنا یا شوہر ہے صرف صاد کے جزم کو زبر سے بدلنا پڑتا ہے۔ ساس نے جو آغا کے منھ سے خصم کی لفاسنی تو بڑے داماد سے پوچھا "اے فریدوں یہ دولھا یہ ولایتی دولھا کیا کہتا ہے میاں" فریدوں دولھا "حضور یہ کہتے ہیں کہ خدا نے چاہا تو قیامت کے دن میں آپ کا خصم بنوں گا"

بھلا ایک شریف عورت داماد سے ایسا مکروہ فقرہ کیونکر سن سکتی۔ بیگم کا منھ مارے غصہ کے چقندر ہو گیا اور ایک دوہتڑ اپنے زانو پر مار کے لگیں کوسنے پیٹنے۔

"ارے آگ لگاؤں موے تیرے منھ کو تیرے منھ کو جھلسا موے بے غیرت۔ بدنصیب۔ خدا تجھ کو غارت کرے۔ ارے موے خصم جا کے بن اپنی اماں بہنا کا۔ الٰہی تیرے منھ میں سانپ کلاٹے۔ او موے غارتی ہوا نامرگ کو دیکھو قیامت کے دن خصم بنیں گے۔ تجھ خصم بننے والے کو خاک میں ملاؤں۔ دور ہو موئے میرے سامنے سے۔ ارے خدا کے لیے فریدوں دولھا اس موذی کو میرے گھر سے نکالو"

غریب ولائتی دولھا پر یورش ہو گیا۔ باورچی خانے سے ماما چمٹی کرچھا دھینا لے کے دوڑی اور آتے ہی داڑھی کے جھونس میں آگ لگانے پر تیار ہوئی غرض بیگھا را دل کھول کے کیا گھوری۔

جلد ۱۹ نمبر ۳۶

مضامین پیچ

(مورخہ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

غزل

(از جناب سید ضمیر حسن صاحب آغاہ)

زچہ خانے میں ہدایت نے خبر دی قیس کی جو | یہ کہہ پڑھ کے دئے آیۃ الکرسی یا ماں کو
کوئی کیا کھول سکتا ہیبیوں کے راز نہاں کو | یہ حرکت ہی پریشان نے کیا چاک گریباں کو
کہا لیلیٰ نے تقاضے سے اہے وہ تو ہیں دیوانے | مری جانب سے تسلیم کہنا اُن کی اماں کو
اسی حرکت سے اکثر سلیاں کرکے اڑایا ہے | کبھی ہمسے گریباں کو کبھی تنگ گریباں کو
روانہ جب کیا مجھکو عدم سے جانب ہستی | مرے اسباب میں ناصح جنون قیس ساماں کو
نہ ابھی بچپن بالک کے کوئے میں میں پیش بچھوٹ | تو بس کٹوا کے سلجھا ہی یار زلف پریشاں کو
نہیں واقف جو انگریزی سے دیکھی اس زمانے میں | نہیں جیچوپر بھولتے ہیں انگریزی ہیں لونیاں کو
جو عشق آدمی پر چڑھا تو ہی ہو لی انسانی | وہ عشق آخر میں بچپن کس بنادیتا ہے انساں کو

بوقت وصل سب لیلیٰ سے سلوایا گیا آغاہ
بعہد بچپنا قیس نے پھاڑا گریباں کو

غدر ۱۸۵۷ء کی یادگار

نام...... حکیم مفتی ...... ولد ...... حکیم فرعون ...... سکونت ...... لاحول بڑا شہر

آپ کا سلسلۂ نسب تین سو ننانوے واسطوں سے حکیم ارسطاطالیس سے مل جاتا ہے۔ اس طرح طبابت آپ کا آبائی پیشہ ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ آپ توم کے حکیم ہیں۔ آپکے دادا حکیم پاچکر شتی بڑے پایہ کے حکیم تھے مخض وقار و وہ دیکھنے کی مذموم رسم انھوں نے اپنے یہاں سے اُٹھادی تھی وہی طریقہ اب تک جاری ہے آپ صرف حال سن کر غائبانہ مرض تشخیص کرتے اور دوا تجویز کردیتے ہیں اور ننانوے فی صدی وہ دوا تیر بہدف ثابت ہوتی ہے۔ مریض کی عمر، پیشہ اور مالی حیثیت احتیاطاً ضرور دریافت کر لیتے ہیں اور اگر مریض مطب میں آجاتا ہے تو ایک غایر نظر اس پر ڈال بھی لیتے ہیں۔ اکثر مزمن امراض کی نبض عورتوں کی بغلوں میں اور مردوں کی جانگھوں میں منھ ڈال کر کچھ سونگھ بھی لیا کرتے ہیں۔ صرف جڑی بوٹیوں سے علاج کرتے ہیں اور اس کے لیے آپ کو تمام دیس کے جنگلوں میں بڑا وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ سیکھا بوٹی جسکی

نسبت مشہور ہے کہ بھینسا ڈوم سانپ اس پر عاشق ہے اور ہر وقت اسکے پاس پڑا رہتا ہے۔ آپ نے بڑی محنت سے جان خطرے میں ڈال کر حاصل کی۔ اس بوٹی کا درخت یکم اکتوبر کو یک بیک زمین سے نکل آتا ہے اور ایک ہفتے کے بعد اس میں ہزاروں لاکھوں پتیاں پیدا ہو جاتی ہیں چالیس روز تک پتیاں ہری رہتی ہیں اس کے بعد پتیاں تو جھڑنے جلتے ہیں اور درخت جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ سانپ بھی اپنی راہ لیتا ہے۔ آپ کو خواب میں اس بوٹی اور اُس مقام کا حال معلوم ہوا جہاں یہ پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ درخت نکلتے ہی سانپ آجاتا ہے اور جب تک درخت جلکہ کالا نہیں ہو جاتا وہاں سے ہٹتا نہیں ہے اس لیے آپ دو ایک روز پہلے سے ایک قبر کھود کر اس کے اندر بیٹھ یا لیٹے رہے وقت مقررہ پر درخت نکلا اور ایک پرانا بگدھر بھینسا ڈوم کوئی دو سو گز لانبا بھن اٹھائے آن موجود ہوا اور درخت کا حلقہ کرکے بیٹھ گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد حسب معمول پتیاں نکلنا شروع ہوئیں اور جب سب پتیاں نکل آئیں تو آپ نے قبر میں لیٹے لیٹے خواب میں سیکھا ہوا منتر پڑھا اور سانپ کو کیل دیا۔ اس کے بعد آپ خم ٹھونک کر کمال بہادری سے کفن پھاڑ۔ قبر سے باہر آئے اور اس مجبور عاشق صادق کے سامنے اس کے معشوق پر دست درازی شروع کردی اور چشم زدن میں سب پتیاں توڑ لیں تھ جن ابھی دو رستے لینا کرتے تھے مگر چونکہ ابھی چالیس دن نہیں گزرے تھے اس لیے قریب آنے اور دخل دینے کی ہمت نہیں پڑی۔ وزن کرنے پر پانچ سیر پتیاں نکلیں بس یہی آپ کا مبلغ علم ہے اور ان ہی پتیوں سے آپ ہر قسم کی دوا بناتے اور مریضوں سے دنیا کو پاک کرتے ہیں۔ نہ آپ کسی سے فیس لیتے ہیں نہ کسی کے گھر جاتے ہیں۔ دوا کے دام البتہ آپ لے لیتے ہیں جو با وجود حد سے زیادہ ہونے کے زحمت حصول دوا اور فوائد کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

آپ کے زرین اقوال

(۱)۔ معلم ثانی ابو نصر فارابی جو حکیم اور فلسفی ہونے کے علاوہ اعلیٰ درجہ کا صاحب کمال مغنی بھی تھا کہتا ہے کہ فن طب اور فن موسیقی توام نہیں ہیں اس لیے اس حقیر کے نزدیک جس طرح آواز کا ذرا سا اُتار چڑھاؤ راگ راگنیوں اور ان کے شعبہ اور گوشوں میں زمین آسمان کا فرق پیدا کر دیتا ہے ٹھیک اسی طرح نبض کی ہر حرکت اپنے اندر معلوم نہیں کتنے معنی پنہاں رکھتی ہے جسکا سمجھنا ہر ایک کا کام نہیں اس لیے نبض دیکھنا فضول اور تھرما میٹر لگانا تو بقول شخصے بالکل ہی بے فضول ہے۔

(۲) قارورے کو گاڑھا پتلا اور رنگ برنگی کر دینا امکانی فعل بھی ہے کیونکہ رخصت کے خواہشمند اہلکار بیمار ثابت ہونے کے سبب یہ کرتب کر دیا کرتے ہیں اس لیے اس چیز کو دیکھ کر مرض تشخیص کرنے میں خطا کا زیادہ امکان ہے۔ پیشاب کی ڈاکٹری کرانا بھی بیکار ہے اس لیے کہ دواؤں کی

صدمت سے پیشاب کا جوہر اُڑ کر ہوا میں مل جاتا ہے اور امتحان صرف تماشا ہی تماشا رہجاتا ہے۔

(۳) طبیب کا قسی القلب، ناپاک اور بے مروت ہونا ضروریات سے ہے جو ایسا نہ ہو وہ ہرگز طبیب نہیں ہوسکتا۔

(۴) طبابت کی غرض خلق اللہ کو فی سبیل اللہ فائدہ پہونچانا ہے اس لیے اس کی اجرت لینا حرام مطلق ہے۔ ہاں دوا کے دام جس قدر چاہے ... وہ ہر مذہب میں جائز اور حلال ہے۔

حکایات

(۱) منشی مونچھ مرڈ، پولٹیکل ایجنٹ عدم آباد کمی مرض میں مبتلا ہوئے۔ آپ نے چکیدہ سکھا بوٹی شیرہ سنکھیا میں ملا کر پلا دیا اسی وقت مریض اور مرض دونوں کا استیصال ہوگیا۔

(۲) رائے بہادر لالہ سلیپر چند ٹھیکہ دار محکمہ ریلوے نقصان کثیر ہونے سے گوز یدن کی گردان بھول گئے ہرچند یاد کرتے تھے مگر کسی طرح یہ مضمون یاد نہیں آتا تھا جب حالت بہت خراب ہوئی تو لوگ مریض کو آپ کے پاس لے آئے۔ آپ نے امساک الریاح تجویز کر کے بیضہ مرغ کے برابر حب سوکھا بوٹی جیسے ہی حلق سے اُتروائی ویسے ہی لالہ صاحب کو مصدر کی گردان یاد آگئی اور لالہ صاحب کے سرگم موسیقی، رنگ برنگی آوازیں نکلنا شروع ہوگئیں آدمی سے ہارمونیم ہوگئے۔ اس علاج کے بعد گو لالہ صاحب کی زندگی بہت کم ہوئی مگر آوازیں کسی وقت بند نہ ہوئیں بیضہ مرغ کے دام آپ نے صرف بارہ سو سکہ رائج الوقت لینا بجبر و اکراہ منظور کیا۔

(۳) بھاجی نوش دمڑجی بابو دیوان بہادر سنکھ پدر راش بھات کے ساتھ غلطی سے بڑے بڑے قیمتی جواہرات کھا گئے۔ بدل ماتحلل نے حرام خوری کی سفاوت ... بہ دافعہ ... سکہ کے مطلوبہ حصول میں کمی کی۔ دل پھڑکنے لگا دماغ بیٹھ گیا۔ جگر نے اشرف الاخلاط کو دم بھانسے میں رکھا۔ صفرا، سودا، بلغم سے سازباز کر لیا۔ معدے میں تلاطم برپا ہوگیا۔ حکیموں کے نمک حلال ثابت ہوئے۔ ڈاکٹروں کے آلات سرجری کھمل ہوگئے۔ وید کی رس بھسم ہوئے۔ خاک فائدہ نہ ہوا۔ کوئی فرق قابو میں نہ آیا۔ ہیجان میں کمی نہ ہوئی آخر کار مریض آپ کے مطب میں لایا گیا آپ نے حرام خوری تشخیص کر کے روغن سوکھا بوٹی شیرہ الماس اور روغن بید انجیر میں ملا کر ایسا عمل دیا کہ سب جواہرات آپ کے بچا دینے ... میں آگئے اور مریض یہاں سے غٹر غوں کرتا ہوا دم مارتے ... باپ کے یہاں چل دیا۔

آپ کے مجربات

(۱) شیاف سوکھا بوٹی۔ یہ شیاف ساڑھے سات انچ لانبا ہوتا ہے اور ہاتھی دانت کا بنایا جاتا ہے اس پر ... کی کھال کی جھلی چڑھی ہوتی ہے

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

مقدمہ نمبر ۱/۴ بقایا ... لگان

بعدالت تحصیل کھیری ... ضلع کھیری

نام جناب ... صاحب بہادر ... تحصیلدار ... فتح پور

... عمار، وغیرہ مدعی

بنام

(۱) ... سپران جودھا سنگھ قوم ٹھاکر ساکن ... پرگنہ و ضلع کھیری مدعا علیہم

واضح ہو کہ مدعیان نے تم پر ایک نالش بابت بقایا لگان کے دائر کی ہے۔ لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ ماہ اکتوبر ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام کھیری اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۹ ماہ ستمبر ۱۹۳۴ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

نمبر مقدمہ ... ۱۹۳۴ء

در عدالت جناب سید یعقوب علی رضوی صاحب بہادر سلکنڈ (سیکنڈ) ... خفیفہ لکھنؤ

بولا قیدا (؟) ولد منوہن لال قوم رستوگی مہاجن ساکن محلہ شستری (؟) ... شہر لکھنؤ مدعی

بنام ... سنگھ ... علیہ

بنام ... سنگھ ولد لال بہادر سنگھ قوم ٹھاکر ساکن موضع محمد پور پرگنہ بلرام پور ضلع گونڈہ مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... مع سود کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۲ ماہ اکتوبر ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جوابدہی کی تائید میں جن جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۰ ماہ ستمبر ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض قرارداد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۲۰۵ سنہ ۱۹۳۴ء ابتدائی معمولی

عدالت جناب سید ابو القاسم (بی ...) صاحب بہادر منصف گونڈہ

... ولد بھوری کلوار ساکن ... پرگنہ و ضلع گونڈہ مدعی

بنام

... مدعا علیہ

بنام ... کلوار ولد ... کلوار ساکن ... پرگنہ و ضلع ... مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... زر امانت کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۳۱ ماہ اکتوبر ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے ... اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے اور جوابدہی دعوی مدعی کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع و فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ... ماہ اکتوبر ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تنبیہ: تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری ۲۴ ماہ اکتوبر ۱۹۳۴ء تک [illegible] گذرانو۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

جیکٹ سوایک مرتبہ سوکھا بوٹی کے سفوف کالی اور ال مرچوں میں تر اور خشک کی جاتی ہے۔ قیمت ایک سو ایک روپیہ فی شیاف۔

(۲) ہتھوڑا سوکھا بوٹی۔ سات قسم کی دھاتوں کو ایک ہزار ایک مرتبہ سوکھا بوٹی کے عرق میں بجھا کر یہ ہتھوڑا اسوا دس سیر وزن کا بنایا جاتا ہے "آدھا سیسی درد" میں ایک قوی شخص تین مرتبہ پوری قوت سے اگر سر پر ضرب لگا دے تو درد تو درد انسان چلا تا رہتا ہے۔ معمول مطلب ہے۔ قیمت ایک سو ایک روپیہ فی ہتھوڑا۔

(۳) سفوف سوکھا بوٹی۔ شراب میں ملانے سے مزا چوکھا ہو جاتا ہے۔ گھر ۱ فوراً لگتا ہے حلق میں پھندا پڑتا اور پینے والا پیتے ہی نیم بھڑمیں ہو جاتا ہے۔ مفت تقسیم ہوتا ہے۔

بھـــــلم

زار مہند لکھنوی

تبصرہ لغات

(نمبر ۵)

"جامع اللغات"

ارشاد ہوتا ہے "افعال" "(صرف ونحو) مصدر کے مشتقات۔ جو الفاظ مصدر سے بنائے جاتے ہیں"!

اللہ ری صرف دانی۔ جتنے الفاظ مصدر سے مشتق ہوں وہ سب افعال کہلاتے ہیں۔ فاعل۔ مفعول۔ آلہ۔ ظرف۔ یہ سب گویا "افعال" ہی تو ہیں؟ —

اُس طالب علم کمبخت کی تو شامت ہی آجائیگی جو اس نامعقول کتاب کے بھروسے پر ذکر دہ تمام مشتقات کو جواب میں کسی سوال کے "افعال" لکھ جائے۔ فیل ہو جائے گا تو مؤلف صاحب کی جوتی سے۔ اُنھوں نے تو بہر حال اُردو کی جان پر احسان کیا۔ حیا داری دیکھیے کہ پرائی زبان (عربی فارسی) پر برابر مجتہدانہ حکم کا سلسلہ جاری ہے جس کی پروا نہیں کہ صاحبان علم دیکھیں گے تو کیا کہیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "افعی۔ نہایت زہریلا سانپ کالا پھن دار سانپ" "ہر زہریلا سانپ" "(صفت) بڑا شریر نقصان پہونچانے والا آدمی۔ وہ آدمی جو لوگوں کو خواہ مخواہ تنگ کرے یا نقصان پہونچائے (گویا سانپ کی طرح موذی ہوتا) ہے"

اب عربی لغت اٹھا کے دیکھیے تو اس کے حروف اصلیہ یا تو ف ع ہیں یا ف ع ی۔ یعنی دلوی بھی ہے یائی بھی — حضرت لکھتے ہیں "فعا" ہزار برس عربی کتب لغات میں تلاش کیجیے تو یہ لفظ نہ ملے دوسرے یہ کہ زہریلے اور بے زہریلے کی قید کہیں نہیں۔ بڑے سانپ اور بُرے سانپ کو افعی کہتے ہیں۔—

بی جامع اللغات کے بل سے "فعا" خدا جانے کیونکر نکلا جس کی پھنکار سے غریب طالب علم امتحان گاہ میں بیہوش ہو جائیں اور ممتحن مارے تپنے کے کٹ رہ جائیں۔

فرماتی ہیں بی افعی اللغات "افگار" "(مذکر) چار پاؤں کی پیٹھ پر ایک قسم کا پھوڑا"

یہ بھی وضع اصطلاح کا حق ادا کیا گیا ہے کہ اگر کبھی کسی چار پائے کی پیٹھ پر کوئی دنبل نظر آئے اور اُس کا نام رکھنا ہو تو ہم ایک نام مشنگی وضع کیے دیتے ہیں۔ اس نومولود غیر معلوم النسب کا نام جھٹ سے افگار رکھ دیا گیا حتیٰ کہ اس کا وجود نہ تو افواہ ناس پر ہے نہ کتب لغت میں۔ ہے کوئی وٹرنری ڈاکٹر؟ جو اس ایجاد کا شکریہ ادا کرے۔ بڑی مشکل حل ہوئی۔

ارشاد ہوتا ہے "افلاطون کا سالا۔ (مذکر) مغرور یا متکبر آدمی"

افلاطون کو مرے ہوئے ہزاروں برس ہو گئے۔ مگر اُس کے سالے غیر فانی ہیں۔ بہنوئی سے تو سالے ہی اچھے رہے۔ اب کون اس سخری لغت سے پوچھے کہ آخر یہ محاورہ کہاں کا ہے کون شریف بولتا ہے۔ کس لغت میں اس کا وجود ہے؟ — لے خدا لو ابھی آپ نے دیکھا کیا ہے۔ آگے بڑھ کے فرماتی ہیں! افلاطون کا ناتی (مذکر) افلاطون کا پوتا "دیکھا آپ نے پورا شجرہ افلاطون کا اس افلاطون کی نانی (کتاب) ہی کو یاد ہے مگر "ناتی" کے معنی عموماً نواسے (دختر زادے) کے گنوار اللغات میں لئے جاتے ہیں۔ یہاں پوتا کہہ کر نواسے کو گڑ گئے یہ ذری ایک ٹیڑھی بات ہے ؎

پس از سی سال این معنی محقق شد به خاقانی
کہ ناتی پوتا می باشد و دادا شوہر نانی ہے

خدا سمجھے اس نانی اللغات سے کوئی بات ٹھیک نہیں بتاتی —

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۲۷ ۱۹۳۴ء

عدالت جناب بابو گریش چندر صاحب بہادر منصف حوالی لکھنؤ مقام لکھنؤ
گجراج سنگھ ولد رتن سنگھ قوم چھتری ساکن موضع کٹھوارہ پرگنہ مونہ تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ مدعی

بنام

کلو سنگھ وغیرہ مدعا علیہم
بنام بہادر سنگھ ولد کلو سنگھ ساکن موضع کٹھوارہ پرگنہ مونہ تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ مدعا علیہم

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۰ ماہ نومبر ۱۹۳۴ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے کما حقہ واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ بروز حلیہ [illegible] کو تم تائید اپنی جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بلا حاضری تمہارے مسموع اور منفصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۳ ماہ اکتوبر ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تنبیہ: — تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری بتاریخ ۱۰ نومبر ۱۹۳۴ء تک گزرا لو۔

وقت حاضری منصوعہ ال کہ ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

بے تعصب استاد کی پاک تعلیم

آپ	پاک و صاف زندگی کس طرح گزار سکتے ہیں؟
آپ	دنیا کے سچے عیش و آرام کس طرح حاصل کر سکتے ہیں؟
آپ	بچپن کی غلط کاریوں کا خمیازہ بھگتنے سے کس طرح بری ہو سکتے ہیں
آپ	مضبوط عمر دراز اقبال مند خوبصورت اولاد کس طرح پیدا کر سکتے ہیں؟
آپ	ان تمام باتوں کا جواب قطعی حاصل کرنے کے لیے

ایک کارڈ تحریر کر کے نہایت عمدہ مضامین سے مزین کتاب

کام شاستر بالکل مفت طلب کریں:

پتہ: — اسٹنٹ نگرہ ناریجی جانگر کا ٹھیا واڑ

جاری شدہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
لکھنؤ
تار کا پتہ "حِنا" لکھنؤ
نہایت نفع بخش ایجنسیاں
حاصل کرنے
کے لیے قواعد
مطبوعہ جدید
۳ کے ٹکٹ آنے پر
مل سکتے ہیں —
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ
شاخ قنوج حیدرآباد دکن دہلی منصوری

جدید شکل فلکی

ستارہ شناس پنچ نے جوڑا برخوردار۔ خدا کرے یہ گٹھ بندھن مبارک ہو۔ گنہگار۔ ۔ ۔ ۔ ؎

چیلے غلامانہ پھر آزادانہ رویہ اختیار کیجیے۔ خیر یہ بات دل لگی میں اُڑ گئی۔ مگر آج اخباری کالموں میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سردار پٹیل شرکت کانگریس میں کھدر پوشی کی قید کے خلاف رزولیوشن پیش کرنے والے ہیں۔ پٹیل جی دیر میں چونکے! جبکہ سوراج کا خواب تعبیروں کی کثرت سے پریشانی میں مبتلا ہو کے خدا جانے کس دماغ میں روپوش ہو گیا۔

ناتمام فقرہ

ہمارے پرانے پولٹیکل بازیگر پنڈت مدن موہن صاحب مالوی فرماتے ہیں کہ کانگریس نے جب ہندوستان کو آزاد کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے اُس وقت سے ہی وہ مشترکہ انتخاب کا نعرہ بلند کر رہی ہے۔ لیکن انگریز کبھی یہ نہیں چاہتا کہ ہندو مسلم سکھ آپس میں پریم سے رہیں۔ اس لیے اُس نے کانگریس کی خلاف ہی فرقہ وار جداگانہ انتخاب جاری کیا۔ اب جب ہندوستان میں اصلاحات رائج کرنے کا وقت آیا۔ تو اُس وقت بھی وزیر اعظم نے ایسا فرقہ وار ایوارڈ دیا کہ ہمارے ایک ہونے کے امکانات باقی نہ رہیں۔"

یہ فقرہ دم کٹا اور لنڈورا ہے پنڈت جی کو آخر میں یہ بھی ارشاد کر دینا تھا کہ اسی وجہ سے تو میں نے ہندو مسلم سکھ گروہ کو متحد کرنے کی خدمت ایک تازہ نفاق اور سر پھٹول کی صورت میں ادا کی ہے۔ جب تک کانگریسی ہندو اور میری پارٹی کے ہندو

دھول دھپا اگرچہ بچکانہ کھیلیں وزیر اعظم کا ایوارڈ کسی طرح سود بیاہ نہیں ہو سکتا سوا دری تعلق!۔

بس جاؤ تمھیں ذبح کرنا نہیں آتا

کولھو کا بیل یا وہ مقدمہ جو ریاست بھوپال بنام

یورپین جنگی روح
"ہے شرط کہ پٹک دوں!"

مالک جریدہ ریاست دہلی کے نام سے مشہور ہے چار پانچ برس میں جہاں سے چلا تھا گھوم پھر کے آخر اسی نقطے پر آ کھڑا ہوا۔ کہاں گئے تھے کہیں نہیں۔ کہاں سے آئے کہیں سے نہیں یعنی پہلے تین سال کی سزا ملزم کو جو الزام بالا ملزم کی مصیبت میں زبردستی مبتلا کیا گیا تھا دی گئی۔

پھر یہ بادی پن سے پھولی ہوئی سزا اپیل میں خشک ہوئی تو ایک ہی سال کی رہ گئی۔ اور بالآخر وہ ایک سال کا ننھا سا پودھا بھی اپنی جڑوں پر قائم نہ رہا۔ یعنی ناگپور کے جوڈیشیل کمشنر نے اسے جڑ ہی سے کھود کے پھینک دیا۔ مگر اس املی کی جڑ سے نیا تنگ نکالنے کی بھوپال کے نمک حلال خوار کارندوں کو ہدایت فرمائی۔ قانون کا حال تو ہمیں معلوم نہیں [illegible] کہ اگر کسی قدیم [illegible] ہیں انصاف کی [illegible] تو اس [illegible] کے [illegible] طوفان بے تمیزی [illegible] ماتحت حکام [illegible] اب کوئی [illegible] اسی بنجر زمین پر [illegible] ہونے کی باقی نہیں [illegible] مگر حکم حاکم [illegible] نئے سرے سے پھر تخم ریزی [illegible] اور آب یاری ہو رہی ہے۔ ایک [illegible] اخبار نویس [illegible] اتنی بڑی [illegible] کیا [illegible] مقدمہ [illegible] پر نسخ کھینچ دیا۔ اب اور کیا چاہیے [illegible]۔ جو فریق [illegible] کی پستی کے بدولت بار ادوہ خود اپنی کمزوری کا ذمہ دار ہے۔ رئیس بھوپال کو غور فرمانا چاہیے کہ بھلا جو لوگ ایک ادنی مقدمے کی پیروکاری ابھی نہیں کر سکتے چھ چھ لاکھ روپیہ گوری کے جرمن کی طرح چٹکیوں میں اُڑا دیتے ہیں وہ نظم و نسق ایک بڑی ریاست کا خاک کریں گے؟ یہ اپیل دوبارہ سہ بارہ بھی

فتح وظفر کی امید کھنکھنا دیجیے۔ ہمارے نزدیک سردار دیوان سنگھ کو اس کا موقع تو ملنا چاہیے کہ وہ چور رہے پر کھڑے ہو کے ؎

پھر نگہ جیتی ہے آنکھ جھکی جاتی ہے
دیکھیے دیکھیے پھر تیر خطا ہوتا ہے

الا میں ساب بھی خیریت ہے کہ بھوپال کی ریاست "جانتری خاطر کرتی ہوں" کہہ کے مقدمہ اٹھا لے اور بڑے بڑے پوسٹر ہائیں مضمون شائع کرے "یہ ہوگا۔ ہم دیوان سنگھ سے درگزر کرتے

اور امید رکھتے ہیں کہ وہ آیندہ پریس پروٹکشن ایکٹ کے بھوت سے ڈرتے رہیں گے۔ زندہ باد تاجدار بھوپال"

جب یہ مقدمہ چلا تھا اسی وقت ہم نے اسکی بے ڈھنگی چال دیکھ لی تھی اور عرض کیا تھا کہ "جانے دیجیے آپ کا نمک مارے گا"

لیکن صاحب وہ بھی کوئی رئیس ہے جو اہل عقل کی بات مانے؟ —

دہلی والے مقدمے میں ریاست بھوپال کی جو رسوائی ہوئی تھی اسے بھلاکر دنیا اب تک بھول گئی ہوتی۔ مگر ناگ پور والے مقدمے نے دنیا کے حافظے کی وصلی پر پھر سے نیا ابھار پھیر دیا۔

لاحول ولاقوۃ! —

"طریقت" جون پور

ایک نیا ہفتگی پرچہ جون پور سے شائع ہوا ہے۔ عمر معتدل ہے۔ مولوی ظفر مہدی صاحب جونپوری دبیر کامل منشی کامل۔ فاضل فقہ۔ فاضل ادب۔ صدر الافاضل اس کے منشی و محرر خاص ہیں اور ان کے نائب مشتاق احمد صاحب جونپوری ہیں پرچہ دلچسپ ہے۔ علمی اور ادبی عمدہ مضامین کی توقع رکھنی چاہیے۔ سالانہ قیمت تین روپیہ ہے۔

رہبر وطن بھوپال

یہ بھی ہفتگی ہے اور اسی زمین سے نکلا ہے جو پتھریلی ہونے کے باعث نکتہ چینی کا نقش قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ اور جس کا غبار تک خونین رنگ (سرخ) ہے۔ اس سے قبل بھی ایک نکل کے بند ہو چکا ہے۔ اور یہ نئے صاحب بھی اپنے وجود کے ساتھ پریس آرڈیننس لیتے ہوئے تشریف لائے ہیں۔

ریاستوں کی رعایا بیٹھے بیٹھے اکتا گئی ہے اس وجہ سے ملکی اور غیر ملکی کا جھگڑا دلبستگی کے واسطے ہر جگہ چھڑا ہوا ہے۔ حیدرآباد میں تو اس چرچے کی انتہا ہی نہیں۔ بھوپال نے اب اسے آغاز کیا ہے۔ حالانکہ ہے یہ بے سود۔ کیا معنی کہ جب تمام ہندوستان کے دروازے انگریزی حکومت نے از راہ کشادہ دلی دنیا بھر کے لیے کھول دیے ہیں بابہا مفتوحۃ للداخلین۔ جس کا جی چاہے آئے اور قسمت آزمائے تو ریاستیں جو کہ ماتحت ہیں اس سطالبہ کا نباہ کس طرح کر سکتی ہیں۔ جو مرضی آقا کی وہی نیت غلام کی ہونی چاہیے۔

بہرحال ریاستی داب و آداب کی پابندی کے ساتھ جس قدر صاف گوئی ممکن ہے اس کا حق یہ پرچہ اچھی طرح ادا کرتا ہے قیمت ۶؍ سالانہ۔

اطلاعنامہ حسب دفعہ ۲۰ ایکٹ ۴ سنہ ۱۹۳۴ء
صوبہ آگرہ

نمبر ۱۵

عدالت جناب سید رئیس الدین احمد صاحب رضوی اکزیکٹو اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم امروہہ

چونکہ بمقدمہ نالش بابو دھیان پرشاد ولد بادھو رام قوم ویش گھریار موضع بی بی پور پرگنہ امروہہ بنام محمد اسمعیل ولد جبان قوم شیخ ساکن موضع سرائے کھیم رو کاشتکار موضع بی بی پور پرگنہ امروہہ کے جو عدالت میں فیصل ہوا ایک ڈگری بلا پابلا کان بابت ۲۵ لغایۃ ۱۳۴۰ف بتاریخ ۱ جون ۱۹۳۱ء صادر ہوئی اور بلغ ۔۔ روپیہ رو سے ڈگری مذکور واجب الادا ہیں ان کی تفصیل حاشیہ پر درج کی جاتی ہے

	روپیہ	آنہ	پائی
اصل ...	۱۶	۴	·
خرچہ نالش ...	۲	·	·
سود بابت زر اصل و خرچہ نالش ...	۳	۱	·
خرچہ اجرائے ڈگری ...	۷	۱۳	·
سود بابت زر اصل و خرچہ نالش ...			
میزان ...	۳۶	۱	·

اور چونکہ آج کی تاریخ تک ڈگری بلا انفصال رہی ہے۔ لہذا بذریعہ اس تحریر کے تم مدیون مذکور کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم زر مذکورہ بالا بمبلغ ۔۔ روپیہ جو از روئے ڈگری کے واجب الادا ہیں اس عدالت میں پندرہ روز کے اندر تاریخ موصول ہونے اطلاعنامہ ہذا سے ادا کرو ورنہ وجہ ظاہر کرو کہ تم مندرجہ ذیل کھیتوں سے جن کی بابت بقایا ڈگری شدہ واجب الادا ہے بیدخل کیوں نہ کیے جاؤ۔

تفصیل اراضی

پرگنہ	موضع	نمبر کھیت کا	رقبہ کھیت کا
امروہہ	بی بی پور	۸۵۷ ۸۵۸ ۹۵۸	[illegible]
		۳	[illegible]

دستخط حاکم مع مہر عدالت

اودھ پنچ ۱۰ ا
رجسٹر نمبر اے ۷۸۳

مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات خزینۂ
علم و ادب ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں
ہر کلب خانے میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت
فی جلد سے مع محصول۔ ۱۹۳۳ء کی جلد
خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ
سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ و ۱۹۳۲ء علی قیمت

فی جلد ... محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔
جلد ۱۹۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنو
حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد ۱۹۳۲ء کے خریدار کو
حصہ دوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

۱۹۳۰ء اور اسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے
فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ
خریدار۔

منتخبات اودھ پنچ حصہ اول

دور ثانی کی قدیم جلدوں کے منتخب شدہ علم و ادب
کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ او ر
سبق آموز خزینہ $\frac{20 \times 26}{14}$ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع
کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت فی جلد عہ
علاوہ محصول۔
نیز حصہ دوم مشتمل بر ۹۰ صفحات مجلد عہ
محصول ڈاک علاوہ۔
حصہ سوم۔ ضخامت بشرح صدر مجلد عہ
علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ لکھنو

REGISTERD No A 783
LUCKNOW
OUDH PUNCH
١٩٣٤
M. B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCK

کل دیکھ تماشہ کا "تو غریب مقدمہ بازوں کی تکلیف کا دریا نیز دل نہ چڑھتا۔

طوفان و طغیان کا ایک اور تاریخی نادرۂ روزگار علمی انکشاف ہوا ہے۔ خوبصورت عمارتیں تباہ ہو جانے پر گیس کے نل پھٹ جانے پر تیل کی ٹنکیاں بھڑک اٹھنے پر ہزار ہا کوس سے امداد سخاوت کے واسطے جاذب کاغذ بن جاتی ہیں بشرطیکہ یہ عمرانی حالت تہذیب و تمدن حال نے پیدا کی ہو یہ نظریہ (تھیوری) جاپان کی تباہی نے ہم کو سوجھایا۔ جاپان یہاں سے ہزاروں میل دور ہے۔ زلزلہ آیا۔ پانی کے نل پھٹے گیس کی خوبصورت نازک نازک نلکیاں جھٹکیں آگ لگی بھیا آئی۔ ہندوستان میں جاپان فنڈ قائم ہو گیا۔ "آنکھوں دیکھا بھٹ پڑا مجھے کانوں سننے دے"۔ اہل دل و دولت کچھ خوشامد کے مارے کچھ ہمدردی کے مارے کچھ ناموری کے لیے متوجہ ہو گئے مگر ابھی تک سوائے عام رعایا کے کوئی بہار آرہ اور لکھنؤ کی جانب متوجہ نہیں ہے۔ وائسرائے صاحب اودھ ریلیف فنڈ کا افتتاح نہیں فرمایا۔ یہی گھاس تو یہاں ہے گجا ذب کہلائی شرت محض تباہی جان و مال سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی۔ اس کے لیے شرط ہے کہ زلزلہ آئے اور ایک خود نمونہ ملک میں آئے جس میں ٹنکیاں بھی ہوں نلکیاں بھی ہوں۔ یہ صفت غارت شدہ ہندوستان نہیں رکھتا ہے۔ یہاں یہ نہیں بہتا خوبصورت فرنیچر کے ٹکڑے نہیں دکھائی دیتے۔ چھپر کا پھونس بہہ رہا ہے۔ تھونیاں لنڈھکتی ڈوبتی ترتی چلی آتی ہیں۔ پہاڑوں پر رہنے والے مزے کر رہے ہیں توجہ کرے انکی بلا۔ پیپل پر بیٹھنے والے بھتنوں کی خیر صلاح پوچھے کس کو غرض پڑی ہے۔ العزت اللہ باقی ہمہ کل باقی اسے تو بہ فانی۔ ٹیگور کے ناول میں برہمنوں ہی کا ذکر زیب دیتا ہے۔ جاپان اور ہندوستان کی وہی مثل ہے "بڑے بڑے بہے جائیں گدھا پوچھے کتنا پانی تھا"۔ شریک رسالہ دین۔ دنیا دہلی میں جاپان کی نسبت مسٹر سید راس مسعود صاحب کی زبانی ایک عمدہ نادرہ درج ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے وزیراعظم جاپان سے پوچھا "آپ کی قوم خدا کی نسبت کیا عقیدہ رکھتی ہے!۔ وزیراعظم نے جواب دیا "خدا کبھی اس ملک میں نہیں آیا نہ ہم اس کو اس ملک میں گھسنے دیں گے"۔ ایسی پیاری پیاری باتیں کرنے والا ملک جو خدا کی خدائی سے باہر ہو نادرات میں داخل ہے اُس کی طرف ضرور توجہ کرنی چاہیے خصوصاً راجہ مہاراجہ کو سہ

ممو رشتہ ابو سا سے کہا یوں سے ہیں سب یہ
مسجد زاہد کیا شیخ! نہ پیالہ نہ نوالہ

(۲)

بعض نوادر سے تاریخ خالی ہے مضمون نگاروں نے ان نادرات کی چھان بین۔ چھوڑ چھاڑ شروع کر دی ہے مثلاً روم کی تاریخ میں بکرم آدت اور جولیس سیزر (قیصر) کی کشتی کا ذکر ہونے سے رہ گیا۔ بکرم آدت سمت کی بنا سے چار سال پہلے اُجین چھوڑ کے دہلی کی سلطنت پر مستولی ہوا اور وہیں رصد خانہ قائم کیا۔ طوفان کے ۳۰۳۱ بعد اور ولادت عیسیٰ سے ۷۶ سال قبل جولیس قیصر مقدونیہ کا بادشاہ ہوا۔ دونوں کا زمانہ ایک ہے بکرمادت نے رصد خانہ بنانے کے بعد اپنے نام کا ایک سمت جاری کرنا چاہا وزیر نے طعنہ دیا کہ سمت وہ جاری کرے جو روئے دنیا کا بادشاہ ہو۔ جولیس قیصر کی زندگی میں یہ دعویٰ زیب نہیں دیتا۔ یدھشٹر نے جب اپنا سمت جاری کیا تھا تو اپنا گھوڑا تمام دنیا میں پھرایا تھا۔ بات ذری لگتی ہوئی تھی بکرم آدت نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ پانچ ہزار راجپوتوں کے ساتھ سے کے خشکی کے راستے سے روم پر چڑھ دوڑا اور اُسے اپنا حلقہ بگوش بنا لیا یعنے کشتی میں زیر کر لیا۔ میاں جولیس صاحب بایں قیصریت ہندوستان آئے۔ راجپوتی فوج والے کہتے جاتے تھے۔ "چیتے پکڑ لانے بھی جنگل سے پکڑ لائے"۔ مگر یہ امر پردہ خفا میں تا حال باقی ہے کہ میاں جولیس جو یہاں تشریف لائے تو اُن پر کیا گزری۔ راوی معتبر سے مروی ہے کہ میاں جولیس ہندوستان پہونچتے ہی سائیسوں کے ساتھ اصطبل میں کام کرنے لگے جولیس سے ان کا اسم گرامی بنا بر کثرت استعمال و تغیر لغات "جھلسا" مشہور ہوا گران کو گوشت خواری کی عادت تھی لہٰذا الیدا کھانے کی خدمت سے اُن کی ڈیوٹی بالسے میں کر دی۔ یہاں مدتوں اُپلے پاتھا کیے۔ یفیض ام الہند بقرہ بیگم کا یہ اثر ہوا کہ پھر ان کو گوشت کے نام سے نفرت ہو گئی کیسوا ابھی آج تک۔ فخر کرتا ہے کہ وہ شخص جھلسا کیسر (قیصر) کی اولاد سے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت تک دہلی میں راجہ شکونت کا راج تھا کیونکہ سمت بکرمی کی ابتدا فتح دہلی کے چار سال بعد ہوئی تعجب ہے کہ وزیر گھنگر پر اکی نظر روم تک گئی اور اُجین سے دہلی تک نہ پہونچی۔ قران اعظم چہارم کے اوسط اول کے (۲۹۸۰) سال بعد بکرم آدت تخت سلطنت پر متمکن ہوا اور جلوس کے چوتھے سال دہلی کو فتح کر کے رصد خانہ اور سمت کی بنا ڈالی۔ غریب جولیس قیصر کا ستارہ ابھرتا اسی چار سال کے اندر ہو گیا اور اُس کے سامنے سمت چل نکلا۔ اُپلے تھاپنے کی خدمت۔ ۴ سال تک انجام دینے کے بعد ایک دن وزیر گھنگر پر نے راجہ سے سفارش کی کہ حضرت اب اس کی جان چھوڑیئے فرانس میں اودھم مچ رہا ہے۔ راجہ کو نا معززاسیر دوسرا کہاں سے ملتا پھر بھی وزیر کی سفارش قبول کی اور وطن جانے کی اجازت دیدی۔ وطن پہونچتے ہی جولیس عرف جھلسا کیسر نے فرانس پر چڑھائی کی اور سی قران کے ۴۴ سنہ میں فرانس فتح کر لیا۔ مولانا فلسفی نے اپنی کتاب تاریخ میں اور راجہ کندن لال اشکی نے منتخب تنقیح الاخبار میں صرف سنین لکھ دیے یہ واقعات اُن کو نہ مل سکے۔

ہندوستانی راجاؤں کے نوادر ادھورے رہے جاتے ہیں لہٰذا اینجانب بعض واقعات تصنیف فرماتا ہے

جلد ۱۹ نمبر ۳۰

مضامین

(مورخہ ۲۶-اکتوبر ۱۹۳۴ء)

پروفیسر اُردو

(گورنمنٹ ہاؤس۔ کوہ ایورسٹ۔ یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء)

ڈیرسٹر پنچ۔ آپ کو معلوم نہ ہوگا لیکن یہ ایک امر واقعہ ہے کہ گذشتہ ۲۲۳ قبل مسیح سے یہ مسئلہ گورنمنٹ والیان ریاست کو پریشان کر رہا ہے کہ پروفیسر اُردو کی صحیح تعریف کیا ہے تاکہ لکھنؤ۔ دہلی۔ کلکتہ۔ دکن۔ پنجاب میں نزاع نہ پیدا ہو یہ مسئلہ بصیغۂ راز زیر غور تھا۔ اب تقریباً چار سال کے تجربۂ ذاتی کے بعد محکمۂ تعلیمات حیدرآباد دکن نے گورنمنٹ ہذا میں اپنے یہاں کے ایک پروفیسر کے احوال اور قابلیت کو بطور نمونہ پیش کر کے استدعا کی ہے کہ پروفیسر کے لیے ایسی اتنی صفات کا مالک ہونا تعریف میں داخل کیا جائے۔ گورنمنٹ ہذا حسب قواعد نافذہ پبلک کی رائے حاصل ہونے کے لیے اس مراسلہ کی ایک نقل منسلک کر رہی ہے۔ امید کہ آپ اسکو اپنے موقر ہفت روزہ میں شائع فرما کر دنیائے اُردو کو اظہار خیال کا موقع دیں گے۔ اور خود اپنے خیالات سے بھی ممنون و محظوظ فرمائیں گے بینوا و توجروا فقط

آپ کا صادق:۔ تخفش عثمانی۔ وزیر السنہ مشرقیہ گورنمنٹ ایشیا

نقل مراسلہ محکمۂ تعلیمات حیدرآباد دکن

جاریہ نمبر ۲۲۵ — مورخہ ۲۰ ۔۔۔ ۱۳۴۲ف

بخدمت وزارت پناہ حضرت تخفش عثمانی مدظلہ — مقدمۂ:۔ تعریف پروفیسر اُردو

عالیجاہا۔ تقریباً ایک سال کا عرصہ گزرا کہ مولوی فریدالدین صاحب ایڈوکیٹ وکیل سرکار متعینہ اورنگ آباد نے جو ایک پستہ قد ضعیف الجثہ۔ سن رسیدہ بزرگ ہیں اپنی تصویر اور پیمانۂ قد و وزن بھیجکر انگلستان کے مشہور کارخانہ ڈبلو۔ ڈبلو۔ گرینر (W. W. Greener) کے یہاں سے ایک ہلکی دو نالی بندوق بنوائی۔ صاحب موصوف ایک خلیق۔ بسیر چشم۔ وضعدار بزرگ ہیں اور مولوی غلام طیب صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی پروفیسر اُردو اورنگ آباد کالج سے ہمیشہ بالطاف بزرگانہ پیش آتے رہتے ہیں۔ یہ بندوق دیکھنے کے بعد پروفیسر صاحب کا مادۂ شعری ہیجان میں آیا اور وکیل سرکار کے حسن سلوک کی یاد نے مظاہرۂ قلمی پر مجبور کر دیا۔ چونکہ آپ بحیثیت ماہر فن نظم کے علاوہ دیگر اصناف شعر کو مردود قرار دے چکے ہیں۔ لہذا آپ اپنے اچھوتے خیالات کو عملی جامہ یوں پہناتے ہیں۔ ہم خاص خاص اشعار کی خوبیوں کی طرف بالفاظ مختصر اشارہ کرتے جائیں گے۔ وھو ہذا:۔

مصوری بندوق

عجب بلا ہے جناب آپ کی نئی بندوق — کہ دیکھتے ہی مرے دل کو لے گئی بندوق
مآل کار سکندر دکھلا زمانے پر — یہ شیشہ دلی ہے کہ آہنی بندوق

بتانا ہے دلربائی کا کام لینا اجتہاد ہے اجتہاد۔ اب آپ ہر دلہن کے ٹھینگے اور رہزنائی کی کسوت میں بندوق پائیں گے۔ نہ کہیے گا کتنی آسانی سے جناب پروفیسر نے قانون انسداد دہشت انگیزی کو بیکار کر دیا۔ "آہنیں" کا نون آخر ساقط کر کے ادبی کفایت شعاری کی نئی مثال قائم کی۔ اب آپ بھی زریں۔ سیمیں۔ نمکیں۔ زمردیں۔ خونیں۔ سنگیں۔ چوبیں وغیرہ کا نون آخر لکھنے کی زحمت نہ گوارا فرمائیے ؎

جو دست ناز کوئی ہاتھ میں اسے رکھے — عجب نہیں کہ یہ ہو جائے چھپی بندوق

یہ انکشاف نوٹ فرمائیے کہ دست ناز کا چھپی ہونا ضروری ہے ؎

لگاؤ اس کا قیامت تو لاگ اسکی غضب — قضا کی چھاؤں ہے جو ڈھل کے ہو گئی بندوق

پہلا مصرع ماورائے تشریح ہے۔ پروفیسر صاحب کا مطلب ترقی ہے لیکن کمال یہ ہے کہ مصرعۂ ثانی میں وہ طرز ادا اختیار کیا ہے کہ فوراً تنزل کی طرف خیال رجوع ہوتا ہے چھاؤں کا چلنا پھرنا اور دھوپ کا ڈھلنا یہ ۳۱ عکے قبل کے واقعات ہیں۔ جنوری ۳۲ء میں بہ اہتمام پیپنگ ڈاکٹر شالباط نے ریڈیم کی مدد سے چھاؤں ڈھال کر بیوی کی انگیا تیار کی ؎

یہ سنیاں ہیں جو رادھا کے رخ پہ چھائی ہیں — کہ یہ ہیں کنھیا کی بانسری بندوق

ہمارا دعویٰ ہے کہ "یہ" کا مرجع کوئی شخص ڈھونڈھ سکتا ہے نہ دونوں مصرعوں میں ربط ظاہر کر سکتا ہے۔ ایسی معمولی باتوں کی طرف توجہ کرنا شان پروفیسری سے فروتر ہے ؎

مزاجدانی میں یکتائے روزگار ہے یہ — بدھر خیال گیا ادھر سے چل گئی بندوق

اظہار بے اختیاری کے لیے چل گئی سے بہتر لفظ زبان اُردو میں موجود نہیں۔ خیال کو زحمت سے بچانے کے لیے گولی خود تلاش شکار میں روانہ ہو گئی ؎

اسے بہار کہوں ابر نو بہار کہوں — کہ چشم گل سے لگا دوں یہ سرمئی بندوق

لفظ کا مفہوم اور مصرع کا مصرع سے تعلق ہونا مدت ہوئی کہ آوٹ آف فیشن ہو۔ آپ ہی کے لیے یہ مصیبت ہے یا نہیں کہ ایک لفظ یاد نہ آیا اور شعر کا مزا کرکرا۔ دوسرا لفظ رکھتے تو لطف ہی نہ آتا۔ اس شعر کو دیکھیے ہر مصرع کامل اور الگ ہے۔ کوئی مصرع پڑھیے اور جو بیچ اور جو لفظ چاہیے تبدیل کر لیجیے مثلاً (ا) اسے بہار کہوں دختر بہار کہوں۔ (ب) اسے نگار کہوں زار یا نگار کہوں۔ (ج) اسے شیاف کہوں سے کا یا آستار کہوں وغیرہ وغیرہ۔ مصرع ثانی میں جو "کہ" ہے یہ پروفیسر صاحب کی تصنیف ہے اس کا نام انھوں نے جامع المتفرقین رکھا ہے اور اس نظم میں اکثر اس کا استعمال فرمایا ہے۔ "کہ جو" کا ساتھ ساتھ استعمال اور شعر کے ایک مصرع کا گاندھی اور دوسرے کا

ع ؎ جائز ہے دونوں طرح کہہ سکتے ہیں ۱۲ پنچ۔

نہ گیہو ہو گا نہ ریتم نہ کوئی تانت ارتسط
نہ ادجن اور نہ امیر تن کر چل گئی بندوق

بس ایک ٹھائیں ہے اور خاتمہ ہے دشمن کا
ہے دور ہی سے دکھاتی بہادری بندوق

جو کار توس نہ ہو۔ ہے یہ لاٹھی سے بدتر
ہے خالی جوہر ذاتی سے قیمتی بندوق

یہ کاہلی ہے کہ یکی اٹھا نہیں سکتی
ہر ایک کے پھرتی ہے کاندھے پہ چڑھی بندوق

ڈھکیلتی ہو جو جاتی ہے کوئی اسکو گھٹالے
حد و کد دوست کی مالک ہو دواری بندوق

ڈھکیلتی ہے غلط حملہ کرکے بھاگتی ہے
ہوا تیں مجھے بیشک ہے تھڑ دلی بندوق

ہے سبکو علم پیدا ہے جو ب وفا تن سے
اصیل کو نہ کہیے جب ہو دو گلی بندوق

یہ تم ہیں لئے خمیدہ کمر سیاہ ہے رو
سر نیہ داغ۔ ہے بالکل گھناؤنی بندوق

کہاں کی بات ہے برس پڑتی ہے اشارہ پر
جب اسکو دیکھیے ہے بیٹھی بھری بھری بندوق

ہمیشہ داہی دہن بھر کارتوس اس کا
ذلیل کیوں نہ ہے سخت لالچی بندوق

جھمک کے ملتا ہے جو جاندار دیکھتا ہے
ہے خوبصورت شکل سے ایسی ڈراؤنی بندوق

بیک اشارہ یہ ٹکڑوں میں چھوڑتی ہے
ہے بس کی گانٹھ نہیں آپ کی بھری بندوق

کسی نبی و پیمبر کے واسطے صاحب
مثال تیغ نہیں آئی ہے کبھی بندوق

ہے لبکہ انتہا کے بیان میں داخل
نہ بول ہو ہاتھ لگے میرے مفت کی بندوق

ہاں نہ مجھ سے گیا تب تو اس سے یوں بولا
کہ اپنی ہمرہی میں بھی ہی ہے کبھی بندوق

چل آج تجھکو دکھاؤں سر کی آنکھوں سے
ظہیر ہمت و ہمت ہے مگری بندوق

جو ڈبلو ڈبلو گرینر کی ہے بنائی ہوئی
جو اپنے رنگ کے باعث ہے سرمئی بندوق

نبی زخاص ہی ایسے میرے ماموں کی
تھی ورنہ ایسی گرینر سے کب بنی بندوق

لٹایا گنج شکر وحش و طیر نے مل کر
خبر جو پائی کہ آئی فرید کی بندوق

نہیں علاقے فنون قدیم ۔ البتہ
ہے دور کرتی جو کچھ ان میں تھی کمی بندوق

کمال و انور و عبدالکریم و نادر شاہ
ہے رکھتی اپنے پرستار سے جپی بندوق

یہ دسوں کی مصیبت میں کام آتی ہے
ہمیں سکھاتی ہے فن بہادری بندوق

شکار سلسے کا سارا انٹ دیتی ہے
نہ لالچی ہے نہ صاحب اکل کھری بندوق

ہزار سے نہ ڈرے سو ہزار میں نہ رکے
ہے یعنی موت کی آندھی ہے چلی بندوق

نہ دیکھ ڈھنگ کہ اپنی صفائے قلبی سے
ہے وجہ رشک بہر صوفی صفی بندوق

طیور تال پہ پروانہ وار گرتے ہیں
ہے شمع حسن کہ اوپر اٹھی ہوئی بندوق

مگس ہے خال تو گنبد ابھرا ابھرا کولھا
دھوئیں کی کاکل پیچاں سے ہے پری بندوق

جو شل طفل نہ ہوتی عزیز اور معصوم
ہر ایک کے پھرتی نہ کاندھے پہ چڑھی ہی بندوق

گراں بقدر و بقیمت مثال ریڈیم است
بقدر و وزن سبک۔ کلکے اصلی بندوق

نمائی گل ہے دم صید زخم خوردہ سے
بکوہ و دشت ہے کرتی مصوری بندوق

ہے گاہ جوش اگر نائب فرشتہ مرگ
سکوں کے وقت ہے اہنسا گاندھی کی بندوق

جو دیکھتا ہے وہ دم بھرنے لگتا ہے اس کا
بت فرنگ ہے یا سحر سامری بندوق

کہا جو آپ نے سچ ہے وہ پہلوان بولا
لگا کے آنکھوں سے پھر اس نے پھیر دی بندوق

کہاں ملے کہیں شاپور گر مجھے ایسی
جدا کروں نہ کبھی مثل سنتری بندوق

ایک غزل نہیں مزل

(نمبر ۲)

(بقیہ ۱۹- اکتوبر ۱۹۳۴ء)

یادگار ارشاد ہے ؎

زہر سے اچھے ہوئے کتنے مریض درد عشق
اس مرض کے واسطے تریاق ہے اکسیر ہے

لیجیے صاحب بڑی مشکل حل ہوئی "درد عشق" کا علاج مل گیا یعنی کھا کے سنکھیا انتا غفیل ہو جاؤ۔ یہی فاد زہر ہے یہی تریاق ہے یہی اکسیر ہے۔ گر پوچھیا یہ ہے کہ اس میں جدت کیا ہے! پھر فرماتے ہیں ؎

دیر تی ہے امتحاں لگا محبت میں یہ جوڑ
کیا کلیجا ہے ہمارا کیا تمھارا تیر ہے

واقعی نئی جوڑ جیر کا ئی ہے۔ کلیجے صاحب جھپٹے پڑے ہیں اور میاں تیر سوراخ میں گھسے ہوئے ڈنڑ پیل رہے ہیں۔ آج تک یہ مضمون دیگر شعرا سے بچا ہو۔ عاشقانہ نگارش فرماتے ہیں ؎

جلوہ قدرت نظر آیا شبیہ یار میں
ہے یہ تصویر آئینہ۔ یا آئینہ تصویر ہے

مطلب یہ ہوا کہ کھینچی تھی تصویر یار کی۔ کھینچ گیا جلوہ قدرت کا تصویر آئینہ جلوہ قدرت ہوگئی اب یہ دوسرا آئینہ کہاں سے آیا جو تصویر بن گیا۔ غالبا فریم میں جو شیشہ منلفون ہے اُس کی جانب اشارہ ہے۔ مگر فائدہ ؟ ۔

کہتے ہیں ؎

دست رس مشکل نہیں ہے آپ نے خلش بہو
آپکے دروازے میں کیا عرش کی زنجیر ہو

خدا آپ کو عرش آشیانی فرمائے۔ اس کا مطلب ارشاد ہو۔ آخر کس کا دروازہ کھٹکھٹانا اور کس کی زنجیر ہلانا مقصود ہے ؟ معشوق کے دروازے تک بے شک رسائی عاشق کی ممکن ہے۔ زنجیر پکڑے اور لٹک جائے۔ اسی طرح ہمارا شک ہے کہ عرش کی زنجیر بھی کھڑک سکتی ہے۔ آخر اس غلط بحث سوال کا حاصل کیا؟ اگر جواب ملے کہ ہاں صاحب جب عرش کی پرانی زنجیریں نیلام ہوئی تھیں تو معشوق صاحب بھی ایک خرید لائے تھے۔ ایک فقرہ دوسرے کا مطلب خبط کر رہا ہے لہذا صنعت تخبط المعانی میں یہ شعر ہارا گا۔ بلکہ نادرہ روزگار ہے اور غضب سنیے ؎

وہ شب وعدہ جو آئے سو رہے ہیں چین سے
نیند ان کی یا مری سوئی ہوئی تقدیر ہے

تقدیر اگر "ان" کے تشریف لانے اور وعدہ وفا کرنے پر بھی سوتی کی سوتی رہی تو پھر اس کا جاگنا حشر تک ممکن نہیں ۔ اصل یہ ہے کہ تقدیر بفضل خدا جاگ رہی ہے ہاں گلا میٹھا اور ہاتھ سو رہا ہوا ہے۔ نہ چیخ سکتے ہیں نہ مجھو ڑ ی کے ٹانگ کھینچ سکتے ہیں۔ اور شاید یا پاؤں بھی سو رہے ہیں۔ ہائے کیا اس شعر

ـ یورپ کے عیسائی بہادروں کا ایک فرقہ جو مظلوموں Knight Errant کی مدد کے لیے قائم کیا گیا تھا ۔ (مدیر) اس فرقہ کی مدد میں بھی۔ زنان سلح Amazon مظلوموں کی مدد کے لیے تھیں۔ (مدیر) انتہا نسبہ ہم لفظی ۔

اور اس خیال کی مٹی برباد کی ہے ؎

یار آرام میں ہے وصل کی شب آئی غرض
متحیر ہوں کہ بیدار کروں یا نہ کروں

کہتے ہیں ؎

وہ ستم گر میرے جرم عشق کا قائل نہیں
ہائے کہتا ہے سراسر عذر بے تقصیر کو

ہا! اتنے شعروں میں کوئی شعر مزے کا نہیں۔ بھلا پوچھیے آخر اس میں لطف ہی کیا ہے؟ آپ ہی فرماتے ہیں "بندہ مجرم جرم عشق ہے" عذر کب کرتے ہیں۔ اور وہ از رہ کم ظرفی و لاابالی معشوق مردود اتنا نہیں سمجھتا کہ یہ دعوے ہے یا عذر۔ قصور یا تقصیر مسلم نہیں تو چین کیجیے یا منہ بڑھا کے چٹاخ سے ایک جما لیجیے۔ پس قابل عذر تقصیر زبردستی ثابت ہو جائے گی۔ اور عجب نہیں کہ تعزیر مع التقصیر پڑ جائے، "کا نعرہ زیادہ سیر حاصل ہو جائے۔ قصوروار ہونا تو بُرا ہے۔ علاوہ بریں چاہے وہ مجرم عشق کا قائل ہو یا نہ ہو۔ دعوے کو عذر بے تقصیر قرار دینا ہی ایک دلچسپ جھگڑا ہے جس پر "ہائے وائے" کی ضرورت نہیں۔

پھر ترنم ریز ہیں گر بے فائدہ و لاحاصل ؎

زخم غم سے اس نے سارا سینہ چھلنی کر دیا
دل ہے پہلو میں ہمارا یا تمہارا تیر ہے

قتل گہ میں ایک سناٹا سا ہے چھایا ہوا
امتحاں گاہ محبت یاس کی تصویر ہے

خانۂ دل عرش بھی ہے کعبہ بھی بت خانہ بھی
شاہکار دست قدرت ہے یہ وہ تعمیر ہے

اے.. اس بزم میں مجھ تک آیا دور جام
اور کیا کہیے یہ فیض گردش تقدیر ہے

ان میں سے پہلا شعر ایک سوال ہے جس کو دوسرے سے کوئی واسطہ نہیں نہ کوئی لطف ہے نہ جذبہ تاثر۔ کہنے والے کا نخرہ سننے والے ہی سے علاقہ رکھتا ہے! علی ہذا القیاس دوسرا شعر کچھ یوں ہی سا ہے کیا معنی کہ مقتل میں لاشیں پھڑکتی ہوتیں یا موجود ہوتیں تب تو وہ مقتل ہے ورنہ سناٹا ہو تو وہ مقتل کاہے کو پاخانہ ہے (بیت الخلا)! تیسرا شعر کسی قدر ہے تو وہ کس نے نہیں کہا؟ کہانی ہوئی بات ہے۔ رہا مقطع تو وہ تقدیر کا رونا ہے اگر عیب کوئی نہیں تو حُسن کی طرف سے بھی یاس ہے۔

غرض یہ ہے کہ اس قسم کی شاعری جس میں پرانی باتیں نئی کر کے دکھانا کیسا شاعر نے اور انہیں مبتذل کر دیا ہو کس مرض کی دوا ہے؟ یہ ناظرین جانیں یا شعرائے انجاب رخصت۔

راف

ط۔ ظ

تبصرۂ لغات

(نمبر ۸۵)

"نور اللغات"

بات اللغات یعنی زمزم اللغات بالقابہا بات کے اکتیسویں معنی یوں تحریر فرماتی ہیں " (۳۱) اشارہ۔ زبانی تنبیہ (مقولہ) گھوڑے کو لات آدمی کو بات "

خدا کے لیے پوچھیے تو سہی یہ کس گھامڑ بے تمیز کا مقولہ ہے یہ مثل تو یوں ہے "بھلے گھوڑے کو ایک چابک بھلے آدمی کو ایک بات کافی ہے" اور اس مثل میں بات کے اصلی معنی ہرگز نہیں بدلتے۔ نہ اشارہ ہے نہ تنبیہ بات اتنی ہے کہ ایک مرتبہ بھلے آدمی کو بات کہہ دینا کافی ہے۔ بار بار کہنے اور سمجھانے کی ضرورت نہیں رہتی۔

اب آپ پوچھیں گے کہ اس میں گھامڑ اللغات کی حقیقت کیا ہے۔ تو سنیے۔ گھوڑے کو لاتیں کوئی نہیں مارتا "ایڑ" لات نہیں۔ ہاں گھوڑا لاتیں مارتا دولتیاں اچھالتا ہے۔ انسان نہ گھوڑے کو لاتیں مارتا ہے نہ دولتیاں اچھالتا ہے یعنی شاید مؤلف صاحب کے وطن میں لات اچھالے آدمی ہوتے ہوں تو اس بات سے ہم آگاہ نہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:۔ باتوں کا منہ چومنا۔ باتوں کے دلچسپ ہونے کی جگہ بولتے ہیں (امیر)

لوٹتا ہے جس پہ تبسم وہ دہن کس کا ہے
باتیں منہ چومیں وہ انداز سخن کس کا ہے

اب یہ کون کہے کہ یہاں باتوں کا منہ کسی نے نہیں چوما۔ ہاں باتوں نے منہ چوما ہے اور یہی بات غالب نے بھی اپنی زبان میں کہی ہے ؎

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

فرماتی ہیں:۔ "باتوں ہاتھی پائیے باتوں ہاتھی پاؤں" حالانکہ مثل کیا مصرع یوں ہے "باتیں ہاتھی پائیاں باتیں ہاتھی پاؤں" جو بات بتائی بی گھامڑ اللغات نے وہ ادھوری ہی بتائی۔

ارشاد ہوتا ہے "باجرا (بوجہ چھوٹے چھوٹے دانے ہونے کے) پانی کی ننھی ننھی بوندوں جیسے ترشح اور پھوار (یہ پھوار کی خرابی ہے پنچ) کو بھی باجرا کہتے ہیں " (لکھنؤ) وہ چھالیا کے ڈھیر جو بہت چھوٹے چھوٹے کترے جاتے ہیں "

آپ یقین رکھیے کہ نہیں پھوار کو یہاں کوئی باجرا نہیں کہتا۔ "ساون برسنا" "پھوار پڑنا" جیسی پڑنا۔ یہ تو محاورہ ہے "باجرا برسنا" یا "باجرا پڑنا" خدا جانے کون بے ڈھنگا بولتا ہو۔ کہیں نہیں سنا۔ اور لکھنؤ والوں پر بھی یہ تہمت ہے کہ وہ "باجرا" کہتے اور کتری ہوئی ڈلی اُس سے مراد لیتے ہیں۔ ہاں حرف تشبیہ منضم کر کے البتہ سب بولتے ہیں " باجرا سی ڈلی "

گاندھی ــ جام مے چرخا موند آنکھ پی جا۔

ہے ایک ہی گھونٹ کڑوا کسیلا .... باہر لڑنے سے فائدہ نہوا۔ اندر تسلی میں جاکے لڑو۔

کانگریس ــ تم کو نگوڑا یہی یاد رہ گیا ہے ۔ تو رج ! آخ تھو ۔ اب تم ہی اسے پیو ۔ تو انہ کی لڑائی بے معنی ہے۔

اس کے علاوہ "ڈہرے" بھی لکھنوی زبان کا لفظ نہیں۔ "ڈلی یا بچا لیا کا ڈہرا" عورتوں میں بیٹھ کے کوئی لگنے تو وہ نہ سمجھیں گی۔ ڈہرے کی جگہ "دانے" کہتی ہیں خلاً "اے ذری دو دانے ڈلی کے دے دو" اور یہاں دانے سے کترے ہوئے اجزا مراد ہونگے افادہ فرماتی ہیں "باجرا سا بکھرنا (دہلی) بکل ہوتا الخ"

مجھے حسن ظن جناب مؤلف کی جانب سے باقی نہیں اس وجہ سے باور نہیں آتا کہ "باجرا سا بکھرنا" دہلی کا محاورہ ہو۔ لکھنؤ اور دہلی پر بے شمار تہمتیں اپنی طرف سے اُنھوں نے تراشی ہیں۔ اکثر دہلی کے ثقات لکھنؤ میں موجود ہیں اُنھوں نے اس محاورے کی صحت سے انکار کیا۔

مگر فرہنگ اللغات صاحب کا قول ہے "باجرا مرغ۔ مذکر۔ ایک قسم کا سیاہ پرند جس کے پروں پر باجرے کے برابر زرد رنگ کی چتیاں پڑی ہوتی ہیں۔
باجری۔ مرغیوں کا ایک رنگ الخ"

اے حضرت یہ بھی غلط اور سرتا سر غلط کبھی "باجرا مرغ" زبان زد نہیں ہے "بجرا" "مرغ" "بجری" "مرغی" البتہ مشہور ہے اگرچہ وجہ تسمیہ کسی قدر صحیح ہے پوری صحت جب تھی کہ بی باجر اللغات سیاہ و زرد کی قید نہ لگاتیں۔ کاسنی پروں کا مرغ یا بھورے رنگ کا مرغ بھی چتی دار ہوگا تو "بجرا" کہلائے گا۔

(باقی آئندہ)

راقم
خاک راہ یار اللغات

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"سرفروش"

اب تو خدا رکھے ہمارا کلکتہ بھی اُردو اخبار نویسی کا مستقر بنتا جاتا ہے۔ چنانچہ ایس ایم حسین صاحب لکھنوی کے زیر تالیف سرفروش نام کا ایک ہفتگی جریدہ اُن خصوصیات کے ساتھ جو عہد حال میں جزو استمالت قلوب سمجھے جاتے ہیں شائع ہوا ہے۔ ٹائیٹل رنگین خوبصورت۔ کاغذ لکھائی چھپائی مناسب

مرغوں کی جگہ دُنادن پخس بزندان صلح جو توپ ایجاد کردۂ انجمن مخفعت اسلحہ (غور طلب)

تصویروں کا بھی اہتمام ہے کبھی کبھی نوجوانوں کے مطلب کی تصویریں بھی ہوتی ہیں۔ (افراط سے نہیں) ترتیب مضامین سے خوش سلیقگی ہویدا ہے۔ نظم بھی ہے نثر بھی ہے۔ بہر صورت دلبستگی کے اچھے سامان جمع کیے ہیں۔

ایس ایم حسین صاحب ہمارے کرم فرما ہیں اس وجہ سے ہمیں اُنھیں نصیحت کرنے کا حق حاصل ہے کہ حضرت مثل دیگر حضرات کے آپ براہ نوازش سینما کی ذوات الاعلام کی نمائش میں حصہ نہ لیجیے۔

منقول بالمعنی تو آدمی بڑی ہے۔ دنیا میں شریفوں کی قلت نہیں۔ آپ کے قلم مردانہ رقم کے گاہک اتنے ضرور مل جائیں گے کہ پرچہ اپنا وجود قائم رکھ سکے۔ کسی شاعر نے کہا تو ضرور ہے

> سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوری
> تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے

لیکن شاعر کا مقصود یہ نہ تھا کہ مصوری کے طفیل میں اچھی صورت والوں سے ملے۔ تصویر کھینچے اور اُسے عرض بازار کرتا پھرے۔ یا اس تصویر کے صدقے میں اپنا پیٹ پالے۔ وہ مصوری کو صرف اپنے حصول مطلب (ملاقات) کا ذریعہ بنانا چاہتا ہے۔ دوسروں کو دکھا کے للچانا یا معنی "دلوانا" ہے اس بھولی تصویر کا اصدق جیسے عاجز اخبار نویسوں نے آپ ہی کے لیے حاصل کیا ہے "کہنا" اُس کے خیال میں بھی نہ تھا۔

اس ہفتگی اخباری کاغذ کی قیمت سالانہ تین روپیہ ہے۔ دفتر نمبر ۴۵ "فیرلین کلکتہ"۔

ایتھر کے گھر تیتر باہر باندھوں یا بھیتر

ایک تھے میاں ایترے۔ تھے باندھ لنگوٹی فقتے خاں مگر اکڑفوں کا حصہ فطرت نے زیادہ عنایت کیا تھا۔ بایں بے مائگی اتفاق سے ایک تیتر اُن کے ہاتھ لگا۔ اب ہر ایک سے لگے پوچھنے "کیوں بھائیو آخر اس تیتر کے واسطے اصطبل باہر بناؤں یا اندر؟ یہ دیکھو کتنا بڑا تیتر ہے میرے نزدیک مکان کے اندر اسے راحت نہ ملیگی۔ بولو یارو"

ہم نے مہاتما صاحب کی تمام تقریر اخبار کے کالموں میں دیکھی۔ ہمیں تو نہیں ایک چھپی شہید کونسل کا داخلہ بہت دنوں کے بعد ان کے ہاتھ لگی۔ یہ شہید ہے "کیلی" کو فتح جب آپ نے سکھایا ہے کہ "غیر متشدد مبنی بر صدق سعی پر کمر باندھ کے چا... اور سوراج کی کاکن کہا"

اس وقت ہم کونسل میں شرکت یا علیحدگی سے بحث نہیں کرتے۔ یہ بھی مقصود نہیں کہ شرکت مفید ہے یا مضر۔ ہم تو ان الفاظ کی چھان بین کرنا چاہتے ہیں کہ غیر متشدد اور مبنی بر صدق سعی سے آخر مطلب کیا ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ بزم قانون ساز کا ہر ممبر وفاداری کا عہد صحیح یا غلط بغیر اس عمارت میں داخل ہونے کا حق نہیں رکھتا۔ نہ کونسل گھر کوئی ہاتھ پاؤں سے لڑنے کا اکھاڑا ہے۔ پس جو قومی نائب اس کوٹھی میں جائیں گے وہ دوسروں کے بنائے ہوئے ضوابط کا دانہ کھانے پر مجبور رہوں گے۔ یعنی وہی دانہ جسے کونسلوں کی ساخت کا بنیادی پتھر کہنا چاہیے۔ اس صورت میں یہ ممبر بہ حیثیت گرانی چگنے والے جو پنچھی جیسے ٹھونگیں کھانے کے سوا اور کوئی خدمت انجام نہیں دے سکتے ہیں۔ رہا یہ ہے کہ ٹھونگ لگانے والے ہی اکتا جائیں اور ہماری مان لیں۔ چلیے چھٹی ہوئی۔ اور

طے ہو گیا کہ ممبر صاحب سے اس پر منی تقریر کو علاقہ نہیں۔ علاوہ بریں کسی کے گھر میں اس نیت سے گھسنا کہ جاتے کے ساتھ ہی ناطقہ تنگ کر دیں گے "مبنی بر صدق" نہیں ہو سکتا۔ شرکائے بزم کا تو یہ حال ہوا رہ گئے عوام الناس تو یہ اس کی "غیر متشدد اور مبنی بر صدق" مخالفت کریں گے اس لیے کہ ان کی سعی تو صرف مخالفت ہے۔ آیا حکومت کی؟ —— جی نہیں!۔

حکومت قانون کرتا ہے اور قانون سازی میں آپ ہی کے منتخب کیے ہوئے وکلا شریک ہیں۔

تو پھر اس قانون کی جو رعیت کی مرضی کے خلاف اسی کونسل نے نافذ کیا ہے۔

—— ہاں یہ مخالفت ممکن ہے اور ہمیشہ سے ہو رہی ہے۔ ہرگز اس کے لیے ضروری نہیں کہ زبردستی کا نفاق آپس میں ڈلوا کے آپ کسی امیدوار کو تو ممبر بنائیے اور کسی غریب کا دل دکھائیے۔

لہٰذا "غیر متشدد" اور "مبنی بر صدق" دونوں واہیات سی اصطلاحیں ہیں۔ خصوصاً جب کہ "پرامن و جائز کوشش" سے بھی یہی مطلب نکلتا ہے۔

ابھی تو ایک نہیں کئی تیسرے سنگے ہیں۔ کونسل کے اندر بھی کے ہچکیاں لے اور "بول" کے باہر۔

قبل ازیں ترک نوکری۔ ترک تعاون۔ ترک تعلیم بائیکاٹ۔ نافرمانی۔ سلم (عدم تشدد) کا تیر جو بولی بول چکا وہ اب تک کانوں میں گونج رہی ہے ؎

گر نظر در کار استبداد و مشروطہ کنی
فرق استبداد با مشروطہ باشد بے شمار
وقت استبداد می جستند سگ از بہر صید
گاہ مشروطہ بجویند آدمی از بہر کار

وہ چوٹ پڑی ہے کہ سدھرتے سدھرتے ایک عمر درکار ہوگی نہ ہندو ہندو موافق ہیں نہ مسلم مسلم متحد ؎

وضع کے پابند ہم دیوانگی میں بھی رہے
پھر گلا یا جائے لو بانہیں کی زنجیر کا

سمن لغرض قرار داد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۱۵ [illegible] ۱۹۳۴ء

عدالت جناب سید عباس [illegible] صاحب بہادر منصف شمالی لکھنؤ

۱۔ محمود مسماۃ [illegible] عمر تخمیناً ۴۰ سال [illegible] | پیشہ [illegible] ساکنان محلہ پاٹا نالہ [illegible]
۲۔ مسماۃ حسن جان عمر تخمیناً [illegible] سال [illegible]
۳۔ مسماۃ کاظمی جان عمر تخمیناً ۲۵ سال [illegible] | [illegible] شہر لکھنؤ
۴۔ مسماۃ انجمن جان عمر تخمیناً ۲۲ سال [illegible] | [illegible]

بنام

محمود وزیر و سیرہ مدعا علیہم

بنام۔ ۱۔ محمود وزیر عمر تخمیناً ۵ سال [illegible] تعلیم [illegible] ریاست [illegible] جہانگیر آباد ضلع بارہ بنکی

۲۔ مسماۃ فاطمہ عمر تخمیناً ۶۰ سال بنت اللہ بخش [illegible] سکونت [illegible]

۳۔ [illegible] عمر تخمیناً ۴۵ سال [illegible] پالتان محلہ [illegible]

۴۔ [illegible] عمر تخمیناً ۱۶ سال [illegible] بارہ بنکی

۵۔ مسماۃ [illegible] عمر تخمیناً ۳۰ سال [illegible] بارہ بنکی [illegible]

واقع ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] مکان [illegible] محلہ پاٹا نالہ لکھنؤ کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم تاریخ [illegible] ماہ نومبر ۱۹۳۴ء وقت [illegible] بجے دن کے بالاصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جو دستاویزات کہ جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اطلاع ہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور منفصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۱ ماہ اکتوبر ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت | دستخط حاکم بخط انگریزی

زاہد بکڈپو

جملہ علوم و فنون کی علمی ادبی اخلاقی شعر و شاعری کی اردو فارسی عربی کتابیں موجود ہیں طلب فرما کے آزمائش کیجیے

منیجر زاہد بکڈپو توپ دروازہ لکھنؤ

ہفتہ وار

ہند

اردو زبان کا بلند پایہ مصور ہفتہ وار رسالہ، جس کا پبلک کو مدت سے اشتیاق تھا، اب ملیح آبادی کے اہتمام سے جاری ہو گیا ہے۔ رسالہ کی تعریف غیر ضروری ہے آپ اس کا ایک پرچہ ایک آنے کا ٹکٹ بھیج کر طلب کیجیے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں آپ کو ضرور پسند آئے گا۔ رسالہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے بے نظیر ہے

منیجر "ہند" نمبر ۲۸، [illegible] چترنجن ایونیو۔ کلکتہ

اودھ پنچ

رجسٹر نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD No A 783
LUCKNOW
OUDH PUNCH
1934
1934
DOGAWAN LUCK

قواعد و ضوابط ادارہ ہذا

بفضل خدا سالِ نوزدہم ہفتہ کی ۵-۱۲-۱۹۳۴ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۱) اودھ پنچ میں ملک کی خبریں مذہبی جھگڑے اور بیہودہ مضامین نہیں

(۲) یہ اپنی بضاعت پر نازاں اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۳) یہ کسی پارٹی پر منحصر نہیں۔ ہم کسی کی ترقی یا ... چاہتے ہیں

زور ہر ... میں مفرق ہو بلکہ افادات کی جدت رسانی کی صلابت

(۴) اور رعایت نکتہ بینی صحیح تقلید واقعات اور بنیادی مسلمات

حقائق دنیا کی ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے

آپ کو بیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی

دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(۵) اجرت اشتہارات و قیمت اودھ پنچ پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) مدرسہ کے شاگردان مدارس سے بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل

سالانہ قیمت صرف للعہ لی جائیگی۔

(۶) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۰ دن کے اندر دیجئے ورنہ بعد میں

ممکن ہے کہ نہ مہیا کیا جا سکے۔

(۷) جو مضامین اودھ پنچ کی مسلم کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے

وہ شائع نہ ہونگے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۸) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔

مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ:- جو حضرات ... اپنے خطوط اور منی آرڈروں میں

نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا

ہوتا ہے جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر "اودھ پنچ" لکھنؤ

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) - صرف روپیہ نقد جمع کرنا ہوگا۔

(۲) - رقم جمع شدہ ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر مزید رقم جمع کر دینا چاہیے ورنہ پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچوں فی ہفتہ سے کم ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۔/ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

میں صرف کوکے عرق میں دن بھر کھرل کرایا اور کسی نہ کسی
طرح مریض کو پلا دیا جس سے دنوں میں سب آنتیں صاف
ہوگئیں چودہ طبق روشن ہوگئے مریض نے آنکھیں
کھولدیں اور رات کی آن میں اس کی مشکل آسان
دائمی صحت کے ساتھ جنت نصیب ہوگئی۔ آپ اس
بات پر بہت خفا ہوئے کہ اتنی سی بات کے لیے
حکیم ڈاکٹروں نے اتنا وقت کیوں لیا۔

۲۔ دم کٹے مرزا جو راجہ موٹر بوٹ کے
دربار میں بعہدۂ مصاحبت داد عیش دے رہے
تھے اور اپنی چھوٹی بہن گیسو بہار کے تداخل کی
بدولت جن کا طوطی فی زمانہ خوب بول رہا تھا
یک بیک سنگرہنی روگ میں مبتلا ہوگئے مگر "مرض
بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" بدرجۂ مجبوری
آپ یاد کیے گئے آپ نے صرف مقام بول و براز
کا معائنہ کرکے اولاً میانی کی فصد لی اس کے
بعد بہتر محمد شاہی اشرفیوں کی پھنکی خود پھانک لی
مجاز دیکھیے کہ دوا نوش کی حکیم صاحب نے
اور فائدہ ہوا مریض کو یعنی فاسد مادہ قے
بن کر خارج ہوگیا اور مرزا صاحب پہاڑی طوطے
کی طرح نبی جی بھیجو بولنے لگے۔

آپ کے مجربات

۱۔ عرق ٹو نیچ - دائمی قبض کو رفع کرتا ہے ایک
مریخان مریخ قلیل الاجزا کثیر المنافع مسہل ہے
اور معمول مطب ہے۔

سنا مکی ۵ سیر۔ مغز جالگوٹہ ۵ سیر۔ مغز املتاس مغز بید انجیر ۵ سیر
شب در آب باران۔ آب بحر اخضر خیسانیدہ
صباح در دیگچۂ تلقی ۱۰ سیر انداختہ شیر خشت ۵ سیر انگریزی
در ہمہ بستہ بدہن پیچہ دادہ عرق کشند۔
خوراک ڈیڑھ بوتل۔

ایک ہی خوراک میں اوجھڑی بچی سب باہر نکل آتی
ہے پیٹ بالکل صاف ہوجاتا ہے کسی مرض کا
امکان باقی نہیں رہتا۔ جو صاحب آزمائش کریں
براہ مہربانی نتیجہ سے مطلع فرمائیں۔

۲۔ سفوف ٹھو نیچ - بلا کا ہاضم اور حد کا مسہل
ہے۔ آپ کے مطب سے مفت ملتا ہے انشاءاللہ

ایک خوراک کھانے پر مریض اس مذہب صحبت
میں بیٹھنے کے قابل نہ رہے جب کی سند۔

مرچ سرخ - مرچ سیاہ - نمک سیاہ - نمک ترب
ہینگ - کوفتہ بیختہ در عرق گھیکوار سہ بار ترو خشک
کردہ نخود دار بخورند پانچ تولہ بعد غذا بخورند عقب آن
عرق لیموں بنوشند۔

بـــتـــسلم

زار ہستہ لکھنوی

تبصرۂ لغات

(نمبر ۵)

نور اللغات

قاعدہ ہے کہ نوسکھیا (نو آموز) لیاقت جتانے
کے لیے جو کچھ جانتا ہے اُسے محل اور بے محل
صرف کر بیٹھتا ہے چنانچہ ایک عربی کے مبتدی
طالب علم قرأت (تجوید) سیکھتے تھے اتنا علم نہ تھا
کہ کہاں عین ہے اور کہاں الف۔ اتفاقاً ضرورت
شیرے کی ہوئی تو شیشے کی دکان پر گئے اور فرمانے
لگے "اے شیراع ہے شیراع" عین اپنے مخرج
(حلقوم) سے سیکڑوں گز کے گاڑھے سوادلے
کے نکلا تو بنیا غریب بوکھلا گیا۔ اور بول اُٹھا۔
"اے میاں "تلے بل میں" (طالب علم) اتنو
کاڑھو تو نہیں ہے" (اتنا گاڑھا شیرا نہیں ہے)۔
بی جامع اللغات خانم بھی آپ جانیے اُسی
"تلے بل میں" کی بڑی بہن ٹھہریں بھلا وہ کیوں
اپنی ادھچی پونجی ٹھکانے سے لگا کے لیاقت
نہ جتائیں؟ فرماتی ہیں "اقواع (ع مذکر)
شعروں میں ایک قسم کا نقص (قافیے میں جو اعراب
شعروں میں آرہا ہو اُس کے بجائے دوسرا
آنا"

اول تو یہ لفظ اقواع نہیں۔ اقوا ہے یعنی
شیراع نہیں شیرا۔ دوسرے جو تعریف کی گئی ہر
وہ بے سمجھی بوجھی معلوم ہوتی ہے۔ عربی اشعار
جب ایک ہی ردیف پر ختم ہوتے ہوں تو ہر بیت کے
آخر کا اعراب یکساں ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ ایک
بیت کا حرف آخر مضموم ہو مثلاً اور دوسری بیت
کا مفتوح یا مکسور۔ اگر ایسا عیب کسی نظم میں
پایا جائے تو اس عیب کو اقوا کہتے ہیں۔ یہ نہ تو
اُردو سے علاقہ رکھتا ہے نہ فارسی شعر سے۔
لہذا اس کا بیان کسی اُردو لغت کی کتاب میں
زیادہ ضروری نہیں۔

معنا کی شرح کرنے کے بعد حضور نے حروف اصلیہ
بھی لکھ دیے ہیں۔ فرماتی ہیں:۔
(تُوِعَ پیچھے رہ جانا) یہ پہلی بات ہے کہ ان کے
یہاں ماضی مبنی بر فتح نہیں۔ ہر مقام پر صیغہ
مبنی بر فتح ہوتا ہے لہذا اعتراض بیکار ہے اس کا علاج
صرف یہی ہے کہ لیجیے دیا سلائی ڈبیے کتاب
مردار پر ایک بوتل مٹی کا تیل اور جلا کے دنیا کو
اس مجموعۂ جہل سے پاک فرما دیجیے۔
بھلا پوچھیے کہ آخر عربی زبان کی کس لغت میں
تُوِعَ کے معنی "پیچھے رہ جانا" لکھے ہیں؟ "جھوٹے پر لعنت"

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۳۵۱۴ سنہ ۱۹۳۴ء
بعدالت جناب سید یعقوب علی رضوی صاحب بہادر سکنڈ ایڈیشنل
جج خفیفہ لکھنؤ

سیرا لال ولد مادھو رام قوم رستوگی ساکن محلہ اشرف آباد
لکھنؤ — مدعی

بنام

رنگو — مدعا علیہ

بنام رنگو ولد رحیتل قوم پاسی ساکن موضع گوکل امر سراج
پرگنہ موہن لال گنج ڈاکخانہ تلوئی ضلع راے بریلی مدعا علیہ
ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت قرضہ (۵)
کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۳ ماہ نومبر
سنہ ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو
مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل
امور اہم متعلقہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی
اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر
ہو اور جواب دہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ
وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے
انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے
کہ اپنے جواب دعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت
پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو
اُسی روز اُن کو پیش کرو۔
مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر
حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔
آج بتاریخ ۲۲ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر
عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بخط انگریزی

جلد ۱۹ نمبر ۳۹

مضامین

(مورخہ ۵ - نومبر ۱۹۳۴ء)

غدر ۱۸۵۷ء کی یادگار

(نمبر ۲)

نام ...... ٹوپچ حکیم دقیانوس۔

ولدیت ...... بول الدولہ براز الملک حکیم شافہ۔

سکونت ...... محلہ خس وخاشاک ملک ریگستان۔

آپ ایک پشتینی حکیم ہیں۔ آپکے والد حکیم شافہ بزمانۂ واجد علی شاہ مٹیا برج کلکتہ میں معلوم نہیں کہاں سے ٹپک پڑے اور غریب پرور سرکار شاہی میں قارورہ دکھانے کی نازک خدمت پر مامور کیے گئے۔ ایک خاص موقع پر قارورہ لینے کی خدمت کچھ ایسی پسند خاطر شاہی ہوئی کہ بول الدولہ براز الملک کے خطاب سے سرفراز کر دیے گئے۔ آپکے والد پیدائشی مختصر واقع ہوئے تھے اسی وجہ سے آپ کا نام شافہ رکھدیا گیا جو ہر حیثیت سے موزوں اور مناسب ثابت ہوا۔ آپ تحریروں میں حکیم دقیانوس لکھے جاتے ہیں مگر مشہور حکیم ٹوپچ کے نام سے ہیں۔ آپ پڑھے لکھے بہت کم ہیں مگر بڑے طباع اور بلا کے ذہین ہیں۔ قارورہ بینی آپ نے اپنے والد ماجد سے حاصل کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ آپ اس فن میں ایسا کمال رکھتے ہیں اور صرف ایک نظر غلط انداز سے وہ وہ باتیں معلوم کر لیتے ہیں جو آج کل کے ڈاکٹر مشیاب کا آپریشن اور ایکس رے کر کے بھی نہیں معلوم کر سکتے۔ نباضی آپ نے مختلف کامل الفن ستار بازوں کی خدمت میں صرف حاضری سے حاصل کی۔ بس نبض کے تار پر ادھر آپ نے مضراب رکھی اور سمجھ گئے کہ اس وقت رگ کتنے کھی ڈکتنے اتار چڑھاؤ پر ہے۔ اور اپنی خداداد ذہانت سے اس میں ایسا ملکہ حاصل کر لیا ہے کہ مُردوں کی نبض دیکھ کر بھی آپ صحیح حکم لگا دیتے تھے کہ کس مرض میں مرا اور کس حکیم نے کشتہ کیا۔ علاوہ تشخیص مرض کے آپ کو نبض پر ہاتھ رکھتے ہی یہ بھی پتہ لگ جاتا ہے کہ مریض کس قدر فیس ادا کر سکتا ہے "سچ ہے تانت باجی راگ بوجھا"۔ آپ ٹُٹ پُٹ انگریزی بھی جانتے ہیں۔ منجملہ اُن محدود الفاظ کے جو آپ کو ہر زبان ہیں "ٹوپچ" آپ بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں اور اسی وجہ سے پبلک نے آپ کو ٹوپچ کا خطاب بلا کسی پیسا و پیتیں کے عطا فرما دیا ہے جس کا آپ کو بڑا فخر ہے۔ مطب میں آپ فیس لینا حرام سمجھتے ہیں مگر ہر مریض سے آپ کچھ نہ کچھ فرمائش ضرور کر دیا کرتے ہیں اور اس طریقہ سے آپ کو ضروریات زندگی میں سے کوئی ذلیل سے ذلیل اور اعلیٰ سے اعلیٰ چیز خریدنا نصیب نہیں آج آمدنی آپ کی کافی ہے ... ع البقر کی پشتینی شکایت کی وجہ سے کبھی آپ کی طبیعت سیر نہیں ہوتی روپیاں روپیاں ہل من مزید کا نعرہ لگایا کرتا ہے ایک دواخانہ بھی بطور ضمیمہ آپ کی ذات گرامی کے ساتھ وابستہ ہے جس کے مرکبات اصولی حیثیت سے تو بالکل ہیچ نظر آئیں گے مگر اپنے اخراجات کے لحاظ سے وہ چیز ہیں جن کا مثل اس وقت کم سے کم ہندوستان میں تو نظر نہیں آتا۔

آپ کے زریں اقوال

۱۔ معالج کو کسی کے مرنے جینے کی پروا ہرگز نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ اس کے اختیار کی بات نہیں۔ بغیر موت آئے کوئی مر نہیں سکتا اور جب موت آگئی تو کوئی بچا نہیں سکتا۔ اس لیے اس کا خیال فضول ہے۔ مریضوں پر ہر قسم کے تجربات بلا تکلف کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہیے۔

۲۔ جب کئی حکیم اور ڈاکٹر ایک جا کیے جائیں تو کسی نہ کسی بات میں ہر ایک سے اختلاف ضرور کرنا چاہیے۔

۳۔ مسہل اور قلیل نیز فاقے پر فاقہ دے کر اول مرض کے ساتھ ہی مریض کو کمزور کرنا چاہیے اسکے بعد خم ٹھونک کر اس سے لڑنا یا علاج کرنا چاہیے کہ زیادہ دماغ سوزی نہ کرنا پڑے اور معمولی اقدامات سے مریض چٹ پٹ ہو جائے۔

۴۔ اگر دوران علاج میں سالہا سال تک مرض کے شدائد میں ترقی نہ ہو تو یہ بھی ایک طرح کا فائدہ ہے اور معالج سے بشرطیکہ وہ کوئی نامی آدمی ہو بد دل نہ ہونا چاہیے کیونکہ مزمن امراض میں جلد شفا ہو جانا دلیل اس بات کی ہے کہ وہ مرض پھر عود کرے گا۔ صاحب مقدرت مریضوں کے جسم میں زر علیہ السلام کے جراثیم اس قدر کثرت سے پیدا ہو جاتے ہیں اور بوجہ تعلقات قلبی ہر رگ و ریشہ میں ایسے چپک جاتے ہیں کہ ان کے اخراج میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ جب تک وہ کما حقہ خارج نہیں ہو جاتے بیماری سے نجات نہیں ملتی۔

۵۔ جب مریض اپنی تکلیفوں کی بہت زیادہ شکایت کرے تو اس کی تسلی میں یہ کلمات کہہ دینا چاہیے کہ آپکو وہم اور مراق ہے جو آپ کے خبط کی وجہ سے دائم ہو گیا ہے آپ اسکا خیال نہ کریں ورنہ اچھے نہ ہوں گے۔

حکایات

۱۔ رائے جھمن پرشاد مہاجن درد شکم میں مبتلا تھا اجابت کسی طرح نہیں ہوتی تھی اور درد بڑھتا جاتا تھا۔ سات آٹھ روز تک مچھلی کی طرح تڑپا۔ بڑے سے بڑے مقامی اطبا اور ڈاکٹروں کا علاج کیا مگر اجابت ہونا تو درکنار اجابت کی ہوا تک نہ نکلی۔ آخر کار آپ بلائے گئے۔ آپ نے ایک نیا مرض قبض المراق تجویز کیا اور علاج بھی بالکل نئے طریقہ سے کیا۔ علاج یہ تھا کہ آپ نے رائے صاحب کے اعزا سے پانسو کے پانچ قطعے نوٹ منگوائے اور کمال بازی گری سے ان کو اپنی جیب میں داخل کر لیا اُن کی جگہ اپنی آستین سے اسی طرح کے پانچ جعلی نوٹ نکال کر جلا دیے پھر ان سوختہ نوٹوں کی خاک پاک میں پاؤ بھر جا گوشا اور تین پاؤ شیرۂ املتاس

شاید یہ لفظ پہلے بھی آپکی سپہ اس لیے یہاں "تین بٹ" بروح نور اللغات خانم" کر کے ہم کام ختم کرتے ہیں۔ مید نظاہر یہ اصطلاح "قوۃ" سے ماخوذ ہے جس کے معنی رسّی کی "لڑ" کے ہیں۔ یعنی جو وہ رسّی جس کی لڑیں مختلف ہوں۔ (ایسی رسّی پر بل نہیں پڑھتا اور ایسی شاعری بھی ڈھیلی ڈھالی ایک لڑا انگش ایک نگش کہلانی چاہیے)۔

"اقولع" کا مین تو آپ نے ملاحظہ فرمایا اور عجب نہیں کہ مخرج صحیح سے ادا کرتے وقت نور اللغات کے اوراق پر پیٹ کا مادہ کیسا۔ آنتیں آنت لوٹکے ڈھیر ہو جائیے۔ اب ایک اور لفظ ملاحظہ ہو۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

"اقلیل الملک۔ ایک "دوائی" جو ضماد کے کام آتی ہے"

انشاء اللہ تمام عمر آپ ڈھونڈتے رہیں گے یہ "دوائی" آپ کو نہ ملے گی پر نہ ملے گی۔ اسے کہو کہ نہ ہو۔ اقلیل الملک نہیں اقلیل الملق فرمائیے۔ کچھ مضائقہ نہیں جہاں پہلا کاف قاف سے بدل گیا۔ دوسرا بھی آپ پر صدقے کیا تھا۔ کاف کمبخت کی حقیقت ہی کیا ہے حضور کی لیاقت پر از قاف تا قاف ساری الف سے قربان۔

کیسے شرم کا محل ہے ایک لغت کی کتاب میں جو صحت زبان کی مفتاح ہے دوا کی جگہ دوائی نظر آئے جو بازاریوں کی بولی ہے۔ اور نام سے تو غلط۔ یہ تاویل بھی نہیں ہو سکتی کہ ناسخ یا کاتب نے تحریف کی۔ اس لیے کہ بحث الف اور قاف کی ہے کاتب کاف کی بحث سے یہ لفظ قاف کی بحث میں کیمیٹر نہیں سکتا۔ اکلیل الملک ایک عام دوائی دوا ہے ہر حکیم اور عطار اسے جانتا ہے ہر مخزن اور قرابادین میں موجود ہے۔ اسکی شکل تراشے ہوئے ناخن کی سی ہوتی ہے یعنی ہلالی۔ سرے باریک۔ وسط گندہ اور مدور۔ اسی لیے منجملہ کئی ناموں کے ناخونہ بھی اسے کہتے ہیں۔ عربی میں اکلیل ناخن گرد کو جو گوشت ہوتا ہے اُسے کہتے ہیں۔

اس سے پہلے ایک لفظ اور بھی ہے۔

"اقل بار" جس کے بارے میں کہا ہے "وہ درخت کی قسم کل حقیقت۔ ایک پودا"۔

غور کرنے کی بات ہے کہ ہندی الفاظ میں قاف کہاں سے آیا۔ بعد غور کے تو ہم کو اس کی علم یہ معلوم ہوئی کہ مؤلف صاحب ہیں پنجابی۔ پنجابیوں کو قاف سے بیر ہے۔ حقیقت کو حکیکت کہتے ہیں مؤلف صاحب نے شاید خیال فرمایا کہ یہ اعتراض علاوہ رفع کرنا چاہیے جہاں موقع ملے قاف ٹھونس دو۔ اکلیل کو اقلیل لکھو اور ہندوستانی مالی اس چیز کو "اکل بہار" کہتے ہیں تم اقل بار لکھو۔ تم پڑھے لکھے ادیب محقق ہو تمہیں مناسب نہیں کہ جاہل مالیوں کی نقل اسے تو بہ نقل کرو۔ اس کے متعلق (متعلق) کسی لغت میں تو مطلب (مطلب) یہ کہنا لگتا ہی نہیں۔ لہذا اقل بار کہہ دوگے تو کوئی کیا بنا لے گا۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ پنجابی مالی بھی "اقل بار" یا اکل بار بتخفیف قاف و کاف نہیں کہتے۔

خیر! مؤلف صاحب کو جو لغات ہیں وہ جو جی میں آئے لکھیں۔ دراصل یہ لفظ عربی "عقیقۃ البر" کا بگڑا ہوا ہوتا ہے۔ عقیقہ عربی میں خرمے کی گٹھلی کو کہتے ہیں "بر" کے معنی ہیں جنگل۔ عقیقۃ البر سخی اور کسی قدر رنگ میں خرمے کی گٹھلی سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس کی شکل بیضوی ہوتی ہے۔ بھورا بھی ہوتا ہے سیاہ بھی اور ستے کے رنگ کا بھی۔ لوگ اس کی تسبیحیں بناتے ہیں۔ (جنگلی خستہ خرما اس کا ترجمہ ہوا)۔

بی جامع اللغات خانم کی دور رسی دیکھیے کہ "اقلیما" کی تلاش میں آدم کا نسل نامہ دیکھنے دوڑی گئیں اور خدا جانے سچ یا جھوٹ غواصی بحر الفاظ سے ایک کاگا اسی موتی یا بن معنی و مطلب اُن کے ہاتھ لگا کہ "اقلیما یا اقلیما حضرت آدم کی ایک صاحبزادی کا اسم مبارک تھا" لیکن سامنے کی بات نہ سوجھی کہ سونے چاندی تانبے (دھاتوں) کے میل کو بہ اصطلاح اطبا و اہل کیمیا اقلیمیا کہتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر اتنی سوجھ بوجھ ہوتی تو رونا کاہے کا تھا۔ کتاب کام کی ہو جاتی۔ یہ لفظ بین الاطبا معروف و مشہور و متداول ہے۔

بی نور اللغات صاحب نے لفظ اکلیل کے بیان میں بھی عجب گل کھلائے ہیں۔ ان کو عروض اصلیہ بیان کرنے کی بیماری پرانی ہے اگرچہ اکثر جو کہتی ہیں غلط ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اکلیل کے اصلی بیچ غیر مقرر معانی لکھ چکنے کے بعد فرماتی ہیں "کل (ماندہ ہونا)"۔ ماندہ ہونا۔ بھلا پوچھیے ماند نہیں ماندہ ہونے کو اکلیل سے کیا علاقہ۔ آخر اس ارشاد کا فائدہ ہی کیا ہے؟ (ماندہ ہونا اور درماندگی دونوں بی ماندۃ اللغات کی رائے میں گویا ایک ہی ہیں)

"تسکیمنج" کے متعلق ارشاد ہے مثلاً ٹکسال۔ مذکر۔ ایک سکے کا دوسرے سکے سے تبادلہ۔ تبادلہ باہمی تبادلہ سکہ"۔

معنی تو خیر کسی قدر صحیح ہیں مگر بی صاحبہ یہ تو ارشاد ہو کہ "تبادلہ" کس کا صیغہ ہے اور آپ نے جو اسے "باہمی" اور "سکہ" کی جانب مضاف کیا تو کس قاعدے سے؟

دنیا جانتی ہے کہ "تبادل" اور "مبادلہ" مصدر ہیں اور "بیادلہ" کوئی مصدر نہیں۔ یہ جاہل بے تمیز اور بے سواد لوگوں کی اصطلاح ہے اور نادرست ہے۔ فارسی یا عربی میں کہیں پائی نہیں جاتی۔ پس تبادل یا مبادلہ سکہ تو درست ہے۔ تبادلہ سکہ ہرگز صحیح نہیں۔ یہاں کے فصحا بدلہ یا بدلی ایسے محل پر بولتے ہیں۔ مثلاً بدلے میں پرچہ آتا ہے روپیہ کا بدلہ پونڈ میں کروایا۔ فلاں شخص کی بدلی ہو گئی۔

خدا اس کتاب کا تبادلہ جہنم میں کر دے۔ نہایت نامعقول کتاب ہے بہتوں کو گمراہ کرے گی۔

(باقی آیندہ)

راف ــــــــتــــــــــو

اد یار اللغات

منطق آر ا بیگم بنام مہاتما گاندھی

مہاتما جی سینگ توڑا کے بچھیڑوں میں شامل ہونے سے باز آہی گئے۔ چلو اچھا ہوا۔ وہی مثل ہے "بوڑھے منہ مہاسے لوگ چلے تماشے"

مجھے تم سے ایک شکایت ہے۔ اور یہی شکایت ہے۔ وہ زمانہ یاد کرو جب تمہیں لوگوں نے اگوا کار دلیڈر۔ ڈکٹیٹر) بنا کے سیاہ وسفید کا مالک قرار دیا اور تم نے غریب کانگرس کو حکم دیا تھا کہ اسٹار ریشمی لنگا۔ اوڑھ سوسی کی چدریا میں یا چکی۔ کات چرخا۔ کھا پولیس کے ڈنڈے۔ لیٹ جا سڑک پر چیت۔ جو ہوا جو آپ نے کیا ان کا کہا مانا۔ کوئی کیسے آمر تو کہہ ابلی سرکار کی یہ راہ تو تیری ہے۔ بس پوشیدہ نے چاہا تو چند ہی دنوں میں اس ابتدا اور دلدل سے سیز ذیل مضبوط ہو جائے گا۔

میں تمہاری اس زبردستی کے حکم [illegible] اور اُن سے منطقی نتیجے نکالا کرتی تھی [illegible] اپنے خیالات "اودھ پنچ" میں چھپوائے۔ تمہیں [illegible] ورہ دیا کہ مہاتما جی اور جینیے ملک داری اور بہتر ہوگا کہ تم بکری بوری میں بیٹھ کے چیلوں کی روحانی اصلاح کرو۔ عشق بوڑھاپے میں ہو تو مجازی نہیں رہتا بلکہ معشوق کے ایک ہی غمزے کی زد میں آکے حقیقی میدان کی جانب عاشق کو روانہ کر دیتا ہے مانا کہ تم ایک غیر معمولی بوڑھے عاشق ملک ہو ایک نہیں تم نے کئی غمزے معشوق کے سہے اور اُف نہیں کی لیکن معشوقہ (ملک) انگریزی تاجروں سرمایہ داروں نیشن پرستوں کی سکھائی پڑھائی معشوقہ۔ غیر دلوں کی بھڑکائی معشوقہ۔ بیر فریبی میں طاق معشوقہ۔ ناشکیبی و اضطراب میں مشتاق معشوقہ۔ اب سچے عشق کی قدر دان ہی نہیں رہی۔ وفا اُس کے نزدیک بے وقوفی ہے وہ ایسے عاشق کی تلاش میں ہے جو پاکباز نہ ہو۔ اس لیے کہ پاکبازی اور وفاداری بے عمل ہو بھلا ایسی حالت میں کے دن نباہ ہوگا۔

یہ تو ناممکن ہے کہ تم نے میرے خط نہ پڑھے ہوں۔ پڑھے اور ضرور پڑھے۔ اُس پر بھی تم نے ایک مرتبہ جو کانگرس میں تقریر کی تو میرا نام تمہارے منہ سے نہ نکلا۔ تم نے جہاں یہ کہا تھا کہ میری علیحدگی پنڈت جواہر لال نہرو کے خطوط کا نتیجہ نہیں۔ وہاں یہ کیوں نہ کہا کہ بہن منطق آرا بیگم کے خطوط پڑھ کے مجھے معلوم ہوگیا کہ اے گاندھی سے

دماغ عشق نہ داری بہ ہمائے زلف مپرس
کہ کیمیں سوتنا اور دھاگا بٹنا یکساں نیست

اب تمہاری گول مول باتوں سے لوگ یہ مراد لیں گے کہ گاندھی جی باتیں ایسی بنلاتے اور مالوی کے سے پڑانے ٹھاگ کو لونڈا ایسی بناتے ہیں۔ خیر ایک تم ہی نہیں ہو جس سے مجھے شکایت ہے۔ تم نے تو ہر بولشل قیاس کا منطقی نتیجہ قبل از قبل دنیا کے سامنے پیش کیا اور ہر مرتبہ دو چار مہینے یا سال کے بعد اخباری کاغذوں میں اُسی نتیجہ کو غیر کی زبان سے بڑے بڑے تعریفی الفاظ میں نقل ہوتے دیکھا۔

یہ بھی ہندوستان کا ایک ادبار ہے کہ لوگ اپنی ہندوستانی بہن کی بات قابل وقعت خیال نہیں کرتے ہاں بھیا میں نے تمہارا بیان اخبار کے کاغذوں میں دیکھا تم کہتے ہو کہ سوراج بغیر ستیہ گرہ کے نہیں مل سکتا۔ بات ہے پاؤ رتی با دل تو سے کہ ستیہ گرہ بغیر اتفاق و اتحاد کے چل نہیں سکتی۔ اور اتحاد کا حال خود اسی کانگرس کے مجمع میں کھل گیا جو ابھی ڈھائی تین برس یعنی بمبئی میں ہوا۔ تمہاری ذات سے ملک کو تھوڑی سی محبت ضرور ہے۔ یعنی اپنے "دکھیں لگتے" ہوسنے کے باعث ہر گود میں کھیلنے کی صلاحیت ضرور رکھتے ہو۔ مگر اس طرح کی طرفداری [illegible] سے ہی ملک خند و درستی ہے بلکہ معاملات میں کوئی جیلا چنگا فائدہ اس سے نہیں ہوتا۔ کیونکہ پنڈت مالوی کو؟ شکست کانگرس کے منڈھے میں ہوئی وہ اُن کے بجائے میں خاک نہیں وہ خود اسے بھانپ گئے اور اسی برس پہ

نوجوان افغان ہری پور ہزارہ

اگر آپ صوبہ سرحد کے سیاسی اور معاشرتی حالات کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اگر آپ اہل سرحد کے تمدنی اور اقتصادی حالت سے واقف ہونا چاہتے ہیں اگر آپ صوبہ سرحد یاغستان اور وسط ایشیا کی خبروں سے دلچسپی رکھتے ہیں اگر آپ سرحدی قبائل ایران ریاست روسا اور خوانین کی خاندانی تاریخ پڑھنے کا شوق رکھتے ہوں تو صوبہ سرحد کا کثیر الاشاعت سہ روزہ ہفتہ وار اخبار نوجوان افغان پڑھیے جو ہر شنبہ کو پابندی وقت نہایت آب و تاب کے ساتھ خان محمد سرور خان بی اے ایل ایل بی (علیگ) اور خان محمد اکبر خان قریشی (سیاح افغانستان ترکستان روس وغیرہ) کی سرپرستی میں ہری پور ہزارہ سے شائع ہوتا ہے جس میں حالات حاضرہ پر نہایت آزادانہ تبصرہ اور تنقید کی جاتی ہے زمینداروں کاشتکاروں اور مزدوروں کے مفید مطلب مضامین ہر ہفتہ خصوصیت سے شائع کیے جاتے ہیں اور ان کی جائز شکایات حکام بالا کے کانوں تک پہنچانے میں ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے ان تمام خوبیوں کے باوجود قیمت صرف العشر ششماہی چار (نمونہ مفت)

المشتہر تاج محمد خان طاہر خیلی مہتمم نوجوان افغان ہری پور ہزارہ

اطلاعنامہ بنام دائنان نسبت تعین تاریخ سماعت درخواست دیوالہ

(دفعہ ۹ ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر گونڈہ مقام گونڈہ درخواست دیوالہ نمبر ۲۴ سنہ ۱۹۳۴ء

مسمیٰ [illegible] ولد [illegible] ساکن بسنت پور پرگنہ و تحصیل و ضلع گونڈہ۔

بنام سری کشن وغیرہ مہاجنان

ہرگاہ کہ سائل مذکور نے عدالت ہذا میں بذریعہ درخواست مورخہ ۱۳۴ء درخواست کی ہے کہ حسب منشا ایکٹ دیوالیہ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء دیوالیہ قرار دیا جاوے اور تمہارا نام فہرست دائنان میں جو درخواست مذکور کے ساتھ داخل کی ہے پایا جاتا ہے لہٰذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ عدالت نے تاریخ ۱ ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۴ء واسطے سماعت درخواست مذکور الصدر اور لینے بیان ربوڑ کے مقرر کی ہے اگر تم کو اس معاملہ میں پیروی کرنا منظور ہو تو اصالتاً یا بذریعہ وکیل جو حال معقول سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو حاضر ہو۔

آج بتاریخ ۱۳ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

وقت حاضری بدفتر دس بجے سے چار بجے تک

دستخط حاکم بخط انگریزی	مہر عدالت

نشستند و گفتند و برخاستند

"یکسوئی تو نہ ہوئی۔ مگر اس نزاع میں ابھی لیڈری کا لطف باقی ہے"

لیسنس سرکاری حضور نظام خلد اللہ ملکہ

تار کا پتہ "حنا" لکھنؤ

جاری شدہ ۱۸۳۹ء

ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ

صرف پبلک کی سہولت اور فائدہ کی غرض سے کارخانہ نے نہایت معقول کمیشن مقرر کرکے ایجنسی دینے کا وعدہ کیا ہے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

شاخ:- قنوج حیدرآباد دکن دہلی منصوری

اگر یا نعام نظر اینٹ کی عینک لگا کے دیکھیے گا تو اینٹ الپنر ادہ میں یہ واقعات اس طرح صاف نظر آئینگے جیسے لارڈ ریڈنگ کا وسعت عدل و نصفت ہندوستان میں برائے العین مشاہدہ ہو رہا ہے مثلاً سہراتیک (سنہ ۱۴۹ کلجگ) کا معاصر ایران میں جمشید تھا جب یہ بہت زر آیا اور خدائی کا دعوے کرنے لگا تو راجہ سہراتیک نے ضحاک عرب کو اُس پر مسلط کر دیا اور اُس کے کندھے پر دو سانپ پیدا کر دیے۔ تو بنی وہ لے رادی اُس کی اولاد سے ہیں۔ راجہ سو داس عرف سکیم نے سنہ ۲۱۱ کلجگ فریدوں کو مدد پہونچائی اور کاوہ کو حکم دیا کہ ایران کا صدر فریدوں کو بنا لے۔ فریدون کثرت استعمال سے پردھان ہو گیا جس کے معنی صدر نشین کے ہیں۔ سنہ ۱۴۲۱ کلجگ میں بھیم سکے ذریعہ بشروا نے آتش پرستی اور خود دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ راجہ بشروا کا ایک بالک منوا تھا ایران کا تخت راجہ منوا کو بخشدیا جو بنام منوچہر والی ایران ہوا سنہ ۲۰۵۳ کلجگ میں سن ہے کا راجہ کا کو بنام کیکاؤس تخت نشین ایران ہوا۔ علے ہذا القیاس مہابھارت میں ایک لنجا پایج تھو بان تھا اُس کی عمر چار سو چون سال کی تھی۔ رقہ بانی کے صلے میں تاتار کا ایک اُستاد اور النجہ خاں کے نام سے مشہور ہوا۔ قرن اول کے اوسط چہارم میں بھو سوا چار کا ستارۂ اقبال چمکا اور راجہ جد ہشتر نے میز دکنش بانی ایران کا تخت اُسے عنایت کیا۔ بھو سوا چار افراسیاب بن بیٹھا۔ خدا کی قدرت ہے۔ اوسط دوم قرن اعظم چہارم میں لشکر کا ٹھون کی سلطنت اجین سے ختم ہوئی مگر انھوں نے چلتے چلاتے ایک کلڑ مبر اپنی سلطنت کا گھر ٹلنسوا دھوبی کو عنایت کر دیا کلڑ مبر کا نام مقدونیا ہوا اور گھر ٹلنسوا کا لقب گرانیوس اول۔ کلوا پتری راجہ شالباہن کی بھوجھو دکھلائی کی لڑکی) تھی شالکھے شالباہن کی ایجاد کی خوشی میں مصر کی ملکہ بنادی گئی کلیوپٹرا کلوا پتری کا بگڑا ہوا نام ہے۔ اس کی شادی کسی نتھو اسکے ساتھ ہوئی جو کثرت استعمال سے انٹانی ہو گیا۔ الحاصل اس قسم کے نوادر سے صرف انجانب ملتے ہیں اگر تواریخ ہند کا نظارہ کرنے والے یار دل کو زرنقد دلوائیں تو پھر تماشا دیکھیں۔ ہمارے ادبار زدہ ملک میں آج نام بڑا اور دو دو قتیں ہیں اور دونو کا یہ حال ہے کہ "ناموں کے کان میں انچاس بجا نجے اینڈے اینڈے پھرتے ہیں" اس قسم کے افسانہا اسلاف پرستی کا اثر ہی کیا ہو گا جب جبلت میں جبن اور بزدلی ہے۔ ایک شاہزادے صاحب بالکل زنانے تھے۔ لوگوں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ انھیں داستان رستم و افراسیاب پڑھوا لیے۔ خدا نے چاہا سنتے سنتے بہادری کا مادہ پیدا ہو جائیگا پورا شاہنامہ رٹا دیا گیا۔ ایک روز بادشاہ نے امتحاناً سوال کیا۔ کیوں صاحب عالم شاہنامہ کا کون سا شعر آپ کے مرغوب طبع ہے صاحبزادے شرماکے گردن جھکائی ناک پر انگلی رکھی اور فرمایا کہ بھئی اللہ ہمیں تو یہ شعر بہت پسند ہے ؎

نیزہ منم درخت افراسیاب
برہنہ ندیدہ تنم آفتاب

بادشاہ سلامت نے فرمایا یہ شعر کیسا ہے ؎

دریدو برید و شکست و ببست
یلاں را سر و سینہ و پا و دست

صاحب عالم کہنے لگے۔ اے ہے یہ تو ظلم ہے میرا کلیجہ دھڑکتا ہے ؎

جو دل ہے تو کچھ ہو کا رد دیدل
علی غول ہوا یا ہما بسر دل

وہ راجہ بکرمادت جو بیتال سے کشتی لڑ سکتا تھا بلا معتبرہ (بیتال پچیسی سنگاسن بتیسی) فرضی ٹھلسوا کی اس کے آگے حقیقت ہی کیا تھی مگر بکرمادت کے نام لیوا ٹھلسوا کی سی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ نامہ تمام والسلام۔

الراقم الاثیر

موسیٰ تا عال سے شگافند دریا
فرعون ہنوز می خورد غوطہ بہ نیل

لطیفہ

ادبار الملک مِن التیسیر

چہ میگوئیاں

کونسل کی ممبری اور اہلیہ

جب سے امیدواروں کے سر میں ممبر بازی کی ہوا سمائی ہے اُس وقت سے تمام بازیاں معطل ہیں۔ جس کو دیکھو بدحواس مدہوش ووٹروں کے دروازے کی خاک چاٹ رہا ہے "دیکھو یار مرزا اس تمہارا ہی آسرا ہے" ایکی کونسل کے لیے نانا کا ایڈیٹر نے اپنے نہد کے خلاف مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ اوپر خدا ہے نیچے تم ہو" کہیں کہیں زرنقد کی جھنکار بھی سنائی دیتی ہے۔ باپ دادا کی کمائی تو خیر بے دردی سے لٹانے کے واسطے ازل سے مقرر و مقدر ہے۔ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی بھی عزیز نہیں۔ خوشامد کی جنس ہر بازار میں افراط سے موجود۔ مال کا بیجا مصرف ایک طرف اور خوشامد کی بھرمار ایک طرف۔ بچے ہاتھیوں سے روٹ مانگتے میں اتنا نہیں گڑگڑاتے جتنا امیدوار صاحب ووٹ مانگنے میں انکسار صرف کرتے ہیں۔ واللہ خادم ہوں غلام ہوں غلام ہوں احتلام ہوں غلام زادہ خادم پروری میں کوتاہی نہ فرمائیے۔ پھر اس خوشامد کے فیض کا دریا گیڈر رجمگا اڑ اتو گرسے او نٹ لومڑی مینڈک سب کسی پر بند نہیں ہر طبقہ پر محیط ہے۔ صبح ہوئی اور بھوں بھوں نقلی صاحب بغل میں ووٹروں کی فہرست دبا کے باہر نکلے ایرا غیرا نتھو خیرا اسکے ڈھکے جولاہے دھنیے گھوڑے کبڑے بھوسے ملاح موچی چمار دھوبی بھنگی کا دروازہ ہے اور نقلی صاحب مونچھ داڑھی کے جھنجٹ سے پاک چہرہ لیے کھڑے ہانک رہے ہیں ؎

ہم بڑا لائیک ہے ہم کو ووٹ دو
ہم بڑا سائیک ہے ہم کو ووٹ دو
بھولا بھالا گیر حبیب ممبر بنا
ہم بھی اک بوالیک ہے ہم کو ووٹ دو

نقلی صاحب کے علاوہ پڑھے نہ لکھے تمام محمد خان فضل۔ دیانت واک نہیں مگر مزا ہی کرسی کی ہوا سے متا ثر

جہاں گھوڑے دلتے جاتے ہیں وہاں کوڑے صاحب بھی اپنی ننھی سی ٹانگ بڑھائے دیتے ہیں۔ چنانچہ آپکا نامہ بھی بسرِ ہنیاب الرجو دیعنی الووپ انجمن لگا کے ایک زنان خانہ میں داخل ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اسیر ووٹ صاحب تشریف فرما ہیں اور بی بی بھی ذری دور پر سرکی ہوئی بیٹھی ہیں بظاہر کچھ کشیدگی سی ہے کیا معنی کہ چہرے پر رنج کے آثار ہیں منہ پھولا ہے آنکھوں میں آنسو بھرے آئے ہیں۔"

میاں :۔ آخر یہ روگ کس بات کا ہے کچھ میں بھی تو سنوں۔"

بی بی :۔ روگ ہوگا تمھارے ہوتوں سوتوں کو یا اُن مُرداروں کو جن کے یہاں صبح سے شام تک دربارداری کی جاتی ہے۔ گھر چھوڑا بار چھوڑا ابان دن بھر غائب۔ کبھی ٹھنڈی سانسیں بھری جاتی ہیں کبھی پہروں سر جھکائے کچھ سوچا جاتا ہے نہ کھانے کا ہوش ہے نہ پانی کا۔"

میاں :۔ اہاہا۔ یہ کس مردود نے تم سے کہا کہ میں کہیں واہی تباہی پھرتا ہوں۔ اللہ جانتا ہے مجھے سوائے ووٹ کی فکر کے اور کوئی فکر نہیں۔"

بی بی :۔ وئی یہ ووٹ نگوڑی کون چڑیل ہے؟ کوئی انگریزن ہے یا ہندوستانی؟"

میاں :۔ پھر وہی بدگمانی۔ ووٹ کوئی جاندار چیز نہیں ہے۔"

بی بی :۔ [illegible] تصدیں کھلواؤ بے جان چیز کا عشق کیسا؟"

میاں :۔ عشق کس چکوے کو ہے تم تو نہ سمجھی ہو نہ سمجھتی ہو۔ ارے ووٹ ایک کاغذ کی بنی ہوئی چیز ہے۔"

بی بی :۔ ارے نستا یو ذری یہ چار پیسے باہر کسی کو دے کے ردّی کاغذ تو منگوا لو (میاں سے) لیجیے آپ بہت بے قرار ہیں میں ابھی لیئی لگوا کے کاغذ کا اوٹ بنوائے دیتی ہوں بس! اب تو کوئی فکر نہیں مگر یہ اوٹ کیا ہوگا۔ مرد اسنے مکان میں اوٹ کی کیا ضرورت ہے!"

میاں :۔ لاحول ولاقوۃ۔ پھر وہی کوڑھ مغزی کی باتیں کرنے لگیں۔ ارے اوٹ نہیں ووٹ، ووٹ! یہ ایک کاغذ کا پرزہ ہے اس پہ نام لکھ کے سرکار میں داخل کرنا پڑتا ہے کہ ہم فلاں شخص کو ممبر بناتے ہیں۔ جس کے نام کے پرزے زیادہ ہوتے ہیں وہ ممبر ہو جاتا ہے۔"

بی بی :۔ ووئی۔ تو اب آپ آدمی سے ممبر بننے کی فکر میں ہیں بھلا سنیے تو سہی پھر نگوڑی کا بھی کوئی ٹھکانا آپ نے تجویز کیا ہے۔ آخر آپ تو منبر بن جائیں گے کسی مسجد میں جگہ پائیں گے مولوی آپ پر چڑھ کے وعظ کہیں گے۔ میں بیچاری کس کے سہارے زندگی کے دن بسر کروں گی (رونے لگیں) ہے ہے میری قسمت برد دے کو یہ نیا سودا ہوا ہے۔ اے میاں جو منبر ہی بننا تھا تو شادی بیاہ کی کیا ضرورت تھی۔ اے بی مغلانی ذری تم ہی سمجھاؤ میاں کے دل میں بُری سمائی ہے ہے ہے ممبر بنا رہے ہیں۔ میں کہتی ہوں یہ سرکار نگوڑی میری سوت کہاں سے پیدا ہو گئی جو لوگوں کو پکڑ پکڑ کے ممبر بنا دیتی ہے آخر کچھ قصور کچھ خطا بھی ثابت کرے۔ بھلے چنگے آدمیوں کو ممبر بنا دینا یہ کون سا ظلم ہے۔ اچھا آپ بنیے ممبر بھی جو بندی لاٹ کے دربار میں ورانہ نہ گھس جائے تب کی سند۔"

میاں :۔ خدا کے لیے بیگم تمھیں کیا ہو گیا۔ یہ سرکار کسی کو ممبر کیوں بنانے لگی میں خود ممبر بنوں گا۔"

بی بی :۔ کیا کیا! ذری پھر تو کہنا۔ ارے کاٹھ کا منبر بننے سے تو کاٹھ کا الّو بننا اچھا ہے۔ لڑکے کھلونا سمجھ کے جی تو بہلائیں گے۔"

میاں :۔ بے وقوف۔ کاٹھ کا منبر نہیں ارے کونسل کا ممبر۔"

بی بی :۔ اچھا تو ممبر بن کے پھر گھر آؤ گے نہ؟"

میاں :۔ ضرور آؤں گا۔"

بی بی :۔ اپنے پاؤں سے آؤ گے؟"

میاں :۔ ہاں ہاں اپنے پاؤں سے آؤں گا۔"

بی بی :۔ اور تمھاری صورت منبر کی سی رہے گی؟"

میاں :۔ ابھی تم اسی دھوکے میں ہو کہ میں لکڑی کا منبر بنوں گا جس کا املا "ن" سے ہے۔"

بی بی :۔ میم اور نون تو میں جانتی نہیں جو تم نے کہا میں نے سنا۔ میری اتنی عمر ہوئی سوا لکڑی کے منبر کے گوشت کا منبر میں نے نہیں دیکھا میں نے تو آنکھ کھول کے یہی دیکھا کہ اوٹ پردے کے کام آتا ہے اور منبر پر وعظ اور حدیث ہوتی ہے۔ ساری دنیا میں سمجھتی ہے کچھ مجھ پر موقوف نہیں۔"

میاں :۔ بیگم صاحب یہ ممبر وہ منبر نہیں ہے۔ ہر جماعت سے ایک ایک آدمی چنا جاتا ہے جو کونسل میں اُس جماعت کا نائب یا وکیل سمجھا جاتا ہے۔ اور ملکی نظام میں سرکار کو اپنا مشورہ دیتا ہے۔ اس کو ممبر کہتے ہیں۔"

بی بی :۔ اچھا تو اتنی سی بات کے لیے سوچ بچار کاہے کا۔"

میاں :۔ ایکی ممبری میں اپنا نام میں نے بھی دیا ہے"

بی بی :۔ اچھا پھر؟ خوب ہوا تم ممبر بن جاؤ گے۔"

میاں :۔ آپ سے آپ بن جاؤں گا؟ اجی کوئی پسند بھی تو کرے۔"

بی بی :۔ تو یہ کہیے آپ پسند کرواتے پھرتے ہیں۔ جب ہی تو میرا ماتھا ٹھنکا کہ گھر سے غائب غلہ رہنے کے معنے ہی کیا ہیں۔"

میاں :۔ توبہ! ارے کچھ عورتوں سے پسند کروانے تھوڑی جاتا ہوں۔ ممبر بنتا ہے مردوں کی پسند سے۔"

بی بی :۔ تم پہ خدا کی سنوار [illegible] عورتوں کو پسند کروانے کو لالے اب مردوں کو پسند کرواتے پھرتے ہو۔ اونہہ شرم نہیں آتی!"

میاں :۔ اس میں شرم کی کون سی بات ہے!"

بی بی :۔ لو دیدے کی صفائی دیکھو۔ اس میں کوئی شرم کی بات ہی نہیں کہ مرد ہو کے مردوں سے پسند کرواتا پھرے۔"

میاں :۔ کیا غضب میں جان ہے کسی اور بات کے لیے پسند کرواتا ہوں جو چھپیوں۔ پسند کروانے کے معنے یہ ہیں کہ وہ لوگ پرچہ پر دستخط کر دیں اور میں ممبر بن جاؤں۔"

بی بی :۔ اچھا تو اس ممبری سے کیا فائدہ ہوگا؟ کوئی تنخواہ ملے گی۔"

تم طرح تک سارے زمانے میں زور اور فضا پیدا کرنے پر کمین ہو گئے ہیں۔ مجھے تو کانگریس والوں کی قوت پر کوئی بھروسا نہیں۔ اور نہ یہ کوئی مفید پہلو کامیابی کا ہے کہ تم کانگریس والوں کے حامی ہو۔ تم تو ہی سیکڑوں پارٹیاں ہیں اور سب اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ بجاتی گاتی ہیں۔

سنہ میں جو کیفیت اتفاق و اتحاد کی نظر آتی تھی وہ بھی تو آج مٹ گئی ہے۔ کبھی مسلمانوں پر یہ الزام تھا کہ یہ کمبخت کانگریس سے علیحدہ ہو کے اُسے نقصان پہونچاتے ہیں۔ آج ہندوؤں پر بھی

کی طرح بال آگ پر رکھتے ہی کوہ الورسٹ پر بھی ہونگا تو چلا آؤں گا۔ اے ہے کہتے ہو پھر ہو۔ بھلا اس طرح کی زمین کبھی کسی نے ہندوستان میں دیکھی بھی ہے۔ رہ گیا یہ کہ تم زمین کے نیچے بھی چلے گئے ہوگے تو اس خبر کے سنتے ہی بوٹا سے اُلٹ گئے۔ یہ ایک ابھی خبر ہے۔ لکھنؤ میں جب کوئی عورت تیسری کا چاند دیکھتی ہے تو کہتی ہے:-

"چلتے چو لہے اور پہ دوب گھوڑے کے سر پہ سینگ بیسے پاؤں میں پدم ہو تب اے تیسرے چاند مجھے ڈکھ پہونچے" ایسٹ انڈیا کمپنی اور

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"مردانہ کفن کا چونگا"

مشہور ہے کہ کسبیاں اپنی آخری عمر میں عزہ برداری کی خدمت کسی ایک شغل کے ساتھ منڈھ دیتی ہیں جو آنکھ کا اندھا گانٹھ کا پورا پرانا تجربہ کار ہو۔ بی صاحب سودا بازار سے منگائیں تو چار پیسے اپنی طرف لگ کے سارے شہر کی دکانوں کا جائزہ لے کے حاضر کر دے۔ بی صاحب بیمار پڑیں تو حکیم کے یہاں حال کہنے دن میں ستر مرتبہ جائے۔ نسخہ بندھوائے

یہ سین ختم ہو چکا
یہ ٹانگ کا کھیل کہلاتا ہے

یہ منظر باقی ہے
یہ تالی کے ڈنڈ کہلاتے ہیں

وہی اعتراض جڑا جا سکتا ہے کہ ان کے یہاں ایک ہی گھر میں اسّی چولھے بن گئے ہیں۔

تمھیں اس وقت جس قدر ہندو مسلم اتحاد (جسے تم ملی اتحاد سے تعبیر کرتے ہو) ضروری معلوم ہوتا ہے اسی قدر ہندو ہندو کا اتحاد بھی ضروری محسوس ہونا چاہیے جو حال ہی میں مٹا یا گیا اور اس کی جگہ اختلاف و نفاق نے زبردستی چھین لی۔

تم کہتے ہو اور یہ تمھارا بھولا پن ہے کہ جب ستیہ گرہ یا عدم تشدد کی تخم ریزی کے قابل زمین تیار ہو جائے تو مجھے بلا لینا میں گلزار نسیم والی حالہ دیتی

اکثر امرائے ہندو سلاطین ہند کے درمیان معاہدات میں اکثر ایسی شرطیں تھیں کہ جب تک گنگا جمنا کا پانی خشک نہ ہو جائے، سمندر میں جھکڑ نہ چلیں اُس وقت تک یہ معاہدہ باقی اور قابل عمل رہے گا۔

(باقی آئندہ)

راقم

منطق آرا بیگم

پرہیزی کھانے کا انتظام کرے اور مطلق فرزند کی طرح شب کو پاؤں بھی پتی رہے پھر جب دور زوال حالت بگڑ جائے تو ایک انا یا کھلائی کی طرح پیروں پر بٹھا کے کبھی بہشتی ڈھلیا لے۔ دم آخر جب گھر اکنے گھونگرو لوٹنے اور رقص انفاس کی نوبت آئے میاں عزرائیل سے بی صاحب موت کا تخرہ کرنے میں تو یہی سعید خادم کفن کی بھی تدبیر کرے اور قدموں تلے جو بہشت مشہور ہے اُس کا مستحق بنے۔ اسے اصطلاحاً کفن کا چونگا کہتے ہیں یعنی کسبی صاحب نے مرنے کے بعد بھی چونگا نہ چھوڑا مرتے مرتے

REGISTERD No. A 783
رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۸۳
LUCKNOW,
DH PUNCH
قیمت فی پرچہ
دو آنے
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
دس روپیہ
1934
قیمت پیشگی اندرون ملک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCK

ریش سوز غلط فہمی

مونچھ ریش کو پورب کے دیہاتی "داڑھی جارا" کہتے ہیں۔ ایسا اتفاق کم ہوتا ہے کہ اس پودے میں آگ لگے۔ حالانکہ آتشگیر مواد اس چیز میں بہت ہوتا ہے۔ برہمن برقیات بالی کو رگڑتے اور کاغذ کا ٹکڑا اُس پر چپکا کے برق کا تماشا بر اسے العین دکھاتے ہیں۔

معلم الصبیان سے متعلق عرب میں یہ غلط فہمی عام ہے کہ لڑکے پڑھتے پڑھتے ان کا دماغ چاٹ جاتے ہیں۔ کسی شخص نے ایک ریش دراز ملا کو اس عیب سے خالی پایا۔ اس کو نہایت تعجب ہوا۔ اتفاقاً ملا نے ایک شب دعوت کی کھانے پانی سے فراغت ہوئی۔ ملا صاحب اپنے زنان خانے میں تشریف لے گئے۔ چراغ لے لیا۔ اس بیچ کے مطالعہ کتب میں مصروف تھے۔ مہمان آرام کرنے کی غرض سے پائنتی پر لیٹا ہی تھا کہ زنان خانے سے واویلا وا مصیبتا بلند ہوئی۔ مہمان صاحب گھبرائے۔ اندر دوڑے گئے تو دیکھا عجیب منظر تھا۔ مولوی صاحب کا زیر جامہ ... تو یہ ریش مبارک کس طرح ... اے یہ کیا ہوا؟ ملا کی بیچاری منکوحہ نے انداز سے بولیں: "جیتا کیا وہ جیتے ہوں کے منہ کو لوکا۔ گونڈے سے کتاب دیکھتے دیکھتے پہلے تو اپنی داڑھی مٹھی سے پکڑی اور چراغ کی لو میں لگادی۔ داڑھی جلی مٹھی میں چرکا لگا گھبرا کے ہاتھ علیحدہ کیا تو ساری داڑھی جل گئی۔ اس کے بعد مجھ سے چھری مانگی۔ میں کیا جانوں چھری کیوں مانگی اس کا سبب تم خود انہیں سے پوچھو بھئی مجھے تو شرم آتی ہے۔" مہمان نے مولوی سے بار بار سوالات کیے مولوی صاحب تکلیف میں مبتلا تھے خون زیادہ بہہ گیا تھا۔ منہ جھلسا ہوا تھا۔ آہستہ سے فرمایا کہ اس کتاب میں قیافہ کے اصول ہیں۔ کمبخت مصنف لکھتا ہے کہ جس شخص کی داڑھی ایک مشت و دو انگشت سے زیادہ ہوتی ہے وہ کم عقل ہوتا ہے میں نے مٹھی بھر داڑھی ہاتھ میں رہنے دی باقی چراغ سے جلانی چاہی ہاتھ جلنے لگا تو داڑھی چھوڑ دی آخر ساری داڑھی سوختہ شد۔ خس کم جہاں پاک۔ پھر میں نے اسی ناہنجار کتاب میں دیکھا کہ خدا نے کوئی شے بیکار نہیں پیدا کی۔ میرا خیال اپنے جسم کے حصۂ زیریں کی جانب منتقل ہوا۔ مجھے اپنے نچلے دھڑ میں کچھ حصہ زائد معلوم ہوا۔ دل نے گوارا نہ کیا کہ خالق پر عبث کاری کا الزام قائم ہو جھٹ چھری سے اُس بیکار بوٹی پر حملہ کردیا۔ یہ خون خرابہ جو تم دیکھتے ہو اسی باعث سے ہے۔

مہمان کی ہمدردی بے دردی سے بدل گئی۔ لاحول کہتا ہوا اٹھا اور اپنے گھر کی راہ لی۔ لیکن ہمیں مہمان کی اس حرکت پر افسوس ہے وہ غصہ سے مغلوب ہو گیا۔ اس نے مولوی کی غلط فہمی کو معاف نہیں کیا۔ دنیا میں بہت آدمی آپ کو ایسے ہی ملیں گے جو قیافہ کی کتاب پڑھ کے سرجری و ویداجی کے رموز حل کرنے لگتے ہیں۔

النصیب نصیب

لکھنؤ کے ہندوؤں کا قول ہے کہ جب "عالم ذر" میں ذریت افزا آلات کی تقسیم ہو رہی تھی تو ازلی خواجہ سرا اول کمارت النور سو رہا تھا۔ آنکھ اس وقت کھلی جب اپنا اپنا حصہ ہر ایک پا چکا تھا۔ مثل مشہور ہے جو سوئے وہ کھوئے جو جاگے وہ پائے۔

خواجہ سراؤں کے باوا آدم جو پہنچے تو کیسہ خالی تھا۔ ہاتھ جھلاتے واپس آئے۔ لندن امپریل کانفرنس ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ کے بعد اس پر بحث کرے گی کہ برطانوی راج میں "میاں" ہندوستان کے کون سے درجے پورے ہوں گے۔ اور کیا حصہ ملے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ وہاں رکھا ہی کیا ہے جو ملے گا۔ آلات ذریت افزائی تقسیم ہو چکے کیا میں جو کچھ ملا ہے وہی نصیب کا لکھا ہے۔ لونڈی نے کہا "بی بی۔ بی بی۔ عید آئی" بی بی نے کہا "پھر مجھے کیا۔ مجھے اپنی ٹکیا روٹی سے کام رہا۔" ڈاکٹر سپرو یہاں سے تو اچھے بھلے "سپری شد" مگر وہاں پہنچتے ہی سوشل تقریبوں اور دعوتوں میں پھنس گئے۔ اب طبیعت بدمزہ ہے معالج کہتا ہے کہ بجز سرکاری تقاریب کے اور کسی باضمہ شکن دعوت میں نہ جاؤ۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی بیماری نہیں ہے ہندوستان کے ضعف معدہ کی دلیل قومی ہے۔ معالج نے غلطی کی جو سرکاری دعوتوں کو مستثنیٰ کر دیا۔ اسے کہنا چاہیے تھا "الاقامۃ بالفاقہ" یعنی کامل فاقہ کرو غذا سے اور فاقہ سے بڑھ کے اور کوئی علاج ہندوستانی معدے کے موافق نہیں ہو سکتا۔ کانفرنس کی دعوت بھی غالباً "فاقہ" ہی تجویز کرے گی۔

دیہاتی ووٹر
یا
مقالۂ دیہاتیہ

ووٹ بازی کا مرض ایک ایسا مرض ہے جو پہلے شہروں میں پھیلا ہوا تھا مگر خدا اسلامت رکھے اصلاحی اسکیم کے ہمہ گیر ... خانہ کو اب تو اس بازی میں شہری تو دیہاتی سب ہی مبتلا ہیں۔ کیا پریسیڈنٹ اور زنان کو اپریٹر دونوں کھلاڑی داؤں لگائے بیٹھے ہیں پھڑ آراستہ ہے۔ عین دیوالی کے زمانے میں قسمت آزمائی ہو رہی ہے۔ پٹواریوں کی خوشامد۔ ضلعداروں کی آؤ بھگت۔ مہنتوں کی تعظیم تکریم۔ مکھیا کی خاطرداری شغل عام ہے۔ کارپرداز پانسوں کی طرح کبھی پو بارہ کی خبر دیتے ہیں کبھی تین کانے کی سناتے ہیں۔ پھبتیوں کی گونج کھیتوں کے غار و مینڈوں کے پیتر سے پھاندتی پھرتی ہیں۔ یہ سماں دیہات کے لیے عجیب و غریب ہے۔ ہمارے ناظرین "پنچ" کے کالموں میں شہری ٹک ووڈ کے بیسیوں مناظر دیکھ چکے لہذا اینجانب آج ایک دیہاتی منظر پیش کرتے ہیں۔

ہمارا سیاح سیر عالم کرتا ہوا ایک دیہات میں زری کے مکان پر پہنچا دیکھا کہ ایک مسکین صورت

میاں:۔ "تنخواہ کیسی اور اپنی گرہ سے کچھ خرچ کرنا پڑیگا"

بی بی:۔ "بی مغلانی کہاروں کو تو بلواؤ۔ بندی جاتی ہے اپنے میکے۔ یہ مرد دیوانہ ہو گیا ہے۔ ساں شگون میں گھر کی تباہی ضرور ہوگی۔ بھلا کیسے دام ڈسکے دیوانہ بنا کس قدر اسے کہا ہے۔ نہ اکل الذی بنا تل الذی"

میاں:۔ "دیوانی تم ہو یا میں۔ خواہ مخواہ نہ سمجھو نہ بوجھو اول فول بک رہی ہو"

بی بی:۔ "نہ کارسے نہ شغلے آخر مفت میں پیسہ برباد کرنے اور خرچ بڑھانے سے کیا نتیجہ؟"

میاں:۔ "عزت بڑھے گی۔ حاکموں سے ملیں گے۔ قانون ہمارے رائے سے بنیں گے۔ نام ہوگا۔ ولایت والے اسی نام نمود پر مرتے ہیں۔ لاکھوں اپنی گرہ سے صرف کرتے ہیں۔ ان کی بیبیاں ان کے واسطے ووٹ حاصل کرتی ہیں۔ مگر تم ہو جاہل گنوار بھلا اس عزت کی قدر تمہیں کیا ہوگی۔ وہی مثل ہے بھینس کے آگے بین بجائی...... افسوس آج کوئی ولایتی بیگم پہلو میں نہ ہوئی ورنہ اس ہمت پر سو جان سے قربان ہوتی" چہ داند بوزنہ لذات ادرک۔"

بی بی:۔ "بوزنہ ہو گے تم یا تمہاری ولایتی بیگم۔ سنا میرے منہ نہ لگنا۔ میں تو خیر جاہل ہوں مگر سلاتی ہے آپ اپنے گھر کا انتظام بھی سنبھال نہیں سکتے تو اتنی بڑی ذمہ دار سلطنت کو کیا سنبھالیں گے"۔ کار بوزنہ نیست نجاری۔" بندی رو کو چڑھی ہے تو آپ بھی ڈالی والے ہیں آپ کو سوائے لنگوری پوشاک پہننے کے اور کیا آتا جاتا ہے۔ کس بخیہ پر ممبری کیجیے گا۔ میں نے تو خیر خواہی سے کہا تھا کہ جان ہلکان کرنے سے کیا حاصل۔ گھر میں بیٹھے چین کرو۔ جو کچھ خدا نے دیا ہے کھاؤ پیو عیش کرو۔ وہی بنگالی مثل ہے۔

"پہراں جاہاے پوچھے تا ہاے اشلی بیچ کھاوے"

جا جب ہی بچے گی تب بھلی بیچ کے کھائیں گے

آپ اگر ایسے ہی منتظم ہوتے تو آج سونے کی دیواریں کھڑی کر چکے ہوتے۔ وہی مثل ہے: نہ ہاتھ نہ مٹھی بابی بلبلائی اٹھی"۔ دل کی حسرت دل میں کیوں رہ جائے چلے جائیے ولایت ایک آدھ ہوٹل کی بھٹیاری پکڑ لائیے۔ وہ آپ کے لیے ووٹ لیتی پھریگی ہم نے تو اپنے گھر میں یہی دیکھا کہ عورتیں مردوں کو آرام پہونچاتی ہیں۔ کھاتے دانے کا اگاتا کا لیتی ہیں بچے پالتی ہیں۔ جو مرد باہر کے کاموں میں بی بی کی مدد کے محتاج ہوتے تھے وہ نامرد کہلاتے تھے

اب الٹا زمانہ ہے مرد وے ایسے بے غیرت ہیں کہ کھلم کھلا عورت کی محتاجی ہر کام میں ظاہر کرتے ہیں اور جھینپتے بھی نہیں۔ آپ کو ایسی بی بی کی تلاش ہے جو آپ کے لیے ووٹ حاصل کرنے کا وسیلہ بنے۔ میں ڈولی منگا کے اپنے گھر جاتی ہوں میدان خالی ہے شوق سے ووٹ والی بی بی کو بلائیے مزے اڑائیے جو الیسا تھیسا یہ کہتا ہے کہ آجکل کی عورتوں کا بڑھ ہوائی ہے وہ جھک مارتا ہے۔ اس کے دید سے پٹم ہو گئے ہیں جب تک مردوں کو عورتوں سے مدد مانگنے کی ہوس نے نہیں گھیرا اس وقت تک عورتوں نے کوئی بدوضعی نہیں کی۔ پیشہ کرنے والیوں کی بات ہی جدا ہے۔ بی مغلانی کیا تم بہری ہو گئی ہو۔ بلواؤ کہاروں کو"

مغلانی:۔ "بیگم یہ ناحق کا جھگڑا کیسا۔ جو میاں کی خوشی ہے وہی کیوں نہیں کرتیں۔ ایک طرف آپ جائیے ادھر اپنی نند کو بھیجیے اللہ نے چاہا تو لوٹوں سے (ووٹ) گھر بھر جائے گا بھلا آپ خوبصورت تتلیاں نکلیں اور بوٹوں کی کمی ہے۔ شمع جلے اور پروانے نہ آئیں؟ ذری سی تو بات ہے نہ آپ گھر چھوڑیے نہ میاں ولایت سے بھٹیاری لاکے نہیں ٹھیلے نہیں۔ یہ گھر کی دانتا کلکل بھی موقوف ہو میاں کی فکر بھی کم ہو جائے۔ بیگم اللہ رکھے اگر باہر نکلیے گا تو مجھ بڑھیا کو ضرور ساتھ لے لیجیے گا یہ سن آیا آج تک ولایتی چکر نہیں دیکھا کیسا ہوتا ہے۔ لاکھوں دفعہ جی چاہا کہ جاؤں اکیلے جاتے دل میں ہول سمائی۔ اب آپ کا ساتھ ہوگا تو ڈر جاتا رہے گا۔ سنتی ہوں کہ ولایتی چکر دگار ڈان ایسے دیکھتے ہی آدمی کا سر پھر جاتا ہے۔ ویسی گھومنی آتی ہے کہ پھر سر نہیں اٹھتا۔ ساری دنیا اسی ولایتی چکر میں پھنسی ہوئی ہے"

بی بی:۔ "میں کیا جانوں نواب صاحب سے پوچھو۔ ایسے ولایتی چکروں میں یہ پھنس چکے ہیں اور اب پھنسنے والے ہیں۔ باقی ابھی تو میرا ان کے واسطے ووٹ کی فکر نہیں کر سکتی پہلے ان کی بہن باہر نکلیں پھر میں بھی نکلوں گی۔ یا جو کچھ ہو۔ تم مجھے کہار بلوا دو۔ تل اوٹ پہاڑ اوٹ ان کا جو جی چاہے کریں۔ میں نہ ہوں گی نہ دخل دوں گی۔ کونسل کی ممبری کا زمانہ نکل جائے یہ اپنے تئیں مردوں سے پسند کروا چکیں تو پھر میں گھر میں قدم رکھوں گی۔ بھلا تم ہی خدا لگتی کہو کہ مولوی تو ایسی باتوں کو حرام کہتے ہیں اور یہ اس فکر میں ہیں کہ ممبر ہوں۔ دل میں یہ بھی ارمان ہے کہ کہیں سے ووٹ دلوانے والی مل جائے پھر مجھ سے اور ان سے نباہ کیونکر ہو سکے گا۔

بات بڑھ گئی دو ٹم دو ٹا سے جھونٹم جھونٹا کی نوبت آنے والی ہی تھی کہ بندہ وہاں سے چلا اور دوسرے امیدواران ممبری کی محلسراؤں میں جانے کا ارادہ کیا۔ ابھی چند سلائیاں سرمۂ عنقا الوجود کی اینجانب کے قبضے میں ہیں۔ باقی رپورٹ آیندہ لکھوں گا۔

راقم ـــــــــــــــــــ

وہی نہ موٹر نہ دو ٹر سچا رپورٹر

ـــــــــــــــــــ

دل میاں کا ووٹ پر لہلوٹ ہو
سینۂ زوجہ پہ اس کی چوٹ ہے

ـــــــــ ✻ ـــــــــ

سابق کے مجلدات اودھ پنچ

سے ادبی جواہر جن میں پولیٹکل مضامین بھی شامل ہیں منتخب کرنے گئے ہیں تین جلدیں چھپ چکیں ہیں۔

قیمت فی جلد علاوہ محصول عہ/

نیجر اودھ پنچ

ع مقتول شہید جنون نے حال ہی میں زوجہ کے ہاتھوں جان تجی اور بی بی بھی کٹی موجود ہیں۔ ۱۲

صحیح و غلط کی تمیز نہیں کرتے دیتا۔ خواب بھی کھائی دیتا ہے تو بے معنی و مطلب مثل کا چنانچہ ایک جگہ مثل گڑھی ہے "الٹی نگری چوپٹ راجہ" اصل مثل یوں ہے "اندھیر نگری چوپٹ راجا۔ ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا" اودھ پنچ میں یہ مثل حکایت سمیت چھپ چکی ہے۔

تعبیر ایسی چوکھی اور انوکھی ہوتی ہے جو صرفیت اور نحویت کی ہر وقت ناک تراشنے پر تیار رہتی ہے۔

"ا۔ل۔ م" کے ذیل میں ایک لفظ "الطّف" تحریر فرمایا ہے۔ خط ملا تو سی میں ہے (دشام)۔ توضیح یوں فرمائی ہے "ایک صحرا جو کوفے کے مغرب میں واقع ہے۔" حالانکہ یہ لفظ "طف" ہے اَل تعریف کا ہے اسے "ط۔ ف" میں لکھنا چاہیے تھا۔ مگر حضور کی یہ مرجع بولی ہے سیکڑوں لفظوں کے قبل الف لام لگا کے ملا دو پیازہ کا النار کتاب کو بنا دیا۔ اے صاحب عربیت کیونکر ظاہر ہو۔

ہم یہ سمجھے تھے کہ یہ لطیف کا افعل التفضیل ہوگا مگر آپ جو لکھا وہ ذرا دیکھ "طف" ہے جس کے معنی عربی میں کئی ہیں منجملہ اُن کے ایک گاؤں کا نام بھی ہے جو کوفے کے قریب (عراق عرب) تھا اب اسی کا نام کربلا ہے اور وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ یہ کنارِ آبِ فرات واقع تھا "طف" کے معنی کنارے کے بھی ہیں۔ مگر بعد از ان "کربلا" کو اتنی شہرت ہوئی کہ اگلے عراق میں بھی "طف" سے شاذ و نادر ہی واقف ہوں گے۔

خدا اپنا ہ میں رکھے ہر لفظ میں کچھ نہ کچھ تصرف بی جامع اللغات کا موجود ہے۔ اللہ (عز اسمہ) کے نام کے ساتھ اچھی خاصی دل لگی کی ہے مثلاً فرماتی ہیں "اللہ دے (اور) بندہ لے اگر کوئی چیز دے کو لینے سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔" حالانکہ اس سے محض اظہار مبالغہ مقصود ہے اصلی معنی اس کے اتنے ہی ہیں کہ اللہ کا کام ہے دینا اور بندے کا فرض ہے لینا۔ کوئی بھی ایسے محل پر جس کا تذکرہ جامع اللغات نے کیا ہے

اسے نہیں ہوتا۔ مگر اس کی پروا کسے۔ یہ فخر شاید کسی لغت کی کتاب کو نہ ہوگا کہ "جو میرے سوا ہے کے نہیں" یعنی "بندی نے جو معنی لکھ دیے ہیں کتابیں الٹ ڈالیے کہیں نہ پایئے گا۔"

اے لیجیے صفحہ ۲۷۰ پر لفظ "امانی" ہے بی امانی اللغات مصنفہ فرماتی ہیں "(ع۔ مونث) وہ کام جو اپنے طور پر نبوا لیا جائے جس کا ٹھیکا نہ دیا جائے اجارہ کی ضد "امان" "امانت (اِن) بھروسا کرنا۔"

دیکھا آپ نے اب آپ تمام عربی لغتیں چھان ڈالیے کہیں جو امانی کے یہ معنی ملیں۔ اجی لغت کیا چیز ہے ترجمہ ہائے قرآن بھی ڈھونڈھیے تو "تلک امانیھم" کے یہ معنی کہ "یہ تو بے ٹھیکے کے کام ہیں" ہرگز نہ ملیں گے۔ خدا کسی کو غیرت کی نعمت سے محروم نہ رکھے ؎

ڈھل گیا پانی جہاں آنکھوں کا پھر کیا رہ گیا

کوئی خدا کا بندہ اور اردو زبان کا دوست ایسا ملا دیجیے ہمارے) جو اس کتاب سے سمجھ لیتا۔ بھلا بھلا "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" کہیے امن امان امانت سے اسے کیا علاقہ اور امین (اعتماد کیا) سے کیا تعلق۔ یہ تو بالکل اردو اصطلاح ہے فن تعمیر کی۔ خود اس کے مقابل کا لفظ "ٹھیکا" اسکا گواہ ہے۔ یہ ہم نہیں کہتے کہ "امانی" کوئی عربی لفظ نہیں ہے مگر وہ اُمنیّہ کی جمع ہے جس کے معنی "آرزو" ہیں۔

خدا اس کتاب پر صرف اردو ہی کا نہیں عربی زبان کا بھی صبر ڈالے۔ ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ بی بی "امانی جان" جہاں دیکھتی ہیں کہ اس لفظ کے ساتھ کوئی مثل نہیں وہاں جھٹ اپنی طرف سے ایک آدھ لفظ بڑھا کے یہ خواہش پوری کر لیتی ہیں چنانچہ فرماتی ہیں "ان دو پاٹوں کے بیچ آ کے ثابت گیا نہ کوئے" (ان کے نزدیک یہ مثل ہے) پورا کبت کبیر داس کا یوں ہے ؎

چلتی چکیا دیکھ کے دیا کبیرا روئے
دو پاٹن کے بیچ ماں رہا نہ ثابت کوئے

اول تو آپ نے ایک موزوں مصرعے کو اپنے بے تکے پن سے ناموزوں کر دیا پہلے "ان" لگایا پھر "بیچ" کی دم میں "آ کے" جوڑ دیا۔ دوسرے مثل سازی کی عادت ادا کی تیسرے یہ کہ جب "الن" کا بیان آیا تو مثل "الن" کے سبب سے کیوں کے پہلے "ان" لگانا شروع کر دیا اور ذرا نہ سمجھیں کہ اہل فن کیا کہیں گے۔

ایک اور اجتہاد ملاحظہ ہو فرماتی ہیں "انثیٰ (ع۔ مذکر) خصیہ (انثے "دوگنا ہونا") انثیان انثیین (مذکر) اُنثے کا تثنیہ دونوں خصیے۔

کہیے ناظرین خوش ہوئے آپ یا اب بھی کچھ کسر بی جامع اللغات خانم یا بی انثے اللغات کی نالائقی میں آپ کے نزدیک باقی ہے۔

اپنے خدا کو مان کہاں سے پوچھیے کہ عربوں نے انثیین کا واحد خواب میں بھی نہیں دیکھا یہ تم نے کس خلوت میں دیکھ لیا۔

ایک مکتبی لڑکے ۔۔۔ میں بھی پوچھ تو کہہ دے گا

سمن واسطے قرارداد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۲۵ ضمن ۱۶

عدالت جناب حاکم تحصیل صاحب بہادر حسن گنج ضلع اناؤ

ابھیلال ولد رام چرن قوم کایستھ ساکن موہان گنج پرگنہ موہان تحصیل حسن گنج ضلع اناؤ مدعی

بنام

مرزا جعفر علی خان وغیرہ مدعا علیہم

بنام محمد سعید نابالغ بولایت محمد شفیع قوم کرقصاب ساکن کٹرہ لکھنؤ محلہ صید بازار و خادم حسین ولد رحیم خان قوم پٹھان ساکن گڑھی کنورہ پرگنہ و تحصیل و ضلع لکھنؤ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ضمن ۱۶ کے دائر کی ہے بنام تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۳۔ ماہ دسمبر ۱۹۳۶ء بوقت دس بجے دن کے بمقام اناؤ یا دورہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۳۔ ماہ نومبر ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

کر انثیٰ کے معنی "دو تکے" ہیں مؤنث و تانیث وغیرہ اس کے مشتقات ہیں۔ یہ ترجمہ جو تمہارے منہ سے نکلا وہ تو خاص الخاص مردانی چیز ہے اسے جنسِ زنان سے کوئی علاقہ نہیں۔ "ذکر" ہے "انثیٰ" عورت۔ ایک کی جمع ذکور ہے اور دوسرے کی اناث وانائی۔ پھر یہ لیاقت دیکھیے اُنثیٰ میں شین کو جس میں ثا ہے مثلثہ فوقانیہ پہلے ہے اور نون بعد۔ اُنثے کا مصدر قرار دیتی ہیں جس میں نون پہلے ہے اور ث بعد۔ اور ترجمہ فرمائی ہیں۔ "دوگنا ہونا" گویا ا ن ث ی اور ث ن ی ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ کیا لطف آئے اگر کوئی جاہل قرآن میں اُنثیٰ دیکھے اور ترجمہ اس کا اس کتاب کی مدد سے کرے۔ دوسری دل لگی ہوئی کہ تثنی (دوگنا ہونا) اور مثنے کو ایک سمجھتی ہیں۔ ہائے سے

چہ دم بر داشتم مادہ بر آمد

(باقی آئندہ)

راقم

خاکسار ادبار اللغات

تین کتابیں

حلقۂ مسموم۔ اس کتاب پر ہم کبھی پہلے کچھ لکھ چکے ہیں۔ یہ سر آرتھر کانن ڈائل کا ایک علمی سحر اپن ہے۔ اسے دلچسپ ہونا ہی چاہیے۔ مترجم صاحب نے کوشش کی ہے کہ مصنف کی رشاقت قلم کا شائبہ ترجمے میں بھی پیدا ہو۔ ایک حد تک یہ سعی مشکور ہے اب تو دنیا میں وہی چیز مقبول ہوتی ہے جس میں تھوڑا انہیں بہت سا نین مٹکا ہو رقابت ہو۔ یہ نہیں تو پھر خودکشی کے دلچسپ واقعات ہوں۔ یہ نہیں تو بھاگیدن معشوقہ کا درس ہی سہی۔ یہ نہیں تو مہ جبینوں کی شمشیر حسن پر نازک خیالی و تازیجا کی صیقل۔ تیز لاچوری چھنالے سے درگزرے تو قلم کسی قتل یا اس کی تفتیش کے واقعات پر بمونڈے پن سے چلا۔ یہ قصہ ان تمام امور سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ سائنس کے پیدا کیے ہوئے تخیلات پر کسی کا دل آجائے۔ ایک طبیب نے ایک وہمی آسمانی مصیبت پر جو اہل زمین کو (اس کی رائے میں) ہلاک کرنے والی تھی بذریعہ توہم اطلاع پائی۔ اور اس کے دفاع پر آمادہ ہوا۔ قصہ سراز تا پا علمی اصطلاحات کا ذخیرہ ہے جن میں سے بعض کا ترجمہ مترجم یعنی جناب محمد نصیر احمد صاحب عثمانی۔ ایم۔ اے علم طبیعات کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے بن نہیں پڑا اس وجہ سے کہ اردو میں ابھی اتنی گنجائش نہیں پھر بھی مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

خاندانی آسیب۔ یہ دوسرا افسانہ اُسی مصنف اور اُسی مترجم کا ہے اس میں سراغرسی کے عجیب و غریب نکات حل کیے ہیں۔ روایتی اور خاندانی آسیب کا حال جس کے ایک چالاک شخص نے آخری فرد خاندان کے توسل سے مستفید ہونے کے لیے سچ مچ کا بھوت بنایا۔ مگر شرلاک ہومز سراغ رسان نے بھوت کو مار ڈالا۔ نہایت لطیف داستان ہے۔

وادیٔ خوف۔ بشرح صدر یہ بھی ترجمہ ہے اور شرلاک ہومز کی سراغرسی کا ایک افسانہ۔ اس میں غرابت یہ ہے کہ جو شخص مقتول بنا ہے وہی شرلاک ہومز کی طباعی کی بلا اپنے سر منڈھتا ہے یعنی معنوی مقتول صاحب کو سراغرس معلوم کر لیتا ہے۔

یہ تینوں کتابیں عشق اور نین مٹکے سے بالکل پاک صاف ہیں بچے بوڑھے جوان عورت مرد سب اپنے جی میں شرمائے بغیر انہیں دیکھ سکتے ہیں اور اپنی استعداد کے موافق تھوڑی بہت معلومات بڑھا سکتے ہیں۔

ملکی مذاق کے دیکھتے ہوئے اس قسم کی کتابوں کو شہرت و قبول سے اتنا واسطہ نہیں ہو سکتا جتنا غیر ضروری اور بیہودہ باتوں کو اس وقت ہے۔ مگر جب خدا ہندوستانیوں خصوصاً اردو دان ہندوستانیوں کی عقل کو درست کرے گا تو ایسے ہی افسانے پسند کیے جائیں گے۔ ابھی حضرتِ ادبار کا دور دورہ ہے۔ ان تینوں کتابوں کا کاغذ رنگی چھپائی صاف ہے۔

حلقۂ مسموم کی قیمت ۱۲ / ۱
وادیٔ خوف کی " ۸ /
خاندانی آسیب کی "

ملنے کا پتہ:۔ محمد سلیمان خاں ۹۱ ... چادر گھاٹ حیدرآباد دکن یا غلام دستگیر تاجر کتب چار کمان حیدرآباد دکن سے ... کے خریدنے کی سفارش کی جاتی ہے۔ حالانکہ اگر لوگ خوش مذاق ہوتے تو سفارش فضول ہوتی۔ فقط

مسلم راجپوت امرتسر

مسلم راجپوتوں کا ہفتہ وار اصلاحی اخلاقی اور قومی اخبار۔ محمد فضل خاں صاحب اس کے اڈیٹر ہیں کئی نمبر نکل چکے ہیں سلیقہ ترتیب مضامین سے کہنہ مشقی اور ہوشیاری معلوم ہوتی ہے۔ زیادہ تر مذہبی اور تعلیمی مضامین ہوتے ہیں۔ بچے بوڑھے مرد عورت سب کی دلچسپی کا سامان جمع کر دیا ہے۔ مگر سب سے ضروری حصہ اس اخبار کا وہ مضمون ہے جو سلسلہ وار پنجاب و ہند کے مسلم راجپوتوں کی تاریخ پر مشتمل ہے بہر حال ایک مفید پرچہ ہے اور غالباً برادری میں اچھی طرح مقبول ہوگا۔ قیمت سالانہ چار روپیہ مقرر ہے۔

وقت کی کوتاہی ور سرکاری حکم

شوہر "بی بی - بی بی - کچہری جانے کو دیر ہوتی ہے - کھانا دو - نو بج گئے"

بی بی "سُنا کہ نہیں؟ بلا، لاٹ صاحب کہ - پکائیں اُکے کھانا - ہندی ہتیلی پر سرسوں نہیں جا سکتی"

بسرپرستی حضور نظام الملک خلد اللہ ملکہ

تار کا پتہ "حنا" لکھنؤ

جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء

ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ

صرف پبلک کی سہولت اور فائدہ کی غرض سے کارخانہ نے نہایت معقول کمیشن مقرر کرکے ایجنسی دینے کا وعدہ کیا ہے
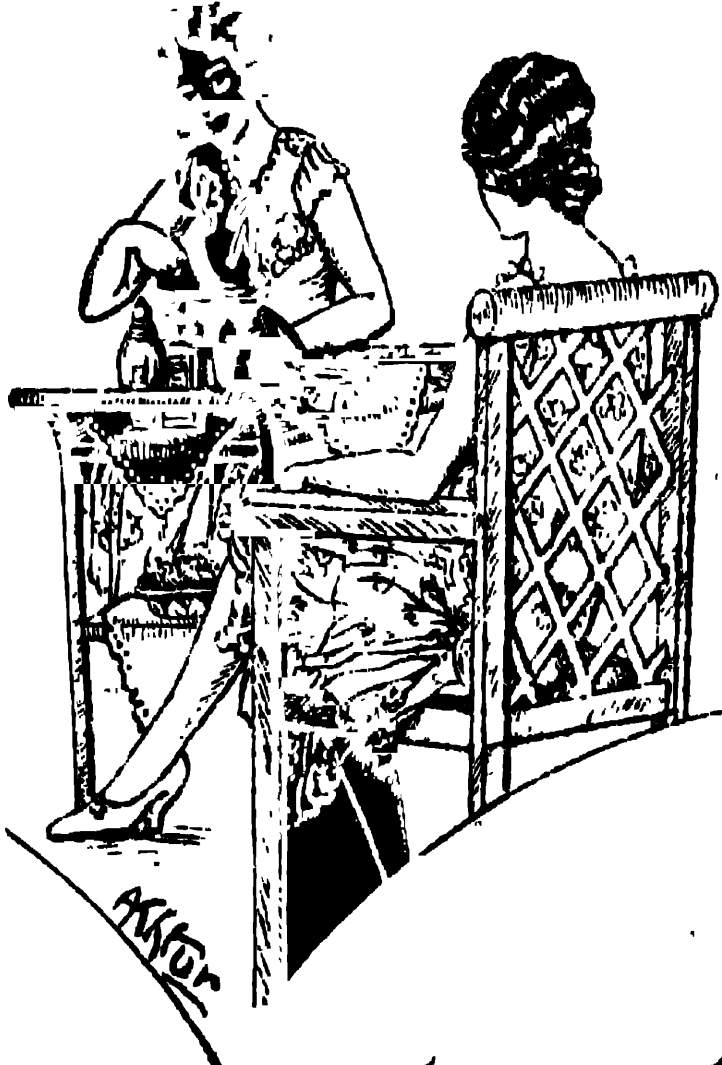
اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

شاخ:- قنوج حیدرآباد دکن دہلی منصوری

تھمرسے نے حیرت خدا انکشاف نگاہوں سے دیکھا اور چپراسی کی جانب اشارہ کیا۔ چپراسی ہم وطن تھا اُس نے عقدہ حل کردیا کہ جناب یہ ہندوستانی قانونی معراج کا برقی زینہ ہے جسے لفٹ کہتے ہیں۔ عمارت بڑی اور اونچی ہے۔ صاحب لوگ شہر سے جلد باز اور تن آسان دکھو اور بچارے بیرسٹر اگر سنگی زینے پر چڑھنے اُترنے کے پڑ جائیں تو رخصت لینا پڑے لہذا پہلے وہ آتے کے ساتھ زینے کے پاس گھنٹی بجاتے ہیں تا کہ "معراج رساں" ملازم فوراً ہتا گھمائے۔ گھنٹی ٹن ٹنائی۔ بتھا دھڑ دھڑایا آہنی زینہ بولا یوں۔ ایک کے آن ہوئی صعود و عروج کی دوسری ہوتی ہے ہبوط و زوال کی۔ اس طرح ٹن دھڑیوں کی صدا سے کانوں کی راحت کا سامان ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ صدا انگار کی تالیف و ترتیب کے منافی ہو۔ یہاں صرف آدمیوں کا زور سے بولنا گستاخی میں داخل ہوسکتا ہے۔ باقی تمام ہادم لذات۔ قارع قلب۔ قارع صماخ (کان کی جھلی پر ٹھوکر لگانے والی) آوازیں مباح ہیں۔ چاہے وہ صاحب لوگوں کے گلے یا معدے ہی سے خارج ہوں یا کسی بے جان مشین سے۔

ہمیں بھی برقی زینے سے بمبئی میں اُترنے چڑھنے کا اتفاق ہوا ہے آواز ہوتی ہے مگر نہ ایسی مکروہ۔ شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ ایسی نایاب اور مہذب چھت سے اُسے لگاؤ نہ ہو۔ کاسۂ خالی کی پر آوازی مشہور ہے۔

اللہ ری بے بسی تیرا دل

ہائے ہائے قانون کی بے بسی پر جتنا دل نہ دُکھے ترس نہ آئے تھوڑا ہے۔ قانون کی بے بسی سے زیادہ رحم کے قابل اُن حکموں کی حالت ہے جن غریبوں کو زبردستی انصاف کا گلا گھونٹنا پڑتا ہے۔ یہ حالت کوئی آج کی نہیں۔ گنواری مثل ہے "عجب کے جانے بال تب کا نہیں حوال" یہ اس کے ساتھ ہی حکومت کی غیرت پر بھی واہ کہنے کو جی چاہتا ہے جو قانون بنانا جانتی ہے اور اُس کے ضرر یا ظلم سے بچنے کی سعی نہیں کرتی۔

چنانچہ لاہور۔ کشتۂ انصاف لاہور کا یہ مقدمہ لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ سنہ ۱۸۸۲ء یعنی باون ترپن برس اُس طرف ایک شامت زدہ نے اپنی زمین پانچ سو پر گرو رکھی۔ سود در سود مل ملا کے یہی پانچ سو روپیہ دو لاکھ ہو گئے۔ ناش کا خرچا بھی آپ جانیئے اسی تناسب سے بڑا ہوگا۔ سُنتے ہیں کہ پچاس ہزار کے قریب مقروض صاحب کے سر پر اور لدے حاکموں نے قانون کے ورق اُلٹے ہر ورق نے انصاف کا منہ چڑھایا آرزوئیوں لیے آتا ہے ادھر کو جھکی بہن بندر نے سپاہی کو چنے کی دال کھلا کے بندۂ بے دام بنایا تھا۔

یہ اگلے زمانے کی حکایت ہے۔ معاملہ بندر اور انسان کا نہیں۔ بلکہ انسان اور انسان کا ہے۔ پانچ سو روپیہ اور چنے کی دال کا مقابلہ ہی کیا ہے۔ اگر ہائی کورٹ سے فیصلہ بحال رہا اور بیچارے اپلانٹ کا مقدمہ وہاں سے بھی قلابازی کھا گیا
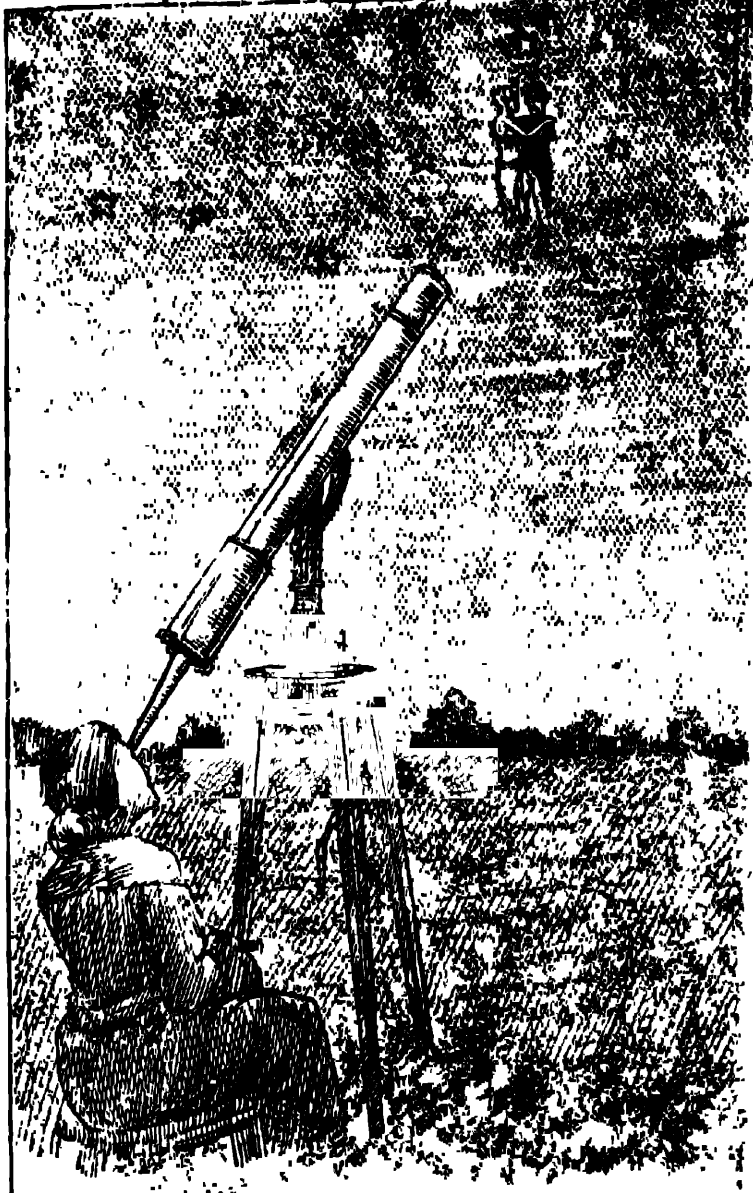
انگلستان میں عجائب آسمانی کا معائنہ
(کا ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ بل)
منجمہ "آخاہ۔ بہت دنوں کے بعد یہ قران ہوا۔ خدا راس لائے ۔۔۔"

تو ڈھائی سے کے تیرہ لاکھ ہو جائیں گے اور جو شامت زدہ مقروض نے ولایت تک اپیل پہونچانے کا قصد کیا تو شکست ہونے پر کیا ہوگا ؟

خدا سلامت رکھے صوبۂ اودھ کی کونسل کو۔ سود در سود کی نعمت اُس نے پھر بھی قانون قرض میں ہاتھ سے جانے نہیں دی۔ یعنے امکان ایسے عمدہ مقدموں کا تا ابدالآباد باقی رہیگا۔

پانچ سو پر جو زمین رہن ہو وہ کوئی بڑی زمین تو ہوگی نہیں پھر خدا جانے قرضخواہ صاحب نے قیمت اور زر قرض کو برابر ہوتے دیکھ کے آئی گئی پر فیصلہ کیوں نہ کرلیا۔ جو چھنی نے دل باندھا — یہ بھی ایک معنے ہے — قسم کھائیے ایسے قانون کی۔

تصحیح

اودھ پنچ نمبر ۳۹ جلد ۱۹ مورخہ ۵۔ نومبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۴ میں سُرخی غلط ہوگئی۔ نور اللغات کی جگہ جامع اللغات پڑھیے فقط۔ (کاتب)

شکریہ

ہم بیگمات ہز مجسٹی حضرت محمد واجد علی شاہ پنجم بادشاہ اودھ اپنے معزز کرم فرما جناب مرزا محمود حسین صاحب وکیل کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جناب موصوف نے ہمارے کیس متعلق اجرائے وثیقہ حسین آباد مبارک لکھنؤ میں نہایت محنت اور ہمدردی اور قابلیت سے ہماری درخواست کو مرتب کیا تھا جسکے نتیجہ میں ہم کو ثمر کامیابی حاصل ہوا۔ ہم وکیل صاحب کے نہایت رہین شکور ہیں۔

المشتہران

مرزا محمد کیقباد علی بہادر عرف آغا نواب ابر سلطان الدین حیدر
مرزا محمد تقی عرف صاحب شہزادہ مرزا محمد نظیر الدین حیدر عرف آغا [illegible]

لال بجھکڑ کی فراست اور اخبار کی غلطی

مشہور حکایت ہے کہ شیخ چلی علیہ الرحمۃ والغفران کے شاگرد میر جتی یعنی لال بجھکڑ صاحب نے کبھی ہاتھی نہ دیکھا تھا دیکھا نام پوچھا اور وہ خبر نقلی دنوٹ بک میں ٹانک لیا۔ علیٰ ہذا القیاس اور دوسرے واقف نہ تھے۔ یہی تذکرے ہیں آج جو ٹینکے قابل جیرتھی چنانچہ درج ہوگئی یعنی ایک وزیر کی تیلی کو لے کر گاؤں میں لایا کو بھاری تھا لہٰذا مشرک پر رکھا گیا۔ گاؤں والوں نے جو یہ نئی چیز دیکھی تو پوچھا کہ یہ کیا ہے لال بجھکڑ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے لال بجھکڑ صاحب نے بغور دیکھی گول گول چکوا چیز کو دیکھا اور خبر نقلی سے یاد کرنے کی تجدید فرمائی کے بعد ارشاد کیا یار و اسکے سامنے کا کن ڈالو اگر چگ لے تو امرود ہیں تو بارہ سنگھا ضرور ہے۔ اور جو یہ دونوں چیزیں نہیں پھر لال بجھکڑ بوجھ گئے اور نہ بوجھا کرے

ہو نہ ہو یہ اللہ میاں کا سُرمے دانا ہو سُرمہ دانی کا میاں ہے

خدا کا شکر ہے کہ اخباری کاغذ نے بھی فراست لال بجھکڑ ہی سے فیض پایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ یا تو ہوم ممبر کی خالی جگہ پر بسفارش سر مالکم ہیلی مہاراجہ محمود آباد یا بسفارش سر ہیری ہیگ نواب محمد یوسف اور یہ نہیں تو بہ تقویت تقدیر نواب بہادر سر مزمل اللہ خاں۔ سبحان اللہ کیا کہنا ہے

ہماری جسمانی اور روحانی ترقی و پستی

جب ہمارا جسم صاف خون اور منی سے پُر ہوگا ہم ہر حالت میں عروج ہی کرتے جاوینگے بحالت دیگر پستی اور ذلالت کی خوفناک غار موجود ہے۔ اس لیے خون اور منی کی جملہ خرابیوں کو دور کرنے کیلیے دل و دماغ اور معدہ کو مضبوط بنانے کے لیے آج ہی مقویات سرتاج عالم آتنک نگرہ گولیوں کا استعمال شروع کریں۔ قیمت فی ڈبیہ ۲۲ گولیاں صرف ایک روپیہ۔ پانچ ڈبیہ چار روپیہ۔ زندگی کے تمام خطرات سے بچنے کے لیے نہایت ہی عمدہ مضامین سے مزین کتاب کام شاستر بالکل مفت طلب کریں۔

ویدشاستری منی شنکر گووند جی جامنگر کاٹھیاواڑ

سمن بغرض قرار داد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۹ سنہ ۱۹۳۴ء
بعدالت بابو ... صاحب منصف حوالی مقام لکھنؤ
کومتا ولد میلا ذی قوم مالی ساکن موضع ... تحصیل ... ضلع لکھنؤ

بنام

شیخ اصغر حسین وغیرہ مدعا علیہ

بنام شیخ اصغر حسین ولد ... ساکن محلہ ... قصبہ ... پرگنہ و تحصیل موہن لال گنج ضلع لکھنؤ مدعا علیہ۔

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت تخمینا مبلغ ... روپیہ بابت مبلغ ... ابتدائی ... ساٹھ کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم تاریخ ۲۰ ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۴ء کو بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اپنے جوابدہی دعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔ متنبہ رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوسکے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع و منفصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۰ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تنبیہ:۔ ... حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری ۲۰ نومبر سنہ ۱۹۳۴ء تک ...

دستخط حاکم بجا انگریزی | مہر عدالت

نوجوان افغان

ہفتہ وار | ہر پیر کو شائع ہوتا ہے

اگر آپ صوبہ سرحد کے سیاسی اور معاشرتی حالات کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔
اگر آپ اہل سرحد کے تمدنی و اقتصادی حالات سے واقف ہونا چاہتے ہیں
اگر آپ بیرون سرحد یاغستان اور وسط ایشیائی خبروں سے دلچسپی رکھتے ہیں
اگر آپ سرحدی قبائل کی والیان ریاست سوات وسا و خوانین کی خاندانی تواریخ پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں تو صوبہ سرحد کا کثیر الاشاعت

ہر دلعزیز ہفتہ وار "نوجوان افغان" پڑھیے جو ہر شنبہ کو پابندی وقت سے نہایت آب و تاب کے ساتھ خان محمد سرور خان بی۔ اے ایل ایل۔ بی (علیگ) اور خان محمد اکبر خان قریشی دسیاح افغانستان ترکستان روس وغیرہ) کی سرپرستی میں ہری پور ہزارہ سے شائع ہوتا ہے جس میں حالات حاضرہ پر نہایت آزادانہ تبصرہ اور تنقید کیجاتی ہے۔ زمینداروں کاشتکاروں اور مزدوروں کے مفید مطلب مضامین بھی شائع کیے جاتے ہیں اور انکی شکایات حکام بالا کے کانوں تک پہونچانے میں ہر ممکن کوشش کیجاتی ہے ان تمام خوبیوں کے باوجود قیمت سالانہ صرف ... نمونہ مفت۔

المشتہر آج محمد خان ... نوجوان افغان ہری پور ہزارہ

جلد نوزدہم
اودھ پنچ لکھنؤ
رجسٹر نمبر اے ۸۳

مجلدات اودھ پنچ ۱۳۳۴ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانے میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ۲ مع محصول۔ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائیگی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ء و ۱۹۳۲ء کی قیمت فی جلد ۲ محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔ جلد ۱۹۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد ۱۹۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائیگی۔

مجلدات سنین ماضیہ

۱۹۳۰ء اور اسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد عہ محصول بذمہ خریدار۔

منتخبات اودھ پنچ حصہ اول

دور ثانی کی قدیم جلدوں سے منتخب شدہ علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز خزینہ ۲۰ + ۲۶ / ۱ — ۴ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت فی جلد عمہ علاوہ محصول۔

نیز حصہ دوم مشتمل بر ۱۰۰ صفحات مجلد عیہ۔ محصول ڈاک علاوہ۔

حصہ سوم۔ ضخامت بشرح صدر مجلد عمہ۔ علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ
قیمت فی پرچہ
دو آنے
۱۹۳۴
قیمت پیشگی اندرون ملک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی
M. B. KHAN ARTIST

سونٹا ہاتھ میں لئے جنٹلمین بلا سے تاگہانی کی طرح دروازے پر کھڑے ہوئے درزی کو پکار رہے ہیں۔

جنٹلمین: "ارے ماخوذ ہو ست وکنڈی کھٹکائی ہوسیاں گھر میں؟"

آواز ندارد۔

اجنبی شخص کو دیکھ کے پہلے تو گاؤں کے کتوں نے خاصی تواضع کی خوب ہاتھ ملائے اُن سے جو جان چھوٹی تو گاؤں والے دہقانیوں کی مزاج پرسی کی باری آئی ہر شخص نہایت حیرت کی نظر سے دیکھنے لگا ہمارے موصوف بالکل کوؤں میں بگلا سا بن گئے ہر طرف سے کاؤں کاؤں ہونے لگی۔

ایک: "کا ہے ہو ای کون منئی آئے؟"

دوسرا: "منو جلیدار (ضلعدار) آئیں۔"

تیسرا: "نا ہیں ہو جلیدار (ضلعدار) نہ آئیں ان کا ہم چینت ہن۔ جان پڑت ہے پوسیتن دشتین کیر بابو آئے۔"

چوتھا: "وہ ہو نہ آئے۔ یو کو نو کپڑا اسیا وسے آوا ہوئی۔"

پانچواں: "جاگ سسٹر نیکے سہرن کیر منئی نون ہیاں کپڑا اسیا دسے آئی۔"

چھٹا: "پھر آکھر کو آئے۔"

ساتواں: "منوا ہیمی (افیم والا) صاحب آئے۔"

آٹھواں۔ "دھا سارے اہیمی صاحب تو ان کے موہارے آئی۔ یو آئے نہ آئے کو تو کستی ڈاگدر (گشتی ڈاکٹر) آئے جون گاؤں گاؤں پاری پھیلاوت گھومت ہے۔"

اتنے میں ایک چار پانچ سال کا لڑکا جنٹلمین صاحب کی صورت دیکھتے ہی روتا ہوا بدحواس بھاگا اور اُسی گھر میں دوسری کھڑکی کی طرف سے گھس گیا اور اپنی ماں سے لپٹ کر لگا ہچکیاں لینے۔

ماں: "کا آئے رے کا آئے؟"

لڑکا: "(سسکیاں لے کر) اُوں اُوں اُوں تم چا (دکسی نیتی) سارا آوا ہے۔ ایں ایں ایں۔"

ماں: "کہاں ہے؟"

لڑکا: "موہارے ماٹھا رٹھو ہے۔"

ماں: "(بڑے لڑکے سے مخاطب ہو کر) دیکھو تو رے سلیم اللہ کو آئے۔"

سلیم اللہ: "(باہر آکر اور جنٹلمین سے مخاطب ہو کر) تم کو آؤ؟"

جنٹلمین: "بیٹا تمھارے باپ گھر میں ہیں یا نہیں؟"

سلیم اللہ: "اوئی تو نا ہیں ہیں تم جون کہو تو جب اوئی ایہیں اُن سے کہدیب۔"

جنٹلمین: "تم سے کہنے والا نہیں ہے۔ وہ کب تک آئیں گے۔ کیا کہیں دور گئے ہیں؟"

سلیم اللہ: "کا جنی کون بیر آویں۔ سکارے پہر کو نو گاؤں نکا واسیے گئے رہیں۔"

جنٹلمین: "اچھا میں جاتا ہوں پھر آؤں گا۔"

یہ کہکر صاحب کو رخصت ہوئے لڑکا دروازہ بند کر کے اندر آیا۔ یہاں خلیفہ کی تلاش میں جنٹلمین صاحب نے دروازے کی خاک لے ڈالی۔

جب تک درزی سے ملاقات نہیں ہوئی برابر چوروں کی طرح ایرا پھیری کرتے رہے دوڑتے دوڑتے بخیہ اُدھڑ گئی گو کہ بجید بیکلی تھی مگر اسرا قطع بھی نہیں کرتے تھے اور یہ طے کر لیا تھا کہ بغیر کیسوئی کیے ناکے باہر نہ ہوں گا غرضکہ اپنے جائے قیام سے درزی کے مکان تک اپنے پیروں کے گز سے راستہ ناپتے رہے۔ قریب شام درزی صاحب پٹے گاتے تشریف لائے ہاتھ منھ دھویا بی خلیفن نے حقہ بھر دیا یہ پینے لگے اس کے بعد مساۃ نے رپورٹ پیش کی۔

مساۃ۔ کا ہے ہو سلیم اللہ کے باپ اے کون منئی آئے کہ سکارے سے ای جون تلک ہمار گھر کا جالا بیس جب دیکھو تب صحبی (صاحبوں) کنا الیبھاس (لباس) پہنے کو کراس موہارا گرپڑے ٹھاڑھ رہے۔"

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ موصوف خواب کا الیسا ہاتھی آموجود ہوئے اور آواز دی۔ "ابی خلیفہ!"

مساۃ: "لے دیکھو آئے گوا۔ پاہی تنی آئے۔ جو کچھ ستری ہے کا؟"

درزی آواز سنتے ہی فوراً حقہ لیے ہوئے باہر آیا۔ صاحب سلامت پوچھ گچھ کے بعد جنٹلمین صاحب کی مقراض زبان رپ رپ چلنے لگی۔ اور گڑگڑا کر خوشامدانہ لب و لہجے میں اپنے ورود کی غرض بیان کی۔ آپ ایسے آپ ویسے آپ مدشاہی پیسے اور آپ ارنا مینسے بھی خلیفہ میں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ الکشن کا زمانہ قریب ہے اور کئی دشمنوں کا مجھ یتیم و مسکین سے مقابلہ ہے اوپر اللہ ہے اور نیچے تم لوگ ہو۔ کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا ہے پیاسا کنوئیں کے پاس آتا ہے۔ میں اسی لیے آیا ہوں کہ خدا کا واسطہ اُس کے رسُول کا واسطہ اپنے جورو بچوں کا صدقہ مجھ ہی غریب کو ووٹ دیجیا نہیں تو میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ تعلقدار صاحب سے وعدہ کر کے آیا ہوں کہ خلیفہ کا ووٹ آپ ہی کو ملے گا۔ دیکھیے کہیں اونچا نہ ہو نیچے گا جو کرکری ہو جائے۔ رہا جو میرے لائق آپ کا کوئی کام ہو تو میں حاضر ہوں۔

وو ٹرعہ (درزی) صاحب ہار آپ کے کون کام سے اور ہم کون لائک ہن۔ ای سب آپ کیر مہروانگی ہے۔ کما آپ کھاتر جمع رکھیں او ٹ (دوٹ) اب آپ کے سیوا کے کو لوکو نہ دیب۔ کاہے سنے کہ آپ بڑی تکلیھ (تکلیف) پھر مائن میں ہم ایکا جرور کر کے کھیال (خیال) راکھب۔"

جنٹلمین: "ارے صاحب آپ بڑے لائق ہیں۔ میں ایسا نہ سمجھتا تو کیوں آتا۔ کتنا روٹی ہی کے سہارے پرورٹا ہے۔ آپ کی بہت تعریف میں نے سنی تھی۔ جب ہی تو مجھ کو آنے کی جرات ہوئی۔ واقعی پرانے آدمیوں کی کیا بات جو وضعداری آپ لوگوں میں ہے وہ اس زمانے کے نئی روشنی والوں میں ہرگز نہیں ہے۔ صاحب آپ لوگ اپنے قول و فعل کے بہت پابند ہیں۔ سوتے میں بھی جو زبان سے کہہ دیتے ہیں وہ بس پتھر کی لکیر ہو جاتا ہے اس زمانے والوں کی طرح گھوڑی کی زبان سے

کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ میں تو آپ کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں جس کی قسم کہیے کھاؤں آپ نے اس وقت مجھے مول لے لیا۔"

غرضکہ یہاں غلیفہ کو ایسا چپیٹے یار رہنا کہ اُن کا دل گز بھر کا ہو گیا اور خوب اپنا اطمینان حاصل کر کے جنٹلمین صاحب رفو چکر ہوئے۔ درزی اندر آیا۔ اُس کی جورو نے پھر وہی بدمغزی کی باتیں شروع کیں۔

جورو "ای کہاں ست ہیں تمھرے تیکا ہے آئے ہو"

درزی "ای وکیل (وکیل) آئے جون مکرمہ (مقدمہ) لڑت ہے اوٹ (ووٹ) کھاتر آوا رہے"

جورو "اوٹ۔ اوٹ کس"

درزی "ارے تم کا جانو۔ ہوت ہے"

جورو "کوٹ تنا ہوت ہے کی پیجامہ تنا؟"

درزی "نہ کوٹ تنا ہوت ہے نہ پیجامہ تنا۔ تم کا جانو اوٹ کیکا کہت ہیں"

جورو "توکا تمھرے ٹھیر ہے"

درزی "تے کا بک بک لگائے ہس۔ نہ جانتے نہ بھجے کونو بڑی جھانجھر کیے دیت ہے۔ کا اوٹ کونو لبست (شے) آئے جو کونو کے ٹھیر ہوئی"

جورو "تم ان کے کچھ دھرتا تو ناہیں ہو جو صیدھا نباد صاف ناہیں ہو"

درزی "تے بے ناہک ای جون جھائیں جھائیں لگائے ہس ارے اوٹ ایکا کہت ہیں کہ سرکار ہم پچن کا یو اکھتیار دیس ہے کہ جی کا کہہ دیئی او منئی لاٹ گنڈر (گورنر) ہوئی جائے"

جورو "ای لاٹ گنڈر کس ہوت ہے"

درزی "لاٹ گنڈر او کا کہت ہیں جون باساہ (بادشاہ) کیر نائب ہوت ہے او جیر (وزیر)"

جورو "تو ای جون آئے رہیں تون یا ہے کھاتر آئے رہیں"

درزی "ای تو نمبری دمبری کھاتر آئے ناہیں"

جورو "نمبری کا کونو دوسر آئے"

درزی "نمبری او کا کہت ہیں اکی جون منئی نمبر ہوئی جات ہے۔ او لاٹ صاحب کیر نیچا یا ناہیں سے کانون بناوت ہے۔ او نمبرون تمام ماؤی سے صلاح لیہن جات ہے۔ او کی سرکار بڑی بھاری کھاتر کرت ہے۔ لاٹ صاحب کے برابر مونڈھا (مونڈھا) پر بٹھاوت ہے۔ مگر ای پچن کیر ہدایت ہے کہ اپنی جون پر تو ہم سب سے چودری فتی کرکے کو اسے لیت ہیں تم کے جب نمبر ہوئی جات ہیں تو باپے کا ہمرے پچن کیر گنٹی (گلا) حلال کرے لاگت ہیں۔ ماسے کھو سامت کے سرکار کی مرجی کس کہے لاگت ہیں اور مان ہی کیر راے ما ہاں ماہاں ملاوے لاگت ہیں۔ پھر جب کونو بیجا بات پر سب سکایت کرت ہیں تو سرکار یو جباب (جواب) دیت ہے کہ ہم کا جنی جیکا تم سب نمبر بنائے ہو وا ہے کیر صلاح سے یو سب کین گا ہے"

جورو "پھر اس منئی کا کا ہے نمبر بناوے کا کہت ہیں"

درزی "کا کری سسر مروت۔ اپن موہا لے پر چودری فتی کہے لاگے او او اد وعدہ کے لین"

جورو "ارے ہان اپنی جون پر تو سب گدھے کا باپ بناوت ہیں تے کے جب کام نکس جات ہے تو اپنی سیر کونو دارھی جارنا ہیں دیکھ پڑت ہے۔ ایسے ہوئے تو سلیم اللہ (اپنا لڑکا) کا نمبر بنائے دیو نہ کونو کام کرے نہ کاج دن بھر گولی گوڑی کھیلا کرت ہے بھلا ای سے تو او نیک ہے"

درزی "بھاگ ساس ہنکے۔ ہمار لڑکوا اپھادل (فاضل) ہے؟"

جورو "کا ہے کا تنکھاہ (تنخواہ) نہ ملی"

درزی "تنکھاہ ناہیں وولی...... ملی یو ناہیں کہت کہ اور اپنی گانٹھی سے کھرچ کرے کا پڑی۔ سرکار ایسی احمک (احمق) ہے تون سب کا تنکھاہ دیئی۔ بھوکٹ ما کام نکار اجات ہے"

جورو "پھر بے ناہک (ناحق) ای پیچ کا ہے مرے جات ہیں" نہ نہانہ جہاسینت میت جی کھپھا"

درزی "ای پچن کے پاؤں ما ہے سنیچر او اور دھن بہت بڑھ گا ہے۔ کونو تنا سرچ لے؟

دہیں کو کو کرنے بیٹی چار ردیا او جار ما نگے تو کہیں نہ دیہیں..... جاسے چاہے تو کا سیکڑوں او ہزاروں پیسے لوٹ لیو۔ ہماری تیئت اسے پھول (فضول) پیسہ پھونکے کا تیار ہیں "

اتنے میں کھانا تیار ہوا درزی نے کھانا کھا کر لیکچرن کا مصدر گردانا بندہ بھی مجھول ہو کر چمپت ہوا۔

تم ترقی نہیں کر سکتے

سوتا سنسار جاگتا پاک پروردگار۔ آدھی رات ادھر آدھی رات اُدھر۔ بندہ ہے اور چار پائی لیمپ بھائیں بھائیں جل رہا ہے۔ اودھ پنچ کا پرچہ ہاتھ میں ہے۔ دل میں دنیاوی ترقی کی امنگ ہے۔ دماغ کے میدان میں خیالی گھوڑ دوڑ ہو رہی ہے۔ خیال کرتا ہوں کہ کس طرح اپنا گھوڑا تمام شہسواروں سے آگے نکال لے جاؤں دفعۃً ایک مرد پیر نے منڈ یا چھت سے باہر نکالی اور قہقہہ لگا کے کہا "میاں تم ترقی نہیں کر سکتے"

زمیں ترقید و پیدا شد سر خر

لاحول ولاقوۃ یہ کون مردود شیطان ہے اب جو سر اٹھا کے دیکھتا ہوں تو کوئی نہیں دل نے کہا ہو نہ ہو یہ شیطان تھا کمبخت نے سیتے پر ٹوک دیا "مزن فال بد کا در رد حال بد" واقعی عالم خیال میں بھی یہ کمبخت پیچھا نہیں چھوڑتا۔ دفعۃً پھر آواز آئی۔

"ہاں ہاں پیچھا نہیں چھوڑتے پھر کسی کا اجارہ ہے مگر یاد رکھو تم ترقی نہیں کر سکتے"

• پھر چھت کو ٹکٹکی باندھ کے دیکھا مگر وہاں بھیرون ناچ رہا تھا۔ آپ جانیے تمام اعضا شب کو اپنے اپنے خدمات آہستگی کے ساتھ انجام دیتے ہیں سکون و قرار کو خداوند عالم نے شب کے حوالے کیا ہے مگر یہ گول گول گنبد شئے جسے سر کہتے ہیں شب کو بھی اسی ستعدی سے

کی ہے بوڑھا اونٹ لام لمد پر جھکانے کے معنی میں مستعمل تھا اب نہیں۔ شاہی زمانے میں کثرت سے بولا جاتا تھا۔ میر انیس مرحوم و دبیر مغفور کے مرثیوں میں صد ہا جگہ یہ لفظ مستعمل ہے۔ لیکن جس کی زبان اُردو نہیں اور شیطان کان میں پھونک گیا ہے کہ تو بڑا قابل آدمی ہے وہ کسی پڑھے لکھے واقف کار سے پوچھے تو قابلیت میں بٹا لگے لہٰذا وہ ؎

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہل مرکب بدالدھر بماند

کے مصداق بوڑھے کو "ہنور سے" پڑھنے کے بعد اُس کی تصحیح نہیں کرسکتا۔

(۷) اونٹ کی چوری سر پر کھیلنا۔ (کوئی نہیں کہتا نہ یہ مثل ہے)

(۸) اونٹ داغ ہوتے تھے مکڑیاں داغ ہونے [illegible] آئے۔

یہ بھی جعلی مثل ہے صرف پچیس ہزار کی تعداد پوری کرنے کی غرض سے گڑھی گئی۔ اصل مثل یوں ہے "جہاں گھوڑے داغے جاتے تھے کوڑے نے بھی ٹانگ بڑھائی"

(۹) اونٹ کے گلے میں بلّی۔ اس کی شرح میں ارشاد فرمائی ہیں " ۱ ناموزوں بات۔ غلط مثال۔ بیہودہ دلیل ۲ بے میل رشتہ۔ جیسے میاں بہت بڑا بیوی بہت چھوٹے قد کی یا اس کا اُلٹ۔ (خدا کی مار اس اُلٹ پر۔ یہ عکس کی خرابی ہر جو مولی لفظ ہے) ۳ سخت شرائط"

خاکسار ادبار عرض کرتا ہے کہ تیسرے معنی کے سوا جتنے معنی لکھے گئے ہیں وہ سب غلط ہیں۔ یہ فقرہ بھی ایک حکایت کا ہے۔ ایک شخص نے اپنے اونٹ کی شرارت سے آزردہ ہو کے غصے میں قسم کھائی کہ "تجھے ایک روپیہ کو بیچ ڈالوں گا" جب غصہ اُترا تو عقل ٹھکانے سے ہوئی۔ سوچے کہ بُرے پھنسے۔ گئے مولوی کے پاس اس نے رشوت مانگی۔ منہ بھرائی پانے کے بعد مولوی نے کہا کہ اس کے گلے میں ایک خوبصورت بلّی باندھ دو۔ جب کوئی اونٹ کا خواستگار ہو تو کہو "جناب اس اونٹ کی قیمت ایک روپیہ ہے اور اس بلّی کی دو سو روپیہ۔ مگر دونوں جانور ساتھ ہی بکیں گے"

خود حکایت ظاہر ہے کہ جملہ یا سخت شرط" کے سوا اس فقرے کا محل استعمال اور کوئی نہیں۔

ہم نے عمداً ہندی الفاظ کے تفاصیل پر نظر تنقید نہیں ڈالی اور یہ کام ہندی کے فضلا پر چھوڑ دیا اگر اُن کے دل میں کوئی درد ہندی کی خرابی سے پیدا ہوگا تو وہ یقیناً صبر نہ کرینگے۔ جامع اللغات کی بے وقوفی اور جہل مرکب ایسی طرح واضح و آشکار ہے تازہ دلائل کی تلاش کی ضرورت نہیں نہ ہمیں اسی پر ناز ہے کہ الله کے فضل سے اُردو بہت وسیع زبان ہو گئی ہر ایک ایک لفظ کے ہزار ہزار معنی ہیں۔ نہ غالباً ہندی کے حامی عقل کو بالشتوں سے ناپنے کے بعد اس پر ناز کریں گے۔ غور کرنے کی یہ بات ہے کہ ہندی یا سنسکرت الفاظ کے جتنے معنی لکھے گئے ہیں نہ تو اُن کی سند پیش کی ہے نہ محل استعمال نہ یہ کہ اُردو میں داخل ہونے کے بعد لفظ مجوث کے معنی کیا ہو گئے۔ ایسی حالت میں یہ الفاظ بواسیری معدے کی بے معنی قراقر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ مثلاً جامع اللغات میں "انت" کے معنے آپ ملاحظہ فرمائیں۔ اور پناہ مانگیں ایسے لغت سے جسکے معنی بیان کرنے کے لیے ویبسٹر کا حجم غیر مکتفی ہو۔ فرماتی ہیں انت اللغات خانم:۔

"(س۔ مذکر) ۱ آخر۔ انجام۔ حد۔ خاتمہ۔ کنارہ۔ ۲ زمانہ۔ وسعت ۳ تمام ۴ تکمیل۔ نتیجہ۔ اختتام۔ ۵ زندگی کا اخیر۔ موت۔ تباہی۔ بربادی ۶ ارادہ۔ عزم قصد۔ نیت ۷ یقین۔ ایمان۔ دھرم۔ علم۔ واقفیت ۸ اندر۔ اندر کا حصہ۔ اندرونی زندگی۔ ۹ روح۔ دل۔ جی ۱۰ طبیعت۔ قدرت۔ اصل ۱۱ حالت۔ نزدیکی۔ قربت ۱۲ (صفت)۔ آخری۔ پچھلا ۱۳ (ق) آخر میں۔ آخر کار ۱۴

ان معانی سے جو معانی مرادف ہوں اُنھیں نکال لیجیے پھر بھی جو بچتے ہیں وہ زمین اور آسمان کو گھیرے ہوئے ہیں اور غلط بھی ہیں۔ علاوہ ازیں جو مشہور معنی تقریباً اُردو ہو گئے ہیں وہ باوجود اس احاطۂ لغویت کے فراموش کر دیے گئے یعنی "انت" شئے موجود کو بھی کہتے ہیں چنانچہ کبیر داس کا مشہور دوہا اس پر شاہد ہے ؎

رنگی کو نارنگی کہیں انت مال کو "کھویا"
چلتی کو گاڑی کہیں یہ دیکھ کبیرا رو دیا

ہم یہ اعلان بار بار کر چکے ہیں کہ نور اللغات اور جامع اللغات میں سے ایک نور اللغویات اور دوسری جامع اللغویات ہے لہٰذا ان پر ہرگز اعتبار نہ کیجیے خصوصاً جامع اللغویات نے غیر زبانوں پر جو منہ مارا ہے وہ بالکل غیر معتبر ہے اگر آپ نے بدقسمتی کے باعث اپنے کتاب خانے کو اس بیہودگی سے ملوث کیا ہے اور کتب لغات کی جانب رجوع کی ضرورت بھی ہے تو جب تک دوسری کتابیں کسی معنی کی تائید نہ کریں کبھی اُسے صحیح نہ سمجھیے۔

(باقی آیندہ)

راقم

ادبار اللغات

التماس دعائے ترقی اشاعت و ترویج بوقت عبادات

لائبریریز کو مژدہ

انکھیں کھول کر پڑھو نین جدا کے دیکھو کان لگا کے سنو

ہونے کو تو دنیا بھر میں مختلف قسم کی دوڑیں ہوا کرتی ہیں لیکن باعتبار تاریخ ابتدائے آفرینش عالم سے اس وقت تک صرف دو ہی دوڑیں ایسی ہوئیں جو مشہور آفاق ہیں۔ ایک کچھوے اور خرگوش کی جس میں کچھوے صاحب نے خرگوش کے کان کاٹ لیے اور دانت کھٹے کر دیے۔ دوسرے اب یہ لنڈن ملبورن والی ہوائی جہازی دوڑ۔ اس میں بازی لے جانے والوں نے وہ انعام پائے کہ کئی پشت تک ان کے چینگی پوٹے دعا دیتے رہیں گے۔ مگر بھئی واللہ ایسے موقع پر ہندوستانی کب چوکنے والے تھے۔ انکو بھی اس نئی روشنی میں وہ دور کی سوجھی کہ اگر آپ سنیں تو اش اش کر جائیں۔ سننے میں بات آئی ہے ثواب عذاب برگردن راوی۔ کہ انھوں نے ایک نئی قسم کی دوڑ منعقد کرنے کا انتظام کیا ہے۔ یعنی لائبریریز کی دوڑ جس میں ہندوستان بھر کی یونیورسٹیوں کے لائبریرینس انسائیکلوپیڈیا کی چار چار جلدیں دونوں بغلوں میں دبا کر خیالی گنج سے خدا گنج تک دوڑیں گے۔ حافظ نے تو مذاقاً کہا تھا لیکن ہندوستانی دریا دل جیتنے والے کو سمرقند و بخارا بخش دیں گے۔

یہ دوڑ ماہ [illegible] کے [illegible] ہفتے میں ہو گی لہذا لائبریرینس کو چاہیے کہ اس درمیانی مدت میں دوڑنے کی خوب مہارت کر لیں۔ ہم نے سنا ہے کہ بعضی لائبریرینس ثقل تقل اور ڈھل ڈھل ہیں۔ تیز نہیں دوڑ سکتے تو ان کے ساتھ رعایت کی جائے گی۔ فی الحال وہ جان توڑ کر دوڑنے کی مشق کریں اور بہتر ہو گا کہ وہ اپنے ساتھ کسی بھنگیا پہلوان کو جو مثل گاندھی جی کے ہولے کر دوڑا کریں۔ مگر برائے خدا اتنا ضرور خیال رکھیں کہ دبا کر ختم نہ کر ڈالیں۔ فقط

[illegible]

اختیار مرزا

منطق آرائے بنام گاندھی جی

(بقیہ ۵ - نومبر ۱۹۳۴ء)

ہاں بھیا گاندھی! نہ نو من تیل ہو گا نہ رادھا ناچیں گی جلتے چولہے پر دوب جم گئی سمندر میں جھگڑے چل چکے لوگوں کا یہ خیال غلط نکلا کہ تم نے ایک اچھے طبیب کی طرح بیمار ہندوستان کی نبض خوب ٹٹولی اور ایسے بڑے نباض ہو کہ رگ کی پھڑک سے پیٹ کا کھایا تک بتا دیتے ہو۔ اتنے دنوں کی "نہے بے کھٹے تھو" سے جو جو بہا کا بچہ پیدا ہوا وہ کوئی الوکھا اور عجیب نہیں۔ پرکار کی ایک ٹانگ جہاں سے چلی تھی وہیں آ رہی۔ صرف اتنا ہو گیا کہ سوراج کا نام بچے بچے کی زبان پر ہے۔ نام سے لوگ واقف ہو گئے صورت کسی نے بھی نہ دیکھی۔ لینے جیل میں دکھائی دی نہ چرخے میں۔ خیر اب تو لنگوٹا کھول کے تم اکھاڑے باہر ہو چکے اور اس نگریا دیہات کی خاک چھاننے والے ہو کر زمینداروں کا

انھیں تعلقداروں کی طرف سے لازم ہو جائے یعنی وہ اپنی حیثیت صرف کسانوں کے امانت دار ہونے کی رکھیں اور مختار خالی ہو جائیں اس امانت داری کی تنخواہ انھیں اپنی ہی زمینوں سے اٹھتی ہی ملے گی

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۱۴۰۴ سنہ ۱۹۳۴ء

بعدالت جناب سید یعقوب علی رضوی صاحب بہادر سکنڈ ایڈیشنل جج خفیفہ لکھنؤ مقام لکھنؤ

کنہیا لال ولد بھیکن لال قوم رستوگی ساکن محلہ اشرف آباد علاقہ چوک شہر لکھنؤ مدعی

بنام بابو مدعا علیہ

بنام بابو ولد رام پرشاد دہر تری ساکن موضع رائے ہو پرگنہ [illegible] تحصیل و ضلع رائے بریلی مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۴ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے۔ حاضر ہو اور جواب دہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز انکو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع او فیصل ہو گا۔

آج بتاریخ ۱۴ ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بخط انگریزی

سمن بغرض انفصال مقدمہ

نمبر مقدمہ ۸۰۵ سنہ ۱۹۳۴ء

بعدالت جناب سید یعقوب علی رضوی صاحب بہادر سکنڈ ایڈیشنل جج خفیفہ لکھنؤ مقام لکھنؤ

کنہیا لال ولد بھیکن لال رستوگی ساکن محلہ اشرف آباد علاقہ چوک شہر لکھنؤ مدعی

بنام

شیو پرشاد مدعا علیہ

بنام شیو پرشاد ولد دلو پرشاد برہمن ساکن موضع رائے ہو پرگنہ [illegible] تحصیل و ضلع رائے بریلی مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۴ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو۔ جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے۔ حاضر ہو اور جواب دہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز انکو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع او فیصل ہو گا۔

آج بتاریخ ۱۴ ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بخط انگریزی

جاری شدہ ۱۸۳۹ء
ٹیلیفون نمبر ۳۹ لکھنؤ
دو نمبر والوں کا مقابلہ
مس حسینہ
مس حسینہ کی ہنسی ہر آئینہ دلفریب و دل آویز ہے۔
مسٹر کھسو نے تو اپنی صورت ہی بگاڑ لی ہے پھر اُنکی ہنسی میں پسندیدگی
کے آثار کہاں! یہی حال ہمارے کارخانے کے مال کا ہے جب آپ اسکا کسی
دوسرے سے مقابلہ کرینگے تو اسے بہر نوع بہتر پائینگے۔ فہرست مفت طلب فرمائیے
تاجروں کے ساتھ خاص رعایت کیجاتی ہے
علی محمد
جنا بلڈنگ
لکھنؤ
شاخ
قنوج
دہلی
حیدرآباد دکن
منصوری

"صرف ایک روپیہ کی برکت"

تحفہ

"سود در سود باقی رہنے کی تہنیت میں قانونی کونسل کی دیوار پر آویختہ کرنے کے لیے مسٹر پنچ کی جانب سے"

جتنی کہ ایک کسان کو۔

ظاہر میں تو یہ میٹھے بول ہر ایک دل والا پسند کرے گا۔ مگر یہ آسان بات نہیں۔ جیسے کوئی منہ کا نوالہ سمجھے۔ اس میں بھی ویسے ہی رخنے پڑیں گے جیسے کہ بیرونی مال تجارت کے بائیکاٹ میں پڑے۔ بائیکاٹ ہائے بائیکاٹ۔ اگر یہ بے ربط الفاظ دلوں ہی میں سے تو بہت اثر کرتے ہنگامی قانون جنھوں نے آزادی کی جڑ کاٹی اسی وقت سے بننے شروع ہوئے جس وقت سے ملکی طوطوں نے یہ بول جپنا رٹنا شروع کیے۔ خالص دیشی چیزوں سے رغبت ہو چلی تھی خود ہندوستانی تاجر اپنے دل میں بدیشی چیزوں کی تجارت کے نام سے جھینپنے لگے تھے اُن کا ارادہ تھا کہ مال خانے میں جو مال جمع ہے وہ ختم ہو جائے تو پھر تھوڑی تھوڑی فرمائشیں غیر ملکوں میں بھیجیں اور آہستہ آہستہ اس برے کام سے توبہ کر لیں۔ بائیکاٹ سے اُن کی جانوں پر بن گئی۔ "ہائے رام یہ گھر میں جو تجارتی مال کا ڈھیر لگا ہے یوں کا رہا تو روپیہ کیونکر نکلے گا" جب آئینۂ حال میں لوٹنے کی بھیانک شکل دکھائی دی تو اس نے جال گوٹنے کا کام کیا۔ دھوتی پر دھوتی اور پائجامے پر پائجامہ بدلنا پڑا۔ یہ لوگ بھی ہندوستانی ہی تھے اور یہی صاحب اثر بھی تھے جب ان پر بائیکاٹ کا بیلن پھرا تو چیخ اٹھے۔ سرکار کو بات کا پہلو مل گیا اور وہ ہوا جسے دنیا بھر جانتی ہے۔ خیر جو کچھ ہوا اُسے جانے دو۔ زمینداروں کے دل کی کھیتی میں جو اصلاح کا ہل تم چلانا چاہتے ہو ذرا سمجھ بوجھ کے چلانا۔ تاجروں کو دکانیں بند کرنی پڑیں۔ گھروں میں بیٹھ رہے مگر یہاں لٹھ بازی کا میدان پٹ پڑا ہے

بالشت بھر زمین نہیں جہاں تم ہر وقت موجود رہو گے بلکہ جہاں تم جاؤ گے آدھ گھنٹ ہوگی۔ شاید مروت میں آ کے زمیندار بھی تمھاری ہاں میں ہاں ملا دیں۔ مگر ادھر تم نے پیٹھ موڑی اور کسان زمینداروں کے مقابلے میں تم ٹھونک کے کھڑے ہوئے۔ اُدھر ایک عظیم الشان گھریلو دانتا کلکل کا بازار گرم ہوا۔ دانتا کلکل کے بعد نمبر تھا۔ اور اس کے بعد قرار واقعی کشت و خون کا ہنگامہ چار دیواری میں بیٹھنے والی تمدنی منطق آرا بیگم عقل کی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔

ان باتوں کے سوا ذرا ایک نئی ٹولی کی طرف بھی دیکھو جس کا نام ہے بھلا سا۔ سوشلسٹ۔ نگوڑے انگریزی نام بھی پیٹ میں نہیں پچتے۔ ثقیل ہوتے ہیں۔ تمھیں اُن سے مقابلہ کرنا ہے۔ یہ ٹولی رہتی ہے یہاں اور خواب دیکھتی ہے روس کا۔ یہ اپنے نزدیک بہت دور ہے۔ یہ تمہید النشا پچھڑا

رکھی ہے کہ تم سرمایہ دار چوروں کے حمائتی ہو۔ مثل مشہور ہے "چور کا بھائی اُسی کی ماں جایا ہے" اس لیے گاندھی جی کی ساری کوششوں کی تان مثل دوسری کوششوں کے سرمایہ داری پر ٹوٹے گی۔ حالانکہ خود جس فکر میں مبتلا ہے وہ بودی پھنسی پھنسی ہے۔ یعنے گنگو اتیلی اور راجہ بھوج سب کو روسیوں کی طرح ایک ہی لاٹھی سے ہانک دینا چاہیے۔ سچ ہے "رہیں جھونپڑوں میں خواب دیکھیں محلوں کا" چھت نہیں ہے مگر چھت گیری کی فکر میں دُبلے ہوئے جاتے ہیں۔ جن لوگوں میں اتنا جس نہیں کہ اپنا ہی گوشت کھا کے موٹے ہونے کی آرزو میں مرتے ہیں۔ دو چار گول گول ٹکیاں سفید سفید جب تک کسی اپنے بھائی کی ہتھیلی سے سود میں گھر بیٹھے کھسوٹ نہیں لیتے اُس وقت تک گھر ماتم کدہ دکھائی دیتا ہے۔ قرضداروں کی جان انکی مٹھی میں ہے اور دو چار جانیں روزانہ ان پر نثار ہوتی ہیں پھر بھی کان پر جوں نہیں رینگتی۔ قانون اُن کے ہاتھ میں۔ حکومت انکی غرض کو ان کی جوتیاں سیدھی کرتی ہے۔ خطاب ان کو روز ملتے ہیں۔ مذہبی فتنے روز ان کی بدولت دودھوں پی کے موٹے ہوتے ہیں وہ بھلا سوشلسٹ بننے کی حمایت رکھتے ہیں؟۔

تمھاری تجویزوں کا نتیجہ تو آرڈیننس کی صورت میں ظاہر ہوا ان موذوں کی بیہودگی خون کی ندی بہانے پر آمادہ نظر آتی ہے۔

اگر خدا نہ کرے تمھاری کوششوں میں اور ان کی کوششوں میں پیچ لڑا تو دونوں میں سے غلبہ کسی کو نہ ہوگا۔ ایک کنکیا آکر ٹانگ بہا لے گی اور دوسری کی ڈور

میر اکھنا ہاتھی جھومتا بھلا

"پونجی ساری تو کھا چکے اب مجھے ہڑپ کر جاؤ"

ہتے ہتے پست سے ٹوٹ جائے گی۔ وہ کاتا کا کافی دونوں طرف سے برپا ہوگا۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ نصیبوں جلے ہندوستان کے واسطے فائدے کی صورت ان دونوں تدبیروں میں سے کسی میں نظر نہیں آتی۔ میرا بیان ذری تفصیل کا محتاج ہے۔ خدا نے چاہا تو سوشلزم کی گتھیاں آئندہ سلجھاؤں گی۔ بھلائی کی صورت صرف اتنی سی بات میں ہے کہ مذہب فروشوں کی سرگرمیاں ایک دائرے کے اندر رکھی جائیں۔ اس کی سعی نہ کرتے ہوئے میاں سوشلسٹ صاحب بہادر جو روسی بھالو کے ناچ پر تلے ہوئے ہیں مگر یہ نہیں دیکھتے کہ روس کی حالت اور ہندوستان کی حالت یکساں نہیں۔ جو کوئی میرے اس جملے کو سمجھا اور اس کی امکانی صورتیں نکالنے پر آمادہ ہوا میرے نزدیک وہی سچا منطقی ہے اور اُسی کا نتیجہ اسی منطق کی شکل اول کے نتیجے کی طرح صاف صاف نکل آئے گا۔ چولہے میں جائے اقتصاد۔ بھاڑ میں جائیں نت نئے قانون۔ مذہب کی ایک جنبش میں سارا ہضم گڑ جاتا ہے اسی جنبش کی وحشت ہزاروں برس سے دنیا کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور فسادیوں کے ہاتھ میں اس نا گند کھیری کی باگ دوڑ ہے۔ نقالی کا زمانہ ہے۔ لوگ لونڈوں کی نقل، پاگلوں کی نقل، بگلوں کی نقل کر کے اپنی اچھی بھلی حالت بگاڑ رہے ہیں۔

(باقی آئندہ)

منطق آرا بیگم

التماس منیجر

(۱) مثل مشہور ہے ناؤں (نام) گاؤں ٹھاؤں (جگہ) کا پڑھنا مشکل ہے خصوصاً ایک ناواقف کے لیے لہذا عموماً خط و کتابت اور خصوصاً کچہری کے سمنوں اور اشتہاروں میں ہاتھ سنبھال کر قلم

مدعی پور دھاعلیہ ودلدیت و سکونت صحیح و سیدھی عبارت اگر ہو تو بہت سہولت پیدا ہوگی اور جو غلطی بے بسی کی حالت میں کاتب فریب سے ہوتی ہے اور جس کی شکایت ہمارا بار ہا ہوئی اس سے نجات ملنی بھی ممکن ہے۔

(۲) سال آخر ہے اب اودھ پنچ کے پاس صرف مخلص خریدار رہ گئے ہیں جنھوں نے ادبی و سیاسی مفاد پر یا حکیمانہ ظرافت پر قناعت کرلی ہے لہذا اُن سے ہمیں کامل امید ہے کہ تجدید خریداری کی غرض سے بغیر تقاضا و طلب زر قیمت کا منی آرڈر بھیج دیں گے۔

فقیر ہوں پہ نہیں عادت سوال مجھے

(۳) اقبال حسین صاحب ملنہ شہری کا تعلق اس دفتر سے قطع ہوگیا ہے لہذا اب وہ اودھ پنچ یا ممتاز المطابع پریس کی جانب سے کسی کارروائی کے مجاز نہیں۔ فقط

باجلاس جناب صفی پور مقام سمن بموجب دفعہ ممالک متحدہ پنڈت ولارے لال بنام یعقوب علی بیگ نوعیت مقدمہ بارہ پرگنہ بانگرمئو بنام یعقوب علی بیگ عنایت علی بیگ ساکن الوارہ دروازہ ہرگاہ حاضر ہونا تمہارا ضرور ہے لہذا بموجب تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم اصالتاً خواہ بذریعہ ۱۹۳۴ء بوقت دستخط حاکم

نوجوان افغان

مہتمم پیر بخش — مرحوم دہلی

اگر آپ صوبہ سرحد کے سیاسی و معاشرتی حالت کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اگر آپ اہل سرحد کے تمدنی اور اقتصادی حالات سے واقف ہونا چاہتے ہیں۔ اگر آپ صوبہ سرحد یاغستان اور وسط ایشیا کی خبریں دیکھنا چاہتے ہیں سرحدی قبائل افغانستان ریاستہائے سوات اور ہنزہ کی خاندانی تاریخ پڑھنے کا شوق رکھتے ہوں تو صوبہ سرحد کا کثیر الاشاعت ہر دلعزیز ہفتہ وار اخبار "نوجوان افغان" پڑھیے جو ہر شنبہ کو پابندی وقت سے نہایت آب و تاب کے ساتھ خان محمد سرور خاں بی اے ایل ایل بی (علیگ) اور خان محمد اکبر خان قریشی سابق افغانستان ترکستان وغیرہ کی سرپرستی میں ہری پور ہزارہ سے شائع ہوتا ہے جس میں حالات حاضرہ پر نہایت آزادانہ تبصرہ اور تنقید کی جاتی ہے۔ زمینداروں کاشتکاروں اور مزدوروں کے مفید مطلب مضامین بالخصوصیت سے شائع کیے جاتے ہیں اور انکی عام شکایات حکام بالا تک پہنچانے میں ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ تمام خط و کتابت و ترسیل زر قیمت سالانہ بصورت منی آرڈر ... نمونہ مفت

المشتہر: محمد خان ... مہتمم نوجوان افغان ہری پور ہزارہ

اہتمام سرسری اطلاعنامہ بنام دائنان

(دفعہ ۴ ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب بابو شیو گوپال ملتر صاحب بہادر جج خفیف لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۹۲ سنہ ۱۹۳۴ء

بمقدمہ قرار دیئے جانے دیوالیہ مسمی ماہو پرشاد ولد جانکی پرشاد قوم کلوار ساکن کٹرہ بزن بیگ تھانہ سعادت گنج شہر لکھنؤ

بنام جملہ قرضخواہان

اطلاع دی جاتی ہے کہ بتاریخ ۳۔ ماہ اگست ۱۹۳۴ء مدیون مذکور الصدر نے ایک قطعہ درخواست اس عدالت میں بدین غرض پیش کی ہے کہ وہ دیوالیہ قرار دیا جاوے اور یہ کہ بتاریخ ۱۳-۱۰ کتوبر ۱۹۳۴ء عدالت ہذا نے اس امر کا اطمینان کر کے کہ مدیون کی جائداد غالباً مبلغ پانچ سو روپیہ سے زائد نہ ہوگی ہدایت کی ہے کہ مدیون کی جائداد کا اہتمام سرسری طریقہ پر کیا جاوے اور تاریخ ۴۔ ماہ دسمبر ۱۹۳۴ء واسطے مزید سماعت درخواست و اظہار مدیون مذکور مقرر کی ہے۔ اس امر کی بھی اطلاع دی جاتی ہے کہ عدالت تاریخ مذکور الصدر پر تصفیہ و تقسیم جائداد مدیون مذکور کی فوراً کارروائی شروع کر سکتی ہے تم کو اختیار ہے کہ تم حاضر ہو کر اس تاریخ پر ... ثبوت کسی دعوے کا جو تم کو کرنا چاہو تاریخ مذکور یا اسکے قبل ۱۰ اقل عدالت کرنا لازمی ہوگا۔

میرے دستخط اور مہر عدالت سے آج بتاریخ ۳۔ ماہ نومبر ۱۹۳۴ء جاری کیا گیا۔

بحکم عدالت

دستخط سرشتہ دار منصرم عدالت جج خفیف لکھنؤ ۵ نومبر ۱۹۳۴ء

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۴۱۴۹ سنہ ۱۹۳۴ء

عدالت جناب سید یعقوب علی رضوی صاحب بہادر مسلم ایڈیشنل جج خفیفہ لکھنؤ مقام لکھنؤ

ا۔ کنہیا لال ولد ... قوام رستوگی ساکنان محلہ اشرف آباد ۲۔ گوپال داس ولد مولچند شہر لکھنؤ مدعیان

بنام

پرشادی مدعاعلیہ

بنام پرشادی ولد بہاری قوم کمہار ساکن موضع رسالی پرگنہ پرتاب گنج تحصیل نواب گنج ضلع بارہ بنکی مدعاعلیہ

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۷۔ ماہ نومبر ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۔ ماہ نومبر ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

اودھ پنچ ۱۰۱
رجسٹر نمبر اے ۸۳

مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۳ء

چند فائل براے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانے میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد سے ربع محصول۔ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ء و ۱۹۳۲ء کی قیمت فی جلد سے محصول ڈاک عہ ذمہ خریدار۔ جلد ۱۹۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد ۱۹۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

۱۹۳۰ء اور اُسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں براے فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار۔

منتخبات اودھ پنچ حصہ اول

دور ثانی کی قدیم جلدوں کے منتخب شدہ علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز خزینہ $\frac{20}{1} + \frac{26}{14}$ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت فی جلد عہ۔ علاوہ محصول۔

نیز حصہ دوم مشتمل بر ۹۰ صفحات مجلد عہ۔ محصول ڈاک علاوہ۔

حصہ سوم۔ ضخامت بشرح صدر مجلد عہ۔ علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

تبصرۂ لغات

(نمبر ۴۲)

جامع اللغات

لوگ حیران ہوں گے کہ حضرت ادبار نے غریب جامع اللغات ہی پر چند مہینوں سے اودھار کھائی ہے اور بانی بیہودگی یعنی نور اللغات سے تعرض نہیں کرتے بات ہے تو واقعی چرچے کے قابل۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ نور اللغات کے مجلدات مستعار ملے تھے۔ آپ جانتے ہیں بھلا ہمارا سا ذہین آدمی پرائے مال پر دام ضائع کرتا؟ استغفر اللہ ہم تو مفت بھی رکھنے پر راضی نہیں۔ اس عاریت یا رعایت کا ایک طویل و عجیب قصہ ہے جو بشرط ضرورت حضرات ناظرین تک پہونچا دیا جائے گا۔ مالک نور اللغات نے شاید خیال فرمایا کہ اس تصرف قلم سے کہیں غریب نور اللغات کی جلد گھس نہ جائے لہذا واپس لیگئے۔ اب اگر کسی فن کے قدردان نے دنیا پر احسان کر کے

تیسری دوبارہ یہ جلدیں عاریت عنایت کیں تو سلسلہ پھر چھیڑ دیا جائے گا۔ (یہی ہوگا!)

بس اب خالی ہی انتصاب اللغات خانم ہی سے دل بہلایا جاتا ہے۔ یہ نیا نام ہے گھبرایئے نہیں جامع اللغات اٹھا لیجیے ورق الٹیے "انتصاب" کی لفظ دیکھیے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آجکل جو نئی ہوا لڑکی سے دفعۃً لڑکا بن جانے کی چلی ہے وہی ہوا ان کے مندرجات کو بھی لگی۔ چنانچہ فرماتی ہیں۔

"انتصاب": (ع۔ مذکر) قیام کرنا یا پاؤں پر کھڑا ہونا۔ (طب)۔۔۔۔ کی استادگی (انتصاب کھڑا کرتا) الخ"۔

گویا انتصاب کوئی خاص طبی اصطلاح ہے جو اس نامعقول مگر شریف عضو کے اس ضروری فعل کے لیے بنی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ کسی شریف آدمی کو واسطے

عہ مری نام دنیا کی ہوا کا جس پر اہل دنیا کی پیدائش ہو۔ گو قسم کر لوگ نام نہیں لیتے اس لیے کہ قانون وقت ہی کا پیچ کے نام سے چلتا ہے" از پنچ۔

بھی آپ "انتصب قائماً" (اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا) کہہ سکتے ہیں بلکہ ہر چیز پر کھڑے ہو جانے کا وصف پایا جائے انتصاب اسی کی طرف منسوب ہو سکتا ہے۔ طبیب اگر اس وصف کا کریں گے تو شے کا نام بھی ضرور لیں گے۔ خالی انتصاب کہنے سے جب تک کہ اس عضو کا مذکور نہ ہو رہا ہو۔ یہی عضو مراد نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ انتصب زید للامر (فلانی فلاں بات کے لیے زید کھڑا ہوا) تو یہ گالی نہیں۔ نہ کوئی طبیب اسے انتصاب خانم کی گڑھی ہوئی اصطلاح کے بموجب گالی سمجھیگا۔ یہ بی نور اللغات کے مسرور ہونے کی بات نہیں۔ انھیں شرمانا چاہیے۔

ایک امر کی جانب ناظرین کو اور بھی ملتفت ہونا چاہیے یعنی مثلوں میں بی جامع اللغات نے یہ التزام کیا ہے کہ مثل کے سرے پر وہی لفظ لکھ دیتی ہیں جس کا تذکرہ فرما رہی ہیں چاہے مثل کسی اور طرح بولی جاتی ہو۔ حالانکہ یہ تصرف اُدبا سے وقت گوارا نہیں کر

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۷

بعدالت جناب تحصیلدار صاحب بہادر بمقام مسافرخانہ ضلع سلطانپور

ٹکیا دین وغیرہ مدعی

بنام

بلھراج تیواری مدعاعلیہ

بنام بلھراج ولد رام اوتار تیواری ساکن مروری مزرعہ حسن پور تیواری پرگنہ جگدیسپور ضلع سلطانپور مدعاعلیہ

ہرگاہ کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ ماہ نومبر ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام بازار مسافرخانہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اُسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات کو جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۰ ماہ نومبر ۱۹۳۴ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بخط انگریزی

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۱ ابید خلی دفعہ ۴۴ ۱۹۳۴ء

بعدالت جناب حاکم پرگنہ صاحب بہادر پرگنہ مورداہا مقام ہمیرپور۔ ضلع ہمیرپور

رام لال سنگھ ولد نربت سنگھ قوم ٹھاکر زمیندار موضع کسواہی پرگنہ مورداہا

بنام

بدھا وغیرہ مدعاعلیہ

بنام بدھا ولد مادھو قوم ٹھاکر ساکن موضع کسواہی پرگنہ مورداہا ضلع ہمیرپور مدعاعلیہ

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بید خلی دفعہ ۴۴ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۸ ماہ نومبر ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام ہمیرپور اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع و فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ماہ اکتوبر ۱۹۳۴ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بخط انگریزی

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵)

بحکم جناب مولوی محمد احمد انصاری صاحب بہادر سب جج فرخ آباد

نمبر مقدمہ ۸ ۱۹۳۴ء

بعدالت سب جج فتح گڈھ ضلع فرخ آباد

رام سہائے ولد لاہوری قوم ۔۔۔ ساکن موضع رشتہ آباد پرگنہ شمس آباد ضلع فرخ آباد مدعی

بنام

مسماۃ نیدن زوجہ سردار سنگھ قوم ۔۔۔ ساکن کٹھیاں کرکھال مقیم فیض باد ۔۔۔ سردار سنگھ ۔۔۔ فیض آباد مدعاعلیہ۔

واضح ہو کہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت ۔۔۔ کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۰ دسمبر ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے کی کریں اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے لہذا آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات کو جن پر آپ بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کریں آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہونگے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۷ ماہ نومبر ۱۹۳۴ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بخط انگریزی

[illegible] ہے یہی دن کو [illegible] ہوئی نیند
[illegible] صاحب کی ضد [illegible]
ہاتھ پاؤں سمٹے گریبان [illegible] کہ انھیں اب بھی
چین نہیں وہی بلند پروازی ہے وہی فکر ہے وہی
اُڑان گھائیاں۔ کبھی کسی ٹکر گدے کو تخت پہ بٹھایا
کبھی کسی بے پر کو آسمان پر پہونچا دیا تخت نشین کے
ہاتھ میں کاسۂ گدائی ہے۔ گدا کے سر پر تاج شاہی
ہے پہاڑ ہیں جنگل ہیں دریا ہیں ایک لولا لنگڑا
اپاہج دوڑتا چلا جاتا ہے ایک مادرزاد اندھا تمام
کائنات کی سیر کر رہا ہے جسے عالم بیداری میں دو
قدم چلنے کی توفیق میسر نہ ہوئی نہ کوری کی بدولت
دن اور رات میں فرق کر سکا۔ وہ دوڑتا اچکتا
چاند تاپتا ہے اور معشوق سے نظر بازی بھی
کرتا ہے۔ ازلی خواجہ سرا کا بیاہ ہوتا ہے پودہ
بڑھتی ہے۔ صاحبزادہ کندھے پر سوار ہے ابا ابا
کہتا ہے بی بی لڑتی ہیں کہ میں نہ مانوں گی آج تم
ضرور کہیں گئے تھے۔ بال گیلے ہیں نہا کے آئے ہو
الغرض یہ ہنگامے کی جڑ فساد کی پڑیا کسی وقت
معطل نہیں۔ بندے پر خواب کی سی حالت طاری
تھی (اگرچہ سوتا نہ تھا) اور یہ ہنگامہ پرداز ترقی
کی راہیں دکھا رہا تھا۔ دفعۃً خیال پیدا ہوا کہ
بالفعل لیڈر بن جاؤ۔ چند ماہ جیلخانے میں قالین بافی
کرنی پڑے گی۔ باقی عمر چین سے گزرے گی۔
کھدر کا لباس پہن لینا شہر بہ شہر دیار بہ دیار
پھرنا جلسوں میں زمین آسمان کے قلابے ملانا۔
تقریروں میں اپنے پرائے کے لتے لینا ۔
چندے کی تجویز پیش کرنا۔ حکومت کے مظالم
کا افسانہ سنانا۔ آؤ بھگت ہوگی لوگ وقار کی نگاہ
سے دیکھیں گے آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ اگر
قائم ہو گا اسی دوران میں کوئی سبیل ایسی نکل آئیگی
کہ تم بھی پانچویں سواروں میں داخل پھیڑوں میں شامل
ہو جاؤ گے۔ تصویریں اخباروں میں چھپیں گی۔ باصطلاح
حال (اگرچہ غلط) خبری کاغذوں کے رپورٹر یا
نامہ نگار جہاں کہیں جاؤ گے تم کو گھیر لیا کریں گے
ملکی معاملات پر تمہاری رائے دریافت کریں گے۔

روز تمہارے ہی سرخیاں لکھی جائیں گی "اخبار غلط کار
کے نامہ نگار سے مولانا فلاسفر کی ملاقات" مولانا
موصوف حال ہی میں بمقام خیالی گنج اخبار غلط کار کے
نامہ نگار سے فرمایا کہ جب تک تمام دنیا سے
پھروں کو کچھ کے گاڑی میں نہ جوتا جائے اس وقت
تک امید نہیں کہ دنیا ترقی کرے۔ آپ نے فرمایا
کہ ملکی اقتصادیات میں اصلاحات کی شدید ضرورت
ہے ہمیں چاہیے کہ اپنی اولاد سے مٹھائی کھانے
کی عادت ترک کرائیں۔ ہندو مسلمان کی لڑائی
کی نسبت آپ نے فرمایا کہ دونوں گروہ جھک
مار رہے ہیں۔ عنقریب میں ان سب کے بازو
پر ایک ایک تعویذ باندھوں گا تاکہ اتحاد و اتفاق
کے شیشے سے زود شکنی کی لت بالکل دفع
ہو جائے۔ آپ نے سگار زہر مار کرتے ہوئے
فرمایا کہ مہاتما گاندھی نے روزے رکھنے کا
مشورہ عین وقت پر دیا تھا جبکہ ملک میں
غلے کی جگہ بھونی بھانگ بھی نہیں تھی مشورہ
نہایت صائب تھا۔ اگر اب بھی ملک کے متوطنین
اور ادنیٰ طبقے کے لوگ "سداا پاس" کا عمل کریں
تو پلک جھپکاتے ہی سوراج کی منزل تک پہنچ
سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہر گز لیڈروں پر
نکتہ چینی کرنے کا قصد نہ تھا لیکن جب تم پوچھتے
ہو تو میں صاف صاف بیان کرتا ہوں کہ لیڈر
خود ہی حسد و نخوت کے مرض میں مبتلا ہیں اور
باہم متفق نہیں ہیں یہ ملک کی بدقسمتی ہے۔
اس طرح چہاچہا کے باتیں کرتے کرتے
اور ان میل بے جوڑ پر کٹی اڑاتے اڑاتے
ممکن ہے کہ کوئی زینہ اوج ترقی تک پہونچ
جانے کا میسر آجائے۔
آہ ترقی کا نام ذہن میں آیا ہی تھا کہ پھر غیبی
صدا بلند ہوئی "تم ترقی نہیں کر سکتے"
ہا! تجھ پر خدا کی مار۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ او بدبخت آخر مجھ غریب سے
تجھکو کہاں کی عداوت ہے۔ او رے کمبخت خیالی
ترقی سے دل خوش کرنے نہیں دیتا۔

آواز آئی "تم لاحول پڑھو مگر کب تک پڑھوگے۔ میرا
تمہارا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جب اس کلمے سے
غافل ہوگے فوراً میں سر پر نازل ہو جاؤں گا"
بندے نے صبر کیا اور پھر اسی ادھیڑ بن میں
پھنسا کہ کوئی صورت ترقی کی پیدا کرنی چاہیے۔
اگر لیڈری سے ترقی نہیں کر سکتا تو پھر انشا پردازوں
کی فہرست میں نام لکھوالوں خدا کے فضل سے
بُرا بھلا لکھ لیتا ہوں خارج از عقل اشخاص سے
کافی داد ملتی ہے نظم پر بھی قادر ہوں نثر پر بھی
دسترس ہے۔ ملکی جرائم پیشہ کی طرح میرے
قلزات تیساں صفت کے لالچ میں منہ کھولے بیٹھے
ہیں۔ فوراً رطب و یابس جو کچھ مجھ سے ملے گا
زیب قرطاس فرمائیں گے اور دھوم دھامی
نوٹ لکھیں گے کہ اخباری دنیا ہمارے محقق
مولانا فلاسفر کو خوب جانتی ہے ذیل کا مضمون
جناب مولانا محقق الاسرار وحید الاحرار ۔ کے
طبع اتحاد کا نتیجہ ہے ہم نہایت فخر کے ساتھ
محترم امام نہیں رسول نہیں بلکہ آیۃ الاحرار
(معاذ اللہ) مولانا فلاسفر کا شکر ادا کرتے ہیں
کہ انھوں نے ناچیز اخبار غلط کار کو اپنی گلفشانی
سے رشک دامن گلزار بنایا۔ چلیے ادھر ان
اخبار والوں میں سے دو چار مفلس الدماغ
اشخاص نے قصیدہ خوانی کی ادھر کام چل نکلا۔
لے میرا بھائی۔ خط پر خط مضمون کے تقاضے
کے آرہے ہیں اور بندہ نہایت فیاضی کے
ساتھ روشنائی اور کاغذ صرف کر رہا ہے۔
نئی نئی سرخیاں گڑھی جا رہی ہیں۔ (۱) قومی
تنزل کا ساتواں جہنم۔ (۲) فاتح بدخشاں کی
زریں دُم۔ (۳) فلسفہ واہیات (۴) صبح کی
ترنم خیزی۔ (۵) عرفان الطیور۔ (۶) کھڑے ہو
کان کٹے ولا (افسانہ)۔ (۷) علم جدید الوقت۔
(۸) روحانی نکات۔ (۹) سر دلبراں در حدیث
خنزیراں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہر ایک مضمون
کے سرنامے پر ایک جدید لقب بھی نام کے
ساتھ [illegible] ہے۔ سو مضمون لکھے

تو سونے لکڑ سے نام میں بڑھ گئے۔ اپنا نام بھی بدل ڈالا اور والد مکرم کا نام بھی کیا معنی کہ جب تک ویسی ہی بلیغ العلائیت جیسی کہ اپنے نام و لقب و کنیت میں پیدا کی گئی ہے اُن کے نام و خطاب میں نہ ہوگی تو یقینی بلیغ العلا ہونے کا شرف جاتا رہے گا۔ بس نام اتنا لمبا ہونا چاہیے کہ اگر کاغذ پر لکھنے کی نوبت آئے تو قلم تھک جائے اگر زبان پر جاری ہو تو یہ بیچاری مینڈک کی طرح مسٹ مار کے حلق میں چھپ جائے لیکن کسی طرح ختم نہ ہو صحن قرطاس کوتاہ ہو جائے قلم اعرج لوک زبان گنگ فضائے عالم تنگ۔ بایں ہمہ نسب بھی بدلنے کی ضرورت ہے اقل مرتبہ سید ہونا چاہیے لیکن اس طرح کہ داخل النسب ہونے کا الزام نہ عائد ہو اور لوگ یہ طعن نہ کریں کہ ابا جان مرتے مر گئے مگر سید نہ ہوئے صاحبزادے نے ہر چیز میں ترقی کی تھی نسب میں بھی ترقی کی۔

نسب کے ساتھ وطن بھی بلیغ العلائیت نما ہونا چاہیے مثلاً دلندیزی اسطرلابچی فرخانی بلکہ طائر وحشی دام میں پھنسے۔

افسوس خدا جانے ترقی کوئی پڑا تھا ہے کہ ادھر اُس کا تڑاقا دل میں ہوا اُدھر چھپت کی دھنی کرٹکی کسی نے آواز دی۔

"تم ترقی نہیں کر سکتے"

ارے خدا تجھ سے سمجھے مردود ابھی وہی "فال بد" یقیناً تو کوئی شیطان ہے۔ جو بنی نوع انسان کی بہتری کا ازلی دشمن ہے۔ اچھا صدمہ ضدا تو ہئی۔ میں تیرے علی الرغم خیال کا ٹٹو آگے بڑھاتا ہوں۔

اے دل بیتاب کوئی وجہ نہیں کہ میں مولوی ہوں اور دنیا قدر نہ کرے۔ ابھی مولوی بنتے کیا دیر لگتی ہے۔ ایک چاندنی ہٹی پرانی سر سے لپیٹی ٹخنوں سے اونچی ازار پہنی داڑھی بڑھائی تسبیح ہاتھ میں لی تھوڑے دنوں سُتن کا ضماد پیشانی پر کیا۔ گھٹا پڑا تھا اس سے کرم خوردہ موٹی موٹی کتابیں دو دو سکے بھاؤ خرید کے گھر میں ڈھیر کر دیں۔ صین اور ہماسے علی کو مخرج صحیح سے نکالنے کی مشق بڑھائی۔ استغفر اللہ آپ کیا پوچھتے ہیں سے تفسیر کا ذکر آیا اور ابن عباس بن بیٹھا۔ فقہ کا ذکر آیا اور امام اعظم سے دو ہاتھ آگے بڑھ گیا۔ اخبار کی بحث چھڑی اور ابو الحسن مدائنی کو سبق دینے لگا تصوف کے مسائل میں جنید بغدادی سے شانہ بھڑا دیا۔ عروض میں خلیل سے ایک ڈنڈا فاصلہ زیادہ طے کر گیا۔ عبادت میں فضیل بن عیاض کا ثانی علل حدیث میں علی بن المدائنی کا نظیر۔ سرعت خطابت میں ابو بکر خطیب کا استاد کلام میں امام ابو الحسن اشعری کا ہم پایہ۔ نحو میں سیبویہ کا بیٹ۔ آداب صحبت و محاضرت میں ابو الفرج اصفہانی کا شریک غالب۔ نجوم میں ابو معشر کا ہم مقدار۔ طب میں رازی کا راز دار۔ بلاغت میں ابن قریہ کا سہیم نظم الامثال میں متنبی کا متبنی۔ جدل میں نسفی کا ہمتا۔ کتابت میں ابن بواب کا ہم قلم۔ وعظ میں ابن جوزی کا ہم منبر۔ جامعیت میں امام فخر الدین رازی کا ہم جماعت۔ ریاضی میں ابن ہیثم کا حریف۔ منطق میں نجم الدین کاتبی کا ہم جنس۔ لغت میں ابو العلا مصری کا ذہنی مطلق معقولات و منقولات کے اجتماع میں امام غزالی کا جانشین۔ روایت حدیث میں ابو ہریرہؓ کا نائب مجاز۔ اس کے ساتھ ہی کذب و دروغ بافی میں ابو الحسن بکری۔ مطائبات و ہزل و جرم خلافت فطرت میں ابو نواس طمع میں اشعب کا ہم مشرب بننے میں بھی بندہ کو تامل نہ ہوگا۔ غرض کہ دعوے کرتے دیر نہیں لگتی دنیا ہر مدعی کو مانتی ہے دلیل طلب نہیں کرتی۔ خدا رکھے مولوی ابو الکلام صاحب کو امیر الشریعۃ کا ایک نیا عہدہ تصنیف کر چکے ہیں۔ کوئی گدی خالی ہوئی اور بندے نے اس پر قبضہ کیا۔ ورنہ اللہ آباد رکھے فرنگی محل کو جب بندہ ہر فن میں طاق ہے تو کیا اُن کے توسل سے مرشن کی دعوتوں میں بندے کو جگہ نہ ملے گی۔ ابھی ملے گی اور [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کی صورت [illegible] کی روایت [illegible] ہے گو وہ رزاق مطلق ہے ؎

بناداں آں چناں روزی رساند
کہ دانا اندراں حیراں بماند

ہنوز لقمہ دردہاں تھا کہ پھر چھپت کرٹکی دھنی چھچھی جھانپ میں در آئی پڑی ایک جھپٹ [illegible] لا اور کہا

"تم ترقی نہیں کر سکتے"

ہائے چبینے میں کنکر کباب میں ہڈی۔ مزا کرکرا لذت ادھوری۔ ظالم خدا سے ڈر۔ عالم خیال میں بھی کامیابی و ترقی سے ہم آغوش ہونے نہیں دیتا ہے کیسا اندھیر ہے۔

"ارے او شیطان بتا تو سہی آخر مجھ میں کیا خرابی ہے؟"

جواب "تم نے پہلے کیا ارادہ کیا تھا؟"

میں "لیڈر بننے کا"

جواب "جو لوگ لیڈر رہے انھوں نے کیا پایا؟"

میں "ترقی"

جواب "غلط بالکل غلط۔ او نادان لیڈر وہ دانشمند بن سکتا ہے جو بقول ارسطو دنیا کو اپنی رائے پر چلانے کی کوشش میں کامیاب ہو جائے۔

تو خود دوسروں کا مقلد ہے تجھے ترقی نصیب نہیں ہو سکتی۔ وہ لیڈر نہیں جو ہوا کا رخ دیکھتا رہے وہ تو عوام کا غلام ہے۔ بارش میں بلبلوں کو بنتے بگڑتے دیکھا ہے۔ ایسے لیڈر بھی بلبلے ہیں جو ایک بوند سے پیدا ہوں اور دوسری بوند پڑتے ہی غائب۔

میں "اچھا ترقی کی دوسری تدبیر یعنی اخبار نویسی"

جواب "آجکل یہ بھی عوام کی غلامی میں شامل ہے خلائق کا رجحان ایک خشک زبان ہے اور اس کا قلم ایک انجن

ہے کہ می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

بی صاحب نے پھیر بدل کے ایک ہی مثل کئی طرح سے لکھدی ہیں یہ ہزار امثال کی حامل ہونے کا مغرورانہ دعوے بے حقیقت نکلتا ہے۔ ایک مثل میں اگر کئی لفظ ہوں تو ہر لفظ کے ساتھ اس کا درج ہونا معیوب نہیں۔ مگر الفاظ کا الٹ پھیر اولاد کی گنتی بڑھانے کی نیت سے تو ستم ہے مثلاً انھوں نے "انتی" کے ذیل میں یہ مشہور مثل نہیں درج کی "ناموں کے کان میں انتیاں جائی اینڈا اینڈا ہوجائے" ایک عمدہ کتاب لغت اسے "اینڈا" "انتی" اور ناموں تینوں لفظوں کے ذیل میں لکھتا۔ اور گنتی میں ایک ہی مثل قرار دیتا۔

طول کلام سے ہمارا بھی جی اکتایا جاتا ہے لیکن جب ورق الٹتے ہیں تو ایک نہ ایک نئی غلطی انھیں اوراق میں نکل آتی ہے جو نظر کے نیچے پہلے آچکے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی بی جامع اللغات کی بھول پر بھی افسوس ہوتا ہے سنسکرت اور عربی کے وہ الفاظ جو کبھی اردو زبان میں نہیں آئے صحیح نہیں غلط ہی لکھ دیئے مگر سامنے کی امثال یا محاورے نہ سوجھے۔

کتنی مشہور مثل ہے "اونچی دوکان پھیکا پکوان" لیکن "اونچی دکان" کے ساتھ یہ مثل ندارد یا انگریزی بولتے ہیں تو "اور" کے تحت میں جو کثیر الاستعمال الفاظ انگریزی کارخانوں اور نامعقول انگریزی اسکولوں کی بدولت ہر ایک زبان پر ہیں وہی اڑا دیئے جیسے اوڈر ایج۔ اوور ٹائم وغیرہ۔ اہل کے ملحقات بیان کرنے پر جو آئیں تو ہوکا ہوگیا۔ ہر لفظ کے قبل "اہل" جوڑا اور [illegible] معنی بیان کر دیے۔ یعنی خود ہی خواب دیکھا خود ہی تعبیر دے دی۔ تمام دنیا میں وہ لفظ چاہے وجود رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ یا کسی دوسرے معنی میں مستعمل ہو۔ مثلاً اہل نفس کے معنی بیان فرمائے ہیں۔ عیاش بدکار لوگ۔ حالانکہ صوفیوں کی مشہور اصطلاح ہے اور مقام مدح میں زبان زد خاص و عام۔ جب کہتے ہیں کہ فلاں شخص اہل نفس ہے تو مراد لیتے ہیں کہ صاحب نفس زکیہ ہے۔

بی غارت اللغات تو اہل نفس [illegible] میں فرق نہیں کرتیں۔ خدا انھیں کسی بدمعاش اہل نفس کے ساتھ بیاہ دے کر یہ خود رائی تو جائے۔ یا اہل البیت سے ایک مثل گڑھ لی "اھل البیت یبصر بما فی البیت" اور ترجمہ کرتی ہیں "گھر والے دیکھتے ہیں اس چیز کو جو گھر میں ہوتی ہے" خدا انھیں کسی بدوی عرب کے اہل البیت میں داخل فرمائے تو شاید انھیں سلیقہ آئے کہ یہ مقولہ یوں نہیں بلکہ یوں ہے "اھل البیت ابصر بما فی البیت" یا "ادریٰ بما فی البیت" جس کا مطلب یہ ہے کہ گھر کا حال باہر والوں سے زیادہ گھر والے جانتے ہیں۔ ایک ادنیٰ سی تمیز رکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ موقع تفضیل کا ہے "جو لوگ گھر میں رہتے ہیں وہ لازماً اندھے نہیں ہوتے" یہ بھی کوئی کہاوت میں کہاوت ہے؟ یہ مثل اس وقت بولی جاتی ہے جب کوئی باہر والا کسی کا حال اس کے ملنے جلنے یا ساتھ رہنے والے کے آگے بیان کرتا ہے اور اس بیان میں غلطی ہوتی ہے۔

"اختلاف" کے معنی لکھے ہیں "خط و کتابت" ہائے پھوہڑ پن۔ ارے خط و کتابت وجہ اختلاف ہو سکتی ہے یا خود اختلاف بن جاتی ہے؟

اہل کے بعد "اے" کی باری آتی ہے۔ جس کی ہر سطر میں پھوہڑاپن ہے۔ امثال و اقوال کے ذیل میں جا بیجا "اے" ملحق فرما کے ہر جملے کے واسطے دروازہ کھول دیا ہے۔ پودنے کی طرح "اے ہش ہش میرے کان میں گھس" کہتی چلی جاتی ہیں۔ مشہور و مجہول مستعمل و غیر مستعمل کسی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

کتاب کا ہے کو ہے بواسیر کا مرض ہے کہ صحت کا وضو کسی طرح قائم ہی نہیں رہتا۔ گھڑی گھڑی ٹوٹا جاتا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ آئندہ ہفتے میں "الف" کی بحث پر تبصرہ ہم ختم کر دیں گے اور بعد اس کے بی صاحب کی "ب" پر نظر ڈالیں گے۔ سال ختم ہو رہا ہے چند ضروری پولیٹیکل مباحث چھڑے ہوئے ہیں۔ اڈیٹر صاحب [illegible] مکمل ہو سکے تو اسی سال ورنہ بشرط صحت و حیات آئندہ سال یہ بحث شروع ہوگی۔

م ا

خاکسار ادبار اللغات عفی عنہ

"شیر سرحد"

پشاور سے اس نام کا ایک ہفتگی پرچہ جاری ہوا ہے تو اس کے قول کے مطابق اول تو [illegible] ہوئی یعنی پریس بدون ضمانت کھولا نہ جا سکا۔ جب ضمانت داخل کر دی گئی اور دو چار پرچے نکل گئے تو حکومت کی طرف سے کچھ اور کا مطالبہ ہوا۔ تعداد معلوم نہیں صرف اس قدر اسی پرچے کی زبانی معلوم ہوا کہ "کچھ اور کسی قدر سنگین کچھ اور ہے"۔

ہمارے دوستوں کو اچھی طرح اس بات کا علم ہے کہ سہ

کاغذ سے بہت ڈرتی ہے سرکار ہماری
تعویذ گلے میں کوئی زنہار نہ باندھے

اور یہ بھی جانتے ہیں کہ سخت لہجہ دلیل پر اثر رکھتا ہو تو پریس کا اثر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا مقبولیت عامہ یا قلم کی زبردستی کی شہرت سے زیادہ پرچے کی زندگی عزیز ہونی چاہیے۔

مس حسینہ کی ہنسی ہر آئینہ دلفریب و دل آویز ہے۔
مسٹر کھسو نے تو اپنی صورت ہی بگاڑ لی ہے پھر اُنکی ہنسی میں پسندیدگی
کے آثار کہاں!۔ یہی حال ہمارے کارخانے کے مال کا ہے جب آپ اسکا کسی
دوسرے سے مقابلہ کرینگے تو اسے بہر نوع بہتر پائینگے۔ فہرست مفت طلب فرمائیے

تاجروں کے ساتھ خاص رعایت کیجاتی ہے

آغا علی محمد علی تاجر جنا بلڈنگ **لکھنؤ**

قنوج — دہلی — حیدرآباد دکن — منصوری

بڑی دھوم سے گھر سے آیا ری بنا
اب کون کہے کیا لایا ری بنا

(سب کاغذ مگر دو جان دار)

ایک بھگانے پہ موقوف ہے گھر کی رونق
غالی غزلی (عقل سے) مسلمان کہتے ہیں ؎

ہم تو ہیں اپنے سر کو بار بار ہے
اپنی بلا سے بوم رہے یا ہما رہے

بسی پی گپتا صاحب کہتے ہیں کہ یہ رپورٹ ہے یا
"آؤ پڑوسن لڑیں کا پیغام؟"۔
راجندر بابو کا قول ہے "تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو"
اینگلو انڈین اخباری کا قد مرف جو تڑپتے ہیں۔
غرض جتنے منہ ہیں اتنی باتیں ہیں۔ مایوسی کا سناٹا
ہر طرف چھایا ہے جس کا نقشہ ایک
عربی شاعر نے خوب کھینچا ہے ؎
لقد طفت فی تلک المعاهد کلها
و سیرت طرفی بین تلک المعالم
(ادھر گھومے ادھر پھرے خوب
چکر کر دیکھا۔ گوشے گوشے کا معائنہ
کیا) ؎
فلم ارالا واضعا کف حائر
علی ذقن او قارعا سن نادم
(دیکھا تو یہی دیکھا کہ کوئی تو ٹھوڑی پہ ہاتھ
پہ رکھے حق حیران بیٹھا ہے اور کوئی
مارے ندامت کے دانت
کٹکٹا رہا ہے)
ہم سے پوچھیے تو یہ سب کچھ
یونہیں سے ہیں۔ ہوا ہوا نا خاک
نہیں۔ پھر کیوں نہ زور سے چوتڑ
پیٹ کے "دو کاٹا" کہیں تھوڑی
دیر کے لیے غم غلط ہو جائے۔ مایوسی اور
ناامیدی انھیں کی جان لیتی ہے جو امیدوں کا
پوٹ ساتھ باندھے پھرتے ہیں۔ جو امید ہی نہیں
رکھتے وہ مایوس ہو کے خدائی رحمت سے دور
بھی نہیں ہوتے۔ یار و دمڑی کے دودھ میں
مکھی کے سوا ہاتھی پڑنے سے رہا۔ سہل بن ہارون
ایک بخیل آدمی تھے۔ جب تک بھوک سے
جان پہ نہ بن جاتی کھانے کا نام نہ لیتے۔ دیسی حال
حکومت کا بھی ہے وہ بھی جب تک چیخ پکار سے

پراگندہ دماغ نہیں ہو جاتی کچھ دینے دلانے کا نام
نہیں لیتی) دعبل خزاعی مشہور شاعر کہتا ہے کہ ایک
روز سہل نے غلام سے کہا۔
"ابے اب تو آنت کو آنت کھائے جاتی ہے۔
لا کچھ کھانے کو"۔ غلام نے ایک سر پہ وہ بھنا ہوا
مرغ حاضر کیا۔ سہل نے فوراً غلام کی ٹانگ لی۔
بتا جلدی اس کا دماغ (سر) کیا ہوا۔ اس نے
کہا "حضور میں نے پکا کے پھینک دیا"
حضور بہت جھلائے دانت پیس کے فرمایا۔ ابے

کھا جاؤں گا۔
غریب غلام نے عذر کیا کہ خداوند ہرگز یاد نہیں
کہاں پھینک دیا۔ آقا نے سر ہلا کے ڈانٹ بتائی
"کمبخت! خوب جانتا ہوں تو نے کہاں پھینکا۔
ابے تو نے اپنے پیٹ میں پھینکا ہے"۔ القصہ
تلاش سخت کے بعد بھی سر کا پتا نہ ملا۔
ایک مرغ سر بریدہ جو چل کے سے ایماندارں
کے سامنے قرطاس ابیض کے اسود کرنے والوں نے
رکھا تھا۔ اگرچہ پورا مرغ اُن کے لیے مخصوص ہے
مگر چونچ اور چھوٹا سا ٹکڑا اس کی
کھوپڑی کا جس کا پتا پارلیمنٹری رپورٹ
دیتی ہے کہ ہندوستان کی طرف
پھینکنے کا ارادہ ہے باعث نزاع
ہے۔ باغیان ہند کا قول ہے کہ
ہم "مفت کے درد گردہ" کا علاج
اس خوردہ بردہ جزو سے نہیں کرنا
چاہتے۔ یا ہیں نہ سے چونچ۔
انھیں "دو کاٹا" کی بانگ دینی چاہیے
(باقی آئندہ)

الغ تـصــرا

جوائنٹ پارلیمنٹری کا خلاصہ
نہ سے پہ بہ ہو دیسے بہن آر انداز
اور گکڑ دل کوں۔
مس میران بہن دورے سے فارغ
ہو کے یہ ملار گاتی اتری ہیں ؎
خدا کی قسم میں کرایہ نہ دوں گی
بنارسی مری کیوں ٹٹولی کہاسو
کیا معنی کہ پولیس نے تلاشی لی۔
ایک سخت اعتراض کا جواب گورنروں اور گورنر
جنرلوں کو جوائنٹ پارلیمنٹری رپورٹ نے ایسے دعاوی
کا مجاز بنایا ہے جن کی دلیل ضروری نہیں۔ بغیر دلیل کے
چلیں گے۔
جواب یہ ہے کہ پھر تم کون؟ تم بھی دعا مانگو کہ نیشنلسٹ ہے

مرغی والے میں تو اس کے ناخن پھینک دینے کا بھی
روادار نہیں چہ جائیکہ سر۔ تو نہیں جانتا کہ سر
تمام جسم کا بادشاہ ہے۔ اسی سے وہ بانگ دیتا ہے۔
اس کی آواز پر میں فدا ہوں۔ اسی کو لوگ تبرک
سمجھتے ہیں اسی میں آنکھیں ہیں جن کی تشبیہ
شراب سے دی جاتی ہے (شراب کعین الدیک)
اسی کا شوربا درد گردہ کے دفع میں اکسیر ہے۔
ہائے کیا کرکری ہڈیاں ہوتی ہیں جیسے بسکٹ۔
ابے جلدی ڈھونڈھ کے لا۔ ورنہ تیرا حبیب

"بعد اشاعت جوائنٹ پارلیمنٹری رپورٹ"

اودھ پنچ ۱۰
رجسٹرڈ نمبر اے ۸۳

REGISTERD No A 783
LUCKNOW
OUDHPUNCH
قیمت فی پرچہ
دو آنے
۱۹۳۲
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
دس روپیہ
اودھ پنچ
قیمت پیشگی اندرون ملک
سالانہ
ششماہی
سہ ماہی

جو ہم اپنی خاطر شکنی گوارا نہیں کر سکتے ... سے اختلاف
ذاتی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وی پی کے پیکٹ مرسلہ
واپس چٹھیاں چلی آتی ہیں ابھی آپ کے پرچے میں
ہوتا ہی کیا ہے۔ نہ سنی شیعہ کی گالم گلوچ ہے نہ ہندو
مسلمان کی دھر پکڑ۔ اسلام کی شان سے
محروم۔ اسلام کے نام سے ناآشنا۔ املا غلط۔
انشا غلط۔ طرز عبارت ایسا مہمل کہ مبتدا خبر میں تمیز
مشکل۔ موٹی موٹی فصیحتیں بھری ہوئی ہیں جن کا مطلب
آپ ہی جانتے ہوں گے۔ نہ فقرہ واہیات۔ لکھائی چھپائی
خرافات۔ بزدلی کا یہ عالم کہ سرکار کو مغلظات
گالیاں دیتے جان سوکھی جاتی ہے۔ خوشامد کا یہ
حال کہ لوگوں کی ادنی سخاوت پر قصیدے لکھے
جاتے ہیں۔ چار ورق کا حجم ہے وہ بھی حضرت ناصح
کا نصیحت نامہ۔ ہم کو نصیحت کرتے ہیں اور خود سر تا پا
فضیحت ہیں۔ بندۂ خدا تم نے سہارنپور کی لپاڈگی
میں قوم کا ساتھ نہیں دیا۔ آگرے کی دھینگا مشتی
میں کنائی کاٹ گئے۔ اجمیر میں پشت دکھائی۔
جزیرۃ العرب کے چندے میں زیادتی کی کوشش
نہ کی۔ بھلا کس منہ سے اخبار نویسی کا دعوے
کرتے ہو۔ اور ہاں یہ تو اب یاد آیا۔ تم وہی تو ہو
جس نے فلاں مرشد زادے صاحب کی ... کا افسانہ لکھا تھا۔ ڈھکے مولانا کی ترکشی میں روڑا
اٹکایا تھا۔ اے شخص تو ہی انصاف کر کہ یہ عوام
کی غلامی ہے یا اخبار نویسی۔ اگر ایک اخبار نویس اپنے
ملک کا خیر خواہ ہے اور ملک کی اصلاح کی صلاحیت
بھی رکھتا ہے تو اسے ہر معاملے کو عمیق نظر سے دیکھنا
لازم اور خالی الذہن اشخاص کو جو تعالی کے بلکہ
ہوتے ہیں زود کاری سے بچانا واجب ہے۔
تاکہ ان کے ذہن کی اصلاح ہو سود و زیان سے
واقف ہو جائیں اور بے سوچے سمجھے کسی غار
میں نہ پھاند پڑیں جن لوگوں نے اپنے قلم کو عوام
کی خواہش کا کوڑا یا غلام بنا لیا ہے ان کی ترقی بھی
جھٹ پٹے کی دھوپ اور ادھیڑ کی جوانی چلتی
پھرتی چھاؤں ہے۔ جب تک کشاکش اختلافات
کا زور رہے اس وقت تک مانگ پر مانگ ہے

ادھر شورشوں کا دڑ یا سوخت ہوا ادھر قلم میں
... آیا۔ اٹھتے آہ سے بیٹھتے فریاد۔ اگر تعلیم عام
ہوتی صحیح ... سمجھ کے پرکھنے کا مادہ عوام میں ہوتا تو یہ
پاپڑ بیلنے نہ پڑتے۔ اب بقول بھائی مٹھاں کے
"تیکس بستے پر مٹا پالی"
میں نے اخبار نویسی کو جانے دو مولوی بننے میں
کیا خرابی ہے تم کہتے ہو کہ عوام جاہل ہیں اور جاہل
فریبی کچھ زیادہ مشکل نہیں۔ اگر میں چاہوں تو مولوی
بن کے خاصی ترقی کر سکتا ہوں۔"

جواب:

گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو
از شما یک تن نہ شد اسرار جو

یا بایک من علم را دہ من عقل باید۔ عوام جاہل ہیں
مگر ایک عالم کا امتحان کرنا خوب جانتے ہیں۔
بناوٹ اور اصلیت کو فوراً تاڑ جاتے ہیں۔
بالفرض وہ جاہل اور بیوقوف ہیں لیکن تم اپنے
ہم پیشہ لوگوں سے بے خوف کیوں ہو۔ کیا تم سمجھے
ہو کہ جب دو فاعلوں کا ایک ہی فعل پر نرغہ ہو گا
تو ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی فکر نہ کرے گا
آج گلی گلی تو تگڑا باز موجود ہیں کوئی مسجد کوئی خانقاہ
کوئی مدرسہ ان سے خالی نہیں۔ امامت مسجد کے
لیے اس طرح لڑتے ہیں جیسے کوئی اپنے باپ
کی میراث پر لڑے۔ خانقاہوں کی صدارت پر
جھگڑتے ہیں جیسے مہر کی تعداد پر عرب کی بیوہ۔
آن کی آن میں فاسق بنا دینا کفر کی نسبت دینا
بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ نہ سنیوں نے سرمایہ جمع کیا
اور کسی مشن کی بنیاد ڈالی جس میں مولوی پرورش
پائیں نہ شیعوں نے ادھر توجہ کی ہے۔ مایۂ ترقی اگر
مُردوں کا عاقبتی جوڑا اور بے وقوفوں کی نذر و نیاز
ہے۔ اس تنگ چادر میں اتنی وسعت کہاں سے
آئی کہ ہر پیسے کا کان ہو جائے۔ "گھس گھس میرے
کان میں گھس"
الغرض صحبت خلائق عوام سے راضی ہوئے تو
آسمان پر چڑھا دیا ناراض ہوئے تو پتال کی جڑ
میں اٹھا پھینکا۔ اخبار نویسی اگر نادہند خریداروں

اور زبانی قدر شناسوں کی لت روندن سے
محفوظ رہے تو وہ بھی عوام کی زرخرید لونڈی کی
جیسی گی۔ مگر سسکتی ہوئی سے

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

رہی مولویت تو وہ حسد و رشک کا میدان ہے
جس میں کوئی دوڑنے والا اپنی ہار نہیں مانتا۔
اور در حقیقت ہر ایک گھوڑا اپاہج کرتا ہے بھلا
بتاؤ تو سہی ان صیغوں میں ترقی کی تعلیل کیونکر
ہو سکتی ہے۔
یہ جواب سن کے بندہ سن سے ہو گیا واقعی
معلوم ہوتا ہے کہ یہ متکلم غائب دنیا کے ہر ایک کام
میں دخل اور شرکت رکھتا ہے میں نے کہا بہتر
ہے یہ تینوں پیشے نہ سہی میں طبابت شروع کروں گا
واللہ یہ پیشہ عجیب و غریب ہے۔ جوہر کو عرض سے
وہی نسبت ہے جو جسم کو مرض سے۔ عرض کے بگاڑ
سے جوہر کا کچھ نہیں بگڑتا مگر مریض صاحب جسم کی
صورت ہر وقت بگاڑ سکتے ہیں اور جب مرض
کے ساتھ جسم کا جوہر اڑ جاتا ہے تو پھر شکایت
کا دڑ یا سوخت ہو جاتا ہے نہ قبر سے واپس آئیگا
نہ بدنامی کی بو پھیلائے گا کوئی زیادہ ساز و سامان
کی ضرورت نہیں شہرت و اشتہار کے معمولی
ٹھاٹھ درست کیے مطب کا کمرہ کھولا۔ کہاروں
کے اڈے پر پہنچے اور کہہ دیا دیا مہر اتم پانچ
چار ڈولیاں سویرے پردہ ڈال کے مطب میں
لے آیا کرو فی ڈولی چار آنے ملیں گے۔ ایک مہترانی
کے ہاتھ میں قارورہ تھما دیا اور ہدایت کر دی کہ
جب تک مطب برخاست نہ ہو برابر قارورے
کی ڈگڈگی بجایا کرے۔ اچھے بھلے مگر غریب بھائی بند
کو بلایا دو پیسہ روز مقرر کر دیے۔ ان کا کام صرف
کانکھنا کھانسنا کراہنا ہے آئیں گے لٹھیا ٹیکتے
آہ اوہ کرتے جائیں گے ہنستے کھلکھلاتے قہقہہ لگاتے
گویا مسیحا کی صورت دیکھ لی اب مرض کہاں۔ ہوٹلوں
کے خانساماں کی وساطت اور اپنی فیس نذر گزاری
کی سفارش سے ہم لوگوں اور صاحب بہادروں
میں در خور ہو جانا بڑی بات نہیں کسی رئیس کے

چلے والے اگر میسر آجائیں یا شامت گھیر لائے تو کسی نہ کسی طرح انکو صحت حاصل ہونی چاہیے۔ اگر زندگی میں صحت ہوگی تو سبحان اللہ ذریعہ کامیابی پختہ ہو کر مضبوط و مستحکم ہوگیا اور اگر مرگ نے شفائے عاجل عنایت فرمائی تب بھی مضائقہ نہیں۔ حضرت ؎

مرگ سے کس کو رستگاری ہے

واللہ ملک الموت سے اور مجھ سے اس مرنے والے نے سال بھر تک کشتی لڑوائی یہ غریب سال بھر پہلے ہی شفایاب ہو کے ہمیشہ منزل پہونچ گیا ہوتا۔ مگر میں نے نہ جانے دیا۔ کام کرتے رہنے سے کبھی نہ کبھی کسی بڑی بارگاہ تک رسائی ضرور ہو جائیگی۔ جوئندہ یابندہ۔ دنیا ہوس کا رہے اگرچہ نمو کے بعد وقوف وقوف کے بعد انحطاط انحطاط کے بعد پھر مرگ کے کوئی چوتھا درجہ انسانی عمر کا نہیں ہے تاہم خصوصاً ایک دولتمند کا جی مرنے کو نہیں چاہتا۔ اور مرنے کے ساتھ ہی بوڑھے ہونے پر بھی راضی نہیں ہمیشہ جوان رہنے کی طمع اگر باقی ہے۔ تو ابن جانب کا وجود ڈیوڑھی پر ضروری ہے۔ سانپ کی معجون بچھو کا مقطر۔ ہرنی کا گابھا۔ سنکھیا کا حلوا۔ شنگرف اور ہرتال کا کشتہ از یں قبیل ہر کچھ اس ہوس جوانی کو بڑھائے وہی کام کی چیز نوکر ہیں رئیس کے اور خدمتگزار ہیں سائیس کے۔ ہر ایک مصاحب منت گذار ہے باہر سے اندر تک ہر متنفس کی کمزوری کے شریک۔ چلیے چند روز میں طوطی بولنے لگا۔ پیدل سے اکار اگے سے تانگا تانگے سے ٹمٹم ٹمٹم سے لینڈو لینڈو سے موٹر کار۔ اب زمین پر قدم نہیں رکھتے آج ہمارے شہر میں ایسے کئی ایک جاہل موجود ہیں جنھوں نے خالی خولی ہاتھ پاؤں اور دماغ کے زور سے رئیس مریضوں کے گھر پر مہینوں چکر لگا کر ترقی فرمائی ہے۔ ہم بھی عقل رکھتے ہیں ترقی کے ذرائع بھی معلوم ہیں ہم یہی چلن اختیار کریں تو کیا ہم ترقی نہیں کر سکتے؟۔

جواب "میاں بے وقوف چپ رہو" "تم ترقی نہیں کر سکتے"

میں "کیوں"

جواب "اس قدیم فن کو خود اہل فن نے ایسا گرا دیا ہے کہ اٹھنا محال ہے ایک زمانے سے کمال کی جگہ نقصان نے حاصل کر لی ہے بے محنتی کے باعث انحطاط ہوتے ہوتے اب ذی کمال فرد پیدا ہونے موقوف ہوگئے جیسے کتاب اوٹ آف پرنٹ ہو کے کمیاب ہو جاتی ہے۔ قدر کمال تو دنیا میں موجود ہے مگر کامل کی بے نیازی کا مقتضی یہ نہیں ہے کہ ہر جو کھٹ پر قسمت جبیں سائی کرے یا دوکانداری کے کرتبوں سے آسمان میں تھگلی لگائے۔ بس ہر جگہ ناقصوں کی فراوانی ہے اور ناقصوں کے شاگرد ناقص تر نکلتے چلے آتے ہیں۔ صرف چند مجربات پر کمال کی زندگی قائم ہے۔ مجربات ہمیشہ سینے کے صندوق میں بند رہتے ہیں اور پھر قبر کے سینے میں بند ہو جاتے ہیں تمھارے قبضہ میں مجربات نہیں ہیں لہذا ظاہری ٹیم ٹام یا دکانداری سے تم فائدہ نہیں اٹھا سکتے"

اے میرے اللہ کس بدفال سے سابقہ پڑا ہے جو بات اپنے لیے تجویز کرتا ہوں اسی میں نچ نکالتا ہے خدا اس سے سمجھے۔

میں "خیر میاں یہ تو بتاؤ اگر کسی امیر کی مصاحبت کروں تو ترقی ہوگی؟ مصاحبت کے تمام شرائط میری ذات میں مکمل ہیں۔ شاعر بھی ہوں خوشامدی بھی ہوں۔ مزاح گوئی میں بڑا کمال ہے"

جواب "یہ سب کچھ ہے مگر تم ترقی نہیں کر سکتے"

میں "کیوں"

جواب "بھلے مانس امیروں کی مصاحبت ان کمالات پر موقوف نہیں ہے اب اس میں اور بھی شرطیں لگی ہوئی ہیں۔ رنڈی بازی بھی جزو لاینفک ہے آج ایسے امیر دنیا میں عنقا ہیں جو ایک غریب کی قدر اس کے ذاتی کمالات پر کرتے ہوں۔ خالی خوشامدی ہونے سے کام نہیں چلتا کیا دمی ہو مکار بھی ہو ملمع ساز بھی ہو ناشکرا بھی ہو۔ بے حیا بھی ہو۔ پرلے سرے کا بے ایمان ہو۔ بردباری میں ایسے ہو۔ جوانی میں اد میڑ ہو۔ تمھاری یہ حالت ہے کہ میں نے کہا "تم ترقی نہیں کر سکتے" تم نے لاکھوں صلواتیں سنا دیں۔ عزیز من یہ وہ پیشہ ہے جس میں رنڈیوں اور بھڑوں کی جوتیاں کھانی پڑتی ہیں۔ سیکڑوں رئیس اور ان کے مصاحب اس وقت میری نگاہوں کے نیچے پھر رہے ہیں وہ دیکھو راجہ ٹیا پھوس نگر ہیں ان کے تمام مصاحب رنڈی باز ہیں۔ کیوں۔ اس لیے کہ راجہ صاحب رنڈی باز ہیں۔ آپ کی نکیل اس وقت زنان بازاری کے ہاتھوں میں ہے۔ جن لوگوں کا سامنے کھڑا ہونا مدبرین کو ناگوار ہے وہ آپ کے دسترخوان کی زینت آپ کی محفل کی رونق۔ آپ کے ہم پیالہ ہم نوالہ ہیں۔ آپ نے اپنے بعض غریب بھائیوں کو حرامی قرار دے کے ایسا نکال باہر کیا کہ سڑک پر جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں۔ مگر دھاڑیوں۔ گوئیوں۔ بھڑوؤں کی پرورش کا ٹھیکا خاص درخواست لکھکے انجانب لعنی شیطان کی درگاہ سے حاصل کیا ہے۔

نعوذ باللہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ کمبخت شیطان مجھکو کچھ بھی کرنے نہ دے گا۔ حالانکہ مجھ سے زیادہ غصہ ور بھلے مصاحب رئیسوں کی صحبت میں موجود ہیں لیکن یہ مردود مجھ سے کہتا ہے کہ ایسی صحبتوں میں تمھارا گزر نہیں ہو سکتا۔ مثلاً راجہ ٹیا پھوس نگر ہیں مانا کہ وہ رنڈی باز ہیں علاقہ خاصہ لگ چکا ہے بال بال قرضے میں بندھا ہے مگر ہاتھی لاکھ لٹے گا پھر بھی سوا لاکھ ٹکے کا۔ رہیں رنڈیوں کی جوتیاں تو کیسے ہوتی ہیں۔

آواز "تم ترقی نہیں کر سکتے"

میں "دیکھ تو نے کہا تھا کہ جو شخص بھلا ہو وہ مصاحبت کے مصرف کا نہیں۔ حالانکہ مرزا جھینڈا نہایت آتش مزاج ہیں۔ راجہ ٹیا پھوس نے کہا۔

بھئی آج جھینڈے کھانے کو جی چاہتا ہے

مضامین

(مورخہ ۵۔ دسمبر ۱۹۳۷ء)

ٹرائے رجال نمبر

ہوٹل کی میز کے بیچ۔ میاں پنچ۔ چلو میو لو۔ شاد رہو۔ خدا تم کو تعصب کی باد سموم سے بچائے اور پبلک کا تمہارے حسن باطنی کی طرف رجحان بڑھائے۔

حسن کی کرشمہ سازیاں محتاج بیان نہیں۔ اس دیوی نے بڑے بڑے اولوالعزم اور جابر بادشاہوں کو اپنی چشم و ابرو کے اشارہ پر تگنی کا ناچ نچا کے سر لیچو دکرا دیا۔ سیکڑوں مغرور اور خود سر انسانوں کو اپنے صنم خانے کی چوکھٹ پر ناک رگڑوا رگڑوا کے نکتا بنا دیا۔ ہزاروں نوجوانوں نے اس دیوی کے قدموں پر اپنی جان بھینٹ چڑھائی اور لاکھوں بڈھوں نے اپنے بڑھاپے میں جنس کے اس کے پیچھے عقل گنوائی۔ ابھی تک تو یہ معشوقہ حسن یکتائے زمانہ تھی مگر موجودہ ترقی معکوس کے دور میں اس غارت گر عقل و ہوش کا ایک رقیب بھی پیدا ہو گیا۔ اور وہ بی ممبری خانم ہیں جن کے نخرے غمزے کسی حسینہ سے کم نہیں۔ سیکڑوں گھر اس کوچے میں آکے ویران ہو گئے۔ ہزاروں نے اپنی پونجی اس بت ہرجائی پر نثار کر دی مگر یہ بے وفا کسی ایک کی ہو کے نہ رہی کبھی اس کے پہلو میں ہے تو کبھی اس کے آغوش میں۔ اکثر عالیشان بنگلوں کے رہنے والے ڈمنع جن کے طالب دیدار عشاق دبی آواز سے قریب در آکے اپنی لجاجت بھری آواز سے "ای دی ..." کی صدا لگاتے اور نہایت کج ادائی سے ... ہمیں ... سے ... تا ... بیچ ... کے

گھسیٹ کر لائی جاتی ہیں ہر کس و ناکس کے در کی خاک چھانتے اور ووٹ کی بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔ میاں پنچ تم نے دیکھا کہ کون کون اس کے آگے جھک گئے اور کیسے کیسے مشرقوں نے اس کے عشاق کے حلقے میں اپنا پہلو اٹکا دیکھا۔ ہاں اگر بن آئی تو بعض ہم کے بندے۔ نیم ملا خطرۂ ایمان والوں کی جو مکاری کا چوغہ زیب تن کیے۔ ریاکاری کی پگڑیا سر پر دھرے بی ممبری خانم کے ساتھ بغیر ایجاب اپنے پلو کا صیغۂ عقد نکاح پڑھانے پیش پیش نظر آتے تھے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ سرگرداں و پریشان حال طالبان ووٹ کی طرح ہم بھی دن بھر کے تھکے ماندے رات گھوڑے بیچ کر سو رہے اور خوب گہری نیند سوئے۔ علی الصباح آنکھ کھلی۔ سردی کافی تھی۔ ہاتھ پیر ناکامیاب امیدوار کے دل کی طرح سرد پڑ کے ٹھٹھرے جاتے تھے لہٰذا اینجانب لحاف میں دبکے دماغ کے میدان میں خیال کا ٹٹو دوڑانے لگے اور غور کرنے لگے کہ انتخابات کے میدان مقابلہ میں اگر فلاں عربی گھوڑا جس سے قوم کی امیدیں اب بھی بہت کچھ وابستہ ہیں پیچھے رہ گیا تو ہماری قوم کا اونٹ کس کل بیٹھے گا۔ ابھی اسی خیالی گھوڑ دوڑ کو عقل اور تجربہ کی دوربین سے دیکھ رہے تھے کہ یکایک کان میں آواز آئی "سخی حبیب اللہ۔ سخی کے نزدیک اللہ۔ جو ہمارے گدھے کو ووٹ دے وہ ولی اللہ" یہ نرالی صدا سنی تو کان کھڑے ہوئے۔ دولتی مار کے لحاف پھینکا اور بغلوں میں ہاتھ دبائے شیا سے باہر نکل آئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ...... کے جنٹلمین ریش و ابرو کا صفایا کیے ایک گدھے پر سوار بجائے چمڑے کی لگام کے کسی راجہ کے تھیلے کی طناب دہانے میں باندھے اینجانب کے دروازے پر دھرے ہوئے ہیں۔ ان جنٹلمین کے پیچھے ایک بزرگ صورت شیطان سیرت مع ریش نش و دستار فضیلت جنٹلمین صاحب کی پیٹھ سے پیٹھ ملائے توام بنے گدھے کی دم کی طرف منہ کیے بار خر بنے ہوئے ہیں۔ اینجانب نے پہچانتے ہی ہدیۂ سلام پیش کیا۔ اور پوچھا کہ حضور ایسے تاوقت اس غریب خانے پر قدم رنجہ فرمانے کا سبب کیا ہے۔ مولانا صاحب تو عمل تسخیر میں مصروف رہے مگر جنٹلمین صاحب نے جواب دیا کہ بھئی سیاست کی دوڑ میں ابکی ہم نے اپنے گدھے پر بازی لگائی ہے تم بھی ہمارا ہاتھ بٹاؤ۔ عقل و مذہب دونوں ہمارے ساتھ ہیں۔ بایں معنی کہ یہ ہم ہمارے بھائی ہیں پیروان حضرت عیسیٰ کی اور تم جانتے ہو کہ حضرت عیسیٰ کو گدھے کی سواری مرغوب تھی۔ لہٰذا پیروان حضرت عیسیٰ کی انجمن میں ہم کو بھی خر عیسیٰ کا ہم جنس سمجھنا چاہیے۔ یہاں پراق نبوی کا کیا کام۔ ہم تم مسلمان ہیں اور حضرت عیسیٰ کو پیغمبر مانتے ہیں بس اُن کی پیروی و تاسی عین سنت ہے۔ لہٰذا مذہب اور سیاست دونوں ہمارے ساتھ ہیں۔ اگر اب بھی شک ہو تو ہمارے پیر و مرشد سے جو ہمارے پیچھے بیٹھے ہیں استفسار کر لو۔ اور جو یہ فتویٰ دیں اس پر عمل کرو۔ ہم نے عرض کی کہ مائی ڈیر سر! سیاست کو مذہب میں داخل کرنا چہ معنی؟ انصاف کیجیے کہ جب دوسری قوموں کی طرف سے کاٹھیاواری تازی۔ پنجابی اور دوسرے اچھے اچھے کھیتوں کے گھوڑے اس دوڑ میں شامل ہو رہے ہیں تو آپ کا یہ گدھا کس شمار و قطار میں ہوگا۔ اور اُن کے مقابلے میں کیا دوڑ سکے گا۔ تعجب ہے کہ آپ ایک عربی النسل گھوڑے کے مقابلے میں اس گدھے کو پیش کرتے ہیں اور وہ بھی اس عقیدے کے ساتھ کہ یہ خر لے دُم بازی بھی لے جائے گا۔ اینجانب کی اس پر زور تقریر کو سن کر جنٹلمین صاحب جھینپے اور کچھ دیر تک ہوں ہاں کرتے رہے پھر جواب دیا کہ میاں صاحبزادے تم کہتے تو ٹھیک ہو کہ گھوڑا گھوڑا ہے اور گدھا لاکھ تیز ہو مگر پھر بھی گدھا ہے لیکن یقین کر لو کہ یہ گدھا

ان گدھوں میں نہیں ہے جو اپنی ٹانگوں سے چلتے ہیں۔ یہ گدھا تو ہمارے پیرو مرشد کی دعا کی برکت ہمیشہ نسیم سحری کی پشت پر سوار ہی گا مزن رہتا ہے جس کی گرد کو گھوڑے کا کیا ذکر ہے ہوائی جہاز تک نہیں پا سکتا۔ علاوہ اس کے تم جانتے ہو کہ آجکل ملکی اور غیر ملکی کا قضیۂ نامرضیہ ہر چہار طرف چھڑا ہوا ہے۔ گھوڑا ٹھہرا عربی النسل۔ ہم ہیں ہندی اور ہمارا گدھا بھی اسی کھیت کی پیداوار ہے۔ لہٰذا ہم کو اپنے اس خانہ زاد کا پاس کر کے اس عربی گھوڑے پر ترجیح دینا لازمی ہے۔

جنٹلمین صاحب کے ان بے سنگے دلائل سے بجائے تسکین قلب ہونے کے انجناب کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ انجناب نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے جواب دیا کہ بندہ تو اپنی رائے عربی گھوڑے کے لیے محفوظ رکھے گا۔ یہ سننا تھا کہ مولانا خبیث الدین کو تاب ضبط نہ رہی۔ نعل در آتش ہو گئے۔ گدھے جیسے شل ہو نہ جست کی اور نیچے آ کے جو غریب پر کفر کے فتوے کا کوڑا رسید کر دیا۔ بندے نے اس کو جن انسان سے بچنے کے لیے گھر کے اندر بھاگ کے پناہ لی اور دروازے کی کنجی بند کر کے لاحول پڑھنا شروع کر دی۔

ممبروں کا انتخاب ہوا۔ اور میدان انتخاب میں گھوڑوں کے مقابلے کے لیے اکا دکا گدھے۔ بکرے اور دنبے دوڑائے گئے۔ لیکن ستم ظریفی دیکھیے کہ بچارے گھوڑوں کی دم میں تعصب و کینہ اور بیدینی کے فتووں کا پلندہ یا اژگر ا باندھ دیا گیا۔ اب بچارے گھوڑے دوڑیں تو کیونکر دوڑیں۔ آخر کار نتیجہ وہی ہوا جو دوربین نگاہیں پہلے سے تاڑے ہوئے تھیں۔ لیجیے ؎

اسپ تازی شدہ مجروح بہ زیر پالان
طوق زرین ہمہ در گردن خر می بینم

بھیا پنچ! ذرا غور تو کرو کہ دنیا کی متمدن قومیں اپنا نمائندہ انجمنوں میں ایسا منتخب کر کے بھیجتی ہیں جو بہترین دماغ رکھتا ہو۔ تجربہ کار ہو۔ جس مقصد کے لیے جائے اس کا اہل ہو تاکہ اپنی قوم کی صحیح ترجمانی اور حقوق کی نگہبانی کر سکے۔ لیکن وہ اسے بدحال اس قوم کے جسکا دماغ گول میز کانفرنس کی طرح گول ہو یعنی عقل چکر گھنی اور جسم جیسا شب برات کے پٹاخے سے انار کی طرح سرد ہو۔ ایسی قوم سے یہ کب امید کی جا سکتی ہے کہ وہ بجز نااہل کے کسی اہل کو منتخب کرے گی۔ اس کو اس سے کیا غرض کہ میدان سیاست کی دوڑ میں گھوڑا بھیجنا چاہیے یا گدھا۔ ہر قوم کی حالت اس کے نمائندے سے پہچانی جاتی ہے۔ جس قوم کا نمائندہ نالائق ہو۔ خود ناشخص ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ قوم کی قوم نااہل ہے اور مردہ قوموں میں شمار کیے جانے کے قابل۔ مولانا پنچ! اس موقعے پر ایک قصہ یاد آ گیا جو لگے ہاتھوں سن لو۔ دلچسپی سے خالی نہیں۔

ایک تھے شیخ جی کرسی شریف کے رہنے والے۔ گھر سے کسی قدر خوشحال مگر عقل سے بے نیاز۔ اللہ کا دیا ہوا ایک لڑکا تھا جو ان کے گھرانے کا چشم و چراغ تھا۔ لیکن نور چشم عقل کے کورے۔ خو بیدم۔ نرے کاٹھ کے الو تھے۔ صاحبزادے اللہ آمین کر کے پلے اور خدا خدا کر کے جوان ہوئے۔ ماں باپ کو بہو بیاہ لانے اور اپنے لخت جگر کے گھر بسانے کی سوجھی۔ بمشکل تمام جوڑا ملا۔ شادی ہوئی۔ چوتھی کی رسم کے لیے دولہا بنے سسرال جانے لگے۔ اماں جان تھیں کسی قدر زیرک۔ کرسی کی ہوا کا اثر کم قبول کیا تھا۔ اپنے صاحبزادے کے کرتوت سے واقف تھیں۔ لڑکے کو سمجھانے لگیں کہ بیٹا جب سسرال پہونچنا تو بڑوں کو جھک کے سلام کرنا۔ مزاج پوچھنا۔ بڑوں کی صحبت میں بیٹھنا تو فرش کے آخری حصے پر اور چھوٹوں یا اپنے ہم چشموں میں بیٹھنا تو اونچی جگہ دیکھ کے۔ نرم زبان سے میٹھی بولی میں بات کرنا۔ صاحبزادے سلجھنے اپنی اماں جان کی نصیحتوں کو خوب رٹنا اور اپنے حافظے کی دم میں باندھ لیا۔ سسرال گئے۔ سسرے صاحب اپنے احباب کے ساتھ گاؤ تکیہ لگائے فرش قالین پر فرش سے بیٹھے تھے دولہا نے جاتے ہی فرش سلام کیا۔ سسرے نے دعائیں دیں۔ بیٹھنے کو کہا۔ صاحبزادے طبیعت یاد ہو کے اپنی اماں جان کی نصیحت کا لحاظ و پاس کر کے لب فرش جوتوں پر بیٹھ گئے۔ سسرے سمجھے کہ داماد کا دماغ کرسی کی آب و ہوا کے اثر سے ماؤف ہے۔ خدمتگار کو اشارہ کیا کہ دولہا میاں کو اندر پہونچا دو۔ نادان پنڈا اکھڑ گیا۔ ساس کے آگے مجرا کیا۔ ساس نے گلے لگایا۔ بلائیں لیں۔ سمدھیانے کی خیریت پوچھی۔ صاحبزادے کو اپنی اماں جان کی نصیحت یاد آئی سوچے کہ روئی سے بڑھ کے نرم اور مٹھائی سے زیادہ شیریں اور کون چیز ہو سکتی ہے۔ ساس کو جواب دیا "جی۔ روئی۔ لڈو۔ پیڑا برفی"۔ ساس نے جو داماد کی عقل کی چاشنی دیکھی تو تاڑ گئیں کہ داماد کے دماغ کا قوام ہی ڈھیلا ہے۔ دل مسوس کے جیسے لڈو کی طرح کیس گیا۔ ٹھنڈی

سمن بغرض قرارداد امور تنقیح طلب

مقدمہ دیوانی نمبر ۷۷ سنہ ۱۹۳۴ء

عدالت جناب منصف صاحب بہادر منفی پور مقام اناؤ۔

بابو نند کشور ولد بابو مرلیدھر قوم کھتری ساکن قصبہ اناؤ۔ مدعی

بنام

جگناتھ سنگھ وغیرہ مدعا علیہم

بنام سورج پرشاد و شیو دولارے پسران گوکل پرشاد قوم برہمن ساکن موضع عبداللہ پور پرگنہ ملیپور ریاستی ضلع اناؤ مدعا علیہم ۱۹۲۱ء واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت مبلغ ۱۸۳۷/۵/ کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۱ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے بہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جو دستاویزات کہ جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر روز مذکور پر تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۴۔ ۱۰ نومبر سنہ ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تنبیہ منجانب۔ تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بیان تحریری تا تاریخ ۱۱ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۴ء تک داخل کرو۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بحروف انگریزی

ساس بہاری اور خاموشی سے اپنی بچی کی آیندہ زندگی پر غور کرنے لگیں۔ دولہا میاں اپنی دھن میں تھے مرغ خانہ میں مرغیوں کا تماشا رکھا تھا۔ مہمانوں کے چھوٹے چھوٹے بچے کھیل رہے تھے۔ نادان بزرگ سے نے ادھر اُدھر نظر دوڑائی اور جھٹ سے ٹلیے پر جاکے بیٹھ گئے۔

اب بیچاری غم کی ماری ساس کو تاب ضبط نہ رہی۔ اپنے تو اتو پر دو ہتڑ مارا اور زمین پر گرکے رونے لگیں کہ ہائے میری بچی کی قسمت پھوٹ گئی۔ کن بیوانوں کے پالے میری نازوں کی پالی پڑگئی۔ ہائے اللہ اس سڑی سودائی کے ساتھ کیونکر نباہ ہوگا۔

قصہ ختم ہوا۔ یہی حال ہم مسلمانوں کے بعض نمایندوں کا ہے۔ اگر نادان بزرگوں کی انتخابی سسرال میں یہی ہوگی تو اللہ ہی حافظ ہے۔ المختصر ہماری قوم کی حالت اظہر من الشمس ہے۔ خدا رحم کرے۔ والسّلام۔

راقم ———

کسی کا طوطی ہر سو بولتا ہے
یہاں اڈے پہ مٹھو بولتا ہے
نسیم صبح کی ہے سرسراہٹ
کہ اپنے عبث میں بجّو بولتا ہے
وہ مجلس میں نہیں دے سکتے لکچر
مگر ہاں اُن کا بچھو بولتا ہے
سمجھ لیجیے کہ وہ کرتا ہے تقریر
گدھا جب گھونچو گھونچو بولتا ہے
ہے مجلس واضع آئین کی جس میں
مسلمانوں کا اُلّو بولتا ہے

مفت

ایک کمپیٹ تاریخی ناول اُن احباب کی خدمت میں مفت بھیجا جائیگا جو کہ اپنے علاقے کے دو پڑھے لکھے علم و ادب سے شغف رکھنے والے صاحبان کے نام مع مکمل پتے کے ارسال فرمائینگے ناول جنگ تاتم یونان کے متعلق ہے جس میں ترکوں کی شجاعت و شہامت کی داستان بسر موسوی شائع در ماتو کے سرپرست یا رعن و عشق کی نمود گو ترداستان نہایت مفید پیرایہ میں بیان کی گئی ہے حجم تقریباً ۱۶۰ صفحات محصول ڈاک کیلیے ھ پیسے کے ٹکٹ آنے چاہییں۔ (منیجر)

جاودتر اسلیمی بنام منیجر مطبع شان اسلامیہ اکھانہ کلیدگی جلد منگا لیجیے

مغرز خاتون

پیغام سرحد کے دفتر سے یہ رسالہ جس کے مندرجات خود نام ہی سے فی الجملہ منکشف ہو جاتے ہیں شائع ہوا ہے یہ مختصر کتاب چند سرخیوں پر منقسم اور ہر سرخی کے نیچے مفید مطلب باتیں شیخ محمد ایوب صاحب عاطر نگینوی مؤلف نے تحریر فرمائی ہیں۔

(۱) عورت کا لڑکپن۔ اس میں توجہ کے قابل یہ بات ہے کہ جس کسی کے یہاں شامت اعمال کا جیتا جاگتا نتیجہ بصورت تر پیدا ہوتا ہے وہ بیا بجاتا ہے اور بصورت مادہ حلوہ گر ہوتا ہے تو ناک بھوں چڑھاتا ہے۔ غالباً یہی کشیدگی لڑکی سے بے پروائی کرنے کی موجب ہوتی ہے۔

بات معقول اور صحیح ہے مگر وجہ کی محتاج — ہندوستانی رسموں کی پابندی اور ہندوانی غیرت پرکار بند ہونا ایک آفت ہے۔ بیچارہ لڑکی کا باپ ان رسموں کے ڈر سے لرزہ جائے تو اُس کے انسان ہونے میں کلام ہے۔

وہ جو ان رسموں کی پابندی نہیں کرتے بُری نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اُنھیں اپنے لیے نئے زمین نئے آسمان۔ نئے عزیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ انگلیاں اُٹھنے لگتی ہیں۔ زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ برخلاف اس کے وہ سرزمین جس پر اسلام نے جنم لیا "مُنات" (لڑکیاں جننے والی) ہونے کے باوجود لڑکیوں کی پیدا وار سے خوش ہوتی ہے۔ کیوں؟ مہر کی بھلی چنگی رقم ملے گی۔ قرض ادا ہو جائیگا اچھے گھر میں جائے گی۔ کنبہ ترقی کرے گا۔ نہ بن پڑنے پر طلاق۔ اور طلاق کے بعد دوسرے نکاح کا مہر۔ ایک شوہر کے نسل کی بانی پھر دوسرے کی پھر تیسرے کی۔ صلۂ رحم کا لڈو راہو تک پہونچتا چلا جاتا ہے۔ قبل از اسلام یہ حالت نہ تھی۔ لڑکی ہوئی اور گلا گھونٹ دیا گیا۔ ہندوستانی مسلمانوں نے اپنا چلن بدلا۔ تو پھر ماذا بعد الحق الا الضلال (حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے؟)

(۳) عورت اور تعلیم۔ اس عنوان کے ماتحت نسوانی تعلیم کی ضرورت بیان کی گئی ہے مگر اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم مؤلف صاحب کو پسند نہیں بیچ پر نتیجہ دیکھتے ہوئے تو ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن یہ ایک آرزو ہے جو پوری کبھی نہ ہوگی۔ کیا عجب کہ استقبال کے لوگ دس برس کے اندر خدا انھیں سدھاریں گے اختیار کی باگ حال کی پود کے ہاتھ چلی جائے گی۔ ایک ہی میدان میں صاحبزادے اور صاحبزادیاں ڈنڑ پیلیں گی۔

(۴) عورت کا عہد شباب۔ یہ ایک نہایت کٹھن سرخی ہے۔ مؤلف صاحب کا خیال ہے کہ ہر ایک طالب اپنے مطلوب کو انتخاب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے مگر ہندوستانی عورت ایسا نہیں کرسکتی اُسے چاہیے کہ سہیلیوں کے ذریعے سے والدین تک اپنے پسند کا حال پہونچا دے۔ بعض لڑکیاں شوخ ہوتی ہیں اور اماں باوا کی ناک کٹوا دیتی ہیں۔ والدین بھی عجب قسم کے ہیں کہ وہ اس شرعی آزادی پر مرکہ جبیں ہوتے ہیں۔

اعتراض صحیح ہے مگر یہ خود بخود آگے چل کے مرتفع ہو جائے گا ابھی زمانے کی حالت دیکھیے۔ کوئی بات عام ہوئی اور جھجک مٹی۔

(۵) والدین پر لڑکی کے فرائض۔ اس میں ایک ایسی شادی کا تذکرہ ہے جو محض تموّل کی بنا پر ہوئی۔ دولھا صاحب مالدار۔ دلھن بی بی قلاش آخر لڑکی بیچاری دق کی بیماری میں مبتلا ہوئی۔ ایک دردناک خط اپنے دولھا کو لکھا۔

"شادی مرگ" ایک اصطلاح ہے یعنی افراط مسرت کے باعث مرجانا۔ ہمارے نزدیک اب اسکا محل استعمال بدل دینا چاہیے یہ ایسی جگہ مستعمل ہو جہاں شادی (ازدواج) دو میں سے کسی کی موت کا سبب ہو جائے۔

(۶) عورت کی شرم وحیا۔ اس باب میں کافی نصائح ہیں مگر وہی پرانے ڈھرانے۔ دقیانوسی۔ ان نصیحتوں کے سننے کے واسطے جو کان بنے تھے وہ اب نہیں رہے۔

(۸) عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ تعلق مؤلف صاحب

فرماتے ہیں کہ عورت کبھی بھی شوہر کو اپنے سے برافروختہ نہ ہونے دے۔ و بالعکس۔

اس نصیحت کے ہیٹ سے اہم سوال ہوتا ہے کہ کیا تعلیم کے بعد بھی نصیحت؟ یا یہ معنی کہ حال کی تعلیم ہی نہیں لفاظی بھی بی گمر بسی جان کو ذکی الحس اور نازک دماغ بناتی چلی جاتی ہے۔ تعلیم قانونی حقوق میں تنگ طبعی پیدا کرنے کو آمادہ کرتی ہے اور افسانہ نگاری سوئی برابر مصیبت کو لمبا لا بنا کے دکھاتی۔ ہر بات پر تسوے بہانے کا سبق دیتی شوہر صاحب کو زر خرید غلام۔ ناز بردار مزدور بلکہ بیٹر و اسطر کرنا چاہتی ہے۔ شباب کے لوازم پر عیشت کے لوازم بسر اوقات کے اسباب کو قربان کرنے کے درپے ہیں ایک شوہر کو بچھین اور بی بی کو کسی کے برتاؤ سکھاتی ہے۔ جانی پیاری۔ بوسہ مدا حسن یہ سب ابواب ہیں جو بی بی کے سبق میں اسنے داخل کیے ہیں۔ اندریں صورت یہ نصیحت کون قبول کرے گا!۔

(۹) عورت کا تعلق سسرال سے۔ اس فصل میں پرانی بہو بیٹیوں کے واسطے قابل قبول باتیں ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب کہ ہر عورت ان باتوں کو کان لگا کے سنتی اور ان پر عمل بھی کرتی تھی۔ مؤلف صاحب کہتے ہیں "بہو پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی ساس کو بالکل اپنی ماں سمجھے اور دل وجان سے اُس کی خدمت کرے"۔

اب ناول نویسوں نے جن کی تحریریں ہر گھر میں موجود ہیں یہ بتایا ہے کہ ساس اور سسرے کی اطاعت نہ قرآن میں فرض ہے نہ حدیث میں۔ لہذا ساس سسر کا وہ طنطنہ وہ دبا ؤ وہ ڈونترا اب ڈھے گیا۔ انگریزی تعلیم نے ساس یا سسرے کو عظمت کا کوئی جزو حصّہ نہیں رکھا۔ وہ زمانہ اب نہیں کہ بہو یہ مثل کہے "ساس تو مر گئیں مگر و یدے پیچھے چھوڑ گئیں"۔

بہرکیف یہ کتاب ضرور بہو بیٹیوں کے پڑھنے کے قابل ہے۔ ان پر عمل کرنے والی لڑکیاں ہر مصیبت کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ بشرطیکہ نئی ہوا اُن کے دامن کو آندھی کی جھونک نہ بنا دے۔ تین آنے کے ٹکٹ بھیج کر دفتر پیغام سرحد، ہر یپور ہزارہ سے طلب کیجیے۔

غمزۂ ادب اشکار

کاغذ کی سرزمین پر قلم کا ہل چلانا مردوں ہی کو مرغوب نہیں۔ اب تو خدا کے فضل سے تعلیم نسواں ترقی پر ہے اور جس طرح اسکولی تعلیم سے فراغت پانے (یا نہ پانے) کے بعد ہر مرد از خود ادیبی مُراد بن بیٹھا۔ مُراد ادبی وہ جسے ضرورت اس نازک فن کی باریکیوں پر مطلع ہونے کی ہرگز نہیں ہوتی۔ اسی طرح ادھوری تعلیم کے بعد طبقۂ نسواں بھی کشت نظم و نثر پر آزادی قلمہ رانی کا اہل ہو رہا ہے۔ صاحبان جرائد و مجلات اِس کی نظم و نثر کو پیارے دُلارے بچے کی طرح اشتر آمین کرکے گودیوں میں کھلاتے اور ایسے ہی شیار رضعہ کی صحیح نجابت کو مایۂ افتخار سمجھتے ہیں مطلب اس سے نہیں کہ ایسے سقیم یا از کار رفتہ مال سے پرچہ کباڑیے کی دُکان بن جائے گا۔ یہ خیال ہی کیونکر آسکتا ہے! کیا معنی کہ الجمیل بخرج من الجمیل۔ حالانکہ بری چیز کی آؤ بھگت ہی بگاڑ اور خرابی کی علت تام ہے۔

ہمارے سامنے اس وقت کئی ایک اہل قلم خواتین کے زاد ہائے طبع موجود ہیں۔ اُن کی خامیاں دیکھنے کے بعد یقین ہوتا ہے کہ زبان اب اُردو نہ بان ہونے کے بعد بھی قلع ہونے کی اہلیت حاصل کرتی جاتی ہے۔ ارادہ ہے کہ "غمزۂ ادب اشکار" کے زیر عنوان ایک مستقل اور مسلسل مضمون لکھیں بشرطیکہ یہ

سُن کے آواز مرے رونے کی جھنجلا کے کہا
یا الٰہی اس موئی کا لے کو موت آئے بلا سے جائے

کی دعا در اجابت میں دراتہ گھس نہ جائے اور ہم پر کوئی مصیبت نہ لائے۔

ایک صاحبہ کو فارسی میں نظم لکھنے کا شوق ہوا اور انھوں نے اڈیٹر صاحب کی خدمت میں ایک دعائیہ نظم روانہ فرمائی۔ بھلا اڈیٹر صاحب کا ہر دت کیونکر گوارا کرتی کہ اپنی مدح یا اپنے رسوخ کی نمائش سے منہ موڑ لے۔ یا محترمہ سے گزارش کرتے کہ براہِ مآل اندیشی کسی اُستاد سے رجوع فرمالیے اور جب آپ کے رشحات قلم اس قابل ہو جائیں کہ اس نحیف زمین

کا بیاری کو سکیں تو ہم بھی تعمیل ارشاد میں دریغ نہ کریں گے۔ اس نظم میں جتنے ہنسانے کا پورا ساماں جمع ہے۔

یارب بہ ایں زمانہ ہتو یادگار ماند
بر گنبد سپہر بسے پائیدار ماند

ہر وقت عندلیب کند نغمہ در چمن
ہر دم بہ گلستاں تو نسیم بہار ماند

توصیف صدر زبان خلائق ہمہ کشد
چنداں ملاطفت بجہاں آشکار ماند

افزوں ازیں خدائے تعالیٰ کند ترا
بر راستی طریق بسا روزگار ماند

پس ایں مجاہد از تو بیاید مدام زیب
رخشندہ عز و تو ہمہ پائیدار ماند

پس ایں مجاہد از تو بہ ہر گز تہی مباد
ایں بوسے در وفا بہ جہاں آشکار ماند

پس ایں مجاہد از تو ترقی شود پذیر
محفوظ حادثات بسے روزگار ماند

پس ایں مجاہد است ہو اخواہ شان تو
با ایں طریق کار بسے شاندار ماند

پس تو بہ زندہ باد بہ تا دور مشتری
یارب دعائے من بہ اجابت گزار ماند

اب آپ خود ہی غور فرمائیں کہ یہ نظم ایک "غمزۂ فارسی کش" ہے یا نہیں! یہ صدر بازار کے کپڑے کے گورے سپاہیوں سے کہتے ہیں "ول صاحب! ون پائس فار ٹو مرود۔ خوشی ہو ٹھیک خوشی ہو نہ ٹھیک۔ اس بجنس انگریزی کے بھی کچھ معنی ہیں قدیم لالہ قلدرون پرشاد حبیب

نوش جان شیر مادر

"بریں خوان یغما نہ دشمن نہ دوست"

"چاکر ہو یا گوکر یہ سُن رکھو کہ یہ ولایتی سموسا ہمارے ہی لیے ہے۔ صرف مشورہ درکار ہو گا کہ چمچے سے کھائیں یا چھری سے۔"

جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء

بسرپرستی حضور ... سلطنت

۳۹ لکھنؤ ٹیلیفون

دو ہنسنے والوں کا مقابلہ

مسٹر کھسو

مس حسینہ

ہمیشہ عمدہ چیز استعمال کرو

مس حسینہ کی ہنسی ہر آئینہ دلفریب و دل آویز ہے۔
مسٹر کھسو نے تو اپنی صورت ہی بگاڑ لی ہے پھر اُنکی ہنسی میں پسندیدگی
کے آثار کہاں! یہی حال ہمارے کارخانے کے مال کا ہے جب آپ اسکا کسی
دوسرے سے مقابلہ کرینگے تو اسے ہر نوع بہتر پائینگے۔ فہرست مفت طلب فرمائیے

تاجروں کے ساتھ خاص رعایت کیجاتی ہے

آغا علی محمد باقر تاجر عطر جنا بلڈنگ لکھنؤ

قنوج دہلی حیدرآباد دکن منصوری

لطیفے کی رنگ میں ۱۰ اکتوبر کی اس اشاعت کی فاضل والی قرآنیم خیم کی در خواست لو اس میں بھی ایک لطیفہ ہے۔ یعنا خیسنی فارسی وہ محترمہ خاتون صاحبہ نے اپنی زبان چھوڑ کے اختیار فرمائی ہے کس قطار میں ہے؟ اور جناب اڈیٹر صاحب نے جو یہ بہتر تھا نہ باعث تزئین صفحات خیال کیا تو کس قانون کی رعایت سے۔ نہ تو اس میں قواعد کی پابندی ہے نہ اسے مطلب داعی سے کوئی لگاؤ . . . ہے یہ تو صرف " بہ بہ بہ " کی بکواس ہے۔ ایک آدھ مصرع موزوں بھی ہے۔ ناظمہ محترمہ نے خدا جانے کیوں ایک ہی مصرعہ کو کس کے مصرعہ موزوں نہ کردیا یعنی " رخشندہ عزد و ہم پائیدار مانند " کا وزن اس طرح درست ہو سکتا تھا " رخشندہ بہ عزد تو ہم اچو "

از من نظم نمی آید لہذا بہ نثری گویم کہ " اے بخاتون بہ نظم تو تجوب بہ است۔ پس ایں بہ مجاہد بہ از تو بہ ہرگز بہ تہی بجاید کہ بہ کارے بہ فارسی بکردہ کہ از زبان یا بہ ہم بہ نمی ساید۔ یارب بہ قلم بزد و پیادہ بہ ترقی بشود پذیرد "

ایک تھے میاں جاٹ انھوں نے اپنے صاحبزادے کو مکتب میں مولوی صاحب کے پاس بٹھایا۔ مولوی پھر اگلے زمانے کے مکتبی مولوی تھے استعمال کیے بغیر پڑھانا جانتے ہی نہ تھے۔ کسی خطا پر صاحبزادے قابل سزا ٹھہرے مولوی نے اُٹھائی تھی۔ صاحبزادے نے کھینچی تلوار۔ بھلا تلوار کا مقابلہ غریب ملا صاحب کب کر سکتے تھے۔ وہ بھاگے لڑکا پیچھے دوڑا۔ اتفاقاً صاحبزادے کے والد کرم سامنے سے آتے تھے انھوں نے جو اپنے تاتحقیق کی یہ جوانمردی دیکھی تو مولوی کو ڈانٹا " اسے نامرد پہلے ہیل ہی مار کے تلوار کھینچی ہے اور تو گردن جھکا تا ہے! " لوگ کہتے ہیں کہ اس ابتدائی ہمت افزائی نے صاحبزادے کو اچھا خاصا خونی بنا دیا۔ دیکھیے اڈیٹروں کی یہ

ہمت افزائیاں کیا رنگ لاتی ہیں۔ اور ایسے پرچے جو علالت کے دفتر ہیں کیسے عمدہ جواہرے ادبیات کا خزانہ بھرتے ہیں فقط۔

یکے از ناظرین جریدہ

مولانا پنچ کی نوٹ بک

تیمم بہ غازہ

روے خوشگل ہم تیمم بخاک لازم است ؟

مسئلہ ٹیڑھا ہے شرعی جواب مولویوں سے پوچھیے۔ ہم اتنا جانتے ہیں کہ جن کے لیے خون سے وضو مباح ہے انھیں پوڈر سے تیمم بھی جائز ہے۔ اور قیام و قعود رکوع و سجود کا حق اگر وہ چاہیں تو کوکا پنڈت کی کتاب سے سیکھ کے ادا کر سکتی ہیں۔ عبادت عبادت سب برابر۔

حکم بہ قرعہ

یہ دلچسپ خبر بعض اخباری کاغذوں میں شائع ہوئی ہے کہ ایک اسیر سپاہی جس نے قرعہ سے اجازت لے کے ملزم کے مجرم ہونے یا نہ ہونے پر خود بھی حکم لگا کے اور اپنے ساتھیوں کو بھی تائید پر آمادہ کر کے تھے۔ سُنا جاتا ہے کہ بھانڈا پھوٹنے پر ایک سزا یاب ملزم کے وکیل نے مرافعہ (اپیل) کے وجوہ میں ایک عمدہ وجہ یہ بھی پیش کی ہے۔

لوگ متعجب ہوں گے مگر اس میں تعجب کی بات کیا ہے؟ حضرت یونسؑ کو کشتی کے ناخدا نے قرعہ ڈالنے کے بعد دریا میں پھینک دیا تھا۔ (فساھم فکان الآیہ) اور انھیں مچھلی نگل گئی تھی۔ یا تو یہ اسیر اُس ناخدا کا شاگرد ہے یا پھر اُس معشوق کا جس کا حال شاعروں بیان کرتا ہے۔

استخارہ جو پیسے وصل پہ واجب آیا
مسکرا کر وہی کھٹا مرے منہ پر مارا

مزدور

"تحفہ روس"
سرمایہ داری سوز پائپ

ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

" پھر وس میں ایک منشی فاضل تعلیم یافتہ حسین خاتون رہتی ہیں۔ شُدبُد انگریزی بھی جانتی ہیں۔ بہت فیشن ایبل ہیں۔ مگر خدا جانے کیوں نماز بھی پڑھنا چاہتی ہیں۔ آج کل سردی کا زمانہ ہے انھوں نے اپنے کمرے میں پوڈر کا ڈبا رکھ لیا ہے صبح کو نماز کے واسطے وضو کی جگہ اسی ولایتی پوڈر سے تیمم فرماتی ہیں۔ پس پھر فرمایئے مولانا پنچ در ایں مسئلہ کہ آیا برائے

قرعہ اور استخارہ تو بڑی چیز ہے۔ اسے حضرت جوتی کی فال۔ ساٹھی کے چاول اور چار یاری روپیہ کی فال چکی کی فال اور خدا جانے کتنی فالیں اگلے زمانے میں مجرم پکڑنے کے لیے ایک بار ایک بھی جاتی تھیں۔ جوتی کی فال یوں کھولتے تھے کہ ایک پُرانا سڑا ہوا کھونسڑا کسی بُڑھیا کا لیا اُس کے تلے میں ڈھیلے دار کیل ٹھونکی زمین لیپی۔ لیپی ہوئی جگہ پر کنواری لڑکی

LUCKNOW
OUDH PUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
بیرون ہند
دس روپیہ
قیمت فی پرچہ
دو آنے
قیمت پیشگی اندرون ملک
سالانہ صہ
ششماہی سے
سہ ماہی عما
M.B. KHAN ARTIST
DOGAWAN LUCKNOW

قدرتی سے استعداد کے باعث شوہر علیہ الرحمۃ والے
بی بی کی جانب ملتفت نہ ہوئے تو بی بی نے خود ہی
ملتفت کرنے کی سعی فرمائی مگر وہاں کیا تھا! نرمی۔
اور تمام اعضا میں نرمی۔ انتہائے افسوس میں اپنے
مقدر کا شکوہ یا ہیں الفاظ فرمایا۔ شہرت کے بعد
شہریوں میں بھی کم مرتبہ لوگ بولنے لگے "ہائے
مورے کرم۔ جہاں ٹوٹو ہوئیں نرم"
تیسرے محل پر قابلیت کا فاتحہ یوں پڑھتے ہیں
"اسے میرے اگلے جنم مانے نے سو کرلے۔
(ہندو عورت اپنے خاوند کو مارتے وقت کہتی
ہے"

جناب مؤلف یہ ایک عام کلیہ بیان فرماتے
ہیں اور غالبًا ان کی تکذیب تمام ہندو کریں گے
کہ ان کی عورتیں جو عام طور پر "خاوند اور خدا"
میں فاصلہ رکھنا گناہ سمجھتی ہیں۔ نہ تو اپنے خاوندوں
پر ہاتھ اٹھاتی ہیں۔ نہ اتنی شہزور اور تڑاپیل ہوتی
ہیں کہ میاں کو جوتیائیں۔ بلکہ ہم نے تو شہزور
عورتوں کو ناتوان خاوندوں کی مار کھاتے دیکھا ہے۔
مُرمُرے کے برابر خاوند اور سور ماجیسا عورت —
اگر عورت چاہتی تو میاں کو ستو بنا ڈالتی مگر مار کھاتی
روتی اور کوستی رہی۔ یعنی چیخی بہت۔ ہاتھ نہیں
اٹھایا —

بہرحال ہم نے اپنے پڑوسی بزاز کے ذریعے
کئی جگہ تحقیق کرائی کہ کیا یہ مثل بولی جاتی ہے
یا نہیں معلوم ہوا کہ یہ تہمت اللغات کی ایجاد ہے۔
"ایشور اس کا ستیاناس کریں"

اَتَیْر کے متعلق ایک مثل میں اپنی طرف سے جامع اللغات
خانم نے ایک ٹکڑا بڑھا دیا ہے "اتیر سا نگر تیتر
(باہر باندھوں یا بھیتر) سبحان تیری قدرت" اتیر کا
ترجمہ لکھا ہے "اوچھا کمظرف سفلہ شیخی خور (ذکر)
اوچھا یا کمظرف آدمی"

اول تو اتیر یا اترا یا اتراہٹ یا اترام ایسا
عام لفظ ہے کہ اس کا ترجمہ ہو نہیں سکتا صرف
سفلہ شیخی خورہ۔ یہ الفاظ معنی "اتیر" سے مختلف
ہیں کمظرفی و سفلگی کے بہت سے معنے ہیں۔

اور اتراہٹ کے معنی بھی اس میں شامل ہیں۔
ان میں عام خاص کی نسبت ہے۔ اترا وہ شخص
کہلاتا ہے جو کسی چیز کے پا جانے پر ہر شخص سے
اس کا اظہار بایں نیت کرے کہ وہ خدا کے فضل
سے ایک بڑی نعمت کا مالک ہے جس سے دوسرے
محروم ہیں اور اس وجہ سے بہ نسبت دوسرے
کے وہ افضل ہے۔ شیخی خور اسے کہتے ہیں جو
باوجود کسی نعمت سے محروم ہونے کے لوگوں
پر جھوٹ موٹ اس نعمت کا مالک ہونا ظاہر کرے
یا قدر قلیل کو قدر کثیر کے عنوان سے بیان کرے
دوسرے یہ کہ "سبحان تری قدرت" اس مثل
کے ساتھ کوئی نہیں بولتا۔ یہ صریحی تہمت ہے
لغت کی کتاب لکھنے والے کے لیے معنوی
نازک فرق سے مطلع ہونا نہایت ضروری ہے
مگر یہ وسعت نہ تو بی شمس العلما علامہ نور اللغات لینا
کا کوروی میں ہے نہ بی تہمت اللغات عرف جامع اللغات
خانم پنجابی میں —

ایسا اور ایک کی بجائے میں جھک مار دین کا صیغہ
دونوں لغتوں نے گردانا ہے۔ تبصرہ ساہی کی
آفت ہوا جاتا ہے اس وجہ سے ہم قصہ مختصر کرتے
چلے جاتے ہیں۔ صرف اتنا دھیان ان دونوں
کتابوں سے رجوع کرنے والے کو رہنا چاہیے
کہ جب تک تحقیق کی حد پوری نہ کرلے ان دونوں
کے لغویات پر ہرگز اعتماد نہ کرے ورنہ بہت
نقصان اٹھائے گا۔

فرماتی ہیں بی جامع اللغات ایل فیل (اردو
مذکر) عو... لے بکواس۔ بک بک۔ جھک جھک۔
بہت باتیں۔ گالیاں۔ بدزبانی"

سنا آپ نے یہ خرابی "اول فول" کی ہے۔
اول فول بکنے کے معنی ہیں بے معنی و مطلب باتیں
کرنا۔ ایسی باتیں جو مخاطب کی سمجھ میں نہ آئیں —
"ایل فیل" شاید مؤلف کا ہے کو مصنف اللغات
صاحب کا گھریلو محاورہ ہو۔ اور "عو" کی قید بھی
"عوعو" ہے۔ زن و مرد سب ہی ایسے محل پر یہی
کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے یہ جدت نور اللغات کی ہے

جس سے مصنف صاحب نے دھوکا کھایا پھر خود
حضرت ہی کی جدت ہو۔ اس کے علاوہ یہ لفظ نہ
مؤنث ہے نہ مذکر۔ اول فول بکی گئی یا "اول فول بکا"
دونوں صحیح ہوں گے۔

بہت باتیں ہوں یا تھوڑی۔ گالیاں اور بدزبانی
ہرگز "اول فول" سے علاقہ نہیں رکھتیں۔

یا حیا قلت خانم صاحب کسی مقام پر اپنی نادانی کے
اظہار سے شرماتی نہیں۔ یہاں تک آپ کو یہ دانی
کا دعوے ہے کہ جمع لغات کے وقت آپ نے جو
باتیں زبانی تحقیق کی محتاج نہ تھیں اور کتابوں کی
جانب رجوع کرنے سے ان کے پورے معنی معلوم
ہو سکتے تھے اتنی بھی زحمت نہ گوارا فرمائی کہ دیکھ لی
فرمائیں اور ان کے صحیح و مکمل معانی لکھ دیتیں۔
ہاں صاحب کیوں نہ ہو۔ جو لوگ مادر زاد فاضل
ہوتے ہیں ان کی بات ہی دوسری ہے۔ اردو
کی بنی ہوئی بات بگڑ چکی۔ ایک حکایت یاد آگئی
سن لیجیے۔

ایک مستفتی نے مفتی سے فتویٰ پوچھا کہ حضرت
مجھے بواسیر کا مرض ہے بوقت مخالفت جب خارج
ہوتی ہے تو بالکل معلوم ہوتا ہے کہ ضملہ خارج ہوا
آیا ایسی حالت میں تطہیر لازم ہے یا نہیں۔ مفتی صاحب
نے جواب دیا تطہیر تو لازم نہیں جبکہ ریح مرطوب نہیں۔
ولکن لا کثّر اللہ اَمثالک تا تمہارے سے
اشخاص کی تعداد نہ بڑھ جائے۔

"ایہام" کی شرح پر باب الالف اس کتاب کا
بند ہوتا ہے سال دم توڑ رہا ہے لہٰذا ہم بھی باب
الالف کے متعلق تبصرہ ختم کرتے ہیں۔ اگر خدا نے
چاہا تو سال آئندہ لیے صرف دو ہفتوں کے
بعد پھر "ب" کی بکواس دیکھیں گے۔

ایہام کے بارے میں بی جامع اللغات خانم
رقمطراز ہیں (ع۔ مذکر) علم عروض کی ایک صنعت
شاعر شعر میں ایسا لفظ لاتا ہے جس کے دو
معنے ہوں"

اول تو بی صاحب "عروض" کی تعریف سے
واقف نہیں دوسرے جو تعریف کی ہے وہ نا تمام اور [illegible]

اور مشکلات سنانے لگتے ہیں مصیبت بھری کرتی ہیں انھیں میں نے مرزا مچھیا کی گالیاں کھانی پڑیں انجام کار تمام راجہ کی صحبت میں کچھ کرپڑتا ہے۔"

جواب: "پہلے افسوس تم کو اتنا بھی سلیقہ نہیں کہ مصنوعی غصہ اور اصلی غصہ میں تمیز کرتے۔ تمہیں کلام دے کر جتنے گالیاں دینے کے مشتاق ہوتے ہیں اتنی ہی گالیاں کھانے میں بھی حالی اوقات ہاں یہ کام گالیاں دینے والے کا ہے اسے دیکھ لینا چاہیے کہ اس وقت حضور کا بھی گالیاں کھانے کو جاہتا ہے یا نہیں۔ اب تو تم کو خود ہی یاد رکھ لینا چاہیے کہ تم ترقی نہیں کرسکتے۔ تم نے یہ دیکھا کہ ایک شخص راجہ کو منہ در منہ گالیاں دیتا ہے تم سمجھے کہ مصاحبت اسی کا نام ہے۔ کہو اگر تم اس وقت کسی امیر کے مصاحب ہوتے اور انتہا بغیر اسکو گالیاں کھلانے لگتے تو جوتے یا سلامت رہتی؟"

میں: "بہرحال مجھے زندگی بسر کرنے کے واسطے ایک ذریعہ درکار ہے۔ دنیا تمہارے قبضے میں ہے اور تم سے بہتر کوئی مشیر مجھے نہیں مل سکتا۔ تم ہی بتاؤ کہ میں کیا پیشہ اختیار کروں جو مزے سے زندگی بھی تیر ہو اور دنیا برا بھی نہ کہے۔"

جواب: "اگر ترقی و تنزل کی قید نہ لگاؤ تو میں تمہیں ایک سیدھا راستہ بتاسکتا ہوں اس راہ چلنے سے انسان کچھ نہ کچھ کما لیتا ہے۔ اگر کمال حاصل ہوگیا تو پھر کیا ہے پانچوں گھی میں سر کڑھائی میں۔ اور اگر ناقص ہے تو بھی آرام سے پیٹ بھر جائیگا مگر تم کو چاہیے کہ ابھی خیالات کا دائرہ تنگ نہ کرو دنیاوی ترقی کے ہر ذریعہ پر منہ بڑھاؤ میں اس ذریعہ کی آب و ہوا کو تمہارے مزاج کے ناموافق ثابت کروں گا جب تم ہر طرف سے مایوس ہوجاؤ تو میں اپنے تجویز کردہ وسیلے کا نام لوں گا۔ یہ وسیلہ اس قدر محبوب و مرغوب ہے کہ دنیا بنگاہ حیرت اس کی ترقی کو دیکھ رہی ہے۔ میں جب اس کا نام لوں گا اور اس کے رموز تم پر واضح کروں گا تو تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی تم کو تب وقت تمہیں اجازت دوں گا کہ اعتراض اور بحث سے اپنا اطمینان کرلو۔ اس وقت تک تم نے لیڈر طبیب مصاحب اخبار نویس اور مولوی بننے کا اندازہ کیا تھا۔ دنیا میں صرف اتنے ہی وسائل ترقی نہیں ہیں ابھی بہت باقی ہیں۔ اگر تم سوک میں پھر چل کے دیکھو تو تمہیں معلوم ہوجائے گا۔"

تمنا: "اے ملعون تو کیا تو مجھکو بلبل ہند بننے کی رائے دیتا ہے۔ خدا تجھے غارت کرے۔"

جواب: "ہرگز نہیں۔ یہ پیشہ بھی تمہارے موافق مزاج نہیں تم اس میں بھی ترقی نہیں کرسکتے۔"

میں: "تو کیا رنڈیوں کے پیچھے سارنگی بجاؤں؟"

جواب: "نہیں تم اس میں بھی ترقی نہیں کرسکتے۔"

میں: "تو کیا چنتان بیچوں؟"

جواب: "نہیں تم اس میں بھی ترقی نہیں کرسکتے۔"

میں: "تو کیا تیل پھلیا چمیلی مسی تیل بیچوں۔"

جواب: "نہیں تم اس میں بھی ترقی نہیں کرسکتے۔"

میں: "کیوں؟"

جواب: "اس وجہ سے کہ یہ شعبہ تجارت ہے اور تجارت کے واسطے سرمایہ درکار ہے چھوٹی پونجی سے جو کام شروع ہوگا تم اس کی ابتدائی کم حیثیتی کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔"

میں: "تو کیا بوچڑ خانے میں آنتیں صاف کروں؟"

جواب: "نہیں تم سے یہ بھی نہ ہوگا۔"

میں: "بنگیوں پر رنگ پھیرا کروں؟"

جواب: "نہیں۔"

میں: "اچھا تو صدر میں انڈے بیچوں؟"

جواب: "تم سے یہ بھی نہ ہوسکے گا۔"

میں: "اچھا تو فوجی کیمپ میں بھائے پر تیل ملا کروں؟"

جواب: "مشکل ہے۔"

میں: "ارے خدا تجھ سے سمجھے پھر کیا کروں؟"

جواب: "ابھی دنیا کے بہت سے کام ہیں جن کا تم نے نام نہیں لیا۔ کام گنانے جاؤ اگر تمہارا ذہن میرے ذہن سے لڑ گیا تو میں فوراً تمہیں ٹوک دوں گا اور اسکا اونچ نیچ سمجھاؤں گا۔"

میں: "اچھا دواساز بن جاؤں؟"

جواب: "کچھ گھاتیں یاد ہیں؟"

میں: "گھاتیں کیا ہیں صرف اسی قدر کہ چوک میں کھڑے ہوگئے۔ دواؤں کا جھولا گلے میں ڈالا۔ خاک دھول بکائن کے پھول۔ کوٹ پیس چھان کے پڑیاں بنالیں اور لگے رجز پڑھنے: سرمہ آنکھ کا انجن دانت کا منجن۔ دواداد کی دوا کھجلی کی۔ دوا آتشک کی۔ دوا جریان کی۔ گولیاں امساک کی۔ نمک پاسمر سلیمانی۔"

جواب: "بس تو تم ترقی کر چکے۔"

میں: "کیوں ساری دنیا کے دواساز یہی کرتے ہیں بڑی برائی یہ کہ اشتہار دیدیے۔"

جواب: "احمق دوست

ہر کسے را بہر کارے ساختند

میں: "یہ تو میں بھی جانتا ہوں کوئی نئی کہو۔"

جواب: "موٹی بات یہ ہے کہ دواسازی سے چلتا ہوا جادو منتر اجوگی بیچی ہوئی دوا کا حال کوئی نہیں جان سکتا مگر اس کے بھار بے ہر شخص نہیں اٹھا سکتا۔ بڑے بڑے حکیموں اور ڈاکٹروں کی خوشامد کیجیے۔ کوئی مریض ہو یا نہ ہو اس سے سرٹیفکیٹ لکھوا لیجیے۔ ہر اخبار کی کاغذ میں اشتہار چھپوائیے۔ اور جہاں تک مفت اشتہار شائع ہوسکے وہاں تک کوڑی صرف نہ کیجیے پھر سرٹیفکیٹ ایسے مشہور زمانہ حضرات کے ہوں جن کو دنیا جانتی ہو۔"

میں: "اشتہارات شائع کرنا کام چلنے پر موقوف سرٹیفکیٹ حاصل ہونا دوا کے اثر پر موقوف ہے۔ ہاں یہ ترکیب سمجھ میں نہیں آئی کہ مفت اشتہار کیونکر شائع ہوتا ہے۔ اور مشاہیر کے سرٹیفکیٹ کیونکر حاصل ہوجاتے ہیں کیا قانون ناجائز سرٹیفکیٹ شائع کرنے ... اسلئے ... مواخذہ ... کرسکتا؟"

جواب: "پہلے تم یہ ... ان واسطے ... چاہیے ایمان"

میں: "ایسے بے ایمان ہوگا تو ... بھائی ... سنجیدہ سے یہ ہے کہ ایمان ... یہ ...

اگر ہم بار بار بے ایمانی کرنی پڑی مگر اس بے ایمانی پر خدا مجھے غارت کرے تیز حصہ زیادہ تھا۔"

جواب: "تو میاں پھر تم ترقی نہیں کر سکتے عزیز من بغیر بے ایمانی کے دنیا کا کام نہیں چلتا۔ تم چاہتے ہو کہ جو باتیں بجز بے ایمانی کے کسی دوسرے طریقے سے حاصل نہیں ہو سکتیں انھیں ایمانداری کے ساتھ حاصل کرو اور یہ یقیناً محال ہے مشاہیر کے سرٹیفکٹ یوں نہایت آسانی کے ساتھ حاصل ہو سکتے ہیں کہ دنیا بھر کے اخباری کالموں پر نظر رکھو ادھر کوئی مشہور زمانہ شخص خواہ وہ ہندوستانی ہو یا جاپانی ہو یا انگلستانی ہو یا عربستانی ہو یا ایرانی ہو یا چینی ہو یا افغانی ہو مسلم ہو یا کافر ہو لامذہب ہو یا دہریہ ہو کوئی ہو ادھر اس کے مرنے کی خبر کسی کاغذ میں سیاہ گھیرے کی جدول کے اندر دیکھو اور فوراً اس کا نام اپنے یہاں رجسٹر خریداری میں درج کر لو۔ پھر اس کے نام سے ایک جعلی سرٹیفکٹ لکھ لو۔ مثلاً فرض کرو کہ لارڈ کچنر کے وفات کی خبر تم کو معلوم ہوئی اب تمھارا یہ کام ہے آیندہ اشتہار میں اُن کے نام سے ایک خط شائع کر دو:۔

از تہ دریا۔

مورخہ ۱۷۔ ماہ غرقابی ۱۹۱۶ء

جناب منیجر صاحب کارخانہ..... آپ کی دوائے مقوی نے مجھے دنیا میں ایک قابل فخر مرد بنا دیا تھا۔ تمام مردانگی و قوت فتح مراحل سب آپ ہی کی دوا کے طفیل میں حاصل ہوئی تھی اب میں لامکاں میں ہوں لیکن یہاں بھی آپ کی دوا کا اثر وصال روحانی کی قوت کو خوب بڑھا رہا ہے۔ نسل روحانی ترقی پر ہے اور جنت کی کالونی آج میری نسل کے قبضے میں آگئی ہے۔ عدم آباد میں بکثرت مستعمرات (نو آبادی) موجود ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر سلسلۂ توالد و تناسل اسی رفتار پر چلتا رہا تو جنت میں داخل ہونے والی روحیں عدم وسعت کے باعث آیندہ اپنے حق سے محروم رہ جائیں گی۔ اگرچہ دنیا میں آپ کے تمام دوزخی زیادہ ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ باغ کے جنت کی ایک کوٹھری میں آپ کی تمام دنیا اس طرح چھپ سکتی ہے کہ مکراسکوپ (خورد بین) سے دیکھنے والا اُسے محسوس کر سکے پھر بھی بندے کی بڑھتی ہوئی نسل اور حیات ابدی کے جلتوں یقین ہے کہ صرف میری ہی نسل سے یہ وسعت مملو ہو جائے گی۔ دوا اگر ایجاد ہو تو ایسی ہو کہ مرتے مرتے اثر نہ جائے۔

میں ہوں آپ کا خیر طلب — مارشل کچنر"

عزیز محترم! یہ سارٹیفکٹ ہر شخص دیکھے گا اور اُسے کبھی جرأت نہ ہوگی کہ اس کی جانچ کرے۔ یا اپنے دماغ کو زبردستی غلطی و صحت کے پرکھنے کی تکلیف دے۔ بالفرض ایسا ہو بھی تو جب تک مردہ قبر سے اُٹھ کے سرٹیفکٹ کے جعلی ہونے اور دستخط کے مصنوعی ہونے کا انکار نہ کرے گا اُس وقت تک شبہہ کا فائدہ مدعا علیہ یا مجرم کو حاصل رہے گا۔ مرنے والوں کی کمی نہیں اور نامور بھی مرنے ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ کہو یہ بے ایمانی تم سے ہو سکتی ہے یا نہیں؟"

میں: "پھر وہی بے ایمانی کا ذکر! خیر ابھی تمھارے کلام کا ایک جزو قابل شرح ہے۔ یعنی مفت میں اشتہار کیونکر شائع ہو سکتا ہے۔"

جواب: "یہ کوئی مشکل نہیں۔ چھپے ہوئے کچھ فارم اپنے کارخانے کے نام کے لو۔ اور جس بڑے شہر میں پہونچو فوراً اخبار والوں کا نام نشان پوچھ کے ان کے دفتر میں داخل ہو جاؤ۔ یہ کمبخت ایسے بھوکے ہیں کہ ادھر کوئی اشتہار باز سامنے آیا چاہے اجرت تھوڑی سی دے یا مشہور زیادہ ہو یہ غریب گر پڑ کے فوراً اونے پونے سودا کر لیتے ہیں۔ پیشگی اور مابعد کا ذکر نہیں۔ بس تم پہونچتے ہی دعوے کرو کہ میں دواخانہ مخزن المماتت و المغرا مری نگر کا سفری ایجنٹ ہوں ایک صفحہ اشتہار شائع کرانا مقصود ہے۔ یہ کارخانہ جب سے ضناد قدر نے زندگی و موت کا ڈھیر پھیلایا اُسی وقت سے جاری ہے۔ اس کی خوش معاملگی نیک نامی تمام [illegible] مشہور ہے البتہ ایک شرط ہے کہ آپ سے دوامی یا سالانہ کی اجرت پر معاملت کی ہے اور عارضی یا ہفتہ واری اجرت زیادہ ہے۔ ہم سال بھر کے لیے ایک صفحہ لیتے ہیں اور سالانہ اجرت چار قسطوں میں ادا کریں گے لہٰذا آپ عارضی نرخ مسل بلندی ہم سے نہ کرائیے۔ اشتہار فوراً شائع کر دیجیے ہم کارخانے کو اطلاع دیے دیتے ہیں وہاں سے بے توقف آپ کے دام پہونچ جائیں گے۔

تم یقین رکھو کہ یہ مہینوں اشتہار شائع کرتے رہیں گے چاہے دام وصول ہوں یا نہ ہوں۔ کاہل ایسے ہیں کہ کبھی نالش نہ کریں گے۔ خالی عذر معذرت کا پھر پور دیتے رہو۔ "ہمارا ایجنٹ آپ کے پاس آیا تھا تین ہفتے سے ہم آپ کے اخبار کے منتظر ہیں وہ پرچہ کاپی نہیں پہونچی۔" منیجر صاحب دوبارہ وہ پرچہ کاپی بھیجیں گے۔ ایک ہفتہ انتظار میں کٹ جائے گا دوسرا ہفتہ تقاضے کے جواب میں تیر ہوگا۔ تیسرا ہفتہ دھمکی اور قلمی گیدڑ بھبکی میں صرف ہوگا۔ چھ ہفتے ہو گئے ساتویں ہفتے تم لکھ دینا کہ ایجنٹ نے نصف صفحہ کی اجازت دی تھی آپ نے پورا صفحہ اشتہار سے بھر دیا۔ یہ ہفتہ اس لائم اقرار و انکار کی جھیں جھیں میں گھس پس کے اُتر جائے گا۔ آٹھویں ہفتہ ایک معذرت نامہ لکھ بھیجنا کہ سخت غلطی ہوئی اب نصف صفحہ میں فلاں فلاں اشتہار شائع کیجیے اُجرت آج بوجہ تعطیل سے آفس بھیجی نہ جا سکی کل انشاء اللہ روانہ ہوگی۔ الغرض اتنا نہ بیا سودا کر سے اُٹھا بھر یوں ہی اشتہار شائع ہوتا رہے گا۔ اگر اکتا کے بند کر دے تو تمھارا کوئی نقصان نہیں۔ عزیز من یہ بے ایمانی نہیں ہے۔ کئی اچھے نامور کارخانے اس دستور پر چل رہے ہیں۔ کیا انھیں کوئی بے ایمان کہہ سکتا ہے؟"

میں: "لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ارے یہ تو صریح بے ایمانی ہے۔ کیا بے ایمانی کے سر پر سینگ ہوتے ہیں؟"

قریب الوقوع مکالمہ

"دھن سے مہاتما۔ پہلی جو "مرتبہ" آپ کے کہنے پہ چلے۔ تو مار کھائی۔ ابکی ؟ ۔"

"بچہ ابکی لڈو کھاتا"

"اور جو لڈو پیڑا چھین کے سرکار آپ کو "جیل کھانا" بھیجدے تو! ہم پنچ کی گت کیسی ہوئی؟"

ایک ضروری جو دل کی تابی ہم اس کا نام "گیتا بیگم" رکھتے ہیں۔ فقط

آیا ہے۔ مترجم

گیتا بیگم

محبت جو نہ کروا چوڑے سے وہ ستم دیا"......

بس سے بلا جرم ہی کیونکر

ہر روز چوری کی واردات۔

آخر چوری میں تو قتل بھی ہو گیا۔

غضب خدا پولیس کو تین مہینے میں ۱۵ چوریوں کی اطلاع ملی۔ یہ چوریاں کوئی معمولی چوریاں نہیں۔ ہر چوری دس ہزار ڈالر سے زیادہ کی۔

سب کی صورت و نوع ایک دوسری سے ملتی جلتی لوگ بستر پر آرام سے سوتے ہیں مگر جب اٹھتے ہیں تو گھر میں جھاڑو پھری دیکھتے ہیں۔ یعنی جواہر، زیور، نقد مال کا سوال۔ آخر کون سا ادنیٰ چور ہے۔ کسے خبر ہے۔ کسی کا پتا ہو تو کوئی جائے۔ امن و امان کے ٹھیکیداروں (پولیس) نے تو بہت زور لگایا مگر ایک نہ چلی۔ چوروں کا گروہ چھلاوا ہے چھلاوا۔

بھوت ہے بھوت۔ آسیب ہے آسیب۔ پریشان خیال کی طرح گھر کے دماغ میں بیٹھا اور جو کچھ پاتا ہے لے کے چل دیتا ہے۔ ایک دفعہ ہوا۔ ابھی وہ دل سے اترا نہ تھا کہ دوسرا اس سے بڑھ چڑھ کے ظاہر ہوا۔

سارے شہر میں چرچا۔ ہر ایک شخص کا ناک میں دم۔ ہر دل سینے کی پنجرے میں جنگلی کبوتر کی طرح مضطرب۔ ہر زبان مصروف شکایت پولیس۔ بات ایک منہ سے نکلتی اور ہزاروں کانوں میں ٹکراتی۔ لوگوں نے پولیس کے منہ پر برملا یہاں تک کہہ دیا کہ تم سے ہماری حفاظت نہیں ہو سکتی تو صاف کہہ دو اور راستے سے ہٹ جاؤ۔ یہ امن و امان کے قائم رکھنے کے بڑے بڑے بول۔ یہ شان و شوکت کا اظہار بے فائدہ ہے غیرت! خلقت کی جان خطرے میں ہے اور آپ تھانے میں سر سینے کو تکیہ بنا کر پڑے سو رہے ہیں۔ لوگوں پر کڑوا دڑ اٹھانے تھیٹرے میں ۲ ام لوگوں کا ہجوم صدر تھانے کے دروازے پر جمع ہوتا ہے دیوار وائیں تم پر نہیں بھروسا نہیں۔ بیچارے

پولیس والے ایک ایک کر کے آ کر ہاتھ جوڑتے ہیں۔ صاحبو اپنے گھروں میں چین سے بیٹھو جو کچھ ہمارے امکان میں ہے کریں گے۔ گھبراؤ نہیں جتنی جلدی ہو سکے گی تحقیق اور چور کی گرفتاری میں کریں گے۔

بیکار ان وعدوں پر چوتا بڑ توڑ کیے گئے اور واردات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اعتبار کیونکر ہوتا۔ شکاگو کے رئیس اعلیٰ پولیس کو سب نے گھیرا۔ حضرت باقرار صالح مجرم کی گرفتاری کا وعدہ کیجیے۔"

رئیس پولیس نے منہ سے تو کہہ دیا کہ انشاء اللہ عنقریب آپ حضرات مجرم کو طوق و سلاسل میں گرفتار دیکھیں گے۔ مگر باطن کا حال کوئی کیا جانے مارے غم و غصہ کے دل پھٹا جاتا ہے۔ سچ ہے اپنی عاجزی کا بہتے ثبوت بہم پہنچانے کے بعد خالی خولی الفاظ کا اثر ہی کیا ہوتا۔

لوگ مجبوراً گھروں میں واپس ہوئے۔ مگر پولیس افسر صاحب کی نظری دوڑیاں دل کے دڑبے میں گھس لوٹنے۔ آخر ایک تدبیر سونے کے انڈے کی طرح ہاتھ لگی "ملواتا ہوں جیمس ریڈنگ کو بس وہی اس مصیبت سے نجات دیگا۔"

نیویارک ٹیلیفون کی فہرست اٹھائی ریڈنگ صاحب کے ٹیلیفون کا نمبر دیکھا۔ سلسلہ ملایا۔ بھونپو اٹھایا گھنٹی بجائی۔ ریڈنگ صاحب گھر ہی پر تھے۔ انکا خاص نوکر بالسی بھی موجود۔ ہاں بھلا سایہ کب جدا ہوتا ہے۔ گھنٹی کی آواز بالسی نے سنی اور اسی ساعت کان سے لگایا۔ کون صاحب ہیں؟ — ادھا شکاگو کے پولیس افسر!

جی ہاں ریڈنگ صاحب گھر ہی پر تشریف رکھتے ہیں "مسٹر ریڈنگ آپ کو شکاگو پولیس کا اعلیٰ افسر بلا رہا ہے۔ کیا جواب دوں؟"

ریڈنگ صاحب مسکراتے ہوئے اٹھے۔ مسٹر ریڈنگ آپ ہی ہیں؟

"خادم حاضر ہے ارشاد؟"

"مصیبت! ایک لاینحل عقدہ! ایک طلسم! جسکی لوح فتح صرف آپ ہی کے دست قدرت میں ہے۔"

"تفصیل ارشاد ہو۔"

"تین مہینے سے چوروں نے شکاگو میں اُدھم جوت رکھا ہے چوری در چوری۔ آخری واردات میں چوری کے ساتھ خون بھی شامل ہو گیا۔"

"درست فرمایا شکاگو ہمیشہ سے جرم پرور مقام ہے۔"

"یہ ہاں۔ مگر اس وقت مابہ البحث یہ بات نہیں۔ بلکہ واقعات ہیں جن سے خلقت کا دل ہلا ہوا ہے۔ آج صبح دھاڑے کا دھاڑ امیر کے گھر پر فریادی ہوا۔ مجھے آپ کے با اثر اور قیمتی خدمات کی سخت ضرورت ہے۔ دل سے کہتا ہوں کہ آپ ... کے اور کوئی اس ... قسمت میں کام نہیں آ سکتا۔"

"ارے بھلا میں کیا بنا لوں گا؟"

"(قہقہہ) انکسار نہ فرمائیے۔ فوراً تشریف لائیے۔"

"کیا آپ کے خیال میں ان تمام واقعات کا مجرم ایک شخص واحد ہے؟"

"جناب۔ کچھ معلوم ہو تو عرض کروں۔ آپ خود ہی آ کے دیکھ لیجیے۔"

اُدھر سے اصرار ادھر سے حجت کے بعد آخر جیمس ریڈنگ صاحب راضی ہو گئے۔

"بہتر ہے میں جناب کو مایوس نہیں کرنا چاہتا انشاء اللہ کل آپ مجھے شکاگو میں پائیں گے۔"

"میں ایک ضروری بات آپ کے گوش گزار کر دینا چاہتا ہوں کہ آخری واقعے میں ایک عورت کی جان چوروں نے لی۔ اسکے زیور اور قیمتی اشیا لوٹنے کے بعد اس کی جان بھی لے لی۔"

"خیر کل دیکھا جائے گا۔"

گفتگو ختم ہوئی۔ مگر ریڈنگ صاحب نے بالسی سے کہا "کل شکاگو کی سڑکیاں بھری ہوں گی۔"

پولیس افسر کو یقین نہ تھا کہ یہ عالی دماغ مفتش اس کی درخواست قبول کرے گا اس نے چاہا کہ عملے والوں کو ریڈنگ کی آمد سے مطلع کرے مگر فوراً گھنٹی بجی۔

کون ہے؟

"میں ہوں جیمس ریڈنگ۔ براہ مہربانی میری آمد کا اعلان نہ کیجیے۔"

"بہت خوب۔ اگر آپ یہ نہ فرماتے تو شاید مارے خوشی کے میں آپ کی آمد آمد کا غل مچا دیتا۔ اے حضرت لوگوں نے ناکوں چنے چبوا دیے ہیں۔ نچلے نہیں بیٹھتے۔ دم نہیں لینے دیتے۔"

میاں بانسی اپنے آقا کے حکم میں سرمو فرق کرنے کے عادی نہ تھے۔ استاد کا حکم سنتے ہی تیار ہو گئے۔ پوچھا
استاد کیا معاملہ ہے؟
"کچھ نہیں ٹنگ آباد (شکاگو) میں تین مہینے کے اندر ۲۵ چوریاں ہوئیں اور ایک خون"
"یہ کون سی بڑی بات ہے؟"
"مگر میں اس صاحب کا پتلون ڈھیلا ہو گیا۔ کچھ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتی"
"کیا کہنا ان حضرات کا۔ ایک بوند پانی میں غوطہ لگانے کا معجزہ انھیں میں دیکھا۔ ادنیٰ سا معاملہ ہو مگر ان کے واسطے پہاڑ ہو جاتا ہے۔ ہوا مرا ان کی حیرت بڑھانے والا ہے۔ ہوا تو ان کی پریشان خیالی کا موجب ہوتا ہے"
اتنے میں سیر بجن دی گئی استاد شاگرد سے نوشی میں مشغول اور پرانے واقعات جرائم کے تذکرے سے دل بہلانے لگے کہ انھوں نے مجرموں اور ٹھگوں کو کس طرح گرفتار کیا اور مجرموں نے انھیں کیسے کیسے دم جھانسے دیے۔
صبح اچھی طرح روشن ہونے نہ پائی تھی کہ دونوں ریل پر سوار ہو گئے۔ نیو یارک سے شکاگو۔
ریڈینگ "بانسی شکاگو عجب مقام ہے۔ جب کبھی میں اس مقام میں داخل ہوا مجھے یہی معلوم ہوا کہ یہ شہر خون کے دریا میں غوطے کھاتا ہے۔ اور کشتی بھی کھوپریوں کے اژدہام لگے ہیں۔ مجرموں کی جائے پناہ شاید تمام دنیا میں کوئی اتنی بڑی نہ ہوگی۔ بلا کے چالاک جعلساز کے سفاک جب تک ایسا ہی کوئی ہوشیار نہ ہو یہاں سے جان وہاں سلامت لے جانا مشکل ہے"
بانسی "جی ہاں یہی تو وہ جگہ ہے جہاں میں نے پہلی مرتبہ گولی کا ذائقہ چکھا۔ جب کہ میں مجرموں کے ایک گروہ کا تعاقب کر رہا تھا۔
(باقی آئندہ)

مولانا پنچ کے مختصرات

نومبر و دسمبر کے چالیس روز لکھنؤ میں معنوی خوشی کے ساتھ بسر ہوتے ہیں یہ مشہور مقولہ ہے مگر ہمارا تمہا ان لوگوں کا مقولہ ہے جن کے واسطے عیش بنایا گیا ہو وہ اپنی دلچسپی کے سامان خود ہی پیدا کر لیتے ہیں بڑھی نے کہا "بیوی۔ بیوی عید آئی" بیگم بولیں "تو گر بڑھی پھر تجھے کیا۔ تجھے اپنی ٹھیا رو ٹی سے مطلب" سچ ہے پچھلی چہل پہل بھی اب نہیں ملتی۔ تاہم عید کا نام ہی خوش کر دیتا ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے۔
ابکی ان دلچسپیوں میں ایک بات اور بڑھ گئی نئے گورنر صاحب جو در اصل پرانے ہیں آئے اور پرانے گورنر صاحب اپنی میعاد ختم کرنے کے بعد خوشی خوشی وطن سدھارے۔ پرانے ٹھیکرے سے نیا ٹھیکرا بدلنا بھی خوشی کا موجب ہوتا ہے گو پرانے کی فرقت پر بھی انسانی دل کڑھتا ہے۔ اس آمد و رفت میں کافی آمدنی خرچ ہوئی۔
آری کی دھار پر لٹو نچانا اور نادان محل کی نئی سڑک پر گاڑی چلانا ایک ہی بات ہے۔ خدا ان

میونسپلٹی صاحب کو خیالی عنایت کرے کہ لکھنؤ سادن سے آج تک انھیں ہر ایک سر اسوچھتا ہے۔ سڑک قیصر باغ سے جھکر سڑک تیرے کے دونوں جانب جا بجا بارک لنگر یاں کے چبوترے بھی انھوں نے بطور اپنے حسن انتظام کی نمبر کے بنا دیے ہیں۔ یہ تو دبے یا ٹھیر زیادہ تر کسی مقام پر لگائے گئے ہیں جو تنگ ہے۔ اس تنگی سے تصادم کے کئی حادثے بھی رونما ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ جہاں بعض ٹھیکیداروں کے رخنہ دار میونسپل کمشنر ہوں وہاں لینے کے دینے ہی ہوا کرتے ہیں۔ کسی کو باز پرس کی مجال نہ ہو گی اگر یہ سچ ہے تو شہر والوں کی جان ضرور خطرے میں ہے۔
سنتے ہیں کہ سرحدی گاندھی (عبد الغفار خاں) بھی تو گرفتار ہو گئے۔ حکومت نے صرف انکو اپنے وطن جانے کی ممانعت کی تھی اور ساری دنیا میں پھرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اب ہندو گاندھی کے بارے میں سنا جاتا ہے کہ اگر وہ سا ئمن کے بارے میں "عمل" کرنے کے لئے سرحد میں قدم رکھیں گے تو بڑی ہوگی۔ اور رہنما پھر ستیہ گرہ کے موچے سے کام لیں گے۔ حالانکہ ستیہ گرہ سے حکومت نہیں ڈرتی خصوصاً ان واحد کی ستیہ گرہ۔ وہ اندھیرے میں کھڑے ہو کے آنکھیں نکالنے اور گھورنے کے سوا

قرآن مجید مترجمہ حضرت شیخ الہند

مع مکمل و مفصل فوائد

از حضرت شیخ الہند و حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی

اس قرآن پاک کا ترجمہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بزمانۂ اسیری جزیرۂ مالٹا میں بہت تحقیق و تدقیق اور غور و فکر کے ساتھ بڑی مدت میں مکمل فرمایا تھا اور فوائد کی تحریر کا کام شروع تھا کہ ۱۹۲۰ء میں آپ کا وصال ہو گیا فوائد کے باقی (۲۶) پارے) آپ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے ساڑھے تین سال کی محنت شاقہ کے بعد مکمل فرمائے اب اردو زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ مفہوم اور مطالب کا ایک ایسا مستند اور بے نظیر مجموعہ مرتب ہو گیا ہے کہ جس کے ذریعہ ہر اردو داں قرآن حکیم سے پوری واقفیت حاصل کر سکتا ہے۔ متوسط تقطیع ۲۶×۲۲/۸ ورکا غذ ہلکا فیروزی جو خاص طور پر بنوایا گیا ہے باوجود ان خوبیوں کے اس کا ہدیہ بہت کم رکھا گیا ہے یعنی مجلد مجلد چرمی ۱۶ہ ہلد کرمچ سے، غیر مجلد پانچ روپیہ محصول ڈاک مجلد پر ۱۲ اور غیر مجلد پر ۱۲ مع پیکنگ ہے جو بہر صورت خریدار کے ذمہ ہوگا۔ ایک ہر دیل تک ریل کے ذریعہ ڈاک کے صرف کرنا ہوگا۔
پارۂ عمّ مذکورہ بالا تقطیع پر قرآن شریف کا ایک پارہ بطور نمونہ سفید چکنے کاغذ پر چھپا ہے شائقین جلد منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔ عل یعنی پارہ مع محصول ڈاک ۳ کے ٹکٹ بھیجکر طلب فرمائیں۔

ملنے کا پتہ:۔ محمد مجید حسن مالک اخبار مدینہ بجنور (یو۔پی)

اودھ پنچ نمبر ۱۰
رجسٹر نمبر اے ۸۳

مجلدات اودھ پنچ لکھنؤ ۳۲ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب ظرافت و نکات سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانے میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد ہے ... مع محصول۔ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ و ۳۲ء کی قیمت

فی جلد ... محصول ڈاک عہ بذمہ خریدار۔
جلد ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول قیمتی عہ۔ اور جلد ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

۳۰ء اور اسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں۔ قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار۔

منتخبات اودھ پنچ حصہ اول

دور ثانی کی قدیم جلدوں کے منتخب شدہ علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز خزینہ $\frac{۲۰ + ۲۶}{۱ \quad ۱۴}$ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت فی جلد عہ۔ علاوہ محصول۔

نیز حصہ دوم مشتمل بر ۹۰ صفحات مجلد عہ۔ محصول ڈاک علاوہ۔

حصہ سوم۔ ضخامت بشرح صدر مجلد عہ۔ علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

REGISTERD No A 783
رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳
LUCKNOW
OUDHPUNCH
۱۹۳۴
1934

جواب :- آقا جان! اسی سے تو میں کہتا ہوں کہ تم ترقی نہیں کر سکتے۔ نے اب اور کسی پیشہ کا نام لو اگر تم پہیلی بوجھ گئے تو خیر ورنہ میں تو یہ مشکل حل کر ہی دوں گا۔"

میں :- اچھا ڈاکا ڈالوں؟ چوری کروں؟"

جواب :- دونوں کاموں کے واسطے بڑا دل گردہ درکار ہے۔ اگر تم ہندوستان کی کالی مٹی سے نہ بنے ہوتے اور لندن میں ہوتے تو میں کسی قدر غور کے بعد تمہاری بات کا جواب دیتا۔ اور اب تو بے سوچے سمجھے کہہ سکتا ہوں کہ تم اس میں بھی ترقی نہیں کر سکتے۔ تو وجہ کیا ہندوستان میں ڈاکا ڈالنا یا چوری کرنا عیب بھی ہے اور سزا بھی اس کی سخت ہے؟"

میں :- تو کیا انگلستان میں ڈاکو اور چور نہیں ہوتے؟ یا ان کو سزا نہیں دی جاتی؟"

جواب :- آہ اے تم میں شئے لطیف جس کا دوسرا نام عقل ہے بہت کم ہے۔ بھلا کسی مہذب ملک میں ڈاکو بھی ہوتے ہیں؟ تو بہ کرو وہاں بیکاروں کا گروہ اکثر مہذب طریقے سے بلوے کر کے اپنے واجبی حقوق کا مطالبہ ہے اُسے ڈاکا ڈالنا یا چوری سے تعبیر کرنا بے وقوفی ہے۔ یہ گروہ اپنے ملک سے کہتا ہے "پیدا تو ہوئے تیرے یہاں اب کھائیں کس کے گھر سے؟" ملک قانون کی کتاب ہاتھ میں لیتا ہے اور دنیا کے نقشہ پر انگلی کو گردش دیتا ہے۔ افریقہ ایشیا امریکا غرض جس وحشی یا نیم وحشی ملک پر انگلی پہنچ گئی وہی دار القرار ہے گویا نپولین کا فالنامہ ہے دنیا کا نقشہ نہیں ہے۔ صدہا سال سے یہ عمل جاری ہے ڈاکو کے جو معنی یہاں کی لغت میں لیے جاتے ہیں۔ لندن کی لغت اس سے بالکل خالی ہے۔ ابتداءً اس نقل وطن سے لوگ گھبراتے تھے رفتہ رفتہ عادی ہو گئے۔ سرسبز و شاداب وادی لہلہاتے ہوئے جنگل زرخیز و شاداب میدان۔ آزادی۔ اختیارات کی وسعت۔ خدمت کے لیے وحشی دیسی شکار گاہیں۔ معاون۔ یہ ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ وطن کی دوری کو بھلا نہ دیں۔ پیداوار بڑھا تعلیم پھیلی۔ دولت بڑھی اور وہی نسل اب اس قانون پر [illegible] کر ان کی خدمت کے لیے ہندوستان سے قلی جاتے ہیں۔ الغرض وہاں ڈاکو نہیں ہوتے اور ہوتے ہیں تو نہایت مبارک خوش قسمت۔ رہے چور اٹھائی گیرے۔ اگرچہ فی صد لندن کی حالت اتنی بدل نہیں جتنی کہ دیگر نصف حصہ کی ہے۔ اور بسا اوقات لوگوں کی جیبیں نہایت تہذیب اور متانت کے ساتھ ظلمت اور حکیمانہ طریقے سے خالی کر لی جاتی ہیں۔ لیکن جب علم و حکمت کسی کام میں صرف ہو تو چوری کے لفظ کے اطلاق سے وہ باہر ہو جاتا ہے۔ بوڑھا یہ کہنے کی کھر یا چرانے والے کمسن بچے چور ہو سکتے ہیں مگر وہ پیر فرتوت جو قانون بنا کے اچھی اچھی زمینوں کی ملکیت سے ان لوگوں کو محروم کر دیتے ہیں۔ جنہوں نے ان کو سکونت کے قابل بنایا ہے ہیں ہوبانی ایک کر دیا نہ چور ہیں نہ ڈاکو۔ مہربان اب وہ [illegible] لد گیا۔ ایشیا کے باشندے ڈاکو اور چور ہونے کے بعد بھی ترقی نہیں کر سکتے۔ تم نادر شاہی کے خواب دیکھ رہے ہو قانون تمہارے انتظار میں ہے۔ اگر پھانسی کی دہ گز رسی سے بچے تو کالا پانی جاؤ گے۔ کالا پانی (جزائر انڈمان، فجی، کینیڈا، آسٹریلیا، گا نا، کینیڈا) نہیں ہے اور نہ یہی تو وہ [illegible] پیارے پیارے مہذب جان لیوا اور زار وہ خود مختاری جو ہمت بڑھاتی نتیجہ افلاس یعنی جرائم پیشگی سے نفرت دلاتی ہے کہاں میسر ہے۔ وہ سرسبز کہاں ہیں؟ جو تمہیں بیکار بے روزگار بے گھر بے زر دیکھیں اور تمہارے واسطے مستعمرات عالم میں سے کوئی سرسبز ٹکڑا تلاش کریں۔ ابھی منہ سے ذری نکالو تو سہی کہ ہم بیکار اور خانہ بدوش ہیں ابھی ہتھکڑی بیڑی کی جھنکار سے پیشاب خطا ہو جائے۔ آوارہ گردی میں چالان ہو چکی پسے ملتے رام بانس دہاتی جنگلی کو ٹے کو ٹتے پلیتن نکل جائے۔ یہ منہ اور مسالا۔ آپ ڈاکو بنیں گے چوری کریں گے! اے تیری قدرت اے تیری شان! ا سے

ڈاکو ہونے کے لیے بخت سکندر چاہیے

سکندر اعظم جب دارا کو نادار بنا چکا اور تسلط ہو گیا تو ایک ایرانی سرکش ڈاکو انصاف کی غرض سے پیش کیا گیا۔ سکندر نے کہا۔ "میں نے سنا ہے تم بڑے ڈاکو ہو؟"

ڈاکو :- نہیں حضور! بڑے آپ ہیں۔"

سکندر :- ارے ہم بڑے ڈاکو ہیں؟"

ڈاکو :- تو کیا ہم بڑے ڈاکو ہیں؟"

سکندر :- ارے کمبخت تو لوگوں کا مال اُن کی مرضی کے بغیر چھینتا ہے۔"

ڈاکو :- شکر ہے کہ حضور اس عیب سے [illegible] یہ تخت یہ املاک یہ ملک تو حضور کا موروثی ہے [illegible]"

سکندر :- فلاں گاؤں میں تم نے چار خون کیے۔

ڈاکو :- قربان جاؤں حضور نے یونان سے یہاں تک تشریف لاتے میں ایک خون بھی نہیں کیا؟

سکندر :- ان مقتولوں کے بال بچے تڑپتے بلکتے ہیں۔

ڈاکو :- ایرانی مقتول سپاہ کے عیال [illegible] چیختے ہیں؟"

سکندر :- تو کیا ڈاکا ڈالنا اور ملک گیری ایک [illegible] شے ہے؟"

ڈاکو :- افعال میں کوئی فرق نہیں [illegible] ایک ہی سا ہے البتہ نام جدا گانہ ہیں۔ نام رکھ لینے کا ہر شخص کو اختیار ہے۔"

ارسطو :- اے بادشاہ منطق سے اس کا استدلال صحیح ہے۔ کیوں ایسے شخص سے بحث کرنا ہے جس کی موت قریب ہے۔ نہ ماننے والے سے کسی کا بس نہیں چلتا۔ جو چیز آج تک کسی بادشاہ کے قابو میں نہیں آئی وہ زبان ہے یہ اُس وقت تک چلتی رہے گی جب تک زندگی ہے۔ تجھے قصاص لینا ہو تو قاضی کے سپرد کر دے۔"

سکندر نے تخلیہ میں ارسطو سے بحث کی وہ لاکھ لاکھ دلیلوں سے اپنے دعوے ملک گیری کو غضب کے خلاف ثابت کرتا رہا مثلاً میں دنیا کو غفلت سے بیدار کرنا چاہتا ہوں میرا مقصد تہذیب و تمدن کی اشاعت ہے۔ میں وحشت کو

اہلیت و تائید ... سے بدلنا چاہتا ہوں میں تہذیب
اصلاح سب کچھ کرتا ہوں۔ مگر ایک دلیل بھی مضبوط
نہ ٹھہری۔ تو میاں ڈاکو ایسے ہوتے ہیں۔ اب تم
بتاؤ کہ تم چھوٹے ڈاکو بننا چاہتے ہو یا بڑے۔ بڑا
ڈاکو (سکندر) کوئی نہیں بن سکتا۔ معزول قیصر
جرمنی (ولیم) نے ارادہ کیا تھا۔ مگر ناکامیاب
فش۔ ادھر ست اس کی وحشت کے جواب
میں ایسے ایسے صنب گھونسے پڑے کہ
بھاگنا پڑا۔ وہ تو بھاگ کے بچ گیا۔ لیکن میاں
فرانس نے روہر اور دیگر زمینوں پر جو بیچارے
غریب پیشہ وروں کی ملکیت ہیں قبضہ کر لیا۔
دھوبی سے بس نہ چلا گدھے کے کان اینٹھے جاتے
ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کا ڈاکا ہے دیکھ لینا۔ اگر انجناب
زندہ ہیں) تو اسی دور و تسلسل غضب اندر غضب
اندر غضب میں دونوں کی شامت آجائے گی۔
رہا چھوٹا ڈاکو ہونا تو یہ بھی تمہارے امکان سے
باہر ہے۔ سکندر کا وقت اور تھا یہ وقت
اور ہے۔

میں: "کمبخت ناشدنی۔ میں نے ملعون سے کہا تھا
یا درحقیقت میری خواہش ڈاکو بننے کی تھی۔ واہ ری
عقل۔ واہ ری ذہانت۔ اسی تیز فہمی پر تو اپنی
شیطنت کا کام چلاتا ہے؟"

جواب: "بندہ اپنے کاموں کو تم سے زیادہ سمجھتا ہے
جب سے کرۂ ارض بنی آدم کے دم قدم سے
آباد ہوا آج تک ہزاروں بادشاہ انجناب کے
مطیع و منقاد رہے کروڑوں نامآوروں اور
زوروروں نے اپنی ترقی و عروج میں انجناب
کے مشورے پر عمل کیا۔ چنانچہ لارڈ کفن کھسوٹ
کی روح نے عالم فریبی تھوڑی سی خاطر داری
اور خوشامد کی تھی مصر کے طوطخ آمون (خورشید قدر
بہادر) کی دولت اُن کو دلوا دی۔ بھلا دیکھو تو کہاں
کا مردہ اور نانا مئو کا گھاٹ۔ پانچ ہزار برس سے دولت
جیوں کی تیوں رکھی رہی طوطخ آمون کو یہ صلاح
انجناب ہی نے دی تھی کہ اپنی دولت اپنے ساتھ
لیتا جا القبور کے لیے نہ چھوڑ مرنے میں بھی بادشاہی
ٹھاٹھ باقی رہے۔ خاک میں ملنے پر بھی سارا جسم
جواہر سے مرصع رہے۔ پاروں کے فقروں میں
آگیا اگر مسٹر کفن کھسوٹ میری تواضع تھوڑے
دن اور کرتے تو اس بیشمار مال کا لطف دنیا میں
اٹھاتے مگر وہ مر گئے خالی تھانہ ہاتھ نا نصیب
ہوا۔ اب یہ ساری دولت لندن کے عجائب خانے
میں رکھی جائے گی اور اس کو ملے گی جو کوئی انجناب
کی پرستش کرے گا۔ شاید اس کو نباشی و نقب زنی
کا الزام بھی نہ اٹھانا پڑے۔ اصل یہ ہے کہ دنیوی
ترقی کا جو کوئی عاشق ہو اُسے پہلے انجناب کی
چوکھٹ پر جبیں سائی کرنی چاہیئے۔ انجناب ایسے
ننھے نادان نہیں ہیں کہ فانی انسان کی تان تروز
(طعن) کو سمجھ نہ سکیں۔ تم نے طعن کے طور پر جو بات
کہی وہ بھی ترقی کی سیڑھیوں میں سے ایک سیڑھی
ہے۔ یہ کام بڑی بڑی حکومتوں نے اپنے واسطے
مخصوص کر لیا ہے۔ لہذا خلاصۂ کلام یہی ہوا کہ تم
ترقی نہیں کر سکتے"

میں: "خیر تو شاید حضور مجھ کو بادشاہ بننے کی ہدایت
کرتے ہیں؟"

جواب: "زیادہ آپے سے باہر ہونا ٹھیک نہیں۔
جان پیاری ہے تو ایسا کلمہ بھی زبان پر نہ لاؤ ورنہ
تمہارے واسطے بھی کوئی نہ کوئی لینن یا ٹراٹسکی
پیدا ہو جائے گا۔ ابھی پولیس والے ہی کیا کم ہیں
تعزیرات میں ایک سے لے کے آٹھ سو تک
جتنی دفعات ہیں سب تم پر جاری کر دی جائیں گی منہ
دیکھتے رہ جاؤ گے۔ کچھ بھی ہاتھ نہ لگے گی۔ لیکن بفرض محال
اگر خواب ہی میں یہ خیال آیا ہے تو میں اس کی
حقیقت سے بھی بخوبی واقف ہوں کیا تم نہیں جانتے
کہ انجناب بادشاہ گر ہیں بادشاہ گر۔ لہذا اس کو
کہ آجکل کی بادشاہی کوڑی کام کی نہیں۔ آجکل کی
بادشاہی میں اور طبعین کے خدا میں کچھ یوں ہی
سا فرق ہے یعنے وہ بھی وجود معطل یہ بھی عدیم الشعور
بالشویکیوں کی خبریں تمہارے کانوں تک مسلسل
پہونچ رہی ہیں اگر یہ خبریں صحیح ہیں اور یہ وبا کچھ
اثر رکھتی ہے تو روئے زمین پر لوگ بادشاہی کی
صورت دیکھنے کو ترس جائیں گے بد نصیب ہزیدا
گروہ پر کافیہ تنگ زور پکڑتا جاتا ہے۔ مگر خیر انجناب
کا ہاتھ اُن کی پشت پر بھی ہے۔ مریدین کا اضافہ
ہو رہا ہے اگر چہ وہ کہتے وہ پیچھے وہ مزیدیاں
وہ کو مئیں جو نمرود و شداد ہامان کے زمانے میں تھیں
آگے چل کے خواب و خیال ہو جائیں گی باہم

با ہمیں مرداں بباید ساخت

الغرض بادشاہ بننا بے لطف بھی ہے اور مشکل
بھی۔ لہذا تم ترقی نہیں کر سکتے۔"

میں: "بندہ ترقی کا بھوکا ہے ہو سکے تو مجھے ہندستان
کا وائسرائے بنا دو۔ جہاں گئے دو تین اڈرس ملے
تقریر بازیاں کہیں ایک کو سائی دوسرے کو
بدھائی۔ کسی کی تعریف کسی کی مذمت۔ دو چار
مرتبہ دن بھر میں یا انصاف یا انصاف کہہ دیا باقی
اللہ اللہ خیر صلاح "نہ کا مانہ کاج امنڈل باجا"
خزانے میں کمی ہوئی تو ٹیکس بڑھا دیا لوگ: وہ لے تو
لہذا "کیوں مرے جاتے ہو ڈھائی آنے کدھر
آتے ہیں کدھر جاتے ہیں" اس ٹیکس بازی کی بدولت
حسن انتظام کی شہرت۔ خزانے میں کبھی کمی پڑ ہی
نہیں سکتی۔ پھر کوئی الزام کیوں عائد ہونے لگا
تھا۔ واللہ بڑے مزے کی چیز ہے۔ پہاڑوں
کی سیر ہے۔ ناچ ہے۔ ہوا خوری ہے جشن ہیں
مرغن ہیں امیروں کی ملاقاتیں ہیں بس بس اب
اسی بات پر فیصلہ ہو گیا۔ بے بنائے مجھے وائسرائے"

جواب: "ہوش کی دوا کرو۔ نہ تم انگلستان کے
لارڈ چیف جسٹس ہو گے نہ وائسرائے ہو سکے
پہلے چہرے کا لگ تو جھڑوا لو"

میں: "عجب ہنگام ہے گویا میں اس دنیا میں کسی کام
کے لیے پیدا نہیں ہوا ابھی چاہوں تو وکالت کر کے پیٹ
پال سکتا ہوں۔ خدا قانون کو سلامت رکھے مقدمات
کی انتہا نہیں۔ کچہریوں میں ٹھٹھ لگے رہتے ہیں۔
ایک ایک نقل نویس عرضی نویس پیشکار سرشتہ دار کے
جب گھر پہونچتا ہے جیبیں بھری پڑی ہوتی ہیں لوگ کیا
ہیں اس بیٹھے دریا سے ایک قطرہ مجھ کو نہ ملے گا۔ آج
وکیلوں کے سوا روپیہ ہے کس کے پاس؟"

جلد ۱۸ نمبر ۲۵

مضامین

(مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۳۴ء)

گیتا بیگم

(نمبر ۲)

(مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۴ء)

مفتشوں کا مختصر قافلہ شکاگو پہنچ گیا۔ شہر میں اخبار بیچنے والے صدا لگا رہے تھے:-

"تین مہینے میں ۳۵ چوریاں۔ ایک بڑی بی کا قتل۔ مجرم کا پتا ابھی تک نہیں ملا۔ پولیس شکاگو کے ہر گلی کوچہ میں بڑے سرگرمی سے تحقیق میں مصروف ہے۔"

ریڈنگ صاحب نے ایک پرچہ خریدا اور غور سے مطالعہ کرنے لگے:-

"چوروں نے ایک چھوڑ ۳۵ چوریوں پر اکتفا نہیں کی۔ میڈم ایڈمسٹن کے گھر میں جو کہ ایک متمول معمر خاتون تھیں نامعلوم طور سے لوٹتے ہوئے تھے اور اُن بیچاری کی ٹیاں سی جان مفت میں رائیگاں ہوئی۔ آہ کیا رسوا کن حالت ہے۔ بیچاری کے جواہر و زیور گئے تو خیر جان کا صدقہ مال ہے مگر جان تو چھوڑ دی ہوتی۔

میڈم ایڈمسٹن بہت بڑی مالدار خاتون تھیں جنھیں اُن کے مرحوم شوہر کے ورثے میں مال و دولت کا ایک انبار ملا تھا۔ لوگوں کا اندازہ ہے کہ اُن کی ثروت بیس لاکھ ڈالر سے کم نہ ہوگی۔ جواہر و زیور اس مقدار کے علاوہ ہے۔ چور نے نقد میں سے تو کچھ نہیں پایا۔ صرف زیور و جواہر جتنے بھی زیور وہ اپنے پاس ہی رکھتی تھیں۔ ان کی قیمت بھی ساٹھ ہزار ڈالر سے زیادہ آنکی جاتی ہے۔ یہ بھی کوئی چھوٹی سی رقم نہیں۔ اگر مقتولہ لیڈی کا نقد روپیہ بینک میں نہ ہوتا تو بھلا ان شاطر چوروں سے کیا بچتا۔

یہ بڑی بی کوئی بھی داتا عورت نہ تھیں۔ اتنا بڑا محل دیکھیے اور نوکروں کے سوا دو آدمی جن میں سے ایک خوبصورت عورت ہے اور دوسرا ایک بڈھا مرد۔ یوں اکیلے رہنا اور اتنی بڑی دولت پاس رکھنا بے نتیجہ نہیں رہ سکتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ بڑی بی کو چوروں کی دست برد کا حال عین وقت پر معلوم ہو گیا۔ ضرور اُنھوں نے مقابلے کی ٹھہرائی۔ مگر کمزور مار کھانے کی نشانی۔ آخر اس مزاحمت کو چور برداشت نہ کر سکا اور اُس نے اپنی گرفتاری کے خوف سے بڑی بی کی جان لی۔ یہ ایک ایسا قیاس ہے جو ہر ایک شخص کر سکتا ہے۔

اس بات کی دلیل کہ موت اچانک واقع ہوئی یہ ہے کہ چور نے بڑی بی کی کھوپڑی پر ایک آہنی اور وزنی گرچا دے مارا جس سے مغز پارہ پارہ ہو گیا اور بیچاری کی جان چڑیا سی پھر سے اُڑ گئی۔

آج اس دردناک واقعے نے شکاگو کو دہشت کدہ بنا دیا ہے۔ لوگ ہجوم کر کے صدر تھانے میں جاتے اور "ہماری جانیں بچاؤ" کے نعرے لگاتے ہیں۔ پولیس کا یہ حال ہے کہ ذری سی بھی بھنک پاتی ہے تو نہ گنہگار دیکھتی ہے نہ بے گناہ پکڑ لیتی ہے۔"

ہمارے جاسوس علیہ الرحمہ نے مضمون مذکور بغور و تامل ملاحظہ فرمایا۔ کبھی ناک سکیڑی کبھی بھوں تانی۔ گردن ہلائی۔ ہونٹ کچ کیے اور پرچہ اپنے شاگرد کے حوالے کیا کہ "پڑھو"! اُس نے بھی حرف بحرف قصہ پڑھا اور بولا "اُستاد بڑے شاطر چور کا سامنا ہے"۔ اُستاد نے فرمایا ہاں بھئی اب تو ہم اندھوں کی طرح شکاگو میں وارد ہوے ہیں۔

— اتنے میں رئیس امن کی قیام گاہ آ گئی۔

—(۲)—

نوکر "حضور دو شریف مرد آدمی آپ کو پوچھتے ہیں"۔

رئیس امن "اوہ بلاؤ۔ انہیں جلدی بلاؤ"

مسافر اپنے معمولی لباس میں داخل ہوئے۔ افسر نے بغور دیکھنے کے بعد پوچھا "فرمایئے کیا ارشاد ہے"۔ جواب میں چھوٹا سا تکڑا کاغذ کا بڑھایا گیا جس پر جیمس ریڈنگ کا طلسمی نام لکھا ہوا تھا۔ نام کا ہے کو ایک دیا سلائی تھی جس نے پولیس افسر کو بم کے گولے کی طرح کرسی پر سے اچکا دیا۔ ہاتھ ملتوال ہوئی "آپ نے بڑی راہ دکھائی۔ میں تو دیکھنے جا رہا تھا۔ خوب آ گئے۔ نوازش۔ مجھے تو آپ پر رشک ہوتا ہے۔ واللہ خدا نے آپ کو عجیب ذہن عنایت کیا ہے۔ کیا مجال کسی چور یا خونی کی جو آپ کی نگاہ سے پوشیدہ رہ سکے"۔ ہمارے طلسمی جیمس صاحب صرف مسکرا دیے اور فرمایا "یہ دوسرے صاحب میرے مددگار مسٹر بالسی ہیں۔ غالباً جناب نے ان کا نام نامی سنا ہوگا"۔

"کیوں نہیں بھلا کون ہے جو آپ کو جانتا ہو اور مسٹر بالسی کو نہیں جانتا"۔

"جناب والا کی تعریف کا شکریہ۔ میں کس قابل ہوں یہ سب آپ کا حسن ظن ہے"۔

"اچھا اب مطلب کی باتیں ہونی چاہییں"۔

"آپ نے آج کے پرچے میں چوریوں کے مفصل حالات ملاحظہ فرما لیے ہوں گے۔ چور اور قاتل لاپتہ ہے ہم اندھیرے میں ٹاپک ٹوئیاں مار رہے ہیں مگر سب بے فائدہ"۔

"تو کیا اتنے بڑے شہر میں ایک بھی ہوشیار مددگار آپ کو نہیں ملا"۔

"جی نہیں۔ جھوٹ موٹ کا ہوشیار بھی نہیں"۔

"اچھا یہ تو ارشاد ہو کہ بڑی بی (مقتولہ) کی میت ابھی دفن تو نہیں ہوئی؟"

"جی نہیں کفنائی ہوئی رکھی ہے۔ آپ چاہیں تو اُن سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ اگرچہ زبانی بات چیت نہ ہو سکے گی لیکن آپ کو خدا نے وہ قدرت عنایت کی ہے کہ ہر موے تن زبان بن کے اپنا ماجرا سنائیگا"۔

"میں ضرور اُن سے ملاقات کروں گا۔ ذری واردات کا مقام بھی دیکھنا ہے۔ ہاں یہ تو ارشاد ہو کہ اس گھر میں اور کون کون رہتا ہے"۔

"ایک جوان خوبصورت خوش شکل پیاری پیاری

بھولی بھالی کٹیلی نشیلی آنکھوں والی عورت اور دوسرا بڈھا ٹھابھوس بہرا خادم "

" درست - پری کے ساتھ دیو کا ہونا لازم ہے - اچھا اس واقعہ کے متعلق ان دونوں کی رائے کیا ہے ؟ "

" عورت کہتی ہے کہ وہ اپنی خوابگاہ میں سو رہی تھی اُسے کچھ بھی اس واقعے کا علم نہیں کہ کس طرح رونما ہوا - اور خادم تو بہرا ہی - توپ دغنے نہیں سُنتا "

" اچھا اب مردہ خانے چل کے مجھے میت کے معائنے میں مدد دیجیے "

" اجی یہ ہے بڑی بی کی لاش "

لاش میں صرف ضرب کے نشان پائے گئے - چہرہ لہولہان تھا - مٹھیاں اس طرح بھنچی تھیں کہ ناخن ہتھیلیوں میں پیوست ہو گئے تھے - گویا یہ شامت کی ماری اپنا بچاؤ کرنا چاہتی تھی -

رسمی معائنے کے بعد مفتش نے جائے وقوع دیکھنے کا ارادہ ظاہر کیا - رئیس امن کے ساتھ جب مقتل پر پہونچے تو اسی خوبصورت عورت نے دروازہ کھولا جو کہ اپنی سرکار کے سوگ میں سیاہ کپڑے پہنے تھی - اس نے رئیس امن کی شکل دیکھتے ہی فیل مچانا شروع کیے " جھلسا اُسی پولیس کے منہ کو جو چور پکڑنے کا سلیقہ بھی نہیں رکھتی - آخر حضور کپتان صاحب یہ تو بتایئے کیا میری سرکار کا خون یوں ہی بے انتقام کے رہ جائے گا ؟ "

رئیس امن " گھبراؤ نہیں - عنقریب سب انتظام ہو جائے گا "

جیمس ریڈنگ " کیوں مس ! آپ کچھ بھی واقعے کے بارے میں نہیں جانتیں "

مس " درونی صورت بنا کے ہیں نگوڑی کیا جانوں ! آگ لگے نیند کو ایسا سوئی کہ تن بدن کا ہوش نہ رہا - جو ذری سا بھی کھٹکا سنتی تو بھلا مجال تھی جو میری بی بی کو وہ موا ٹیڑھی نگاہ سے دیکھ سکتا - صبح کو جب میں اپنی حضور کو جگانے اور ناشتے کی تیاری کی خبر دینے گئی دروازہ کھٹکھٹایا جواب نہ پایا تو میرا ماتھا

اُن کی عادت سویرے اُٹھنے کی تھی - میں نے زور زور سے چلائی " حضور ! حضور ! سورج نکل آیا - اب بیدار ہو جیے - ہائے کیا خبر تھی کہ حضور کو اب گھر بار سے مطلب نہیں - ہائے میں اُن کی آواز سننے کے واسطے بے تاب تھی مگر بے کار - آخر اسی بے تابی میں زور سے کنواڑے پر لات ماری - وہ کھل گیا - دیکھتی کیا ہوں کہ حضور مسہری پر بہت بُری طرح پڑی ہیں - چندیا پھٹی ہوئی ہے - خون میں ڈوبی ہیں - بس اب مجھے چین کہاں - لگی دھاڑیں مار مار کے رونے - لاکھ چاہتی ہوں کہ چیخوں مگر مارے رعب اور ڈر کے آواز نہیں نکلتی - جیسے کسی نے گلا دبوچ لیا - پھر میں نے قصد کیا کہ لاش ہی کے پاس جاؤں - مگر پاؤں قابو میں نہ تھے نگوڑے سو گئے - آخر جہاں کی تہاں تھم ہو کے ٹھٹک رہی - آدمی کو بلانا چاہا - لیکن وہ بھلا کیا سنے گا بہرا ہے - تھوڑی دیر کے بعد جب دل ٹھہرا تو میں لاش کے پاس گئی - شانہ پکڑ کے ہلایا - ان بیچاری میں مطلق دم درود نہ تھا - ڈیل بالکل اولا ہو رہا تھا - زندگی کی کوئی علامت نہ پائی - اب میں زور سے چلائی - بیگم ! بیگم ! ! ہائے کیسی گہری نیند آ گئی - اُٹھیے "

بیگم زندہ ہوں تو جواب دیں - بھلا کہیں مُردے بھی بولتے ہیں - اب میں ٹیلیفون کی طرف لپکی پولیس کو اطلاع دی کہ اللہ بخشے میری بیگم ایڈمسٹن جنت سدھاریں کسی موے نے غضب ڈھایا - جلدی دوڑو - پولیس والوں نے مکان کا نمبر اور پتا پوچھا آئے اور ڈھونڈھیا ڈالی کہ شاید قاتل موے کا سُراغ ملے - اُنھیں بیگم کے خزانے کا قفل ٹوٹا ہوا ملا - جو کچھ اس خزانے (الماری) میں تھا تتر بتر پڑا تھا - اسی الماری میں ایک صندوقچی تھی جس میں بیگم مرحومہ اپنا زیور رکھتی تھیں - ہائے میری شوقین بیگم - اب زیور کون پہنے گا - ہی ہی ہی - موا موا ہو - ہو -

پولیس والوں نے مجھ سے پوچھا اس بکس میں کیا تھا - میں نے کہا زیور - جس کی قیمت ساٹھ ہزار ڈالر سے کچھ اوپر ہو گی "

ریڈنگ " کیوں بی اگر تم وہ زیور دیکھو تو پہچان لو گی ؟

مس " بھلا ایک ہی ہوئی میں نہ پہچانوں گی تو کیا آپ پہچانیں گے سیکڑوں دفعہ اپنے ہاتھوں دوسرا پہنایا - دور سے بھی دیکھوں تو شناخت کر لوں "

ریڈنگ " تمھاری اس قتل کے بارے میں کیا رائے ہے - کیا قاتل کی نیت پہلے ہی سے مار ڈالنے کی تھی یا اُس نے اپنے ارادے میں خامی ہوتے دیکھی تو مجبوراً جان لی "

مس " نے بھلا میں اس نگوڑے کی نیت کا حال کیا جانوں ؟ "

ریڈنگ " اچھا مرحومہ کی عادتوں کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے "

مس " ارے میری بیگم تو فرشتہ تھی فرشتہ - نرم دل - بھولی بھالی - سخی داتا "

ریڈنگ " لوگ تو اُنھیں کنجوس مکھی چوس کہتے ہیں "

مس " لوگوں کے منہ میں خاک - جیسے خود ہوتے ہیں ویسا ہی دوسرے کو جانتے ہیں - جھوٹ - بہتان - غلط "

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۱۲۴۴ سنہ ۱۹۳۶ء

بعدالت جناب بابو مہابیر پرشاد صاحب ایڈیشنل منصف لکھنؤ

پرسوتم داس ذریعہ بیدا ناتھ رستوگی اشرف آباد شہر لکھنؤ مدعیان

بنام

سورج بخش مدعا علیہ

بنام سورج بخش ولد منوں قوم اہیر چٹی ولد مسیح دین قوم اہیر ساکنان موضع جگت پور پرگنہ و تحصیل و ضلع رائے بریلی مقیم ہرگاہ مدعیان نے تمھارے نام ایک ... بابت ... کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۰ - ماہ دسمبر ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور ... امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ مثل مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمھارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اُسی روز اُن کو پیش کرو -

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع او ر فیصل ہو گا -

آج بتاریخ ۱۲ - ماہ دسمبر ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا -

وقت حاضری دفتر ... ایڈیشنل منصف لکھنؤ ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک

مہر عدالت دستخط حاکم بخط انگریزی

ریڈ ٹنگ :- تو کیا سچ مچ وہ کنجوس تھیں؟"
مس :- "بس ایسی تھیں کہ سائل بدر وازے سے محروم نہ پھرتا تھا۔"
ریڈ ٹنگ :- "اُن کا نقد مال کہاں رہتا تھا"
مس :- "بنک گھر میں اور کہاں۔ البتہ گھر میں زیور کے سوا بڑی مالیت کی اور کوئی چیز نہ تھی۔ تو شاید مرنے والی کے دل کو آگاہی ہو گئی تھی جب تو انھوں نے ایک ہفتہ قبل مجھ سے فرمایا۔ زیور رکھ کے کیا کرنا ہے میں اسے بیچ ڈالوں گی۔"
ریڈ ٹنگ :- "کیا کہا۔ زیور بیچ ڈالوں گی؟"
مس :- "وہ ڈرنے لگی تھیں کہ چور موس نہ لیجائیں۔"
ریڈ ٹنگ :- "بس اب ایک بات اور بتا دو جب انھوں نے زیور بیچنے کا ارادہ تم پر ظاہر کیا تو وہاں اور کوئی بھی تم دونوں کی بات چیت سنتا تھا؟"
مس :- "اُوں ہوں۔ بس میں تھی اور وہ مرنے والی تھیں۔"
ریڈ ٹنگ :- "یعنی تیسرا کوئی نہ تھا۔"
مس :- "ہاں ہاں کہے تو جاتی ہوں۔"
ریڈ ٹنگ :- "اور تم کب سے اُن کے پاس نوکر ہو؟"
مس :- "کوئی سال بھر سے۔"
ریڈ ٹنگ صاحب نے گردن ہلائی۔ اور پوچھا۔
"وہ بڈھا ملازم کہاں ہے؟"
مس :- "ابھی بلاتی ہوں۔"
عورت بائیں طرف مڑی اور بہرے بجانگر ملازم کو بلانے چلی گر بہرے صاحب گویا پہلے ہی سے کہیں قریب موجود تھے۔ یکہٹ سے اندر آ گئے اور بیچ کے فرمانے لگے "کیوں حضرات! کیا اس سوگن واقعے سے شدید کوئی اور حادثہ بھی آپ لوگوں کی نگاہ سے گزرا ہے؟"
ریڈ ٹنگ :- (چلا کے) "آپ کا اسم مبارک۔"
بہرا :- "نام! کیا آپ میرا نام پوچھتے ہیں..... میں کسی قدر اونچا سنتا ہوں۔ نام۔ نام۔"
ریڈ ٹنگ :- "جی ہاں۔ نام۔"
بہرا :- "میرا نام انڈریو۔ وہی آپ کا خادم جو اس وقت شرف حضوری رکھتا ہے۔ (بہت چیخ کے) حضرات اس گھر میں مجھ کمترین کو آئے پچاس برس ہوئے۔ یہ سن اسی محل میں آیا۔ سب آقاؤں کی حسب مقدور خدمت کی۔ اور خلوص کے ساتھ کی۔ بس بیچاری ان مرحومہ کی بے وقت سانحہ کے اور کوئی سانحہ مجھ پر ایسا رنج دینے والا نہیں گزرا۔ ہائے مرحومہ کے اوصاف کیا بیان کروں۔ اُن کی موت نے ماں کی موت کا غم تازہ کر دیا۔"
ریڈ ٹنگ :- "تو جناب والا کو مرحومہ کے قتل پر بہت رونا آیا ہوگا؟"
بہرا :- "بھلا کون ایسا انسان ہے جو ایسی ہیئر کے فریچ پر نہ رونے گا۔"
دیکھتے ہی دیکھتے بہرے صاحب کی آنکھیں ملاح کی لنگوٹی بن گئیں یا ٹپ ٹپ بڑے بڑے آنسو گرنے لگے۔ ایک دوہتڑ ان حضرت نے اپنے منھ پر مارا اور پکارے :-
"بی بی ہائے ہم تم پر کیوں نہ قربان ہو گیا۔"
ریڈ ٹنگ :- "تو واقعی آپ مرحومہ کے قاتل سے واقف نہیں؟"
بہرا :- "اماں خدا سے ڈرو۔ اللہ کے سوا اور کون جان سکتا ہے کہ بیچاری مخدومہ پر کیا گزری۔"
ریڈ ٹنگ :- "تو پھر کون قاتل ہے؟"
بہرا :- "عجب سوال ہے۔ نہ میں قاتل ہوں نہ آپ۔"
ریڈ ٹنگ :- "جناب والا کی گراں گوشی کو کتنا زمانہ گزرا؟"
بہرا :- "کیا فرمایا؟"
ریڈ ٹنگ :- "آپ کی سماعت پر کب سے آفت آئی؟"
ابکی ہمارے جاسوس نے بہرے کے کان میں ہونٹ چپکا دیئے اور اتنے زور سے الفاظ ادا کیے کہ بڑے میاں قریب تھا تو راکے گر پڑیں۔ مگر سنبھل گئے۔ جاسوس نے پر معنی نگاہ سے انھیں دیکھا اور پھیپھڑے کی تمام طاقت اس سوال پر خرچ کر دی۔ سنا بھی کہ نہیں؟"
بہرا :- "جی میں پیدائشی بہرا ہوں۔ اسی رنج کے باعث تو قبل از وقت پیری کے آثار مجھ پر طاری ہیں۔"
ریڈ ٹنگ :- "واقعی آپ اگر بہرے نہ ہوتے تو میدان میں بچوں کے ساتھ کبڈی کھیلنے کا سن ہوتا۔ اب یہ ارشاد ہو کہ مرحومہ کے قتل کے بارے میں آپ کا [illegible] کسی پر ہے یا نہیں۔ یا زیور کی چوری کی بابت؟"
بہرا :- "استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔ میں کسی پر گمان نہیں کرتا۔"
جیمس ریڈ ٹنگ یا مرد طلسمی نے سوالوں کی بوچھار کر دی لیکن جتنا پوچھا اتنا ہی کرکرا پایا۔ بڑے میاں ٹس سے مس نہ ہوئے [illegible] [illegible] بہت ہی پیار کی نگاہ سے بہرے کو دیکھا اور [illegible] لگیں :-
"شاید یہ بھی کوئی زبردستی ہے۔ وہ [illegible] کی گائے۔ سیدھا سادھا اللہ والا۔ زمانے کے چھل بٹوں سے بالکل ناواقف۔ آپ نکار تکرار کے پوچھتے اور اس کا بھیجا چیخ چیخ کے ناحق بلبلا کیے دیتے ہیں۔ یہ بھی کوئی انسانیت ہے۔"
واقعہ یہ ہے کہ ہمارے ریڈ ٹنگ صاحب چیخ چیخ کے سماعت کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ پیدائشی بہرے پر چیخنے کا اثر کتنا ہوتا ہے۔ اتنی ہی دیر میں بہرے میاں کا دماغ بھنّا گیا تھا اگرچہ ریڈ ٹنگ صاحب کا گلا بھی اچھی حالت میں نہ تھا۔ آخر بہرا دھم سے لڑکھڑا کے کرسی پر گر پڑا اور ہانپنے لگا۔
"معاف کیجیے گا حضرات۔ یہ ہڈیاں ضعف کی وجہ سے اب جسم کا بار سنبھالنے کے قابل نہیں۔ گھٹنے جواب دے گئے۔"
ریڈ ٹنگ صاحب نے دل میں کہا۔ رہو بچا۔ خوب ہم پر ہنس لو۔ ہم جانتے ہیں کہ تم پیدائشی بہرے ہو۔ مگر بہرے صاحب دیکھا جائے گا۔ تھوڑی دیر تک جاسوس کی نگاہ بہرے کے آنے جانے رنگ سے ٹکراتی اور پھڑکتے ہوئے دل کا گوشہ گوشہ ٹٹولتی رہی۔ پھر مس صاحبہ کی جانب متوجہ ہوئی۔ مگر اللہ ری کو وہ صفت عورت۔ نہ ابرو پر شکن۔ نہ چہرے پر اضطراب کی علامت۔ چہرہ شو دسے کی تپلی کی طرح ساکن۔ لوح پیشانی بالکل سادہ۔ دل کا پتلو رحمیو ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں چہرے سے دل کا حال

کیونکر گھٹے چہرہ نہیں چھپتا، سے جس کا بوجھنا دشوار۔ اس جوان عورت کا حسن و جمال بھی تمثال عالم ہے۔ کوئی پچیس برس کے لگ بھگ عمر۔ چتون پہ ہوشیاری بہادری کے آثار۔ گفتگو کا انداز نہایت لطیف۔ بانیا دل موہ لینے والی۔ کیا مجال جو اُسکی نگاہ سے کوئی بھید چھپ سکے۔ اُڑتی چڑیا کے پر گنتی۔ دل کی تہہ تک پہونچ جاتی۔ انسانی عقل پر ڈاکا ڈالتی۔ انشوری چربلک۔

جب بہیر ریڈ نگ صاحب عالمانہ جرح سے کام نہ نکال سکے تو اُنھوں نے چھل کو راز جوئی کا [illegible] قرار دیا۔

ریڈنگ:۔ یہ حیثیم ہے ورا آج شکاگو میں تو آپ کا حسن و جمال بے نظیر ہے۔

مس:۔ یہ حضور کی قدر دانی کا شکریہ ہے۔

ریڈنگ:۔ نہیں میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی میں آپ کا سا حسین نہیں دیکھا۔

اس عورت نے بظاہر دل تنگی سے مسکرا دیا۔ والے ہٹائیے بھی۔ یہ موقع حسن و جمال کی تعریف کا نہیں۔ آپ تفتیش کرنے آئے ہیں یہ جرم کی تفتیش کرنے؟

ریڈنگ صاحب سمجھ گئے کہ مقابلہ سخت ہے مسکرا کے کہنے لگے:۔ یہ سچ ہے مگر جناب کیا کروں حق کسی نہ کسی طرح زبان پر جاری ہو ہی جاتا ہے۔

مس:۔ گزارش یہ ہے کہ حضور صرف میری بیگم کے قاتل [illegible]

ریڈنگ:۔ دونوں سے بحث کرنے سے کیا مضائقہ ہے۔

مس:۔ [illegible] یاد مجھے مجبور کرے گا کہ میں گفتگو ختم کر کے اپنے کمرے میں چلی جاؤں۔

ریڈنگ:۔ ہرگز نہیں۔ ہمارا مقصد تمہیں ناراض کرنے کا نہیں۔

مس صاحب الی کے کولھوں کی طرح کھنچ رہی تھیں اور اس کھنچنے سے ہمارے ریڈنگ صاحب کی بڑھائی ہوئی عقل بڑھ رہی تھی۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ بی صاحب کو اچھی طرح تاڑ نہیں سکتے۔ یہ کہ زیادہ حسین فریب ہوتا ہے یا نہیں محبت ایک ہی طرف رجوع کرتی ہے اور اس دوران میں دوسرے کا اظہار عشق کالی کا حکم رکھتا ہے۔ وہ تاڑتے تھے کہ بی صاحب کو بھی اس جوانی میں عشق سے واسطہ پڑا یا نہیں۔ کیا وہ ریاکاری میں میر صاحب کی شریک ہیں؟ کیا ایسی قوی دل عورت قتل کی مجرم ہو سکتی ہے۔ بظاہر تو پانی بھرتا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر فریب جال کا سایہ تو ضرور پڑا۔ آگے خدا جانے۔

ریڈنگ:۔ اچھا تو خدا حافظ۔

مس:۔ خدا حافظ۔

ریڈنگ:۔ (چلتے وقت) کیا آپ کا اسم مبارک میں پوچھ سکتا ہوں؟

مس:۔ جی، عاجزہ کو "مارگی" کہتے ہیں۔ مگر پورا نام ذرا اردو زبان پر ثقیل ہے۔

ریڈنگ:۔ اچھا تو میں رخصت ہوتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا آپکی بیگم کے قاتل پر مجھے فتح دے۔ کہیے انشاء اللہ۔

مس مارگی:۔ انشاء اللہ۔ (گر دھڑکتے دل سے) ملاقات ختم ہوئی۔ راہ میں رئیس امن اور مفتش کے مابین جو گفتگو ہوئی وہ بھی سننے کے قابل ہے۔

ریڈنگ:۔ کہیے ان مس صاحب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

رئیس امن:۔ بیا مہذب حسین جمیل عقیل عورت ہے۔ سبحان اللہ۔

ریڈنگ:۔ [illegible] مجرم [illegible]

رئیس امن:۔ خدا نہ کرے۔

ریڈنگ:۔ تو کیا آپ ان کی پاکیزہ دامنی پر ایمان رکھتے ہیں؟

رئیس امن:۔ بیشک یہاں ایمان اور پورا ایمان ہے۔

ریڈنگ:۔ دلیل ارشاد ہو۔

رئیس امن:۔ بھلا حسینوں کو قتل اور چوری سے کیا واسطہ۔ وہ نگاہوں سے قتل کرتے اور دل کے چور ہوتے ہیں اس قتل یا سرقہ کا نشان ظاہر نہیں ہوتا۔

ریڈنگ:۔ مگر حضور واضح رہے کہ یہ غضب کی مکار عورت ہے۔

رئیس امن:۔ حضرت! اسی کا نام ہے بدگمانی۔ خدا بدگمانی سے محفوظ رکھے۔

ریڈنگ صاحب چپ ہو رہے۔ تخلیے میں جب بانسی سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے پوچھا۔ کہو بھئی تمہارا کیا خیال ہے؟

بانسی:۔ سچ پوچھیے تو میرے نزدیک یہ چڑیا نکلی [illegible]

پیامِ عشق سُنتے ہی غش آ یا

مصوّر (حکومت ہند) جو تصویریں کھینچ کر یہاں سے ولایت بھیجتی ہے، وہ دن رات سیر کرکے سفید و سیاہ کی + تصویریں کھینچتے ہیں تیرے جلوہ گاہ کی +

اودھ پنچ
رجسٹرڈ نمبر اے ۳۴۸۷

OUDH PUNCH
LUCKNOW
1934

فرصت ہی کا رونا ہے

پھوٹی میں یہ آئی ہے | کچھ عیش ہی جو ہم ہو
دولت ہی ملے مجھ کو | وہ کام کوئی سوچوں
پھر سوچتا یہ بھی ہوں | یہ سوچنے کا دھندا
فرصت ہی میں ہوتا ہے | ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

فرصت ہی نہیں دیتے
افکار معیشت کے

غالب مرحوم نے (پنج آہنگ) ایک قصہ ہی بحر میں لکھا ہے لیکن وہ بے تکا نہیں ہے اور انھوں نے بھی بحر طلاً نظم کیا ہے ؎

اے خواجہ بے پروا | من بندہ کہ غم نا کم
وز غصہ جگر چاکم | خواہم سخنے گفتن

اردو کی مذکورہ بالا نظم ہے یا وجود بحر کی پابندی ہونے کے کسی قسم کی خوبی نہیں ہے۔ بالکل کج رفتار اونٹ کی بانی معلوم ہوتی ہے جس میں کسی جگہ ضعف تالیف کا عیب ہے اور اگر کلام پر قدرت ہوتی تو قافیہ کی بیڑی ٹوٹ جانے پر یہ لنگڑی سی چال نہ ہوتی پھر حال اگر ہمارے اڈیٹر صاحب کو اس قسم کی پرانی جدت پسند ہے تو ہم آیندہ کچھ اپنے مذاق میں ایسی نظمیں ساتھ پیش کرینگے۔ اس خامہ فرسائی کا محض اسی قدر رحال ہے کہ اگر قافیہ سے دست برداری کی جاتی ہے تو دیگر صنائع معنوی و لفظی سے منہ موڑنا چاہیے اتنی بڑی خوبی ترک کرنے کے بعد (یعنی قافیہ ہٹا کر) گوٹ دامن میں اس حد تک سلیقہ لگانی چاہیے کہ جھول دیکھ کے طبیعت نہ اکتا سکے۔

ر ۔ ف ۔ ت ۔ م

زبان فطرت ادبار

نیچرل شاعری

مولانا بعد مدت آج پھر ایک لکھا سمجھا نا سمجھا قطعہ اینجانب کو مل گیا جب سے ڈاکٹر اقبال سر ہوئے ہیں غالباً یہ پہلا اتفاق ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کا اردو کلام ہماری نظر سے گزرا مولانا! عجب پچھو کھیز اور ملغلی انگیز دلدگدی پیدا کرنے والا کلام ہے دیکھتے ہی قلم میں کھجلی ہونے لگتی ہے لکھ لکھ سمجھ آتا ہوں کہ بھئی خدا کے لیے نجلا بیٹھ۔ پہلے علامہ ڈاکٹر تھے اب سر بھی ہو گئے ہیں کہیں تیری شامت تو نہیں آئی ہے مگر کمبخت نہیں نہ لکھا تو بات کیا ہے نیچرل شاعری میں ترمی و تعیمت بھی تعیمت ہوتی ہے طبیعت میں بلا کا انقباض و انبساط پیدا کرتی ہے ایسا انقباض و انبساط تو فیل مرغ کی سونڈ میں بھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا قطعہ یاد و شعر جو ہم تے ابھی ایک پر پیش کیا

بظاہر اس نظم کا جز معلوم ہوتے ہیں جس کی تعبیر یہ "دو بار" تم کر چکا ہے چونکہ تسلسلہ میں نیچرل شاعری کا معرکہ ختم کا ہم کھینچ چکے ہیں لہذا زیادہ ضرورت تطویل نہیں۔ شاعر فرماتا ہے ؎

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا گیا دور گراں خوابی

دیکھا آپ نے آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ افق سے آفتاب ابھرا ہی اور ستارے بھی تنک تابی دکھا رہے ہیں۔ غریب ناسخ نے کہا ہے ؎

رات اس میں ستاروں کے گرات وافق تھا
صبح کو خورشید جب نکلا تو مطلع صاف تھا

غالب فرماتے ہیں ؎

تھیں بنات النعش گردوں دن کے پردے میں نہاں
شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں

ہمارے شاعر صاحب دام اقبالہ دونوں کی نفی فرماتے ہیں یعنی دن کو ستارے بھی نظر آتے ہیں اور بنات النعش گردوں بھی برہنہ دکھائی دیتی ہیں بالحق آپ ترجمان حقیقت ہیں یہ دونوں آپکی برابری نہیں کر سکتے پی ایچ ڈی لد بر سر اور علامہ ہو تو ان موز کو سمجھتے تنک تابی ایجاد بندہ لغت ہے وہ سمجھ لیں یا "دھندلکے" کا ترجمہ فارسی یہ حالت اسوقت ہوتی ہے جب آفتاب افق سے نزدیک ہوتا ہے شاید ابھرنے اور طلوع ہونے میں کوئی فلسفیانہ فرق ہو۔ جسے ہم نہ سمجھ سکتے ہوں یا تنک تابی ہے کے معنی کسی طرح ٹھہر گئے کہ ڈوبتے جانیکے مرادف ہو جائے "صبح روشن" بھی نئی ترکیب ہے دنیا صبح صادق اور صبح کاذب کے سوا کسی تیسری صبح سے ناواقف تھی ہاں "روز روشن" البتہ زبان زد خاص و عام ہے شاید صبح روشن روز روشن کا ابتدائی حصہ ہو مگر مشکل یہ ہے کہ ہم اتنے حدید النظر نہیں جو دن کو تارے دیکھنے لگیں۔

(پنچ) حضرت! آپ کوئی زچا نہیں جو تارے دیکھیں یہ ان ارمان والیوں کے لیے رہنے دیجیے جو اس انتظار میں ہیں:۔

"تا صبح پھر زاید کرشب است آبستن"

بہرحال تنک تابی انجم در صبح روشن ہنگام ابھرید ن آفتاب (سر پر آور دن) از افق ایجاد بندہ اگرچہ گندہ ہے۔ ایک شفیق لال پڑھا شاعر صاحب اس مطلع کو سنتے ہی تھوڑی سی بے دھنگی روئی اٹھا لائے اور کہنے لگے بھئی یہ لفظ (تنک تابی) ضرور اسمائے اصوات میں سے کوئی اسم ہے جو نہ ہو دھنیے کی دھنکی اس کا ماخذ و مخرج ہوگی بھلا دس بارہ مرتبہ تنک تابی تنک تابی تنک تابی تنک تابی تنک تابی جلدی جلدی کہو تو بھی دیکھو روئی کے

ریشے علیحدہ ہوتے ہیں یا نہیں۔

معیار الاشعار میں محقق نے معنوی انقباض کی مثال اس طرح دی ہے۔

عسل تلخ: بہوتر چوں نگس

اگر محقق اس زمانے میں ہوتے تو ہمیں یقین ہے کہ انھیں الفاظ بے معنی میں انقباض خاطر کی سیکڑوں مثالیں بتصدق علامہ ڈاکٹر سر اقبال مدظلہ مل جاتیں۔

دوسرا شعر ہے

عروق مردہ مشرق میں خون زندگی دوڑا
سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا و فارابی

واقعی حضرت سینا و فارابی نے نہ کبھی آفتاب نکلتے دیکھا نہ صبح روشن دیکھی نہ ستاروں کی تنک تابی یہ ایک نئی بات تھی جو آپ ہی نے دیکھنے کی تھی یہ نیلا راز تھا جو آج تک کسی پر نہ کھلا۔ مشرق سے مشرق جائے مشرق خورشید خواہ زمین کے نچلے حصہ کے متعلق ہو یا اوپری حصہ کے متعلق کبھی مردہ نہیں ہو سکتی اور یہی راز ہے جس کے سمجھنے سے سینا و فارابی ضرور قاصر رہے۔ آپ بقول زمانے جدید نئی روشنی کے آدمی ہیں سمجھ گئے ہمارے مصرعوں میں کوئی خوبی یا جدت نہیں ہے اور یہ بھی ایک راز ہے جسکو غالباً سینا یعنی بو علی ابن سینا اور ابو النصر فارابی معلوم کرنے سے قاصر رہے۔ طلوع صبح کی دلیل ستاروں کی جھلملاہٹ ہے اسے ہر ایک بچہ جانتا ہے آفتاب نکلنے پر لوگ خواب گراں سے اکثر بیدار ہو جاتے ہیں اس سے بھی ہر کس و ناکس بخوبی واقف ہے (البتہ گراں کی بقا ابھرتی ہے) اب صرف دو باتیں رہی جاتی ہیں تنک تابی اور دوران خون کا مسئلہ۔ تنک تابی شاید اس وجہ سے نہ معلوم ہو سکی کہ تانت سر سے روئی دھنکنے والے ان دونوں حکیموں کے عہد میں نہ ہونگے اور دوران خون زندگی کا حال آپ کے مقابلے میں بھلا یہ دونوں کیا سمجھ سکتے۔ بہرحال کیا نیچرل شاعری ہے اگر یہی شگفتگی ہے تو واقعی شاعری کی مردہ رگوں میں زندہ خون دوڑا اور ایسا دوڑا کہ مشرق منہ دیکھتا رہ گیا۔

ر ۔ ا ۔ ف ۔ ت ۔ م

زبان فطرت ادبار

افسانۂ معشوق کو سنائے۔ مگر خیر یہی وجہ ہے کہ تم مجھے اپنے گھر میں آج دیکھ رہی ہو۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے سوالوں کا جواب صاف صاف دینا۔ کیا تمھیں شادی کرنا پسند ہے؟

مارگی:- پہلے یہ تو ارشاد ہو کہ وہ عاشق صاحب ہیں کون؟"

پادری:- میں نام بھی بتا دوں گا جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ تم آزاد ہو اور کسی دوسرے کی محبت میں گرفتار نہیں۔ سلسلۂ کلام جاری رکھنا دشوار ہے۔"

مارگی:- جی تو نام اُن کا بتا دیجیے۔"

پادری:- نہیں پہلے تم بتاؤ کہ تم آزاد ہو؟"

مارگی:- میں آزاد ہوں بھی اور نہیں بھی ہوں۔"

پادری:- واہ! یہ کیونکر؟"

مارگی:- واقعہ صرف اس قدر ہے کہ میں ایک شخص کو چاہتی ہوں جس نے شادی کا وعدہ کیا ہے ابھی تک شادی ہوئی نہیں۔"

پادری:- یہ چاہ یہ رغبت کامل ہے؟"

مارگی:- بے شک۔"

پادری:- تو پھر خدا حافظ۔ اب کسی تفصیل کی ضرورت نہیں۔"

مارگی:- جی نہیں باپ۔ اگر آپ کا تجویز کیا ہوا منگیتر میرے ہونے والے شوہر سے اچھا ہوا تو فوراً ارادہ بدل دوں گی۔"

پادری صاحب قہقہہ مار کے ہنسے۔" ہائیں! کیا آپ کے نزدیک مذہب عشق کے یہی اصول ہیں۔"

مارگی:- جی عموماً عورتوں کا یہی قاعدہ ہے ایک کو رکھتی ہیں اور اگر دوسرا اُس سے افضل نظر آیا تو پچھتاتی ہیں۔"

پادری:- اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ تمھیں اپنے عاشق سے اصلی محبت نہیں۔"

مارگی:- محبت ہے بھی اور نہیں بھی ہے۔"

پادری:- کیا تم مجھے اپنے اس عاشق کا نام بتا دو گی؟"

بی مارگی جان ہنسیں اور فرمایا۔" خوب پھر سے

اور آپ سے کب کی شناسائی ہے جو ایسا اہم راز آپ کو بتا دوں۔ وہی مثل ہے۔ جان نہ پہچان بڑی خالہ سلام۔"

پادری:- یہ تو کچھ نہیں بعض وقت دو اجنبی لمحہ بھر میں گہرے دوست ہو جاتے ہیں۔ کیوں نہ ہم دونو اپنا اپنا بھید ایک دوسرے کو بتا دیں۔"

مارگی:- اچھا تو حضور پہل کریں۔"

ہمارے ریڈنگ صاحب کو جلد ہی معلوم ہو گیا کہ معاملہ آسان نہیں۔ وہ صرف اتنی تھاہ لینا چاہتے تھے کہ بھورے ملوں پر یہی مارگی رہتی ہیں یا نہیں۔ لہذا عنوان بدلنا پڑا۔

پادری:- اچھا تو اب یہ بتاؤ کہ میں اُس کشتۂ نگہ ناز کو تمھاری جانب سے کیا جواب دوں؟

مارگی:- یہی کہ مارگی عہد شکن نہیں۔ جس سے دو بول کہہ کے ہار چکی پھر زندگی بھر زبان نہ پلٹے گی۔"

پادری:- تو کیا تم اس ناکام کی ملاقات بھی پسند نہیں کرتیں؟"

مارگی:- ابھی ہٹیے بھی پادری صاحب۔ میں آپ سے دل لگی کرتی تھی۔ اسی وجہ سے ان صاحب کا نام بھی پوچھا۔ ورنہ بھلا میں اپنے پیارے کی جدائی گوارا کروں گی۔ خوب سمجھ لیجیے۔"

پادری:- اب تو معلوم ہو گیا کہ تم کسی پر عاشق ہو۔"

مارگی:- آپ کا خیال صحیح ہے۔"

پادری:- تو اس خادم دین کی مبارکباد قبول کرو۔ خدا کرے تم دونوں دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو۔ شاد رہو۔ آباد رہو۔ جوانی کا سکھ دیکھو۔"

مارگی:- آپ کا شکریہ۔"

ریڈنگ صاحب کی جاسوس عقل نے لاکھ لاکھ ضمیر شناسی کی عینک سے مارگی کے صحیفۂ خاطر کا معائنہ کیا مگر یہ چیستان کسی طرح حل نہ ہوئی۔ اوہ ری گھنی گھنسکی عورت!۔

پادری:- خیر تو اب مجھے رخصت ہونا چاہیے۔"

مارگی:- انشاءاللہ اگر آپ نے دوبارہ اپنی تشریف آوری سے محظوظ فرمایا تو پھر زیادہ دیر تک گفتگو کا شرف حاصل کروں گی۔"

پادری:- اب تو ملاقات ہو ہی گئی۔ اکثر حاضر ہوتا رہوں گا۔"

ادھر تو ہمارے جاسوس علیہ الرحمہ نے رخصتی مصافحہ کر کے پیٹھ پھیری۔ اُدھر مارگی نے دانتوں کے نیچے ہونٹ دبا کے زیر لب کہا۔ پادری صاحب یا تو آپ احمق ہیں یا کوئی شیطان۔ بہرصورت نہ آپکی حماقت سے ہمیں دلچسپی ہے نہ شرارت کا خوف۔ جتنی چالیں یاد ہوں چلیے۔

اُس نے جاسوس کو گھر سے باہر نکال کے دروازہ بند کر لیا اور نہایت آزادی سے بکنے لگی پولیس والے سب احمق۔ تم اپنے نزدیک بہت ہوشیار ہو مگر جب وقت آتا ہے تو ہمیشہ اُلو کی دم فاختہ ہی ثابت ہوتے ہو۔

انڈریو!۔ انڈریو!! گو یہ نام آہستہ سے لیا گیا تھا مگر بھیڑ شاہ نے فوراً سن لیا۔ اٹھلاتے ہوئے کمرے میں آگئے۔"

مارگی:- ارے آنار و اس نگوڑے بھاجپے کو۔ دیکھیے کب تک یہ بھیس بدلنے کی مصیبت رہتی ہے۔"

انڈریو:- اور وہ تھا رے پدر بزرگوار کہاں گئے؟

مارگی:- جہنم۔"

انڈریو:- میں نے ان بزرگ کی تمام گفتگو سنی۔ کیا تم انھیں پادری خیال کرتی ہو؟"

مارگی:- بندی ایسی کند ذہن نہیں جو ایسے رنگ بازوں کو دیندار خیال کرے۔"

انڈریو:- تم نے پہچانا بھی یہ کون صاحب تھے؟"

مارگی:- ہاں کہیں انھیں دیکھا تو ہے۔ مگر بتا نہیں سکتی کب؟ اور کہاں۔"

انڈریو:- ابھی یہ وہی کلبی گھر والا گرگا ہے جو کل آیا تھا۔

مارگی:- اُوئی۔"

انڈریو:- سچ پوچھو وہی کمبخت تھا میں نے آنکھوں میں پہچانا۔"

مارگی:- اوہ رے پاجی۔"

انڈریو:- دیکھو جانی اس مردود سے بچی رہنا۔ وہ پھر آئے گا۔ قرینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم پر کسی نے فتح پائی تو وہ یہی شخص ہوگا۔ وہ ہمارے جرم کو تاڑ چکا ہے کیا عجب ہے کہ وہ پولیس والوں کو ہمارے پیچھے لگا دے۔ اوھر یہ بچا۔ تم ڈال ڈال ہو تو بندہ پات پات۔ ابھی یہاں

تم نے قدم رکھا اور میں نے تمھارا سر توڑ دیا۔ مجھ میں شیر کی بھی خاصیت ہے اور لومڑی کی بھی"

مارگی "ہاں ہاں پیارے اگلی پوزیشن سے تو چالاکی ٹپکے"

انڈریو "ہاں ہاں جانی یہی ہوگا"

باتیں ختم ہوئیں یہاں انڈریو نے کینچلی پھاڑ دی۔ بانو پیر فرتوت نظر آتے تھے یا دم بھر میں ایک سی سالہ جوان بن بیٹھے۔ بھرے بھرے بازو، ابھری ابھری مچھلیاں سڈول اور مضبوط ڈیل۔ چوڑا سینہ اور معاً دونوں کے یہ دو فرد ایک دوسرے میں مدغم ہو کے گئے کبوتر کے جوڑے کی طرح چونچ سے دانہ بدل کرنے چلے غٹر غوں غٹر غوں کرنے لگے۔

"پیاری مارگی تیرے کارن میں نے کیسا کیسا بھیس بدلے ہائے تیری محبت کے جرم نے سیکڑوں جرم کرا ڈالے اسے تو ہے تو کیا غم ہے۔ جہنم میں جانا گوارا اگر تیری جدائی گوارا نہیں۔ ہائے تو نے تو مجھے دیوانہ بنا دیا۔ تجھے دیکھتے ہی دل سینے سے باہر نکل کے تیرے گرد پھرنے لگا۔ کیا پیاری تمھیں وہ مبارک وقت یاد ہے"

مارگی "بھلا وہ بھی بھول جانے کے قابل ہے؟"

انڈریو "(جانری گردن کے گرد بازوؤں کو حالہ بنا کے) ہاں پیاری وہ نیک اور مبارک ساعت جب تم نے مجھے طعن کی تھی "انڈریو تم تو بالکل ننھے ہو" تمھاری زبان سے یہ کلمے نشتر بن کے نکلے اور میرے دل میں بیٹھ گئے۔ میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ ایک شبانہ روز یہی فقرہ میرے کانوں میں گونجتا رہا ــ دل یہ کہتا تھا "کمبخت ننھے مارگی تجھے قبول نہ کریگی۔ ہائے میں نے دولت پیدا کرنے کے لیے دنیا بھر کی خاک چھانی۔ کیا کیا جتن کیے۔ مگر وہ ہاتھ نہ لگی۔ سونے کو چھوا تو مٹی ہو گیا۔ آخر تم نے۔ مارگی تم نے یاد ہے کیا کہا؟ تم نے مجھ پر انتہائی مہربانی کی۔ تمھارا ننھا سا دل مجھ پر کڑھا اور تم نے صاف صاف کہہ دیا۔

"پیارے انڈریو مارگی تمھاری ہے اور تمھاری رہ کے جیے گی" ہائے میری جان میں نے تمھارے کلمے بالکل نہ سنے۔ آنسوؤں کی سیل میری آنکھوں کے گڑھے سے بہتی رہی۔ ہاں تم نے کہا تھا؟ یہی نہ؟ کہ تیرے پاس چاہے ایک کوڑی بھی نہ ہو مگر میں تیرے ہاتھ بک چکی۔ پھر تم نے مجھے گلے سے لگایا اور کہا "مجھے خدا تنگ نیست"۔ تم دولت حاصل کرنے میں اپنی پوری طاقت صرف کر چکے اب میری باری ہے۔ وقت گزرتا گیا تو تم نے کہا کہ وطن چھوڑے بغیر چارہ نہیں۔ ہم تم دونوں شکاگو میں آئے اور تم نے ان بڑی بی کے یہاں نوکری کر لی۔ آٹھ مہینے وہ تو اپنی کمائی سے تمھارا پیٹ پالا۔ تمھیں نے مجھ سے کہا کہ بڑھیا بہت مالدار ہے کیوں تم بھی اس کے یہاں نوکری نہیں کرتے جب موقع ملے اس چڑیل کو ٹھکانے لگاؤ۔ کوئی والی وارث بھی اس چڑیل کا نہیں۔ تم نے اچانک یہ مشورہ دیا اور میں ڈر گیا۔ مگر واہ ری میری غیر دل بیگم تو نے مجھے جرأت دلائی کہ اس کے بڈھے قدیم ملازم کا بھیس میں آسانی کے ساتھ بدل سکتا ہوں قصہ مختصر یہ کہ میں نے بڑھیا کے بہرے گیلے ملازم کے سینے میں اپنا تیز خنجر موقع پا کے گھسیڑ دیا اور وہ ٹھپ ہو گیا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر میری جان تو اس کی لاش کنوئیں میں ڈلوا کے اوپر سے مٹی نہ بھرواتی تو آج میرے ہاتھوں میں ہتکڑیاں ہوتیں یا پھانسی پہ لٹکتا نظر آتا آج تک اس راز سے کوئی واقف نہ ہوا سب یہی جانتے ہیں کہ بڑھا پرانا نوکر ہے۔

آہ پھر تو میدان خالی ہو گیا۔ تیرے اور میرے درمیان کوئی دیوار حائل نہ رہی۔ میں کس دل سے وہ جرأت دلانے والے الفاظ بھلا دوں جو تو نے اپنے پیارے اور تعلیم کردہ کتوں کو محلے میں تقسیم کرنے کے بعد مجھ سے کہے اور تین درجن متمول اشخاص کا گھر موستے میں وہ کام آئے۔ آخری مرتبہ بڑی بی کی باری آئی جب میں اس کی خوابگاہ میں اچل مچل تو اس نے کروٹ لی۔ کنجی الماری کے قفل میں گھسنے نہ پائی تھی کہ بڑھیا چلائی "دوڑو چور آیا چور" اب اگر میں اس کا سر اسی کرسی سے نہ پھوڑ دیتا تو کیا کرتا۔ پیاری تیری عقل پہ انڈریو قربان۔ تو نے کہہ دیا کہ بڈھے خادم کا قتل آسان تھا چھپ گیا۔ بڑھیا متمول ہے دنیا اسے جانتی ہے یہ چھپے گا نہیں۔ ریٹ کو فوراً میں نے ٹیلیفون کیا۔ اور پولیس والے آ گئے۔

مارگی "یہ سب پولیس والے کوئی مال نہیں۔ مگر یہ بھی گھر کا ملازم ہوا جاتا ہے۔ میں بھی تو بولی تو اسی شخص سے"

انڈریو "خیر چھوڑو شکاگو میں ٹھہرنا اب نہایت مشکل ہے ہمیں امریکہ چھوڑنا پڑے گا یعنی جلد ہم یہاں سے فرار ہو جائیں اچھا ہے۔ دنیا بھر کا راستہ ہمارے واسطے کھلی ہوئی ہے۔ فرانس ہے جرمنی ہے اٹلی ہے۔ روس ہے۔ جاپان ہے۔ ہندوستان ہے۔ اس دولت کے ساتھ ہم جہاں کہیں جائیں گے آؤ بھگت ہوگی۔ پیاری اسوقت یہ تیرا شیدا ہوگا اور تو ہوگی۔ دن عید رات شب برات۔ نہ کتے کا کھٹکا نہ بلی کا غم۔ مناسب یہی ہے کہ سب دولت نقد صورت میں جمع کر لو۔ میں دوسرے ناموں سے پاسپورٹ حاصل کرتا ہوں میرا ایک دوست جان ویکلی ایک ہوائی جہاز کا ڈرائیور ہے۔ دیکھو جانی جلدی کر دو سب نقدی نوٹ جواہر ایک بوسے میں بھر لو سمجھ گئیں؟ ــ

(۳)

تین شخص ایک جگہ بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔

رئیس امن "کہیے جناب کچھ پتا لگا؟"

ریڈ ٹنگ "جی ہاں"

رئیس امن "شکر خدا۔ مگر وہ کون ایسا بادی چور ہے"

پالسی "مس مارگی اور اس کا ساتھی بہرا خادم"

رئیس امن "کیا کہا؟"

ریڈ ٹنگ اور پالسی (باتفاق) "جو کچھ عرض کیا گیا مطابق واقع ہے"

رئیس امن "توبہ کیجیے حضرت! ایک معصوم۔ ایک چمنستان حسن کا شاداب پھول۔ اور چور؟"

ریڈ ٹنگ "یہ سب سہی مگر دلیل قوی موجود ہے۔ ہمارا دل ہزار ہزار چاہتا ہے کہ خیال بدل ڈالیں مگر واقعیت مجبور کرتی ہے"

رد و بدل ہونے لگی اور خوب ہوئی۔ پولیس افسر آدمی جوان تھے شوقین جیو تھا رکھتے تھے۔ مارگی پر دل اٹکا ہوا تھا۔ جاسوس کے دلائل بیشک قوی تھے کہ بڑھیا کنجوس تھی۔ دو ہی آدمی اس کے پاس تھے دونوں موجود ہیں۔ ایک بھیس بدلے ہوئے اور ایک اپنی اصلی صورت میں۔ بھیس بدلنے والا بہرا نہیں

کبر شنیں رہ جاتیں۔ تین دو جن چار پریاں ہو ہمیں ہر جگہ ایسے لگتے موجود ہیں بعض بعض کم کی خوراک دیتے بھی چُپ ہو جاتے ہیں۔ یہ خوراک ریڈنگ کے سامنے مارگی نے گنیا کو کھلائی۔ مقتول بڑی بی نے زیوروں کے فروخت کا ارادہ صرف مارگی پر وقت کو ظاہر کیا رات ہی کو بڑی بی عدم آباد پہونچا دی گئیں۔ یہ سب دلائل پولیس انسپکٹر کے چوٹ کھائے ہوئے دل پر متاثر نہ ہوئے۔ مارگی کا چہرہ جس دل پر منقش ہو اس پر ایسے دلائل کا نقش کیونکر جمے۔ آخر رئیس پولیس نے جھنجھلا کے کہا۔ "دیکھیے اگر کوئی اونچ نیچ پڑی اور مارگی بے خطا ثابت ہوئی تو میں بری الذمہ ہوں گا۔"

ریڈنگ نے خوشی سے "میں ذمہ دار ہوں آپ صرف میری رائے پر عمل کیجیے۔"

رئیس پولیس نے "آپ تو یوں دعوے کر رہے ہیں گویا مارگی نے آپ کے سامنے اقرار قتل کیا۔"

ریڈنگ نے "ہاں حضرت! گویا اپنے کانوں سے میں اقرار سرقہ سن چکا۔ آپ میرے مشورے پر عمل نہ کریں گے تو پچھتائیں گے۔"

اب رئیس صاحب کا دل تو فرض منصبی اور عشق کی دو دھاروں میں پھنسا اور استاد و شاگرد میں یہ طے پایا کہ جو کچھ ہو جلد ہو ورنہ چڑیا جال سے نکل جائے گی۔ (باقی آیندہ)

مراد

م ــ ح

مولانا پنچ کی نوٹ بک

مدح متناسب اور جوائنٹ پارلیمنٹری رپورٹ

کسی نے افلاطون الٰہی کے سامنے ایک شخص کا نام لیا کہ فلاں حاکم شہر آپ کی بہت تعریفیں کرتا ہے افلاطون یہ سنتے ہی کچھ سوچ میں پڑ گیا۔ خبر دینے والے نے پوچھا "حضرت یہ فکر کیسی؟" افلاطون نے جواب دیا کہ بھائی میں اپنے حال کا جائزہ لیتا ہوں کہ کوئی نہ کوئی نقص میرے ظاہر و باطن میں ضرور پیدا ہو گیا ہے جب تو اس جاہل کو میری مدح کا موقع ملا۔ یہ نصیحت لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ جاہل اپنی پسند کے قابل بات جب تک نہیں پاتا اُس وقت تک مدح نہیں کرتا۔

ہم نے یہ خبر تعجب کے ساتھ نہیں سنی کہ ایک امیدوار لقب سرکاری زبردستی کے ماہر اگر دو نے جوائنٹ پارلیمنٹری رپورٹ کی مدح فرمائی۔ وہ ہی اس قابل کہ اہل غرض اس کی مدح فرمائیں جاہلوں کی پسند کے قابل اس میں ہزاروں باتیں ہیں۔ بفضل انگریزی انھیں شمس العلما بنا دے یارو کہو۔ آمین۔

شفاخانہ سلطان محمود اور پولیٹکل مجانین

تاریخ یمینی میں ہے کہ سلطان محمود نے ایک دار الشفا کی بنا ڈالی جب وہ بن کے تیار ہو چکا تو سلطان بہت خوش ہوا اور ایک دن اسکا معائنہ کرنے خدم و حشم سمیت آیا۔ صحن میں مصلّے بچھایا اور شکرانے کی دو رکعت نماز پڑھی مصلے سے کچھ دور کسی کوٹھری میں ایک پاگل صاحب رونق افروز تھے جن کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی تھیں سلطان کو نماز پڑھتے دیکھ کے پکارے "یا محمود ما ہذہ الصلوۃ و السجود" (اے محمود یہ نماز اور سجدے کا کیا محل ہے) سلطان نے فرمایا "ایک کار خیر مجھ سے سرزد ہوا تو اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتا ہوں۔"

جناب پاگل صاحب چلائے "تو بھی بڑا پاگل ہے۔ اہل عقل سے مال حاصل کرنا اور پاگلوں کو کھلانا یہ پاگل پن نہیں تو کیا ہے۔ دیکھ میرے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہیں۔ خدا ہرگز تیرے اس فعل سے خوش نہ ہوگا۔"

یہ شخص تھا تو پاگل مگر بات پتے کی کہہ گیا۔ ایک طرف تو ہماری حکومت اُن لوگوں کو جو بیچارے ہیجان قلبی پوری آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں پاگل کہہ کے بیڑیوں ہتکڑیوں سے سنوارتی ہے دوسری طرف رعایا کے گاڑھے پسینے کی کمائی ٹیکس اور خوراک کی شکل میں انھیں بھراتی ہے۔ پھر اپنی حماقت مصلّے بچھا کے شکرانے کی نمازیں پڑھتی ہے۔ کیا کہنا اس عقل کا۔ کوئی پوچھے کہ نفع میں کون رہا۔ اہل عقل مطیع افراد جو مالگزاری اور ٹیکس ادا کر کے سرکاری خزانہ بھرتے ہیں یا بقول انگریزوں کے پولیٹکل پاگل جو مزے سے قید خانے کی کوٹھریوں میں مفت کی روٹیاں کھاتے اور دندناتے ہیں؟۔

بس حضور کے وجود مبارک کی کسر ہے

خدا بخشے خواجہ منعم کو۔ انھیں مرنے کے بعد اچھی جگہ دفن ہونے کی بہت فکر تھی۔ عالیشان مقبرہ اپنی زندگی ہی میں بنوایا۔ عقیق کی پچی کاری۔ سنگ مرمر کے چھجے۔ جب یہ عمارت عالی تیار ہو چکی تو خواجہ نے کاریگروں سے پوچھا کیوں بھئی اب تو اس میں کوئی کسر نہیں ہے؟ ایک ظریف کاریگر نے جواب دیا کہ بس حضور کے وجود ذی جود کی کسر ہے۔ باقی تمام منازل طے ہو چکے۔ (یعنی مرنے میں جلدی کیجیے)۔

سال کے آخر حصے میں نمائشی ریفارم کی وہ عمارت جسے ہندوستان کی تمناؤں کا مقبرہ کہنا چاہیے۔ ولائتی کاریگروں نے بنا کے کھڑی کر دی۔ اب کوئی کسر باقی اس مقبرے میں باقی نہیں۔ صرف کانگرسیوں کے وجود مبارک کی کسر ہے۔ سنتے ہیں کہ کانگرسی ممبر جب قانونی کونسلوں میں جائیں گے تو آرزوؤں کا وجود شریف لے کے جائیں گے۔ لیکن اگر ان آرزوؤں کے خلاف کوئی کارروائی ہوئی تو فوراً لاش بغل میں دبا کے مقبرے سے نکل آئیں گے۔ مردہ بغل ہی میں رہے گا۔

ہندوستانی — ولایتی غزل

نقل ہے کہ ایک شاعر مولانا جامی کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنی غزل سنائی اور داد پائی فراغت کے بعد کہنے لگے میرا ارادہ ہے کہ اس غزل کو دروازۂ شہر پر لٹکا دوں۔ تاکہ شہرت ہو جائے۔ مولانا ہنس کے کہنے لگے کہ اس طرح کون جانیگا یہ کس کی غزل ہے اگر جناب خود بھی غزل کے ساتھ لٹک جائیں تو البتہ یہ مقصد پورا ہو سکتا ہے۔

آجکل ہندوستانی معاملات کی غزل لندن کے پولٹیکل مشاعرے میں پڑھی جا رہی ہے اور شعرا بقدر اپنے حسن کلام کے داد حاصل کر رہے ہیں۔ یہ غزلیں لندن میں تو نہیں مگر باب حکومت انگلستان پر (جسے ہند کہتے ہیں) لٹکائی جانیوالی ہیں۔ آہ کاش اس مشاعرے کے تمام شعرا بھی اپنی اپنی غزل کے ساتھ یہاں تشریف لائیں اور لٹکیدن کا مصدر گردانیں۔ ما شاء اللہ عجب لاجواب شعر فرمائے ہیں جو لبید کی دم میں لبید اباند ستے ہیں حیف ہے اگر ان شعرا کا کلام بلاغت نظام بے سنی رہ جائے اور اہل ہند ان کی صورتوں سے نا آشنا رہیں۔

ان شاعروں میں لارڈ سینکے اور لارڈ کرپوکے سوا ہیں دوسرے شعرا کی غزلیں زیادہ پسند نہیں آئیں۔ لارڈ سینکے صاحب کا یہ شعر قابل داد ہے کہ انگریز چاہتے تو اپنے وسیع اور قوی وسائل سے کام لے کے ہندوستانیوں کے آپس میں مذہبی یا دوسرے قسم کی رقابت نہ پیدا ہونے دیتے۔"

عہد ماضی برگزیدہ زادی شعرا کے خواص میں داخل ہے پس جہاں تک سنت شعرا کو اس شعر سے واسطہ ہے وہاں تک یہ شعر اپنے حدود میں بالکل درست ہے۔ ہاں حکیمانہ خیالات حال کو ماضی پر ہمیشہ ترجیح دیتے ہیں پس ضرورت داعی تھی اس امر کی حال کی درستی سے استقبال کی درستی کی تدبیریں لارڈ صاحب بتلاتے یعنی صاف صاف کہتے کہ قدر دار رقابت ضرورۃً پیدا کی گئی تھی اب وہ اتنی ترقی کر گئی ہے کہ شاید ہمارے وسیع اور قوی وسائل بھی اس کا سد باب کر سکیں گے

جب تک متفق صورت ملک پر شہیدِ انگلستان حکمرانی زار سرجھکا کے ۔ خون مجبور ہوئے ۔ پھر اس کے بعد صوبہ دار رقابت اور حسد تمام ہندوستان دست بگریبان نظر آئیگا اس میں صدیاں گزریں گی ۔ آیندہ دیدہ خواہد شد۔

ایک منجم نے کسی سے سوال کیا "تمہارا طالع کیا ہے" اس نے کہا "پہاڑی بکرا" منجم صاحب گھبرائے کہنے لگے ۔ "یہ تو کوئی ستارہ یا برج نہیں"۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے جوانی میں ایک نجومی سے اپنا طالع پوچھا تو اس نے بتایا جدی (بزغالہ) ظاہر ہے کہ اب تک یہ جدی بڑھ کے بکرا ہو گیا ہوگا۔ تو حضرت رقابت اور اختلاف کا طالع جدی سے ترقی کر کے تیس یعنی پہاڑی بکرا ہو چکا۔

اسی طرح لارڈ کرپو صاحب کا یہ مصرعہ بہت پسند آیا کہ "نو آبادیوں کا درجہ ایک بے معنی فقرہ ہے"۔ سچ ہے جبکہ ہمارا اہل ہند نے جو اس بات کی شکایت کی کہ ڈومینین سٹیٹس کا نام پارلیمنٹری رپورٹ میں نہیں ہے "بھلا معنی دار الفاظ میں بے معنی الفاظ کا خلط ولایت کے فصحا کیوں کرتے۔ لاحول ولاقوۃ۔۔

ایک عورت نے قاضی سے اپنے شوہر کی شکایت کی کہ گھر والا نہ کھانا نہ پانی دیتا روٹی نہ کپڑا بسبب عسرت کے مجبوراً قاضی نے شوہر سے خطاب کیا کہ آخر کیوں اسے آب و غذا نہیں دیتا شوہر نے عذر کیا حضور یہ جھوٹی ہے پانی تو ہر وقت گھر میں موجود ہے جتنا اسکا جی چاہے اتنا پیئے ۔ رہی روٹی یا غذا تو حضور غذا بہم پہنچانے کی قدرت مجھ میں نہیں ۔

جو سفارشیں آج ولایت والوں نے ہندوستانی ترقی کے واسطے اپنے اہل ملک سے کی ہیں وہ مطابقِ استطاعت کی اصل پر مبنی ہیں شکایت ڈومینین اسٹیٹس کے عدم تذکرہ کی بجا اور بے معنی ہے ۔ یا۔ و پانی تو ہے جتنا چاہے پیو۔ بے معنی غذا کا نام نہ لو۔
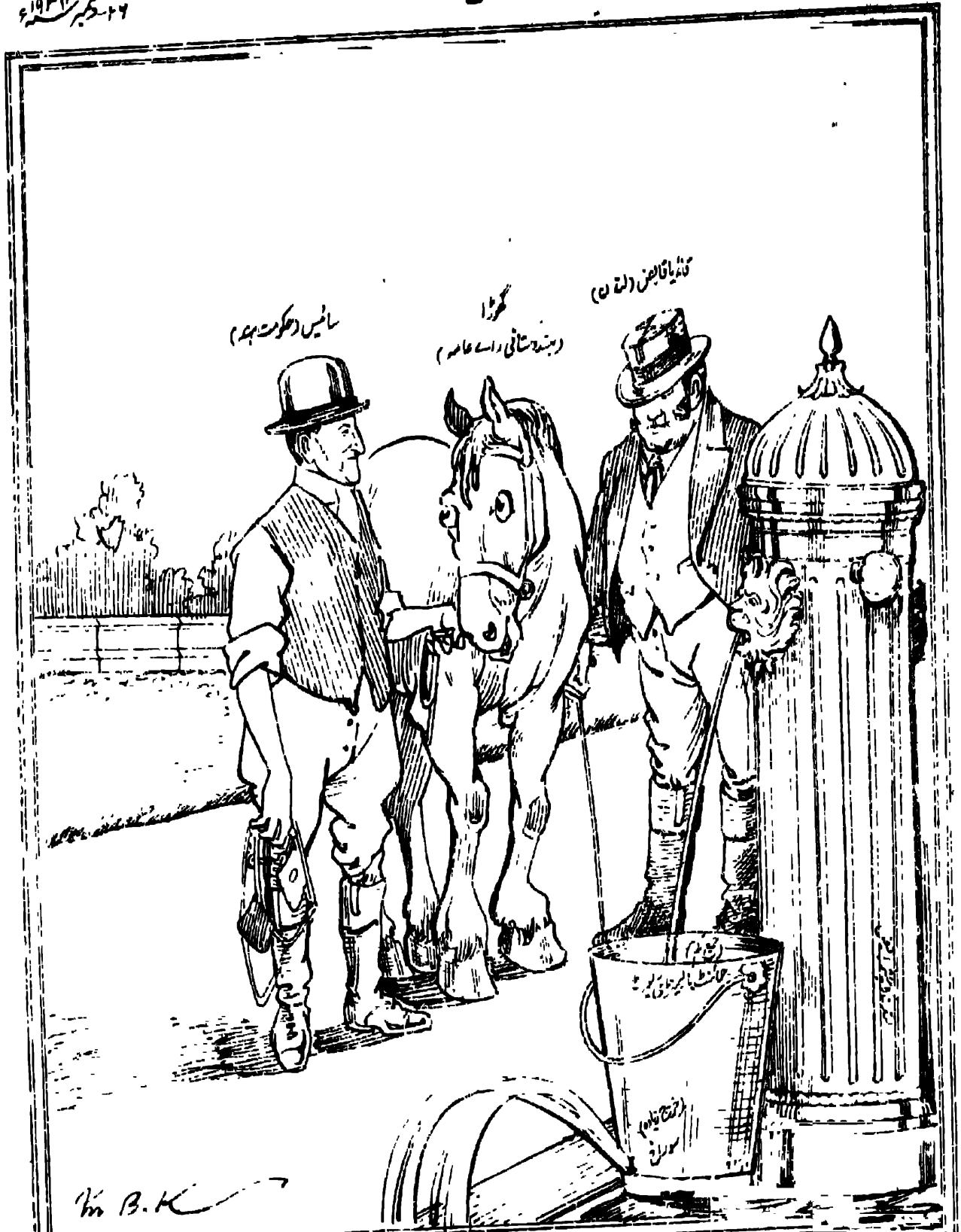
آخری حصہ سال یعنی محنت شاقہ کا شاندار نتیجہ

قائد: ہوں - ہوں - اُش شو شو شو (سیٹی) پیو - پیو -

سائیس: (عارف رموز سیاست) کیا خاک پیے - بالٹی میں سوراخ بڑا اور ہمبے کی دھار پتلی -

مجلدات اودھ پنچ بابت ۱۹۳۳ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات خزینۂ علم و ادب ظرافت و نکات سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانے میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ قیمت فی جلد سے مع محصول۔ سنہ ۱۹۳۳ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ حصہ سوم قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

نیز مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ و ۳۲ء علی قیمت

فی جلد سے محصول ڈاک عہ ذمہ خریدار۔ جلد سنہ ۳۱ء کے خریدار کو منتخبات اودھ پنچ لکھنؤ حصہ اول [illegible] عہ اور جلد سنہ ۳۲ء کے خریدار کو حصہ دوم [illegible] عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۳۰ء اور اسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں۔ قیمت [illegible] محصول ذمہ خریدار۔

منتخبات اودھ پنچ حصہ اول

دور ثانی کی قدیم جلدوں کے منتخب شدہ علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز خزینہ $\frac{26 + 20}{14}$ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد عہ علاوہ محصول۔

نیز حصہ دوم مشتمل بر ۹۰ صفحات مجلد عہ محصول ڈاک علاوہ۔

حصہ سوم۔ ضخامت بشرح صدر مجلد عہ علاوہ محصول۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ